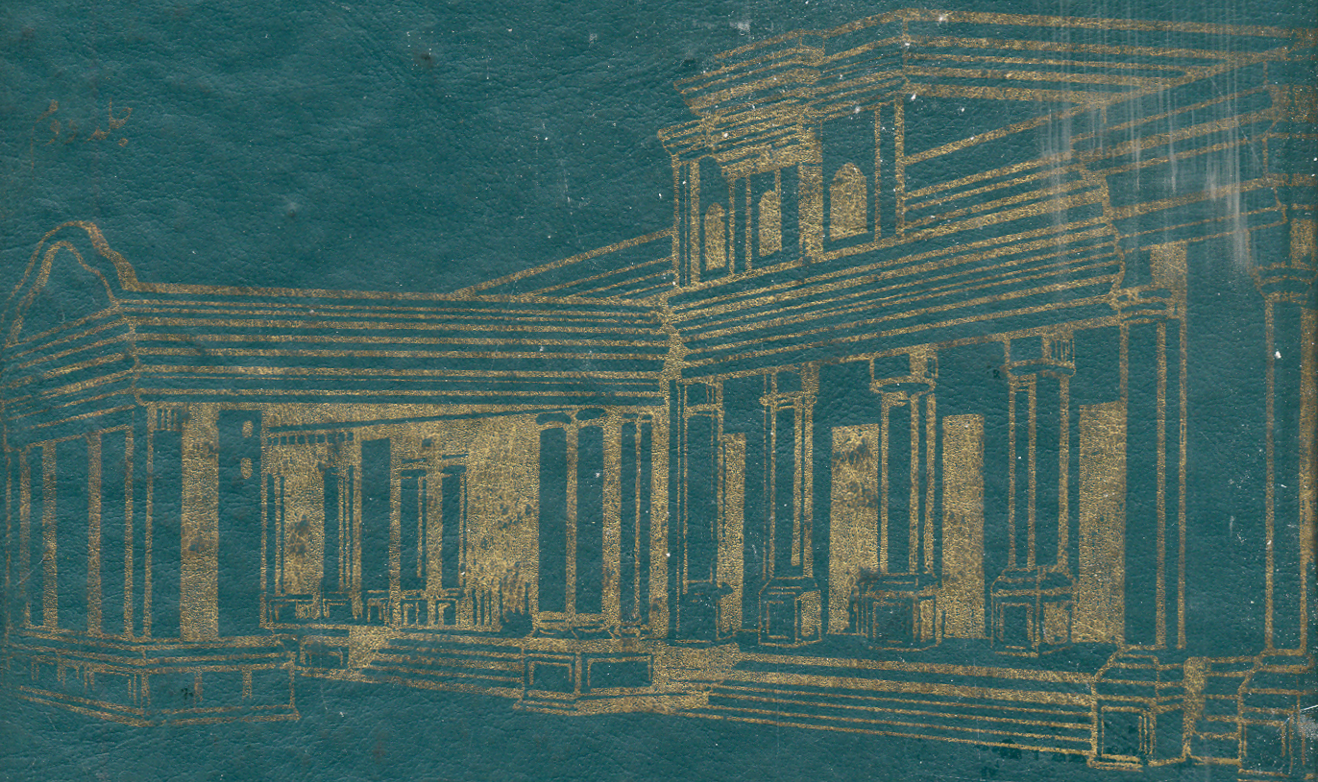
رُوداد

مُقدمۂ مرزائیہ بہاولپور

۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۵ء

جلد دوم



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق و باطل کا عظیم معرکہ

مقدمۂ مرزائیہ بہاولپور ۱۹۳۵ء

جلد سوم

عالی جناب محمد اکبر خاں صاحب بی اے۔ ایل ایل بی۔ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور نے مرزائیت کو اِرتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا

جواب الجواب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب مختار مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ

جس میں

جلال الدین شمس مختار مدعا علیہ کی تحریری بحث کا براہین ساطع و دلائل قاطع سے نہایت مدلل و جامع جواب پیش کر کے فرقہ ضالہ مرزائیہ کا کفر و اِرتداد پورے عالم میں ابیض من الطمس کر دیا۔

ناشر

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) ۲/۱ ڈیوس روڈ لاہور

ترتیب

جواب الجواب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مختار مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ ۱۲۵۵

عدالتِ عظمیٰ ریاست بہاولپور سے مقدمے کی واپسی پر جب از سرِ نو تحقیقات شروع ہوئی تو مسماۃ غلام عائشہ کی جانب سے مختلف اوقات میں مختلف اکابرین نے بطورِ مختار مدعیہ پیروی مقدمہ کی۔ ۱۹۳۳ء میں جب فریق ثانی کی شہادت شروع ہوئی تو ہندوستان کے شہرۂ آفاق رأس المتکلمین حضرت مولانا ابوالوفا صاحبؒ بطور خاص دیوبند سے بہاولپور تشریف لائے۔ آپ کو فنِ مناظرہ میں یدِطولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے بحیثیت مختار مدعیہ تین برس عدالت میں پیروی مقدمہ فرمائی۔

جلال الدین شمس کی تحریری بحث کا نہایت جامع اور مُدلّل جواب الجواب قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں پیش فرمایا، جس کے بارے میں علماءِ ربّانی نے تحریر فرمایا ہے۔ تردید مرزائیت کے موضوع پر لکھی گئی علم و عرفان کی یہ عظیم دستاویز اسلامی تاریخ میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

ادارہ

جواب الجواب مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ

مدخلہ ۲۸ اپریل لغایت ۱۰ مئی سنہ ۱۹۳۴ء

ایمان و اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــ الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ وافضل الصلوٰۃ و اکملہا علی حبیبہٖ سید الوریٰ و علی آلہٖ و اصحابہٖ مصابیح الدجیٰ

اما بعد :

تمہید : الحمد للہ کہ مختار مدعا علیہ باوجود اتنی لاطائل بحث تو درکنار اس کے قریب بھی نہ پہنچا۔ اس نے عاجز آکر جواب میں دیدہ دانستہ محض لاجواب ہونے کی وجہ سے وہ پوائنٹ ہی بچا گیا۔ جن پر بحث بنی تھی باوجود اس کے ہیں بحول اللہ و قوتہ کے دعویٰ کے ساتھ علی وجہ البصیرۃ کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس طولانی بے معنی بحث کو اس کی خاطر کوئی نیک طینت اور رحم دل انسان اعلیٰ پایہ کی خدانخواستہ بحث ہی مان لے پھر بھی مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد اس قدر اٹل ہے کہ وہ بدستور قائم رہتا ہے اور کوئی بھی عنوان تک بدلنا نہیں پڑتا کیونکہ ہماری بحث کا بحمد اللہ کوئی بھی ہیڈنگ ایسا نہیں جس میں ایک دو تین بلکہ متعدد حوالے ایسے لاجواب نہ رہے ہوں جن کا جواب تو کجا ذکر و اشارہ تک دیدہ دانستہ ترک کر کے مختار مدعا علیہ اپنے عجز اور ان کی لاجوابی کا اقرار نہ کر چکا ہو (اور چونکہ شہادت کی طرح بحث بھی جماعتہ کی مرتبہ ہے لہٰذا تمام جماعت کے نزدیک) پس مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد لاجواب و اٹل ہے بجائے کسی جواب کے اگر میں ان لاجواب حوالوں کو جمع کروں تو بھی میری بحث ان شاء اللہ تعالیٰ بدستور اٹل و لاجواب رہے گی (مثلاً بحث کے ہیڈنگ لا الٰہ الا اللہ کا پہلا نمبر الوصیۃ۔ الخ) جس کا کوئی ہیڈنگ بھی ان شاء اللہ بدلنا نہیں پڑے گا اور میری بحث کو لاجواب ہونا ہی تھا کیونکہ آقای کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کٹنے والوں ان کے مقدس ناموس پر حملہ کرنے والوں اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو کوئی تاویل، کوئی آڑ کائنات عالم کا کوئی ذرہ پناہ نہیں دے سکتا ؎

کچھ اس طرح سے کیا میں نے شکوہ و الحاح
نگاہیں جھک گئیں ان سے نہ کچھ جواب بنا

میں ان شاء اللہ العزیز درمیان میں ان لاجواب باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آخر میں ان کی ایک مکمل لسٹ دوں گا جو مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد کی ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت باقی رہنے والی دستاویز ہوگی۔

اصل جواب الجواب

اس اجمالی تمہید کے بعد کسی مفصل جواب کی حاجت نہ تھی مگر صرف دنیا پر اس جماعت کا دجل وفریب آشکارا کرنے کے واسطے کچھ اختصار سے عرض کرتا ہوں۔

مختار مدعا علیہ کے افتتاحی کلمات۔

"مبادی بحث بعد میں ہوں گے آج میں اس سوال کو لیتا ہوں کہ مختار مدعیہ نے عقائد مدعا علیہ پر اعتراض کیا ہے حالانکہ مدعا علیہ نے جواب دعویٰ میں صاف طور پر بیان کر دیا تھا کہ میں مسلمان ہوں"

یہ فرمانا کہ مبادی بعد میں آئیں گے عجیب الٹی منطق ہے کون نہیں جانتا کہ مبادی مقاصد کے بعد نہیں آتے۔ ہاں قادیان کی الٹی گنگا کا ہمیں علم نہیں باقی مدعا علیہ کا اقرار اسلام درست مگر ساتھ ہی مدعا علیہ کو اپنی مرزائیت (احمدیت) اور مرزا کی نبوت اور وحی کا بھی تو اقرار ہے گویا وہ تمام کفریات جو خاصہ مرزائیت واحدیت ہیں اور جن سے مرزا صاحب کی کتب بھری ہیں مدعا علیہ کے ایمانیات کا جزو اعظم ہیں۔ ے

زاہدا تسبیح میں زنار کا ڈورا نہ ڈال

یا برہمن کی طرف ہو یا مسلماں کی طرف

مرزائیت سے توبہ کر ڈالنے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آغوش اس کے لیے کھلا ہے اور ہم غلاموں کی آنکھیں بھی اس کے لیے فرش راہ ہیں۔

جواب بحث:۔

اپنا اور مرزا صاحب کا ایمان واسلام ثابت کرنے کے واسطے جس قدر آیات واحادیث واقوال فقہا و متکلمین و عبارات مرزا صاحب پیش کی ہیں یہ وہی شہادت کا گذرا ہوا مجروح سبق (پیچھائی سے) مکرر دہرایا گیا ہے جس کا دندان شکن جواب ۱۸ اکتوبر ۳۲ء کی بحث میں مکمل دیا جا چکا جس کے لاجواب ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ مختار مدعا علیہ باوجود دعویٰ ہمہ دانی اور اس ادعا کے کہ اس کے پاس مختار مدعیہ کی بحث لفظ بلفظ لکھی ہے مخصوص بنیادی پوائینٹ میں سے ایک حرف کا جواب کجا اشارہ تک نہیں کیا۔ ملاحظہ عدالت کے واسطے اس کے مکررات کا بالاختصار اعادہ کرتا ہوں۔

(۱) ہم بھی مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اسلامی عقائد بھی تھے ورنہ مادرزاد کافر کہا جاتا مرتد کا حکم نہ لگتا۔

(۲) ان آیات آمن الرسول وغیرہ اور احادیث بنی الاسلام وغیرہ نیز کتب فقہ وعقائد میں جس قدر ایمان کے

ارکان مذکورہیں یہ ضروری تو ہیں مگر ایمان کے واسطے کافی نہیں ان کے باوجود بھی انسان بجز عدم تحلیل خمر (نیز دیگر کفریات) یا بقول مرزائیاں مرزا صاحب کے انکار یا ان کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے کافر ہو سکتا ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ ب یکم و ۲ مارچ ۳۲ ء لہذا باوجود بالفرض محال ان تمام ایمانیات کے ہمارے قائم کردہ اور خصوصاً لاجواب کفریات کی وجہ سے بچ نہیں سکتے نہ ایمان و اسلام قیامت تک کسی طرح ثابت کر سکتے ہیں۔

(۳) باقی مرزا صاحب کی عبارت اور دعاوی بہ صرف زبانی ادعا اور محض مغالطہ ہے جو کہ بحث میں مفصل بتایا جا چکا ہے اور بقدر ضرورت مختصراً آگے عرض ہوگا بہ قابل ملاحظہ ہے کہ ادعاء ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزمان ہونے کا انکار۔ جہاد جیسے عظیم الشان مسئلہ کو خراب بتا کے محض رضاجوئی برٹش گورنمنٹ کے لیے دین سے اخراج، چندہ ماہواری کی جدید زکوٰۃ کا اضافہ دسمبر کے جلسہ کو حقیقی اور اصلی حج قرار دینا باری تعالےٰ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حشر و نشر کا انکار اور فلاسفہ کی پیروی۔ اپنے تمام نہ ماننے والے مسلمانوں کی تکفیر و تذلیل بلکہ بیعت میں تامل کرنے والے تک کو پکا کافر بتانا باری تعالےٰ کی توہین اس کے تقدس وجلال پر یہود و نصاریٰ اور مشرکین جیسے ناپاک حملے کشفی طور پر اس سے عیاذاً باللہ ثم عیاذاً باللہ ہمسری کا دعویٰ تمام انبیاء اولوالعزم علیہم السلام حتیٰ کہ سید الانبیاء کی ہمسری بلکہ برتری کا دعویٰ سب کی منہ بھر کے توہین و تذلیل (العیاذ باللہ) اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً سیدنا علی مرتضیٰ رض سیدنا امام حسین رض و لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہرا رض کی زہر گداز ناقابل برداشت گندی توہین خلفاء راشدین صحابہ کرام رض ائمہ دین تمام اقطاب و ابدال غوث اولیاء اللہ سب سے برتری کا دعویٰ بلکہ دل کھول کے توہین۔ کتاب اللہ پر صرف اپنی خرافات وحی کی طرح ایمان رکھنا احادیث نبویہ جو اپنی تراشیدہ وحی کے خلاف ہوں ردی کی طرح پھینکنا اپنے مقبرہ کو بہشتی مقبرہ بنانا حرم نبوی اور خصوصی القاب نیز اپنی بیویوں کو امہات المومنین کے القاب استعمال کر کے منہ چڑھانا کو نسا دہ کفر ہے۔ جو مرزا صاحب یا مرزائیوں نے ترک کر دیا ہے ؎

تم گریباں میں منہ ڈال کے خود ہی سوچو۔
ہم اگر کچھ بھی کہیں گے تو شکایت ہو گی

شیطان لعین ایک کفر یہ اور ایک نبی کی توہین کر کے ہمیشہ کے لیے مردود بارگاہ ہو جائے اور یہ بزرگ سب کچھ کریں اور پھر سب سے مقرب ہو بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است۔

(۳) یہ تمام امور ایمانیہ حقیقتاً اور معنیً بدرجہ اتم مدعیہ اور اس کے ہم عقیدہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں موجود ہیں پھر بھی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے خواہ بیچاروں نے ان کا نام تک نہ سنا ہو کافر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ پکے کافر ہیں یہ تمام امور ایمانیہ باوجود کوئی کفر نہ ہونے کے صرف مرزا کی بیعت میں تامل ہونے سے کافر ہونے سے نہ بچا سکیں اور مرزائی سینکڑوں کفریات کے باوجود انہی امور سے پکے مسلمان رہیں کچھ تو شرم چاہیئے ؎

حیا و شرم جو ملتی کہیں زمانہ میں،
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہرباں کے لیے

مختار مدعیہ کے جواب کی آڑ میں مختار مدعا علیہ کی مغالطہ دہی کی ناکام کوشش

مختار مدعیہ کے ہیڈنگ کے تحت یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ مغالطہ ہے کہ یہ پیش کردہ کتب دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہیں۔ ملخصاً۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کا بوجہ جواب نہ بن سکنے کے مغالطہ ہے کیونکہ میری بحث میں یہ نہیں کہ ۱۹۰۱ء کے بعد اسلامی عقائد کا نام ہی نہ لیا بلکہ یہ ہے کہ پھر یہ لمبے لمبے زور دار دعویٰ ذرا اس کے بعد پھیکے پڑ گئے اور یہ بلند آہنگی باقی نہ رہی بلکہ آخر تک مرزا صاحب مغالطہ آمیز عبارتیں بولتے رہے۔ اور بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعیان نبوت کاذب کی خاصیت لازماً یہی ہے کہ وہ دجل سے کام لیں جیسا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور مرزا صاحب نے خود دجال کی یہی تعریف کی ہے کہ وہ غلط ملط کرے ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲ دجال کے لیے ضروری ہے کہ نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملاوے اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس زیادت کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجال ہے اور چونکہ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے۔

میری بحث کے اصل لفظ ملاحظہ ہوں۔

(۱) "یہ تمام بڑھ چڑھ کے ادعا اسلام اس وقت تھا جب ادعا نبوت کا سودا دماغ میں نہ تھا اور ہر قسم کے مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے اور کسی قسم کے نبی کا آنا خاتم النبیین کے منافی اور لانبی بعدی میں تخصیص و تاویل شرارت قرار دیتے تھے اور عیسٰی علیہ السلام کا نبی ہو کر آنا مجازی بتلاتے تھے ملاحظہ ہو ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ و حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۸۹ و سراج منیر صفحہ ۳ و حمامۃ البشریٰ "اس کے بعد یہ بلند آہنگی نہ رہی۔

مسابقی ۲۴ راگست ۳۲ء کی جرح سے گواہ نمبر ۲ مدعیہ کا ایک فقرہ لینا کہ "ازالہ اوہام کی تالیف تک مرزا صاحب مسلمان تھے" یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ اس کے بعد بس کفر ہی کفر فرماتے رہے اور یوں ازالہ اوہام جو ۱۸۹۱ء کا ہے اس کے بعد اسلام کا دعویٰ پیش کیا ہے محض بے سود حیلہ ہے۔ اس کے بعد بھی اسلامی نمائش فرماتے رہے ہیں ۱۹۰۱ء

کے بعد کے صرف ۔

(۲۱) حوالہ کشتی نوح اور مواہب الرحمٰن ہیں جس میں الفاظ تو خوش آیند ہیں مگر معانی بدل بدل کر الحاد اور بے دینی کی بنیادیں ڈال رہے ہیں اور اس سے بھی ان کا کفر وارتداد ہی ثابت ہوتا ہے ملاحظہ ہو اصل بحث ۸ و ۱۰ اکتوبر ۳۲ء جہاں اس کا مفصل جواب ہے۔ مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ "ہمارا استدلال جب غلط ہوتا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد ان کی تردید مختار مدعیہ دکھاتا اور وہ نہ کر سکا"۔ ماشاء اللہ جناب دیدہ ودانستہ چشم پوشی فرما کر تجاہل عارفانہ اختیار کریں اس کا کیا علاج ۔ میں نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہیڈنگ نیز دوسرے کفریات کے حوالے مثلاً لیکچر سیالکوٹ ۱۹۰۴ء براہین حصہ پنجم ۱۹۰۵ء حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء اور البدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء تک کے حوالہ پیش کئے ہیں جو نہ صرف ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں بلکہ انتقال سے دو ماہ قبل تک کے ہیں نیز خلیفہ محمود صاحب کے کفریات کے حوالے بھی درج ہیں مگر آپ دیدہ ودانستہ جواب نہ بن سکنے کی وجہ سے ٹال ہی جائیں اس کا کیا علاج مختار مدعا علیہ نے حقیقۃ الوحی اور چشمہ معرفت سے دو تین حوالہ اسلامی عقائد کے پڑھ دیئے اور سمجھ گئے کہ دنیا اس سے مغالطہ کھا جائے گی انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مومن کی فراست غضب کی ہوتی ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ کفریہ عقائد بھی انہی کتابوں کے ملاحظہ فرمادیں جو میں نے بحث کے ابتدائی حصوں میں دیئے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حق ملتبس کرنے کی ایک شکل ہے اور یہ وہی فرض ادعا اسلامی کا شہد ہے جس میں کفر وارتداد کا زہر ملا کے مسلمانوں کا ایمان غارت کیا جاتا ہے جواب تو یہ تھا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد قبل جیسے بلند آہنگی کے اسلامی دعویٰ پیش کرتے ہوئے ان کفریات کی تردید کھلے ہوئے غیر مشتبہ لفظوں میں بعد کی کتب سے پیش کرتے مگر یہ کیونکر ہو سکتا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں اور کفر واسلام دونوں کشتیوں پر سوار ہونے والوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی کوئی اور پناہ کیونکر لے قرآن پاک پڑھیئے ۔

ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفراً لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلاً ۔

ترجمہ :۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر میں اضافہ ہی کرتے رہے اللہ ان کی مغفرۃ نہیں کرنے کا اور نہ انہیں سیدھا راستہ دکھلائے گا ۔

باقی مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ "حقیقۃ الوحی سے جو کمال نادانی سے مختار مدعیہ نے حوالے خلاف توحید سمجھ کر پیش کئے ہیں اکثر ان میں سے براہین احمدیہ میں موجود ہیں جب کہ گواہان مدعیہ و مختار ان مدعیہ کے نزدیک مرزا صاحب مسلمان تھے" پھر الٹا سیدھا ہی جواب دے کر نادان فرماتے تو اچھا تھا اب جواب سے عاجز آ کر منہ چڑھانے کو مخول پر اتر آئے اور سچ ہے جب جواب کسی سے نہیں بنتا تو ایسی ہی باتیں کیا کرتا ہے ۔ اللہ انہیں ہدایت دے اور سلیقہ کی گفتگو کی توفیق ۔ یقیناً ایک دو قرآن پاک کی آیات براہین احمدیہ میں بھی ہیں مگر وہاں

یہ پتہ نہیں دیا ہے کہ یہ قرآن کی آیات نہیں بلکہ میرے الہامات ہیں اور ان سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ
وسلم مراد نہیں بلکہ میں مراد ہوں مسلمان بچارے یہ سمجھتے رہے کہ یہ قرآنی آیات آریوں اور عیسائیوں کو جواب
دینے کے لیے منتخب کی گئی ہیں جن پر بعد کو دلائل مبنی ہوں گے اور یہی انہیں باور کرا کے ہزاروں کا ان
سے چندہ وصول کر لیا۔ بعد میں بھی اربعین اور حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء وغیرہ میں آکر جب نبوت سے پردہ اٹھا
مرزا صاحب کے الہام بن گئے اور پہلے تو مصداق باری تعالےٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کبار
تھے اور اب وہ سب آیات صرف مرزا صاحب کے واسطے بن گئیں اور ہونا بھی تھا کیونکہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد اگر دعویدار نبوت دجل نہ کرے تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پر حرف آجائے
جن کی شان گرامی میں ابوجہل و ابولہب جیسا دشمن بھی "ما جربنا علیك كذبا" کے مستانہ
قصائد پڑھ رہے ہیں۔

البدر اور اخبار عام کے مغالطہ کا جواب

قول مختار مدعا علیہ۔

اُدھر مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ مدعیہ کی طرف سے بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا جس میں دعوےٰ
نبوت کا ذکر ہے لیکن مدعا علیہ کی طرف سے اس کے بعد کوئی تحریر پیش نہیں کی گئی صریح جھوٹ ہے کیونکہ مدعا
علیہ کی طرف سے اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا ہے اور وہ ایک خط ہے جو آپ نے ۲۳ مئی
۱۹۰۸ء کو اپنی وفات سے تین روز قبل ایڈیٹر اخبار عام کے نام تحریر فرمایا الخ"

جھوٹ کہنا تو آسان ہے مگر مسیح صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی طرف نسبت کر
کے ثابت کرنا دشوار ہے مختار مدعیہ کا دعویٰ تو اس وقت جھوٹا ہو سکتا تھا کہ اس نے اخبار بدر ۱۹۰۸ء ۵ مارچ
سے جو یہ حوالہ پیش کیا کہ "ہم خدا کے حکم سے نبی اور رسول ہیں"

مختار مدعا علیہ اخبار عام سے اس سے رجوع اور انکار ثابت کر دیتے کہ میں اب دعویٰ نبوت و
رسالت سے باز آتا ہوں میری غلطی یا دماغی خلل کا نتیجہ دعویٰ نبوت تھا پھر ہم بھی مرزا صاحب کو اسلامی
لفظوں سے یاد کرتے آج مختار مدعا علیہ یا ان کے ہم عقیدہ اس کفریہ عقیدہ سے تائب ہو جائیں پھر
تو مسلمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اپنی آنکھیں فرش راہ کرتے نظر آئیں گے۔

مختار مدعا علیہ نے با غور نہ فرمایا دیدہ و دانستہ مسلمانوں کو سیدھا سادا سمجھ کر اخبار عام کا خط

نقل کر دیا کہ شائع ہونے پر عوام پڑھیں گے نہیں صرف ہیڈنگ سے مغالطہ کھا جائیں گے۔ اُسے یہ نہیں معلوم کہ یہ خط ایک عدالت عالیہ میں پیش کر رہا ہے جہاں وہ ہر طرح پرکھا جائے گا۔ اس خط میں دعوے نبوت سے دست برداری یا اس پر توبہ وندامت تو درکنار اسی عظیم الشان کفریہ کا ۔۔۔۔۔۔ بار بار نہ صرف اقرار ہے بلکہ اسی پر اس وقت تک باقی رہنے کو فرمایا جاتا ہے جب تک دنیا سے گذریں اس خط کے فقرات ذیل ملاحظہ ہوں۔

"میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں"

"اُس نے میرا نام نبی رکھا ہے"

"سو میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو گنہگار ہوگیا"

"اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں"۔

"میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ دنیا سے گذر جاؤں"

"میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں"

"مرزا صاحب نے آخر وقت بھی ہماری ہی تائید کی نہ مختار مدعا علیہ کی کاسے نہ پیش فرماتے تو شاید اچھا ہوتا۔

صداقت چھپ نہیں سکتی ہے آخر کھل ہی جاتی ہے
زلیخا نے کیا پاک دامن ماہ کنعاں کا

یہ کہنا کہ میں ایک ایسا نبی ہوں ویسا نہیں بے سود ہے کیونکہ قرآن واحادیث و کتب عقائد کے دلائل قاطعہ سے ثابت ہوچکا کہ ہر قسم کا دعویٰ نبوت ظلی ہو یا بروزی مستقل ہو یا تابع شریعت ہو یا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اعظم ترین کفریات سے ہے علاوہ بریں کہ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ میری نبوت کا معنی کثرت مکالمہ وغیرہ ہیں یہ بھی وہی مغالطہ دہی ہے جب کہ خود ہی فرما چکے ہیں کہ سوا صاحب شریعت نبی کے اور کسی ملہم وغیرہ کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا نہ صاحب شریعت نبی کے شریعت کے علاوہ کسی کا منکر کافر ہوتا ہے اس کے بعد اپنے منکرین کو محض انکار کی بنا پر کھلے بندوں کافر بھی بنا گئے۔ گویا کہ اپنے ہی اقرار سے مرزا صاحب شرعی نبی بن گئے۔

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری۔

الوالوفا ء

یہ بار بار کہنا کہ میں قرآن کے خلاف نہیں اسلام کے خلاف نہیں میری گردن اسی جوئے کے نیچے ہے ۔ باوجودیکہ وہ جو کب کا اتار پھینکا تمام دین کو برباد کر دیا اللہ و رسول ﷺ سے علم بغاوت بلند کر چکے نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے ۔

اس ہیڈنگ کے لاجواب پوائینٹ ۔

ابتدا حصہ کے تینوں نمبر جس کا ہیڈنگ تفریق اسلام مدعیہ و مدعا علیہ جس میں تفصیل سے یہ بتایا گیا کہ مدعیہ یقیناً مسلمان ہے اور مدعا علیہ کے کفر میں شک نہیں ۔ ملاحظہ ہوں الفاظ نوٹس تحت مختار مدعیہ ۔

اسلام کا سنگِ بنیاد

لآ الٰہ الا اللہ ۔ محمد رسول اللہ

لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ پر مرزائیوں کا ایمان نہیں لآ الٰہ الا اللہ

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے جس تحیر کا اظہار کیا ہے اور ان عیوب پر جن لغو طرق سے پردہ ڈالنے کی لغو کوشش کی ہے اس کو بے کرنے سے قبل یہ عرض کروں کہ میرا یہ دعوے کہ مرزا صاحب اور کسی مرزائی کا جب تک وہ مرزا صاحب کو مسلمان سمجھے نہ لآ الٰہ الا اللہ اصل اصول ایمان پر ایمان ہے نہ کبھی ہو سکتا ہے بدستور اٹل قائم ہے شائع ہونے پر کوئی اُن سے حسن ظن رکھنے والا آنکھیں بند کر کے ان کی ساری مغالطہ آمیز رکیک تاویلات خدانخواستہ عقل و دانش کا خون کرتے ہوئے صحیح و درست بھی تسلیم کرے پھر بھی تمام بنیادی حوالے جن پر اس دعوے کا مدار ہے ایسے لاجواب ہیں کہ ان کا جواب بھی مختار مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ نام تک نہ لیا اس ہیڈنگ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ عدالت عالیہ کی نظر عالی میں پوشیدہ نہیں ۔

تاویلات رکیکہ کی حقیقت

(۱)

رایتنی فی المنام عین اللّٰہ وتیقنت انہ ھو

تمام نمبر چھوڑ کر لآ الٰہ الا اللہ کے ہیڈنگ کے تحت کے بارہویں نمبر کا جو کفریہ بعنوان ادعاء عینت باری تعالےٰ عقیدہ نقل کیا گیا ہے سب سے پہلے اس کے واسطے ایک طول طویل عبارت

سپرد قلم فرمائی ہے جس کا خلاصہ سات امور ہیں۔

(۱) مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہیں سمجھا کہ آپ خدا بن گئے؟

(۲) نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

(۳) ان کا عقیدہ نہیں بلکہ رؤیا ہے۔

(۴) اس میں ہے کہ خواب ہی میں میں نے یقین کیا کہ خدا ہوں

(۵) اس سے خدا کا اظہار مقصود نہیں بلکہ کشف کا اظہار ہے۔

(۶) جو خواب میں دیکھا جائے اسے حقیقت پر محمول کرنا ضروری نہیں۔

(۷) تقریباً آٹھ حوالے قطع و برید کر کے احادیث و صوفیاء کرام کے بے محل اور بے جوڑ بطور نظیر نقل کئے ہیں۔

نمبروار مفصل جواب عرض ہے

جواب

(۱) "مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہ سمجھا کہ آپ خدا بن گئے ہیں"۔ اور کیسے سمجھتے تیقنت انتی ھو خود فرما رہے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا ہے کہ میں ہو بہو خدا ہوں۔

(بطور جملہ معترضہ)

(۲) "اور نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا"

جواب آخر تک اسی ذہن میں رہے مختار مدعا علیہ کو تقلید میں نہ نظر آئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے آئینہ کمالات جو فروری ۱۸۹۳ء کی تصنیف ہے اس کے بعد لیکچر سیالکوٹ جو ۱۹۰۴ء کا ہے ہندوؤں کے لیے خدا کا اوتار بن رہے ہیں۔ اس آئینہ کمالات کے بعد کی کتاب البریۃ صفحہ ۷۶ میں الہام موجود ہے ...... خدا تیرے اندر اتر آیا۔ خطبہ الہامیہ میں بھی اپنی خدائی پر قائم اور حقیقۃ الوحی کی تصنیف تک جو ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء ایک سال قبل وفات ہے مالک کن فیکون بنے بیٹھے ہیں۔
تفصیل کے واسطے میری بحث جہاں کفریات کا شمار کرایا ہے ملاحظہ ہو جبھی تو وہ تریاق القلوب، صفحہ ۳۹ پر نئے خدا کی نئی زمین نئے آسمان ماننے کی دعوت دے رہے ہیں وہ اسی کشف کی تفسیر ہے کیونکہ آئینہ کمالات اسلام میں خود خدا بن کر ایک جدید نظام نیا آسمان نئی زمین تیار کی ہے پھر تریاق القلوب ۱۸۹۹ء صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں" نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور ابراہیم اور یعقوب

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو یقین نیا ہو نشان نئے ہوں"۔

اگر مرزا صاحب اور ان کے یہ زمین آسمان مراد نہ ہوں تو جدید نہ ہوں گے ہمارا خدا قدیم وازلی زمین آسمان پر ہے سا ب تو مرزا صاحب کی خود شہادت ہے اب تو انکار نہ ہوگا۔

جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے (ابوالوفاء)

(۳) "ان کا عقیدہ نہیں بلکہ رویا ہے"۔

جواب یہ مختار مدعا علیہ کا اختراع ہے وہ خود تو ترجمہ رویا نہیں فرماتے بلکہ فرماتے ہیں " اور میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کتاب البریۃ صفحہ ۸۷"۔

نیز لفظ "تیقنت اننی ہو" کہ میں نے یقین کر لیا کہ میں خدا ہی ہوں سے کھلے لفظوں میں اپنی رائے اور عقیدہ کا اظہار کر دیا ہے پھر اور عقیدہ کسی چیز کا نام ہے ۔ نیز اپنے کشوف والہامات کے متعلق جن کا نام وحی رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے ان پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ قرآن پاک اور تورات وانجیل پر الخ

(۴) "اس میں ہے کہ خواب ہی میں میں نے یقین کیا کہ خدا ہوں"۔

جواب محض غلط ہے کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ ہو کہ خواب ہی میں میں نے یقین کیا ایسا ہوتا تو لفظ فیہ کا اضافہ کرتے ۔

(۵) اس سے خدائی کا اظہار مقصود نہیں بلکہ کشف کا اظہار ہے"۔

جواب یہ شاید مختار مدعا علیہ کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا۔ ورنہ وہ تو فرما رہے ہیں کہ میں یقین کیے ہوئے ہوں کہ خود خدا ہوں تیقنت اننی ہو" الفاظ کا زور اور ٹھاٹھ تو ملاحظہ فرمائیں۔

(۶) جو خواب میں دیکھا جائے اسے حقیقت پر محمول کیا جانا ضروری نہیں"۔

جواب مگر ممکن تو ہے اور جب وہ خود اسے حقیقت سمجھ رہے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا ہے کہ خود خدا ہوں پھر کوئی کیا کرے۔ وہ تو خود اپنے ناطق فیصلہ سے تمام تاویلات کا بیڑا غرق کر گئے ۔ہاں اگر دوسرے کفریات اس کے مؤید نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ ہم بھی ان تاویلات کو بادلِ ناخواستہ منظور کرتے یا کوئی اور محمل تلاش کرتے مگر کفر آشکارا ہونے کے بعد تاویل کا امکان ہی نہ رہا۔

(۷) (نظائر پیش کردہ کی اصلی تصویر)۔

نوٹ :۔

یہ نمبر ۲ تمام وہ حوالے ہیں جو مسل پر نہیں آئے ۔ اور باوجود اکثر ثبوت طلب اور قابل جرح ہونے کے شہادت میں بچا کر خلاف قانون نظائر کی آڑ لے کر پیش کیے گئے ہیں ۔ حالانکہ نظیر وہ ہو سکتی ہے کہ فریقین نیز عدالت کو اس کا قابل اعتبار ہونا مسلم ہو ۔ ہاں اُس کے منطبق وغیر منطبق ناطق وصامت ہونے میں کوئی کلام کیا جا سکے ۔

اگر جو بھی بنائی جائے دراصل یہ ایک جدید شہادت ہے مگر جب کہ یہ ریکارڈ میں ہے اگر عدالت اس کی پابند نہیں نہ عدالت کے لائق التفات ایسی غیر ذمہ دار چیزیں ہو سکتی ہیں) تو اس کا جواب بھی تبرعاً پیش ہے ۔

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب میں گیارہ ستارے اور چاند و سورج کو اپنا سجدہ کرتے دیکھنا الخ نتیجہ یہ نکالا (تو کیا درحقیقت خدائی کا دعویٰ کر دیا) اور اس میں یہ مقدمہ لگا دیا کہ سورج و چاند صرف خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں ، سبحان اللہ آنجناب در خواب تک پہنچے اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور فرشتے خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کر سکتے ۔ لہذا (عیاذاً باللہ) آپ کے نزدیک وہ خدا ہو جائیں گے ۔ نیز بعد کے واقعہ کو کیوں نہ لیا کہ ان کے گیارہ بھائیوں اور ماں باپ نے سجدہ کیا ۔ یہ خواب اس واقعہ سے بالکل بے ربط و غیر متعلق ہے نہ اس میں انہوں نے اپنے آپ کو خدا دیکھا نہ خدائی کا یقین کیا نہ زمین و آسمان تیار کیے نہ آسمان دنیا پر ستارے چمکائے ۔ ہاں چاند سورج ستاروں کو اپنے سامنے جھکتا اور اپنے آپ کو ان کا قبلہ ضرور دیکھا چنانچہ اس کے بعد ان کے یازدہ بھائیوں اور پدر و والدین نے اللہ کے حکم سے انہیں قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ شکر ادا کیا جیسے ملائکہ نے حضرت آدمؑ علیہ السلام کی وساطت سے اشیاء غیر معلومہ کا علم حاصل کر کے خدا کے حکم سے حضرت آدم کو قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ شکر ادا کیا تھا ۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ملائکہ یا سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے عیاذاً باللہ غیر اللہ کو سجدہ کر کے مشرک ہو گئے حالانکہ یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام و شرک ہے ۔ سجدہ صرف خالق کو ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن و احادیث میں مصرح ہے ۔

یہ ایسا ہی ہے کہ کعبہ کو کوئی سجدہ کی وجہ سے مسجود سمجھے ۔ حالانکہ کعبہ کی طرف خدا کو سجدہ ہوتا ہے رہی یہ بات کہ پھر اور کسی کی طرف کیوں سجدہ نہیں کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ قبلہ کی نامزدگی اپنی رائے پر نہیں بلکہ خدا کے انتخاب پر ہے ۔

یہ مذکور بالا تفسیر اپنی رائے سے نہیں بلکہ اکابر دین صحابہ و تابعین و علماء راسخین سے ماخوذ ہے ۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کنگن پہننے کا خواب آپ نے اسے اسی وقت برا سمجھا اور پھوک کر اڑا دیا ملاحظہ ہو اصل حدیث۔

بخلاف مرزا صاحب کے کہ اس پر ڈٹے رہے اور نیفنت انثی ہو؟ سے اپنی خدائی کے یقین ہونے کا نقارہ بجاتے رہے۔ مختار مدعا علیہ اور مرزائیوں کے اپنے جذبات کے لحاظ سے بلکہ ہم **غلامان** سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ کرتے ہوئے شرم چاہیئے تھا کہ مرزا صاحب کا مقابلہ اور ان کی مثال سید الاولین والآخرین کو پیش جذبات کرے جن کی نظیر نہ مخلوقات عالم میں ہوئی نہ ہوسکے نہ قدرت نے دوسرا بنایا نہ بنائے خدا اپنی خدائی میں یکتا و بے مثل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدائی میں بے مثل و بے نظیر کہاں مرزا صاحب اور کہاں محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اس سے یقیناً مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ہوئے ہیں۔ ابوالوفاء

(۳) حوالہ ارشاد رحمانی۔

(۱) جدید ثبوت طلب غیر مسلم حوالہ ہے۔

(۲) حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے حالات زندگی بعد میں مرتب کی گئی۔

(۳) آپ کو معلوم نہیں ان کے مریدوں سے پوچھئے کہ اس کتاب کے متعلق ان کی کیا رائے ہے۔

(۴) مولانا محمد علی صاحب کو دیوبندیوں کا مسلم مقتدا ہونا جو تحریر فرمایا اس کا کیا ثبوت ابھی انہیں انتقال ہوئے کے دن ہوئے۔ وہ تو دیوبندی بھی نہیں۔ جرح میں بلا کسی گواہ یا فریق سے منوائے مسلّم کر کے کسی کو عدالت میں پیش کرنا خلاف قانون ہے۔

تبرعاً جواب

یہ استدلال صوفیاء کی اصطلاح سے ناواقفیت پر مبنی نہیں۔ صوفیاء کے یہاں جب لفظ مادر کا بولتے ہیں اس سے خاک مراد لیتے ہیں اور جب پدر کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے روح۔ کیونکہ کہ خاک سفلی ہے اور روح علوی۔ جفت ہونے سے مراد اپنے آپ کو خاک میں مٹانا تاکہ پوشیدہ جوہر نمودار ہو جائیں جس طرح فرمایا گیا ہے۔

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

ع دانہ جب خاک میں مل لے تو شگفتہ نکلے۔

یہ محل تفصیل نہیں ورنہ عرض کرتا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں کتب صوفیائے کرام واصطلاحات التصوف التعرف وغیرہ۔ یہاں کے لائق مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ارشاد رحمانی کے حوالے کا ایک فقرہ جو اسی جگہ وہ غلطی سے نقل کر لیا گیا ورنہ عادت، تو قطع وبرید کی پیش کرتا ہوں۔

صوفیائے نے لکھا ہے کہ تا از مادر خود جفت نشود و برادر خود نکشد کامل نشود الخ

اس قسم کی صوفیہ کے ہاں سینکڑوں اصطلاحات ہیں مثلاً درزی۔ خمر۔ یاد حا۔ صنم۔ بتکدہ۔ میخانہ۔ قتل حبیس وغیرہ باقی اس سے بھی مرزا صاحب کا جواب جس میں اپنی خدائی کا یقین کیئے بیٹھے ہیں۔ حل نہ ہوا۔ یہ صوفیہ کی مثالیں آپ فضول لے رہے ہیں۔ مرزا صاحب تو اس کے ساتھ فرماتے ہیں۔

"ہماری مراد اس واقعہ سے یہ نہیں جیسا کہ وحدۃ الوجود کی کتب (یعنی تصوف) میں لی جاتی ہے۔ الخ آئینہ کمالات ص ۵۵۶

انہوں نے تصوف کی تمام مثالیں غیر متعلق قرار دیں اور آپ پیش فرما رہے ہیں۔

توجیہہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ

(۴) رایت ربی فی صورت شاب امرد۔ الخ یواقیت ج ۲ ص ۱۲۳ (مختار مدعا علیہ)

اس کو علامہ ابن جوزی جیسے جلیل القدر محدثین اور امام جرح و تعدیل موضوع یا ضعیف بتاتے ہیں۔ جس سے عقائد میں اسناد درست نہیں۔ باوجود اس کے یہ کبھی نہ دیکھا۔ کہ خود خدا ہوں۔ اور یہ کبھی نہ فرمایا۔ کہ میں نے اپنے خدا ہونیکا یقین کر لیا۔ باقی پھر اس کا مطلب کیا ہے۔ تو جہاں سے یہ حدیث نقل کی ہے وہیں یواقیت والجواہر میں لکھا ہے ملاحظہ فرمالیں تمام غیر متعلق امور یہاں مفصل ذکر نہیں ہو سکتے۔

(۵) حضرت اقدس عبدالکریم جیلی قدس سرہ العزیز کی انسان کامل کا حوالہ۔

چونکہ مقربان بارگاہ الٰہی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس اور ان کی عظمت و جلال کے صحیح معنی میں محافظ ہوتے ہیں اس لیے اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو ان کے دامن میں بھی پناہ نہیں مل سکتی اس حوالہ میں ترجمہ بھی غلط کیا ترجمہ میں درمیان سے ایک سطر مغالطہ دینے کے واسطے حذف کر دی پیچھے سے بھی قطع وبرید کیا پھر بھی یہ ان کی کرامت ہے کہ کچھ پلے نہ پڑا۔

آخر، نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یہ کشف مرزا صاحب کے اس کشف سے یعنی کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کر چکا ہوں کہ میں وہی خدا ہوں) جس پر مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا ہے بالکل ہی مطابق ہے میں عدالت کی توجہ عالیہ خصوصیت سے اس کی طرف مبذول کراتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ کشف اور عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ کی

عبارت کا ترجمہ دی ہی جو مختار مدعا علیہ نے پیش کیا ہے مقابلہ فرمائیں اور پھر بالکل ہی مطابق ہے،
جیسے مغالطہ کی داد دیں مرزا صاحب نے خدا ہونا دیکھا اور یقین بھی کر چکے زمین و آسمان بھی خود بنائے اور ولقد
زینا السماء الدنیا بمصابیح کا نعرہ مستانہ بھی لگایا وغیرہ وغیرہ۔

اور برخلاف اس کے یہاں اس بزرگ کا عجز و انکسار ملاحظہ ہو خصوصی فقرات از ترجمہ مختار مدعا علیہ۔

(۱) جب مجھ پر یہ تجلی ہوئی تو میں نے گھنٹی کی آواز سنی۔

(۲) میں ایک بلند درخت پر لٹکے ہوئے چیتھڑے کی طرح ہو گیا۔

(۳) میں ظاہر میں سوائے جھکڑوں اور گرجوں کے اور کوئی چیز نہ دیکھتا تھا۔

(۴) اور بادل انوار برسا رہا تھا اور سمندر آگ میں موجیں مار رہا تھا۔

(۵) اور آسمان و زمین ایک دوسرے میں داخل ہو کر مل گئے۔

(۶) اور میں سخت اندھیروں میں ہو گیا۔

(۷) یہاں تک کہ حضرت عزت و جلال کے خیمے مجھ پر لگائے گئے۔

اس جگہ درمیان سے ایک شعر کا ترجمہ جس سے پردہ فاش ہوتا تھا اڑا کے لکھا۔

(۸) پس اس وقت اشیاء صاف ہوئیں اور بادل جو وہاں ساتھ تھا صاف ہو گیا۔

(۹) آواز دی گئی کہ اے آسمان و زمین الخ۔

ملاحظہ ہو اس میں کسی جگہ خدا ہونا اور یقین کیا دیکھنا یا خدائی کا دعویٰ کیا یا خود زمین و آسمان پیدا کئے
یہاں تو اپنے آپ چیتھڑے کی طرح فرما رہے ہیں اور بجائے قول مرزا صاحب "میں نے زمین و آسمان
پیدا کئے" یہ بچارے فرما رہے ہیں "پس اس وقت اشیاء پیدا ہوئیں اور بادل جو وہاں ساتھ صاف ہو گیا"
آواز دی گئی اے آسمان اور زمین" اس جماعت کی ضلالت کا راز یہی ہے کہ بزرگان دین اور پاکان خدا پر زبان درازی
اور بہتان طرازی سے باز نہیں آتی۔ ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

ترجمہ کی ایک فاش غلطی

اصل الفاظ:۔ فلم تزل القدرۃ تخترع لی ما ھو الاقوی فالاقوی وتخترق لی
ماھو الاھوی فالاھوی

ترجمہ:۔ مرزائیاں "پس قدرت نے میرے لئے اقوی سے اقوی چیز بنائی اور محبوب سے محبوب چیزوں کو بیان

کرتی۔
صحیح ترجمہ :۔ پس ندرت ترین سے نوں انوکھے معاملات مجھ سے کرتی گئی اور میری خاطر محبوب سے محبوب پردے اٹھائی گئی۔ دونوں کا فرق ملاحظہ ہو۔
کیونکہ باری تعالےٰ نے باوجود کمال ظاہر ہونے سے ہزاروں جلال و جمال کے انوار و تجلیات کے اپنے پر پردے ڈال رکھے ہیں۔

بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار
اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک دیکھی نہیں

دوسرا غلط ترجمہ

اصل عبارت۔ " الی ان ضرب الجلال علی سرادق المتعال"
ترجمہ مدعا علیہ :۔ "یہاں تک کہ حضرت عزت جلال کے خیمے مجھ پر لگائے گئے۔
صحیح ترجمہ :۔ یہاں تک اللہ کے جلال نے بزرگی کے خیمے مجھ پر نصب کر دیئے" کہاں اللہ کے خیمے اور کہاں بزرگی کے خیمے۔ اس کے بعد کی عبارت کا ترجمہ دیدہ ودانستہ چھوڑا" ففتق فی النظر الاعلی ر تق الید الیمنی" اوپر نظر کرنے سے ایک داہنا ہاتھ نمودار ہوا پس اس وقت چیزیں پیدا کی گئیں اگر اس فقرہ کا ترجمہ نقل کر دیتے تو سارا راز فاش ہو جاتا کہ خالق کا اوپر سے ید قدرت تھا جس کو یہ بھی کہا جاتا ہے کلتا یدی الرحمٰن الیمنی۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی طرح ہر ایک کو صوفیاء کرام کی عبارت سے ناواقف سمجھا ہے جب تک صوفیاء کرام کی عظمت کما حقہ دل میں نہ ہو ان کی عبارت کا مطلب کسی پر منکشف ہی نہیں ہو سکتا۔
مرزا صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ ہماری مراد صوفیہ کی کتب والی نہیں اور اب یہ نظائر پیش کرتے ہیں۔ سبحان اللہ۔
(۶) اس کے بعد ایک نیا حوالہ سوانح احمدی سے جو سید احمد صاحب بریلوی کی تاریخ ہے اور جسے مولانا اسماعیل صاحب شہید دہلویؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس میں مندرجہ ذیل خیانتیں کیں۔
(ا) "دیوبندیوں کے مقتدا جناب مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ"

(جواب)

(الف) حالانکہ کسی دیوبندی کے سلسلہ اساتذہ وتلامذہ میں ان کا وجود تک نہیں البتہ ان کے والد بزرگوار وغیرہ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ ضرور ہیں۔
(ب) جب تک شہادت ہی مسلم یا مقتدا ہونا نہ منوالیں تو پھر یوں کہنا قانوناً درست نہیں۔

ج) معلوم ہے کہ دربھی منحلہ علماء کے ایک عالم ہیں قرآن وحدیث آثار صحابہ اقوال ائمہ کے مقابل ان کا قول حجت نہیں۔

(۲) اس مسئلہ کے نقل کرنے میں اول و آخیر کی عبارت قطع کردی جس سے اصل مسئلہ پر روشنی پڑتی تھی اور موضوع بحث کا پتہ چلتا ہے۔

(۳) یہ مسئلہ وحدۃ الوجود اور فنا، بقاء مسلم مگر ایک غیر ذمہ دارانہ تاریخی رسالہ کا حوالہ اس شد و مد سے کفر و ارتداد اور ایمانیات و عقائد کے سلسلہ میں پیش کردیا جس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ و گواہان تسلیم کریں قطعیات کا اعتبار ہو احادیث احاد تک معتبر نہیں۔

(۴) سوانح احمدی کے اثبات کے سلسلہ میں مختار مدعا علیہ کو علماء کی رائے کا پتہ نہیں ورنہ اس کا ذکر نہ کرتا ملاحظہ ہو التنقید الجدید علی تصانیف الخبیثہ مصنفہ مولانا حافظ عبدالشکور صاحب مرزا پوری۔

اصل جواب

اور اگر مختار مدعا علیہ کی خاطر یہ حوالہ بالکل قطعی فرض کرلیں تو بھی اس کا مدعا اس سے حل نہیں ہوسکتا یہاں پر حضرت مولانا شہیدؒ مقام فنا و بقاء مقام محبت۔ اور وحدۃ الوجود کا انتہائی درجہ بیان فرمارہے ہیں کہ جہاں "سیر الی اللہ" متناہی ختم ہوکر "سیر فی اللہ" غیر متناہی ابدالآباد تک کے لیے شروع ہوجاتی ہے اور انسان اس وحدت محبت کے بے کیف دریا نا پیدا کنار میں غوطہ مارنے لگتا ہے اور پھر "انا الحق سبحانی ما اعظم شانی لیس فی جبتی سوی اللہ" وغیرہ کے نعرہ مستانہ لگائے جاتے ہیں اور ؎ من نمی گویم انا الحق یار می گوید بگو زبان پر ہوتا ہے۔ اس وقت نہ انہیں اپنا ہوش ہوتا ہے نہ دنیا و مافیہا کا نہ جنت کا شوق نہ دوزخ کا کھٹکا۔ نہ نماز کا پتہ نہ روزے کی اطلاع بس انا اللہ الحق بلکہ آخر میں انا بھی ختم ہوجاتا ہے اور حق ہی حق رہ جاتا ہے ؎

؎ خود زدی بانگ انا الحق خود سر دار آمدی۔

اس کی تفصیل کے واسطے التعرف الشہود فے وحدۃ الوجود وغیرہ متقدمین کے رسائل ملاحظہ فرمائیں یہ ذوقی چیزیں ہیں بلیٹ فارموں پر کہنے سننے کی نہیں ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

یہ ذوقی امور ہیں نہ ان کا کوئی نصاب ہے نہ کسی سعی کا نتیجہ یہ صرف مولےٰ کی دین اور ان کی انتخاب کا نتیجہ ہے۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے،

آج بھی جن پر نظر ہو جاتی ہے۔ یہی ہوتا ہے کہ انہیں سوائے اس کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

کچھ نہیں دیکھا ہے جب سے تو نظر آیا مجھے
جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا مجھے

یہ عدالت ہے اور عدالتی مسل ہے یاران طریقت اور اہل ذوق کی محفل ہوتی تو مقام فناء و بقاء پر کیف اور طرب انگیز نظارے پیش کئے جاتے یہاں تو یہی کہہ کے پشیمان ہوں کہ کوئی عتاب ہو جائے۔

بھری بزم میں راز کی بات کہدی
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

عبارت پیش کردہ سے اس امر کے شواہد کہ مقام فناء و بقاء یعنی وحدت الوجود اور صوفیاء کرام کے انا الحق وغیرہ کا یہاں فلسفہ بیان ہو رہا ہے۔

فقرات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) خلعت مکالمہ اور سرور حاصل ہوتا ہے"۔

(۲) اور اس کی وحشت انس سے بدل جاتی ہے"۔

(۳) مقام فناء و بقاء کے پردہ انخفاء سے ظاہر ہو جاتے ہیں"۔

(۴) "اس وقت دریائے وحدت میں ڈوب کر اس کی عجب حالت ہو جاتی ہے"۔

(۵) "اور کلمہ انا الحق اور لیس فی جبتی سوی اللہ کہنے لگتا ہے"۔

اس کے بعد اس مسئلہ کو قرآن و احادیث اور فلسفہ سے ثابت کر کے فرماتے ہیں۔

(۶) مگر یہ بات بہت باریک اور مسئلہ نہایت نازک ہے اس کے پیچھے پڑنا نہیں چاہیئے الخ

مگر یہاں مدعا علیہ کے واسطے یہ کسی طرح مفید نہیں بلکہ محض بے سود ہے کیونکہ یہاں وحدت الوجود کا ذکر ہے اور مرزا صاحب اپنے دعویٰ خدائی کے ساتھ ایسی کشف میں فرما دیا کہ ہماری مراد اس واقعہ سے یہ نہیں جیسا کہ وحدت الوجود کی کتب میں مراد لیجاتی ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۵۶)

ایسی غیر متعلق مثالوں سے جسے مرزا صاحب خود تسلیم نہیں کرتے بلا وجہ مختار مدعا علیہ نے اپنا اور عدالت کا وقت رائگاں کر کے مقدمہ کو طول دیا تاکہ دنیا کے سامنے یہ کہہ سکے اتنے صفحات کی بحث پیش کی ہے۔

(۷) اسی مذکورہ بالا اصول پر تذکرۃ الاولیا سے جو حوالہ وحدت الوجود کے سلسلہ کا نقل کیا ہے ہرگز چسپاں نہیں ملاحظہ ہو۔ "جو شخص حق میں گم ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں سرتاپا حق ہی ہو جاتا ہے اور اگر وہ آدمی خود نہ رہے اور سب حق ہی دیکھے تو عجب نہیں ہوتا۔"

(نوٹ)

یہاں یہ عبارت کاٹ کر لی تاکہ اصل مسئلہ منکشف نہ ہو نیز اس کتاب کی نسبت حضرت سید الطائفہ شیخ فرید الدین عطارؒ کی طرف تو ضرور ہے مگر صوفیاء کرام کے نزدیک اس میں دشمنان صوفیہ نے کمی زیادتی بھی کر ڈالی ہے اور بلا کسی خارجی شہادت کے بلکہ قابل اعتماد نہ رہی اسی لیے تو مدعا علیہ کی طرف سے شہادت میں پیش نہ کی گئی۔

(۸) خزائن الاسرار کا نیا حوالہ جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عین اللہ تھے الخ

یہ ایک فصوص الحکم کی نہایت غیر معتبر شرح ہے جس سے یہ حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ اس کے غیر مسلم ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا۔ کہ قرآن پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ اور رسول بتلائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر وقت نزع کے عالم میں تمام صحابہؓ کو وصیت فرمائیں کہ دیکھو مجھے حد سے نہ بڑھانا اللہ یا اس کا بیٹا نہ سمجھنا انما انا عبدہ ورسولہ اذان ونماز میں رسول اللہ اور عبدہ رسولہ لازم کیا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود سلامتی ہوش وحواس عین اللہ بتائیں اور نا سمجھی سے اسے قرآن سے ثابت کریں اور مسلم ماننے پر یہ وہی وحدت الوجود ہے جو مرزا صاحب کو مسلم نہیں کیونکہ محی الدین ابن عربیؒ فرقہ وجودیہ کے موجد ہیں اور تمام ان کے شراح وحدۃ الوجودی ہیں اس کے بعد حکمت اس خواب کی مدعا علیہ کی طرف سے پیش کی گئی ہے کہ اس مقدمہ میں جو اسلام وکفر کا مسئلہ درپیش ہے صرف اس کا جواب دینے کے لیے یہ رکھا گیا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ مرزا صاحب صراط مستقیم پر ہیں اور علامہ عبدالغنی نابلسی کی کتاب تعطیر الانام ص ج ۱ سے ایک تعبیر نقل کی ہے

من رای کانہ صار الحق سبحانہ وتعالیٰ اھتدی الی صراط مستقیم۔

جواب یہ ہے کہ

(۱) اولاً یہ ایک کشف ہے محض خواب نہیں مرزا صاحب خود فرماتے ہیں "میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

(کتاب البریہ)

اور یہ کشف کا تعبیر نامہ نہیں بلکہ خواب کا ہے۔

(۲) کشف کی تعبیر صوفیاء کرام دیا کرتے ہیں چنانچہ وہ اسے محض شیطانی خواب اور گمراہی بتاتے ہیں جس پر یقین کرنے سے ان کے نزدیک کفر سے بھی بدتر ہوگا ملاحظہ ہو آپ کی مسلم کتاب یواقیت اور مسلم بزرگ

علامہ عبدالوہاب شعرانی کی یواقیت صفحہ ۱۲ اعلم ان الی اطال ذالک جس کا خلاصہ یہ کہ رویت باری تعالےٰ خواب میں بھی دنیا کے اندر سوائے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو نہیں ہو سکتی کیونکہ خواب میں بھی کسی صورت اور مثال پر ہو گی اور وہ بے مثال و بے نظیر ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہے فرماتا ہے لا تضربوا للہ الامثال۔ لیس کمثلہ شئی۔ ولم یکن لہ کفواً احد آخری فیصلہ یہ کہ جو خدا کو یوں دیکھے اور خیال کرے کہ وہ اللہ ہے فذالک من ارادۃ الشیطان واغوائہ وتضلیلہ وھو مشبہ یعتقدہ کذالک فی الیقظۃ۔ یعنی یا تو یہ شیطانی وسوسہ اس کے بہکانے اور گمراہ کرنے کے واسطے ہے یا درحقیقت وہ خدا کے جسم وصورت کا معتقد ہے جسے وہ یوں دیکھ رہا ہے ملاحظہ ہو۔ صوفیاء کرام اسے شیطانی شرکت قرار دیتے ہیں۔

(۳) جس کسی بزرگ کو ایسا کشف ہوا انہوں نے اسے شیطانی ہی قرار دیا ملاحظہ ہو گواہ مدعیہ کے مسلم حضرت علامہ امام عبدالوہاب شعرانی یواقیت صفحہ ۱۲۸ مبحث ۲۲ قال الشیخ عبدالقادر۔۔۔ الیٰ۔۔۔ انتہیٰ۔ خلاصہ یہ کہ سید الطائفہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عظیم الشان نور دیکھا جس نے آسمان کے کنارے بھر دئیے ہیں۔ اس سے ایک صورت نمودار ہوئی اور مجھے پکارا۔ اے عبدالقادر انا ربک فرماتے ہیں میں نے کہا۔ ذلیل ہو اے لعین۔ پس وہ عظیم الشان نور یکدم اندھیرا بن گیا۔ اور وہ صورت دھواں بن کر وہ لعین مجھ سے کہنے لگا۔ کہ عبدالقادر چونکہ آپ کو اپنے رب کے احکام اور اپنے مرتبے کی سمجھ تھی۔ اس لئے بچ نکلے۔ میں نے اس قسم کا واقعہ ستر سے سے زائد اہل طریق صوفیاء کرام کو گمراہ کر چھوڑا۔ الخ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بے سر تا پا امور کو شیطانی وسوسہ قرار دیتے ہیں۔ نہ کہ قابل تعبیر خواب۔ مشکوٰۃ کتاب الرؤیاء

حدیث:۔ خواب قابل تعبیر کب ہے اور کب وسوسہ ہے۔ ملخص قرآن پاک میں بھی اس قسم کے خوابوں کا لقب اضغاث احلام پراگندہ غیر قابل تعبیر خواب ہے۔

(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ عبدالغنی نابلسی کوئی فن تعبیر کے امام نہیں۔ ابن سیرین جو اس فن کے امام ہیں جنھوں نے یہ علم صدیق اکبر رضؓ سے اور انھوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ انکی کتاب التعبیر کا دیباچہ ملاحظہ ہو اور یہ اس قسم کے خواب سب شیطانی وسوسہ ہیں۔ جن پر یقین نہ کرنا چاہیئے نہ کسی سے بیان کرنا۔

نیز دافع البلاء والوصیت۔ کشتی نوح وغیرہ سے عقیدہ توحید نقل کرنا بالکل بے سود ہے۔ اس کے بعد اور اس کے ساتھ اور اس سے قبل تمام مشرکانہ عقائد واحوال موجود ہیں۔ جن میں سے ایک سے بھی رجوع یہ منقول نہیں۔ البتہ اس امر (یعنی اس کا یقین کہ میں خدا ہوں) سے تو یہ صاف لفظوں میں غیر مشتبہ طور پر پیش کردو ہم یہ کفر واپس لے لیں گے رہیں ان سے کوئی ذاتی تنزاع ہے نہیں۔ صرف باری تعالیٰ۔ اس کے حبیب پاک م

اولوالعزم انبیاء کرام ؑ صحابہ واہلِ بیت عظام اور خاصانِ خدا رح نیز مذہب اسلام کی توہین ودشمنی کا باعث ہے۔
جب تک اس سے توبہ نہ کرلیں مرتد اور اسلام سے خارج ہیں۔

(۲)

جواب خالق ارض والسموات کا دعویٰ

اس جواب میں بھی حسب عادت عدالت مغالطہ کی ناکام سعی کی گئی ہے اور گو اس سے سابق جو مفصل جواب عرض کر چکا ہوں اس کے جواب کی ضرورت نہیں مگر چونکہ اس پر ۲ کا ہیڈنگ قائم کر کے مختار مدعا علیہ نے ایک لمبی بحث کی ہے۔ جس سے یہ چاہتا ہے کہ پہلی بحث ذہن سے نکل جائے اس لیے مختصراً جواب عرض ہے کہ وجہ تکفیر صرف خالق ارض والسماء کو علیحدہ ذکر کر کے اگر گواہ مدعیہ نے قرار دیتا تو شاید یہ لا یعنی تقریر کچھ با ربط تو ضرور ہو جاتی یہاں تو دعویٰ خدائی کے مضبوط کرنے کے لیے ایک قرینہ بنایا ہے یعنی دعوئے خدائی اور اس پر یقین کر کے خلق ارض وسماء کا دعویٰ اس خدائی دعویٰ کو اور پکا کر کے ایسا کفر ثابت کرتا ہے کہ جس کا جواب ہی ناممکن ہے اس کی تائید میں مختار مدعا علیہ ہی کی پیش کردہ عبارت ملاحظہ ہو۔

"اگر کوئی شخص خدائی کا دعوےٰ اور اپنے آپ کو خالق جانے وہ اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے ملاحظہ ہو کہ منشا اعتراض اور وجہ ارتداد صرف خالق ہونا نہیں بلکہ خدائی کا دعوےٰ اور اپنے کو خالق جاننا۔ مختار مدعا علیہ محض مغالطہ کے طور پر صرف خالق زمین و آسمان لے اڑا اور دور از کار عقل میں نہ آنے والی تاویلات کرلیں۔ (ابوالوفاء)

باقی یہ کہنا کہ اس کا ترجمہ خواب ہے جیسا کہ گواہ مدعیہ نے بھی کیا ہے محض لغو ہے کیونکہ وہ تو ترجمہ لغوی لکھوایا ہے مگر مراد تو ترجمہ ہو گا جو متکلم مرزا صاحب نے خود کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کشف میں دیکھا کتاب البریہ

نیز ونیقنت انني ہو۔ خارج میں خدا ہونے کا یقین کر بیٹھے اعتراض تو یقین کرنے کے بعد پیدا ہوا ورنہ

اگر وہ اس خواب کو اضغاث احلام پراگندہ خواب اور اس کشف کو شیطانی وسوسہ قرار دیتے جیسا کہ حضرت سید الطائفہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ نے کیا تو پھر اعتراض بھی نہ تھا۔ آج اگر مختار مدعا علیہ یا مدعا علیہ اس کا اقرار کرے کہ یہ شیطانی وسوسہ تھا اس پر اعتراض نہ رہے گا۔ ہمیں کسی کو خواہ مخواہ کافر تو بنانا نہیں مگر جب کہ اسے وحی ربانی اور مثل قرآن کے منزہ اور قابل ایمان سمجھا جاتا ہے تو ہزار تاویل کریں اور مجلدات اس پر لکھ ڈالیں

کفر وارتداد ٹل نہیں سکتا ہے

شیخ ہے حکیم کام نہ نکلے بناؤ سے
بیڑا کبھی نہ پار ہو کاغذ کی ناؤ سے

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اس کا تفصیلی جواب دینے کے واسطے تین نمبر قائم کئے ہیں۔

(۱) کیا خواب میں آپ نے موجودہ زمین و آسمان بنانے کا ذکر کیا۔

(۲) اگر نئے آسمان و زمین بنانے کا ذکر ہے تو اس سے کیا مراد ہے۔

(۳) کیا آپ اپنے آپ کو موجودہ زمین و آسمان کا خالق سمجھتے ہیں یا اللہ تعالےٰ کو جوابات۔ پہلے کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو عین اللہ عین خدا مان لیا تو نئے آسمان و زمین بنائیں یا وہی ہو بہو مثلاً کسے پیدا کریں یا ازل میں پہنچ کر ابتدا پیدا کریں ایک ہی جیسا ہے کہ اپنی تصریح کے مطابق اولاً عین خدا بنتے ہیں۔ جس پر یقین کامل ہے پھر آسمان و زمین بنائے جاتے ہیں۔ پس اس کی ذات میں بھی شرک کیا اور افعال میں شرک، اور نئے آسمان و زمین مانتے ہیں تو شرک دو بالا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خدا کے مقابل خود خدا بن گئے اور اس کے نظام اور زمین و آسمان اور آدمؑ کے مقابل اپنا نیا نظام نئی زمین کا بنا کر کھڑا کیا اور نیا آسمان نئی زمین بنا کے جو خدا نے فرمایا خود بھی بول اٹھے کہ ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر آدم کو صلالۃ طین سے بنایا۔ بنانے کی قدرت کی اپنے اندر محسوس کی۔

دوسرے نمبر میں یہ کہنا کہ اس سے مراد یہ ہے اور وہ ہے اور دوسری مرزا کی کتب کا حوالہ سب بے سود ہے کیونکہ انسان کا اصول ہے کہ جب گرفت میں آجاتا ہے تو تاویلیں کرتا پھرتا ہے کفار مکہ بھی بتوں کو خدا سمجھتے ہوئے عبادت کرتے تھے اور جب گرفت میں آجاتے تو کہتے کہ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ ہم تو صرف انہیں خدا تک رسائی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ عیسائی بھی دیکھو تثلیث کی التثلیث فی التوحید وبالعکس تینوں ایک ہیں تین ایک کی تاویل کرتے ہیں اور مطلب بناتے ہیں تو کیا وہ بھی موحد ہو جائیں گے۔ نیز عیسائی رب وابن کی بھی تاویلات کرتے ہیں۔ باقی تو یہاں بنیاد اعتراض اولاً دعوےٰ خدائی اور اس کا یقین اور پھر زمین و آسمان اور آدم وانسان کو پیدا کرنا وہی الفاظ جو خدائے قدوس نے خلق کے بعد یا اسی وقت استعمال فرمائے استعمال

کرنا اور عیاذاً باللہ خدا کے مدمقابل ہو کر اس کا منہ چڑھاتا ہے لہذا یہ تاویلیں محض بیکار ہیں جب تک یہ خدائی کے دعویٰ کا کشف جو بنائے اعتراض ہے ۔ شیطانی نہ مانا جائے اور اس کی یقین سے مرزا صاحب کا رجوع اور غیر مشتبہ الفاظ میں مرنے سے قبل توبہ نہ دکھائی جائے بات بنانے کے واسطے تاویلیں تو اور کفر و ارتداد کو مضبوط کریں گی ۔ قرآن پاک پڑھئے ۔

یحلفون باللہ ما قالوا و لقد قالوا کلمۃ الکفر الخ

باقی پطرس اور یسعیا کا حوالہ اولاً وہ کتابیں محض اور ناقابل اعتبار ہیں نیز قرآن سے منسوخ ہو چکیں ہر سال اس میں ترمیمات ہوتی رہتی ہیں اس کی اصلی و نقلی کیا پتہ ۔ ہم پر قرآن و حدیث حجت ہے نہ یہ محرف توراۃ و انجیل۔ دوسرے یہ حوالہ بیان محض بے ربط ہے اعتراض تو یہ ہے کہ پہلے دعوےٰ خدائی کا اور اس کا یقین ہوا اور پھر زمین آسمان کی بناء ۔ صرف زمین و آسمان کا ذکر کافی نہیں ۔ اور محرف توراۃ و انجیل تو کیا شیطان لعین کی تاریخ میں بھی دعوےٰ خدائی کے بعد اس کا یقین اور زمین آسمان کا خلق نہ دکھا سکیں گے ۔

فرعون نے بھی انا ربکم الاعلیٰ کہا مگر خلق زمین آسمان چاند و سورج کا دعوےٰ نہ کیا اور جب موسیٰ نے اپنے ایک مخالف خدا کا ان صفات سے تعارف کرایا تو لاجواب رہ گیا ۔ مگر چودھویں صدی کے مدعیٔ نبوت اور اس کے متبعین پر حیرت ہے کہ اتنی بدیہی البطلان چیز پر جمے ہوئے کمال مضبوطی سے تاویلات رکیکہ کر رہے ہیں ۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

ہاں اگر مرزا صاحب یہ نہ فرما دیتے کہ میں وحدۃ الوجود اور صوفیاء کرام کی اصطلاح پر نہیں کہہ رہا تو ہم "ہمہ اوست" پر حسن و نیک نیتی سے محمول کر لیتے مگر انہوں نے تو کفر کے وہ مضبوط ستون قائم کئے ہیں کہ ساری عمر مرزائی کوشش کریں کفر دفع نہیں کر سکتے ۔ باقی مثنوی صبح امید سے علامہ شبلی کے یہ اشعار ـــــ

بحث مدعا علیہ ۔

ان کے متعلق یہ ہے کہ یہ وہی قدیمی عادت ہے کہ جب قرآن اور حدیث نیز کسی معقول دلیل سے یا بزرگوں کے قول سے مرزا صاحب کا ثبوت نہیں ہوتا ۔ تو انگریزی تعلیم یافتہ اڈیٹران اخبار ۔ شعراء زمان کی آڑ بن جاتی ہے ۔

میں عدالت پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کشف و الہام رویاء صالحہ وحی وغیرہ کا ذکر ہے وہ کشف

وحی جس کے متعلق یہ ہے کہ ؎

ہمچو قرآن منزہ اش دانم
از خطاہا ہمیں است ایمانم
(دُرِّثمین)

یہ کسی شاعر کے شاعرانہ تخیل کی آڑ کافی نہیں نیز علامہ شبلی کے کلام میں نئے آسمان و زمین کی پیدائش کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ اسی قدیمی چرخ کی نئی اداؤں اور سیاروں کی نئی چمک اور فلک کے موسمی بہار نہ بدلنے کو مجازاً نئی صورت زمین و زمان پیش کر رہی ہے۔

آسمان فضا کے تکدر و صفائی اور تغیرات کو شعراء برابر زمین و آسمان کہا کرتے ہیں۔

نظامی فرماتے ہیں۔

زستم سنوران دران پہن دشت،
زمین شش شد و آسمان گشت ہشت ا

کوکب ؎

بام پر چڑھ کے ابر کو دیکھا
ایک نیا آسمان نظر آیا

باقی اس کشف کے آخری الفاظ آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۶ سے جو الفاظ نقل کر کے اس کی شرح بتانا چاہا ہے۔ وہ محض مغالطہ ہے۔ کیونکہ بنیاد اعتراض رایتنی فی المقام عین اللہ وتیقنت انی ھو ہے کہ اولاً دعویٰ خدائی اور اس کا یقین تام جب تک اس سے تائب نہ ہوں کوئی تاویل قبول نہیں (زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہیں)۔

باقی مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ وربس شاید مختار مدعیہ کا اس تشریح کو عمداً نظر انداز کر کے عدالت کو مغالطہ دینا اس کو ثقہ شاہد کی حیثیت سے بالکل گرا دیتا ہے" کہ اس کے فہم کا قصور ہے منشاء اعتراض ہی یہ نہیں بلکہ دعویٰ خدائی کا اور پھر زمین و آسمان پیدا کرنا۔ یہ تشریح دعویٰ خدائی اور اس کے یقین سے غیر متعلق ہے۔

رہ گئی ثقہ شاہد کی حیثیت اس کے واسطے میری بحث کا ہیڈنگ گواہان مدعا علیہ کا پوزیشن ملاحظہ فرمائیں۔ اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کی بحث سے کاپی بیانات تاکہ مدعا علیہ کے گواہوں کی حیثیت اور عدم ثقہ ہونا واضح ہو جائے۔

باقی تیسرے نمبر کے سلسلہ میں یہ ثابت کرنا کہ مرزا صاحب نے دوسری کتابوں میں خدا کو خالق ارض و

سمانا ہے محض بے کار ہے ۔ کیونکہ ان بزرگوار کی عادت ہی دورخی باتوں کی ہے کیا حمامۃ البشریٰ میں مدعی نبوت پر لعنت نہیں بھیجی اور دعویٰ نبوت کو کفر نہیں بتایا ۔ اور جو لوگ مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں انہیں دجال قرار نہیں دیا ۔

پھر اس کے خلاف بھی سب کچھ کہا **مثیل** مسیح کا دعویٰ بھی ہے انکار بھی پوری **تفصیل** میری بحث سے ملاحظہ فرمائیں ۔ اس کی ایک لسٹ درج ہے ان مغالطہ آمیز اور متعارض مخلوط باتوں سے ایماندار ہونا کجا مرزا صاحب کے معیار پر دجال ہونا لازم آئے گا ۔ ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت ۔

اللہ تعالیٰ کو تیندوے سے تشبیہ ۳

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب سراسر مغالطہ ہے ۔ تیندوے سے تشبیہ کا اعتراض نہیں نہ تمثیل سے اس کا کوئی علاقہ ہے ۔ عقیدہ تثلیث کا ہیڈنگ ۳ ہے اور یہ ہیڈنگ "عقیدہ جسمیت" ۲ کے تحت میں ہے محل اعتراض صرف ابتدائی حصہ ہے "اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض طول رکھتا ہے ۔"

اور خصوصیت سے آخری فقرہ "عرض وطول رکھتا ہے" قابل غور ہے کیونکہ عرض وطول خدا کی شان کے سراسر خلاف اور خواص جسمیت سے ہے ۔ اس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے باوجود طول لاطائل بحث کرنے کے ایک حرف نہ کہا اور گویا اس الزام کو اپنے اس رویہ سے لاجواب تسلیم کر لیا ۔ لہذا غیر متعلق امور کا جواب دینا ہمارا منصب نہیں نہ عدالت ہی اتنا وقت دے سکتی ہے ورنہ اس جواب کی ہر سطر اپنے اندر ایک انوکھا مغالطہ رکھتی ہے جو اہل فہم پر مخفی نہیں ۔

ربنا عاج ۴

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں لاجواب ہو کر اپنی طرف سے منگھڑت استدلال گھڑ کر جواب کی لاحاصل سعی کی کہ "مختار مدعیہ نے اس الہام کے متعلق کہا ہے کہ اس سے شرک فی الصفات لازم آتا ہے ۔ اور اس امر کے لیے ایک فارسی **شعر** پڑھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ لفظ بتوں کے لیے **مستعمل** ہوتا ہے اور یہ لفظ فارسی ہے ۔ الیٰ آخرہ ۔ حالانکہ مختار مدعیہ کے بحث میں یہ دوسرے نمبر کے ہیڈنگ کے تحت میں بیان کیا گیا ہے جس کا عنوان شرک فی الاسم ۲ ہے ۔

اور بحث یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات و اسماء سب لاشریک ہیں اور ہونے چاہئیں

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے خدا کا ایک یہ اسم تراشا ہے جو ناجائز اور شرک فی الاسم کے مرادف ہے۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے لغو حیلہ ہے کیونکہ توکی اور خلت وغیرہ کے معنے کے واسطے سینکڑوں لغات دیکھی جاتی تھیں اس کے واسطے ایک لغت بھی نہ دیکھی۔ عربی میں یہ لفظ ہاتھی دانت کے واسطے صرف حقیقۃً استعمال ہوا ہے اور اگر عربی کی توفیق نہ ہوئی تھی تو بوستاں کا شعر ؎

بتے دیدم از عاج در سومنات
مرصع چو در جاہلیت منات

پڑھ لیا ہوتا یہاں بھی اسی عربی ہاتھی دانت کے معنے میں مستعمل ہے الخ۔

نہ اس میں اس لفظ کو فارسی بتایا ہے نہ شرک فی الصفات ثابت کیا ہے۔ ہمارا مدعا تو بہر طور حاصل ہے یہ لفظ فارسی بنا ئیے یا عربی مہمل ہو یا بامعنے مشتق ہو یا جامد اللہ تعالےٰ کی ذات پر بلا شارع علیہ السلام سے ثبوت کے بولنا جائز نہیں کیونکہ باری تعالےٰ کے اسماء توقیفی ہیں۔ جب تک شرع میں اس کی استعمال کی تصریح نہ ہو ہرگز جائز نہیں۔ اور بالخصوص اسماء صفاتیہ میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ اور یہ مسئلہ کہ اسماء باری تعالیٰ توقیفی ہیں کوئی فروعی مسئلہ نہیں بلکہ اعتقادی مسئلہ ہے ملاحظہ ہو گواہان مدعا علیہ کے مسلم بزرگ درباب اسماء توقیفی ہیں امام عبدالوہاب شعرانی کا ارشاد" المبحث الخامس عشر فی وجوب اعتقاد ان اسماء اللہ تعالیٰ توقیفیۃ فلا یجوز لنا ان نطلق علی اللہ تعالیٰ اسماً الا ان ورد فی الشرع۔

(الیواقیت والجواہر ص ۱۳۷)

یعنی پندرھویں بحث اس بیان میں کہ اعتقاد اس امر کا کہ اللہ تعالےٰ کے اسماء توقیفی ہیں اللہ تعالےٰ کی نسبت کوئی بھی اسم استعمال کرنا جائز نہیں جب تک وہ شرع میں ثابت نہ ہو۔ پھر اسے مدلل بیان کیا ہے۔ اور اسی ضمن میں و للہ الاسماء الحسنیٰ کی یہ تفسیر کی ہے کہ "یعنی الواردۃ فی الکتاب والسنۃ"۔ یعنی خدا تعالےٰ کو انہیں اسماء حسنیٰ سے پکارو جو کتاب و سنۃ میں آئے ہیں۔

لہٰذا شرک فی الاسم بدستور باقی رہا اور یہ استدلال بھی لاجواب ہی رہا اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اس کے عربی سے ماخذ نکال کر جاہا ہے مگر اولاً تو یہ گذارش ہے کہ مرزا صاحب تو لکھتے ہیں کہ معنی معلوم نہ ہوئے اور گواہ اس میں معنی نکال رہے ہیں۔ دوسرا یہ کہ آپ کے بیان کردہ معنی جب درست ہوں گے کہ یہ بالتشدید ہو۔ عاجّ یا عاجٍ واعٍ کی طرح ہو حالانکہ اس کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ ظاہر عاج ہے جو جامد بمعنی ہاتھی دانت ہے اور کوئی بھی معنیٰ کیجیے اس کا اطلاق بلا اذن شرع درست ہی نہیں اور شرک فی الاسم کا اعتراض خصوصاً جب کہ اسے عربی مانیں۔ اور بھی اٹل ہے۔

(۵)

انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی

یہاں بھی نقل استدلال میں مغالطہ دیا ہے اس کا عنوان ادعائی یکتائیت ہے۔ یہاں ہرگز یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو توحید و تفرید میں شریک کیا یہاں تک یہ لاطائل جواب قابل توجیہ ہے یہاں تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو بمنزلۃ اللہ کی توحید و تفرید کے قرار دیتے ہیں یعنی جس طرح اس کی توحید و تفرید یکتا ہے مرزا صاحب بھی یکتا ہیں پھر صرف اس کو ہی پیش نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کے موید اور قرائن ہیں مثلاً انت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق اربعین ۳

تو مجھ سے ایسے مرتبے پر ہے کہ ساری مخلوق اسے نہیں جان سکتی۔ نیز مرزا صاحب کی اربعین [illegible] کی تشریح جو لوگوں کی گرفت کے بعد گھڑی ہے اور بھی قباحت دوبالا ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کی توحید و تفرید اس کی ذات سے غیر نہیں بلکہ عین ہے تو لازم آئے گا کہ مرزا صاحب عین ذات باری کی طرح ہو جائیں نیز بڑا سوال تو یہ ہے کہ اگر مخلوق کے واسطے یہ استعمال جائز تھا تو کسی اور نبی حتی کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ فرمایا۔

تینوں فقروں کو اربعین ۳ ص ۲۵ جس حوالہ سے پیش کیا ہے ملاحظہ فرمائیں جو واضح قرینہ ہے۔

(۱) انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی۔ انت منی بمنزلۃ عرشی۔

انت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق۔

اس سے صاف واضح ہے کہ اپنی نہ صرف یکتائی بلکہ وہ مرتبہ ثابت کر رہے ہیں جو مخلوقات کے علم سے بالاتر ہے یہ خدائی تک پہونچنے کا تیسرا زینہ ہے بتدریج دعویٰ کیا ہے جیسا کہ ان کی عادت دوسرے دعاوی میں ہے۔

باقی مرزا صاحب کی کتب میں توحید کے تذکرے بھی ہیں اور شرک کے بھی ان کی عادت ہی متضاد بیانی کی ہے جس کے نمونہ کے لیے بحث میں ایک لسٹ دے چکا ہوں نیز جو جرح میں مفصل مذکور ہیں۔

(۶)

انت اسمی الاعلیٰ

یہ الہام بھی اربعین ۳ ص ۲۴ سے نقل کیا ہے مرزا صاحب نے خود ہی اس کا ترجمہ کیا ہے کہ "اور تو میرا سب سے بڑا نام ہے"۔ جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ مرزا غلام احمد اللہ کا سب سے بڑا نام ہے یعنی اسم ذات اللہ سے بھی بڑا بس جو شخص اپنا نام خدا کے تمام ناموں حتی کہ اللہ سے بڑا سمجھے لا الہ الا اللہ پر کیا ایمان رکھ سکتا ہے؟۔

باقی یہاں اسم اعظم وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں جس کے لیے مختار مدعا علیہ نے تریاق القلوب کی تشریح پیش کر کے مغالطہ

دینے کی ناجائز سعی کی ہے ان مغالطوں سے جواب نہیں ہوتا اور نہ ایسے کوئی عقلمند جواب قرار دے سکتا ہے الحمد للہ کہ اب تک مختار مدعا علیہ نے ہمارے پیش کردہ پوائنٹ میں سے ایک کو بھی چھوا نہیں اور ان شاء اللہ کبھی ان کا جواب دے سکتا ہے۔

(۷)

انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق

یہ فقرہ ادعاء یکتائیت ع۳ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی کی تائید میں ذکر کیا گیا ہے مستقل کوئی عنوان نہیں دیدہ ودانستہ مگر ٹکڑے کرکے مختار مدعا علیہ نے غیر مرتب جواب دینا شروع کیا ہے تاکہ اصل مدعا خبط ہو جائے اور یوں مغالطہ کی تکمیل ہو سکے۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے خود مرزا صاحب کا ترجمہ آپ نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے تو وہ مقام و مرتبہ رکھتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی" (اربعین)........ اور اس کے ساتھ یہ ترجمہ بھی ملا لیجئے کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید و تفرید" پھر یکتائی کے ادعا کے ثبوت میں کونسی کمی رہ جاتی ہے اور جو شخص اپنے آپ کو خدا کی توحید کی طرح سمجھتا ہو وہ بھی کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ پر ایمان دار شمار ہو تو پھر کافر کون ہوگا۔

برین عقل و دانش بباید گریست

(۸)

انما امرہ اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون

یہ ایک کھلا ہوا شرک تھا اور اس کے بعد ناممکن تھا کہ مرزا صاحب کا ایمان لا الٰہ الا اللہ پر ہو سکے اس لیے حسب عادت اس کو رلانے اور اس میں دیدہ دانستہ مغالطہ ڈالنے کی ناکام کوشش مختار مدعا علیہ نے ختم کرلی مگر الحمد للہ جواب تو کیا ہونا نامرادی ہی رہی۔

مختار مدعیہ نے عدالت کے روبرو یہ الہام شرک فی الامر کے تحت میں پیش کیا ہے اور مدار اعتراض انما امرک ہے یعنی کسی کی امر کی سوائے اس کے کوئی شان نہ ہو کہ جب بھی وہ کسی چیز کا ہونا چاہے اور کہے کہ "ہو پس وہ فی الفور ہو جائے" یہ اللہ تعالیٰ کی خاص خصوصیت ہے اس میں کوئی نبی ولی مرسل ملائکہ شریک نہیں کسی کو شریک ماننا شرک فی الامر والتکوین ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولہ الخلق والامر پیدا کرنا اور امر کا مالک ہونا صرف اس کی شان ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون اور اس آیۃ اور اس کے ترجمہ و مطلب کا مختص ہونا ذات الٰہی کے ساتھ جواب بحث میں مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے وہ لکھتا ہے کہ کن فیکون کے کامل اختیارات کہ جس بات کا ارادہ

کرے وہ فی الفور ہو جائے صرف خدا ہی کو حاصل ہے"۔ چنانچہ فرماتے ہیں (یعنی مرزا صاحب) حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو پس ساتھ ہی ہو جاتی ہے پس وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر ایک چیز کی بادشاہی ہے" (جنگ مقدس صہ ۱۵) جب کہ اس آیت کا مضمون و ترجمہ باری تعالیٰ سے مختص رہا تو یہی مضمون کسی اور کے واسطے کیونکر استعمال ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اسی اقرار کرانے کو یہ صرف خدا ہی کی شان ہے سب سے پہلے استغناء سے یہ پیش کیا انما امرک اذا اردت شیئًا ان تقول لہ کن فیکون۔ استفتاء صہ ۸۶ یہی مع ترجمہ اس سے قبل حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۵ پر بھی ہے اس سے پہلے براہین احمدیہ وغیرہ میں بھی یہاں گواہ مدعا علیہ نیز مختار مدعا علیہ نے اسے شرک تو تسلیم کر لیا ہے صرف اپنی طرف سے یہ (ناجائز) تاویل کرتا ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ خدا تعالیٰ مراد ہے اور ضمیر (ک) خطاب خدا تعالیٰ کی طرف ہے ملاحظہ ہوں الفاظ کہ یہ خطاب اللہ تعالیٰ کو ہے اور یہ بالکل صحیح تھا چنانچہ وہاں الہامات کی وہی ترتیب ہے جو حقیقۃ الوحی صہ ۱۰۵ میں ہے۔ الی قولہ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں جو ضمائر خطاب ہیں وہ جناب الٰہی کے متعلق ہیں الخ" اس کا شرک اور مختص بجناب الٰہی ہونا مابہ النزاع نہیں بلکہ اس کی شرح یہ کی جاتی ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ اس ضمیر سے خود باری تعالیٰ مراد ہیں۔

مرزا صاحب کی براہین احمدیہ حصہ پنجم جس کو مرزا صاحب نے ان تمام قابل اعتراضات الہامات و نشانوں کی تشریح کے لیے لکھی ہے اس میں تشریح و تصریح فرماتے ہیں کہ اس الہام میں میں خود مراد ہوں اور یہ خدائے تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ملاحظہ ہو براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸) اب جب مصنف نے خود اس الہام کی شرح کر لی اور اس کے ساتھ مختص کر لیا اور ضمیر خطاب سے اپنے آپ ہی مراد لے لیا۔

نیز گواہ ملا مدعا علیہ نے بھی بجواب جرح ۲ مارچ ۱۹۳۳ء تسلیم کر لیا کہ "لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے"۔

پس ثابت ہو گیا کہ وہ خصوصیت الٰہی جو صرف اسی کو زیبا ہے جس کی تعبیر۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون یا انما امرک الخ ضمیر غائب یا متکلم سے خدا نے اپنی کامل اختیار کے اظہار کے لیے قرآن پاک میں اختیار فرمایا جسے گواہ اور مختار مدعا علیہ نے بھی استفتاء کے اندر ضمیر خطاب سے بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ مختص قرار دیا اور مرزا صاحب کو شرک سے بچانے کے لیے جھوٹی تاویل کی۔

مگر مرزا صاحب نے بتصریح اپنے واسطے ثابت کر کے ایسا اٹل اقراری شرک تسلیم کیا ہے جس کا جواب قیامت کی صبح تک مرزا صاحب یا کسی مرزائی سے ناممکن ہے۔ اس سے یہ امر بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارا اعتراض اسی استفتاء یا حقیقۃ الوحی اور براہین یا جہاں بھی یہ الہام ہے اس پر ہی ہے براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۰۸)۔

مختار مدعا علیہ یا اس کے شاہد کی انوکھی طبع زاد تاویل کو باطل کرنے کے واسطے پیش کی ہے تاکہ توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ ۔ اور مدعی سست و گواہ چست کا نظارہ ہو جائے اور دنیا سمجھ لے کہ اس بحث کا ابتدائی حصہ کس قدر بامعنی ہے ۔

اولیاء اللہ پر صریح بہتان

باقی اولیاء اللہ اور مقربان باری تعالیٰ (ہمارا حشر ان کے ساتھ فرمائیں) کبھی کن کہیں اور وہ چیز باذن یا بحکم الٰہی ہو جائے یا کوئی نبی مردہ کو قُم باذن اللہ کہے اور وہ زندہ ہو جائے وہ بطور کرامت یا اعجاز کے احیاناً ہی دائمی نہیں نہ یہ معنی ہیں کہ اب اس امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہیں کہ جب ہی وہ کسی چیز کو چاہے ہو جائے اور کہے کہ ہو جا پس وہ فی الفور ہو جائے"۔

انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون

اور یہ کامل اختیار کہ اس کے امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہ ہو خدا ہی کے لائق ہے کوئی اس میں اس کا شریک و سہیم نہیں بد قسمتی سے مختار مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے بحث کے مندرجہ ذیل کوٹیشن (QUOTATION) ملاحظہ ہوں۔

(۱) کہ کن فیکون کے ایسے کامل اختیارات کہ جس بات کا ارادہ کرے وہ فی الفور ہو جائے صرف خدا ہی کو حاصل ہے ۔ الخ (بحوالہ جنگ مقدس صفحہ ۱۰۵)

(۲) یاد رکھنا چاہیئے کہ جو تکوین کشتگان محبت الٰہی سے صادر ہوتی ہے اس میں اور خدا تعالیٰ کی تکوین میں فرق ہے یہ انسان کا کن کہنا ہمیشہ نتیجہ پیدا نہیں کرتا جیسا کہ خدا تعالیٰ کا الخ"۔

(۳) "اور اذا اردت شیئا سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ہر وقت مقربان بارگاہ الٰہی کو یہ مقام دیا جاتا ہے"۔

(۴) "پس اسی طرح کامل انسان کا کن دائمی طور پر نتیجہ نہیں کرتا بلکہ الخ"۔

اس کامل طور پر اور دائمی کے مقام حاصل ہونے کی تعبیر بتصریح مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون ہے ملاحظہ ہو کونٹیننشن (CONTANSHION) بحوالہ جنگ مقدس مکمل انما امرہ یا انما امرنا یا انما امرک کے اضافہ کے صرف کسی کے کن کہنے سے کسی چیز کا کبھی ہونا دائمی اختیار تکوین اور مقام تکوین حاصل کرنا نہیں کہلاتا بلکہ انما امرک اذا اردت شیئا کے صرف اتنا لفظ ہو گا کہ تقول للشیئ کن فیکون ۔

خلاصہ یہ کہ اعتراض صرف ان الفاظ اور اس کامل اختیار پر ہے جو انما امرک اذا اردت شیئا میں جو خدا کے ساتھ مختص ہے قال اللہ تعالیٰ انما امرہ الخ انما امرنا اذا اردنا شیئا ان تکون لہ کن فیکون (قرآن حکیم)۔

پس مرزا صاحب کی عبارت والہام میں بعینہ وہ تعبیر ہے کہ انما امرك اذا اردت شيئا ان تقول له كن فيكون (بحوالہ سبق)

مگر حضرت سید الطائفہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اللہ (جن کے طریقے پر چلائے) کی عبارت میں متفقہ قابل اعتراض دائمی اور کامل مقام تکوین پر دلالت کرنے والے خدا تعالےٰ کے ساتھ مخصوص منفرد فقرہ انما امرک اذا اردت شیئا" کا کہیں پتہ ونشان نہیں۔ وہاں تو صرف بطور کرامت کبھی کسی کے لیے صرف تقول للشی كن فيكون ہے (ملاحظہ ہو فتوح الغیب مقالہ ۱۳)۔

اسی طرح حکم الاشراق مطبوعہ ایران کی صٹ کی جو طول لاطائل عبارت پڑھی اس میں کہیں بھی انما امرک اذا اردت شیئا کا شائبہ تک نہیں اس میں صرف یہ لفظ ہے "پس وہ خدا کے نور کو نفس اشارہ کرتا ہے پس وہ چیز اشارہ سے موجود ہو جاتی ہے" کسی کے اشارہ سے مخصوص حال میں بطور کرامت کسی چیز کا ہو جانا اور چیز ہے اور یہ کامل اختیار دائمی ملنا کہ انما امرك اذا اردت شيئا ان تقول له كن فيكون اور بات ہے ان مقدس و مقربان الٰہی کی عبارت سے یہ مطلب سمجھنا مدعا علیہ کی قلت درایۃ کی کھلی نشانی ہے اور اولیاء اللہ کو بلا وجہ ہدف ملامت بنا کر اپنی عاقبت بگاڑنا ہے اور وعید من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب کا مصداق بن کر دنیا و آخرت کا دائمی خسران خریدنا ہے۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نئہ دلبرا خطا اینجاست

مگر ایسی جماعت سے کیا بعید ہے جو حضرت سید الطائفہ کو عیاذاً باللہ مرزا صاحب کے مقابل اس قدر ذلیل سمجھتے ہوں کہ۔

سرمۂ چشم بنائے تیری خاک پا کو
غوث اعظم شہ جیلان رسول قدنی (رسالہ مولانا محمد الیاس برنی فاروقی)

رسول قدنی کے وزن پر مرزا صاحب رسول قدنی ہیں اور ان کا یہ مرتبہ ہے۔ کہ حضرت غوث اعظم سیدنا عبد القادر محی الدین جیلانی ؓ مرزا صاحب کے پیر کی خاک سرمہ کی طرح آنکھوں میں لگاتے ہیں۔ استغفر اللہ باقی رہا (رسالہ برنی) ہمارا عقیدہ تو بالفاظ آقائے کائنات صلعم یہ ہے کہ رب مغبر مدفوع بالابواب لو اقسم على الله لابره۔

سعدی۔ خاک ساران جہاں را بحقارت منگر — تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد
دربہاراں کے شود سرسبز سنگ — خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ
مردان خدا خدا نباشند — لیکن ز خدا جدا نہ باشند

انبیاء کرام پر بہتان،

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سرکار دو عالم صلعم کے کچھ معجزات بھی اسی مرزا صاحب کے شرک کی تائید میں نقل کیئے ہیں۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ کہاں معجزات جو اپنے اختیاری نہیں بلکہ باذن اللہ ہوتے ہیں قال اللہ تعالیٰ ما کان للنبیّ ان یاتی بآیتہ الا باذن اللہ اور کہاں مالک امر وارادہ کن فیکون ہونا۔
یہ صرف اسی کی دلیل ہے کہ جب بھی کوئی گندا سے گندا عقیدہ یا الہام یا واقعہ مرزا صاحب کا پیش کیا جاتا ہے تو فوراً دہ کسی نبی اور خصوصیت سے مسلمانوں کی غیرت اور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ غلامی کو مجروح کرنے کے واسطے آقائی دو جہان ہمارے ماں باپ اُن پر قربان ہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُسے چسپاں کرتے ہیں مگر باادب ہم یہ کہتے کہ مسلمان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہرگز برداشت نہیں کرسکتے

جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر یہ ہم سے نہ ہوسکے گا نبی کا جاہ و جلال دیں گے

اور اگر احتیاط نہ ہوتی تو نتائج کے خود ذمہ دار ہیں
ہم اس کے متعلق صرف اتنا واضح کردینا چاہتے ہیں کہ تمام اولیاء اللہ مقربان الٰہی قطب غوث ابدال اولوالعزم انبیاء کرام حتیٰ کہ اللہ کے پیارے حبیب سید الاولین والآخرین خاتم النبیین رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزاروں بلکہ بیشمار خرق عادات کرامات معجزات صادر ہوئے۔ جس مخلوق سے جو کچھ ہی ہوا پھر بھی خدائے تعالیٰ نے کسی نبی رسول ولی قطب غوث کو یہ نہ فرمایا کہ انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون۔
ساری دنیا میں ایک نظیر نہیں مل سکتی کہ انما امرک اذا اردت شیئا الخ خدا کے سوا کسی کے واسطے استعمال ہوا ہو۔ یا خود خدا نے کسی کے واسطے کسی الہام یا کتاب یا صحیفہ میں فرمایا ہو۔ یہ ایسا کھلا ہوا شرک اور کفر ہے کہ اگر ایک بھی کفر یہ نہ ہو تو بھی صرف یہ ہی ایک وجہ ان کے لاالٰہ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی آفتاب سے زیادہ روشن و بین دلیل ہے ان اقوال و الہامات کے بعد دعویٰ اسلام کیونکر باور ہوسکتا ہے

ہرگزم باور نمی آید زروئے اعتقاد

ایں ہمہ با گفتن و ایں ہمہ داشتن

شیطان اور دجال نے بھی اپنے لیے یہ امر پسند نہ کیا کہ یہ الہام تراشے کہ خدا نے مجھے فرمایا انما امرک الخ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

(مدعا علیہ کی قابلیت)

ایک جگہ اسی بحث میں یہ بتایا ہے کہ یہ قضیہ شرطیہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مہملہ ہے جو قوۃ میں جزیہ کے ہوتا ہے اور اکمال شرح مسلم کے حوالہ سے اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عبداً الخ کی عبارت سے استدلال کیا ہے اولاً یہ خوش فہمی ملاحظہ ہو کہ جملہ انما امرک پر اعتراض ہے نہ کہ صرف اذا اردت پر اور مثال صرف اذا احب کی ہے دوسرے اس سے واضح ہو گیا کہ منطق اور فقہ میں بھی وہی مغالطہ دیا جو مذہب میں کیونکہ ہمارے مدارس عربیہ کا ادنیٰ طالب علم مبتدی بھی جانتا ہے کہ اذا سے قبل انما آنے سے کلیہ بنجاتا ہے اور ایک نظیر بھی اس کے مہملہ ہونے کی نہیں مل سکتی۔ فیا..... للعجب ولضیعۃ الادب۔

نیز منطق کا کوئی ابتدائی رسالہ صغریٰ مرقات بھی دیکھی جاتی تو معلوم ہو جاتا کہ قضیہ مہملہ محصورہ طبیعہ وغیرہ اُس قضیہ کے اقسام ہیں۔ جن کا موضوع کلی ہو اور بیان موضوع امرک جزئی اور شخصی ہے یہ مہملہ میں مندرج بھی نہیں ہو سکتا۔

(۹)

مرزا صاحب کا خدا کے مانند ہونا

(۱)

مختار مدعا علیہ کے جواب کا خلاصہ۔

(۱) اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب یہ نہیں فرماتے کہ میں خدا کی مثل ہوں۔

(۲) آپ کو تحفہ گولڑویہ میں خدا نے آدم کی مثل کہا ہے اور حدیث میں ان اللہ خلق آدم علی صورتہ ہے۔ یعنی اللہ نے آدمؑ کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔ لہذا مرزا صاحب گویا کہ خدا کے مشابہ ہو گئے کیونکہ مرزا صاحب آدمؑ کے مثل ہیں اور وہ اللہ کی شکل پر پیدا ہوئے ہیں۔

(۳) میکائیل کے معنی چونکہ خدا کے مانند ہیں اس لیے تمام مسلمان جو قرآن شریف کی رو سے میکائیل فرشتہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ مشرک قرار پائیں گے۔

(۴) پیشگوئیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا خدا کا آنا قرار دیا گیا چنانچہ استثنا ۳۳ کی پیشگوئی کہ خدا فاران پر ظاہر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائی گئی ہے چنانچہ مختار مدعیہ کے مقبول و مسلم مسلمان سر سید الخ وغیرہ وغیرہ نے لیا ہے۔ (مقبول و مسلم کا لفظ خلاف ضابطہ ہے)۔

جواب

(۱) اول کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیشکردہ الفاظ کہ "میں خدا کے مثل ہوں"۔ اگر مرزا صاحب نے نہیں فرمائے تو یہ ان سے پوچھیں یہاں تو مطلب واضح ہے۔ کہ "اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل لکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کے مانند الخ۔ حاشیہ اربعین ع۳ صفحہ ۲۵)

اب مرزا صاحب اپنا نام دانیال کے حوالہ سے میکائیل بتاتے ہیں اور اس کا معنی خود ہی خدا کے مانند کہتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خود کو خدا کے مانند ہونا بہت پسند ہے بلکہ دعویٰ ہے۔

رہا یہ امر کہ میکائیل کے معنی عبرانی میں یہ ہیں اس کے واسطے یہ گذارش ہے کہ نہ تو مرزا صاحب عبرانی جانتے تھے نہ مختار مدعا علیہ عبرانی کجا مرزا صاحب باوجودیکہ سلطان القلم اپنی جماعت میں مسلم ہیں اور اردو یہ ہے کہ "حیضہ کی آمدن ہونے والی ہے۔ البشریٰ ج ۲ صفحہ ۱۳۳۔

اور عربی بالخصوص قصیدہ اعجازیہ کی علاوہ بے شمار صرفی نحوی غلطیوں کے یہ ہے

واما حسین فاذکروا دشت کربلا ---- الخ (قصیدہ اعجازیہ ہے وعلیٰ ہذا القیاس اور زبانیں ۔ چونکہ مجھے غیر متعلق امور مختار مدعا علیہ کی طرح ذکر کرکے طول دینا نہیں ورنہ کئی جزواسی پر ہو سکتے ہیں ۔

البتہ مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ اقرب الموارد کا پیش کردیا ہے ۔جس کی حقیقت واضح کرتا ہے

جواب یہ ہے کہ کسی مسلمان باایمان کا حوالہ پیش کرتے تو ہم بھی دیکھتے ۔ ایک متعصب عیسائی کا جدید حوالہ پیش کر دیا کیونکہ یہ عیسائی کی تصنیف ہے ۔ ملاحظہ ہو اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع صـ۳۲۹ اور یہ اصول گواہان مدعا علیہ کو مسلم ہے ۔ کہ لغت زبانی محاورات کا نام ہے ۔ لغت اور ڈکشنری کی کتابیں چونکہ پیشے اپنے عقائد کے تحت ہیں لکھی جاتی ہیں ۔ لہٰذا جب تک کوئی مسلم شعر محاورہ وغیرہ کا حوالہ پیش نہ ہو صرف کسی لغوی کا لکھنا معتبر نہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۸ بارح ۱ ..... اور یہاں کوئی شعر وغیرہ کی سند نہیں لہٰذا لغو و باطل ہے ۔

نیز یہود و نصاریٰ نے اس قسم کے تشابہ الفاظ خدا ۔ ابن ۔ اب وغیرہ کا عبرانی سے ترجمہ کرنے میں اپنے تخیل فاسد کی بناء پر سخت دھوکہ کھایا ہے ۔ اور ان کی انتہا اکثر انہیں لوگوں پر ہے جن کا معنوں کے ہیر پھیر سے گمراہ کرنا اور کلام الٰہی میں تحریف کرنا ایک پسندیدہ شغل اور محبوب شیوہ تھا (ملاحظہ ہو بیضاوی صفحہ ۱۱۲ ۔ .. یحرفون الکلم عن مواضعہ الخ مع تفسیر ۔

بخلاف اس کے مسلمانوں نے ہرگز یہ معنیٰ قبول نہیں کئے ۔ بلکہ عبرانی صحیح معنیٰ لئے ۔ کثرت حوالجات موجب طوالت ہیں ۔ میں صرف اسی کتاب سے حوالہ دیتا ہوں جسے مختار مدعا علیہ بار بار بڑے القاب اور شدّومد سے پیش کرتا رہا ہے ۔ کہ میکائیل کے معنیٰ عبیداللہ کے ہیں ۔ بلکہ اصول باندھا کہ جس کے آخر لفظ ایل ہو اس سے مراد خدا کا بندہ ہی ہوگا ۔ اور قول بھی ایسے مسلم بزرگ کا ہے جو تمام امت میں حبر الامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمزادہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے متعلق اللھم علمہ الکتاب والحکمۃ کی بشارت ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھنے کے احق ہیں ۔ (ملاحظہ ہو تفسیر اتقان ج ۲ صـ ۱۴۱ ۔ اخرج ابن جریر من طرق عکرمۃ عن ابن عباس قال جبریل عبداللہ ومیکائیل عبیداللہ وکل اسم فیہ ایل فھو عبید اللہ الخ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل کے معنی عبداللہ اور میکائیل کے عبیداللہ ہیں لہٰذا یہ معنیٰ مرزا صاحب اور مختاران مدعا علیہ کی ناواقفی یا مغالطہ پر مبنی ہیں ورنہ خدا کے کلام میں میکائیل کے ہرگز یہ معنیٰ نہیں بلکہ عبیداللہ کے ہیں ۔ یعنی خدا کا ادنیٰ بندہ اس سے مـ۳ کا بھی جواب معلوم ہوگیا کہ تمام مسلمان باتباع حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ وائمہ دین و بزرگان اسلام میکائیل بمعنی خدا کا ادنیٰ بندہ قرآنی رو سے سمجھ کر ایمان رکھتے ہیں ۔

البتہ بعض لوگ عیسائیوں کے اتباع میں میکائیل کو خدا کی مانند یا خدا سے بھی بڑھ کر سمجھیں تو کچھ تعجب نہیں ۔ ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ میکائیل کجا مخلوقات میں کوئی بھی حتیٰ کہ اشرف المخلوقات باعث الکل سید الکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خدا کے

مثل نہیں۔ لیس کمثلہ شئ۔ لاتضربوا للہ الامثال ۔ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاتطرونی کما اطرت الیہود والنصاری الحدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود نصاریٰ کی طرح مبالغہ مدح کو وصال کے وقت تک سختی سے روکا ہے

جواب ۳:۔

(۲) تحفہ گولڑویہ کا حوالہ اڈیشن اوّل کا جو ختم اور نایاب ہو چکا صرف مختار مدعا علیہ کو تنگ کرنے کے واسطے دیا گیا۔ اب ہم وہ اڈیشن کہاں سے لائیں اور باوجود تلاش کے اس موجودہ ایڈیشن میں اس کے قریب قریب بھی نہ ملا۔ مگر ہم ان کی خاطر تسلیم کر کے جواب دیتے ہیں۔ کہ مثیل آدم ہونے سے خدا کے مثل کیونکر ہو گئے اور اگر اپنے اس الہام سے خدا کے مثل سمجھتے ہیں تو اور اچھا ہے یہی ہمارا مدعا ہے ملاحظہ ہو جو بھی الہام تراشتے ہیں وہ مشرکانہ۔

باقی رہا حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ ہمارے آقا و مولیٰ مدنی تاجدار محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہمارے سر آنکھوں پر مگر یہ دامن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے آقا سے لنگر غلاموں سے جوڑنے والے کو پناہ نہیں دے سکتا۔

کاش کسی محدث کی کفش برداری کا فخر حاصل ہوتا تو اس کی نورانیت سمجھ میں آتی یہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے جو تمام مخلوق کے بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور کلام الملوک ملوک الکلام مشہور ہے۔ اس حدیث پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان بخش تحقیق تو بعد میں پیش ہوگی اولاً ان بزرگ کا حوالہ پیش کرتا ہوں جن کی محض کرامت سے گواہ مدعا علیہ ۱ انہیں مسلّم مان گیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک مطلقاً مسلّم صرف مرزا صاحب اور ان کے ہر دو خلفاء ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱ یکم مارچ ۱۹۳۳ء جس میں ابن عربی مجدد الف ثانی امام عبدالوہاب شعرانی وغیرہ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ ہاں مسلّم بزرگ ہیں کتاب الیواقیت والجواہر۔ ج ۱ ص ۱۱۸ مصنفہ حضرت العلام امام عبدالوہاب شعرانیؒ فان فی الحدیث تافافہم یعنی حدیث میں ہے کہ خدا نے ہر ایک مخلوق کا ایک نقشہ عرش کی ساق میں قبل پیدائش کھینچا جس صورت پر اسے پیدا کرنا تھا پھر آدمؑ کو اسی صورت پر جو اپنی پہلی کھینچی ہوئی تھی آدمؑ کو پیدا کیا اسی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں ارشاد ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ یا علی صورۃ الرحمٰن۔ یعنی آدمؑ کو اللہ نے اسی صورت پر پیدا کیا جس کو عرش یا لوح میں قبل پیدائش آدمؑ کھینچی تھی۔ ورنہ باری تعالیٰ و تقدس کی کوئی صورت ہی نہیں کیونکہ وہ تمام مخلوق سے جداگانہ و یگانہ ہیں تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ پس آدمؑ خدا کی صورت پر نہیں بلکہ اس کی تجویز کی ہوئی صورت پر پیدا ہوئے پھر بعض شراح حدیث نے ضمیر آدمؑ کی طرف پھیری ہے یعنی آدمؑ کو آدم کی صورت پر پیدا کیا جو کہ ان کے شایان شان تھی اور تمام مخلوق سے ممتاز۔

مگر اہل اللہ کی یہی رائے ہے کہ اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا جس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اپنی مرغوب و پسندیدہ و برگزیدہ شکل پر۔ اور فرماتے ہیں کہ جبھی تو خواب میں باری تعالیٰ کی زیارت سوائے انسانی شکل کے اور کسی شکل

ہیں نہیں ہوتی حالانکہ درحقیقت ان کی کوئی بھی شکل نہیں نیز اپنی طرف باری تعالیٰ انسانی اعضاء کا نام بوجہ محجوب ہونے کے منسوب کرتا ہے حالانکہ ان کی ذات اس قسم کے اعضاء اوران کی مشابہت وکیفیت سے پاک ہے قال اللہ تعالیٰ ویبقیٰ وجہ ربک۔ ید اللہ فوق ایدیھم یوم یکشف عن ساق۔ وغیرہ وغیرہ۔

جن پر ہمارا ایمان بلا تفصیل کیفیت ہے کیونکہ اُن کی شان لا نظیر لہ و لا مثال لہ۔ ولا ضد و لا ند۔ سبحانہ ما اعظم شانہ لا یحد و لا یتصور ہے

چونکہ یہاں اس کا زیادہ تعلق نہیں ہے اس لیے طول نہیں دیتا صرف یہ کہکر ختم کرتا ہوں کہ ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ،
ورنہ در محفل رندان خبرے نیست کہ نیست

جواب :۔

(۴) باقی پیش گوئی میں خدا کا فاران پر اترنا اولاً انجیلی اصطلاح میں خدا و خداوند کا لفظ برابر نبی کے معنی میں مستعمل ہے اور ترجمہ میں وہی تحریف معنوی متحقق ہے۔

فاران پر خدا کے اترنے سے اس کی وہ تجلیات خاصہ اترنا مراد ہیں جو کسی نبی کے وجود سے اترتی ہیں۔
جیسا کہ کوئی کہے کوہ طور پر خدا اترا یہ ہرگز مراد نہیں وہ نبی خدا یا خدا جیسا ہوگیا نہ کسی نے یہ مطلب مشرکانہ لیا نہیں پیش کردہ حوالجات کو بغور ملاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح ہے بیجا ضد کا کوئی علاج نہیں من یرد اللہ بہ خیرًا یفقہ فی الدین۔

پس مرزا صاحب کا خدا کے مانند ہونے کا خیال بھی گویا لاجواب اور مسلّم ہونے کے قریب لاجواب ہے۔ کیونکہ جو اس مشرکانہ بات کے واسطے اڑیں ڈھونڈی تھیں اور تلاش کی تھیں۔ وہ سب بحمداللہ بے نقاب ہوگئیں۔ باقی مرزا صاحب کے دوسرے عقائد اور تعارض باتیں نقل کرکے صفائی بے سود ہے۔

(لاجواب) انا نبشرك بغلام مظهر الحق و العلا وكان الله نزل من السماء۔

مختار مدعا علیہ نے دراصل میرا مفہوم ہی نہ سمجھا یا حسب عادت اپنے لفظوں میں اعتراض نقل کرکے جواب دے ڈالا۔ بہرحال میرا یہ اعتراض بالکل لاجواب اسی قسم کا ہے جو بحث کے جواب میں لاجواب ہونے کی وجہ سے نظر انداز کردیا گیا ہے۔ مختار مدعیہ کی بحث میں یہ الہام عقیدہ مثلیت کے تحت میں مذکور ہے۔ اور نوٹس میں اسی ہیڈنگ عقیدہ مثلیت کے تحت میں اولاً اس سے ماقبل کا حوالہ اربعین ہے اور پھر یہ حوالہ۔

اعتراض یہ ہے کہ یہ کہنا انا نبشرک الخ یعنی ہم تجھے ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو حق و بزرگی کو ظاہر

کرنے والا ہوگا گویا ہو بہو خدا آسمان سے اتر آیا۔ خدا کے ساتھ غیر خدا کو اُس کے ہو بہو قرار دینا ہے جو کھلا ہوا شرک بلکہ شرک عظیم ہے۔ منشأ اعتراض کَاَنَّ اللہ کا تشبیہی لفظ ہے جو کمال تشبیہ یعنی کسی کے ہو بہو وہی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ لفظ نزل اور نزول باری کی کیفیت و معنی پر۔ مختار مدعا علیہ نے اسی اعتراض لفظ کَاَنَّ اور تشبیہ بلیغ سے آنکھیں بند کر کے لفظ نزول کے معنی شروع کر دیے۔ کہ نزول سے مراد رحمت خداوندی کا نزول یا جلال و تجلّی وغیرہ ہے۔ اور اس کے واسطے تبلیغ رسالت آئینہ کمالات۔ مشکوٰۃ۔ حاشیہ مشکوٰۃ کے پانچ حوالے نقل کیے۔ مگر یہ نہ ہو سکا کَاَنَّ کی تشبیہ کا اعتراض کردہ پیدا وہ ایسا ہوگا جیسے ہو بہو خدا آسمان سے آگیا۔ مرزا صاحب سے اٹھا سکتے۔ یا اس کے متعلق کوئی بھی حوالہ دیتے۔ گویا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب پر اس کفر کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیا۔

کچھ اس ادا سے کیا میں نے شکوۂ الحاد
نگاہیں جھک گئیں اُن کو نہ کچھ جواب آیا

نوٹ:۔ چونکہ نزول کی بحث غیر متعلق تھی اس لیے اس کے متعلق مفصل ضرورت نہیں اگر تفصیل منظور ہو تو فتح الباری عمدۃ القاری شرح بخاری نیز نووی شرح مسلم ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۱۱)

(لاجواب) متعلقہ نشان ۱۰۶ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵۔

اس میں بھی اسی قدیمی مغالطہ سے کام لیا ہے کہ اعتراض کچھ اور جواب کچھ یہ نشان بھی عقیدہ جسمیت کے ہیڈنگ کے تحت میں پیش کیا گیا تھا۔ اور بتلایا تھا کہ مرزا صاحب اور ان کے مرید خدا کی ذات و صفات میں جسمیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اصل نشان ۱۰۶ کا الفاظ ملاحظہ ہوں۔

نشان ۱۰۶۔ ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشگوئیاں لکھیں جن کا یہ مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ تب میں نے وہ کاغذ دستخط کرانے کے لیے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کی قلم سے اس پر دستخط کیے اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو چھڑکا جیسا کہ جب قلم پر زیادہ روشنائی آجاتی ہے تو اسی طرح پر جھاڑ دیتے ہیں اور پھر دستخط کر دیے۔ اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور اسی وقت میاں عبداللہ سنوری مسجد کے حجرے میں میرے پیر دبا رہا تھا کہ اس کے روبرو غیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی گرے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ اس سرخی کے قطرے گرنے اور قلم کے جھاڑنے کا ایک ہی وقت تھا ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہ تھا ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا اور شک کرے گا کیونکہ اس کو صرف ایک خواب کا معاملہ محسوس ہوگا۔ مگر جس کو روحانی امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اسی طرح خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے۔ غرض میں نے یہ سارا قصہ

میاں عبداللہ کو سنایا اور اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔

عبداللہ جو اس روایت کا گواہ ہے اس پر بہت اثر ہوا اور اس نے میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا جواب تک اس کے پاس موجود ہے (حقیقۃ الوحی ص۲۵۵) محل اعتراض خط کشیدہ الفاظ ہیں خدا کو خواب یا کشف میں دیکھنا محل اعتراض نہیں ۔ بلکہ یہ کہ سرخی سے دستخط کرنا اور صرف یہ بھی نہیں بلکہ روشنائی چھڑکنا اور روشنائی کا کپڑے پر گرنا پھر اس کپڑے پر عالم بیداری میں روشنائی کا باقی رہنا اور پھر اُسے تبرک بنا کر اس عقیدہ سے رکھنا کہ یہ خدا کے قلم کی روشنائی ہے اور صرف خواب نہ سمجھنا ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اعتراض تو تھا یہ اس کا جواب لاجواب سمجھ کر بالکل نظر انداز کر دیا اور جواب یہ دے رہے ہیں کہ

" بطور تمثیل خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا ہرگز قابل اعتراض نہیں " پھر اس کی تائید میں بحر المعانی ۔ اور سوانح مولانا نانوتوی رضی اللہ علیہ ۔ دو جدید کتابوں کے حوالے درج کیے ہیں ۔ جو نہ مسل پر ہیں نہ عدالت کے سامنے آئے مطالبہ پر بھی پیش نہ ہوئے جواب یہاں خواب میں دیکھنے پر اعتراض کیا ہے اعتراض تو روشنائی چھڑکنے اور کپڑے پر پڑنے اور باقی رہنے اور تبرک بنا کر اس اعتقاد سے رکھنے پر کہ یہ خدا ہی کی روشنائی پڑی ہے اس پر ہے جس کے ایک حرف کا ہی جواب نہ دیا بلکہ زبان پر بھی نہ لائے اور اسے بھی بالکل لاجواب مان لیا ۔ درمیان میں اپنی عادت کے مطابق علماء دیوبند کثرہم اللہ تعالیٰ سوادہم اور ان کی جماعت پر ذاتیات کے حملے کیے ہیں جنہیں عدالت خود ملاحظہ فرمائے ۔ پھر غیر متعلق ۔ نزول کے حوالہ مشکوٰۃ ۔ ترمذی ۔ مسلم ۔ ابن ماجہ ۔ نیز روایت کے متعلق بحر الرائق و یواقیت ۔ بحر المعانی کے پڑھے جن کے متعلق اپنی اپنی جگہ پر آئے گا مگر ان کا مقصد ان غیر متعلق اور اکثر جدید مسل کے باہر خلاف قانون حوالوں کی بھرمار سے مقدمہ اور مسل کو طول دینا اور مدعیہ کو بلا وجہ تنگ کرنا تھا ۔ فالی اللہ المشتکی ۔

(۱۲)

انت منی بمنزلۃ ولدی

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ ۔ یہ غلط نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا ہے اصل ملاحظہ ہو ۔ ۱۸ ؍ دسمبر ۳۲ء

جواباً گذارش ہے کہ میرا استدلال توڑ موڑ کر اپنے الفاظ کے رنگ میں ڈھال لیا تاکہ جواب مغالطہ کا دیکر لوگوں کو حسب عادت مغالطہ میں ڈال سکے حالانکہ یہ بھی انہیں اعتراضات میں سے ہے جس کا جواب تا قیامت ناممکن ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

اور اس شرکیہ بلکہ عظیم الشان ناقابل عفو جرم سے جب تک مرزا صاحب کی توبہ و رجوع غیر مشتبہ الفاظ میں نہ

پیش کریں کوئی بھی اول کام نہیں دے سکتی۔

مختار مدعیہ کے استدلال کا خلاصہ

اولاً انہوں نے اس بحث میں بطور تمہید جرح گواہ مدعا علیہ ۱ ۳ ر مارچ ۱۹۳۳ء سے تین آیات۔

(۱) قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً احد۔ (پ ۳۰)

(۲) تكاد السموات يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هداً ان دعوا للرحمن ولداً وما ينبغي للرحمن ان يتخذ ولداً۔ (مریم پ ۱۶)

(۳) وقالوا اتخذ الرحمن ولداً لقد جئتم شيئاً اداً۔ (مریم قریب الختم پ ۱۶)

نقل کی ہیں اور ترجمہ بھی گواہ ۱ ہی کا پیش کیا ہے اول کا ترجمہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں دوسری کا ملاحظہ ہو۔ "قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائیں اور پہاڑ گر پڑیں اس وجہ سے کہ انہوں نے خدا سے رحمان کے لیے بیٹا پکارا۔ حالانکہ رحمٰن کے شان کے لائق نہیں کہ وہ بیٹا بنائے"۔

تیسری کا ترجمہ بھی واضح ہے۔

پھر یہ عرض کیا گیا ہے کہ گفتگو صرف اس میں ہے کہ خدا کی شان گرامی میں لفظ ولد کا استعمال جائز نہیں لفظ طفل وغیرہ میں بحث نہیں کیونکہ ولد تین طور سے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) خدا تعالیٰ عیاذاً باللہ واقعی ولد جنے اسے پہلی آیت نے منع کیا اور توحید کے منافی ٹھہرایا۔

(۲) واقعی جنا نہیں مگر خارج سے منہ بولا بیٹا مجازاً بنا کے ولد اور بمنزلہ ولد لفظ استعمال کیا اس کو آیت ۳ نے رد کر دیا اور شان کبریائی کے خلاف اور منافی توحید قرار دیا۔

(۳) نہ خدا نے ولد جنا نہ خارج سے مجازاً کسی کو بمنزلہ ولد کے بنایا بلکہ کسی معنی سے کسی نے خدا کی طرف نسبتہ ولد کی گونا ویلاً مجازاً ہی صحیح اس کو بھی نہایت شد و مد سے آیت ۲ نے باطل قرار دیا۔ گویا لفظ ولد کے استعمال کی خدا کی نسبت جس قدر بھی صورتیں ہو سکتی تھیں انہیں باطل اور عظیم الشان شرک قرار دیا جس کا اقرار گواہ مدعا علیہ جرح ۲ ر مارچ ۱۹۳۳ء میں کر چکا ہے جیسا کہ جرح میں انہیں آیات کے بعد اقرار کیا ہے کہ "یہ آیات جامع ہیں ان تمام اقسام ولد کو جو جائز نہیں نسبت کرنا ان کا خدا کی طرف"۔

اس کے بعد انت مني بمنزلة ولدي "تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے" (حقیقۃ الوحی) پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ خواہ خدا نے جنا ہو یا نہ حقیقی معنی ہوں یا مجازی صرف یہ نسبت لفظ ولد کی گو زبانی ہو اعتقاداً نہ ہو ہرگز برداشت نہیں ہو سکتی اور کبھی بھی ایمان قائم نہیں رہ سکتا بلکہ اس نسبتہ میں گو مجازی ہو زیادہ احتمال گمراہی بندگان خدا کا ہے

اس لیے اُسے اور بھی شدومد سے قرآن حکیم نے ذکر فرمایا۔ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض و تخر الجبال ھدًّا ان دعوا للرحمٰن ولدا الایۃ ـــ ایۃ ۲
اور یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ بالا تینوں استعمال یا کسی طرح یہ لفظ وَلَد آج تک کسی مسلمان کسی عالم ولی ابدال قطب غوث نبی رسول حتیٰ کہ خاتم الانبیاء نے باوجود حبیب خدا ہونے کے نہ اپنے لیے نہ کسی اور کیلئے استعمال کیا بلکہ تمام عمر تردید فرمائی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کسی پیارے حتیٰ کہ حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم جس سے زائد کوئی اللہ کا پیارا نہیں ہو سکتا خود بھی فرماتے ہیں انا اکرم ولد بنی آدم ولا فخر۔
جن کے کمال پیار و تقرب کا نظارا شب معراج کے نقشہ سے فرمائیں۔ خدا نے آپ کے واسطے بھی بمنزلۃ ولدی کا لفظ نہ فرمایا۔
دعوےٰ یہ تھا کہ لفظ ولد کی نسبت ایک محاورہ بھی گو مجازاً ہو مسلمؒ یا غیر مسلمؒ کا ہو آدمؑ سے قیامت تک کسی سے دکھادیں۔
مگر بحمداللہ نہ دکھا سکے لہذا لاجواب ہے۔
اُسی وقت میں نے یہ پوزیشن صاف کردی تھی کہ طفل وغیرہ الفاظ میں گفتگو نہیں کہ مثنوی سے۔
ع۔ اولیاء اطفال حق اند اے پسر۔ یا اور اسی قسم کے الفاظ کے محاورہ پیش کروائے جائیں۔
مگر پھر بھی ان کی آڑلی اور مندرجہ ذیل تاویلات رکیکہ کیں بھی عدالت خود جواب بحث اصل بحث سے ملاکر ملاحظہ فرمائے۔
کہیں ایک استعمال بھی لفظ ولد کا فرضی ہی نکل آئے تو ہمارا استدلال باطل ورنہ باوجود صفحہ کے صفحہ سیاہ کرنے کے یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب ہی رہے گا۔ کیونکہ منشاء اعتراض کو ہاتھ بھی نہ لگایا جواب کیا دے سکتے۔

خلاصہ تاویلات

(۱) فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم۔ مجازی طور پر اب بمعنی باپ کے قائم مقام رکھ کر اسے باپوں کی طرح یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے تو یاد کرنے والوں کو استعارہ کے رنگ میں ولد اور ابن کے قائم مقام نہ ہونے کی کیا وجہ۔

(۲) مرزا صاحب نے استعارہ کے رنگ میں اسے بمعنی طفل استعمال کیا ہے اور اطفال حق کے الفاظ اولیاء کے حق میں استعمال ہوئے ہیں۔

(۳) کوئی کسی کو اخی اور ولد احتراماً کہہ دے تو اس کا وارث نہ ہوگا۔ معلوم ہوا ولد احتراماً و تقرباً بولتے ہیں (یواقیت)

(۴) نور الکبیر شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ازالہ اوہام مولانا رحمۃ اللہ صاحب مہاجر مکی سے لفظ ابن کے مجازی استعمال بمعنی عزیز نقل کیا۔

(۵) مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سے بحوالہ حجۃ الاسلام نقل کیا کہ جیسے رعیت کے لوگ اپنے حاکموں اور بادشاہوں کو بوجہ مزید التفات ماں باپ (مجازاً) کہدیا کرتے ہیں ایسی ہی اگر گاہ بگاہ (کسی حالت میں) کسی بزرگ نے خدائے تعالیٰ کو باپ کہدیا تو اس کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ خدائے تعالےٰ ان پر مہربان ہے نہ حقیقی ابوت و بنوت الخ۔

اولاً مجھے جواب کیا اس کی طرف توجہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ایک حوالہ میں بھی لفظ ولد جس میں گفتگو ہے استعمال ہی نہیں۔ اور نہ ساری دنیائے اسلام میں ایک نظیر مل سکتی ہے کسی بزرگ نے سکر اور جذب کے حال میں بلا اختیار بھی اسے استعمال نہ فرمایا۔

جیساکہ عدالت حوالجات بالا سے ملاحظہ فرما سکتی ہے۔

پھر بھی چونکہ دوسرے رنگ میں ان بزرگوں کے (اللہ ہمارا اور آپ کا حشر ان کے ساتھ فرمائے) دامن تقدیری کو مرزا صاحب کی آڑ لیکر آلودہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اور باری تعالیٰ نے بزرگوں کی ناموس کے حفاظت کرنے والے کے لیے میدان حشر میں حفاظت ناموس کا زبردست وعدہ فرمایا ہے۔ اس تقریب وثواب کی نیت سے جواب عرض ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماکر ذخیرۂ آخرت فرمائیں۔

جوابات مرتب

(۱) پہلی آیت سے یہ مراد لینا کہ استعارہ کے رنگ میں خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ولد ہو گئے صرف مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کہیں دور کا بھی اس سے تعلق نہیں۔

ترجمہ آیت اور مطلب کسی بھی مترجم قرآن اور اردو تفسیر سے دیکھ لیا جائے۔ تاکہ اس ترجمہ اور مطلب کی خیانت بھی واضح ہو جائے۔

واقعہ صرف اس قدر ہے کہ اہل مکہ ایام جاہلیت میں مکہ معظمہ کے مخصوص مقامات پر بڑے شدومد بڑے تفخر و مباہات کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کے محامد و مناقب ذکر کیا کرتے تھے۔ اللہ نے یہ حکم فرمایا کہ جس طرح تم شدومد سے اپنے آباء کا ذکر کرتے تھے۔ بجائے اس کے اس اہتمام سے اللہ کا ذکر کرو۔ بلکہ اس سے زائد شدومد سے۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا مختار مدعا علیہ نے دیدہ ودانستہ آیت کا آخری ٹکڑا کاٹ کر نقل کیا تاکہ مغالطہ دے سکے۔ اور اصل حقیقت بے نقاب نہ ہو۔ تقریباً اکثر حوالے ایسے ہی بے ربط

قطع و برید سے پُر کیے گئے ہیں ۔ جیساکہ بحث میں گذر چکا ۔

(۲) ء میں لفظ طفل یا اطفال یا ابن بمعنی عزیز استعمال ہونے سے لفظ ولد کا استعمال جو ولادت اور تولد کے معنیٰ کو مشعر تھے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ۔ نہ ہمارے مدعا پر اس سے کوئی زد آتی ہے ۔

پھر بھی لفظ ولد[۱] ۔ طفل[۲] ۔ ابن[۳] کا فرق پیش کرتا ہوں ۔ لفظ ولد لغت میں جننے کے معنیٰ میں آتا ہے چنداں حوالہ درکار نہیں ۔ ولادت یا تولد کے محاورہ سے ہے ۔ اسی وجہ سے کسی طور پر خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا ۔

(الف) اور لفظ طفل طفولت سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنیٰ جننا نہیں بلکہ ناز پرورده کے ہیں ملاحظہ ہو محاورہ طَفُلَ طَفَالَۃً وَطُفُولَۃً نرم و ناز پرورده گردید ۔ (منتہی الارب)

پس طفل بمعنیٰ ناز پرورده اولیاء اللہ کے حق میں مستعمل ہے ۔ جس میں جننے کی طرف لغوی بھی اشارہ نہیں اور کون اولیاء اللہ کے ناز پرورده بارگاہ ایزدی ہونے سے انکار کر سکتا ہے ان کے ناز پرورده مسلم کرنے کے واسطے ان کے حالات و تذکروں کا مطالعہ بہ نیت تقرب کرکے دیکھا جائے کہ دل نور اور سرور سے کس قدر معمور ہوتا ہے ۔ میں تو اختصاراً آیتیں اور حدیثیں تبرکاً بلا ترجمہ نقل کرتا ہوں ۔

(۱) الا ان اولیآء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

(۲) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ۔

(۱) (قال صلی اللہ علیہ وسلم) من عادٰی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب

(الحدیث القدسی مشکوٰۃ)

(۲) رب مغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرّہ (مشکوٰۃ ترمذی)

بس مختصراً اتنا کافی ہے ورنہ مقربان الٰہی کے تذکروں کو تو زمین و آسمان کے دفاتر بھی کافی نہ ہوں گے ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ : ؎

طوفان نوحؑ لانے سے اے چشم فائدہ ،
دو اشک بھی بہت ہیں جو کچھ فائدہ کریں ، (ابو الوفاء)

(ب) ابن جس کی اصل بَنُو یا بَنِیْ ہے جو بنا سے ماخوذ ہے ۔ جس کے معنیٰ کسی چیز کے بنانے یا اس کے ہم معنیٰ کے ہیں ۔ بیٹا بھی باپ کی مجازی ساخت ہے ۔ لہٰذا اس کی طرف منسوب ہوا اور یہ ابن یا بنت کا لفظ ولادت اور جننے کے معنیٰ میں لغت عرب میں ملنا دشوار ہے بخلاف اس کے نہ صرف عربی بلکہ اردو فارسی میں بھی کثرت سے دوسرے

معنیٰ میں مستعمل ہے : ملاحظہ ہو ۔ ابن الوقت ۔ ابناء زمان ۔ ابن الارض ۔ ایک قسم کی ترکاری ہے بنت الکرم ۔ بنت الرز ۔ شراب ۔ نبات ۔ نبات الدھر حوادث زمانہ ۔ نبات الفکر اشعار نبات اللیل حوادث وغیرہ وغیرہ ۔ ملاحظہ ہو قاموس لسان العرب ۔ تاج العروس وغیرہ ۔

ایک ضمنی اعتراض کا جواب

رہا یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ابن اللہ کہنے والے کافر ٹھہرائے گئے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو انہیں ولد کہتے ہیں اور اُن کا مذہب و اصطلاح متعین ہے کہ ولد کی نسبت وہ جائز سمجھتے ہیں ۔ لہٰذا اس قرینہ سے اُن کا لفظ ابن بمعنیٰ ولد مراد ہو کر کفر ہو جائے گا ۔ جیسے کہ مرزا صاحب استعمال اور خدا کی طرف نسبت جائز سمجھتے ہیں ۔ لہٰذا ان کا لفظ ابن استعمال کرنا بھی سراسر کفر ہوگا ۔ بخلاف ان مسلمانوں کے جو ولد کی نسبت خدا کی طرف کسی طرح بھی جائز نہیں سمجھتے ۔ اگر کسی حال میں لفظ ابن استعمال کر جائیں گو ایسا کرتے نہیں تو معنیٰ عزیز و مخلوق لیا جا سکتا ہے ۔ کیونکہ مراد متکلم خارجی قرائن سے متعین ہے ۔ مگر لفظ وَلَد ۔ میں جو صریح ہے کوئی قرینہ درکار نہیں قرینہ کنایات وغیرہ میں درکار ہوتا ہے ۔

پانچویں تاویل کا جواب

حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح کا حوالہ اس سے بالکل غیر متعلق ہے اس میں تو صرف اس قدر ہے کہ اگر کوئی ولی مقرب بارگاہ جس پر اللہ تعالیٰ کی مخصوص نظر عنایت ہو اور اس خصوصی التفات کی وجہ سے کبھی کسی مخصوص حال اور سکر میں خدا کی نسبت لفظ اب استعمال کر جائے تو اسے کفر نہ سمجھو نہ حقیقی معنیٰ مراد لو دیکھو تمہارے بول و چال میں بوجہ کثرت التفات بادشاہ و سلطان کو کہہ دیتے ہیں کہ تم ہمارے ماں باپ ہو یعنی بڑے مہربان ۔ اسی طرح اسے سمجھو ۔

یہاں کہیں لفظ ولد کا جو ما بہ النزاع ہے پتہ تک نہیں ۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہ محاورہ بہ تصریح قرآن و باجماع امت کفر و شرک و باطل ہے ۔ اس کا کوئی جواب اور کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی ۔ اللہ ہدایت اور توفیق توبہ رحمت فرمائے باقی اس میں ہماری اور فریق کی نسبت جو تیز کلامی ہے اس کا جواب صرف اس قدر ہے کہ اللہ انہیں ہدایت از شریفانہ اخلاق کی توفیق مرحمت فرمائیں ۔

(ابوالوفاء)

(نوٹ) یہ بھی یاد رہے کہ ایسے الفاظ خدا کی نسبت استعمال کرنا جن پر شریعت شاہد نہ ہو زندقہ سے خالی نہیں اور نہ

صرف علماء ظواہر کی رائے ہے بلکہ سید الطائفہ غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جو امام الصوفیہ اور ان کے پیشوا ہیں فرماتے ہیں کل حقیقۃ لاتشہد لہا الشریعۃ فہی زندقۃ ۔ جس حقیقت پر شریعت شاہد نہ ہو وہ چھپا ارتداد و الحاد ہے فتوح الغیب مقالہ ۲۱ یہ اصول ملحوظ خاطر رہے دوسرے مقامات پر بھی کار آمد ہے۔
(ابوالوفاء)

(۱۳)

اسمع ولدی

اس کو چونکہ جرح میں صاف کر لیا تھا اور یہ حوالہ البشریٰ عدالت نے نوٹ نہیں کیا تھا بحث کے وقت مختار مدعا علیہ خود ہی کہتے تھے کہ اسے بھی پیش کرو مدعیہ کے مختار اور عدالت نے کہا کہ جب وہ کوئی نہیں تو کیوں پیش کیا جائے اور ادھر سے پیش نہ ہوا پھر بھی مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے کہ وقت گزاری ہو بلا وجہ اسے بھی لکھ دیا۔

ہم صرف ان کی تسلّی کے لیے نہ کہ جواب کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ بھی مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے یہ تو کہتے رہے کہ مؤلف نے اس کے خلاف اعلان شائع کر دیا ہے مگر باوجود شدید مطالبہ کے جرح میں پیش نہ کر سکے کہ جرح سے اس کی حقیقت کھل جاتی اور خود بابو منظور الٰہی نے آخری اڈیشن میں جو حال میں شائع ہوا ہے ایک صحت نامہ دیا ہے اس میں بھی اس کی اصلاح نہیں اب یہ کہنا کہ اصل منقول عنہ میں نہیں یہ بھی زیادہ قابل لحاظ نہیں مختلف اڈیشنوں میں الفاظ کا ہیر پھیر بھی ممکن ہے جرح میں شہادت کے وقت پیش کرتے تو معلوم ہوتا جو لوگ مسلمانوں کی مسلم کتابوں میں قطع و برید کریں ان کا اپنے گھر کی کتابوں میں کیا اعتبار کہ محمودی قادیانی پارٹی مرزا صاحب کے تصانیف و عقائد میں روز تبدیلیاں کرتی رہتی ہے عدالت چاہے تو میں خود مہیا کر کے پیش کر سکتا ہوں اور یہ کتاب لاہوری جماعت کے آدمی کی مرتب کی ہوئی ہے۔

پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہماری طرف سے مناظروں اور مقدمات میں گرفت ہوئی اور اعتراض ہوا تو اس سے پروپیگنڈہ کے واسطے کوئی تحریر شائع کرا دی ہو وہ ہمیشہ حجت نہیں ہم نے تو کتاب پیش کی ہے۔

نیز جرح میں گواہان مدعا علیہ نے یہ کہہ کر اس البشریٰ کو ٹال دیا کہ جب تک اصل کتاب منقول عنہ سے نہ پیش ہو ہم پر حجت نہیں اور خود کتنے حوالے اسی سے بحث میں پیش کئے جو معائنہ مثل سے واضح ہوں گے۔

---

(۱۴)

اخطی واصیب

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ (۴) امور ہیں۔

(۱) مرزا صاحب کی یہ نیت نہیں ظاہر معنی مراد نہیں ہے۔

(۲) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے۔

(۳) حدیث میں لفظ تردد خدا نے استعمال ہے۔

(۴) مرزا صاحب کے الہام میں ان ربی لا یضل ولا ینسی ولا یخفی علی اللہ خافیہ۔ د انہ یعلم السر واخفی .... الخ وغیرہ بھی موجود ہیں جو خدا کے قدس وتنزہ پر دال ہیں۔

(جواب)

میری غرض یہ نہیں کہ کیا مراد لیا۔ مطلب تو یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرنا جو کسی بعید یا اپنے ظاہری معنی سے اُس کی شان گھٹاتے اور شایان شان نہ ہوں ہرگز جائز نہیں بلکہ سراسر توہین اور اس کی جلالِ توحید کے خلاف ہے۔

مرزا صاحب یا مختار مدعا علیہ کی نسبت کیسی تاویلی معنی سے لفظ خطا و غلطی کو منسوب کیا جائے تو چراغپا ہو جائیں اور جوابات دیں مگر خدا کی طرف منسوب کر کے تاویلیں نکالیں۔ پھر جس اصل مذہب اس کے اس قدر مندرجہ یا لاصریح اور لاجواب کفریات سے واضح ہو چکا ہو۔ اس کے لیے تو کسی تاویل کی گنجائش نہیں مختار مدعا علیہ نے اِس ہیڈنگ کا حوالہ اس ہیڈنگ کے تحت اور اُس کا اِس کے تحت خلط ملط کر کے اسی لیے جواب دیا ہے تاکہ میری قائم کردہ ترتیب میں جو صریح قرائن ہیں وہ مختلط ہو کر عدالت کی توجہ سے اوجھل ہو جائیں اور وہ مغالطہ دہی میں کامیاب ہو سکیں بہر حال میرا یہ اعتراض بھی صرف لفظ خطا کی خدا کی طرف نسبت کرنے پر تھا۔ جو بھی نیت ہو صریح لفظ اور توہین میں نیت کا اعتبار نہیں۔

اس کا جواب تو یہ تھا کہ کسی آسمانی کتاب و صحیفہ و کسی حدیث یا بزرگ یا ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے استعمال میں دکھا دیتے۔ کہ اس نے خدا تعالیٰ کی نسبت لفظ خاطی یا خطا کا استعمال کیا ہے اور میں عدالت کو یقین دلاتا ہوں کہ کہیں بھی خدا کی طرف خطا کی نسبت سوائے مرزائی لٹریچر کے نہیں مل سکتی۔ کیونکہ ایسے جاہ جلال۔

فقال لما یرید علام الغیوب ۔ کی نسبت کوئی ایسا شخص جو اپنے آپ کو بندہ کہتا ہو اور اسے مالک سمجھتا ہو کیونکر کرسکتا ہے۔

اور پھر یہ کہے کہ یہ خدا کا الہام ہے ایسے الہام رحمانی نہیں بلکہ شیطانی ہوتے ہیں جیسا کہ فتوحات وغیرہ میں مذکور ہیں ان کو حکایتاً نقل کرنے سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں حاشا للہ عیاذاباللہ۔ ثم عیاذاً باللہ۔

خدا بھی خطاء کرنے لگ جائے تو صواب پھر کون کرے گا ہمارے نزدیک تو نبی بھی معصوم اور ولی بھی محفوظ ہوتا ہے جب کہ اس لفظ خطا کی نسبت جو صراحتہً تنقیص جلالِ توحید ہے ایک محاورہ بھی نہ پیش ہو سکا تو گو اور بہت سے غیر متعلق حوالوں سے کاغذ سیاہ کیا ہو یہ اعتراض بھی لاجواب ہی رہا۔ یہاں نسبت اور مراد پر اعتراض ہی نہ تھا بلکہ استعمال لفظ پر تھا۔ جو بدستور قائم ہے۔

تاویلات رکیکہ پر ایک سرسری نظر

گو اس توضیح کے بعد ہمیں مدعا علیہ کی پیش کردہ تاویلات کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی مگر اس کے شائع ہونے پر کوئی ناسمجھ انسان مغالطہ میں پڑ جائے اس لیے اس کی حقیقت بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے پس مختصراً یہ گذارش ہے۔ (ابو الوفاء)

تاویل مختار مدعا علیہ۔

(۱) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے۔

(جواب)

نوٹ کے ابتدائی الفاظ میں " اس وحی الٰہی کے ظاہری الفاظ یہ معنیٰ رکھتے ہیں کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی" پھر تردد کی مثال دے کر لکھتے ہیں کہ اسی طرح یہ وحی الٰہی کہ کبھی میرا ارادہ خطا جاتا ہے اور کبھی پورا ہو جاتا ہے اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ میں کبھی اپنی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہے ہوتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی صـ۱۰۴)

عبارت بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل توجہ ہیں۔

ہمارا اعتراض ان الفاظ کی نسبت اور ظاہری معنیٰ پر ہے جو مرزا صاحب کو بھی مسلّم ہیں کہ "میں خطا بھی کروں گا" یا یہ کہ "کبھی میرا ارادہ خطا ہو جاتا ہے اور کبھی پورا ہوتا ہے۔

باقی جو تاویل کی ہے وہ خود ایک مستقل کفر اور عظیم الشان کفر ہے۔ اولاً الفاظ مکرر ملاحظہ ہوں۔

"کبھی میں اپنی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے"۔ (تفصیل کفریات)

(۱) پہلا کفر اس میں یہ ہے کہ خدا کے ارادہ کو منسوخ اور ایسا مانا ہے کہ کبھی نہیں بھی ہوتا ہے حالانکہ یہ صریح نص قرآن کے خلاف اور سراسر کفر ہے قال اللہ تعالیٰ۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون کہ اس کے امر کا یہ حال ہے کہ جب بھی کبھی کسی چیز کا ارادہ بصورت کن کرتا ہے وہ چیز فی الفور ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کے ارادہ اور چیز کے ہونے میں کوئی وقفہ ہی نہیں ہوتا کہ منسوخ یا کبھی نہ پورا ہونے کا احتمال ہو اور یہ مطلب کہ ارادہ کے ساتھ ہی فی الفور ہو جانا یواقیت والجواہر میں جو ان کے بھی مسلّم امام عبدالوہاب شعرانی کی ہے موجود ہے مزید براں مرزا صاحب کو بھی یہ مسلّم ہے اس آیت کا ترجمہ مندرجہ جنگ مقدس طبع سوم ص۱۵۱ ملاحظہ ہو حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو جا پس ساتھ ہی وہ ہو جاتی ہے۔"

مختار مدعا علیہ نے بھی بحث انما امرک الخ کے تحت میں مانا ہے کہ خدا کے کن والا ارادہ ہمیشہ منتج ہوتا ہے۔

پس یہ ماننا کہ کبھی اس کا ارادہ پورا نہیں ہوتا کھلا ہوا کفر ہے۔

(۲) دوسرا کفر اس میں یہ ہے کہ "کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے"۔ یہ ماننا کہ کبھی اس کا ارادہ جیسا چاہا ہوتا ہے اور کبھی جیسا چاہا نہیں ہوتا مسلّم کفر ہے۔ یہ تو انسان کا حال ہے۔ جیسا چاہا ہو کبھی ہو کبھی نہ ہو خدا تو وہ ہے کہ جب بھی جو چاہے جیسا چاہے فی الفور ویسا ہی ہو یہی معنیٰ ان اللہ علی کل شیء قدیر کے ہیں۔ قدیر کہتے ہی اُسے ہیں جو چاہے جیسا چاہے ویسا ہی ہمیشہ ہو اگر ہمیشہ نہ ہو یا ویسا نہ ہو تو قدیر کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا اسی لیے یہ صفت مختص باری تعالیٰ ہے ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی تحت آیت ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ والقادر ہو الذی ان شاء فعل وان لم یشاء لم یفعل والقدیر الفعال لما یشاء وعلی ما یشاء ولذلک قلما یوصف بہ غیر الباری تعالیٰ۔

یعنی قدیر جو فعال ہے کہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے اسی لیے غیر خدا کی یہ صفت نہیں ہو سکتی۔

(۳) تیسرا کفر ________________ یہ کہ خدا کا ارادہ منسوخ اور نہ ہونے والا کہا حالانکہ ارادہ منسوخ ہی نہیں ہو سکتا نسخ صرف وقتی احکام کے اپنے وقت پر ختم ہو جانے کو کہتے ہیں"۔ جیسے آج کل کی اصطلاح میں ہنگامی آرڈیننس کہا جاتا ہے نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے اختیار قدرت اردات عقائد و ذات صفات باری تعالیٰ میں ماننا کفر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ معنیٰ نسخ و حکم نسخ کے واسطے بیضاوی تحت آیت ماننسخ من آیتہ الخ اور بیان نسخ شرح عقائد شرح مواقف و شرح مقاصد وغیرہ۔

(۴) چوتھا کفر آیت انما امرک اذا اراد الخ کے مفہوم کی مخالفت اعتقادی۔

(۵) پانچواں کفر صفت قدیر کا انکار۔

لفظ تردد کی آڑ

اس لفظ اور لفظ خطا میں بڑا فرق ہے تردد صرف تامل کا نام ہے اور یہ توہین کے حق میں ایسا صریح نہیں جیسا کہ لفظ خطا کہ ایسی صریح توہین پر دال ہے کہ انسان کے واسطے بھی اگر اس نے ارتکاب خطا نہیں کیا اس کا استعمال کیا جرم ہے کہ بخلاف کسی معاملہ میں تردد و تامل۔

باقی اس حدیث کی شرح کا یہ موقع نہیں اس کی شرح کے واسطے اس کے تحت۔ فتح الباری و عمدۃ القاری شرح بخاری علامہ حافظ ابن حجرؒ مکیؒ و علامہ حافظ بدرالدین عینی رحمہما اللہ تعالیٰ یا نووی شرح مسلم ملاحظہ فرمائیں۔
اگر اس میں کوئی لفظ خطا یہ اس کا ہم معنی ہوتا تو زیادہ تفصیل کی جاتی۔

مرزا صاحب کے بعض الہام بطور شرح

باقی مرزا صاحب کے یہ الہام ان ربی لا یضل و لا ینسٰی۔ لا یخفی علی اللہ خافیہ۔ انہ یعلم السر و اخفی الخ جو اربعین ۲ صفحہ ۱۳۱ البشریٰ ج ۱ صفحہ ۳۴ البشریٰ ج ۲ صفحہ ۵۸ سے پیش کیے تو یہ تو قرآن پاک کی آیات ہیں جو بطور الہام مرزا صاحب۔
مکرر نقل کرتے ہیں اس سے ان کے عقیدہ کو کیا تعلق

(۱۵)

الارض والسماء معك كما هو معي

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ۔

(۱) "ہو اس تاویل سے واحد ہے کہ اس کا ترجمہ مخلوق ہے"۔ (سراج منیر صفحہ ۸۱)

(۲) ہو کی خبر واحد بتاویل مافی السموات والارض ہے"۔ (براہین جلد ۴ صفحہ ۴۸۷)

گواہ مدعیہ ۲ نے اس الہام سے مرزا صاحب پر یہ بہتان باندھا ہے کہ گویا مرزا صاحب نے اس الہام سے اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی طرح حاضر و ناظر جانا ہے حالانکہ نہ تو مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو" الخ۔

(۳) اس الہام کا وہ مطلب ہے جو براہین حصہ پنجم صفحہ ۶۱ پر ہے"۔

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان سے آپ کی صداقت کے نشانات ظاہر ہوئے ۔

آسمان بارد نشان الوقت مے گوید زمین الخ   تو نے طاعون کو بھی بھیجا مری نصرت" الخ۔

(۵) "اس قسم کی معیت سے شرک مراد لیا حد درجہ کی نادانی ہے کیونکہ اگر اس سے شرک لازم آیا تو جو خدا کی معیت کا مدعی ہو زیادہ مشرک ہونا چاہیئے" الخ (آیات)

(۶) مشابہت تامہ مراد نہیں بلکہ یہ ہے کہ صداقت کے نشان ہیں"۔

(۷) اس میں حاضر و ناظر ہونا مراد لینا بعید از عقل نہیں بلکہ پرلے درجہ کی جہالت کا مظاہرہ کرنا ہے"۔

جواب

(۱) یہ گواہ ۱ مدعیہ کا ہرگز استدلال نہیں عدالت خود گواہ ۱ مدعیہ کا بیان ملاحظہ فرمائے وہاں اس تقریر کا نام و نشان بھی نہیں۔

اور دراصل جو اس سے استدلال کیا گیا ہے اور بحث میں متعدد مرتبہ تذکرہ آیا وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس طرح اپنی ذات میں یکتا ہے ان ہی صفات اور تمام امور میں۔ پس کسی چیز کی خدا سے تشبیہ دینا خواہ وہ کسی قسم کی تشبیہ ہو موہم تنقیص و شرک ہے اور دوسرے مشرکانہ عقائد کی روشنی اور متکلم کے دیگر اقوال کے قرینہ سے یہ بھی ایک مشرکانہ عقیدہ ہو جائے گا۔

اس الہام میں کہ الارض والسماء معک کما ھو معی ۔ یعنی زمین و آسمان تمہارے (یعنی مرزا صاحب کے) ساتھ ویسے ہی ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ۔

کسی قسم کی معیۃ ہو خواہ علمی خواہ کوئی اور جس طرح خدا کے ساتھ کوئی چیز ہے اسی طرح کسی اور سے معیت ثابت کرنا خدا کے ساتھ شرک نہیں تو توحید کا کونسا حصہ ہے۔ مفصل جواب تاویلات)

(۲) مختار مدعا علیہ نے اولاً ضمیر ھو کی بحث کی کہ مخلوق مراد ہے الخ۔

جواب۔ جواب خواہ مخلوق مراد ہو یا ہر ایک زمین و آسمان اعتراض تشبیہ کا کہ خدا جیسی معیۃ کو بدستور باقی اور شرک ثابت کرنے کو کافی ووافی ہے۔

(۳) براہین حصہ پنجم صفحہ ۶۱ پر عدالت خود ملاحظہ فرمائے اس الہام کا کوئی مطلب بیان نہیں کیا گیا اس سے استنباط بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی خوش عقیدگی سے یہ مطلب اگر نکلتا ہو تو وہ نہ کسی پر حجت ہے نہ مرزا صاحب کی مراد۔

(۴) یہ کہنا کہ اس سے مراد صداقت کے نشان ہیں اور چند مثالیں دینا محض غلط ہیں یہ تمام صداقت کی مثالیں محض غلط اور جھوٹ اور خدا تعالیٰ پر افتراء ہیں مرزا صاحب کی صداقت کا ایک نشان بھی مدۃ العمر صداقت کی کسوٹی پر نہ اترا موضوع بحث نہیں ورنہ مفصل عرض کرتا نیز اس کھلے ہوئے مشرکانہ عقیدہ سے مراد صداقت کا نشان قرار دینا صرف مختار مدعا علیہ کی ذاتی اور غلط رائے ہے یہ تو ایسا مشرکانہ قول ہے کہ اسلام میں ہم کیا ہمارے باپ دادانے

نہ سنا ہوگا یہ صداقت کی دلیل ضرور ہیں۔

مگر مرزا صاحب کی نہیں بلکہ ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتیں کرنا دجال وکذاب کی نشانی قرار دیا ہے ارشاد ہے کہ۔

لا تقوم الساعۃ حتی تبعث دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم ولا آباءکم فایاکم و ایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔

(ترمذی شریف ومسلم شریف)

یعنی قیامت نہیں آسکتی جب تک اس قسم کے دجال وکذاب نہ اُٹھیں کہ تمہیں وہ باتیں کہیں جو تم نے اسلام میں سنیں اور نہ تمہارے آباؤنے پس ان سے بالکل علیحدہ رہنا۔ دیکھو تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ پھنسائیں۔ اس سے مختار مدعا علیہ خود فیصلہ کرے کہ کیا مطلب ہے۔

(۵) مختار مدعا علیہ کا اس میں سخت کلامی کے بعد یہ ارشاد ہے کہ اگر معیۃ آسمان وزمین سے شرک ہوا تو جس سے خدا کی معیت ہو وہ بھی مشرک ہوگا۔

جواب۔ یہاں معیت کا اعتراض ہی نہیں بلکہ تشبیہ کا ہے کہ جیسی خدا کی معیت ہے ویسی کسی کی نہیں ہو سکتی اور مرزا صاحب کا الہام ہے کہ زمین وآسمان تیرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ ہیں یہ لیس کمثلہ شیٔ کی ایک تائیدی کڑی ہے اور وہاں تمام قرائن بھی مجتمع ہیں اُسے کاٹ کے علیحدہ جواب ہی اس لیے دیا گیا تاکہ غلط ہو سکے اور مغالطہ کا موقع مل جائے۔

(۶) تاویل قول مختار مدعا علیہ"۔ مشابہت تامہ مراد نہیں بلکہ صداقت کے نشان مراد ہیں" الخ۔

جواب مشابہت تو تسلیم ہی کر لی جو موجب شرک ہے خواہ تامہ ہو یا ناقصہ خدا کے ساتھ مخلوق کسی طور پر مشابہت نہیں رکھتی۔ تامہ کا تو شاید کفار کو بھی خطرہ نہ گذرا ہو۔ ناقصہ کی وجہ سے وہ بھی مشرک ہیں ورنہ کوئی کافر اپنے معبود ان باطل کو خدا کے مشابہ تام نہیں مانتا۔

باقی میں بتا چکا کہ یہ صداقت کا نشان یا اس کی طرف اشارہ نہیں بلکہ دجال وکذاب ہونے کی نشانی ہے۔ جواب تو بن نہ سکا مختار مدعا علیہ نے الفاظ ذیل میں اپنا دل ٹھنڈا کر لیا کہ "یہ مطلب مراد لینا حد درجہ کی نادانی پر لے درجہ کی جہالت کا مظاہرہ ہے" جس پر ہم کچھ عرض نہیں کرتے۔ یہ ان کی تیز کلامی ہمارے سر آنکھوں پر۔

(ابوالوفاء)

(۱۶)

اصلی و اصوم اسھر و انام الخ

(البشریٰ صہ ۲/۹ ج)

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ ملاحظہ ہو۔ مختار مدعیہ نے اس الہام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کی گئی ہیں جو خدا کی شان کے بالکل مخالف ہیں اور آیت لا تاخذہ سنۃ و لا نوم ۔ کے مخالف ہیں اور یہ بھی اس کا ایک مغالطہ ہے کیونکہ پہلے حصہ میں مذکورہ امور خدا تعالیٰ کے متعلق نہیں بلکہ ملہم کی شان کا اظہار کر رہے ہیں اور دوسرا حصہ خدا تعالیٰ کے متعلق ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اپنی تجلی کے نور سے تجھ میں دکھلاؤں گا اور تجھے وہ نعمت دوں گا جو ہمیشہ رہے گی تحقیق خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ کرتے ہیں اس دوسرے حصہ میں جن انعامات کا ذکر کیا گیا ہے اسی کی وجہ پہلے حصہ الہام میں ملہم کی حالت ذکر کر کے بیان کی گئی ہے کہ آپ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں"

جواب :- جواب البشریٰ کا حوالہ مذکور عدالت کے حضور پیش ہے یہ حوالہ الہامات ۱۹۰۳ء کے ہیڈنگ کے تحت درج ہے اور اُس کا نمبر ۲۳۹ ہے اصل عبارت مع ترجمہ البشریٰ درج ہے اپنا ترجمہ بھی نہیں۔

اصلی و اصوم اسھر و انام و اجعل لک انوار القدوم و اعطیک ما یدوم ان اللہ مع الذین اتقوا ۔ (ترجمہ) میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا جاگتا ہوں اور سوتا ہوں اور تیرے لیے اپنے آنے کے نور عطا کروں گا اور وہ چیز تجھے دوں گا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں (البشریٰ صہ ۲/۹ ج) ملاحظہ ہو یہ خدا کا الہام ہے مرزا صاحب مخاطب ہیں خدا تعالےٰ متکلم ۔ پھر کس قدر دلیری ہے ایسی کھلی ہوئی چیز میں یہ کہنا کہ ایک حصہ سے مرزا صاحب کی حالت مراد ہے اور وہ متکلم ہیں اور ایک سے خدا مراد ہے اصل یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب خدا کی جسمیت کے قائل ہیں جیسا کہ بحوالہ توضیح مرام گذر چکا کہ اُس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض و طول رکھتا ہے" الخ۔

جس کا مختار مدعا علیہ نے یہ تک جواب نہ دیا کہ یہ غلط ہے اس کے بعد کے غیر متعلق فقروں کی تاویلیں کیں مگر ان کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا لہٰذا مرزا صاحب چونکہ خدا کے جسم و حدوث کے قائل ہیں اسی تخیل پر خدا انسے یہ بھی کہتا ہے کہ "میں سوتا ہوں اور جاگتا ہوں" (البشریٰ بحوالہ مذکورہ)

اور خدا کے واسطے سونا کجا اُونگھ بھی ناممکن ہے اس کی توحید کا ایک جزو اعظم منصوص مصرح یہ عقیدہ ہے کہ

اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ و لا نوم الخ

اور جس صفت سے خدا تعالیٰ اپنی پاکی کا صراحۃً اظہار کرے اور اپنے واسطے تنقیص اور عیب ٹھہرائے اُسے حقیقۃً

یا مجازاً و تاویلاً کسی طرح اس کی طرف منسوب کرنا اس کی توہین اور شرک اور لاآلہ الا اللہ کی توحید کے بالکل خلاف ہے۔ خدا کی شایان شان جو چیز نہ ہو اسے صرف اس کی طرف منسوب کرنا ہی کفر ہے عقیدہ ہو یا نہ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ نمبر ۱/۲ مارچ ۱۹۳۳ء بحوالہ فتاوی عالمگیری صفحہ ۸ج ۲ کہ وہ شخص کافر ہوگا جو خدا تعالیٰ کو ایسی چیز سے موصوف کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا خدا کے نام کے ساتھ ہنسی کرے یا بیٹا بنائے یا بیوی بنائے یا اسے جہل کی طرف نسبت یا عجز کی طرف نسبت کرے اور نقص کی طرف الخ۔

اور لاآلہ الا اللہ کے نوٹس کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب نے مذکورہ بالا کفریات سے نہ صرف ایک دو بلکہ ان سب کا مع شیٔ زائد ارتکاب فرمایا ہے اس الہام کا یہ مطلب لینا کہ "آپ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں" کس قدر مضحکہ خیز اور بے ربط تاویل ہے الہام مع انہیں کے ترجمہ کے اوپر درج ہے ملاحظہ فرمالیا جاوے۔ اس کی تائید میں مختار مدعا علیہ نے مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے۔

"کہ آنحضرتؐ کو ان اشخاص کی باتیں پہنچیں جن میں سے ایک نے کہا کہ میں ساری رات خدا کی عبادت ہی کرتا رہوں گا اور سوؤں گا نہیں اور دوسرے نے یہ کہا تھا کہ میں کبھی نکاح نہیں کروں گا اور ایک نے یہ کہا تھا۔ کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا تو آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔ میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیئے (بخاری کتاب النکاح صفحہ ۲ج ۳)۔

تو اس بات کا الہام کہ پہلے حصہ میں ملہم کی زبان پر ذکر کیا گیا ہے (ایں راہ کہ تو مے روی بترکستان است) کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور جاگتا ہوں اور سوتا بھی ہوں یعنی میں خدائی کا دعویدار نہیں ہوں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ہوں اور ایک مسلمان بندہ ہوں"۔

جواب میں حیران ہوں اور غالباً عدالت کو بھی تحیر ہوگا کہ گفتگو تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ مرزا صاحب پر ۳/ فروری ۱۹۰۷ء کو یہ الہام فرماتا ہے کہ "میں جاگتا ہوں اور سوتا ہوں" اور جواب میں مختار مدعا علیہ یہ حدیث پیش کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ میں روزے رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز پڑھتا ہوں تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیئے اصل ضروری عبارت حدیث ملاحظہ ہو۔ "تو آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو کہ میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیئے"۔

اس میں کس جگہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام فرمایا کہ "میں سوتا بھی ہوں جاگتا بھی ہوں" اس میں تو آپ صحابہ کو خطبہ یعنی وعظ فرما رہے ہیں کہ میں یہ افعال کرتا ہوں باوجودیکہ تم سے زائد خدا کا خوف رکھتا ہوں تم میری

سنت پر چلو اور رہبانیت اختیار مت کرو۔ اس کا کوئی بھی جواب گو غیر معقول ہی ہو مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے ادھر اُدھر کی بے ربط باتیں اور کبھی کچھ پیش کرتا ہے جو خود اس کی پراگندگی خاطر اور تحیر کا نمونہ ہیں مختار مدعا علیہ نے غالباً خود اس جواب کی لغویت کا خیال فرمایا اور ایک اس سے زیادہ بے معنی اپنی طرف سے جواب اور پیش کیا کہ وہ یہاں قل محذوف ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد جگہوں میں قل محذوف ہوتا ہے۔ سورۃ فاتحہ بھی انہی میں سے ہے" جواب۔ یہ وہی قدیمی عادت ہے جو اعتراض مرزا صاحب پر ہو وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو ان کے الہام یا وحی پر ہو قرآن پاک جیسی بے مثل و بے نظیر خدا کی پاک اور آخری اور ہمیشہ رہنے والی کتاب پر کر دیا جاتا ہے اللہ انہیں ہدایت اور سمجھ دے تاکہ یہ بلاوجہ مسلمانوں کا دل نہ دکھائیں۔

اچھا جواب یہ ہے کہ قل کے محذوف ہونے کی کیا دلیل کہیں مرزا صاحب نے فرمایا کہ یہاں قل محذوف ہے پھر یہ ایک ہی الہام میں نصف حصے کے واسطے قل محذوف اور مرزا صاحب کا کلام اور نصف میں قل نہیں خدا کا کلام آخر کچھ تو لگتی ہوئی تاویل ہونی چاہیئے سورۃ فاتحہ میں دیکھ لو اگر قل محذوف ہے تو ساتوں آیتوں میں یوں ہی اور جہاں جہاں ہے یہ تو نہیں کہ آدھے ٹکڑے کا قائل اور آدھے کا اور ۔۔۔ اور پھر کوئی قرینہ نہیں بخلاف اس کے مرزا صاحب کا اصل عقیدہ ہے کہ خدا کے بیشمار ہاتھ پیر ہیں طول و عرض بھی رکھتا ہے جسے مختار مدعا علیہ بھی لاجواب تسلیم کر چکا ہے اور ایک حرف بھی جواب نہ دیا کھلا ہوا قرینہ ہے کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کو مجسم سمجھتے ہیں۔ اور سونا جاگنا خدا ہی کا مراد ہے۔ البشریٰ سے الہام مذکور معہ ترجمہ بغور ملاحظہ فرمایا جائے کوئی بھی تاویل کارگر نہیں۔ اور کھلا ہوا کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ جب کہ مختار مدعیہ کے اعتراض سے لاجواب رہا تو اُس نے گواہ مدعیہ نمبر الف پر ایک بے معنیٰ اعتراض کر دیا تاکہ ان کی شہادت جو نہایت معتبر و معزز اور جرح سے سالم ہے۔ یوں ہی مخدوش ہو جائے۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"جیسے مختار مدعیہ نے ملہم کے صریح اقوال کے خلاف الہام کا مطلب لے کر عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ویسے ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مدعیہ کے چار گواہوں کے علاوہ دو گواہوں میں سے نمبر الف نے عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اور اس الہام کے لیے البشریٰ صفحہ $\frac{9}{2}$ کا حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے اور جس طرح میں قدیم ازلی ہوں اس طرح میں نے تیرے لیے ازلیت کے انوار کر دیے ہیں اور تو بھی ازلی ہے حالانکہ نہ یہ الہام کا مطلب ہے اور نہ ہی البشریٰ میں یہ ترجمہ لکھا ہے اس میں اس فقرہ کا یہ ترجمہ درج ہے اور تیرے لیے ۔۔۔۔۔۔ تا ۔۔۔۔۔۔۔ اختیار کرتے ہیں کیا ایسے گواہ جو بات کو اپنی طرف سے بنا کر دوسرے کی طرف منسوب کرنے سے نہیں ڈرتے وہ اس قابل ہیں کہ ان کی شہادت قبول کی جائے"۔

اس میں عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ انھوں نے یہ ترجمہ البشریٰ سے لکھا ہے اور یہ غلط ہے البشریٰ کا

ترجمہ اس کے مغایر ہے۔
جواب ۔ اولاً یہ ترجمہ نہیں ۔ بلکہ اپنا استنباط اور مطلب ہے ۔ جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلّم ہے ملاحظہ ہو کوٹیشن مذکورہ بالا کا ابتدائی حصہ ۔
"اور اس الہام کا البشریٰ سے حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے"۔
صرف البشریٰ سے الہام کا حوالہ ہے نہ ترجمہ کا اور مطلب یعنی اپنا استنباط لکھوایا ہے نہ ترجمہ ۔ لہٰذا اعتراض ہی لغو ہے۔
نیز البشریٰ کا ترجمہ نہ تو مرزا صاحب کا ہے نہ کسی معتبر عربی دان کا پھر اگر وہ خود صحیح ترجمہ اس عربی کا کر دیں تو کونسی قباحت ہے ۔
یہ ترجمہ مؤلف البشریٰ بابو منظور الٰہی کا ہے جس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے ۱۸ دسمبر کی بحث میں اسمع ولدی کی تحت میں یہ لکھا کہ "اس کے مؤلف بابو منظور الٰہی ملازم محکمہ تار ریلوے نے دیباچہ میں لکھدیا ہے ۔ کہ وہ کوئی عربی دان نہیں"۔
پس ایک جاہل آدمی کا ترجمہ کسی عربی دان عالم پر کیا حجت تھا وہ غلط تھا اپنا صحیح ترجمہ مطلب خیز پیش کر دیا یہ اور گواہ کے علم و فضل و دیانت کی دلیل ہے کہ غلط ترجمہ پر بنیاد نہ رکھی بلکہ صحیح پیش کر دیا اسے مختار مدعا علیہ مغالطہ سمجھ کر گواہ کو ناقابل اعتبار کہے یا مختار مدعیہ اور گواہ مذکور کے واسطے ناشائستہ الفاظ استعمال کرے اُس کی خوشی عدالت کو نہ اس سے مغالطہ ہو سکتا ہے اور نہ وہ بے لوث غیر مجروح شہادت اس طرح مجروح ہو سکتی ہے اس کے بعد مرزا صاحب کا مسلمانوں جیسا عقیدہ براہین وغیرہ سے خدا کے متعلق نقل کیا ہے اس کا اصولی جواب یہ ہے کہ وہ عقیدہ ابتدائی ہے جب دعویٰ نبوت اور یہ تمام کفریات نہ تھے کیونکہ براہین تو بڑی مقدم کتاب ہے جب تک تمام مسلمان اسی کے ساتھ تھے اور بقول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دشمن اور مرتد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی مداح ہے اور ان کا ریویو اس پر موجود ہے یہ الہام ۱۹۰۳ء کا ہے اس کے بعد کا کوئی حوالہ اس کے خلاف یا تردید کا نہ پیش کر سکے لہٰذا یہ بھی لاجواب کفر رہا ۔

(۱۷)

اعطیت صفۃ الاحیاء و الافناء من الرب الفعال

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ ۔
(۱) مرزا صاحب کے مذکورہ بالا الہام سے مختار مدعیہ نے یہ غلط استدلال کیا کہ مرزا صاحب نے اس قول سے اپنے

آپ کو خدائے تعالیٰ کی صفت محی و ممیت میں شریک مانا ہے۔

(۲) پھر مختار مدعیہ پر حسب عادت بہت ناراضی اور تیز کلامی کا اظہار فرما کے لفظ اعطیت من الرب الفعال ۔ کا اپنی مراد پر قرینہ بتانا چاہا ہے۔ اور یہ بھی فرما رہے ہیں کہ مختار مدعیہ نے مغالطہ کے واسطے لفظ من الرب الفعال ۔ نہیں ذکر کیا۔

(جواب)

اس جواب میں بھی ہمارے اعتراض کو اپنے الفاظ میں غلط نقل کیا۔ اعتراض یہ ہے کہ کسی کا خدا کے اذن سے بطور معجزہ و کرامت مردہ زندہ کرنا اور چیز ہے اور مارنے جلانے کی صفت اور قدرت حاصل ہو جانا اور چیز ہے یہ تو ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ انبیاء اولیاء نے باذن الٰہی بعض مرتبہ مردہ زندہ کیا مگر دائمی صفت مارنے جلانے کی نہ دی گئی تھی کہ جب چاہیں ماریں جب چاہیں جلائیں۔

پیدا کرنا۔ رزق و اولاد دینا مارنا جلانا یہ وہ صفات ہیں کہ بہ اتفاق اہل سنت والجماعت غیر اللہ میں بطور صفت کے نہ ذاتی ہو سکتے ہیں نہ عطائی۔

باذن اللہ کسی کے ہاتھ پر مردہ زندہ ہو جائے۔ مگر اس صفت کے مالک نہیں کر دیے جاتے کہ اللہ نے یہ صفت دیدی جب چاہیں اپنے اختیار سے کام لیں جیسے کہ صفت بنائی عطا فرمائی جب چاہیں اس سے دیکھیں۔ صفت سماعت بخشی۔ جب چاہیں سنیں۔

صفت ملنا وہی کہلاتا ہے۔ کہ ملنے کے بعد استعمال کا ہر وقت ہر طرح مجاز ہو۔ اور معجزہ میں اختیار کو کوئی دخل نہیں یہاں قال اللہ تعالیٰ ما کان لنبی ان یاتی بایتہ الا باذن اللہ (قرآن حکیم)

پس مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مارنے جلانے اِحیاء و افناء کی صفت عطا فرمائی ہے سراسر کھلا ہوا شرک ہے۔ یہ صفت صفات مختصہ باری تعالیٰ سے ہے کسی کو عطا نہیں ہو سکتی۔ قرآن پاک میں تصریح موجود ہے۔ ھو الذی یحیی و یمیت صرف اللہ ہی کی شان مارنا جلانا ہے تمام کتب عقائد اس سے پُر ہیں کہ یہ اور اس قسم کے صفات مختص بذات باری تعالیٰ ہیں۔ پس مرزا صاحب اپنے آپ کو اس صفت میں خدا کا شریک مان کر لا الٰہ الا اللہ پر مومن نہ رہے۔

(۲) اور یہ کہنا سراسر افترا ہے کہ مختار مدعیہ نے لفظ من الرب الفعّال حذف کر کے پیش کیا ہے۔ کیونکہ اولاً تو میرے نوٹوں میں موجود ہے نیز جرح میں کل نوٹ کرایا گیا اور بحث میں اصل کتاب سے اس دعویٰ کے ساتھ پیش ہوا کہ اگر شبہ ہو دیکھ لیں۔ باقی جواب ماسبق سے واضح ہو گیا کہ لفظ اعطیت اور من الرب الفعال کی آڑ شرک سے بچا نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ صفت ذاتی تو کسی کو کیا ہوتی۔ عطائی بھی یہ صفت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی۔

جنہوں نے مردہ زندہ کیے سنگریزوں نے جن کا کلمہ پڑھا اُستن حنانہ جن کے واسطے سسکیاں بھر کر رویا انہوں نے بھی نہ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے صفت احیاء و اماتۃ وافار دی ہے اور تمام انبیاء صحابہ کرام ۔ ائمہ دین ۔صوفیائے کرام ابدال قطب ۔ غوث کسی سے ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکے نہ پیش کی جا سکتی ہے ۔
اللہ کے پاک بندے اس سے مبرّا و منزّہ ہیں ۔ باقی تاویلیں خواہ خطبہ الہامیہ سے ہوں یا کہیں اور سے محض لغو ہیں ۔

(۱۸)

نئی زندگی نیا خدا الخ

تریاق القلوب ص۲۹۷۔

اس کا کچھ بھی جواب مختار مدعا علیہ پیش نہ کر سکا اصل الفاظ جواب مختار مدعا علیہ یہ ہیں ۔ اس عبارت سے مختار مدعیہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مرزا صاحب نعوذ باللہ) خدا تعالیٰ کو متغیر و متبدل مانتے ہیں اور یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے ۔ کیونکہ مرزا صاحب خدا تعالیٰ کو ازلی و ابدی غیر متبدل مانتے ہیں اور نیا خدا ہونے سے ہرگز آپ کی یہ مراد نہیں ہے کہ خدا پرانا ہو گیا تھا ۔ اور اب نیا ہو گیا ۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جب انسان خدا کی طرف جھکتا ہے اور ایک نیا رنگ عبودیت کا اختیار کرتا ہے جس کو نئی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر نئے رنگ کی تجلّی فرماتا ہے اور بندہ سے اس کا معاملہ ایک نیا معاملہ ہوتا ہے الخ مختار مدعا علیہ نے یہ اپنی طرف سے ایک معنیٰ باہر سے ڈالے ہیں جن کا وہاں کہیں پتہ نہیں نہ کوئی خارجی سیاق و سباق میں نام و نشان ہے ۔ نہ مختار مدعا علیہ اس کے جواب میں کوئی دلیل پیش کر سکا نہ پیش کر سکتا تھا ۔ مرزا صاحب کی عبارت اس شرکیہ میں بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہے نیز دوسرے کفریات سے ملا کر تو عظیم الشان کفر ہو جاتا ہے جس سے مخلوق کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو ۔

نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰؑ اور مسیحؑ اور ابراہیمؑ ۔ اور یعقوبؑ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھلائے جائیں ۔ نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو یقین نیا ہو نشان نئے ہوں اور دوسرے تمام لوگ قصوں اور کہانیوں کے جال میں گرفتار ہیں ۔

(تریاق القلوب ص۲۹۷)

باقی اللہ کے متعلق مرزا صاحب کی خوش عقیدگی جو کشتی نوحؑ اور اشتہار ملحقہ شہادت القرآن سے پیش کی ہے ۔ اور

اس سے اس کی شرح چاہی ہے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب کی عادت ہی کھلے ہوئے متعارضات اور اختلاف بیانی کی ہے۔ محض بے سود ہے جو شخص برابر متعارض کلام بولتا ہو اس کا ایک کلام دوسرے کی شرح نہیں ہوا کرتا۔

نمونہ ملاحظہ ہو

متعارض اقوال	پہلے قول کا متعارض
ایک قول۔ مسیح موعود ومثیل مسیح کے متعلق (۱) میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارہ میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۹۵)	(۱) اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ (ازالہ خورد صفحہ ۱۹۵ کلاں صفحہ ۶، گواہ نمبر ۲ صفحہ ۸۸ گواہ نمبر ۱ صفحہ ۸) (۱) میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ختم ہو گیا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ مثیل میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں۔ (ازالہ صفحہ ۱۵ کلاں ۸۳)
نبوت مسیح موعود (۲) وہ ابن مریم آنیوالا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا (ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۰)	(۲) جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ چلتا ہے اس کا حدیثوں سے یہ نشان دیا گیا کہ وہ نبی ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹)
مسیح کا امتحان (۳) یہ ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم اہل امت کے شمار میں آگئے ہیں۔ (ازالہ اوہام دوم صفحہ ۶۲۳)	(۳) حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۱۹۲)
مہدی کے متعلق (۱) الف اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانیوالا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلعم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۰)	(۱) الف میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق من ولد فاطمۃ و عترتی وغیرہ ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۱۸۵ گواہ نمبر ۲ صفحہ ۱۳)

(ب) میں خدا سے حکم پاکر۔ کہتا ہوں کہ میں نبی فارس سے ہوں بموجب اس حدیث کے جو کنز العمال میں درج ہے نبی فارس بھی بنی اسرائیل اور اہلِ بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔
(ایک غلطی کا ازالہ)

ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ حصہ اول ص ۲۲۶

دعویٰ مہدیت و نبوۃ (۱) الف نبوت کا دعوے نہیں بلکہ مہدیت کا دعویٰ ہے جو خدائے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے
(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۷ گواہ نمبر ۲ صفحہ ۵۳ ۔ وقریب منہ توضیح موسوم صفحہ ۱۷ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹)

(۱) ب وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم الکافرین اور یہ مجھے کہاں پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں۔ اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں ..... یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان ہو کر نبوت کا ادعا کروں۔ صفحہ ۷۹ حمامۃ البشریٰ طبع اول۔

(۲) ج اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اور سردار دو جہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا دیا میں نبوت کا مدعی بنا۔
(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۳)

(۳) د میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی ۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹۶)

نوٹ:۔ مرزا نے یہ تفنن اس لیے کیا کہ کم فہم لوگ ابتداءً مرید ہو جائیں اور ہندوستان کی ذہنیت پیر کے متعلق یہ ہے کہ پیر من خس است الخ اعتقا من بس است پھر جو چاہا سنوایا۔

(۱) ہمارا دعوےٰ ہے کہ رسول و نبی ہیں اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء۔

(۲) نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

(۳) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا
(دافع البلاء صفحہ ۱۱)

نوٹ:۔ باقی حوالوں کے لیے شیخ الجامعہ گواہ مدعیہ نمبر الف کا بیان ملاحظہ ہو۔

ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے .... ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے ..... اس لیے ہم نبی ہیں بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۷۲)

مگر باوجود اس شدومد کے خصوصاً ۱۹۰۱ء کے بعد کھلا ہوا دعویٰ نبوت ہے۔

تکفیر مسلمین

(۱) خدا نے میرے اوپر ایمان لانے کے واسطے تاکید کی میرا دشمن جہنمی ہے۔
(انجام آتھم صفحہ ۶۲)

(۲) بہر حال خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے حقیقۃ الوحی ۱۶۳

(۴) بعد ختم المرسلین میں کسی دوسرے مدعی رسالت و نبوت کو کاذب و کافر جانتا ہوں وہی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۸۹۔

(۵) ان پر واضح ہو کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(تبلیغ رسالت ج ۶ صفحہ ۲)

تکفیر مسلمین۔

(۱) یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعۃ کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

(تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۱۳۰)

(۳) خط بنام عبدالحکیم مرتد حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۶

(۴) ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدی کو مسلمان نہ سمجھیں۔

(انوار خلافت صفحہ ۳۵)

(۵) سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام تک نہ سنا ہو وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

لہٰذا یہ بطور کلیہ کے ملاحظہ عدالت کے لیے پیش ہے کہ جس کی عادت اس قسم کی خلاف بیانی کی ہو اس کی عبارات ایک دوسری کی شرح نہیں ہو سکتیں۔ اور مختار مدعا علیہ نے جو دور از کار بے ربط اور بلا قرینہ کچھ اس قسم کے متعارضات میں تاویلات کر کے تطبیق کی شکل نکالی ہے۔ وہ محض لاحاصل اور بے معنیٰ ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا اور عدالت خود مسل سے ملاحظہ فرما سکتی ہے۔

(۱۹)

متشابہات

قول مختار مدعا علیہ :

اُن اعتراضات کا جواب دینے کے بعد جو مختار مدعیہ نے اس امر کے ثبوت میں پیش کئے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مانتے اور خدا تعالےٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کرتے ہیں جو ان کے شان کے شایان نہیں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ الٰہی کلام ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک محکم دوسرا متشابہ اور خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ ابتغاء الفتنۃ جن کے دلوں میں زیغ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فتنہ برپا ہو اور لوگ حق سے منحرف ہو جائیں چنانچہ قرآن مجید میں بھی دونوں قسم کا کلام پایا جاتا ہے اور بعض کوتہ اندیش متشابہات کو ظاہری مضمون میں لے کر جادہ مستقیم سے منحرف ہو گئے اور خدا تعالیٰ کو بھی ایک مجسم چیز کی طرح سمجھنے اور اس کے لیے ہاتھ آنکھ وغیرہ ماننے لگے اور یہ سمجھا کہ واقعی عرش پر وہ ایک بادشاہ کی طرح بیٹھا ہوا ہے لیکن سمجھدار اور عارفان الٰہی نے ایسے کلمات کو محکمات کے تابع کیا۔ اور ان کے ایسے معنی کئے جو محکمات کے مخالف نہ تھے ۔"

جواب : عبارت مذکورہ بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل ملاحظہ ہیں جس میں اصول ٹھہرایا ہے کہ "کلام الٰہی ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک محکم دوسرا متشابہ" ۔

مگر واضح رہے کہ یہ اصول مرزا صاحب کے کلام پر اس وقت چسپاں ہوگا کہ ان کے تمام کلام یا الہامات کو الٰہی کلام اور الہام تسلیم کر لیا جائے اور انہیں دعوئ نبوت میں سچا اور ان کے الہامات وحی الٰہی مان لیں حالانکہ یہ چیز خود مابہ النزاع ہے ہم تو یہ سارے اقوال و الہامات یا تو خود ساختہ مانتے ہیں یا وساوس شیطانی وہ ہرگز کلام الٰہی نہیں ہو سکتے تائیدی نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱) یعنی یہ الہام ہوا تھا کہ عورت کی چال (ایلی ایلی لما سبقتانی بریت اذا کففت عن بنی اسرائیل ۔ (مکاشفات صفحہ ۵)

(۲) "حیضہ کی آمدن ہونیوالی ہے" ۔ (البشریٰ ص $\frac{۱۳۲}{۲}$ نقل از بدر جلد ۶ نمبر ۳۱ صفحہ ۳)

(۳) "غلام احمد کی جے" (البشریٰ ص $\frac{۱۳۲}{۲}$)

(۴) یریدون ان یروا طمثک (یعنی وہ تیرا حیض دیکھنے کا ارادہ کرتے ہیں) اس الہام کی تشریح خود مرزا صاحب کی زبانی اس طرح ہے بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی یا ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ

تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے"
(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳)

(۵) "ہو شعنا نعسا" (یہ الہام شاید عبرانی ہے جس کے معنی نہیں کھلے" (البشریٰ ج ۱ ص ۴۳ نقل از بدر جلد دوم نمبر ۱۶ مطبوعہ ۸ رمئی ۱۹۰۳ء از حضرت مسیح موعود۔

(۶) پیر لیشن عمر براطوس یا بلاطوس۔ (نوٹ) آخری لفظ پڑا طوس ہے یا بلاطوس ہے بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا اس جگہ براطوس اور پر لیشن کے معنی دریافت کرنے ہیں کہ کیا ہیں اور کس زبان کے یہ لفظ ہیں۔
(البشریٰ ج ۱ ص ۵۱) نقل از مکتوب احمدیہ ج ۱ ص ۶۸)

(۷) عثم عثم عثم له دفع الیه من ماله دفعته دیا گیا اس کو مال اس کا اچانک (البشریٰ ج ۲ ص ۵ نقل از الحکم) جلد ۲ ۲۶ و ۲۷۔

(۸) آئی لَو یُو۔ (ترجمہ) میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ (A) I love you.
آئی ایم وِد یُو (ترجمہ) میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (B) I am with you.
آئی شیل ہیلپ یُو (ترجمہ) میں تمہاری مدد کروں گا۔ (C) I shall help you.
آئی کین وات آئی وِل ڈُو (ترجمہ) میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ (d) I can what I will do.
وِی کین وات آئی وِل ڈُو (ترجمہ) ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔ (E) We can what we will do.
دِس از مائی اینمی (ترجمہ) یہ میرا دشمن ہے۔ (F) This is my enemy.
ان الہامات کے نزول کے وقت ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے البشریٰ ج ۱ ص ۷ نقل از براہین احمدیہ ج ۴ صفحہ ۴۸۔

(۹) "خاکسار پیپر منٹ" (کشف ۱۵ الحکم جلد ۹ نمبر ۷ البشریٰ ج ۲ ص ۹۴)
(۱۰) "ورڈ اینڈ ٹو گرلس" (ترجمہ الہامی) ایک کلام اور دو لڑکیاں (البشریٰ ج ۲ ص ۱۰۶)
(۱۱) "کلیسا کی طاقت کا نسخہ" (البشریٰ ج ۲ ص ۱۱۴ بدر جلد نمبر ۱۹ ص ۲)
(۱۲) "اب تک پیچھا نہیں چھوڑتی" (البشریٰ ج ۲ ص ۱۱۴ کشف نمبر ۲۲۹)
(۱۳) "کمترین کا بیڑا غرق ہو گیا" (البشریٰ ج ۲ ص ۱۳۱)
(۱۴) "آمین الملک جے سنگھ بہادر" (البشریٰ ج ۲ ص ۱۱۸)
(۱۵) "خیر" کشف نمبر ۲۳۹ بدر جلد ۲ نمبر ۳۸ صفحہ ۳ البشریٰ ج ۲ ص ۱۱۹)

(۱۶) ؎ آنکہ گوید ابن مریم چوں شدی	ہست او غافل زرازِ ایزدی
آں خدائے قادر و رب العباد	در براہین نام من مریم نہاد
مدتے بودم برنگ مریمی	دست نادادہ بہ پیران زمی۔
ہمچو بکرے یافتم نشو و نما	از رفیق راہ حق نا آشنا
بعد ازاں آں قادر رب المجید	روح عیسیٰ اندراں مریم دمید۔
پس بہ نقش رنگ دیگر شد عیاں	زادزاں مریم مسیح ابن زماں
زیں سبب شد ابن مریم نام من	زانکہ مریم بود اول گام من
بعد ازاں از نفخ حق عیسیٰ شدم	شد ز جائے مریمی برتر قدم
ایں ہمہ گفت است رب العالمین	گر نمیدانی براہین را ببین،

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۹)

(۱۷) برہمن اوتار سے مقابلہ اچھا نہیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

پس ہر عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ سے سرپا کلام ہرگز الہام الٰہی یا کلام ربانی نہیں ہو سکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ بھی دعویٰ سرے سے غلط ہے کہ ہر الٰہی کلام دو قسم کا ہوتا ہے۔ محکم و متشابہ۔ بلکہ یہ صرف قرآن حکیم کی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیت ہی سے واضح ہے جس کے ابتدائی اور آخری حصہ کو صرف اسی مغالطہ دہی کے واسطے کاٹ کر پیش کیا ہے ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو۔

"ھوالذی انزل علیک الکتاب منه آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات"

اسی اللہ نے آپ پر قرآن اتارا جس میں کچھ آیات محکمات ہیں جو اصل اصول کتاب ہیں اور کچھ متشابہات" اس میں تصریح ہے کہ یہ تقسیم صرف قرآنی آیات کی ہے حتیٰ کہ تورات وانجیل کی بھی نہیں۔ یہاں تک مرزا صاحب کے کلام کے واسطے گنجائش نکالی جائے۔

دوسرے اصطلاح قرآنی میں متشابہ وہ ہیں جو اللہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گفتگو کے لیے رموز و اشارات ہیں جنہیں کسی اور کے سمجھانے کو نہیں اتارا ان کا حکم یہ بتایا کہ علماء بھی اس میں غور و خوض نہ کریں بلکہ بلا تامل اسے خدا کی طرف سے سمجھ کر بلا تاویل کی فکر کے اس پر ایمان لے آئیں جیسے حمٓعسٓقٓ۔ کھیٰعٓصٓ۔ استوی علی العرش ---- الخ وغیرہ

حالانکہ مرزا صاحب کا کلام نہ قرآن منزل علی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ اس پر بلا تامل ایمان لانا اور تاویل تک نہ کرنا ضروری ہے۔

خود مختار مدعا علیہ بھی اس میں تاویلات کرکے یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ متشابہات نہیں کیونکہ اسی آیت پیش کردہ کا آخری حصہ جسے اسی مغالطہ کے لیے قطع کر دیا ہے کہ "وما یعلم تاویلہ الا اللہ" الآیۃ

متشابہات کی تاویل کوئی بھی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور علماء راسخین بھی خدا کی طرف سے مان کر اس پر آمنا کہتے ہیں پس یہ متشابہات نہ ہوئے۔

یہ کہنا بھی سراسر لغو ہے کہ یہ مرزا صاحب کا کلام متشابہات سے ہے اور جن کے دلوں میں زیغ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ فتنہ برپا کرنے کے واسطے اس کے پیچھے پڑتے ہیں الخ

کیونکہ اگر اس جیسے کھلے ہوئے کفریات اور لاجواب مشرکانہ خیالات کسی کو کفر سے بچا سکتے ہیں تو مختار مدعا علیہ کے اصول پر فرعون و نمرود ابولہب

بلکہ شیطان لعین کے کلام کو بھی متشابہات میں مان کر عین ایمان کلمات بتلانے پڑیں گے فرعون کا ۔ انا ربکم الاعلیٰ ۔ نمرود کا ۔ انا احی وامیت ۔ ابولہب کا ۔ تبالک ۔ یہود کا ۔ السام علیکم شیطان لعین کا ۔ انا خیر منہ الخ

کیا یہ اُسی اصول کے کلمات نہیں کہ تاویل ہو سکے ۔ بلکہ مرزا صاحب کے کلام سے اس میں زیادہ آسانی سے تاویل ہو سکتی ہے۔

اول دونوں نمبر انا ربکم الاعلیٰ انا احی وامیت کے مقابل مرزا صاحب کا انت اسمی الاعلیٰ اور اعطیت صفۃ الاحیاء والافناء من الرب الفعال کا مقابلہ کرکے تاویلیں دیکھی جائیں۔ اگر یہ کہیں کہ مذکورہ بالا اشخاص کا کفر دوسرے ادلہ سے متفق علیہ ہے۔ تو مرزا صاحب کو دنیائے اسلام کا کونسا فرقہ مسلمان مان رہا ہے، عرب ہوں یا عجم۔ ہندوستان ہو یا افغانستان مصر ہو یا شام ۔ غیر مقلد ہو یا مقلد۔ حنفی ہو یا شافعی مالکی ہو یا حنبلی صوفیہ کا گروہ ہو یا علماء ظواہر کا دیوبندی ہوں یا بریلوی ۔ اہل سنت والجماعت ہوں یا شیعہ حضرات و اہل قرآن غرض کوئی ان کا کفر واضح ہونے کے بعد انہیں مسلمان نہیں سمجھتا ۔

اور اس قدر آفتاب سے زیادہ روشن و واضح کفریات کے بعد یہ مجمل اور متشابہ کفریات بھی مختار مدعا علیہ کے اسی تراشیدہ اصول کے تحت کفر ہی پر محمول ہونگے ۔ نہ اسلام پر۔ اور متشابہات کا محکمات پر محمول کرنا متفقہ اصول قرار دیا ہے ۔ اور ہم نے بھی اولاً بنیادی طور پر محکمات سے کفر ثابت کرکے تائید میں ان گول مول الہامات کو پیش کیا ہے اصل بنیاد کب ہیں دیکھیے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تحت میں سب سے اول یہ والوھیتہ تتموج فی بنیادی اصول ہے کہ اس کی الوھیتہ میرے اندر موجزن ہے"۔ اور جس میں الوھیت ہو وہ الٰہ کہلائے گا اور جس میں ربوبیت ہو وہ رب ، پھر جب کوئی شخص اپنے کو بھی الٰہ مانے اور منوائے ۔ اور لا الہ الا اللہ بھی پڑھے ایک مرتبہ کیا کروڑ مرتبہ ہرگز ایمان دار نہیں ہو سکتا

کیونکہ لا الہ الا اللہ میں صرف ایک اللہ الٰہ ہے اور یہاں نہ بھی الٰہ ہے۔ نیز اُس کے سارے مریدین جن میں مدعا علیہ عبدالرزاق بھی ہے ان کے اس قول پر کہ "الوھیتہ تتموج فی" ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی لا الہ الا اللہ بظاہر پڑھ کر بظاہر الوہیت کا حصہ صرف خدا تعالٰی میں مانتے ہیں مگر مرزا صاحب کے اندر بھی الوہیت کے معتقد ہیں۔ پس جب کہ خدا کے سوا کسی ایک میں بھی الوھیتہ مان لی۔ تو کلمۂ توحید پر جس کا مطلب صرف ایک خدا ہی کے اندر الوہیت منحصر کرنا تھا ہرگز ہرگز ایمان دار نہ ہے۔ اس سے زائد کیا وضاحت چاہتے ہیں اور اس سے زائد محکم کیا ہوگا کہ اور دن کا الٹا سیدھا ربط بے ربط جواب تو دیا مگر اس کے جواب کا باوجود سینکڑوں صفحات سیاہ کرنے کے نام تک نہ لیا۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کاملین امت محمدیہ کو متشابہات ورثہ میں ملے جن پر خشک ملاؤں نے جہالت و نادانی سے اعتراضات کیے اور ان کے مورد وں کو کافر و مرتد و واجب القتل ٹھہرایا الخ"

تمام علمائے کرام حتیٰ کہ علمائے حرمین شریفین کثرہم اللہ تعالٰی سوادہم اور تمام صوفیاء کرام اور بلا استثناء تمام فرق اسلامیہ نے مرزا صاحب اور ان کے اذناب و اتباع و مریدین و معتقدین کو بلکہ اِن کفریات پر مطلع ہونے کے بعد۔ مرزا صاحب کو مسلمان سمجھنے والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا ہے۔

اب مختار مدعا علیہ کی خوشی جی چاہیئے انہیں خشک ملا جاہل و نادان کہے یا اس سے بڑھ کر کوئی گالی دے جب کہ ان کے مقتدا نے تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید الرسل فخر کل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اہل بیت کرام و صحابہ علیہم کو سب کچھ ان کہی کہہ ڈالی تو ان سے یہ کوئی غیر متوقع نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیان نبوت اور ان کی امت کا یہ شیوہ ہی ہونا تھا ورنہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد یاتونکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم ولا اٰباء کم ـ کیونکر ہوتا اگر یہ نہ کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدوق کی یہ پیشگوئی غلط ہو جاتی اور دین درہم برہم ہو جاتا۔ العیاذ اللہ۔ صدق اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قول مختار مدعا علیہ :۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رح فرماتے ہیں قرآن مجید میں متشابہات مثل ید النواء ۔۔۔۔ ۔ما ۔۔۔۔ صحو (ہوش) میں تھے (مقامات امام ربانی صفحہ ۵۰)

اگر مختار مدعیہ کی طرز استدلال صحیح سمجھی جائے تو امام ربانی کی اس منقولہ حدیث سے خدا کا مجسم ہونا اس سے بہت بڑھ کر ثابت ہو سکتا ہے جیسا کہ مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے متشابہات الہامات سے آپ کے منشاء اور کھلی کھلی تشریحات

کے خلاف معنی سے کر ثابت کرنا چاہا ہے کیونکہ اس میں ضحک اللہ کے لفظ ہیں جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہنسا اور مختار مدعیہ کی طرز استدلال کے لحاظ سے ہنسنے کے لیے ان چیزوں کی جن سے ہنسنے کا فعل منحصر ہے یعنی رخسار اور لب وغیرہ کی ضرورت ہے اور جس میں یہ چیزیں پائی جائیں اس کے مجسم ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

جواب یہ مختار مدعا علیہ کا اپنا اختراع ہے کہ اس حدیث میں ضحک کے معنی ہنسنے کے ہیں جس کے واسطے لب و دندان منہ درکار ہے۔

یہاں ضحک کے معنی کسی نے ہنسنے کے نہیں کیے کسی حدیث یا تصوف کی کتاب حتیٰ کہ اپنے مسلم و مقبول امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب یواقیت کو دیکھتا تو بھی یہ بہتان نہ باندھ سکتا اور اگر کچھ توفیق نہ ہوئی تھی تو کسی ڈکشنری لغت کی کتاب ضحک کے معنیٰ دیکھ لیتا کہ اس کے حقیقی معنیٰ راضی ہونے اور قبول کرنے کے ہیں اور یہی راضی ہونے کے معنیٰ حدیث میں مراد ہیں کہ اللہ راضی و خوش ہوا۔ ملاحظہ ہو منتہی الارب۔

" ضحک ضحکاً بالفتح و ضحکاً بالکسر و کسرتین ...... راضی شد و قبول کرد"۔

یوں ہی متعدد محاورات تاج العروس و لسان العرب میں موجود ہیں جو مرزا صاحب کی بھی مسلّم لغات ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعیہ علیہا ۔

اس حدیث نبوی جس میں خدا کی طرف نسبت ضحک ہے۔ جس سے مختار مدعا علیہ الزاماً خدا کا مجسم ہونا ثابت کر رہا ہے اور مرزا صاحب کی غیر مسئول لاجواب عبارت کہ" اُس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں طول و عرض رکھتا ہے"، دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہاں ضحک ہے جس کے معنیٰ اصل لغت میں راضی و قبول کرنے کے ہیں اور یہاں صراحۃً" نہ صرف ہاتھ پاؤں بلکہ طول و عرض جو بالاتفاق جسم کے لوازم ہیں موجود ہیں جن کی کوئی بھی جھوٹی سچی الٹی سیدھی ربط دے ربط تاویل مختار مدعا علیہ سے بھی نہ بن پڑی اور اس کا نام تک نہ لیا اور اس سے اگلے فقرات کی شرح شروع کر دی۔

یہ چیزیں صرف فریق مدعیہ کے جذبات مجروح کرنے کے واسطے معرض بیان بلکہ ریکارڈ مسل پر لائی گئیں کہ جو جو اعتراضات مدعیہ کی طرف سے ہمارے رسول قدنی پر کئے جائیں گے وہ سب ان کے رسول تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وسلم پر دہرا کے دل ٹھنڈا کر لیں گے۔

ہم عدالت کو یقین دلاتے ہیں کہ اس قسم کے امور باوجودیکہ ہمارے واسطے انتہائی صبر شکن اور ناقابل برداشت ہے مگر ہم نے خدا جانے کیوں کر برداشت کیا اور سوائے عدالت کی توجہ مبذول کرانے کے کوئی احتجاج روا نہ رکھا ہے

وائے ناکامی الفت ہائے محرومی عشق
غیر سے کرنی پڑی ہے التجا میرے لیے

باقی مجدد صاحب کی عبارت کے الفاظ ملاحظہ ہوں بالکل عبارت بے غبار ہے کوئی ان کی تائید نہیں محض اپنی طبیعت سے بہتان باندھا ہے۔ رہی حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ اس کا مفصل جواب اوپر بحوالہ انہیں کے مسلّم امام عبدالوہاب شعرانی کی زبانی الیواقیت والجواہر صفحہ ۱۱۸ / ۱ سے گذر چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"یہ سب امور موجب کفر و ارتداد ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی کی تحریر میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو مدینہ کی گلیوں میں ایک بے ریش و نوجوان کی شکل میں دیکھا اور اس نے اپنا ہاتھ میرے شانوں پر رکھا اور میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور یہ تمام باتیں بھی مختار مدعیہ کی عجیب و غریب مگر خلاف اہل اسلام طرف استدلال کے رو سے خدا کو مجسم ٹھہراتے ہیں چونکہ بے ریش نوجوان اور اس کا ہاتھ اور اس کی ٹھنڈک وغیرہ امور تجسم کو چاہتے ہیں اور صرف مجدد الف ثانی ہی کو جنہوں نے یہ حدیث نقل کیا ہے۔ نعوذ باللہ مشرک و کافر مرتد نہیں ٹھہراتے۔ بلکہ نعوذ باللہ دور دور اور بہت دور تک نوبت پہنچائی ہے دیو بندی مولوی بظاہر تو مجدد الف ثانی کو بڑی شد و مد سے اپنا قبلہ و کعبہ بتلاتے ہیں مگر جب دوسروں کو کافر کہنے کا شوق زور کرتا ہے تو ان پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں"۔

اس میں جس قدر سوقیانہ لہجہ اور تیز کلامی ہے وہ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ جوابات کس جذبہ عداوت کے تحت میں دیے گئے ہیں اور ان کی اصولاً کیا حیثیت ہے میں اصل مدعا یعنی حدیث "میں نے مدینہ کی گلیوں میں اللہ تعالیٰ کو ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا الخ۔ کا جواب پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ خدا کا مجسم ہونا نکالنا چاہتا ہے۔

جواب

اولاً اس حدیث کو تمام مسلّم ائمہ جرح و تعدیل جیسے امام یحییٰ ابن سعید قطان جو جرح و تعدیل کے امام ہیں اور ابن معین وغیرہ اس حدیث کو مختلف طرق سے مجروح بتاتے ہیں بلکہ علامہ ابن جوزی تو اسے موضوع قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہوں کتب رجال نیز تذکرۃ الموضوعات ملا علی قاری وغیرہ اور مجروح حدیث تو مختار مدعا علیہ بلکہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی ناقابل اعتبار ہے (ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱ ۸ مارچ ۱۹۳۲ء) حدیث بشرطیکہ جرح سے خالی ہو معتبر ہوگی ازالہ ص ۲۳۱۔

نیز عقائد میں اگر مجروح نہ بھی ہو تو بھی قطعیات کا اعتبار ہے اور متواترات کا اعلیٰ درجہ کی صحیح احاد تک معتبر نہیں چہ جائے احاد مجروح ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ ۱ و ۲ نیز جرح گواہ ۱ ۸ مارچ ۱۹۳۲ء

صرف جلال الدین سیوطی (جن کو ان کے زمانہ کے علماء اور معلّم ائمہ علامہ سبکی وغیرہ حاطب لیل رطب و یابس جمع کرنے والا قرار دیتے ہیں

اور محمد طاہر صاحب مجمع البحار تصحیح کرتے ہیں اور یہ دونوں حضرات امام جرح و تعدیل نہیں اور ہر فن میں صرف

اسی فن کے اہل اور امام کی رائے معتبر ہوتی ہے جو مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ ملا ۸ مارچ ۱۹۳۳ء باقی صاحب تذکرۃ الموضوعات کا ابوزرعہ سے حدیث ابن عباس کی تصحیح نقل کرنا تو اوّل تو وہ اور حدیث ہے دوسری اُسی میں یہ بھی اسی جگہ منقول ہے کہ راہ بغواد ہ کہ یہ دِل اور قلب کا دیکھنا مراد ہے نہ آنکھوں کا حتیٰ کہ مجسم ہونا لازم ہے۔

اسی تذکرۃ میں مطلب حدیث یہ لکھا ہے۔

"حدیث اگر خواب میں دیکھنے پر محمول ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر بیداری پر محمول کریں۔ تو ہمارے استاد کمال الدین ابن ہمام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ خدا کا دیکھنا نہیں بلکہ حجاب صورۃ کا دیکھنا ہے جو باری تعالیٰ کے حجابات سے ہے اصل عبارت

والحديث ان حمل على رؤيته المنام فلا اشكال وان حمل على اليقظة فاجاب استاذنا كمال الدين ابن همام بان هذا حجاب الصورة الخ (تذکرۃ الموضوعات مصری صد ۱۲)"

اور مختار مدعا علیہ کے بھی مسلم امام ابن عربی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی صورت نہیں دیکھی بلکہ اس کے آئینہ جلال میں خود اپنا نقشہ دیکھا جیسے کہ آئینہ میں ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنی صورت ہوتی ہے نہ آئینہ۔ ملاحظہ ہو (الیواقیت والجواہر ج ۱ صفحہ ۱۲۳) اصل عبارت۔

فان قلت فاذن ماراى العبد الاصورة نفسه فى مرأة معرفة الحق وماراى الحق حقيقة قلت نعم وهو كذلك فحكمه الانسان الذى راى وجهه فى المرأة المحسوسة فانه يرى صورة نفسه حاجبة له عن مشهود جرم المرأة۔

اولاً مرزا صاحب کے کلام پر جو ہمارا اعتراض تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مجدد صاحب وغیرہ پر دہرایا پھر وہی اعتراض خدائے قدوس اور اس کے پاکیزہ کلام پر چسپاں کرنے کے واسطے مندرجہ ذیل آیات پیش کر کے وہی اعتراض دہرایا ہے۔

آیات

استوى على العرش۔ يحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية۔ يداه مبسوطتان

ان آیات کی تفسیر چونکہ یہاں سے غیر متعلق ہے اور طول طویل ہے جس کی عدالت کی جانب سے اجازت نہیں جنہیں دیکھنا ہو تفسیر بیضاوی۔ کشاف تفسیر ابن عربی تفسیر کبیر ملاحظہ فرمائیں۔

باقی مختار مدعا علیہ کا یہ حوالہ بالکل مفید نہیں کیونکہ ہم نے مرزا صاحب کی صریح کلام کو بنیاد قرار دیا ہے (الوہیت تموج نے) اور

طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ لہٰذا اس قسم کے متشابہات کی آڑ ہی بے کار ہے اسی پر استنزلہ العرش وغیرہ کو قیاس فرما لیں قول مختار مدعا علیہ آخر میں اتنا کہدینا ضروری ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات میں بھی محکم اور متشابہ دونوں قسم کا کلام ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض امر نہیں حسب قاعدہ متشابہ کو محکم کے تابع کرنا چاہیے یعنی ملہم کے متشابہ الہام کے معنی..... خود بیان کردیے ہوں تو کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچ سکتا کہ وہ ان مضمون کے خلاف کوئی اور معنی نکالے متشابہ الہام تو الہام ہے کسی مبہم یا ذوالوجوہ عبارت کے معنی بھی منشاء متکلم کے خلاف نہیں نکالے جا سکتے اور یہ وہ اصل ہے جس سے دنیا میں کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا حتیٰ کہ دیوبندیوں کے ابن شیر خدا علی المرتضیٰ سابق ناظم دارالعلوم دیوبند مختار مدعیہ سلا بھی بضرب دہل اس کی تصدیق وتائید کا اعلان فرمارہے ہیں چنانچہ مولوی احمد رضا خان کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں کہ اب اپنی طرف سے خلاف منشار متکلم کلام کے معنی تجویز فرماتے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون (السحاب المدرار صفحہ ۴۴) علاوہ ازیں تصنیف را مصنف نیکو کند بیان جب مصنف خود فرماتے ہیں۔ کہ میرا مطلب یہ ہے تو اب کسی کو چون وچرا کی گنجائش کیا ہے (السحاب المدرار صفحہ ۵۵)

اور مفتی دیوبند مولوی محمد شفیع گواہ مدعیہ سلا نے بھی ۲۰ راگست کو جرح کے جواب میں اس اصل کو تسلیم کیا ہے کہ اگر مختلف اقوال مذکور ہوں تو مبہم قول مفصل اقوال کی طرف راجع کیا جائے گا۔"

الجواب

اسی مسلمہ متفقہ اصول پر ہم نے بھی مرزا صاحب کی کلام کی تاویلات جو مختار مدعا علیہ نے کیں نا قابل التفات سمجھتے ہیں اور اس کے الہامات کا مطلب و الوھیتہ نتموج فیھا۔ اور طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

لاجواب اور صریح اقوال کی روشنی میں مرادلے کر کفر کا حکم لگاتے ہیں ورنہ خواہ مخواہ ہمیں کوئی ان سے ذاتی عناد نہیں کہ کافر بنائیں اور عاقبت خراب کریں یہ ضرور ہے کہ کافر کو کافر سمجھنا اور اس کے کفر پر راضی رہکر دنیا کو مغالطہ میں رکھنا یہ بھی کفر اور رضائے بالکفر ہے۔

(نوٹ) آخر میں یہ بھی گذارش کردوں کہ یہ بلاوجہ متشابہات کی بحث صرف اس لیے چھیڑی گئی کہ ہمارے جذبات مجروح ہوں کیونکہ اس سے صاف واضح ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور ان کا کلام قرآن پاک کی طرح ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی مذہب ہے۔

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا ۔۔۔ بخدا پاک دانمش زخطا ،

ہمچو قرآن منزہ اش دانم ۔۔۔ ازخطا ہا ہمیں است ایمانم ، (درثمین)

اگر حسن ظن کو مختار مدعا علیہ کی نسبت ہم کام میں لائیں گو اب اس کا کوئی موقعہ نہیں۔ تو یہ عرض کردیں کہ مختار مدعا علیہ کو یہ بحث چھیڑنے میں مغالطہ ہوگیا ہے کہ اس نے مرزا صاحب کو حضور کی طرح اور ان کی کلام کو قرآن پاک کی طرح

سمجھ لیا ہے۔ ورنہ کبھی وہ حکم جو ھوالذی انزل الیک الکتاب منہ اٰیات محکمات الخ میں ہے جو صراحتہً
صرف کتاب اللہ قرآن حکیم سے مختص ہے مرزا صاحب کی کلام پر چسپاں نہ کرتا۔

اب میں اپنے لاجواب حوالوں کو جو اس ہیڈنگ میں ہیں حسب وعدہ فہرست اپنے جواب کی تائیدو
تکمیل کے لیے عرض کرتا ہوں کہ باوجود اس طول طویل دوراز کار تاویلات کے ہمارا مدعا بدستور ثابت رہا کہ مرزا صاحب
اوران کے متبعین خواہ کتنی ہی مرتبہ لا الٰہ الا اللہ نمائشی زبان پر لائیں مگران عقائد کفریہ منافی توحید کے ہوتے ہوئے
لا الٰہ الا اللہ پر کسی طرح ان کا ایمان ثابت نہیں ہوسکتا لا الٰہ الا اللہ۔ کے خلاف بالکل لاجواب حوالے جن کا تذکرہ تک نہ
کیا۔ تمہیداً جرح گواہ مدعا علیہ ۱ یکم مارچ ۳۳ء و ۲ ۲۶ مارچ ۳۳ء۔

(۱) ادعائے الوہیت والوھیتہ تتموج فی وحی۔ اوراس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے
(۲) تمہید عینیت۔ انت فی وانا منک دافع البلاء صفحہ ۶ (آئینہ کمالات وکتاب البریہ)
(۳) عقیدہ جسمیت۔ اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض وطول رکھتا ہے۔
(توضیح المرام صفحہ ۷۵)
(۴) تحسین وتاویل عقیدہ تثلیث۔ اوران دونوں محبتوں کے کمال سے .... اس کا نام پاک تثلیث
ہے اس لیے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لیے بطور ابن اللہ کے ہے (توضیح مرام صفحہ ۴۱)۔
(۵) شرم دامنگیر ہونا۔ لیکن تعجب کہ کیسے بڑے ادب سے خدا نے مجھ کو پکارا ہے کہ مرزا نہیں کہا بلکہ مرزا صاحب کہا
ہے .... اور پھر دوسرا تعجب یہ کہ باوجود اس کے کہ میری طرف سے یہ درخواست تھی کہ الہام میں میرا
نام ظاہر کیا جائے۔ مگر پھر بھی خدا کو میرا نام لینے سے شرم دامنگیر ہوگئی اور شرم کے غلبہ نے میرا نام زبان پر
لانے سے اُس کو روک دیا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵۶)
(۶) صیاد کے ساتھ تشبیہ۔ اب سے پہلے خدا خاموش بیٹھا رہا اور اسی طرح بیٹھا رہا جس طرح صیاد جال کے نیچے
دانہ ڈال کر بیٹھتا ہے۔ (تقدیر الٰہی صفحہ ۲۹)
(۷) تنقیص امر باری تعالی۔ یتم امرک ولا یتم امری۔ وہ لاجواب حوالے جن کا جوابی بحث میں تذکرہ ہے
مگر اعتراضی پوائنٹ نظر انداز کیا گیا۔

(۱) شرک فی الاسم۔ اغفر وارحم من السماء ربنا عاج۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶/۵۵۵)۔
(۲) ادعائے یکتائی۔ انت بمنزلۃ توحیدی وتفریدی۔ (اربعین ۳ حاشیہ صفحہ ۲۵)۔
(۳) شرک فی الامر۔ انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون (استفتاء معہ براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۰۷)
وجرح گواہ مدعا علیہ ۱ ۲ مارچ ۳۳ء۔

"لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے۔"

(۴) عقیدہ تثلیث ۔ انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء منشاء (استفتاء صفحہ ۸۵) منشاء اعتراض کان کی تثلیث و تشبیہ ہے۔

(۵) عقیدہ جسمیت ۔ روشنائی چھڑکنے والا نشان ۱۰۶ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵۔

(۶) نسبت ولایت ۔ انت فی بمنزلۃ ولدی حقیقۃ الوحی

(۷) عقیدہ ابوت ۔ ان اللہ یبشرک بغلام مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء (بحوالہ مذکورہ)

(۸) خطا و صواب کی نسبت ۔ انی مع الرسول اجیب اخطی و اصیب ۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳)

(۹) خدا کا اسم اعلیٰ ہونا ۔ انت اسم الاعلیٰ (اربعین ۳ صفحہ ۳۴)

(۱۰) استعمال لفظ خواب و بیداری ۔ اسہر و انام سوتا بھی ہوں جاگتا بھی (البشریٰ ج ۲ ص ۷۹)۔

(۱۱) نیا خدا ۔ بحوالہ تریاق القلوب صفحہ ۳۹۷ ۔ جو گزر چکا۔

(۱۲) صفتہ الاحیاء والافناء ۔ اعطیت صفۃ الاحیاء والافناء من الرب الفعال۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۳)

مختار مدعا علیہ نے سیکڑوں تائید کے نام پر اور اس کی آڑ لے کر تائیدی حوالے پیش کئے ہیں اور میں صرف ایک حوالہ اس جواب کی تائید میں پیش کرتا ہوں جس سے حضرت باری تعالیٰ جل و علا شانہ کی نسبت مرزا صاحب کا نظریہ واضح ہو جائے گا اور تمام ان کے اجمالی الہامات کفریہ کے حل کرنے کو معیار ہو گا ۔ نیز اس کے متعلق میرا یہ دعویٰ ہے کہ ایسا کشف اور عظیم الشان کفریہ کسی کے وہم و گمان میں نہ ہو گا۔

(۲۰)

کشف مرزا صاحب ۔ ایک مرتبہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ نے طاقت رجولیت کا اظہار فرمایا ۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے (کشف مرزا صاحب منقول از اسلامی قربانی قاضی یار محمد صاحب بی اے پلیڈر ۔ بحوالہ صدع النقاب مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی ۔ وعشرہ کاملہ۔

قاضی یار محمد صاحب مرزا صاحب کے مرید خاص ہیں اور مرید کی شہادت باقرار مرزا غلام احمد صاحب پیر کے حق میں سب سے زائد معتبر ہے ملاحظہ ہو۔ (حقیقۃ الوحی)

آنچہ من بشنوم زوحی خدا،
بخدا پاک دانمش زخطا،

؎ ہمچو قرآں منزہ اشس دانم از خطا ہا ہمیں است ایمانم

ایسا شخص اگر ایک نہیں ایک کروڑ بلکہ بے شمار مرتبہ لاالٰہ الا اللہ پڑھے ہرگز ہرگز ایمان دار اور کلمہ توحید کا قائل اور اس پر مومن شمار نہیں ہو سکتا اور یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ شیطان لعین بھی عیاذاً باللہ کلمہ گو مسلمان ہے کیونکہ اس کا صرف ایک کفر ہے اور عدالت خود مقابلہ کرے کہ ان کی نسبت کس قدر ہلکا اور کتنی آسانی سے قابل تاویل ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کے متبعین کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔

استدعا

یہ حصہ ثابت ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین جن میں مدعا علیہ بھی منسلک ہے ایمان کے بنیادی اور سب سے زیادہ ضروری جزو کلمہ لاالٰہ الا اللہ پر ایمان نہیں مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیئے گو کسی اور چیز کا جواب نہ دیا جائے اور نہ کوئی اور کفریہ عقیدہ ثابت کیا جائے بلکہ لاالٰہ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی صورت میں گو تمام ایمانیات اس میں مکمل اور متفقہ طور پر موجود ہوں پھر بھی کافر و مرتد ہی رہے گا اور مدعا علیہ کو اپنے مرزائی احمدی ہونے کا اقرار ہی ہے پس مدعا علیہ باقرار خود مرزائی ہے اور مرزائیت سے لاالٰہ الا اللہ پر کسی طرح ایمان نہیں رہ سکتا لہٰذا اس سے نہ صرف ارتداد بلکہ کھلا ہوا متفقہ ارتداد لازم آیا۔

جس سے یقیناً نکاح فسخ ہونا چاہیئے کیونکہ ارتداد پر فسخ نکاح کا حکم ہونا نہ صرف فقہ حنفی کا مسلم قانون ہے بلکہ محمڈن لا کا بھی۔ اور گواہان مدعا علیہ کو بھی مسلّم ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۱ یکم مارچ کے الفاظ اگر مرتد ہو جائے تو عام فتویٰ بھی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔

اور ملاحظہ ہوں الفاظ گواہ مدعا علیہ ۲ بجواب جرح ۲۱ مارچ ۲۶ء مرتد ہونے سے تعامل یہ ہے کہ نکاح فسخ سمجھا جائے گا۔ تعامل سے تمام مسلمانوں کا تعامل مراد ہے،،

؎ ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

فللّٰہ الحمد حمداً کثیراً وصلی اللہ علی حبیبہٖ وصحبہٖ وسلم تسلیماً کثیراً
کلمہ توحید کے جزو اول لاالٰہ الا اللہ کا جواب ختم ہوا۔

کلمۂ توحید دوسرا حصہ ،

محمدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قول مختار مدعا علیہ :

"مختار مدعیہ نے کلمہ کے دوسرے جزو یعنی محمد رسول اللہ سے بھی مرزا صاحب کو اسی طرح منکر قرار دینا چاہا ہے اور اس امر میں بھی عدالت کو اسی طرح مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے جس طرح کہ پہلے کی تھی اور اس لغو و باطل امر کو ثابت کرنے کے لیے کہ نعوذ باللہ آپ کلمہ کے جزو دوم کے بھی منکر ہیں جو بحث اس نے عدالت کے سامنے کی ہے وہ اس کی پہلی بحث سے بھی زیادہ مخدوش و لغو ہے"۔

الجواب

پہلے کی بحث کا جواب مفصل عدالت کے سامنے آچکا اور واضح ہو چکا کہ مختار مدعا علیہ نے کس قدر حوالہ لاجواب چھوڑ دئے اور سوائے ایک حوالہ کے کسی میں بھی مختار مدعیہ کے اعتراض کو ہاتھ نہ لگایا اور ادھر ادھر کے مسل کے خلاف غیر متعلق امور سے بحث کے حجم میں زیادتی کی ۔ اور وہ ایک حوالہ بھی جس کا بزعم خود جواب دیا ہے ۔ وہ جواب اس کے اور مرزا صاحب کے مسلمات کی رو سے بالکل لغو باطل و مخدوش ہے جو قابل التفات بھی نہیں کیونکہ خود مصنف کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں ۔

قول مختار مدعا علیہ :

"قبل اس کے کہ میں اس کے ایک ایک الہام کے متعلق علیحدہ علیحدہ کلام کروں عدالت سے اس طرف توجہ مبذول کرنے کی خصوصیت سے درخواست کرتا ہوں کہ کسی شخص کا عقیدہ اس کے صاف الفاظ سے معلوم کیا جا سکتا ہے نہ کہ اس کے مخالفوں کے ان معانی سے جو انہوں نے اس کی کسی متشابہ یا مجمل و مبہم عبارت سے اس کی منشاء کے خلاف نکالے ہوں خاص کر ایسی حالت میں کہ اس شخص کے کفر و اسلام کا مسئلہ زیر بحث ہو"۔

الجواب

اسی اصول کے تحت میں تو اصل بحث کی بنیاد متکلم کی نہایت واضح اور مصرح قول پر رکھی تھی جو اس کی نیت پر برہان قاطع تھا۔ اور جس کا جوابی بحث میں جواب کجا مختار مدعا علیہ نے نام تک نہ لیا۔ جیسا کہ مفصل اوپر گذر چکا۔ اب دوسرے حصہ میں بھی ان شاء اللہ وہی ملاحظہ میں آئے گا۔

کفر و اسلام کے نازک مسئلہ کی بنیاد ہم نے تو معتبر مسلم کتب اور مرزا صاحب کے قطعیات پر رکھی تھی بخلاف مختار مدعا علیہ کے کہ اس نے غیر مسلم خلاف واقع غیر کاتب شدہ زید عمر و بکر کے رسائل و قصہ کہانیوں پر رکھی ہے ۔ ع ۔

ع

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

قول مختار مدعا علیہ :

لیکن مختار مدعیہ نے نہ تو پہلی جزو کے متعلق مرزا صاحب کی کوئی ایسی عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار توحید باری تعالیٰ موجود ہو اور نہ دوسری جزو کے متعلق کوئی ایسی صاف عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار رسالت نکلتا ہو۔ بلکہ متشابہ الہامات تشریحات ملہم کے خلاف مفہوم لے کر اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نعوذ باللہ آپ کو کلمہ کی دونوں جزوں سے انکار ہے الخ۔

الجواب

انکار توحید اور لا الٰہ الا اللہ کا اس سے صاف کیا ہوگا کہ لا الٰہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ الوہیت صرف اللہ ہی میں ہے نہ کسی اور مخلوق میں اور مرزا صاحب اپنے اندر سرتاپا الوہیت کا صاف اعلان فرما رہے ہیں والوھیۃ تتموج فیہ جس کا مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی جواب نہ تھا۔ اور اس کا نام تک نہ لیا باقی لاجواب حوالہ اوپر گزر چکے ملاحظہ ہوں۔

اسی طرح ثانی جزو کے متعلق تھا مگر چونکہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو تقلیداً نبی اور معصوم اور تمام انبیاء سے افضل مان چکا ہے بلکہ اُس کا ذریعہ معاش ہی یہ ہے کہ دنیا کو مرزا صاحب کی خانہ ساز نبوت اور یہ تمام کفریات سوائے اُسے میری بحث میں صراحت بوجہ تعصب نظر ہی نہیں آسکتی۔ مگر غیر متعصب و غیر جانبدار منصف مزاج کے واسطے آفتاب سے زائد روشن عبارات ہیں جن کی موجودگی میں مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد میں شبہ کرنا بھی ایمانی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

اس مذکورہ تقریر کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ "مختار مدعیہ کو کوئی صریح حوالہ نہ ملا اس کے خلاف حوالے ہیں" بیشمار عبارتیں ہیں" عدالت کو مغالطہ دیا گیا ہے یہ متشابہات ہیں" یہ سب اپنے اور اپنے تبعین کو خوش کرنے کو ممکن ہیں کافی ہوں مگر دلائل و براہین کے میدان میں یہ خطابت کے الفاظ محض بے سود و بیکار ہیں۔

قول مختار مدعا علیہ :

"کیونکہ کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو متشابہ مبہم ذوالوجوہ عبارت پر کسی طرح کفر کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔"

جواب۔ ہماری جانب سے بحمداللہ بالکل صاف صاف واضح عبارات پیش کی گئی ہیں جن کے مقابلہ میں ایک ایسے شخص کا جو کسی شخص یا جماعت کا اسی کے جا و بیجا پروپیگنڈے کے لیے ملازم؟ اپنے آقا یا جس جماعت کا ملازم ہے اس کی طرف سے ناویلات اور کھلی ہوئی تصریحات کو متشابہ اور مبہم قرار دینا چاہیئے تعجب نہیں وہ معذور و مجبور ہے مدعا علیہ ایک بھی گواہ یا مختار جماعت مرزائیہ کا غیر تنخواہ دار پیش کرتا تو شاید قابل التفات بھی ہوتا۔ ان کی شہادتیں قانوناً جو وقعت رکھتی ہیں وہ

عدالت پر پوشیدہ نہیں ۔

باقی رہا یہ قول کہ

"کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو"، کیا مختار مدعا علیہ یہ بتانے پر قادر ہوسکا کہ اس کے خلیفہ برحق ثانی یعنی جناب مرزا محمود صاحب قادیانی کا یہ فتویٰ سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں"

(آئینہ صداقت ص۳۵)

"جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ پکے کافر ہیں

عدالت خود غور فرمائے کہ یہ فتویٰ کسی صریح عبارت پر دیا گیا ہے اور اس کی رو سے چالیس کروڑ مسلمان عرب و عجم علماء صوفیاء و مشائخ سلاطین و نوابان اسلام جو بھی مرزا کو رسول نہیں مانتا یا بیعت میں شامل نہ ہوا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر ہوا۔

اور مرزا صاحب نے خود اپنے تمام نہ ماننے والوں کو جہنمی قرار دیا ہے۔

ایسی صورت میں مختار مدعا علیہ کو چاہیئے تھا کہ اس قسم کی رکیک تاویلات کی آز تلاش نہ کرتا اور اگر ان تاویلات میں ذرہ برابر صداقت کا شائبہ تھا تو اسے اسی اصول کے تحت میں کہ کفر اور المکفرین ضروری جیسا کہ گواہان مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم بلکہ مسلمہ فریقین ہے مرزا صاحب اور خلیفہ محمود کے کفر اور ارتداد کا اقرار کر کے ثابت ہو جانا چاہیئے تھا۔

ہداہ اللہ اے سبیل الاسلام

مختار مدعا علیہ اس کے بعد کچھ جرح گواہ مدعیہ کے بے ربط حوالہ جن کا جواب اوپر گزر چکا ہے لکھ کے فرماتے ہیں۔

"چونکہ مختار مدعیہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات اور مجمل عبارات کے جو معنی اس نے خود گھڑے ہیں وہ آپ کی متشابہ د تصریحات کے بالکل خلاف ہیں اور صرف خلاف نہیں بلکہ ان کے خلاف آپ کی بہت سی عبارتیں موجود ہیں اس لیے اس نے مرزا صاحب کی متناقض باتیں ہونے پر بڑا زور دیا ہے اور کہا ہے کہ ہر امر کے متعلق مرزا صاحب کے کلام میں تناقض موجود ہے اور کوئی ایسا قول نہیں جس کے خلاف دوسرا قول موجود نہ ہو لیکن یہ اس کا سراسر مغالطہ ہے اور اس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات و مجمل اقوال کے غلط جو معنی اس نے گھڑے ہیں وہ صحیح قرار پائیں اور آپ کے جو اقوال اس کے ان گھڑے ہوئے غلط معنی کے خلاف پیش کئے جاویں وہ متناقض و متعارض تصور ہو کر نظر انداز ہو جائیں حضرت مسیح موعود کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے"

الجواب

اب مختار مدعا علیہ کو یہ جواب بالکل ہی مفید نہیں ہو سکتا جب کہ بنیاد اعتراض پر ہیڈنگ کے صریح اور غیر مشتبہ
الفاظ پر ہے اور میں اوپر مجمل و متشابہ کے متعلق عنوان متشابہات کے تحت میں اس آڑ کی حقیقت اچھی طرح آشکارا کر چکا
ہوں ایسی صریح واضح عبارات کے ہوتے کسی جگہ کی عبارت سے اس کے خلاف مختار مدعا علیہ کا استنباط ناقابل عفو ہے
اور پھر یہ اصول قرار دیا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب کی عادت ابتدا سے متعارض و متہافت اقوال و دعاوی کی ہے اور جیسا موقع
دیکھا ویسا ہی کہہ دیا۔ مسلمان۔ سنی۔ شیعہ۔ عیسائیوں کے واسطے مسیح موعود و مہدی مسعود آریوں ہندوؤں کے واسطے
گوپال سری کرشن مہاراج آریوں کے بادشاہ سکھوں کے لیے جے سنگھ بہادر جو نبی ماننے سے گھبرائیں۔ اُن کے واسطے
محدث و مجدد مبلغ اسلام جیسے لاہوری پارٹی جو غیر تشریعی مانیں جیسے قادیانی پارٹی کے لوگ ان کے واسطے غیر تشریعی
اور جو مستقل صاحب کتاب صاحب شریعت بدین و قبلہ جدیدہ و کلمہ جدیدہ پر تیار ہو جائیں اُن کے واسطے مرزا صاحب کی وحی
کتاب اللہ ناسخ قرآن اور ان کی شریعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو ناسخ بجائے کعبۃ اللہ کے قادیان قبلہ اور
اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں بجائے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مرزا صاحب کا جدید کلمہ لا الہ الا اللہ احمد جری اللہ
موجود جیسا کہ مرزائیوں کے تیسرے فرقہ اروپی کے سلسلہ میں خود بانی فرقہ ظہور الدین اروپی مرزائی کے حوالہ سے اوپر آچکا ہے
ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲ ۲۱ر مارچ ۳۲ء ایسے شخص کی ایک عبارت دوسری عبارت کی شرح نہیں بن سکتی بلکہ اس کا
کفر اور کنارکے کفروں سے خطرناک و مخدوش ہوگا اس کی وضاحت معہ لسٹ متعارضات اوپر مستقل گزر چکی۔

قول مختار مدعا علیہ:

"مرزا صاحب کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے آپ کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے
مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اس بحث میں ظاہر ہوگا۔

جواب:

بحث سے تو تعارض نہ اُٹھ سکا جیسا کہ جواب الجواب سے واضح ہو چکا اور آگے آئے گا البتہ مختار مدعا علیہ کے اس قول
اور اصول سے گواہان مدعیہ پر جو تعارض کا الزام تھا اس کا جواب انہیں الفاظ کو دہرا کر عدالت کے سامنے پیش ہے۔
قول "گواہان مدعیہ کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے اُن کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے
مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اسی بحث میں ظاہر ہوگا"
ان شاء اللہ تعالیٰ

تفصیلی جواب

(۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخری نبی نہیں

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ معہ جواب

(۱) مختار مدعیہ نے پہلا مغالطہ یہ دیا ہے کہ آخری نبی ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے ؟

جواب:۔ گویا مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ آخری نبی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے نہیں ۔ بلکہ مختار مدعیہ کا مغالطہ ہے ۔ یہی دراصل خصوصیت آخری نبی ہونے کا انکار ہے جو علاوہ مستقل کفر ہونے کے گواہ ۱ ۲ سر مارچ ۳۳ء کی جرح کے جواب سے عین ذات نبوت کی انکار کے مرادف ہے الفاظ ملاحظہ ہوں ۔

”خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے“ ”انکار خصوصیات انکار ذات ہے“ جرح ۲ سر مارچ ۳۳ء ۔

اب ہمارے ذمہ صرف یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ دلائل سے یہ ثابت کر دیں کہ آخری نبی کا مفہوم اور لفظ آخری نبی آخر الانبیاء وغیرہ آپ کے خصوصیات سے ہے کسی اور نبی کے واسطے قرآن و حدیث صحابہ کرام وائمہ فقہاء عظام کی عبارت میں یہ استعمال نہیں ہوا بلکہ جب ہی ہوا آپ ہی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے ہوا یہی معنی کسی سے کسی لفظ یا معنی کے مختص ہونے کے ہیں ۔

تفصیل دلائل،

مفہوم آخری نبی کا مختص بذات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ۔ (آیات)

(۱) ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۔ (قرآن حکیم)

(۲) قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۔ (قرآن حکیم)

(۳) والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک ۔ (قرآن حکیم)

(۴) واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الایۃ ۔ (قرآن حکیم)

(۵) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الایۃ (قرآن حکیم)

(۶) فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول الایۃ (قرآن حکیم)

(۷) وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ۔ (قرآن حکیم)

ان پر تفصیلی تقریر کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ نمبر الف و ۳ و ۶ نیز بحث مختار مدعیہ ۔

میں نے صرف ستات آیات کے حوالہ پر اکتفا کی جو مسل پر مفصل موجود ہیں اور انمیں ان کا یہی مطلب ثابت کرنے کو نہ صرف صحابہ کرام اور ائمہ دین کے اقوال پیش کئے ہیں بلکہ مرزا صاحب کے صحابی خاص محمد علی صاحب ایم اے احمدی کی بھی یہی تفسیر درج ہے جو غیر احمدی ہونے کے الزام سے بری ہیں۔ اگر میں چاہوں تو بحمد اللہ صریح کم از کم (۱۰۰) آیات پیش کر سکتا ہوں تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو رسالہ ختم نبوت فی القرآن مؤلف مولانا محمد شفیع صاحب اور یہ سو بھی نمونہ ہوں گی ورنہ تمام قرآن شریف اسی سے پُر ہے احادیث اس مفہوم پر شہادتوں میں احادیث متواترہ کا دعویٰ غیر مجروح گزر چکا معہ دلیل اور گواہ ۳ نے دو سو سے زائد عدد کی تعداد ظاہر کی ہے جس پر بھی کوئی جرح نہیں اور (۷) احادیث اعلیٰ صحیح متصل مرفوع نمونۃً شہادت میں پیش کی جا چکی ہیں جن کی صحت پر کوئی کلام نہ ہو سکا ملاحظہ ہو شہادات گواہان مدعیہ اور بالخصوص ۱ و ۳ و ۴۔

اجماع و اقوال صحابہ

فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ و اجماع صحابہ مدلّل گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۱ و ۲ و ۳ میں گزرا تفصیل کے واسطے آیت خاتم النبیین کے تحت میں ابن جریر پر ملاحظہ ہو (۴۶) سے زائد آثار صحابہ نقل ہیں۔

آثار سلف صالحین،

(۲۶) ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ۔

فیصلہ مفسرین (۱۵) حوالہ شہادت گواہان مدعیہ ملاحظہ ہو۔

ائمہ لغت

قاموس مجمع البحار مفردات امام راغب (جس جیسی کوئی کتاب قرآنی لغات میں بقول علامہ سیوطی، روئے زمین پر نہیں قطر المحیط منتہی الارب منجد کے حوالے گواہان مدعیہ نے شہادتوں میں پیش کئے اور دو اہم حوالہ لسان العرب اور تاج العروس کے بحوالہ آخری نبی مؤلفہ محمد علی صاحب ایم اے جو مسل پر آچکے ہیں اور یہ وہ دونوں کتابیں ہیں کہ مرزا صاحب کو یہ مسلّم ہیں ملاحظہ ہو جرح گو ۲ ۲۶ رمارچ ۱۹۳۳ء، تاج العروس۔ خاتم النبیین الخ ای آخرہم یعنی خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہیں۔

(۲) لسان العرب میں وخاتم النبیین ای آخرهم قال وقد قرء خاتم یعنی خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہیں اور خاتِم کی جگہ خاتَم بھی پڑھا گیا ہے آخری نبی محمد علی ایم اے ص ۳ ۔)

فیصلہ ائمہ مجتہدین

(۱) بحر الرائق۔ مسلمہ فریقین۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ نمبر ۱، ۷ رمارچ ۳۳ء۔

(۲) شرح اشباہ۔

(۳) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری۔

(۴) فتاویٰ عالمگیری۔

(۵) فتاویٰ ابن حجر مکی۔

(۶) ردالمحتار۔

(۷) اشباہ والنظائر۔

ایک پچھلے حوالہ کی اصل عبارت بطور نمونہ معہ ترجمہ پیش ہے۔

"اذا لم یعرف ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من ضروریات الدین۔

یعنی اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانا تو وہ مسلمان نہیں کیونکہ آپ کا آخری نبی ہونا اور ان کا ماننا ضروریات دین سے ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و بحث مختار مدعیہ اس حوالہ میں آخری نبی ہونا نہ صرف خصوصیات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے بلکہ ضروریات دین سے ہے جس کا نہ ماننے والا منفقہ کافر ہے۔

حوالہ جات لفظ آخری نبی یا آخر الانبیاء کی تخصیص کے متعلق احادیث صحیحہ۔

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم

(مسلم کتاب الفضائل شہادت گواہ مدعیہ نمبر ۲)

(۲) فی حدیث المعراج قال تعالیٰ ---- جعلتک اول النبیین خلقا و اخرھم بعثاً۔

(ابو نعیم خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۶)

(۳) کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث

(کنز العمال ج ۶ ص ۱۱۳ گ الف)

(۴) کنت اول الناس فی الخلق و آخرھم فی البعث۔

(بحوالہ صدر)

(۵) انا آخر الانبیاء و مسجدی آخر مساجد الانبیاء۔ (کنز)

یہ وہی پانچوں لاجواب حوالے ہیں جو بحث میں اور شہادتوں میں آچکے اور باوجود ان کے اس قدر واضح ہونے کے مختار مدعا علیہ یا اس کے گواہان نہ مجروح کر سکے نہ کچھ جواب دیا۔ اس کے علاوہ ابن ماجہ کا ایک حوالہ آخر الانبیاء کے لفظ کا تھا اس کے بعض راویوں کے متعلق بعض محدثین کے اقوال گو وہ قول فیصل نہ ہوں نہ ہی وہ مسلم ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال ہوں قطع برید کر کے پیش کیا جس کے مدمقابل بڑے بڑے ائمہ اور ماہرین فن جرح و تعدیل کی رائے موجود ہے۔ ان راویوں کو معتبر

ٹھہرا رہے ہیں اور بقول مرزا صاحب ہر فن میں اُس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے ۔ (برکات الدعاء) ص ۱۲

نیز جرح گواہ مدعا علیہ ۔

اولاً تو یہ حدیث مجروح نہیں راویوں کی توثیق موجود ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا ۔ دوسرے اس مخصوص سند کی حدیث ابن ماجہ کو اگر کوئی مختار مدعا علیہ کی خاطر نظر انداز ہی کر دے پھر بھی مذکورہ بالا چار اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثیں (جس میں مسلم شریف جیسی اعلیٰ پایہ کتاب کی بھی حدیث ہے جو صحیحین میں شمار ہے جس کی احادیث جرح و تعدیل کی محتاج نہیں موجود ہیں جو نہ اشارۃً و کنایۃً بلکہ صریح واضح الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت مطلقاً بلا کسی تفصیل و تقید کے آخری نبی یا آخرالانبیاء کے ساتھ کر رہی ہیں اور جمع معرف باللام کی طرف مضاف ہونے سے تقید کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے ۔

یہ کہنا کہ یہ احادیث احاد ہیں بالکل ناواقفی ہے بلکہ یہاں تواتر ثابت ہے ۔ گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حضرت علامہ حافظ ابن جریر طبریؒ کا فیصلہ ملاحظہ ہو کہ وبذلك وردت الاحاديث المتواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (شہادت گواہان مدعیہ) یہی نقل حافظ ابن کثیر سے بھی موجود ہے ۔

اب ایک طرف صرف مختار مدعا علیہ کا یہ قول ہے کہ یہ احادیث احاد ہیں ۔ باوجودیکہ وہ حافظ حدیث اور امام حدیث بلکہ کسی مسلم درس گاہ کا سند یافتہ بھی نہیں ۔

دوسری طرف ، ایک نہیں دو مسلّم ائمہ حدیث و تفسیر بلکہ حافظ حدیث علامہ ابن کثیرؒ و علامہ ابن جریر طبریؒ کا فیصلہ ہے ۔

کہ اس بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث جلیل القدر صحابہ سے مروی ہیں عدالت خود ہی توازن فرمالے کہ مختار مدعا علیہ عدالت کو کس قدر مغالطہ دینا چاہتا ہے یہ کوئی نئے حوالے نہیں تقریباً کل مدعیہ کے شاہدوں نے پیش کیا ہے بحث میں متعدد مرتبہ پیش کیا گیا اسے لا جواب کہے کہ جواب بحث میں تذکرہ تک نہ آیا ۔ (فللہ الحمد)

صحابہ کرام کی تصریحات

مفصل اور کثیر التعداد حوالے گواہان مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حافظ ابن جریر طبریؒ کی تفسیر میں ملاحظہ ہو ج ۲۲ ص ۱۱ میں صرف ایک نمونۃً نقل کرتا ہوں ۔

(۱) عن قتادة رضـ قال و لكن رسول الله و خاتم النبيين اى آخرهم

یعنی خاتم النبیین کے معنے تمام نبیوں سے آخری نبی ہیں ابن جریر ج (۲) (ص ۱۱)

ائمہ مفسرین

(۱) مسلمہ فریقین رئیس المفسرین امام ابن جریر طبری ج ۲۲ تفسیر ابن جریر۔
(۲) حافظ حدیث امام التفسیر علامہ ابن کثیرؒ جلد ۸،
(۳) ابن کثیر جلد سوئم۔
(۴) ابن کثیر جلد چہارم۔
(۵) تفسیر کبیر ج ۶ و ۲۔
(۶) تفسیر بیضاوی۔
(۷) تفسیر کشاف۔
(۸) تفسیر روح المعانی۔
(۹) تفسیر ابی السعود۔
(۱۰) تفسیر درّ منثور۔

میں نے انہیں حوالوں پر اکتفا کیا جو شہادت مدعیہ کی طرف مثل پر آچکے ہیں ورنہ جدید حوالے بیشمار موجود ہیں۔

ائمہ لغت

اوپر لسان العرب وتاج العروس کے حوالہ سے گزر چکا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور بھی سات حوالے وہیں ذکر ہیں تفصیل انکی اپنی جگہ پر آئے گی نیز گواہان مدعیہ کے بیان میں موجود ہے

اجماع اُمّت

اجتمعت الامۃ علی حمل ھٰذا الکلام علی ظاھرہ من دون تاویل و تخصیص الخ
جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام اُمّت کا اس پر اجماع ہے کہ بلا تاویل و تخصیص اس کے ظاہری معنے (یعنی آخری نبیؐ) مراد ہیں اور بلا شک و اشتباہ اس کا منکر قطعاً و سمعاً کافر ہے یہ مضمون شرح فقہ اکبر ملا علی قاریؒ وغیرہ میں موجود ہے۔
شفاء علامہ قاضی عیاضؒ ج (۲) ملاحظہ ہو۔
شہادت گواہان مدعیہ۔

فیصلہ ائمہ عقائد :

(۱) اول الانبیاء آدمؑ و آخرهم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شرح عقائد ص۹۹)
یعنی پہلا نبی آدم علیہ السلام اور تمام نبیوں کے آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
(۲) مواہب لدنیہ (۳) صبح الاعشیٰ (۴) عقیدہ طحاوی (۵) غنیۃ الطالبین (۶) شرح فقہ اکبر (۷) کتاب الفصل
(۸) نسیم الریاض (۹) الصارم المسلول (۱۰) الملل والنحل (۱۱) شفاء قاضی عیاض) شرح شفاء ملا علی قاری (ج
(۲) (و ۳) (و ۴)۔
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و بحث مختار مدعیہ۔

فیصلہ ائمہ مجتہدین :

اگر کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کا آخری نبی نہ سمجھے تو وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے الاشباہ والنظائر) ۲ شرح فقہ اکبر (۳) شرح اشباہ (۴) فتاویٰ ہندیہ (۵) بحر الرائق جو مسلمہ فریقین ہے (۶) درمختار۔
تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و بحث مختار مدعیہ۔

فیصلہ صوفیائے کرام رضی اللہ عنہم

(۱) محی الدین ابن عربی سید الطائفہ۔
(۲) علامہ امام عبدالوہاب شعرانیؒ یواقیت ج ۲ مبحث ۳۵ صفحہ ۱۲۵۔
(۳) سید الطائفہ غوث اعظم حضرت سید شاہ عبدالقادر جیلانیؒ جو دونوں حضرات مسلمۂ فریقین ہیں۔
ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱ یکم مارچ ۳۳ء۔
(۴) انسان کامل یہ بھی مسلمۂ فریقین ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی حوالے ہیں تفصیل کے واسطے شہادت گواہان مدعیہ و بحث مختار مدعیہ ملاحظہ ہو۔

شہادت قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ

اس کے آخر میں مسلمۂ فریقین شہرہ آفاق صاحب علم و فضل و تقدس بزرگ کی شہادت پیش ہے جو بقول گواہ مدعا علیہ ۲ بھی ہزارہا شہادتوں سے زیادہ باعظمت شہادت ہے۔ کیونکہ یہ اس مرد خدا نے ادا کی ہے جو صلحائے روزگار

اور اسلاف کرر گار ہیں سے بنجاب کے علاوہ اس کی جلالت شان ہندوستان میں بھی مسلم ہے ریاست بہاولپور کے رعایا درائی کے دلوں میں اس کی بزرگی اور تقدس کا اثر کالنقش فی الحجر ہے جو ہز ہائینس نواب صاحب بہادر فرمانروائے بہاولپور اور آنحضور کے بھی واجب التعظیم ہیں ان کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی متبرک کتاب نسخہ شریفہ فوائد فریدی صفحہ ۱۲ ملاحظہ ہو ارشاد ہے کہ "سلسلہ نبوت آدم سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا "سب سے پہلے نبی آدم صفی اللہ اور سب سے آخری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

ممکن ہے کہ مختار مدعاعلیہ کی وہ توجیہ جسے اس نے بحث میں بار بار دہرایا ہے کوئی یہاں منطبق کرے کہ مرزائیوں کے اصول پر ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عیاذاً باللہ) آخری نبی کی حقیقت مو مو منکشف نہ ہوئی ہو بوجہ کوئی نظیر نہ ہونے کے جیسے کہ دجال وغیرہ کی نیز صحابہ برابر ان کے اصول پر غلطی کرتے ہیں (عیاذاً باللہ) ائمہ دین وصوفیائے کرام کو بقول مرزا صاحب وہ حصہ کثیر وحی الٰہی و مکالمہ و مخاطبہ کا عطا نہیں ہوا تھا جو مرزا صاحب کو عطا ہوا۔ بس آخری نبی کی حقیقت صرف مرزا صاحب پر منکشف ہوئی کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں یا اس میں یہ قید اور یہ تخصیص اور ان معنے کا اضافہ ہونا چاہیئے نیز مرزا صاحب کے زمانہ میں اور ان کے بعد جو ان کی بیعت میں شامل نہیں وہ سب کافر اور پکے کافر ہیں اور کافر کی شہادت معتبر نہیں لہٰذا مرزائیوں کے مسلم کسی شخص کی شہادت ہونی چاہیئے بس ہم مرزا صاحب کے خاص الخاص مرید بلکہ صحابی کی شہادت پیش کرتے ہیں جسے احمدی ہونے کے ساتھ مرزا صاحب کی صحابی اور ایک بڑے فرقہ کے امیر ہونیکا فخر حاصل ہے میری مراد امیر جماعت احمدیہ محمد علی صاحب ایم۔اے ہیں ملاحظہ رسالہ آخری نبی کے مندرجہ ذیل اقتباسات اور یہ حوالہ بھی نیا نہیں "آخری نبی" رسالہ مسل میں درج ہے۔

(۱) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطابق تعلیم قرآن وحدیث آخری نبی ہیں تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ بطور مجاز یا استعارہ کوئی اس لفظ کو استعمال کرے اور اگر کوئی قطعی شہادت نہ ملے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد باب نبوت مسدود ہے تو بلا شبہ کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا ہمارے سامنے سوال نہایت مختصر ہے جس کو حل کرنا ہے یعنی یہ تو میرا اور میاں صاحب دونوں کا ایمان ہے کہ قرآن کریم میں خاتم النبیین کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے بحث صرف اس قدر ہے کہ ان الفاظ کے معنے کیا ہیں میاں صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے ہیں وہ شخص جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ میرے نزدیک اس کے معنے ہیں آخری نبی میاں صاحب نے دعوے سے بیان کیا ہے کہ جو معنے وہ کرتے ہیں وہ لغت میں لکھے ہوئے ہیں اور جس طرح وہ معنے کرتے ہیں اسی طرح لکھے ہوئے ہیں مابہ النزاع خاتم النبیین کے معنے ہیں یعنی وہ الفاظ کی کوئی تاویل قطعاً نہیں کرتے۔ اور آخری نبی لغت میں معنے نہیں چنانچہ ان کے بیان کے الفاظ ان کے اخبار الفضل میں شائع شدہ بیان کے مطابق یہ ہیں "ہمیشہ سے اس کے یہ معنے لئے جاتے ہیں ہم اس کی تعبیر نہیں کرتے۔ بلکہ یہ معنے لغت کے ہیں بعض لوگ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی بھی کرتے ہیں مگر لغت میں اس کے معنے آخری نبی کے نہیں۔

(الفضل ۲۶/۲۹ جون ۳۳ء)

اب میں لغت سے میاں صاحب کی نئی تفسیر کی رو سے محاورہ عرب ہی مراد لے لیتا ہوں تو یہ تو میاں صاحب نے بھی مان لیا کہ وہ اپنے معنے محاورہ عرب میں بغیر کسی تاویل کے صفائی سے لکھے ہوئے بتا دیں گے اور بالمقابل میرا بھی یہ دعویٰ ہے کہ جو معنے میں کرتا ہوں وہ میں محاورہ عرب میں صفائی سے لکھے ہوئے بتا دوں گا اول میں اپنے حصہ کو لیتا ہوں اور لغت تین طرح پر میں دکھا دونگا کہ محاورۂ عرب کے رُو سے خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہیں یعنے اول اس طرح پر کہ خود ان الفاظ خاتم النبیین کے معنے لغتہ یا محاورۂ عرب کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر کہ عرب نے خاتم القوم کا محاورۂ عربی کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر خاتم القوم کا محاورہ جس کے مطابق خاتم النبیین ہے صرف ایک ہی یعنی آخر القوم میں بولا جاتا تھا تیسرے اس طرح پر کہ لفظ۔ خاتم بمعنے آخری عرب میں استعمال ہوتا تھا میاں صاحب نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ لغت عرب کا بہت سا علم ہمیں کتب لغت کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتا ہے"۔

پھر اس کے بعد صفحہ ۵ - ۶ - ۷ - پر متعدد عربی انگریزی ہے مستند لغت کے حوالے نقل کر کے ص۸ پر ابن حبان کا قول نقل فرماتے ہیں کہ۔

(۳) من ذهب الی ان النبوة مكتسبة لا ينقطع ... فهو زنديق يجب قتله -

اور جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ نبوت اکتسابی ہے جو منقطع نہیں ہوئی ہے تو وہ زندیق ہے جس کا قتل واجب ہے۔

پس خاتم النبیین کے معنے وہ بھی آخری نبی کرتا ہے نہ کچھ اور یہ میاں صاحب کی خوش فہمی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خاتم کے معنے مہر کے کر کچھ اور معنے خاتم النبیین کے بن جاتے ہیں"۔ ص۸۔

"اب اس قدر لغت اور تفاسیر کی شہادت خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے پر ہوتے ہوئے کس قدر جرأت ہے کہ ایک شخص یہ کہدے کہ لغت میں یہ معنی خاتم النبیین کے نہیں اور یہ سب لوگ عقیدتاً ایک بات کو ماننے لگے پیچھے معنی بنائے" ص۹ ۔

پھر بہت سی اسی مضمون پر صحاح کی احادیث پیش کر کے فرماتے ہیں۔

"میاں صاحب نے اپنی تائید میں صرف ایک حدیث پیش کی ہے اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے" اس اجماع کے خلاف رسول کریم کی آواز۔ کیا تعجب نہیں کہ چالیس حدیثوں میں میاں صاحب کے کان کے پردہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی آواز نہ پڑی اور اعلیٰ پایہ کی حدیثوں کی طرف ایک لمحہ کے لیے بھی توجہ نہ کی اور ایک حدیث کی آواز انہوں نے سن لی یہ رسول کریم کی آواز نہیں یہ اپنے نفس کی آواز ہے میاں صاحب ان تنکا دیکھنے والوں میں سے ہیں جن کو شہتیر نظر نہیں آیا کرتا جو ہاتھی کو نگل جاتے اور مکھی پر گھبراتے ہیں بھلا اگر رسول کریم کی آواز کی میاں صاحب کو کوئی پروا تھی تو اس قدر کھلی آوازوں کی کیا پروا کی جن میں بار بار یہ کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صورت میں نبی نہیں ہو

سکتا اس شخص کی مثال ہے جس نے کہا تھا کہ قرآن شریف کے اوامر میں سے مجھے کلوا واشربوا یاد ہے اور نہیوں میں سے لاتقربوا الصلوٰۃ اگر چالیس حدیثوں کی کھلی شہادت کو ایک حدیث رد کر سکتی ہے جس پر بلحاظ مضمون اور بلحاظ روایت دونوں طرح جرح ہوئی ہے تو شاید ہمارے میاں صاحب کل کو قرآن شریف کو بھی غیر محفوظ مانیں گے" (آخری نبی ص۱۳ و ۱۴)

پھر تمام ان دلائل کا مفصل جواب دے کر جو مرزائی پیش کیا کرتے ہیں آخر میں فرماتے ہیں۔

"خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ میاں صاحب نے کہا تھا کہ خاتم النبیین کے معنی لغت میں آخری نبی نہیں اور جو معنی وہ خود کرتے ہیں ______ یعنی ایسا نبی جس کے اتباع سے نبی بنا کریں گے وہ صراحت سے اور بلا تاویل لغت میں موجود ہیں مگر میں نے لغت کی قریباً سب کتابوں سے اور احادیث سے اور اقوال ائمہ سے دکھایا ہے کہ وہ سب کے سب خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں اور یہی معنی حضرت مسیح موعود بھی کرتے ہیں میاں صاحب نے اپنے معنی پر ایک ٹوٹی ہوئی سند بھی پیش نہیں کی نہ لغت کا محاورہ پیش کیا نہ ہی حضرت مسیح موعود کا قول کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں ایسا نبی جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے خاتم کے معنی مُہر ہوں یا آخری خاتم النبیین کے معنی دونوں صورتوں میں آخری نبی ہیں اب یا تو میاں صاحب اپنے معنی کسی حدیث سے ثابت کریں یا کم از کم ائمہ دین کے اقوال سے ہی دکھا دیں یا یہ دکھا دیں کہ لغت عرب میں یہ محاورہ تھا کہ وہ خاتم القوم کے معنی کیا کرتے تھے۔ ایسا شخص جس کے اتباع سے قوم بنے اور ایک قوم کا آخری شخص اس کے معنے نہ کرتے تھے صرف اسی صورت میں وہ اپنے بیان میں سچے ٹھہر سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسی بحث سے مسئلہ نبوت کا فیصلہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے تو پھر حضرت مسیح موعود کی نبوت کا مسئلہ خود بخود طے ہو جاتا ہے آخری نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا" (آخری نبی ص۴۸) ہماری عدالت سے استدعا ہے کہ اس سلسلہ میں رسالہ مذکورہ کا ملاحظہ فرما لیا جائے۔

ان قطعی اور مسلم دلائل کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ "جاننا چاہیئے قرآن مجید واحادیث کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جن معنوں کی رو سے آخری نبی ہونا ثابت ہے ان معنوں کے لحاظ سے آپ نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے انکار نہیں کیا الخ"

نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے بہر حال یہ تو مان لیا کہ انکار آخری نبی کا ضرور ہے مگر اس معنی سے نہیں جو قرآن و حدیث میں ہیں۔

مگر میں نے مفصل قرآن حدیث و دیگر مستند دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا کہ معنی کی کوئی تفصیل نہیں آخری نبی کا انکار مطلقاً کفر ہے مرزا صاحب بھی قبل دعوی نبوت فرماتے تھے۔

"اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے" (ایام الصلح ص۱۴۶)

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک عبارت کشتی نوح صفحہ ۱۳ کے حوالہ سے "نوع انسان کے لیے .... تا .... کے لیے زندہ ہے" نقل کی اور خلاف عادت مغالطہ کے لیے صرف حوالہ نقل کیا حالانکہ غیر متعلق طویل عبارتیں نقل کرتا رہا ہے اور اس حوالہ سے اس امر کے ثابت کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے قائل ہیں۔

اولاً جواب کے لیے اصل عبارت کشتی نوح صفحہ ۱۳ سے نقل ہے۔ "نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری تھا"

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ماننے کے اس کے خلاف تصریح موجود ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے آپ کو مسیح موعود مانتے ہیں جو بقول مرزا صاحب نبی بھی ہوگا گو غیر تشریعی ہو۔

اور اس نتیجہ کے طور پر ممکن تھا کہ کوئی دور از کار تاویل کر کے اس کا مطلب یہ بناتا کہ اس سے مراد بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں مگر مرزا صاحب کے دعوی نبوت اور مرتے دم تک اسی پر قائم رہنے نے تاویل کا دروازہ بند کر دیا ملاحظہ ہو البدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

"ہم خدا کے حکم کے مطابق نبی ہیں اور رسول"۔

نیز خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء جو ۲۳ مئی کو اپنی وفات سے تین یوم قبل لکھا ہے۔

(اقتباسات)

"میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں"۔

"سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں"۔

"اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ

اس دنیا سے گذر جاؤں۔

اب خواہ وہ کسی معنی سے ہو جب کہ مرزا صاحب خود بھی نبی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً تمام نبیوں میں آخری مبعوث ہونے والے نبی نہ رہے جو بدلائل سابقہ آپ کی خصوصیات اور ضروریات دین میں سے ہے جس کا منکر اجماعاً کافر ہے۔

اور خصوصیت کا انکار بعینہٖ اس کا انکار ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ مارچ ۳۳ء۔

پس بعد انکار خصوصیت محمدیہ جس سے تسلیم گواہ انکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے کلمہ کے جزو اخیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں کر ثابت رہ سکتا ہے پھر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرزا صاحب آخری نبی مانتے ہیں مختار مدعا علیہ نے حسب ذیل اشعار براہین سے پیش کئے ہیں۔

؎ اول آدم آخر شاں احمد است
اے خنک آنکس کہ بند رہ آخرے

دوسرا ارشاد۔

؎ احمد آخر زماں کو دین را بسائے فخر
آخرین را مقتدا و ملجا و کہف و حصار

جواب۔ یہاں احمد کو آخر زمان بتلایا ہے اور احمد سے خود مرزا صاحب مراد ہیں چنانچہ نہ صرف یہاں بلکہ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں بھی جو خصوصیت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے محمدؐ کی طرح احمد بھی ایک نام ہے مرزا صاحب کو حقیقی مصداق بنایا جاتا ہے اور مرزا صاحب کا نام احمد بتلاتے ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ملاحظہ ہو۔

"پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورہ صف کی آیت جس میں ایک رسول جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔

اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے میں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کے لیے تیار ہوں حتیٰ کہ میں انعام رکھنے کے لیے بھی تیار ہوں اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے۔"

(انوار خلافت صفحہ ۱۸)

اس تصریح کے بعد کسی جواب کی حاجت ہی نہیں۔ کیونکہ احمد آخر زمان سے خود مرزا صاحب مراد ہیں۔ چنانچہ اپنے مرید خاص شاہزادہ عبدالمجید صاحب سے اپنی شان کا ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس کے دو شعر یہ ہیں۔ ؎

طور جلال خدا عرش بریں ولت ۔۔۔ نورِ جمال خدا صورتت ... اے رہنما

امت احمد کہ بود بستہ جور و جفا ۔۔۔ احمدِ آخر زماں کرد ز بندش رہا۔

(ایام الصلح ص ۱۳۲)

مرزا صاحب کے احمد آخر زماں ہونے کی صاف تصریح ہے اگر کوئی سمجھے کہ پہلے شعر میں۔

ع ۔۔۔ اول آدم آخر شان احمد است۔

میں آدمؑ سے احمد تک ذکر ہے۔

تو جواب ہے کہ مرزا صاحب آدم بھی ہیں اور احمد بھی نیز دین کی تکمیل بھی اپنے پر مانتے ہیں۔ لہٰذا آخر وہی ہوئے ملاحظہ ہو قول مرزا صاحب ؎

آدمم نیز احمد مختار ۔۔۔ در برم جامۂ ہمہ ابرار

روضۂ آدم کہ نہاد ہ نامکمل اب تلک ۔۔۔ میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار۔ (درثمین)

بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کا محمد رسول اللہ کہنا جب کہ مرزا صاحب خود محمدؐ اور رسول بھی ہیں زیادہ قابل اعتبار نہیں ملاحظہ ہو درثمین سے

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

نیز آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کے مصداق بھی مرزا صاحب ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے پس جو خود محمد رسول اللہ بن بیٹھے اس کا ایمان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ پر کیا پھر آئینہ کمالات کا یہ حوالہ چالاکی سے مختصر پیش کیا ہے "مگر وجود ملائک اور ان کے منصبی خدمات کے ماننے کے بعد اس قدر تو ضرور دریافت کرے گی کہ ان کا کوئی فعل عبث اور بیہودہ طور پر نہیں اس اقرار کے بعد اگرچہ عقل مثلاً تساقط شہب کی ان اغراض کو دریافت نہ کر سکے جو ملائکہ کے ارادہ اور ضمیر میں ہیں لیکن اس قدر اجمالی طور پر تو ضرور سمجھ جائے گی کہ بے شک اس فعل کے لیے بھی مثل اور افعال ملائکہ کے در پردہ اغراض و مقاصد ہیں پس وہ بوجہ اس کے کہ ادراک تفصیلی سے عاجز ہے اس تفصیل کے لیے کسی اور ذریعہ کی محتاج ہوگی جو حدود عقل سے بڑھ کر ہے اور وہ ذریعہ وحی اور الہام ہے جو اسی غرض سے انسان کو دیا گیا ہے تا انسان کو ان معارف اور حقائق تک پہنچا دے کہ جن تک مجرد عقل پہنچا نہیں سکتی اور وہ اسرار دقیقہ اس پر کھولے جو عقل کے ذریعہ سے کھل نہیں سکتے اور وحی سے مراد ہماری وحی قرآن ہے جس نے

ہم پر یہ عقدہ کھولا کہ استفاط شہب سے ملائکہ کی غرض رجم شیاطین ہے۔

ملاحظہ ہو اس میں کہیں آخری نبی کی نبوت کی کوئی بحث ہی نہیں نہ معلوم مختار مدعا علیہ نے یہ حوالہ کس عالم سے نقل کیا ہے

پھر بیکار حوالے ذکر کرنے کے بعد ۱۹۰۱ء کے بعد کے (۳) حوالے بزعم خود مختار مدعیہ کی مغالطہ اندازی الم نشرح کرنے کے واسطے پیش کئے ہیں۔

اور اسی مغالطہ اندازی سے مختصر نقل کئے ہیں تاکہ اصل مدعا کا پتہ نہ چلے۔

(۱) حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۴ اور تمام نبیوں نے جو بنی اسرائیل میں آتے رہے اس پیشگوئی کے یہی معنی سمجھتے تھے کہ وہ آخر الزمان نبی اسرائیل سے پیدا ہوگا الخ۔

جواب۔ اس میں تو اپنا عقیدہ مرزا صاحب نے نبی آخر الزمان کے متعلق نقل نہیں کیا۔ بلکہ تمام ان نبیوں کا عقیدہ اور سمجھنا مذکور ہے جو بنی اسرائیل میں آتے رہے۔ مرزا صاحب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان کہا ہو۔ اس کا ایک حوالہ کہیں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ پھر خود مرزا صاحب کیسے نبی کاذب بن سکیں گے۔

(۲) سو تقویٰ کے دائرہ سے باہر قدم مت رکھو کیا جیسا کہ یہود نے اور ان کے نبیوں نے سمجھا تھا آخری نبی بنی اسرائیل میں سے آئے گا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۶)

یہاں بھی اپنی رائے کچھ نہیں بلکہ یہودیوں اور ان کے نبیوں کے الفاظ میں آخری نبی کا لفظ ہے مرزا تو اس کے منکر ہی رہے اور مرتے وقت تک نبی بنے رہے۔

(۳) اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۴)

اسمیں لفظ آخری نبی تو نہیں مگر یہ ہے کہ سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔ اس سے استنباط بھی آخری نبی نہیں ہو سکتا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب کرسی نبوت و رسالت پر رونق افروز ہیں اور نہ صرف نبی بلکہ تمام انبیاء سابقین کے ہم پلہ بلکہ بڑھ کر ہیں۔

ے انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

آنچہ داداست ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بہ تمام

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد اور سب احادیث مسلم و کنز العمال وغیرہ ترک کر کے ایک مخصوص سند کی ابن ماجہ کی حدیث پر غیر مسلم جرح نقل کی جس کے متعلق میں اوپر کہہ آیا ہوں اور مفصل آگے ختم نبوت کی بحث میں آئے گا۔

مختلف معنی سے جو آخر میں بے سود تاویلیں کی ہیں وہ اوپر کے دلائل سے لغو ثابت ہو چکیں لہٰذا مکرر اس پر کچھ کہنے

کی ضرورت نہیں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

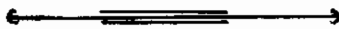
" مختار مدعیہ اپنے مسلمہ عالم کا قول پڑھے مولوی خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں ۔ اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ ظنیات کا الخ (براہین قاطعہ صفحہ ۸۹)۔

(نوٹ مسلمہ عالم" کا لفظا خلاف قانون ہے۔ کہیں مسل میں پتہ نہیں۔ اسی اصول پر ہم نے خصوصیت محمدیہ لفظا آخری نبی اور اس کے مفہوم کے ساتھ قرآن پاک۔ احادیث قطعیہ متواترہ۔ اقوال صحابہ۔ ائمہ مفسرین۔ صوفیاء کرام حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رح حتیٰ کہ مرزا صاحب کے صحابی خاص الخاص جناب محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ سے پیش کر دیا۔ بلکہ شاید مختار مدعا علیہ آپ کو معلوم نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی آخر الزمان ہونا نہ صرف قرآن پاک بلکہ کتب متقدمہ کا مصرح مسلم مسئلہ ہے۔ ملاحظہ ہو تورات مقدس:"

جو شخص آخر الزمان نبی کو نہیں مانے گا میں اُس سے مطالبہ کروں گا (تورات استثناء باب ۱۸) ترجمہ میں شک ہو تو مرزا صاحب کی گواہی پیش ہے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۱)۔

اب تو آخری نبی یا آخر الزمان نبی کی خصوصیت قرآن وحدیث کتب سابقہ سماویہ سب سے ثابت ہو چکی اور اس سے انکار کے بعد کسی طرح محمد رسول اللہ پر ایمان نہیں ہو سکتا۔ اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ" اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہان مدعا علیہ نے جرح کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات پر ایمان لانا ضروری مانا ہے یہ ایک مغالطہ ہے گواہان مدعا علیہ میں سے کسی نے نہیں کہا کہ جو خصوصیات نہ تو قرآن مجید سے ثابت ہیں اور نہ کسی حدیث متواتر سے بلکہ گواہان نے اپنی طرف سے چند مفروضات گھڑ کر ان کا نام خصوصیات رکھ لیا ہے۔ ان پر بھی ایمان لانا ضروریات دین میں سے شمار کیا جائے "

نہ صرف مضحکہ خیز بلکہ محض مغالطہ ہے جو کہ عدالت پر پوشیدہ نہیں۔ کیونکہ یہ خصوصیت اور تمام خصوصیات قرآن پاک احادیث اقوال صحابہ و ائمہ بلکہ اجماع امت سے ثابت ہیں پس ان کا انکار تو متفقہ کفر ہو گا۔



(۲)

خاتم النبیین کے معنی

قول مختار مدعا علیہ :-

"مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے کلمہ کے دوسرے جزو کے انکار کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب خاتم النبیین کے منکر ہیں"

جواب

مختار مدعا علیہ نے یہ وجہ محض اپنی طرف سے تراشی ہے خاتم النبیین کے متعلق اس موقعہ پر کچھ نہیں پیش کیا گیا بلکہ آخری نبی کے لفظ اور اس کے مفہوم کے متعلق تھا جو اوپر کے ہیڈنگ کے تحت مفصل گزر چکا مگر اب ہم اس کی خاطر اس کے متعلق بھی بہت ہی مختصر عرض کرتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے بیانات کا حوالہ دے کر یہ فرمایا ہے کہ "مرزا صاحب اور آپ کی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کو بصدق دل یقین کرتے ہیں"

جواب

خاتم النبیین بمعنی آخری نبی میں گفتگو ہے نہ کہ صرف لفظ خاتم النبیین میں۔ اصل بات یہ ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے پہل جب تک کہ مرزا صاحب کی نبوت سے پردہ نہ اٹھا تھا۔ جب بھی مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتے تھے اور بیعت کے الفاظ میں بھی تھا اور بعد کو بھی آخر تک خاتم النبیین کا لفظ مغالطہ آمیز فرماتے رہے لیکن معنی بدل ڈالے اور پہلے مطابقاً اہلسنت کی طرح تھا اور اب معنی کفر یہ رکھ لئے کیونکہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اس کے معنی مسلمانوں کے مطابق یہ کرتے رہے ملاحظہ ہوں اصل الفاظ مرزا صاحب۔

(۱) اور جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گی"

(دین الحق صفحہ ۲۷ بحوالہ حقیقۃ النبوت)

حضرت قبلہ عالم خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ و قدس سرہ کو بھی ۱۹۰۱ء سے پہلے خط لکھا ہے جس میں مصرع ہے کہ ؏ ہر نبوۃ را بروشد اختتام۔ (اقتباسات ایام صلح)

(۲) "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حضرت عیسٰی امتی ہو کر آئیں گے تو شان نبوت تو ان سے منقطع نہیں ہوگی گو امتیوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت وہ خدا تعالٰی کے علم میں نبی نہیں ہوں گے اور اگر خدا تعالٰی کے علم میں دنیا میں وہ نبی ہوں گے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دنیا میں آگیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے پس یہ کس قدر دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے۔ اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلا شبہ نبوت کی وحی ہوگی۔" (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)

خصوصیت سے خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

(۳) "کیف مالی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین"

ترجمہ: "مجھے یہ کب پہنچتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے نکل کر کافروں میں مل جاؤں۔" (حمامتہ البشریٰ)

"مجھے نبی ماننے والے دجال ہیں"۔ (حمامتہ البشریٰ)

(۴) "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا" (نشان آسمانی صفحہ ۳۰ جون ۱۸۹۲ء بحوالہ حقیقۃ النبوت صفحہ ۹۳ حصہ اول)

اب ۱۹۰۱ء کے بعد کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

اب اپنی نبوت سے پردہ اٹھ چکا ہے۔ بجائے اس کے کہ

ع - ہر نبوت را بروشد اختتام - اور کسی قسم کا نیا یا پرانا نبی آنا خاتم النبیین کے منافی ہے اگر اور مگر اور قیودات، دنا دبلات کا اضافہ ہے گو لفظ تو وہی خوش آئند مغالطہ آمیز خاتم النبیین ہے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

"ونؤمن بانہ خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ الا الذی ای"

مواہب الرحمان صفحہ ۶۶، ۶۷ جنوری ۱۹۰۳ء۔

یعنی ہم ایمان لاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہ ہوگا مگر وہ جو آپ کا فیض یافتہ ہو ملاحظہ ہو کہ یا تو لا نبی بعدی مطلق تھا کسی قسم کی تخصیص شرارت اور قرآن و حدیث کے خلاف بیدینی تھی جیسا کہ ایام الصلح صفحہ ۱۴۶

پر ہے یا اب تخصیص شرارت نہ رہی اور ایک " مگر " لگا کے تخصیص خلاف حدیث و قرآن کر دی کہ آپ سے فیض یافتہ امتی نبی آسکتا ہے۔

اس کے نتیجے کا تشریحی نوٹ مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی کا جن پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان ہے حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۹۷ سے ملاحظہ ہو۔

(۳) " تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے"۔ چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴ (حقیقۃ النبوت صفحہ ۸۵) اس قسم کے صدہا حوالہ موجود ہیں جس کو تفصیل منظور ہو "حقیقۃ النبوت مرزا محمود صاحب کے ہیڈنگ۔

" ۱۹۰۱ء کے بعد کے حوالجات" کے تحت صفحہ ۹۷ سے صفحہ ۱۱۸ تک ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ جواب یہ کہ لفظ خاتم النبیین کا اقرار تو آخر تک ہے مگر ۱۹۰۱ء سے پہلے حسب قول گواہ مسلمان تھے تو اسلامی معنی بھی ہیں جیسا کہ ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ نشان آسمانی صفحہ ۳۱/۹۳ درین الحق صفحہ ۷۲ ازالہ صفحہ ۳۱۰ پر تصریح ہے بعد ۱۹۰۱ء اول تو صرف لفظا ہی استعمال میں ہے جیسا کہ فارم بیعت پیش کردہ گواہ مدعا علیہ منسلکہ مسل سے واضح ہے اور اگر معنی کہیں کچھ کئے تو یا وہ اسی دجل کے ساتھ گول مول اور اگر وضاحت کی کبھی ہمت کی تو وہی کفریہ معنی بیان کئے ہیں جو کھلا ہوا انکار بلکہ موجب مزید توہین ہے ملاحظہ ہو استفتاء عربی صفحہ ۲۳ و سرکار دو عالم تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق) یہ مغالطہ دہی ضروری تھا کیونکہ ہمارے آقا و مولیٰ کی پیشگوئی میں تمام اپنے بعد نبوت کا دعوےٰ کرنے والوں کو دجال و کذاب بتایا گیا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ دار نبوت اگر ایسا مغالطہ نہ کرے تو عیاذاً باللہ صادق و مصدوق حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر حرف آجائے جو متفقہ فریقین محال و ناممکن ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

" اور اس کے جو معنی قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ اور ائمہ اور لغت عرب کی رو سے ثابت ہوتے ہیں ان پر ایمان رکھتے ہیں"

جواب

محض غلط اور مغالطہ ہے مرزا صاحب کے قائم کردہ معنی کہ جس کی کامل پیروی و اتباع سے نبی بنا کریں جن کی اتباع نبی تراش ہو نہ کسی ایک آیت میں صراحۃً یا اشارۃً و کنایۃً نہیں نہ کسی ایک حدیث میں گو ضعیف سے ضعیف سہی نہ کسی مسلم امام کے معتبر قول میں نہ کسی لغت کی کتاب یا محاورہ عرب میں پائے جاتے ہیں۔

بخلاف اس کے ہمارے پیش کردہ معنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آخری نبی تمام نبیوں سے پیچھے آنے والے ہیں آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا نہ آپ کے بعد اب یہ منصب نبوت کسی کو عطا ہوگا تقریباً یکصد

آیات دو سو سے زیادہ احادیث حوالہ گواہ مدعیہ ۲۳ ۴ ۶ سے زائد آثار صحابہ ۲۶ اقوال سلف صالحین دس عظیم الشان مفسرین کے فیصلے آٹھ نہایت ہی مستند لغات تقریباً چھ نہایت ہی معتبر کتب فقہ پر متعدد حوالہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ مرزا صاحب کے بھی فیصلہ سنہ ۱۹۰۱ء کے پہلے کے پیش کر کے روز روشن کی طرح واضح کر دیا گیا کہ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی جس کے بعد کسی قسم کا نبی نہ بن سکے اور اسلامی سلطنت ہو تو بفرمان رسول اکرم بتصریح امام محی الدین ابن عربی قابل گردن زنی ہے جو وہ اس شریعت کے متبع ہو یا مخالف ملاحظہ ہو۔ (یواقیت ج ۲ مبحث ۳۵ صفحہ ۳۸)۔

سواء وافق شرعنا او خالف فان کان مکلفا ضربنا عنقہ والا صفحنا عنہ صفحا۔

مفصل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور آگے اپنی جگہ پر ان شاء اللہ آئے گا۔

(۳)

معراج جسمانی کا انکار،

قول مختار مدعا علیہ:

مختار مدعیہ نے مرزا صاحب اور اس کی جماعت کے کلمہ جزو ثانی سے منکر ہونیکی ایک وجہ یہ قرار دی ہے کہ وہ معراج جسمانی کے منکر ہیں اور تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ کو عرش تک معراج جسمانی ہوئی تھی جس میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں دوسری معراجوں کا یہاں ذکر نہیں اگر کوئی اپنے یا کسی اور کے لیے معراج مانے تو شرک فی الرسالۃ ہوگا اور مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ یہ آنحضرت کا ایک کشف تھا اور ایسے کشوف میں خود مؤلف بھی صاحب تجربہ ہے اس قول سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے لیے ایک نہیں بلکہ کئی معراج ثابت کئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کا انکار کیا ہے اس لیے آپ کلمہ کی ثانی جزو کے منکر ہوئے کیونکہ معراج نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے اور اس انکار کی وجہ سے کافر و مرتد ہوئے لہٰذا مدعیہ کا نکاح فسخ ہونا چاہیئے۔

الجواب

حسب عادت یہاں مختار مدعا علیہ نے مسئلہ کو خلط ملط کرنے کی سعی کی ہے۔ اور جس تمہید پر یہ اعتراض مبنی تھا اسے دیدہ و دانستہ ماسبق کی طرح نظر انداز کر دیا۔

بیان یہ کیا گیا تھا کہ آقا و مولیٰ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ باری تعالیٰ کے محبوب اور تمام مخلوق کمالات کے منبع و مخرج بتصریح انا قاسم واللہ یعطی ۔ نیز تمام کمالات میں بے نظیر و بیمثال ہیں۔ قدرت نے ان کمالات کا نہ کوئی پیدا کیا نہ آئندہ کبھی پیدا کرے گا تمام مخلوق جن و انس اولیاء و ابدال غوث و اقطاب اولو العزم انبیاء کرام بلکہ مقربین کی بیحد و بیشمار تعداد مصداق لا یعلم جنود ربك الا هو سب کے تمام کمالات ایک پلے میں رکھے

جائیں۔ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت نہیں۔ بلکہ اس کا ایک ذرہ ایک پلہ میں رکھا جائے تو بھی ایک ذرہ شان محبوبیت بڑھ کر ہوگا بلکہ یہ تمام مذکورہ بالا اولیاء اور ملائکہ مقربین انبیاء کرام علیہم السلام ان کے مرتبہ عالی کو کیا پہنچتے۔ ان کا وہم وگمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا۔ بلکہ جہاں تک اس سید کل فخر کل نبی الکل صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ نے قدم اور نعلین شریفین پہنچائے ہیں۔ کسی کا سر بھی نہیں پہنچتا۔ جبرئیل علیہ السلام بھی باوجود انتہائی اور اعلیٰ تقرب کے ہم رکابی میں ایک مخصوص مقام پر پہنچ کر رک جاتے ہیں۔ پھر وہی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تنہا اللہ کی رحمت کی معیت میں وہاں تک جاتے ہیں جس کو دنیا والے یوں تعبیر کرتے ہیں کہ۔

کس ندانست کہ منزل گہہ دلدار کجااست

ایں قدر ہست کہ بانگے جرسے می آید

مگر دراصل ہمارے لفظوں میں اس کی تعبیر ہی ناممکن ہے۔ ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔

سچ کہو ان آنکھوں سے کوئی اور بھی دیکھا | پایا ہے کسی اور نبی نے بھی یہ رتبہ

بتلا تو سر عرش بریں کون ہے پہنچا | الیدرسے زینت تری وہ عرش معلا

جو رہے ترا نقش کف پائے محمدؐ

باری تعالیٰ بھی وحدہ لاشریک لہ اور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحدہٗ لاشریک لہ فرق یہ ہے۔ کہ باری تعالیٰ اپنی خدائی میں وحدہٗ لاشریک اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا ہونے میں وحدہٗ لاشریک ان کی خدائی میں کوئی شریک وسہیم نہ ان کی شان محبوبیت وکمالات میں کوئی شریک ان کی الوہیت میں شریک ماننا شرک فی الالوہیتہ ہے۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وکمال محبوبیت میں کسی کو شریک ماننا شرک فی الرسالتہ ہے۔ شرک فی الالوہیتہ کے بعد جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا لا الٰہ الا اللہ کلمہ کے پہلے جزو پر ایمان ناممکن ہے۔ شرک فی الرسالتہ کے بعد (جسے بھی مرزا صاحب نے نہ چھوڑا) کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔

پھر یہ بتلایا تھا۔ کہ چونکہ مسئلہ معراج جسمانی نہایت طویل الذیل ہے۔ اس لیے میں اس وقت اسے نہیں چھیڑتا۔ اور وہ تو سر سید علیہ الرحمۃ کی بھی سمجھ میں نہ آیا۔ اور کشفی رنگ کا سمجھتے رہے مگر ایسا کشف جو نہ کسی نبی کو ہوا نہ ولی کو نہ کسی کو ہو سکے لیکن مرزا صاحب نے یہ کیا۔ کہ کشف بتا کر یہ کہہ گئے۔ کہ وہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔ یہ عبارت لکھی ہوئی شان رسالت ومحبوبیت کے شرک پر دال ہے اور شرک فی الرسالت کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رہ سکتا ہے۔ ہر نبی کو کسی نہ کسی رنگ میں معراج ہوئی ہے۔ کسی کو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں

میں کسی کو کوہ طور پر۔ کسی کو کشتی میں۔ کسی کو چاہ کنعان میں اور کسی کو شکم ماہی میں اور یہ سب بیداری اور جسم کی حالت میں تھی۔ مگر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اقدس کے ساتھ عرش اعظم پر ہوئی۔ اس میں آپ کا کوئی بھی شریک و سہیم نہیں اور کشف مان کر بھی اس جیسا کسی کو کشف ناممکن ہے۔

پس اعتراض صرف تشبیہ پر تھا۔ مسئلہ کو طوالت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا تھا۔ اور بنار اعتراض صرف یہ فقرہ کہ "اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے" قرار دیا تھا۔

پھر بھی مختار مدعا علیہ نے باوجود شدید احتجاج غیر متعلق ہونے کے اصرار کو پورا مسئلہ طول وطویل تقریباً پندرہ صفحات پر سپرد قلم کیا ہے جس کی بناء پر ہم بھی مفصل جواب دینے پر مجبور ہوئے۔

قول مختار مدعا علیہ:

"مختار مدعیہ کے اس اعتراض میں تین باتیں قابل غور ہیں (الف) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی (ب) اور کیا صحابہ اور ائمہ سلف صالحین اور تمام اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے اس کا مفصل جواب تو آگے آئے گا۔ اجمالاً پہلے حصہ الف کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی۔

جواب:

مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام عبدالوہاب شعرانی اور ابن عربی کے حوالہ سے پیش کرتا ہوں جنہیں مختار مدعا علیہ جواب جرح مارچ ۱۹۳۲ء میں مسلم مان چکا ہے۔

"قال الشیخ وکان ھذا الاسراء بجسمہ الشریف ولو کان الاسراء بروحہ صلی اللہ علیہ وسلم ویکون رؤیا رآھا کما یری النائم فی نومہ وانکرہ من قریش ولا نازعہ فیہ وانما انکروا علیہ کونہ اعلمھم ان الاسراء کان بجسمہ الشریف فی تلک المواطن التی دخلہا کلھا (فان قلت) فکم کانت اسراآتہ صلی اللہ علیہ وسلم (فالجواب) کما قالہ الشیخ فی الباب الرابع عشر وثلثمائۃ انھا کانت اربعۃ وثلاثین مرۃ واحدۃ بجسمہ والباقی بروحہ رؤیا راھا قال ومما یدلک علی ان الاسراء لیلۃ فرض الصلوٰۃ کان بالجسم ما ورد فی بعض طرق الحدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم استوحش لما زج بہ فی النور ولم یر معہ احدًا اذ الارواح لا توصف بالوحشۃ ولا بالاستیحاش قال وکذلک مما یدل علی ان الاسراء کان بجسمہ ما وقع لہ من العطش فان الارواح المجردۃ لا تعطش۔

(الیواقیت ص ۳۵ ج ۲)

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ معراج جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی حضور علیہ السلام کو جسم سمیت ہوئی

اور اگر صرف روحانی اور ایک کشف یا خواب ہوتا جیسا کہ لوگ نیند میں دیکھتے ہیں۔ تو کوئی بھی قریش میں سے انکار کرکے نہ جھگڑتا بلکہ ان کا انکار صرف اس بنا پر تھا کہ وہ ان تمام مقامات (فرش سے عرش تک) آپ کا رات میں جانا جسمانی یقین کرتے تھے۔

پھر تعداد معراج کا سوال کرکے شیخ محی الدین عربی کا فیصلہ فتوحات کے صفحہ ۳۱۴ باب ۳۶۷ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو چونتیس معراجیں ہوئی ہیں ایک صرف جسمانی اور باقی روحانی کشفی۔ پھر فرمایا کہ وہ معراج کہ جس میں پنجگانہ نماز فرض ہوئی جسمانی ہے اور منجملہ دیگر دلائل جسمانی کے اس کے جسمانی ہونے پر ایک دلیل ہے کہ حدیث میں استوحش کا لفظ بھی آیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو توحش ہوا حالانکہ ارواح توحش کے ساتھ متصف نہیں کیجاتی یوں ہے ایک اس کے جسمانی ہونے کی دلیل منجملہ اور دلائل کے یہ ہے کہ آپ کو پیاس لاحق ہوئی اور صرف روح کو کبھی پیاس نہیں لگ سکتی تو معلوم ہوا کہ یقیناً یہ معراج جسمانی تھی۔

ایسے واضح اور کھلے ہوئے مسلمہ بزرگ کی شہادت کے بعد سرسیدؒ اور سید سلیمان ندوی و مولوی ثناء اللہ امرتسری کی آڑ نہایت لغو اور ناقابل التفات ہے۔ خصوصاً جب کہ مسل پران کا تذکرہ تک نہیں۔ اور عدالت تو مسل کی پابند ہے۔

دوسرے حصہ کے جواب کہ اور کیا صحابہ اور ائمہ سلف اور تمام علماء اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے۔

مفصل جواب تو آگے آئے گا۔ صرف دو حوالے نقل کئے جاتے ہیں جس سے واضح ہوگا کہ اس معراج کے جسمانی ہونے پر تمام سلف و خلف کا اتفاق ہے۔

(۱) امام المحدثین حافظ بدرالدین عینی فرماتے ہیں۔

وجمہور السلف والخلف علی ان الاسراء کان بیدنہ وروحہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ تمام اگلے پچھلوں سلف و خلف کا اتفاق ہے کہ یہ معراج جسم اور روح دونوں سمیت تھی نہ صرف روحانی (عمدۃ القاری شرح بخاری شریف باب الاسراء)

(۲) قاضی القضات ابو الفضل عیاض ابن عمر و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیصلہ۔

ذھب معظم السلف والمسلمین الی انہ اسراء بالجسد وفی الیقظہ وھذا ھو الحق وھو قول ابن عباس وجابر وانس وحذیفۃ وعمر وابو ھریرۃ ومالک ابن صعصعۃ وابی حبۃ البدری...

...الخ (شفاء شریف قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ معہ شرح شفا ملا علی قاری) یعنی جمہور سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین و جمہور مسلمین کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری اسی جسم کے ساتھ معراج ہوئی اور یہی حق ہے۔ اور یہی مذہب حضرت ابن عباس رضؓ اور جابرؓ اور حذیفہ رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ اور ابو ہریرۃ رضؓ اور مالک ابن صعصعہ اور ابو حبہ بدری اور ابن مسعود اور ضحاک و سعید ابن جبیر اور قتادہ اور سعید ابن مسیب اور ابن شہاب اور ابن زید اور حسن بصری اور ابراہیم اور مسروق اور مجاہد اور عکرمہ اور ابن جریج اور ابن جریر طبری اور امام احمد بن حنبل رضوان اللہ عنہم ورحمہم اللہ اور مسلمین کی جماعت عظیمہ کا یہی عقیدہ ہے۔ یوں ہی فقہا ائمہ مجتہدین و محدثین و متکلمین و مفسرین کا مذہب ہے۔ الخ۔

اتنا زیادہ واضح فیصلہ اوران ائمہ اور اکابر کو چھوڑ کر سید سلیمان ندوی و مولوی ثناء اللہ امرتسری و سرسید کی پیروی کرنا جن میں سرے سے بعض معجزات اور کرامات کے قائل نہیں اور بعض تقلید ائمہ سلاسل اولیاء اللہ کے بلکہ نیچری یا وہابی ہاں کہاں تک زیبا ہے۔ ہمارے مسلّم بھی صحابہ و ائمہ و سلف صالحین ہیں۔ سید سلیمان ندوی و مولوی ثناء اللہ امرتسری سرسید علی گڑھی ہمارے مسلّم بزرگ نہیں۔ نہ مسل پر انکا کوئی تذکرہ آیا نہ مختار مدعا علیہ نے جرح میں پوچھا ہاں ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کے مسلّم ہوں کہ ان کے قول سے سند لاتا ہے۔ تفصیل آگے اپنی جگہ ان شاء اللہ آئے گی۔

قول مختار مدعا علیہ۔

(۲) "کیا پہلے انبیاء میں سے یا اولیاء امت میں سے کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معراج ہوئی"

جواب۔ اس طرح ہرگز نہیں ہو سکتی نہ کسی کو ہوئی آدمؑ سے عیسیٰؑ تک کسی کو ویسی مانیں تو بھی شرک فی الرسالۃ لازم آئے گا جیسا کہ میری تمہیدی تحریر سے واضح ہے۔ مختار مدعا علیہ ہی ایک حوالہ نہ پیش کر سکے اور جو مغالطہ دیا ہے۔ وہ آگے اپنے مقام پر آئے گا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

(۳) "کیا مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔ کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرح معراج ہوئی"

جواب۔

یقیناً لکھا ہے۔ مختار مدعا علیہ کو ان کے تنخواہ دار ہوتے یا ان کے امتی و پیرو ہونے کی وجہ سے نہ نظر آوے اس میں میرا کیا قصور ہے۔

حوالہ مکرر پیش ہے۔

وہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا............ ہیں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگترین مقام ہے۔ جو درحقیقت بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفی اور اجلی ہوتی ہے۔ اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔ ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۴۷ ملاحظہ ہو کہ معراج جسمانی کو کشف قرار دے کے اسی قسم یعنے معراجی کشفوں میں اپنے آپ کو صاحب تجربہ فرماتے ہیں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

" پہلی بات کے متعلق خود مختار مدعیہ نے سرسید احمد خان صاحب کو مسلمان سمجھتے ہوئے اوران کے نام کے ساتھ علیہ الرحمۃ کا فقرہ استعمال کرتے ہوئے جو بزرگان دین کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اقرار کیا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کے منکر تھے اور اسے رؤیا مانتے تھے جیسا کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں صریح طور پر لکھا ہے اگر ہماری یہ رائے صحیح

نہ ہو اور ابن عباس نے علین کا لفظ رؤیا کے ساتھ اسی مقصد سے بولا ہے کہ رؤیا سے رؤیت یا تعین فی الیقظہ مراد ہے تو وہ بھی منجملہ اس گروہ کے ہوں گے جو معراج فی الیقظہ کے قائل ہوئے ہیں مگر ہم اس گروہ میں نہیں۔ جو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم نہیں کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے (تفسیر سرسید صفحہ ۱۰۷) جب مختار مدعیہ کے نزدیک سرسید احمد خاں معراج جسمانی کے منکر ہو کر صرف مسلمان نہیں بلکہ ایک بزرگ مسلمان ہیں جو خطاب علیہ الرحمۃ کے مستحق ہیں تو وہ اسی بنا پر کسی اور کو دائرہ اسلام سے خارج اور کلمہ شہادتین کے منکر کس طرح قرار دے سکتا تھا۔ ہیں تو اس تفریق د تخالف کی اس کے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ مرزا صاحب نے جو مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا ہے اور قدیم نوشتوں کی بنا پر ضروری تھا کہ زمانہ کے مولوی حسد اور تعصب کی وجہ سے انہیں کافر و مرتد کہتے ہیں" ۔ الخ

یہ پچھلے لفظ حسب ضابطہ مسل سے کاٹنے کے لائق ہیں میں خصوصیت سے عدالت کی توجہ اسطرف مبذول کراتا ہوں۔

الجواب

جواب میں کوئی اور دلیل جیسے کہ میں نے دلائل قاطعہ پیش کئے ہیں نہ پیش کر سکا صرف سرسید احمد صاحب (اللہ اس پر رحم کرے) اُن کی غلط فہمی اور مختار مدعا علیہ کا اُن کے لیے علیہ الرحمۃ کے استعمال کرنے کو دلیل سمجھ لیا مگر مختار مدعا علیہ کو واضح ہونا چاہیئے کہ یہ دلیل نہ قرآن کی ہے۔ نہ حدیث کی نہ اقوال سلف نہ ائمہ ہدای کی۔

سرسید احمد صاحب ہرگز کوئی مذہبی پیشوا نہیں بلکہ ایک دنیادار نیچری خیال کے آدمی ہیں جو معراج جسمانی معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء اللہ وجود ملائکہ جن شیاطین بلصراط کتنے امور ہیں جن میں تاویلات کرتے ہیں اور صحابہ کرام اور عامہ مسلمین کی طرح قائل نہیں پس سرسید کی تحقیق دینی معاملہ میں اور ان کی تفسیر اللہ کی مراد بیان کرنے میں محض غلط اپنی ذاتی رائے کسی پر حجت نہیں۔ باقی علیہ الرحمۃ کا لفظ مسلّم بزرگان دین کے ساتھ مختص نہیں ہر شخص اپنے والد استاد اپنے بزرگ زندہ کو صاحب وغیرہ اور مدظلہ دام برکاتہ اور مردہ کو مرحوم اور رحمۃ اللہ۔ علیہ الرحمۃ کہتا ہے جیسے ہم کہیں مولانا محمد علی مرحوم اور اس کو ان کی بزرگی اور مسلّم ہونے کا اشارہ نہیں اسی طرح علیہ الرحمۃ اور رحمۃ اللہ علیہ بھی عربی زبان میں مرحوم ہی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک ذرہ کا فرق نہیں۔

اول تو سرسید احمد نے آخری عمر میں ان تمام خلاف شرع عقائد سے رجوع کر لیا ہے اور ان تاویلات پر ندامت و معذرت پیش کی ہے۔ جس کے واسطے تصفیۃ العقائد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جس میں اُن کی خط و کتابت کا اکثر حصہ چھپا ہے۔ اور امیر الروایات امیر شاہ خان صاحب رحمۃ اللہ کی ملاحظہ فرمائی جائے اور میں نے اپنے مستند اکابر سے بھی اُن کے رجوع کی معتبر روایت سنی ہے لہٰذا مجھے حق ہے۔ کہ انہیں مسلمان سمجھ کر مرحوم اور اس قسم کے لفظ سے یاد کروں مگر مسلمان ہونا اور چیز ہے۔ اور مسلّم ہونا اور۔ یوں اگر مرزا صاحب کی ان کفریات سے کوئی توبہ اور اس سے رجوع مختار مدعا علیہ دکھا

دیتا تو ہم مرزا صاحب کو بھی مرحوم۔ علیہ الرحمۃ وغیرہ اسلامی نام والقاب سے یاد کرتے۔

دوسرے یہ کہ سرسیّد احمد صاحب مرحوم کی سمجھ میں نہ آیا اور اپنی غلط فہمی سے معراج جسمانی کے قائلین سے علیحدہ ہوگئے مگر کسی قسم کی گستاخی یا شرک فی الرسالۃ کا ارتکاب نہ کیا۔ جیساکہ اُن کی دوسری تصانیف تفاریر احمدیہ وغیرہ سے واضح ہے۔

نیز یہ عبارت ضرور ملاحظہ ہو۔ اور خصوصیت سے طرزِ خطاب میں لحاظ ادب۔

(تفسیر سرسیّد صفحہ ۱۰۷)

کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب کی گستاخی بارگاہ نبوۃ کی ملاحظہ ہو۔

"سیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا"

تا اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔

(ازالہ اوہام)۔

جسم کو کثیف کہہ کر اس کی معراج نہ ماننا اور اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدِ مقابل اگر "ہماری یہ رائے صحیح نہ ہو اور ابن عباس نے عین کا لفظ رویا کے ساتھ اسی مقصد سے بولا ہے کہ رویا، سے رویت یا تعین فی الیقظہ مراد ہے تو وہ بھی منجملہ اس گروہ کے ہوں گے جو معراج فی الیقظہ کے قائل ہوئے ہیں مگر ہم اس گروہ میں ہیں جو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے (تفسیر سرسید صفحہ ۱۰۷)۔ کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

سیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا تا اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔

(ازالہ اوہام ص۲۲)

معراج پاک جیسے کشفوں میں بارہا صاحب تجربہ بننا کس قدر کھلی ہوئی گستاخی ناقابل عفو جرم ہے۔ پس میں نے یہ عرض کیا کہ مدار اعتراض اس مشارکت پر ہے۔ صرف جسمانی اور روحانی پر نہیں اور سرسید کو یہ نہیں سوجھا بلکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا کوئی ثانی و شریک وسہیم نہیں سمجھتے۔ ان کی دوسری تصانیف و مضامین ملاحظہ ہوں۔

لہٰذا مرزا صاحب اس توہین اور شرکت فی الرسالۃ اور اس کے توبہ نہ کرنے کی وجہ سے لا الٰہ الا اللہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ پر ایمان دار نہ رہے۔ بخلاف سرسید صاحب کے اتنی کہ اولاً کوئی گستاخی نہیں دوسرے آخر میں ان سب سے رجوع کیا ہوا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"دوسری بات کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ فریق مخالف کے ایک مسلم عالم کی تحقیق بیان کردوں علامہ سید سلیمان

ندوی سیرۃ النبی جلد ۳ ص۲۹۳ میں بذیل عنوان الخ''

الجواب

مختار مدعا علیہ نے کذب بیانی کی حد کردی ۔ سید سلیمان صاحب ندوی فریق مدعا علیہ کے نزدیک مسلم عالم ہونا ایسا سفید جھوٹ ہے ۔ جس کی نظیر تمام عالم میں نہ ملیگی ۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ سید صاحب کا تذکرہ تک تمام کاروائی مقدمہ میں مسل پر نہیں نہ یہ دیو بندی ہیں کہ اس آڑ میں تاویل کرکے کام نکالا جائے ۔ بلکہ دیو بندیوں سے ان مسائل میں ان کے اور ان کے استاد شبلی صاحب کے اختلافات مشہور ہیں ۔ تفصیل کے لیے القاسم دور جدید اور العرف الشذی علی الترمذی اور تعزیرات بخاری حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ ہوں ۔

پس ان کی آڑ فریق مدعا علیہ پر حجت نہیں ۔ مرزائیوں کی مسلم ہوں ہمیں اعتراض نہیں ہم اس کا جواب پیش کرتے ہیں ۔

مختار مدعا علیہ نے سیرت النبی جلد ۳ کی عبارت صفحہ ۲۹۳ سے صفحہ ۳۰۶ تک تقریبًا ۱۴ صفحہ کی نقل کی ہے ۔ جس کی غرض محض طول دینا ہے ۔ میں ان کے استدلال کا خلاصہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں نقل کرکے مختصر جواب اولاً پیش کرتا ہوں تفصیلی جواب آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

(۱) خلاصہ دلیل وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس الایۃ اور رؤیا عام طور سے خواب کے معنی میں ہوتا ہے ۔ الخ

رؤیا کے معنی کی بحث بعد میں آتی ہے یہاں تو بہ تسلیم سید صاحب رؤیا عین میں ہے یعنی خواب نہیں بلکہ مشاہدہ ہے ۔

ملاحظہ ہو بخاری شریف باب المعراج ۔

"عن ابن عباس ھی رؤیا عین اریھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری

یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رؤیا سے خواب کے معنی مراد نہیں بلکہ رؤیا سے رویت عین یعنی مشاہدہ بصری مراد ہے ۔

اور ابن عباس رض علاوہ حبر امت اور صحابی خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اعلم الناس بالتفسیر القرآن ۔ ہونے کے مختار مدعا علیہ کے نبی مرزا صاحب کے داہنے بازو اور مسلم صحابی مولوی محمد احسن[۱] صاحب امروہی کے اصول پر ایسے

---

[۱] : ان کی توثیق مرزا صاحب ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ ۔

"مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور تعلق روحانی رکھتے ہیں ۔ ان کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث میں انکی نظر بہت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے" (ازالہ صفحہ ۷۵۸)

مسلم ہیں کہ ان کے مقابل کسی مسیح موعود مہدی مسعود کی بات معتبر نہیں چونکہ یہ بالاتفاق قریش ہیں اور قریش کے متعلق ارشاد ہے۔

اب خلاصہ تفسیر سورۃ قریش کا یہ ہوا کہ قریش بالضرور تمام دینیات میں متبوع اور مقتداء ہیں۔ کہ الفضل للمتقدم اور سائر امت مرحومہ ان کے تابع ہے۔ خواہ امت میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود۔ الخ

(الفرقان مولوی احسن امروہی صفحہ ۸)

اب اس کے بعد مختار مدعا علیہ کو مرزا صاحب کا بھی ان کے مقابل حوالہ نہ دینا چاہیئے۔ چہ جائے کہ سید سلیمان ندوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری و سرسید وغیرہ۔

عبارت سیرت النبی۔

"صحیح بخاری صحیح مسلم مسند ابن حنبل اور حدیث کی دیگر کتابوں میں جن میں معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات درج ہیں ان سب کو ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ان روایتوں کے الفاظ یا خواب و بیداری دونوں پہلوؤں میں سے خاموش ہیں یعنی ان میں مطلقاً اس کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ خواب تھا یا بیداری اور یا یہ کہ ان میں خواب منام اور رویا کی تصریح ہے بخاری و مسلم و مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی روایت میں جو شریک کے واسطہ سے ہے تصریح تمام مذکور ہے کہ یہ واقعہ آنکھوں کے خواب اور دل کی بیداری کی حالت میں پیش آیا۔"

الجواب

چونکہ سید صاحب نیز شبلی صاحب صرف مورخ تھے محدث نہ تھے اس لیے احادیث اور تطبیق میں سخت غلطیاں کی ہیں۔ خود اسی سیرۃ النبی میں بخاری شریف کی حدیث بدر پر ناواقفی سے بدر صغریٰ کو بدر کبریٰ پر قیاس کر کے تنقید و تبصرہ کر کے انکار کر دیا ہے جس پر محدثین نے گرفت کی ہے اور بھی احادیث کے متعلق غلطیاں کی ہیں جس کے واسطے تقریر بخاری شریف حضرت سید انور شاہ صاحبؒ ملاحظہ ہو۔ (جدید حوالہ)

یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ راوی شریک کی روایت کو معیار اور مدار ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ اس حدیث کے متعلق حضرت علامہ محدث امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

"قد جاء فی روایۃ شریک فی ھذا الکتاب اوھام انکر علیہ العلماء قد نبہ مسلم علی ذلک بقولہ فقدم واخر وزاد ونقص منھا قولہ الخ

(شرح مسلم نووی صفحہ ۹۱)

یعنی معراج کی روایت جو شریک نے کی ہے۔ اس میں بہت اوہام ہیں۔ جن پر علماء کے سخت اعتراض ہیں امام مسلمؒ

نے مسلم شریف میں اس پر تنبیہ کی ہے ۔ کہ ان بزرگ نے اسی روایت میں تقدیم وتاخیر اور کمی وزیادتی کر ڈالی ہے ۔ پھر آگے تفصیل میں یہ تمام امور انہیں غلطیوں میں شمار کیے ہیں جن میں سید صاحب معیار حل احادیث فرمارہے ہیں " اس سے ملاحظہ فرمالیں کہ جس حدیث میں محدثین اوہام بتائیں اسی کو معیار قرار دیتے والاحدیث کے متعلق کیا فیصلہ دے سکے گا ۔

تحقیقی جواب

اب ان متعارض احادیث کی تطبیق مجھ سے سنیئے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۳۴ معراجیں ہوئی ہیں جن میں ایک معراج جسمانی ہے جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی ہے باقی (۳۳) روحانی ہیں بس جن روایات میں فاستیقظ وغیرہ کے الفاظ ہیں روحانی یا منامی پر دلالت کرنے والے ہیں گو سطح ظاہری ایک جیسی اور روایات میں الفاظ راویوں کے متشابہ اور مختلط ہو گئے ہوں ۔ اور جہاں جہاں جسمانی کی تصریح کی ہے وہ سب اسی ایک معراج جسمانی کے متعلق ہے ۔ جس پر قریش نے انکار کیا اور ابوجہل تکذیب کر کے ابوجہل اور سیدنا ابوبکر تصدیق کر کے صدیق اکبر بنے یہ اپنی توجیہہ نہیں بلکہ مختار مدعا علیہ کے مسلّم بزرگ علامہ عبدالوہاب شعرانی اور امام الصوفیہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے (ملاحظہ ہو کتاب یواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۵ مبحث ۳۴) حوالہ اوپر مفصل نقل ہو چکا ۔

تعجب ہے کہ مرزا صاحب کے الہام واقوال کی تطبیق کے واسطے بڑی بڑی نادر الوجود کتب تلاش کی جائیں اور سرکار دو عالم سید الاولین والاخرین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلال باقی رکھنے اور ناموس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے واسطے اپنے مسلّم بلکہ مسلمہ فریقین بزرگ کی کتاب تک نظر انداز کر دی جائے ۔ فیا حسرتاہ ۔ اس مختصر تقریر سے احادیث حضرت ابوبکرؓ انس بن مالک ، مالک ابن صعصعۃ الانصاریؓ وغیرہ کے جس قدر حوالے مسند احمد بخاری وغیرہ سے آئے تھے سب کا جواب آگیا تفصیل آگے آئے گی ۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ ۔)

قول سید سلیمان ندوی بحوالہ مختار مدعا علیہ ۔

" دلائل بیہقی میں ایک روایت ہے جس میں ابو سعید خدریؓ کے واسطے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں عشاء کے وقت خانہ کعبہ میں سو رہا تھا ایک آنے والا (جبرئیل) آیا اور اس نے مجھے آکر اٹھایا اور میں اٹھا ۔ اور اس کے بعد واقعہ معراج کی تفصیل ہے ۔ لیکن اس کا دوسرا راوی ہی جو تھا دروغ گو اور ناقابلِ اعتبار ہے اور اس میں جو منکر اور غرائب امور بیان کیے گئے ہیں وہ سرتاپا لغو ہیں "

جواب

اس کے راوی کو دروغ گو اور ناقابلِ اعتبار کہنا ایک شخص کی رائے ہے کسی امام جرح وتعدیل کا فیصلہ نہیں دوسرے محدثین کے نزدیک وہ راوی قابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو میزان الاعتدال وغیرہ جہاں اس راوی کے متعلق تمام اقوال توثیق وتعدیل

منقول ہیں پھر دوسرے صحیح صریح احادیث اس کی مؤید ہیں چونکہ اس روایت سے صریح سید صاحب کے مدعا کے خلاف نکلتا تھا کہ "جبرئیل نے مجھے آکر بیدار کیا اور میں اٹھا" اس لیے اسے مجروح قرار دیا اور اس سے زیادہ مناکیر جس روایت شریک راوی میں تھے اسے حل احادیث کا معیار بنا گئے سچ ہے۔ حبك الشئ يعمى ويصم۔ باقی اس میں معراج کے واقعات کو غرائب امور اور سرتاپا لغو بتانا یہ وہی نیچریت ہے کہ عقل میں نہ آئے تو ان سے انکار کرنے لگے اور ایک اصولی ہمارا اور ان کا یہ بھی اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک درایت وعقل روایۃ ونقل پر مقدم ہے (جو اصول یورپ کی تاریخ نویسی کا ہے) اور ہمارے نزدیک صحیح نقل سے ثابت ہو جائے خواہ ہماری ناقص عقل میں آئے یا نہ آئے اسے درست مانیں گے کیونکہ روایۃ نقل صحیح درایۃ وعقل کی کسوٹی پر مقدم اور افضل ہے۔

قول سیّد صاحب

"ابن اسحاق نے سیرۃ میں اور ابن جریر طبری نے تفسیر سورۃ اسراء میں حضرت حسن بصری سے اس قسم کی روایت کی ہے کہ میں سو رہا تھا کہ جبرئیل نے پاؤں ہلا کر مجھے اٹھایا الخ لیکن اس کا سلسلہ حسن بصری سے آگے نہیں بڑھتا"

جواب

سید صاحب کو معلوم نہیں کہ جس سے جو سلسلہ آگے نہیں بڑھتا اس کے واسطے حضرت حسن بصری نے قاعدہ باندھا ہے کہ میں جہاں کہیں یہ کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا وہاں مراد یہ ہے کہ یہ روایت بواسطہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہے میں ایسے زمانہ میں ہوں کہ انکا نام نامی زبان پر نہیں لا سکتا (مراد زمانہ حجاج ظالم ہے جو حضرت علیؓ کے نام لینے پر قتل کرتا تھا) ملاحظہ ہو خلاصۃ التہذیب صفحہ حاشیہ اور اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ للسیوطی صفحہ ۲)۔

پس اصل سند یوں رہی کہ مدار سلسلہ صوفیاء کرام حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام الاولیاء مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اور وہ روایت کرتے ہیں فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اب اس سے صحیح سند اور کیا ہو سکتی ہے کوئی علم حدیث سے واقف نہ ہو اس کا کیا علاج۔

قول سید صاحب بحوالہ مختار مدعا علیہ

بہر حال جیسا کہ پہلے ہم نے لکھا ہے کہ صحیح روایتوں میں یا مطلق خواب وبیداری کی تفصیل نہیں اور یا خواب وبیداری کی درمیانی حالت کی تصریح ہے سیرت ابن ہشام اور تفسیر ابن جریر طبری میں محمد بن اسحاق کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے دو روایتیں ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ یہ بزرگوار معراج کو روحانی اور رؤیاء صادقہ کہتے ہیں صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۶) پھر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں رد کیا ہے .... تا ...... الحسن البصری ونحو ذالک الخ

حضرت عائشہ رضؓ و معاویہ رضؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ دونوں نے کہا ہے کہ معراج میں آپ کی روح لیجائی گئی اور آپ کا جسم گویا نہیں گیا یعنی وہ اسی دنیا پر اپنی جگہ پر موجود تھا اور حسن بصری رضؓ سے بھی اس قسم کی روایت کی ہے۔"

الجواب

چونکہ سید صاحب کی عقل میں معراج کا واقعہ نہیں آتا اس لیے جو بھی روایت کے نام سے صحیح غلط ملے مگر ان کے مدعا کے لیے ٹھیک ہو وہ ان کے قائم کردہ عقلی معیار پر صحیح ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا عبارت میں حضرت عائشہ رضؓ کا قول کہ " ما فقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج کہ شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر میں نے گم نہ کیا یعنی بستر پر موجود تھا۔ اور یوں ہی قول حضرت معاویہ اور حسن بصری رحؒ نقل کرتا ہوں مفصل جواب ملاحظہ ہو۔

قول سیدہ عائشہ رضؓ

مرزا غلام احمد صاحب نے بھی ازالہ اوہام میں معراج جسمانی پر اور تمام صحابہ کرام رضؓ کا اتفاق نقل کیا ہے اور صرف حضرت عائشہ رضؓ کو مستثنیٰ کرتے ہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو کہ۔

باوجود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع جسمی کے بارہ میں کہ وہ جسم سمیت معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا لیکن حضرت عائشہ رضؓ اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں

(ازالہ اوہام کلاں ع ۱۱۹ کلاں خورد صفحہ ۲۴۴)

دوسرا حوالہ:

"اور مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ خلاف اجماع صحابہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے دونوں ٹکڑوں کی نسبت یہ ظاہر کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسم کے ساتھ بیت المقدس پر گئے نہ آسمان پر بلکہ وہ ایک رویا صالحہ تھے۔ (ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۱۲۱ صفحہ ۲۹۲)

ان دونوں عبارتوں میں مرزا صاحب نے معراج جسمانی یعنی جسم سمیت آسمان پر جانے کے متعلق تمام صحابہ کا اعتقاد اور ان کا متفقہ مجمع علیہ مسئلہ ثابت فرما رہے ہیں صرف جناب صدیقہ رضؓ کے قول کا سہارا لے رہے ہیں۔ پس اگر میں نے عقلی و نقلی درایۃ و روایۃ سے اِن کا بے بنیاد ہونا ثابت کر دیا تو مرزا صاحب کے اقرار سے بھی اجماع صحابہ ہو جائے گا جس سے ایک مستثنیٰ نہیں اور بالاتفاق اجماع صحابہ قطعی حجۃ اور اس کا منکر بلاشبہ کافر ہے۔

ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۱۰ یکم مارچ ۳۳ء

(حدیث عائشہ رضؓ)

باعتبار سند اور روایت تنقید کے یہ حدیث بالکل غلط بلکہ موضوع اور گھڑی ہوئی ناقابل اعتبار ہے۔ ملاحظہ ہو زرقانی شرح مواہب مقصد خامس ج ۲ صفحہ ۴۔

وحدیثها هذا ليس بالثابت عنها لما في متنه من العلة القادحة و في سنده من انقطاع و راو مجهول وقال ابن دحية في التنوير انه حديث موضوع عليها و قال في معراجه الصغير قال امام الشافعية ابو العباس ابن شريح هذا حديث لا يصح و انما وضع ردّا للحديث الصحيح ..... وكان المعراج بالجسد الروح جميعا زرقاني شرح مواهب مقصد ۵ ج ۲ ص۴۔

اس حدیث عائشہ رضؓ کو لکھ کر زرقانی شارح مواہب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہرگز ثابت نہیں اس کا متن بھی سخت معلول ناقابل اعتبار ہے اور سند بھی سند میں ایک راوی کا درمیان سے پتہ نہیں (کہ دیندار تھا یا بیدین) ایک مجہول راوی ہے (نہیں معلوم معتبر ہے یا غیر معتبر) امام ابن دحیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یقیناً موضوع اور گھڑی ہوئی ہے امام شافعیہ امام ابو العباس ابن شریح فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل غلط ہے اور صرف معراج جسمانی کی اعلیٰ صحیح حدیثوں کو رد کرنے کی غرض سے وضع کی گئی ہے بہرحال معراج جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوئی" زرقانی ج ۲ صفحہ ۴۔

اتنے بڑے بڑے مسلم ائمہ حدیث کا یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت عائشہ کی حدیث ان سے ثابت ہی نہیں صرف بیدینوں کا اختراع و ایجاد ہے۔

صحیح حدیث حضرت عائشہ رضؓ اس کے خلاف ہے

اخرج الحاكم و صححه و ابن مردويه والبيهقي في الدلائل عن عائشة رضؓ قالت لما اسرى بالنبي صلى الله عليه وسلم الى المسجد الاقصى اصبح يحدث الناس بذلك فارتد ناس فمن كانوا آمنوا به و صدقوه و سعوا بذلك الى ابي بكر ..... قال نعم اني اصدقه بما هو ابعد من ذلك اصدقه بخبر السماء في غدوة او روحة فذلك سمي ابو بكر الصديق۔

(در منثور ابن کثیر ج ۲ ص۳۸)

حضرت عائشہ رضؓ سے با سناد صحیح حاکم ابن مردویہ بیہقی نے روایت کیا کہ جب معراج کی صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ معراج ذکر فرمایا تو بہت سے لوگ (یاد رنہ کرکے) مرتد ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس دوڑ کر پہنچے کہ تمہارے دوست (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہیں .... (آخر میں ہے کہ) صدیق رضؓ اکبر نے فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کیونکہ جب میں اس سے زیادہ مستبعد از عقل یعنی نہ آنے والی آسمانی چیزوں کی تصدیق کرتا ہوں تو اس کی تصدیق کیوں نہ کروں

اسی پر آپ کو صدیق کا لقب بارگاہِ نبوت سے عطا ہوا۔ (ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۳۸)
ملاحظہ ہو کہ اگر خواب ہی تھا اور معراج جسمانی نہ تھی تو بہت سے مسلمانوں نے مستبعد سمجھ کر ارتداد کیوں اختیار کیا۔
اور صدیق اکبر نے تصدیق میں کیا انوکھی بات کی جس پر صدیق کا خطاب ملا۔
حضرت صدیقہ سے بہت سی روایتیں صحیح معراج جسمانی کی ہیں جن کے ذکر میں طوالت ہے میں زرقانی کے فیصلہ پر اکتفاء کرتا ہوں کیونکہ وہ ارباب نقل میں نہایت معتبر امام ہیں ان کی نقل پر کسی کو لب کشائی کا موقع نہیں۔

امام زرقانی کا فیصلہ

بل الذی یدل علیہ صحیح قولہا انہ بجسدہ الشریف لانکارہا رویتہ ربہ رویتہ عین ولو کانت عندہا مناما لم تنکرہ ــــــ ــــ الخ (زرقانی ج ۶ صفحہ ۴)
یعنی حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صحیح قول یہی ہے کہ معراج پاک جسم شریف کے ساتھ ہوئی کیونکہ در حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رویتہ علیٰ باری تعالیٰ میں اختلاف رکھتی ہیں اگر ان کے نزدیک معراج روحانی یا خواب تھا تو اختلاف رویتہ کی کوئی بھی وجہ نہ تھی۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۶ صفحہ ۴)

(درایتہ حدیث عائشہ پر تنقید)

عقل و درایتہ کے لحاظ سے بھی ان کا یہ ارشاد کہ شبِ معراج جسم اطہر کو میں نے ٹٹولا تو بستر پر نہ ملا ہرگز قابلِ قبول نہیں کیونکہ اس معراج کے وقت جنابہ صدیقہ رضؓ کی عمر شریف بقول ملا علی قاری (۳) ماہ اور بہ تحقیق صحیح ایک سال کے اندر ہی تھی۔
جس وقت نہ تو یہ شعور ممکن ہے نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں ان کا شب گذارنا کیونکہ چھٹے سال کی عمر میں ان کا پیغام دیا گیا اور نکاح ہوا اور مدینہ منورہ جاکر ہجرت کے بعد نویں سال کی عمر میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر قدم رنجہ فرمایا۔ لہذا یقیناً یہ واقعہ کسی نے اپنے طور پر خلاف واقعہ بنایا ہے۔

امور تنقیح طلب۔

(۱) معراج کا سنہ کیا تھا۔
(۲) جنابہ صدیقہ کی عمر اس وقت کیا تھی۔
(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اول اول کہاں اور کس سنہ میں تشریف لے گئیں اور محرم راز بنیں۔

(جواب وثبوت)

اول کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ تعیین سنہ معراج میں چودہ۱۴ کے قریب قابل لحاظ اقوال ہیں اور کافی اختلاف تفصیل۔

(۱) قبل نبوت (روایتہ شریک۔)
(۲) نبوت کے ۱۵ ماہ بعد۔
(۳) نبوت کے تین سال بعد۔ قول ابن اسحاق۔
(۴) نبوت کے پانچ سال بعد۔ قول امام زہری۔
(۵) مکہ اور قبائل میں اسلام شائع ہوچکا تھا (ابن اسحاق)
(۶) ہجرت سے ۶ ماہ قبل ۸ ماہ۔ ۱۱ ماہ۔ ۱۲ ماہ۔ ۱۴ ماہ۔ ۱۵ ماہ۔ ۱۷ ماہ۔ ۱۸ ماہ قبل آٹھ۸ اقوال یہ ہیں پس تیرہ۱۳ نو یہ ہوئے۔ (۱۴) ۳ سال قبل۔

(فیصلہ)

باوجود اس اختلاف کے مسئلہ کمزور نہیں ہوسکتا کیونکہ جانچنے کا صحیح معیار موجود ہے یہ غلط ہے کہ اختلاف کسی مسئلہ کو کمزور کرتا ہے بلکہ اکثر پرکھنے اور پڑتال کا موقع نکل آتا ہے اور حق واضح سے واضح تر ہوجاتا ہے۔ ورنہ ناقابل التفات اختلاف تو وجود باری تعالیٰ۔ نبوت رسالت جنت دوزخ قیامت سبھی میں ہے۔

پہلی روایت شریک بالکل غیر معتبر ہے خصوصاً انکا یہ فیصلہ کہ معراج پاک آپ کے نبی ہونے سے قبل ہوئی۔

(نودی شرح مسلم صفحہ ۹۱)

دوسرا اور تیسرا قول بھی روایتہً و درایتہً نہیں اگے معلوم ہوگا نیز ملاحظہ ہو نودی صفحہ ۱۹ چھٹے قول سے چودہویں تک علاوہ روایتہً کمزور ہوں گے اس لیے بھی ناقابل قبول ہیں کہ محدثین میں کسی کو بھی اس امر میں اختلاف نہیں کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کے ساتھ نماز پنجگانہ فرض ہونے کے بعد پڑھی ہے اور ان کی وفات ہجرت سے تین بلکہ پانچ سال قبل ہوئی ہے ملاحظہ ہو نودی صفحہ ۱۹۔

پس اب صرف قول سالم رہ جاتے ہیں۔

(۱) نبوت کے پانچ سال بعد قول زہری۔
(۲) اسلام مکہ اور قبائل میں پھیلنے کے بعد اور دونوں کا ماحاصل ایک ہی ہے کیونکہ تین سال تو تبلیغ کا زیادہ موقع ہی نہ

تھا آپ معہ اہل و عیال شعب ابی طالب میں محصور تھے اور آپکا مکمل بائیکاٹ تھا چوتھے سال سے تبلیغ کافی شروع ہوئی اور پانچویں سال اکثر قبائل میں اسلام پہنچ گیا۔

فیصلہ

امام زہری کے صحیح قول کے موافق معراج ۵ھ نبوی یعنی نبوت کے پانچ سال بعد ہوئی۔

پیدائش حضرت عائشہ رضؓ

ام المومنین حضرت صدیقہ رضؓ کی ولادت ۵ھ نبوی کے بعد یعنی پانچویں سال نبوت کے ہے ملاحظہ ہو (زرقانی بروایتہ طبقات ابن سعد) نیز اس کی تصریح سیرۃ النبی شبلی میں بھی ہے جو خود مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ہے۔

پس سنہ معراج اور ولادت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک ہی یعنی پانچواں سال نبوت ۵ھ نبوی رہا۔ اب عدالت خود ہی غور فرمائے کہ چند ماہ کی بچی جن کا ہنوز کوئی دربار رسالت سے خصوصی تعلق نہیں نہ وہاں شب باشی ہے نہ کچھ سمجھ مگر فرماتے ہیں کہ معراج کی شب میں نے جسم مبارک کو بستر ہی پر پایا۔ پس یہ قول روایتہ و درایتہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ لہٰذا فیصلہ یہ رہا کہ تمام صحابہ کا یہ تسلیم مرزا صاحب بھی عقیدہ اور اسی پر اجماع رہا کہ معراج جسمانی یعنی جسم سمیت آسمان پر جانا ہوا اب تو اس کے منکر کا کفر بلا شبہ داخلاف ثابت ہو گیا۔

ایک اور گذارش

اگر باوجود ناقابل قبول ہونے کے اس قول کو کوئی تسلیم بھی کرلے تو پھر اس معراج جسمانی کے سوا کوئی اور (۳۳) روحانی معراجوں میں ہوگی کیونکہ اس قول دتحقیق کے لائق وہ ہجرت کے بعد ہوئیں اس وقت روحانی معراجیں متعدد ہوئی ہیں۔

حضرت صدیقہ کے مقابل ان کے والد بزرگوار کا صحیح فیصلہ

تعجب ہے کہ مرزائی یا دوسرے منکرین معراج ایک موضوع قول چند ماہ کی بچی کا لیکر اڑ بیٹھتے ہیں اور اسے حجت بنلاتے ہیں مگر خاندان قریش کے رکن رکین تمام امت سے افضل صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار جناب صدیقہ رضؓ کے والد بزرگوار حضرت صدیق اکبر کے صاف اور صریح قول کو نظر انداز کر دیتے ہیں ملاحظہ ہو درمنثور بحوالہ سابق۔

اخرجہ البزار وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویۃ والبیھقی فی الدلائل وصححہ

عن شداد بن اوس خلنا یارسول اللہ کیف اسری بک ۔۔۔۔ الی ان قال ابوبکر یارسول اللہ این کنت اللیلۃ قد التمستک فی مکانک الخ یعنی شداد ابن اوس سے

باسناد صحیح مروی ہے کہ شب معراج کی صبح تذکرہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی ۔ کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کو رات بہت تلاش کیا مگر حضور (بستر پر) نہ ملے اس پر فرمایا کہ مجھے رات معراج ہوئی الخ ۔

(درمنثور ابن کثیر ج ۶ ص۱۲)

شفاء قاضی عیاض رح کے صفحہ ۸۷ پر ہے ۔

" عن ابی بکر بروایۃ شداد بن اوس انہ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ طلبتک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البارحۃ فی مکانک فلم اجدک فاجابہ ان جبرئیل حملہ الی المسجد الاقصی الخ "

یعنی صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شب گذشتہ حضور کو حضور کی جگہ پر تلاش کیا آپ موجود نہ تھے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرئیل بیت المقدس اور آسمان پر لے گئے تھے " الخ ۔

(شفاء شریف ص۸۷)

ملاحظہ فرمائیں اتنی وضاحت ترک کرکے موضوعات کو حجت بنانا بیدینی نہیں تو اور کیا ہے یہ فیصلہ صدیق اکبر ۔ مختار مدعا علیہ بلکہ تمام مرزائیوں کو مسلم ہونا چاہیئے کیونکہ صدیق اکبر نہ صرف قریشی بلکہ مایہ ناز قریش اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب امت سے افضل ہیں

اور قریش کے متعلق ان کے مسلم بزرگ جن کی شان میں مرزا صاحب یوں رطب اللسان ہیں ۔ حبی فی اللہ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی مہتمم مصارف ریاست بھوپال ۔

مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور تعلق روحانی رکھتے ہیں ان کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث میں ان کی نظر بہت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے حال ہی میں انہوں نے ایک رسالہ اعلام الناس اس عاجز کی تائید دعویٰ میں بکمال متانت و خوش اسلوبی لکھا ہے جس کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ لیں گے کہ مولوی صاحب موصوف علوم دینیہ میں کس قدر محقق اور وسیع النظر اور دقیق آدمی ہیں انہوں نے نہایت تحقیق اور خوش بیانی سے اپنے رسالہ میں کئی قسم کے معارف بھر دیئے ہیں ناظرین اس کو ضرور دیکھو "

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۱۱ و ۳۲۰)

فیصلہ مولوی احسن امروھی

"قریش بالضرور تمام دینیات میں متبوع اور مقتدا ہیں کہ الفضل للمتقدم اور سائر امت مرحومہ ان کے تابع ہے خواہ امت میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود ہو"

پس اس صدیقی فیصلہ کے مقابل مرزا صاحب کا قول بھی ناقابل التفات ہے گو وہ بزعم خود مہدی و مسیح موعود کیوں نہ ہوں چہ جائیکہ سید سلیمان ندوی و مولوی ثناء اللہ و سر سید وغیرہ۔

تنقیح نمبر دوم

اوپر کی تحقیق میں بحوالہ طبقات ابن سعد و زرقانی گزر چکا کہ حضرت عائشہ رض کی عمر بوقت معراج چند ماہ کی تھی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔

تنقیح نمبر سوم

اوپر ثابت ہو چکا نیز مسلم ہے کہ حضرت صدیقہ کی رخصتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آبادی ہجرت کے پہلے سال ہوئی جب کہ ان کی عمر ۹ سال تھی اور جبھی وہ آپ کی صحیح معنی میں محرم راز ہوئیں (تفصیل کے واسطے طبقات ابن سعد میں حضرت عائشہ کا تذکرہ ملاحظہ ہو)

حضرت معاویہ رض کے قول کا جواب

چونکہ مرزا صاحب نے اجماع صحابہ سے صرف حضرت عائشہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس لیے اس کے جواب میں اتنی تفصیل کی گئی باقی حضرت معاویہ رض کا معراج جسمانی پر عقیدہ ہونا مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے کیونکہ وہ جسم سمیت آسمان پر شب معراج جانے کا عقیدہ بلکہ حسن سے بھی عقیدہ سوائے حضرت عائشہ رض کے سب صحابہ کا نقل کرتے ہیں بلکہ اجماع صحابہ بنایا ہے ملاحظہ ہو ازالہ کلاں صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۱۔

پس مرزا صاحب بھی حضرت معاویہ رض کو معراج جسمانی کے معتقدین کی فہرست میں منسلک کرتے ہیں۔

والفضل ما شهدت به الاعداء

لہٰذا بجائے زیادہ تفصیل کے صرف اجمالاً اس قدر عرض ہے کہ اول تو یہ انکا قول قابل اعتبار سند سے ثابت نہیں بلکہ مجروح اور ناقابل اعتبار ہے۔ دوسرے ۸ھ نبوی تک تو یہ ایمان نہ لائے تھے۔

بلکہ یہ تو ہجرت کے بہت بعد قریب فتح مکہ تقریباً ۱۴ - ۱۵ سال واقعہ معراج کے بعد ایمان لانے ہیں پھر ان کی اس وقت کے متعلق شہادت کہ آپ کا جسم شب معراج بستر ہی پر تھا یا غلط یا سنی سنائی بات ہو گی پھر صحیح ماننے پر یہ شہادت اسی معراج کے متعلق ہو سکتی ہے جو (۳۳) روحانی ہیں نہ کہ چونتیسویں جسمانی جیسا کہ یوا قبت سے گذر چکا ۔

(شہادت حضرت ابی سفیان رضی اللہ عنہ)

حضرت امیر معاویہ کا غیر ثابت سند، ضعیف اور کمزور بلکہ موضوع قول تو لیا حالانکہ مرزا صاحب کی تصریح کے بھی خلاف تھا مگر ان کے والد بزرگوار کی نہایت صحیح شہادت جو ہرقل شہنشاہ روم کے دربار میں بادشاہ کے حضوری میں کی تھی نظر انداز کر دیا یہ کہاں کی دیانت ہے ۔

ابن کثیر وغیرہ میں صحیح سند سے موجود ہے کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے ہرقل شاہ روم کے روبرو معراج جسمانی کا تذکرہ اس لیے کیا کہ وہ اسے مستبعد سمجھ کر متنفر ہو جائے گا اس کے سرہانے بیت المقدس کا چابی بردار موجود تھا اس نے کہا کہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں ، بادشاہ نے وجہ دریافت کی اس نے عرض کی کہ میں حسب دستور جو وقت اور تاریخ یہ بتاتا ہے ہیں بیت المقدس کو مقفل کرنے لگا تو کواڑ بند نہ ہوئے اعزہ سے مدد لی کامیاب نہ ہوا راجوں کو دکھایا معلوم ہوا کہ اس کا ایک پتھر نیچے سرک آیا ہے بلا توڑنے دروازہ بند ہی نہیں ہو سکتا اسی طرح کھلا چھوڑ کر چلا گیا صبح آیا تو آدمی کے آنے کے نشان تھے اور جس پتھر سے انبیاء سابقین اپنے جانور باندھا کرتے تھے اس میں ایک مزید حلقہ کا اضافہ اور جانور بندھنے کا نشان تھا اور دروازہ بالکل درست پتھر اپنی جگہ پر تھا جس سے میں نے یقین کیا کہ ضرور نبی آخر الزمان پیدا ہو چکے الخ ۔

(حسن بصری رضی اللہ عنہ کے قول کے متعلق)

حسن بصری کی طرف بھی انکار معراج جسمانی کی نسبت محض غلط وہ کسی روحانی معراج کا تذکرہ کرتے ہوں گے گو اس قول کی سند بھی ناقابل التفات ہے شفار قاضی عیاض رحمہ اللہ کے صفحہ ۸۶ سے حوالہ نقل کر چکا ۔ جس میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو معراج جسمانی بحالت بیداری میں ماننے والوں سے منسلک کیا ہے نیز ایک حدیث بھی ابن جریر رحمہ اللہ کے واسطے بسند حسن بصری رحمہ اللہ یہاں واضح گذر چکی کہ معراج جسمانی تھا اور اس پر انقطاع کا جو اعتراض تھا اس کا جواب بھی وہیں دیدیا کہ وہ حسن بصری رحمہ اللہ حضرت علی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کیونکہ جہاں وہ انقطاع کریں وہاں حضرت علی مراد ہوں گے ۔

(خلاصۃ التہذیب حاشیہ صفحہ ۷۷)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت

حضرت حذیفہ ابن یمان رضؓ کی طرف بھی انکار معراج جسمانی کی نسبت صحیح نہیں حضرت حذیفہ کی تصریح اجماع صحابہ کے بھی خلاف ہے نیز اس نقل کی سند ناقابل اعتبار ہے کسی معتبر محدث نے تصحیح نہیں کی اور شفاء قاضی عیاض صفحہ ۸۶ پر تصریح ہے کہ حذیفہ ابن یمان رضؓ معراج جسمانی بحالت بیداری کے قائل ہیں۔

نتیجہ

تقریر بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ جن بزرگوں کی طرف انکار معراج جسمانی کی نسبت کی ہے اولاً صحیح نہیں دوسرے روحانی (۳۳) معراجوں کے متعلق ہے۔ جس میں ہماری گفتگو نہیں اس معراج جسمانی کے متعلق جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی کسی ایک کا بھی سلف صالحین صحابہ و تابعین سے اختلاف ثابت نہیں اور یہ مرزا صاحب کو بھی مسلّم ہے۔

لفظ رویاء کی بحث

بلاوجہ اُس آیت وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس کی تحت ایک حاشیہ کا اضافہ کرکے لفظ رویاء کی بحث کا اضافہ کر لیا کہ رویاء کے معنٰی خواب کے ہیں۔ پھر شہاب تسہیل البیان۔ مجمع البحار حریری وغیرہ کے قطع برید کرکے کچھ حوالے نقل کئے ہیں

الجواب

ہمیں اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں جب کہ مخصوص اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضؓ کا فیصلہ موجود ہے کہ یہ رویاء عینی مشاہدہ معراج کا ہے نہ روحانی و منامی۔

(بخاری باب الاسراء فتح الباری ج ۷ صفحہ ۱۷)

اور چونکہ ابن عباس علاوہ حبر امت اور قرآن کے متعلق تمام امت سے زائد واقف ہوسکے بوجہ اس کے کہ قریشی ہیں ایسے مسلّم ہیں کہ ان کے مقابل دوسرے عالم شہاب حریری وغیرہ کی مہدی مسعود اور مسیح موعود کا فیصلہ بھی قابل اعتبار نہیں ملاحظہ ہو۔ (الفرقان مولوی احسن صاحب امروہی صفحہ ۸)

پھر بھی تبرعاً صرف ایک حوالہ نہایت ہی مستند لغت سے جس میں معہ محاورہ اہل زبان دیا گیا ہے پیش ہے۔

(حوالہ لسان العرب ج ۱۹ صفحہ ۹)

قال ابن بری و قد جاء الرویا فی الیقظۃ قال الراعی فکبر للرویاء وھش

فؤادہ و بشر نفسا کان قبل یلدھا ..... الخ

امام لغت ابن بری فرماتے ہیں کہ یقیناً رویا بیداری کے مشاہدہ پر بھی مستعمل ہے اور عرب کے مشہور مستند شاعر جاہلی راعی کا شعر سند میں پیش کیا ہے الخ۔ (لسان العرب ج ۱۹ صفحہ ۹)

اب یہ نہ صرف مستند ڈکشنری کا حوالہ ہے بلکہ محاورہ عرب اور شعر بھی معتبر شاعر کا پیش ہے جس کو گواہان مدعاعلیہ بھی لغت اور معتبر لغت کہتے ہیں ملاحظہ ہو بیان گواہان مدعاعلیہ و برح مارچ ۳۳ء

ایک عظیم الشان مغالطہ اور اس کا جواب

علماء اسلام میں کم از کم ایک شخص تو ایسا ہے جو صوفی اور صاحب حال بھی ہے اور محدث اور متکلم بھی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنے حجۃ اللہ البالغہ میں معراج کی حقیقت ان الفاظ میں لکھی ہے واسری بہ سے لے کر واللہ اعلم تک۔

ترجمہ :۔ آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں ہوا لیکن اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے۔ اور جو دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے اس لیے جسم پر روح کے احکام جاری ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے اور ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی اور اسی طرح پر واقعات حضرت حزقیل اور موسیٰ علیہم السلام کے لیے ظاہر ہوئے تھے اور اولیاء امت کے سامنے ظاہر ہونے ہیں خدا کے نزدیک ان کے درجہ کی بلندی مثل اس حالت کے ہوتی ہے جو دربار میں ان کو معلوم ہوئی واللہ اعلم" کتنا بڑا عظیم الشان مغالطہ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ پر سفید جھوٹ اور بدترین بہتان ہے جو ناواقفی سے نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ لگایا گیا ہے اگرچہ ترجمہ میں خیانتیں بھی ہیں مگر میں مختار مدعاعلیہ ہی کا پیش کردہ ترجمہ حضرت شاہ صاحب کے دامن قدس کی صفائی کے واسطے پیش کرتا ہوں۔

"آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں ہوا"

عدالت ملاحظہ فرمائے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتنے واضح الفاظ میں تصریح فرماتے ہیں کہ یہ تمام واقعہ جسم مبارک کے لیے حالت بیداری میں ہوا۔ نہ کہ کشف و خواب میں۔ پس کس قدر جرات اور دیدہ دلیری ہے کہ ان کی طرف انکار معراج جسمانی کی نسبت کی جائے اور اتنے عظیم الشان مغالطہ کے بعد مختار مدعاعلیہ کی حیثیت عدالت پر پوشیدہ نہیں۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز لیکن سے واللہ اعلم تک اپنے مذاق متعلق اس معراج جسمانی کا ایک فلسفہ صوفیانہ

اصول پر بیان فرمایا ہے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ عالم ظاہر اور عالم مثال کے درمیان کا ہے جو مقام جامع کہلاتا ہے یہاں جسم پر ایسی لطافت طاری ہو جاتی ہے کہ اس پر روح کے احکام یعنی سرعتہ حرکتہ رفع الی السماء وغیرہ جاری ہو سکتے ہیں اس مقام میں اُس جسم لطیف کی حرکت اور سرعتہ اور رفع الی السماء وغیرہ کوئی مستبعد نہیں جس طرح روح کے متعلق یہ امور مستبعد نہیں۔

پھر ان امور کے جو آپ نے معائنہ فرمائے نتائج فلسفیانہ بیان فرماتے ہیں جن کو مختار مدعا علیہ یا وہ بزرگ جن سے اُس نے نقل کیا ہے خوش فہمی سے تعبیر خواب سمجھ رہے ہیں بعینہٖ یہی فلسفہ حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا حوالہ

مختار مدعا علیہ نے تفسیر ثنائی ج ۵ صفحہ ۲۶ سے دو عبارتیں قطع برید کر کے نقل کی ہیں جس کے جواب میں اولاً یہ گذارش ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری مدعیہ یا اس کے فریق یا کسی دیوبندی عالم کے مستند و مسلّم نہیں بلکہ سخت اختلاف ہے اور نہ صرف فروعی امور میں بلکہ تقلید جیسے اہم مسئلہ میں یہاں تک اختلاف ہے کہ وہ ائمہ کرام کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں اور سیدنا امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کی شان گرامی میں زبان درازی کرتے ہیں ہمارے ان کے مناظرہ اختلافات اختلافی رسائل تمام پنجاب و ہندوستان میں شائع و ذائع ہیں ممکن ہے کہ یہ بزرگ مرزائیوں کے مسلّم ہوں کیونکہ مرزا صاحب کا وہ مدمقابل تھے اور مرزا صاحب نے ان کے متعلق آخری فیصلہ میں اعلان کیا تھا کہ میرے اور ثناء اللہ میں یہ فیصلہ ہے کہ جھوٹا سچے کے آگے مر جائے گا۔ بہر حال ہم پر ان کا قول حجت نہیں ان کی ذاتی رائے ہے۔

نیز اگر غور کیا جائے تو وہ بھی تو یہی فرماتے ہیں "پس ان بزرگوں کے (یعنی شاہ ولی اللہ صاحب) کلام سے جو امر ثابت ہوتا ہے خاکسار اُسے مانتا ہے" باقی آگے اُس کی تعبیرات کا درست نہ ہونا یہ انکی غلطی ہے خود اُن کی جماعت اہلحدیث نے اس تفسیر پر سخت تنقید و تبصرہ کیا ہے اور اس سے ان کے ایمان میں شبہ کیا ہے اُس تنقیدی رسالہ کا نام اَلکار ثناء اللہ بجمیع اجزاء امنت باللہ ہے پس جب اُن کی جماعت کو وہ تفسیر خود مسلّم نہیں تو ہم پر کیا حجت ہوگی۔

نیز مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس مسئلہ پر سرخی و ہیڈنگ و عنوان ملاحظہ ہو۔

"اسراء اور معراج دو واقعہ الگ الگ ہیں اور یہ دونوں بیداری میں بجسدہ الشریف ہوئے ہیں"۔

پس جب مصنف کا واضح مذہب اس ہیڈنگ سے معلوم ہو گیا تو عبارتیں قطع و برید کر کے مدعا کے خلاف نکالنا صریح بہتان ہے اصل یہ ہے کہ سر سید اور سلیمان ندوی مولوی ثناء اللہ سے اس کا جواب مرزا صاحب کی طرح نہ بن آیا اور مخالفین کے خوف سے تاویلیں کرنے لگے جیسے کہ مرزا صاحب صاف منکر ہو کر توہین پر اتر آئے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"بہر حال اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سلف صالحین میں سے اکابر صحابہ وائمہ نے معراج کو اس جسم عنصری سے تسلیم نہیں کیا۔"

الجواب

یہ محض غلط اور بہتان ہے تفصیلاً جواب عرض کر چکا تمام صحابہ کا اتفاق عمدۃ القاری اور شفاء شریف سے پیش کر چکا۔

چار عادل شاہد اور پیش ہیں۔

(۱) ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۱۴۱۔

(۲) نووی شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۹۱۔

(۳) ابن جریر ج ۱۵ صفحہ ۱۳۔

(۴) زاد المعاد ج ۱ صفحہ ۳۰۲۔

ہر علامہ عصر حافظ ابن کثیر اور امام نووی محدث اور امام ابن جریر طبری اور حضرت حافظ ابن قیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم تصریح فرماتے ہیں کہ معراج جسم اور روح دونوں سمیت ہوئی اور یہی مذہب تمام سلف صالحین اکابر صحابہ وائمہ متقدمین و متأخرین کا نقل فرمایا ہے۔ جس کے بعد یہ رکیک تاویلات مختار مدعا علیہ قابل التفات بھی نہیں۔

اور مرزا صاحب بھی سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تمام صحابہ کا متفقہ اجماعی عقیدہ یہی نقل کرتے ہیں کہ معراج جسم سمیت ہوئی (ازالہ کلاں صفحہ ۱۲۱ و ۱۱۹) حوالہ معہ اصل عبارت گزر چکا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی بھی حقیقت واضح ہو چکی پھر مختار مدعا علیہ کا یہ قول مذکورہ بالا محض غلط اور بلا دلیل ہے۔

انبیاء سابقین،

دیگر انبیاء کی معراج روحانی جو سیرۃ النبی ج ۳ صفحہ ۲۷۱ اور صفحہ ۲۷۲ سے نقل کی وہ بالکل غیر متعلق ہے ہم خود علاوہ ایک معراج جسمانی کے اور آنحضرت ﷺ کے واسطے بھی روحانی مانتے ہیں۔

مرزا صاحب کے دوسرے حوالے

حمامۃ البشریٰ وغیرہ سے جو حوالے مرزا صاحب کے گول مول ذوالوجوہ پیش کئے ہیں وہ بے سود ہیں کیونکہ اُس میں تو بعد خاتم النبیین مدعی نبوت پر لعنت بھیجنے اور دعویٰ نبوت کو کفر اور اپنے کو نبی ماننے والوں کو دجال کہتے ہیں اور پھر یہ

سب امور جزو ایمان ہو گئے لہٰذا اس کا کیا اعتبار ہیں نے تو صریح توہین اور انکار کا حوالہ ازالہ اوہام کا پیش کیا ہے جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلّم ہے جبھی تو وہ یہ بہتان انکار معراج جسمانی بزرگوں پر باندھ رہا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز اجمیری ؒ

قول مختار مدعا علیہ۔

"حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں۔

گر چو احمد در شب معراج وصل — از حرم تا صوب اقصیٰ می روم

از زمین تا سدرہ واز سدرہ بعرش — بر براق برق آسامی روم

از فلک بگذشت و از انس و ملک — از دنٰی سوئے تدلّٰی می روم

قاب قوسین است واو ادنیٰ حجاب — بے حجب تا حق تعالیٰ می روم

(دیوان خواجہ معین الدین چشتی صفحہ ۴۵)

نور حقست آن مجسم گشتہ در ذات نبی — ہمچو نور ماہ کز خورشید کردست اکتساب

نقرہ خنگ چرخ را از مہ کشد زریں لگام — در شب اسرا چو آرد پائے ہمت در رکاب

سرِّ ما اوحیٰ نگنجد در ضمیر جبرئیل (۴-۵ کشف اسرار لدنی کے کند ام الکتاب

(دیوان معین صفحہ ۱ نیز صفحہ ۷ بھی ملاحظہ ہو)

گر عروج جان معین بایدت بر نہ تا فلک — در رکاب خواجہ لولاک می باید شدن (دیوان معین ص۹۴)

باوجود یکہ یہ دیوان صرف حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی طرف منسوب ہے ورنہ دراصل یہ ملا معین الدین کاشفی مصنف معارج النبوت کا ہے جیسا کہ المعارف میں سید سلیمان ندوی نے اس پر کافی تنقید کی ہے مگر میں اسے تسلیم کر کے جواب پیش کرتا ہوں۔

الجواب

اس حوالہ کے نقل میں اگر مختار مدعا علیہ خیانت و قطع و برید نہ کرتا تو ہرگز یہ شبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا بہر حال اس کا پہلا جواب یہ ہے۔

(۱) خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ "ہمہ اوست" اور وحدۃ الوجود کے صوفی مشرب بزرگ ہیں جس پر اسی دیوان کے مندرجہ ذیل اشعار دلیل ہیں

کسیکہ عاشق معشوق خویشتن ہمہ اوست — حریف خلوت وساقی انجمن ہمہ اوست

اگر بدیدہ تحقیق بنگری دانی | کہ ناظر دل و منظور جان و تن ہمہ اوست
اگر تو خرقہ ہستی خویش پارہ کنی | نظر کنی کہ دریں زیر سر ہستی ہمہ اوست
زجام عشق نہ منصور بیخود آمد و بس | کہ دار نیز ہمیگفت بارسن ہمہ اوست
مگو کہ کثرت اشیاء نقیض وحدت گشت | تو در حقیقت اشیاء نظر نگن ہمہ اوست
تعینیست گراز اعتبار ما و منست | اعتبار گزر کن کہ ما و من ہمہ اوست (دیوان معین ص۱۳)
من نمیگویم انا الحق یار می گوید بگو | چون نگویم چوں مرا دلدار می گوید بگو

(دیوان معین صفحہ ۲۶)

زیادہ تفصیل کے واسطے دلیل العارفین ملاحظہ ہو۔

بس یہ ہمہ اوست اور وحدۃ الوجود کا رنگ جو سکر و بیخودی کا ہے اس میں جو بھی زبان پر جاری ہو وہ قابل مواخذہ نہیں جیساکہ اسی میں دعویٰ انا الحق وغیرہ موجود ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ اشعار دیوان پاک میں " قطعہ " کے ہیڈنگ کے تحت میں مندرج ہیں اور دنیا جانتی ہے کہ قطعہ وہ اشعار کہلاتے ہیں جو سب مل کر ایک مضمون بنیں اس میں قطع و برید نہیں ہو سکتی مگر مختار مدعا علیہ کی خیانت ملاحظہ ہو کہ اُس کا صرف آخری شعر باوجود قطعہ ہونے کے حذف کر دیا اور باقی پیش کیا تاکہ مغالطہ دے سکے حالانکہ وہ شعر اصل معاملہ پر نہایت صفائی سے روشنی ڈال رہا ہے کہ یہ تمام کلمات عالم بیخودی کے ہیں اصل کتاب ملاحظہ عدالت کے لیے پیش ہے تاکہ اصل بے ایمانی کا پتہ چل جائے وہ شعر یہ ہے ۔

من نمید انم دریں بحر عمیق ،
نشستہ ام استادہ ام یا میروم ،

کس قدر مدہوشی کی تصریح ہے اس سے واضح ہوگیا کہ یہ عالم بیخودی پر ہے جس پر کوئی گرفت نہیں ہو سکتی ۔ اور مرزا صاحب وحدۃ الوجود وغیرہ کے خلاف ہیں جیساکہ گزر چکا ۔ دوسرے شعر میں فرمار ہے ہیں جس پر کوئی اعتراض ہی نہیں ۔ عالم صحو و ہوش میں معراج پاک کے متعلق ارشاد ہے ۔

قول مختار مدعا علیہ :

" تیسری بات کہ کیا مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرح کئی معراجوں کا اپنے لیے دعویٰ کیا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنی کسی کتاب میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معراج ہوئی اور جس عبارت سے غلط استدلال کر کے مختار مدعیہ نے مرزا صاحب پر یہ افتراء کیا ہے سیر معراج اس جسم کثیف (عنصری خاکی ۔ شمسی) ....تا.... مؤلف خود صاحب تجربہ ہے ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۲۲ ۔ مختار مدعیہ نے اس حوالہ کو ایسے طریق پر پیش کیا ہے

جس سے یہ ظاہر ہو کہ مرزا صاحب اپنے کشفوں کے مقابلہ پر معراج کو استخفاف کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ مختار مدعیہ کا دیدہ و دانستہ عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کرنا ہے الخ"۔

الجواب

یقیناً معراج کو ایک کشف بنا کر اسی قسم کے کشفوں میں اپنے کو صاحب تجربہ کہنا مختار مدعا علیہ کے نزدیک توہین نہ ہو مسلمانوں کے نزدیک تو نا قابل برداشت توہین اور شرک فی الرسالۃ ہے جو صریح محمد رسول اللہ کے اقرار کے منافی ہے۔ مرزائیوں کے نزدیک تو کھلی ہوئی تنقیص و تشبیہ بھی توہین نہیں مرزائیوں کے ایک مشہور بزرگ ان کے آرگن رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان کے اڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل فرماتے ہیں سے۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور بڑھ کر پہلے سے ہیں عز و شاں میں

محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

پھر مختار مدعا علیہ نے اس ازالہ اوہام کی بھی متنازعہ عبارت کی تاویل کی ہے اور حاشیہ میں اپنی طرف سے ذاتی و صفاتی کی تقسیم اور ذاتی تشبیہ کی شرط لگا گئے پھر آگے فرماتے ہیں "اور مرزا صاحب کے اس قول سے کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے یہ مراد نہیں کہ آپ کو ایسے ہی معراج ہوئی جیسے آنحضرت صلعم کو الخ"۔

مطلب بالکل واضح ہے تاویل محض بیکار ہے عدالت اصل عبارت مکرر ملاحظہ فرمالیں کہ۔

"سیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔۔۔ اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے"۔ اور اس میں صرف کیا تاویل کریں گے مرزا صاحب تو اپنے آپ کو تمام صفات میں ان کا ظل اور بروز بتاتے ہیں اور العود احمد کے اصول پر پہلے سے بڑھ کر جیسا کہ خطبہ الہامیہ و حقیقۃ النبوت کے حوالے سے آگے اپنے محل پر آئے گا جس میں مدلل اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت کیا ہے پھر مختار مدعا علیہ نے کشف و بیداری کی تاویل اور اجلیٰ و اصفیٰ کی بحث شروع کر دی مگر عالی جاہا۔ جو بھی سہی جسمانی نہ سہی کشفی اجلیٰ ہو یا اصفیٰ و اخفیٰ ہمارا اعتراض تو در اصل "اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے" پر ہے جو بدستور شرک فی الرسالۃ کی بیّن دلیل لاجواب موجود ہے جس کے ہوتے ہوئے کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ پر ایمان قیامت تک نصیب نہیں ہو سکتا۔

کیا معراج جسمانی کا منکر کافر ہے

واجمعنا ان من انکر المعراج الی بیت المقدس یصیر کافرا ثم ههنا ثلثة اشیاء الاسراء والمعراج والاعرج فاما الاسراء من مکة الی بیت المقدس فهذا مما انکره المعتزلة ومن انکر یصیر کافرا لان هذا ثبت بالنص الخ (تمہید ابو الشکور صفحہ ۱۳)

یعنی ہم تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ جس نے معراج جسمانی کا بیت المقدس تک کا انکار کیا وہ ضرور کافر ہو جائے گا۔ پھر یہاں تین امور ہیں اسراء۔ معراج اعرج۔ اسراء جو مکہ سے بیت المقدس تک ہے اس کا انکار تو معتزلہ بھی نہیں کرتے اور جو انکار کرے گا کافر ہوگا کیونکہ آیت قرآنی سے نصاً وصراحۃً ثابت ہے۔

(۲) و فی کتاب الخلاصۃ من انکر المعراج ینظر ان انکر المعراج فھو کافر الخ
(شرح فقہ اکبر ملا علی قاری مطبع احمدی شاہدرہ)

تقریباً مضمون سابق کی طرح منکر معراج جسمانی پر کفر کا فتویٰ خلاصہ سے نقل کرکے اس پر دلائل پیش کئے ہیں۔
پس دو شاہد عادل امام شہادت کے لیے کافی ہیں ؎

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ،
دو اشک بھی بہت ہیں جو کچھ فائدہ کریں ابو الوفاء

گو مسئلہ ایک حد تک اجمالی رنگ میں آ چکا مگر مختار مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور لگا دیا کہ۔
"اور اگر معراج کے واقعات پر بھی غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عالم اعیان کا واقعہ نہیں ہو سکتا۔"

الجواب

معراج پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف کے ساتھ بیت اللہ شریف سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں پر ہوتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور پھر عرش اور لامکان تک پہنچنا مختار مدعا علیہ کے نزدیک خلاف واقعہ ہے اس کے نزدیک ہو ہی نہیں سکتا کہ سوائے کشف یا خواب کے عالم اعیان میں جسم کے ساتھ یہ واقعہ ہو۔
مگر مرزا صاحب کا ابن مریم بننے کے واسطے پہلے مریم کے رنگ میں پیدا ہونا پھر حاملہ ہونا پھر درد زہ کی شدت سے نو ماہ بعد نیچے کھجور کے نیچے جانا اور پھر اپنے سے خود ہی پیدا ہو جانا اور یوں اُن کا مریم اور ابن مریم دونوں بن جانا قرین قیاس اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔

(ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی نظم صفحہ ۳۳۶)

آنکہ گوید ابن مریم چوں شدی ہست او غافل زراز ایزدی
آں خدائے قادر درب العباد در براہین نام من مریم نہاد
مدتے بودم برنگ مریمی دست نادادہ بہ پیران زمی، ؟
ہمچو بکرے یافتم نشو ونما از رفیق راہ حق۔ نا آشناہ
بعد ازاں آں قادر درب مجید روح عیسےٰ اندراں مریم دمید
پس بہ نفخش رنگ دیگر شد عیاں زادزاں مریم مسیح ابن زمان

زیں سبب شد ابن مریم نام من   زانکہ مریم بود اوّل گام من
بعد ازاں از نفخ حق عیسٰے شدم   شد ز جائے مریمی برتر قدم
ایں ہمہ گفت است رب العالمین   گر نمیدانی براہین را بہ بیں
حکمت حق رازہا دارد بسے   نکتۂ مستور کم فہمد کسے۔

خیر ہمیں ان کے ذاتی عقائد سے اس وقت سروکار نہیں۔

معراج کے متعلق عقلی طور پر قابل غور امور

(۱) سرعتہ حرکتہ۔ (۲) ارتفاع جسم خاکی (۳) کرہ نار وزمہریر یا زہریلی ہوا کا حائل ہونا (۴) آسمان میں شگاف وخرق التیام کیونکر ہو سکتا ہے (۵) شق صدر (۶) رویت باری (۷) رویت انبیاء (۸) رویت جنت ودوزخ وغیرہ تفصیل تو اس موقع پر ناممکن ہے اجمالاً گزارش ہے کہ ان میں سے کوئی بھی امر ایسا نہیں کہ عقل سلیم کو اس کے باور کرنے میں متامل ہو بلکہ یہی تو مذہب اسلام اور ان کے تمامی جزئیات کو بتصریح قرآنی فطرۃ اللہ اور عقل کے مطابق سمجھنا ہوں مگر نظری ہوں گے یہ معنی نہیں کہ انہیں صرف عقل سے ثابت کیا جاوے۔ ثابت تو وہ نقل ہی سے ہوں گے البتہ سمجھے عقل سے جائیں گے۔

اور عقل بھی "سلیم" کیونکہ ایک تو عقل نظری ہے اور ایک مخصوص ماحول سے متاثر سوسائٹی شرائع اور احکام عقل نظری کے مطابق ہیں نہ سوسائٹی کے جس کا فرق واضح ہے مثال سے واضح ہو۔

ایک بدوی کی عقل یہ ہے کہ البعیرۃ تدل علی البعیر والآثار علی المسیر الخ کہ ایک مینگنی اونٹ کا اور قدم کے نشان قافلہ کا پتہ دیتے ہیں بس یہ زمین وآسمان وغیرہ ایک علیم وخبیر کا پتہ کیوں نہ دیں گے اور ایک دہری کہتا ہے ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما یھلکنا الا الدھر کہ خدا کوئی نہیں سب دہر وزمانہ وگردش زمانہ کے کرشمہ ہیں۔

اب گذارش یہ ہے کہ ایک کسی شیٔ کا امکان یعنی ہو سکتا ہے اور ایک وقوع یعنی درحقیقت ہوئی بھی یا نہ۔ عقلی دلیل تو صرف ہو سکنے پر قائم ہو سکتی ہے باقی یہ امر کہ ہوتے بھی یا نہ صرف روایتہ اور نقل سے مل سکے گی۔

نمبر وار مرتب اجمالی جواب

(۱) "سرعتہ حرکتہ" اس کے امکان میں کہ آن کی آن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک فرش خاکی سے عرش تک کیونکر پہنچا۔ نہ فلسفہ قدیم یونان کی بنا پر کوئی اشکال ہے اور نہ جدید سائنس کے اصول پر۔

فلسفہ قدیم یونانی

کیونکہ فلسفہ قدیم میں یہ امر مسلم ہے کہ جتنی دیر میں آفتاب کی ٹکیہ جرم شمس بتمامہ طلوع ہوتا ہے (جو چند منٹ اور دقیقہ کا وقت ہے) اتنی دیر میں فلک الافلاک فلک اعظم جو اعظم ترین مخلوقات سے ہے ۔ پانچ لاکھ پندرہ ہزار چھ سو (۵۱۵۶۰۰) فرسخ مسافت قطع کرتا ہے جس کے (۱۵۵۸۰۰) پندرہ لاکھ اٹھاون ہزار آٹھ سو میل ہوئے (روح المعانی ج ۳ صفحہ ۱۷۴) پس اتنے بڑے تمام مخلوق سے وزنی جسم کی اس قدر سرعت حرکتہ مستبعد نہ ہو اور سیدالانبیاء محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم لطیف کو کثیف بنا کر سرعتہ حرکتہ کے استبعاد پر معراج جسمانی کو ناممکن اور کشف کہا جائے

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست،

فلسفہ جدید اور سائنس

فلاسفہ جدید اور سائنس دانوں میں یہ مسلمہ اصول ہے کہ ایک ساعتہ میں برقی بجلی زمین کے گرد پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ زمین کے گرد چکر لگا کے اپنی اصلی جگہ پر پہنچ جاتی ہے پھر برق سوار کے متعلق کیا استبعاد ہے مولانا گرامی فرماتے ہیں ؎

قضا گیرد قدر گیرد ازل گیرد ابد گیرد　　رکابش را عنانش را عنانش را رکابش را

سوار برق شد ماہے فلک آمد عناں گیرش　　رکابش بوسہ برپا زد ملک بوسد رکابش را

یہ تو ان کے واسطے دو مثالیں اختصاراً پیش کر دیں جو عقلی دلیل کے دلدادہ ہیں باقی خدا پرستوں اور موحدین کے واسطے قرآن پاک کی صرف ایک آیت کافی ہے

وقال الذی عندہٗ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راٰہ مستقرا عندہ قال ھٰذا من فضل ربی لیبلونی ءاشکر ام اکفر ومن شکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان ربی غنی کریم

ملکہ بلقیس کے تخت منگانے کی سیدنا سلیمانؑ نے ضرورت محسوس فرمائی تو ایک جن نے دربار کے برخاست ہونے کا وقت نصف دن مانگا مگر ان کے وزیر آصف ابن برخیا جنہیں خدا تعالٰے کی کتاب کا علم تھا فرمایا کہ میں طرفتہ العین میں لاتا ہوں اور پلک مارتے ہی وہ عظیم الشان تخت انتصار میں سے ہزار ہا میل کی مسافت پر اقصائے شام میں لا پیش کر دیا فسبحان اللہ ما اعظم شانہ وقوی برھانہ ۔ پس ایک خدا کا ادنیٰ بندہ تو صرف اس کا نام لے کر یہ کر سکے اور مستبعد نہ ہو مگر خود قدرت والا خدا کرے تو عقل میں نہ آئے فواعجباہ ۔

ارتفاع جسم خاکی،

قمری حرکتنہ کے فلاسفہ قدیم بھی قائل ہیں اور آج بھی مشاہدہ اور سائنس دان بلکہ اب تو کسی ہندوستانی کے واسطے بھی جائے تعجب نہیں ہوائی جہاز خصوصًا وہ آرنمبر ۱۰۱ جو تباہ ہوگیا ستر آدمیوں معہ ان کے ضروریات زمین سے اس قدر بلند صرف آگ پانی یا پٹرول کی اسٹیم سے ایک عاجز انسان لے جا سکے اور جسم خاکی بلکہ اجسام خاکیہ مرتفع کرد کھلائے مگر خدائے قادر و توانا اپنی لازوال اور بےمثال قدرت کے کرشمہ سے اپنے حبیب پاک کے جسم لطیف کو زمین سے بلند نہ کر سکے اور اگر کوئی قائل ہو تو مدعیان عقل اس پر تمسخر اڑائیں ع بریں عقل و دانش بباید گریست اوہم مسلمانوں کے واسطے نہ جدید فلسفہ کی ضرورت نہ قدیم کی صرف قرآن پاک کی ایک آیت کافی ہے۔

ولسلیمان الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر (قرآن مجید)

کہ حضرت سلیمان کے تابع ہوا کر دی تھی آن کا تخت ہوا بر صبح کے قلیل ترین لحہ میں ایک ماہ کی مسافت اور شام کے ٹائم میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیا کرتے تھے۔

کرہ نار یا زمہریر یا زہریلی ہوا کا حائل ہونا

(۱) کون عقلمند نہیں جانتا کہ آگ کا جلانا ٹھنڈک کا ضرر رساں ہونا ایک مخصوص وقت تک جسم کے اس میں رہنے پر منحصر ہے ورنہ تنور میں باورچی روزانہ ہاتھ ڈالتا ہے اور نکالتا ہے مگر جلتا نہیں۔ پس مذکورہ بالا سرعت پر ضرر ناممکن ہے۔

(۲) طب قدیم اور جدید میں ایسی دوائیں اور لباس ایجاد ہو چکے ہیں جن پر آگ اور سردی بلکہ بندوق کی گولی تک اثر نہیں کرتی سردے کے ملازم ایک مخصوص لباس پہن کر برف کے پہاڑوں کی پیمائش کو وہاں تک جاتے ہیں جہاں آگ ٹھہر ہی نہیں سکتی۔ پس انسانی دوا اور لباس وایجاد تو ان مضرات کو روک لے مگر وہ جنت کا پانی جو خدا نے شب معراج غسل کو بھیجا اور وہ حلہ نورانی جو زیب تن فرمانے کو جبرئیلؑ لائے تھے اگر کرہ نار اور زہریلی ہواؤں سے بچالیا گیا تو استعجاب کیا ہے۔

(۳) آگ کا کام جلانا اور ٹھنڈک زمہریر کا دکھ دینا ضرر ہے مگر یہ خاصیت ان کی اپنی خانہ زاد نہیں بلکہ خداداد ہیں پس جس طرح خزانہ شاہی کا پہرہ دار سنتری خزانہ کی طرف رخ کرنے والے کو روکتا اور اصرار پر گولی کا نشانہ ضرور اور ہمیشہ بناتا ہے مگر شاہی فرمان یا شہنشاہ وزیر اگر کسی کے ساتھ ہو تو بجائے گولی کے نشانے کے آداب شاہی بجالاتا ہے پس اگر کسی کے پاس فرمان یانار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم اور کسی کے ہمراہ جبرئیل شدید القوی ذو مرۃ اور پروانہ راہ داری ہو اور آگ نہ جلائے یا سردی نہ ستائے بلکہ وہ اور آرام مہیا کرے اس پر تعجب کیا ہے

اور ہم مسلمانوں کے واسطے آدم وحوا کا بنفس قرآن اوپر سے اترنا صحف ابراہیم و موسیٰ کا صحیح و سالم کتابی رنگ میں آنا حضرت عیسیٰ پر مائدہ دسترخوان اترنا کافی ہے۔

آسمان کا پھٹنا اور جڑنا

قدیم فلاسفہ کے پاس سوائے اٹکل کے ایک بھی دلیل نہیں اور وہ اٹکل بھی ان کے پاس فرض طبع زاد تخیلی آسمان میں تو شاید نافذ ہو اس خدائی آسمان سے بالکل الگ ہے اور سائنس نے تو آسمان کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے اور حد نظر کا نام بتاتی ہے ہمارے واسطے یہی کافی ہے لم یفتح لھم الابواب السماء۔
کہ آسمان کے دروازے ہیں کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں آسمان بنانے والے کی رائے اور فیصلہ یہ کہ ہم نے دروازے اس میں رکھے نہیں اور عقلاء کی سمجھ میں بھی نہیں آتے اس کا کیا علاج۔

شق صدر

آج اس پر دلیل کی ضرورت ہی نہیں جب کہ فن جراحی کے محیر العقول کرشمے موجود ہیں تنگی وقت ہے مثالیں نہیں دیتا اور ہمارے لیے ایک آیت کافی ہے"۔ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون - (قرآن حکیم)

جنت و دوزخ

دنیا میں اصول مسلم ہے کہ ہر مرکب کے مفردات کا علیحدہ گدام ہوتا ہے اور ہر ایک شخص مرکب یا کسی معجون کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ علیحدہ علیحدہ اس کے اجزاء اپنی اپنی جگہ ضرور موجود ہیں انسان کو اربعہ عناصر سے مرکب پا کر یہ فیصلہ دشوار نہیں کہ کائنات عالم میں کرہ نار کرہ ہواء کرہ آب کرہ خاک علیحدہ علیحدہ بھی موجود ہیں۔
پس جب کہ دنیا اور اس محسوس عالم اور مخصوص دار میں رنج اور خوشی خار و گل سکھ اور دکھ تندرستی و بیماری ساتھ ساتھ ہیں تو عقلاً کوئی ایسی جگہ ضرور ہونی چاہئے جہاں صرف پھول ہی پھول ہوں خار کا پتہ نہ ہو صرف تندرستی ہو اور مرض کا وجود نہ ہو صرف خوشی آرام سکھ ہو رنج تکلیف دکھ کا پتہ نہ ہو۔
اور ایک جگہ اور مکان ایسا ہی ہونا چاہیے جہاں صرف خار ہوں گل ناپید ہو۔ صرف غم و تکلیف و بیماری ہو اور خوشی و آرام تندرستی کا فقدان ہو اول کا نام اسلامی اصطلاح میں جنت دوسرے کا نام دوزخ ہے۔

ایک سوال اور اُس کا جواب،

اب کون سوال کرے [illegible] دکھاں میں بتہ دو تو اس سے میں پوچھوں گا کہ یہ ہندوستان کا نقشہ ہے اس میں مکہ مدینہ بغداد کربلائے معلیٰ لندن امریکہ جاپان دکھاؤ اگر یہ جواب ہو کہ دو اس محدود نقشہ ہندوستان میں کہاں ملیں گے وہ تو تمام دنیا کے نقشہ میں ہیں سارے ربع مسکون کا نقشہ لاؤ دکھا دیں گے بس یہی گذارش میری بھی ہے کہ وہ آپ کے دنیوی نقشہ میں نہیں بلکہ خدائی نقشہ میں ہیں ساری خدائی کا نقشہ جبرئیل کی لائبریری سے لاؤ جنت دوزخ ان شاء اللہ انگلی رکھ کے بتا دیں گے۔

ملائک وشیاطین

قرآن نے دلائل کا ایک اصول سکھایا ہے کہ وفی انفسکم افلا تبصرون اپنے ہی نفسوں میں دلائل سوچو ایسے زریں اصول پر گذارش ہے کہ ہمارے اندر شر کی صلاحیت ہے اور خیر کی بھی بھلائی اور نیکوکاری کی اور برائی اور بدکاری کی بھی پس مذکورہ سابق اصول پر ایک مخلوق بھی ایسی ہونی ضروری ہے جس میں صلاحیت صرف خیر اور بھلائی اور نیکوکاری کی ہو شر اور برائی اور بدکاری اُن سے سرزد ہی نہ ہو سکے اور ایک اُن کے برعکس مخلوق ہونی اسی طرح ضروری ہے۔ اول کو ملک فرشتہ اور دوسرے کو شیاطین کہتے ہیں باقی ہمارے واسطے قرآنی تصریحات جنت دوزخ جن وانس ملک وشیاطین کافی ہیں قرآن پاک، کا مطالعہ فرمادیں۔ فیہ تبیان لکل شئ سب کچھ اس میں ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

سوال یہ ہوگا کہ ہمیں دکھاؤ میں عرض کروں گا کہ پانی اور ہوا کے جراثیم محسوسہ دکھا دو جواب یہ ملے گا کہ جب تک امریکہ کا بنا ہوا مخصوص پاور کے لائسنس کا چشمہ استعمال نہ کرو گے اسے نہ دیکھ سکو گے بس گزارش یہ ہے کہ جن ملک شیاطین جب تک مخصوص پاور کا بنایا ہوا مدنی چشمہ صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین سید شاہ عبد القادر جیلانی خواجہ غریب نواز کے کارخانے سے حاصل کر کے نہ استعمال فرمائیں گے انہیں مشاہدہ نہیں کر سکتے۔

اور ہمارا ایمان تو مشاہدہ سے زیادہ ان کے خالق اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پر ہے لو کشف الغطاء لما ازددنا یقینا مشاہدہ پر کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ (درحت باری تعالیٰ)

یہ مسئلہ بہت ہی طویل ہے اور اختصار ناممکن ہے اس لیے صرف کتاب یواقیت والجواہر ج ۱ صفحہ ۱۱۹ مبحث ۲۲ کا حوالہ کافی سمجھتا ہوں جو گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلّم ہے ؎

کلام سرمدی بے نقل بشنید　　خداوند جہاں را بے جہت دید

رویتہ انبیاء

دلأ تو انبیاء کرام کے جسم محفوظ رہتے ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ (دارقطنی وغیرہ) کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس جسم کو دیکھنا کیا محال۔ نیز آج مسمریزم کی معمولی پریکٹس سے تو انسان ارواح کو دیکھ لے اور ہم کلام ہو سکے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مراقبہ کا یہ بھی اثر نہ ہو کہ انبیاء کی رویت وہمکلامی ہو جائے۔ نیز جب کہ وہ ذات گرامی باوجود انتہائی لطافت کے ملائک کو دیکھنے اور فرش خاک سے عرش پاک کا جلوہ دیکھتے ہوں انبیاء کی ملاقات ورویتہ میں کیا استبعاد ہے۔

اجمالی کل واقعات کی ایک دلیل

دنیا میں مشاہدہ کہ کسی شہنشاہ کا کوئی معزز مہمان آئے تو اس کی تمام حکومت اور تمام عاملوں تمام کارخانوں و محکموں میں یکدم تعطیل کر دی جاتی ہے تاکہ اس کا اکرام سب پر ہویدا ہو جائے۔ کاٹنے والی مشین نہیں کاٹتی چلنے والی نہیں چلتی پیسنے والی نہیں پیستی۔ جو کام پورا اور ادھورا جس جگہ ہو وہیں بند ہو جاتا ہے۔ اور تعطیل ختم نہ ہونے پر وہیں سے یکدم شروع ہو جائے گا باری تعالیٰ جیسا شہنشاہ مطلق اور سید الاولین والآخرین خاتم النبیین جیسا حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم معزز مہمان اگر تمام کارخانہ عالم یکدم تعطیل کر کے بند کر دیا جائے۔ نہ آگ جلائے نہ سردی سنسنائے نہ ہوا رکے نہ آسمان اور زمین یا چاند سورج دن ورات ساعات ولمحات زمانہ حرکت کریں تو کیا تعجب نہ تو کوئی وقت لگنا چاہیے نہ کوئی گزند پہنچے گا۔ امکان ہے نہ کوئی اعتراض مگر اللہ بصیرت نہ دے اس کا کیا علاج۔ ؎

تہی دستان قسمت راچہ سود از راہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

نفس مسئلہ معراج پر ایک کلی عقلی دلیل

انسان کے دو جزو ہیں ایک جسم جس کی ترکیب اجزا عنصریہ سے ہے۔ اور جس کی بقاء وارتقاء بھی عنصری اشیاء سے متعلق ہے۔ دوسرا جزو روح ہے۔ جس کی حقیقت سمجھنا تو دشوار ہے قل الروح من امر ربی وہ مولیٰ کا ایک حکم ہے۔ جس کا ہمیں کماحقہ علم نہیں۔ مگر اتنا مشاہدہ ہے۔ کہ انسانی اعضاء کی شکم مادر میں تکمیل کے بعد ایک برقی طاقت اس کے اندر آکر اسے متحرک کر دیتی ہے۔ اور وہ زندہ کہلانے لگتا ہے۔ اسی برقی اثر کا نام روح ہے۔ یہ ہے تو انسان زندہ ہے ورنہ مؤثر تمام انسانی افعال کا منبع یہی روح ہے۔ یہ خارج ہو جائے۔ تو انسان بیکار مردہ سپرد زمین کے لائق بن جاتا ہے پس

انسان دراصل روح ہے اور جسم اس کا آلہ ہے جیسے حرکت بظاہر تو انجن کرتا ہے مگر محرک اسٹیم ہے بلا اسٹیم انجن ایک انچہ حرکت نہیں کرسکتا اور اسٹیم سے ہی کام کرتا ہے۔ اسی اسٹیم کا پاور جب زیادہ ہوجاتا ہے۔ تو مسلم انجن گاڑی اور دھات کافی بوجھ اور کتنے انسانوں کو اٹھاکر ہوا پر اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

اسی طرح انسانی روحانیت کا سٹیم جب زیادہ تیز اور طاقت ور ہوجاتا ہے۔ یکاد زیتہا یضئ و لو لم تمسسہ نار نور علی نور تو انسان کو اٹھاکر آسمان پر لے اڑتا ہے جس چیز کو انسان جیسا عاجز و بے بس اپنی ناقص عقل اور محدود فہم سے ایک محدود حد تک لے جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر و توانا اپنی نا محدود قدرت اور لفظ کن کو کام میں لاکر غیر محدود جگہ تک پہونچا سکتا ہے۔

جب انسان مثلاً لوہا لکڑی آدمی دو میل اڑایا جاتا ہے۔ تو کیا خدا کی قدرت میں دو کروڑ دو سنکھ دو ارب اور غیر متناہی مسافت پر لے جاتا نہیں۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ

اے برتر از خیال و قیاس و گمان وہم
واز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

(وقوع پر دلیل و شہادت)

امکان یعنی ہوسکنا تو بحمد اللہ ثابت ہوگیا۔ صرف یہ باقی رہا کہ ہوا بھی یا نہ اس کے واسطے معتبر و یقینی شہادت پیش ہیں۔ کیونکہ وقوع پر سوائے شہادت کے کوئی عقلی دلیل ہی ناممکن ہے۔

(خدا کی شہادت اللہ شہید بینی و بینکم)

سفر معراج کی تین منزلیں ہیں۔

(۱) بیت اللہ الحرام مکہ سے بیت المقدس شام تک۔

(۲) مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک۔

(۳) سدرۃ المنتہیٰ سے لامکان اور تقریب خاص تک۔

خلاصہ جواب

بس جو شخص اپنے اندر الوہیۃ بتاتا ہو اور خواہ الہیت حالانکہ گواہ مدعا علیہ سا جرح ے ر مارچ

میں تسلیم کر چکا ہے کہ خدا کے سوا کسی میں الوہیۃ نہیں پائی جا سکتی اور یہ کہے کہ خدا نے مجھے یہ کہا کہ تو مجھ میں سے ہے اور میں تجھ میں سے اور خدائے پاک کے نہ صرف بیشمار ہاتھ و پاؤں بلکہ کھلے ہوئے مصرح لفظوں میں باری تعالیٰ میں حلول و عرش کا قائل ہو اور بڑے مخرو بیاں سے یہ کہے کہ خدا کو میرا نام لینے سے شرم دامنگیر ہوئی اور شرم کے غلبہ نے میرا نام زبان پر لانے سے اس کو روک دیا جس کے خلیفہ یہ اعلان فرمائیں کہ مرزا صاحب کے آنے سے قبل خدا (عیاذاً باللہ) ناکام اسی طرح خاموش بیٹھا رہا جیسا کہ صیاد جال بچھا کر بیٹھا رہتا ہے جو خدا پر یہ بہتان عظیم باندھے کہ اس نے مجھے فرمایا کہ تیرا کام پورا ہوگا اور میرا پورا نہ ہوگا جو خدا کا اپنی طرف سے نیا نام خلاف شرع عاج تجویز کر کے شرک فی الاسلام کا مرتکب ہو اپنے کو خدا کی توحید و تفرید کی طرح اس سے مقرب سمجھتا ہو خدا کے امر کا جو انما امرہٗ اذا اراد شیئاً ان یقول لہٗ کن فیکون میں ہے شریک و سہیم ہو اور اپنے لیے خدا پر یہ بہتان باندھے کہ اس نے مجھے فرمایا انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہٗ کن فیکون کہ اے مرزا صاحب آپ کا امر اس سے سوا نہیں کہ جب کبھی بھی آپ کسی چیز کا ارادہ کریں اور کن کہیں وہ ساتھ ہی فی الفور ہو جائے جو اپنے کو یوں کہے کہ گویا یہ بیٹا گیا خدا ہو یہ ہوا آسمان سے اتر آیا جو اپنی پیشین گوئیوں پر کشفی حالت میں خدا سے دستخط کرائے اور زائد روشنائی چھڑکے جو عالم محسوس میں اس کے کرتے اور ٹوپی پر نمودار ہو اور پھر اس سرخ داغوں والے کرتے کو خدا تعالیٰ شانہٗ کی روشنائی سے آلودہ سمجھ کر تبرک بنا کر رکھیں اور یوں خدا کے مجسم ہونیکے عقیدہ کی عملی تکمیل کر دکھائے۔ جو اپنے آپ کو فخر کے ساتھ اس بیٹے کا باپ سمجھے جو ہو بہو آسمان سے خدا ہو کر آیا ہے جس کے الفاظوں میں خدا کا یہ قول ہو کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی اور جو اپنے نام (غلام احمد) کو جو مشعر عبودیت بھی ہے خدا کا سب سے بڑا نام قرار دے اور خدا کے سبح اسم ربک الاعلیٰ کی طرح انت اسمی الاعلیٰ کا قائل ہو جو خدا کی طرف بیداری دخواب کو منسوب کرے اور جو ایک نئے خدا کا قائل ہو اور کبھی کبھی اپنے اندر صفت اور قوۃ صلاحیۃ احیاء افناء کی بنائے زمین و آسمان کی خلق پر اپنے کو قادر پائے اور وہ لفظ ولد جس کی خدا کی طرف نسبت کرنے سے بنص قرآن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہو جائے زمین شق ہونے لگے پہاڑ ریزہ ریزہ ہونے لگیں۔

لیکن فخر و بیان سے اپنی نسبت استعمال کرے اور اسی پر اکتفا نہ ہو بلکہ عیاذاً باللہ خدا جانے کیا ہے کیا وعادی اور پھر ان وساوس پر یہ ناز ہو کہ یہ سب وحی والہام الٰہی ہیں ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کے مصداق ہیں نہ صرف یہی بلکہ قرآن پاک کی طرح بلا فرق ایک ذرہ پاک و منزہ اور قابل ایمان سمجھے۔

چونکہ معراج پاک کو تمام کائنات عالم انسان جن و ملک زمین و آسمان کے واسطے آیت اور نشان بنایا تھا لہذا پہلی منزل وہ رکھی جہاں تک وہاں مخاطب انسانوں کی تگ و دو اور جتنی ان کی دنیا تھی تاکہ اس کو وہ جانچ پڑتال سکیں اور آگے کو اسی پر قیاس کر لیں۔

دوسری منزل جن و ملک کی جہاں تک رسائی اور سدرۃ المنتہیٰ ہے قرار دی تاکہ وہ بھی گواہ ہو جائیں۔

تیسری منزل کا کسی کو علم نہ دیا کہ کیا ہوا۔ کیونکر ہوا کیسے ہوا کیا کہا اور کیا سنا۔ عقل بھی متحیر وہم بھی خائب خاسر بس صرف امنا باللہ و رسولہ ہے

پہلی منزل کے جسمانی ہونے پر قرآنی شہادت

قال اللہ تعالیٰ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الآیۃ

تشریحی نوٹ۔ ۱

"سبحان"، کا لفظ اہم اور نادر واقعات پر مستعمل ہوتا ہے کوئی خواب و کشف ہوتا تو اس کی ضرورت نہ تھی

حوالہ فالسبیح انما یکون عند الامور العظام فلو کان مناما لم یکن فیہ کبیر شیء ولم یکن مستعظما۔ (ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۱۴۱)

"اسریٰ"، اسراء کا لفظ سوائے جسمانی کے کشف یا نوم پر نہیں بولا جاتا ہے۔

حوالہ" لانہ لا یقال فی النوم اسریٰ الخ شفاء قاضی عیاض ص۱۵۵۔

قرآن میں صرف اسی معنی میں مستعمل ہے۔ فاسر باھلک "فاسر بعبادی" مطھرنا بعبدہ۔ عبد صرف روح کو نہیں کہتے بلکہ روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور بلا کسی دلیل شرعی کے مجازاً روح مراد لینا یہاں درست نہیں۔

ثبوت

فان العبد عبارۃ عن مجموع الروح و الجسد۔ (ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۱۴۶ ابن جریر ج ۱۵ صفحہ ۱۳)

قرآن میں جب بھی کبھی لفظ عبد بولا گیا اس سے جسد مع الروح مراد لیا گیا۔

مثلہ مما نزلنا علی عبدنا" اذکر عبدنا ایوب " عبدا شکورا " انزل علی عبدہ الکتاب" نزل الفرقان علی عبدہ " ان عبادی لیس لک علیھم سلطان "کونوا عبادا لی" الا عبادک منھم المخلصین " وعد الرحمن عبادہ " وعباد الرحمن الذین یمشون علی

الارض" فوجدا عبدًا من عبادنا" ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی " انہ لما قام عبد اللہ"۔

اور سینکڑوں مثالیں ہیں۔

ایک مغالطہ کا جواب

مختار مدعا علیہ نے عبد کے معنی روح کے لینے کے واسطے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی پڑھ کر مغالطہ دیا ہے کہ نفس سے کہا جائے گا کہ بندوں کی ارواح سے ملجاؤ الخ۔

حالانکہ یہ محض مغالطہ ہے یہاں بھی لفظ عبادی جسم مع الروح کے معنے میں مستعمل ہے اور یہ قول اس سے قیامت میں کہا جائے گا جہاں جسم اور روح دونوں موجود ہوں گے زیادہ نہیں تو یہی جلالین ہی دیکھ لی ہوتی" ویقال لھا فی القیامۃ فادخلی فی جملۃ عبادی الصالحین وادخلی جنتی معھم" کہ یہ قیامت میں کہا جائے گا الخ۔

چونکہ مختار مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب بھی حشر اجساد کے منکر ہیں اس لیے انہیں بھی نظر آیا مگر مسلمانوں کے نزدیک حشر روح مع الجسد ہوگا جیسا کہ آگے اپنے محل پر آئے گا لہٰذا یہاں بھی عبد سے مع الجسد مراد ہوگا۔

ان تشریحی نوٹوں کی بجائے کسی تفصیلی تفسیر کا صرف صحیح ترجمہ پیش ہے۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ھو السمیع البصیر ؁

تمام اعتراضات مشکوک و شبہات سے وہ ذات الٰہی مبرا و منزہ ہے جس نے اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مع جسم کے بہت ہی قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی تاکہ اُسے اپنے عجائبات قدرت دکھائے الخ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب واقعہ کی شہادت

بخاری۔ مسلم۔ ابن کثیر۔ ابن جریر۔ درمنثور۔ روح المعانی میں صحیح مرفوع متصل کافی تعداد میں احادیث اور اکثر صریح جسمانی ہونے کی منقول ہیں۔ چونکہ وہ مفصل اور طویل ہیں۔ لہٰذا حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور بعض اوپر بقدر کفایت گزر چکی ہیں۔

صاحب خانہ کی شہادت

روی الطبرانی عن ام ھانی قالت بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ فی

بیتی فعقدته من اللیل فامتنع منی النوم مخافۃ ان یکون عرض لہ بعض قریشی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبرئیل اتانی ۔۔۔ الی ان قال وانا ارید ان اخرج الی قریش فاخبرھم بما رئیت فاخذت بثوبہ فقلت انی اذکرک اللہ تاتی قوما یکذبونک وینکرون مقامتک فاخاف ان یسطو بک قالت فضرب ثوبہ من یدی ثم خرج الیھم فاتاھم وھم جلوس الحدیث۔

(ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۳۹)

یعنی حضرت ام ھانی رضہ جن کے گھر سے معراج ہوئی فرماتی ہیں کہ شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے بستر پر نہ دیکھا سخت پریشان ہوئی اور اس ڈر سے میری نیند اڑ گئی کہ مبادا قریش کی کوئی کارستانی ضرر رسانی ہو۔ حتیٰ کہ آپ تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں یہ سب قریش کو کہنے جارہا ہوں۔ میں نے دوڑ کر دامن پکڑ لیا اور خدا کی قسم دیکر عرض کی کہ ان سے نہ بیان فرمائیں۔ دشمن جھٹلائیں گے اور ناحق حملہ کریں گے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دامن چھڑا کر باہر تشریف لے گئے اور حاضرین کو سارا واقعہ سنا دیا الخ۔

اتنی زبردست شہادت کے بعد کہ جن کے گھر میں معراج ہو وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پائیں اور حضرت عائشہ رضہ کی طرف نسبت کرنا کہ میں نے بستر پر دیکھا جو اس وقت بقول ملا علی قاری پیدا ہی نہ ہوئی تھیں یا چند ماہ کی تھیں کس قدر ظلم صریح ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خاندانی شہادت

جب شب معراج بنی عبدالمطلب نے آپ کو بستر مبارک اور دولتکدہ پر نہ پایا تو مختلف جانب تلاش کو نکلے۔ اور آپ کے شفیق چچا حضرت عباس رضہ تو بے چینی میں وادی ذی طوی تک یا محمدؐ یا محمدؐ پکارتے پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو عدم موجودگی کا سبب بیان فرمایا کہ مجھ کو معراج ہوئی اور بیت المقدس وغیرہ گیا تھا۔

(روح المعانی ج ۴ صفحہ ۴۶۹)

شفاء قاضی عیاض ج میں صفحہ ۸۷ پر صدیق اکبر رضہ کا بھی اسی کے قریب قریب واقعہ لکھا ہے۔

درمیانی سفر کی شہادت

قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتلایا تھا کہ تمہارا فلاں قافلہ فلاں مقام پر ملا تھا ان کا اس رنگ کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اس کو میں نے فلاں جھاڑی کی فلاں طرف باندھ دیا تھا جب قافلہ آئے دریافت کرنا۔

فلاں منزل پر فلاں ابن فلاں نے ایک کوزہ پانی سرد ہونیکو رکھا تھا اسے پی کر میں نے الٹ کر رکھ دیا تصدیق کرنا

پھر بیت المقدس وغیرہ کے نشانات بتلائے اور قافلہ کی آمد کا وقت سب حرف بحرف صحیح اترا۔
(روح المعانی۔ درمنثور۔ ابن جریر وغیرہ)

پہلی منزل کی آخری شہادت

بیت المقدس کے جابی بردار اور ابوسفیان کا واقعہ اوپر نقل کر چکا ہوں جو ہرقل شاہ روم کے دربار میں پیش آیا تھا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

دوسری منزل کا ثبوت

چونکہ اس کا تعلق ملأ اعلیٰ سے تھا اس لیے ستارہ کی قسم کھا کر والنجم میں بیان فرمایا
فاستوٰی وھو بالافق الاعلیٰ ۔ یا۔ عند سدرۃ المنتھی عندھا جنۃ الماوٰی۔
اذ یغشی السدرۃ ما یغشٰی الآیۃ
تشریکی نوٹ ان ضمائر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں نہ کہ جبرئیل جیسا کہ بعض کا قول ہے صرف ایک حوالہ پیش ہے۔
(درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۵۴)
"واخرج ابن مردویۃ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما انتھی الی سدرۃ المنتھی ربی فراش من ذھب یلوذ بھا۔ (درمنثور ج ۶ صفحہ ۱۰۴) اسی طرح ج ۶ صفحہ ۱۲۶ پر بہت صریح حوالہ موجود ہے۔
(ترجمہ) پھر آپ مسجد اقصیٰ سے شب معراج اوپر افق اعلیٰ تک پہنچے .... اور پھر سدرۃ المنتہیٰ تک۔

تیسری منزل

"ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی ما کذب الفؤاد ما رای افتمارونہ علی ما یری ۔ (سورہ نجم پ ۲۷)
(ترجمہ) کسی مترجم قرآن سے دیکھ لیا جائے۔
(تشریکی نوٹ) اس امر کے دلائل کہ اس سے مراد جبرئیل نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ روایات خصوصاً ابن عباس کی ابن جریر ج ۲ شفاء صفحہ ۸۴ روح المعانی ج ۸ صفحہ ۶۵۵ وغیرہ سے ملاحظہ ہوں۔

(خلاصہ)

الحمدللہ دلائل وبراہین کی روشنی میں عقلی ونقلی قطعی دلائل سے واضح ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معراج جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی جسم اطہر کے ساتھ بیداری میں ہوئی ہے۔ یہی مذہب تمام صحابہؓ ائمہ تابعین اور خلف و سلف سالحین کا ہے جس کے منکر کا ایمان قابل اعتبار نہیں۔ نیز خصائص کبریٰ سیوطی ومواہب وغیرہ سے گذر چکا کہ یہ خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کو کسی کے واسطے ایسا ماننے والا مشرک فی الرسالۃ ہے اور کسی طرح اس کا ایمان کلمہ کی جزو ثانی محمد رسول اللہ پر صحیح معنی میں نہیں ہوسکتا فالحمد للہ اولاً واٰخراً وصلی اللہ علی حبیبہ وانا متوالیاً۔

معجزہ شق القمر

قول مختار مدعا علیہ۔

"مختار مدعیہ نے مسیح موعود کے کلمے کے جزو ثانی کے قائل نہ ہونے کے ثبوت میں آپ کا مندرجہ ذیل شعر پیش کیا ہے۔

لہ خسف القمر المنیر وان لی ٭ غسا القمران المشرقان اتنکر۔ کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے لیے شق القمر کا معجزہ اقویٰ طور پر ثابت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمزور کرکے دکھایا ہے اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے لہٰذا مرزا صاحب کافر ہوئے اور دائرہ اسلام سے خارج ہوئے اور یہاں یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ چاند گہن مراد ہے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا ہی نہیں۔"

الجواب

مختار مدعا علیہ اپنی عادت سے مجبور ہے کہ میرے اعتراض اور میری مراد کو اپنے لفظوں میں ڈھال کر کچھ نہ کچھ جواب دے۔ اور یہی ایک قسم کا اقرار لاجوابی ہے۔ ورنہ وہ اس طور پر توڑ موڑ کے میرے مدعا کو منبط نہ کرتا۔

جس طرح مسئلہ معراج جسمانی کو بلا وجہ طول دینے کے واسطے داخل کیا گیا۔ حالانکہ اعتراض صرف تقابل پر تھا کہ اصل مسئلہ اس وقت زیر نزاع نہیں جو بھی ہو یہاں صرف اس قدر بحث ہے۔ کہ جو جز سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک مرتبہ بدقت اقرار ہے۔ وہ اپنے واسطے کم از کم دوچند اور اس سے زائد زور دار ثابت کرنا مرزا صاحب کی ایک خاص عادت ہے۔

مسئلہ معراج جسمانی میں وہ پوائنٹ بچا کر جسمانی اور روحانی کی بحث چھیڑ دی۔ اور یہاں بھی وہ پوائنٹ لاجواب سمجھ کر بدل دیا۔

اصل اعتراض صرف یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزۂ شق القمر کو خسوف قمر بتایا۔ جو اس

کی نانقس اور گھٹیا تعبیر ہے ۔ اور پھر اسے آپ کا نشان ثابت کر کے اپنے واسطے اُس جیسے آسمانی دو نشانی یعنی خسوف قمر اور کسوف شمس چاند اور سورج دونوں کا گہن لگنا قرار دیا ۔ اس مقابلہ میں سخت ترین توہین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور وہ معجزہ شق القمر جو قرآن اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اُس کا استخفاف کیا ۔ اور ایسے اہم معجزہ کو نہایت معمولی اور اپنے نشان سے کم کر دکھایا ۔

اس کے ثبوت میں مختار مدعیہ نے کوئی بحث ہی نہیں کی ۔ بلکہ مرزا صاحب کا اصل شعر مرزا صاحب کے ترجمہ سے پیش کر دیا جس میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہیں مکرر ملاحظہ ہوئے

له خسف القمر المنير وان لى
غسا القمران المشرقان اتنكر

ترجمہ :۔ مرزا صاحب کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا

قصیدہ اعجازیہ صفحہ ۷۱ ۔

ملاحظہ فرما دیں ۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نشان صرف خسوف (یعنی چاند گہن) اور اپنے لیے چاند اور سورج دونوں کے گہن کا نشان قرار دے کر کس طرح ٹھاٹھہ سے اس ذات گرامی کا مقابلہ کر رہے ہیں ۔ جس کے مقابل باری تعالیٰ نے جن و انس ملک اور کائنات عالم میں کوئی پیدا نہیں کیا ۔ اور قدرت نے نہ صرف زمانہ گذشتہ میں اس کی نظیر پیدا نہ کی بلکہ یہ امر یقین اور عقیدہ کے حد تک ثابت ہو چکا ہے ۔ کہ آئندہ تا قیامت اس کی نظیر ناممکن ہے ، مقابلہ اس سے تو اظہر من الشمس ہے ۔ ممکن ہے کہ یہ قائل ہو ۔ کہ یہاں خسوف القمر سے شاید کوئی آپ کے زمانہ میں آپ کا نشان چاند گہن ہوا ہو اس کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہو ۔ اور درحقیقت شق القمر کا استخفاف نہ ہو ۔

تو اولاً یہ گذارش ہے ۔ کہ وہ اعتراض تو بحالہ ہے ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جس قسم کے ایک نشان کا قول ہے ۔ اپنے واسطے اسی قسم کے دو چند بتائے جا رہے ہیں ۔ دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے یہاں خسوف قمر سے معجزہ شق القمر ہی کو مراد لیا ہے اور اُسی کو استعارہ کی آڑ لے کر خسوف قمر یعنی چاند گہن سے تعبیر کر رہے ہیں ۔ تاکہ اس کی اہمیت لوگوں کی نگاہ میں کم ہو جاوے اور اپنا مقابلہ اچھی طرح ہو سکے ۔ اس ثبوت میں بجائے کسی دلیل کے خود مختار مدعا علیہ کے الفاظ اسی بحث سے نقل کرتا ہوں ۔

"پس مرزا صاحب نے بھی خسوف کا لفظ شق القمر کے لیے بطورہ استعارہ استعمال کیا ہے"

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مذکورہ بالا تقریر سے اصل مدعا اس طرح واضح ہے ۔ کہ کسی اور جواب کی ضرورت نہیں ۔ کیونکہ قابل اعتراض دو امر تھے ۔

(۱) معجزہ شق القمر اور اس کا معمول کر دکھانا۔

(۲) آپ کے اس آسمانی نشان جیسے اپنے واسطے دو ثابت کرنا۔

پہلے کا ثبوت اس سے ہے۔ کہ معجزہ شق القمر کو مرزا صاحب نے خسوف قمر یعنی چاند گہن کا نام دے کر کس قدر معمولی کر دکھایا ہے۔ اور ایسا استخفاف کیا ہے۔ جس کی نظیر کفار مکہ میں بھی نہ ملے گی۔ انہوں نے بھی اس کو دیکھ کر خسوف قمر (چاند گہن) نہ بتایا بلکہ اسے جادو قرار دیا۔ مگر مرزا صاحب نے سرے سے اُس کی ماہیت ہی بدل دی۔ اور ایسا معمولی روزمرہ کا خسوف قمر چاند گہن کے لفظ سے تعبیر کیا۔ جس سے کوئی استعجاب اور اعجاز کی شان ہی پیدا نہ ہو۔ اور دونوں کو ایک ہی میں جمع کر دکھایا جو بہ نسبت اس کے نادر الوقوع اور شان اعجاز رکھتا ہے۔ اس سے زائد توہین کیا ہو سکتی ہے دوسرے کے متعلق صرف مرزا صاحب کا اپنا ترجمہ ملاحظہ ہو کہ۔

"اس کے لیے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا۔

(تتمہ اعجازیہ صفحہ ۷۱)

عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور اپنے لیے خسوف قمر اور شمس چاند و سورج دونوں کا فرمایا ہے یہ کھلی ہوئی توہین سرکار دو عالم محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور ایسی کہ جسکی کوئی اور مخالفت نہ کرسکا جادو تو انہوں نے کہدیا۔ مگر کسی اور میں اس جیسا جادو ثابت کرے اُس کا استخفاف استہزاء نہ کرسکے۔

میری مذکورہ بالا تقریر سے عدالت پر واضح ہوگیا ہوگا۔ میرا یہ اعتراض بھی بالکل ہی لاجواب ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کا اِدھر اُدھر کی غیر متعلق باتیں لانا اور اس مخصوص پوائنٹ کو دیدہ و دانستہ ترک کر دینا۔ دوسرے لفظوں میں اپنے عجز اور اس کے لاجواب ہونے کا کھلا ہوا اقرار ہے۔

مختار مدعا علیہ کی غیر متعلق باتوں کا جواب

"آخری حصہ کا جواب میں تو صرف اس ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا نہیں اس کو سمجھنا عقلمندوں کی قدرت سے باہر ہے" اس میں صرف آپنے غصہ اور ناراضگی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ جس کا جواب سوائے دعا کے میری طرف سے کیا ہوسکتا ہے۔ باقی میرا یہ دعویٰ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان چاند گہن کا ظاہر نہیں ہوا۔ اس میں بھی معمولی تغیر کر کے مطلب کو بگاڑا ہے۔ اصل الفاظ یہ تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان خسوف قمر چاند گہن کا محدثین کے نزدیک ثابت نہیں نہ کسی حدیث کی ایک کتاب میں مذکور ہے۔ بخلاف اس کے سورج گہن کا واقعہ تمام کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ میرا وہ دعویٰ اب بھی بحمداللہ بدستور لاجواب ہے جواب جب ہوتا۔ کہ کسی ایک حدیث یا کسی مسلم

محدث کا قول پیش کر دیتے۔ مگر یہ تاقیامت ناممکن ہے۔

"کسی ایک محدث نے بھی خسوف قمر کو زمانہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ خسوف قمر آپ کی بعثت کا کوئی نشان ہوتا۔ جیساکہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ" اس کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا" تو کسی ضعیف سے ضعیف حدیث یا کسی محدث کے قول میں تو ہوتا۔

مختار مدعا علیہ کی احادیث نبویہ یا سیر اسلامی پر اتنی نظر کب تھی۔ کہ انہیں کوئی ایک حوالہ مل جاتا میں حوالہ پیش کرتا ہوں

"ولم یذکر احد من المحدثین خسوف القمر فی عهده علیه السلام الخ"

کسی ایک محدث نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند گرہن کا تذکرہ نہ کیا۔

(العرف الشذی علی الجامع الترمذی صفحہ ۲۵۶)

دعویٰ تو یہ تھا۔ کہ اس کا نشان میں جیساکہ مرزا صاحب بتا رہے ہیں ثابت نہیں۔ کیونکہ اتنا بڑا نشان ہو۔ اور محدثین جنہوں نے استنجاء تک کے حالات جمع فرمائے ہیں۔ اس کو نظر انداز فرما دیں۔ تو بحمد اللہ یہ تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

مزید فائدہ کے طور پر یہ بھی ذکر کر دوں کہ حدیث کی کتابیں تو اس تذکرہ سے خالی ہیں۔ علاوہ بریں کتب سیر میں بھی اس کا تذکرہ عام طور پر نہیں۔ باوجودیکہ وہ احادیث کی طرح قابل استناد نہیں ہوتیں۔ صرف سیرت ابن حبان میں ایک قول اس کا موجود ہے۔ جس کو محدثین نے ناقابل اعتناء قرار دے کر تھوڑا تو کجا تذکرہ تک بھی نہ کیا۔

ماہر فن ریاضی محمود شاہ فرنساوی نے مستقل اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں کسوف شمس کا ایک مرتبہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہونا ضرور مذکور ہے۔ مگر خسوف قمر کا اس میں بھی تذکرہ نہیں۔

(العرف الشذی صفحہ ۲۵۲)

بہر حال میرا یہ دعویٰ کہ چاند کے گہن کا نشان ظاہر ہوا بالکل لاجواب رہا کیونکہ اگر نشان ہوتا تو محدثین عظام کیوں ذکر نہ کرتے نشان تو خدا کی طرف سے اظہار ہی کے واسطے ہوتا ہے اس کا پوشیدہ رہنا باری تعالیٰ کے منشاء اور غرض اظہار نشان کے سراسر خلاف ہے لہذا نشان ہونا تو کسی طرح ثابت نہ ہو سکا اور نشانوں سے ناواقفی نہ صرف مختار مدعا علیہ کی ثابت ہوئی بلکہ یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب بھی اس سے یکسر ناواقف ہیں۔

اصول ریاضی کی آڑ اس کا جواب

میرے مطالبہ کے مطابق مختار مدعا علیہ جب کوئی ثبوت نہ لا سکا کسی حدیث کی مستند کتاب کا حوالہ نہ لا سکا تو یہ کہہ کر مسئلہ کو ٹلانا چاہا۔ کہ علم ہیئت دورہ ارضی کے قانون اور طبیعیات کے خلاف ہے کہ آپ کے زمانہ میں خسوف قمر نہ ہوا اور پھر اس کے ساتھ

مختار مدعیہ کے حق میں گوہر افشانی فرمائی ہے۔

میں اس کا جواب اپنے لفظوں میں نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب کے لفظوں میں پیش کر کے یہ عرض کروں گا۔ کہ یہ تمام الفاظ مرزا صاحب کے واسطے پھر مکرر پڑھے جاویں۔

"علم ہیئت و ریاضی کے اصول کے متعلق مرزا صاحب کا نظریہ"

"اُس کے جواب میں یہ کہنا کہ ایسا وقوع میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں"

(ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۴۱)

"پس یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا ہے۔ اور اس کے مقابل پر یہ کہنا۔ کہ یہ قواعد ہیئت کے مطابق نہیں۔ یہ عذرات بالکل فضول ہیں۔

(ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۴۲)

"علاوہ اس کے علم ہیئت کی کس نے حد بست کر لی ہے۔ ہمیشہ نئے نئے عجائبات آسمانی ظاہر ہوتے ہیں کہ جن کے بھید کچھ بھی سمجھ نہیں آتے۔"

(ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۴۲)

پھر اس کے بعد دمدار ستارہ کے نشان کا تذکرہ لکھ کے فرماتے ہیں۔

"اب کوئی ہیئت دان بتلا دے کہ یہ کیا ماجرا تھا۔ (صفحہ ۴۳)"

اب کیا مختار مدعا علیہ یہ جرأت کرے گا۔ کہ مرزا صاحب کو علم ہیئت اور طبیعیات اور دور دارضیہ کے قانون سے حد درجہ ناواقف اور غافل وغیرہ القاب دے۔

معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ قواعد واقعات کے تابع ہوتے ہیں۔ واقعات اور مشاہدات کے بعد قانون رد ہو جایا کرتے ہیں۔ خواہ وہ قواعد طبیعیات کے ہوں یا فلکیات کے۔ بلکہ فلسفہ الٰہیات کے اکثر قواعد کلیہ جو خلاف شرع ہیں۔ ایک تخمینہ اور اٹکل سے زائد حیثیت نہیں رکھتے اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اپنی قابلیت کے اظہار کرتے ہوئے مختار مدعیہ پر بد زبانی کرتے ہوئے ایک حوالہ روح المعانی کا پیش کیا ہے۔ اس حوالہ میں اسی معجزہ شق القمر اور آیت اقتربت الساعۃ وانشق القمر کے نزول کا تذکرہ ہے اس میں یہ نہیں ہے۔ کہ آپ کے زمانہ میں علاوہ اس معجزہ شق القمر کے کوئی اور نشانی خسوف قمر چاند گہن کا ظاہر ہوا۔ اسی معجزہ شق القمر کو ایک راوی خسف القمر سے تعبیر کر رہا ہے۔ جس کے متعلق وہ مفسر صاحب روح المعانی خود لکھ رہے ہیں۔ کہ "سیاق الخبر غریب" کہ اس حدیث کا سیاق غریب ناقابل قبول ہے یعنی اولاً یہ روایت ہی درست نہیں۔ اور اگر کسی حد تک مان لی جائے تو اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہوگا۔ کہ معجزہ شق القمر چودھویں شب کو ظہور میں آیا۔ کیونکہ اکثر چاند گہن چودھویں کے شب کو ہوتا رہتا ہے۔

اس میں کسی جگہ بھی مختار مدعا علیہ کا مدعا یا مرزا غلام احمد صاحب کی تائید نہیں ۔ محض مغالطہ ہے اس سے غرض صرف اس قدر ہے کہ معجزہ شق القمر چودھویں شب کو واقع ہوا اور اس امر کی نہ یہاں کوئی بحث ہے نہ یہ مابہ النزاع ہے۔

بہتان عظیم

صاحب روح المعانی پر کس قدر عظیم الشان بہتان ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کسی طرح معجزہ شق القمر کو خسوف قمر بتا رہے ہیں حالانکہ اس روایت کا سقم ثابت کرنے اور اس کی تاویل حسن پیش کرنے کے واسطے انہوں نے نقل کیا ہے۔ اُن کا اصل مذہب مختار مدعا علیہ نے دیدہ ودانستہ پیش نہ کیا۔ اور عبارت قطع وبرید کرکے پیش کردی اصل عبارت صاحب روح المعانی ملاحظہ ہو۔

(۱) انفصل بعضہ عن بعض فصار فرقتین وذلک علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الھجرۃ بنحو خمس سنین فقد صح من روایۃ الشیخین وابن جریر عن انس ان اھل مکۃ سالوہ علیہ الصلوۃ والسلام ان یریھم اٰیۃ فاراھم القمر شقتین حتی راوا حراء بینھما واخبر ابونعیم من طریق الضحاک عن ابن عباس ان احبار الیھود وسالوا اٰیۃ فاراھم اللہ تعالٰی القمر قد انشق لا یعول علیہ ۔ وفی الصحیحین وغیرھما من حدیث ابن مسعود انشق القمر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت قریش ھذا سحر ابن ابی کبشۃ فقال رجل انتظروا ما یاتیکم بہ السفار فان محمد لا یستطیع ان یسحر الناس کلھم فجاء السفار فاخبروھم بذلک" رواہ ابوداؤد والطیالسی وفی روایۃ البیہقی فسالوا السفار وقد قدموا من کل وجہ فقالوا رأیناہ فانزل اللہ تعالٰی اقتربت الساعۃ وانشق القمر الاٰیۃ

(روح المعانی ج ۹ ص ۶۴/۲۷)

یعنی اس چاند کا بعض حصہ بعض سے بالکل جدا ہو کر دو ٹکڑے ہوگیا اور یہ واقعہ (شق القمر) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل کا ہے۔ شیخین اور ابن جریر نے حضرت انس سے بسند صحیح یہ روایت بیان کی ہے کہ اہل مکہ نے آنحضرت علیہ السلام سے ایک معجزہ دکھلانے کا مطالبہ کیا تو حضرت نے ان کو چاند دو ٹکڑے کرکے دکھایا یہاں تک کہ انہوں نے غار حراء کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا ۔ اور جو ابی نعیم نے ضحاک کی سند سے

حضرت عباس سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علماء یہود نے آنحضورؐ سے معجزہ مانگا یہ یہود کا سوال اور اس پر دکھانا معتبر نہیں اور صحیحین (بخاری و مسلم) وغیرہ میں حضرت ابن مسعود کی حدیث سے مروی ہے کہ آنحضرت کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوگیا ایک ٹکڑا پہاڑ پر تھا اور دوسرا اس کے ورے تو آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو تم گواہ رہواور ان کی حدیث سے یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کے زمانہ میں جب چاند دو ٹکڑے ہوا تو قریش نے اس پر یہ کہا کہ یہ تو ابن ابی کبشہ (آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا سحر اور جادو ہے۔ ان میں سے ایک شخص گویا ہوا کہ ٹھہر جاؤ اور باہر والے قافلوں کا انتظار کرو وہ اس کے متعلق کیا خبر دیتے ہیں اس لیے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام دنیا کے لوگوں پر جادو کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جب باہر سے قافلے آئے تو انہوں نے اس کے متعلق انہیں خبر دی اور تصدیق کی۔ اس حدیث کے راوی ابوداؤد طیالسی ہیں۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ قریش نے باہر کے تمام اطراف وجوانب سے آنے والے قافلوں سے اس امر کے متعلق دریافت کیا اور ان تمام نے یہی جواب دیا ہے کہ ہاں ہم نے ایسا دیکھا ہے۔ تو اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ اقتربت الساعۃ الاٰیۃ۔

والاحادیث الصحیحۃ فی الانشقاق کثیرۃ و اختلف فی تواترہ فقیل ھو غیر متواتر فی شرح المواقف الشریفی انہ متواتر وھو الذی اختارہ العلامۃ السبکی قال فی شرحہ لمختصر ابن الحاجب الصحیح عندی ان انشقاق القمر متواتر منصوص علیہ فی القرآن روی فی الصحیحین وغیرھما من طرق شتی بحیث لا یمتری فی تواترہ انتھی باختصار

وقد جاءت احادیثہ فی روایات صحیحۃ عن جماعۃ من الصحابۃ منھم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانس بن مسعود وابن عباس وغیرھم

روح المعانی ج ۹ ص ۶۴ پ ۲۷

یعنی انشقاق قمر کے متعلق بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں لیکن ان کے تواتر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ احادیث صحیحہ غیر متواتر ہیں اور شرح مواقف شریفی میں ہے کہ وہ سب متواتر ہیں اور علامہ سبکی نے اس کو پسند کیا ہے۔ اور شرح مختصر ابن حاجب میں کہا ہے کہ میرے نزدیک صحیح اور مختار یہی ہے کہ معجزہ شق القمر متواتر احادیث سے ثابت ہے اور قرآن میں اس کی نص موجود ہے اور صحیحین وغیرہ میں مختلف طرق سے اس کی روایات موجود ہیں اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے تواتر میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

اور احادیث صحیحہ میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے روایات صحیحہ موجود ہیں۔ جن میں سے حضرت علی اور حضرت انس اور ابن مسعود اور ابن عباس (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی ہیں۔

پس مذکورہ بالا روایات نے نہ صرف معجزہ شق القمر کی حقیقت واضح کی بلکہ ثابت ہو گیا کہ یہ اسی طرح نص قرآنی اور متواتر احادیث میں بھی موجود ہے جس کے بعد شک کی گنجائش نہیں ورنہ ایمان بھی خطرہ میں ہو جائے گا۔

ایسی عظیم الشان شہادت کو مختار مدعا علیہ نے خیانتہ" نقل نہ کیا اور صاحب روح المعانی نے جس قول کو رد کرنے کے لیے نقل کیا تھا اُسے اُن کا اصلی مذہب بنا کے اُن پر بہتان عظیم باندھا اور اُس میں ہی کتنے مغالطہ دیئے۔ جس سے اُس کی نقل مذاہب کی حقیقۃ" کا پتہ چلتا ہے کہ بلا وجہ بزرگوں کی طرف خلاف واقعہ امور افتراءً منسوب کر دیتا ہے جیسا کہ یہ خیانتیں متعدد مرتبہ عدالت کے روبرو آ چکیں۔

اس سے یہ امر بوضاحت ثابت ہو گیا۔ کہ معجزہ شق القمر کوئی استعارہ یا نظر بندی و کرشمہ نہ تھا۔ بلکہ دراصل یہ ایک عظیم الشان کھلا ہوا معجزہ تھا کہ آپ نے درحقیقت چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اس طور پر ممتاز کہ کوہ "حرا" بھی اس کے درمیان میں آ گیا۔ البتہ یہ ضرور علماء میں بحث جاری رہی ہے کہ آیا یہ معجزہ صرف آپ کی صداقت کا نشان ہے یا اس چاند کے پھٹنے اور جڑنے میں قرب قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کے الفاظ اقتربت الساعۃ وانشق القمر بتلا رہے ہیں کہ قیامت قریب آ گئی۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے فلسفہ اور ہر دو حصہ آیتہ کریمہ کے ربط پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام غزالی نے تقریریں کی ہیں۔ جس سے مختار مدعا علیہ اور بعض دیگر مصنفین اس مغالطہ کی سعی میں ہیں کہ دراصل معجزہ ہوا ہی نہیں۔ صرف نظر بندی تھی یا ان اکابرین کلام سے مناسبت نہیں۔ اور غلط فہمی ہو گئی۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ صرف اس قدر ہے۔ کہ دنیا میں جب کوئی اجلاس قائم کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے تمام مراحل اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور جس ذات گرامی کے واسطے وہ محفل منعقد کی جاتی ہے۔ جب تشریف لے آئیں۔ اور خطبہ صدارت بھی ہو جاتے تو پھر گیس یا شمع کی لائٹ کم یا شق کر دیتے ہیں۔ تاکہ حاضرین کو اختتام جلسہ کا پتہ چل جائے اور معلوم ہو جائے کہ اب کوئی اور مقصد اور رسالت منظور نہیں سوائے اس کے کہ یہ منتشرہ سامان مجتمع کر لیا جائے ورنہ اصل جلسہ ختم ہو چکا۔

باری تعالیٰ نے دنیا کے عظیم الشان اجلاس کو سجایا زمین کا فرش بچھایا۔ آسمان کا نیلگوں شامیانہ اُس پر تانا اسے مختلف رنگ کے چھوٹے بڑے قمقموں سے آراستہ و پیراستہ کیا اس میں روشنی کے دو ہنڈے چاند و سورج روشن کئے۔ نیز دیگر تمام انتظامات کی تکمیل فرمائی۔ آدمؑ سے عیسٰی علیہ السلام تک انبیاء کرام اس کے اعلان کے لیے بھیجے۔ انبیاءؑ کے ہمراہ دعوتی خطوط آسمانی صحائف کی شکل میں روانہ فرمائے آخر میں وہ صدر الانبیاء اور بدر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز جلسہ ہوئے۔ اور پیغام الٰہی اور خطبہ صدارت تو بیغمد رسالت سب تک پہنچا دیا۔ اور جلسہ کی غرض و غایت اور تخلیق کائنات کی مصلحت پوری ہو چکی۔ تو صدر کے ہاتھوں چاند کے دو ٹکڑے کرا دیے۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ اصل جلسہ ختم ہو چکا۔ اب صرف سامان منتشرہ کے مجتمع کرنے کا وقت ہے اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت بھی قیامت کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ کہ

بعثت انا و الساعة کھاتین یعنی میں اورقیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہیں ۔ اسی لیے باری تعالےٰ نے انشقاق قمر کے ساتھ اقتربت الساعة لگایا ۔ کہ قیامت قریب آگئی ۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا ۔ اس فلسفہ اور حکمت بیان کرنے سے ان بزرگوں کی غرض معجزہ شق القمر کی اور تائید مزید ہے ۔ نہ کہ انکار ۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے ۔

آراھم القمر فرقتین کا غلط مفہوم

اس حدیث کا یہ غلط مفہوم تھا کہ واقع میں دو ٹکڑے نہ ہوئے تھے ۔ بلکہ انہیں نظر آئے تھے ۔ یعنی ایک قسم کی نظر بندی تھی محض بیدیئی اور معجزات کے انکار کا راستہ اختیار کرنا ہے ۔ اس کے یہ معنی اور مفہوم ہرگز نہیں صاف اور صحیح ترجمہ یہ ہے ۔ کہ آپ نے اہل مکہ کو چاند دو ٹکڑے کر دکھایا ۔ یعنی آپ کے اعجاز سے دو ٹکڑے ہو گئے ۔ اور انہوں نے دو ٹکڑے دیکھے ۔ یہ ہرگز مراد نہیں کہ چاند سالم رہا اور نظر بندی کے طور پر صرف انہیں دو ٹکڑے نظر پڑے ۔

کیونکہ انشقاق قمر کا مشاہدہ علاوہ عرب کے اطراف کے دور دراز ملکوں حتیٰ کہ ہندوستان کے ایک بڑے راجہ نے بھی کیا ۔

واقعات کتب تواریخ میں موجود ہیں ۔

مرزا صاحب اور معجزہ شق القمر

مرزا صاحب نے اس مسئلہ معجزہ شق القمر میں بھی حسب عادت اقرار و انکار کے دونوں مسلک اختیار کئے ہیں اور دجل کے معنی ہی یہی ہوتے ہیں ۔ کہ ذو معنے مشتبہ الفاظ بولے جاویں ۔ تاکہ دنیا گمراہ ہو ۔ اور سے

خدا بھی خوش رہے اور بت بھی راضی
کوئی ایسا قرینہ چاہتا ہوں

کا مصداق ہو مختار مدعا علیہ نے تین حوالے پیش کئے ہیں ۔

(۱) سرمہ چشم آریہ ۔

(۲) آئینہ کمالات اسلام ۔

(۳) چشمہ معرفت ۔

مگر غائر نظر سے معلوم ہو گا ۔ کہ ۱۹۰۱ء سے قبل جب تک کھلا ہوا دعویٰ نبوت نہ تھا یا بقول مرزا محمود صاحب نبوت سے پردہ نہیں اٹھایا تھا ۔ معجزہ شق القمر کا اقرار و اثبات بڑے شد و مد سے اسلامی پیرایہ میں ہے ۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد

وہ بلند آہنگی کچھ پھیکی ہے۔ اور اس میں انکار کی جھلک بھی موجود ہے۔ چنانچہ سرمہ چشم آریہ مرزا صاحب کی بہت پہلی کتاب ہے۔ جس کا سنہ تالیف ستمبر ۱۸۸۶ء ہے اس وقت تو مرزا صاحب حیوٰۃ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے اور صرف آریہ وغیرہ کے مقابل مناظر اسلام کی حیثیت رکھتے تھے اور آئینہ کمالات اسلام فروری ۱۸۹۳ء کی کتاب ہے۔ اس میں معجزہ شق القمر بلا کسی دسیسہ کاری کے اسلامی رنگ میں بیان کر رہے ہیں۔ اور کفر کی بنیادیں جما رہے ہیں۔ مگر بہت ہی پوشیدہ۔ لیکن چشمہ معرفت جو بہت آخری کتاب ۱۹۰۸ء کی ہے۔ اس میں الفاظ تو اقراری بظاہر ہیں لیکن تاویل کر کے اس سے گویا انکار ہی کر دیا ہے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

"اس سے ظاہر ہے۔ کہ کوئی امر ضرور ظہور میں آیا تھا جس کا نام شق القمر رکھا گیا۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

تمام تقریر کے بعد اس حقیقت پر پردہ ڈال دیا کہ کوئی امر تھا اس کا نام شق القمر رکھا گیا دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا۔ آگے بات صاف کر دی ہے۔ کہ:۔

بعض نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ وہ ایک عجیب قسم کا خسوف (چاند گہن) تھا جس کی قرآن شریف نے پہلے خبر دی تھی۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

یہاں ایک قسم کا چاند گہن قرار دیا۔ گو بعض کی آڑ لی۔ پھر تاویل کا راستہ یوں نکالا۔ کہ قرآنی آیات جو اس کے متعلق ہیں ان میں پیش گوئی بتایا۔ تاکہ بزعم خود انہیں استعارہ قرار دیکر تاویل کر سکیں۔ اور دنیا کی آنکھوں میں اس طور پر دھول ڈالی جا سکے چنانچہ اسی کے بعد آخری اپنی رائے کا اظہار ان الفاظوں میں کر دیا۔

"اور یہ آئیتیں بطور پیشگوئیوں کے ہیں۔ اس صورت میں شق کا لفظ محض استعارہ کے رنگ میں ہوگا۔ کیونکہ خسوف قمر و کسوف میں جو حصہ پوشیدہ ہوتا ہے گویا وہ پھٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہے ایک استعارہ ہے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر صفائی سے معجزہ شق القمر کا آخر میں انکار کر دیا۔ کہ دراصل چاند گہن خسوف تھا۔ اور خسوف میں گویا پوشیدہ حصہ پھٹ جاتا ہے اس لیے استعارہ کے طور پر لفظ شق القمر بول دیا گیا ہے۔ ورنہ دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا تھا۔

بحمد اللہ اس سے مرزا صاحب کا شق القمر کے معجزہ کا انکار صاف ہویدا ہو گیا۔ گو لفظ شق القمر بولتے ہیں اسی معنے میں خسوف کا لفظ "استعارۃ" اپنے شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں معجزہ شق القمر کی اصلی کیفیت پر پردہ ڈالنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا اعتراف مختار مدعا علیہ کو بھی ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

"پس مرزا صاحب نے بھی خسوف کا لفظ شق القمر کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے الخ۔"

اب اس تقریر کے بعد میرا اعتراض بھی بالکل لاجواب رہا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے اولاً اسلامی معجزہ شق القمر کو استعارہ قرار دیکر ایک قسم کا چاند گہن خسوف قرار دیا۔ پھر اپنے واسطے مدمقابل چاند اور سورج دونوں کا خسوف وکسوف نشان بتایا۔ بس ایک طرف تو معجزہ شق القمر کا استخفاف اور انکار ہے۔ اور دوسری طرف مقابلہ کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور ایسا استخفاف اور مقابلہ و توہین کرنے والا کبھی کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

سیاق وسباق کی تاویل ،

محض مغالطہ کے واسطے دو چار ما سبق اشعار نقل کردیے مگر جب عدالت غور کرے گی تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ بھی محض ایک تاویل ہے۔ جو نا قابل قبول ہے۔ اور دراصل اس کفریہ مضمون کی تمہید ہے۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدہ آل قرار دیا ہے۔ جو سراسر اہل بیت رسول اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

"اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کا وارث بنایا گیا ہوں۔ پس اس کی آل برگزیدہ ہوں، جس کو درجہ پہنچے گا۔"

آخر میں لکھتے ہیں۔

"پس وہ روشنی جو اس میں ہے مجھ میں چمک رہی ہے۔"

ماشاءاللہ ثم ماشاءاللہ ہرگز اللہ کے محبوب کی روشنی کبھی اس قسم کے شخص میں نہیں چمک سکتی۔ اس متنازعہ شعر کے بعد پھر قرآن پاک کی عظمت و جلال پر ہاتھ ڈالا ہے۔ کیونکہ کسی نبی پر آیا ہوا کلام اعجاز قرار نہیں دیا گیا ہے۔ سوائے اس کلام پاک جو اللہ کے آخری نبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترا۔ مگر مرزا صاحب بڑے فخر سے اسی شعر کے متصل لکھتے ہیں۔

وکان کلام معجزا ایت لہ ۔ کذلک لی قول علی الکل یبھو

خود ہی ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ اُس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام بھی تھا۔ اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا ہے۔ جو سب پر غالب ہے۔ (قصیدہ اعجاز احمدیہ صفحہ ۷۱)

عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت میں مشارکت اور مقابلہ کا جذبہ مدعی نبوت میں کس قدر موجود ہے۔ اور کوئی بھی صفت نہیں جس میں اپنے آپ کو اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک اور سہیم قرار نہ دیں۔

مختار مدعا علیہ کی سیاق وسباق سے تاویل عذر گناہ بدتر از گناہ سے زائد نہیں۔ بلکہ سیاق وسباق سے اور اس سے بڑھ کر توہین ثابت ہوتی ہے۔ جس کا نمونہ ابھی اوپر عرض کر چکا ہوں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

(۱) اگر روایتوں میں یہ خبر نہ ہوتی کہ چاند اور سورج کا گہن مہدی موعود کی صداقت کی دلیل ہوگی تو وہ نشان کیونکر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اپنی متعدد کتب میں اس پیشگوئی کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا کی ہے اور درود بھیجا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا چنانچہ آپ اپنی کتاب نور الحق حصہ دوم میں لکھتے ہیں ترجمہ از اشعار عربی۔ تیرے پر جان قربان ہو اے بہتر مخلوقات ہم نے تیری خبر کا نور اندھیرے میں دیکھ لیا ہم نے سورج اور چاند کو دیکھ لیا جیسا کہ تو نے اشارہ کیا تھا۔"

(۲) "اور یہ بھی واقع ہے کہ روایت میں مہدی موعود کی صداقت کا ایک نشان ماہ رمضان میں سورج چاند گہن قرار دیا گیا اور وہ گہن تیرہ سو گیارہ میں وقوع پذیر ہوا۔"

مختار مدعا علیہ نے باوجود عدالت کے بار بار روکنے کے مرزا صاحب کی صداقت کا نیا مسئلہ یہاں چسپاں کر دیا اس میں قابل غور دو امور ہیں۔

(۱) کیا کسی صحیح حدیث میں مہدی کی یہ شناخت قرار دی گئی ہے۔

(۲) کیا صرف مرزا صاحب کے زمانہ میں یہ ہوا کہیں اور نہیں ہوا۔

الجواب

(۱) اس نشان کے ثبوت میں مرزا صاحب اور مرزائی صاحبان حدیث کا نام لے کر یہ ٹکڑا پیش کیا کرتے ہیں کہ حدیث دارقطنی جس کا ذکر کسوف خسوف ماہ رمضان کے بارہ میں آیا ہے اس کے الفاظ ہیں

ان لمهدينا آيتين لم تكونا منذ خلق السموت والارض ينكسف القمر لاول ليلة من رمضان وتنخسف الشمس في النصف منه۔

ترجمہ:۔ ہمارے مہدی کے دو نشان ہیں جو ابتدائے پیدائش زمین و آسمان سے آج تک نہیں ہوئے یعنی چاند گہن رمضان کی پہلی شب میں ہوگا اور سورج گہن اس کے نصف میں۔

الجواب

(۱) امام محمد باقرؒ کا قول ہے اور وہ بھی ضعیف کہ اس کے دو راویوں عمر اور جابر جعفی کو اسمائے رجال میں کذاب اور واضع احادیث بیان کیا ہے۔ اس کو حدیث قرار دینا درست نہیں ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہوگا۔

(۲) الفاظ کے لحاظ سے بھی یہ قول درست نہیں کیونکہ چاند گرہن پہلی رات کو نہیں ہوتا اور سورج گرہن نصف مہینہ میں۔ علاوہ اس کے ماہ رمضان کی ان تاریخوں میں باب اور بہاء اللہ کے زمانہ میں بھی رمضان میں کسوف وخسوف ہوا۔ جو ۱۲۶۷ھ میں دکھایا (ملاحظہ ہو کتاب یوز آف دی گلوبس و کتاب کانا دجال مصنفہ مولوی عبدالحکیم ایم بی منقول از عمدۃ التنقیح حصہ دوم برہان صریح صفحہ ۶۲)۔

پس معلوم ہوا کہ یہ نشان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنا ہے۔
اور اس سے مرزا صاحب کی تصدیق کا کاذب ہونا لازم آتا ہے۔

(عنوان نمبر ۵)

یہ نمبر (۵) اثول اللہ علی کل شیء ۔ اور نمبر (۶) آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ اور نمبر (۷) اتانی ما لم یوت احد من العلمین۔

یہ تینوں الہام مختار مدعیہ کے بحث میں ایک ہی عنوان اور ایک ہی ہیڈنگ کے تحت درج ہیں اور دراصل ان پر کوئی مستقل حکم نہیں بلکہ مرزا صاحب کی تدریجی ترقی دکھانا منظور ہے۔

کہ شروع میں اپنے کو اولیاء اللہ اور صلحائے امت وانبیائے اولوالعزم پر ترجیح دی اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ اور اُن کے خصوصیات میں شریک وسہیم بن بیٹھے۔ اور تمام اُن امتیازی خصوصیات میں اپنے کو شامل کر لیا جن میں نہ آدم کو شرکت کا فخر نصیب ہوا نہ ابراہیم وموسے وعیسے علیہم السلام کو مختار مدعا علیہ نے تینوں کو علیحدہ علیحدہ مستقل طور سے پیش کر کے اصل استدلال پوائنٹ سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنے الفاظ میں ایک استدلال قائم کر کے ایک ایک طول لاطائل غیر متعلق جواب دے ڈالا۔

اتنا تو مختار مدعا علیہ کو بھی تسلیم ہے کہ ان الہامات میں مرزا صاحب اپنے آپ کو امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اولیاء اللہ اقطاب غوث وابدال پر فضیلت دیتے ہیں اور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر مرزا صاحب بھی اس مضمون کو ان الفاظ میں ظاہر فرما رہے ہیں غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔)

اولیاء اللہ اور اقطاب وابدال پر فضیلت اس میں مسلّم ہے انبیاء ماسبق پر فضیلت کا بار بار اعلان ہے ؎

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ داداست ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین — ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(در ثمین) نزول المسیح

پس مذکورہ بالا الہامات ثلثہ کو میں نے ایک تمہید اور زینہ قرار دیا ہے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مخصوص میں شریک وسہیم بننے کا کہ اولاً اولیاء اللہ اقطاب غوث وابدال پر فضیلت دی پھر انبیاء سابقین پر بعد ازاں حب مریدین اور کورانہ تقلید کے مقلدین نے اسے تسلیم کر لیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات تک رسائی کا دعویٰ کرنے لگے۔

(اس تدریجی ترقی کے ثبوت کے واسطے حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵ ملاحظہ ہو)

لہٰذا جہاں تک میرے استدلال اور مدعا کا تعلق تھا وہ مختار مدعا علیہ کو بھی خواہ دانستہ یا دانستہ مسلّم ہے اور مرزا صاحب کا یہی مسلک اور مذہب ہے لہٰذا اس طولانی بے معنی بحث کے جواب کی بھی ہمیں حاجت نہیں۔ تاہم مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ استدلال کی بنا پر ہم کہنے کو تیار ہیں کہ ان الہامات ثلثہ میں تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہے کیونکہ جب بھی کسی کی فضیلت بیان کی جائے تو وہ فضیلت اس کے ہم جنسوں پر ہوتی ہے مثلاً کوئی آدمی کہے کہ یہ گھوڑا سب سے منتخب ہے تو دنیا یہی سمجھتی ہے۔ کہ گھوڑوں میں سب سے افضل ہے آدمی اور دوسرے جانور اس میں شامل نہیں۔ بنی اسرائیل کو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ اتاکم مالم یوت احد من العلمین یا فضلتکم علی العلمین۔ چونکہ مخاطب بنی اسرائیل امتی ہیں پس مطلب یہ ہوا۔ کہ تمہارے زمانہ اور تم سے قبل کی امت پر اس قدر انعام نہیں کیا اور تم کو تمہارے زمانہ اور زمانہ گذشتہ کے تمام امتیوں پر فضیلت بخشی البتہ اس میں انبیاء اور وہ امتیں جو اب تک پردہ عدم سے منصۂ شہود پر نہیں آئیں داخل نہیں۔ اگر کسی نبی کے حق میں یہ کہا جائے تو اس کے زمانہ اور اس سے قبل کے تمام انبیاء مراد ہوں گے غیر انبیاء یا بعد کے انبیاء بالذات اس میں شامل نہ ہوں گے۔

مرزا صاحب چونکہ بزعم خود نبی ہیں اور نبی کا امتی سے مقابل نہیں بلکہ انبیاء سے ہے چنانچہ انبیاء سابقین پر مرزا صاحب برابر اپنے فضائل کی رجز خوانی کیا کرتے ہیں پس مرزا صاحب کے ترجمہ کے مطابق الہام نمبر ۱۵ اثرك الله علی کل شئ۔ خدا نے تجھے ہر ایک چیز میں سے چن لیا۔ مرزا صاحب کا ہر چیز پر برگزیدہ ہونا ثابت ہو گیا حالانکہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز پر برگزیدہ صرف ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس چیز میں آپ کا کوئی بھی شریک اور سہیم نہیں۔ جو اپنے کو یا کسی اور کو تمام اشیاء سے برگزیدہ سمجھے وہ یقیناً سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر کے توہین کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدگی پر دھبہ لگاتا ہے۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ پر صحیح معنے میں ایمان صادق نہیں ہو سکتا۔

اس کے ضمن میں بنی اسرائیل کے متعلق آیات کو استدلال میں پیش کرنا مناسب نہیں۔ وہاں تو امم سابقہ پر فضیلت دی جا رہی ہے۔ اور ان کا مقابلہ صرف امتیوں سے ہے۔ اور یہاں مرزا صاحب خود نبی بن بیٹھے ہیں۔ اور ہر چیز پر اپنی برگزیدگی کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا اس پر قیاس مع الفارق ہے۔

اس الہام کے ماسبق و مابعد کو قرینہ قرار دینا بھی لغو ہے کیونکہ یہ کوئی مسلسل عبارت نہیں۔ کہ سیاق و سباق سے اس کا تعلق ہو۔ بلکہ مختلف الہامات مختلف اوقات کے اترے ہوئے۔ مختلف و متضاد معانی رکھنے والے کسی میں مرزا صاحب مراد اور کسی میں ذات الٰہی۔ چنانچہ مختار مدعا علیہ اخطی واصیب کے تحت میں خود ہی پیش کر چکا ہے کہ اس ایک الہام کے نصف حصہ میں ضمیر متکلم سے مرزا صاحب اور نصف آخر کے ضمیر متکلم سے ذات خداوندی مراد ہے۔ پس جب کہ ایک ہی جملہ کے سیاق سباق کا ربط نہیں۔ تو مختلف جملوں اور علیحدہ علیحدہ بے ربط فقروں اور عبارتوں کا سیاق و سباق کیا قائم ہو سکے گا۔

عدالت خود تمام الہامات کو ملاحظہ فرماکر میرے اس دعویٰ کی تصدیق کرسکتی ہے ۔ کہ وہاں کوئی مسلسل مربوط عبارت نہیں ۔ بلکہ بے ربط علیحدہ علیحدہ فقرات مختلف الہامات بنا کے یکجا نقل کئے ہوئے ہیں ۔

نمبر (۶)

آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا ۔

ظاہر ہے کہ آسمان سے نبوت کے تخت اُترتے ہیں ۔ نیز اگر مرزا صاحب مدعی ولایت ہوتے ۔ اور اپنے آپ کو صرف ولایت کا تخت نشین شمار کرتے تو ان تختوں سے ضرور ہم بھی ولایت ہی کے تخت مراد لیتے ۔ مگر مرزا صاحب تو بزعم خود دعویدار نبوت ہیں ۔ اور گھٹیا یا مجازی نہیں ۔ بلکہ بقول مرزا محمود صاحب قرآن نے جو معنی نبوت کے قرار دیئے ہیں ۔ اُس کے رو سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ۔ بلکہ حقیقی اور گھٹیا نہیں ۔ بلکہ بڑھیا نبی ہیں ۔ پس جب کہ مرزا صاحب تخت نشین نبوت ہیں ۔ تو یہ آسمانی تخت نبوت ہی مراد ہوں گے ۔ اور مطلب بالکل واضح ہے ۔ کہ آسمان سے نبوت کے تخت اترے مگر تیرا (یعنی مرزا صاحب) تخت سب تختوں سے اوپر بچھایا گیا اس میں کسی تخت اور کسی نبی کی تخصیص نہیں ۔ اور جیسا کہ آگے معلوم ہوگا ۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل خصوصی تک ہاتھ مارتے ہیں بس بلاشبہ اس مرزا صاحب کے تراشیدہ الہام میں نہ صرف انبیاء سابقین بلکہ سید الاولین سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہے ۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے ۔

اس کے مقابلہ میں مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی کی سیف یمانی یا تقویۃ الایمان وعوارف المعارف سے حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی آڑ لینا بالکل بے سود ہے ۔ کیونکہ وہاں مقابلہ خدا کے جلال و جبروت کا ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی مخلوق خدا کے ہم پلہ نہیں ۔ بلکہ سب اُس کے سامنے سرنگوں ہیں ۔ نبی یا ولی ۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہ ولا الملآئکۃ المقربون حضرت مسیحؑ جنہیں اُن کی قوم خدا یا خدا کا بیٹا اور ملائکہ جنہیں یہود اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے ۔ خدا کی عبودیت سے منہ نہیں موڑتے ۔ بلکہ انتہا ہی عجز و نیاز کا اعتراف کر رہے ہیں ۔ خود سید الاولین والآخرین امام النبیین محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بار بار انما انا عبدہٗ و رسولہ فرماتے رہے اور اُس انتہائی عجز و انکساری و نیاز بارگاہ ایزدی میں پیش فرما رہے ہیں جس کی حد نہیں بخلاف مرزا صاحب کے وہ چونکہ نبی ہیں ۔ اور بزعم و باطل خود تخت نبوت پر متمکن ہیں ۔ پس آسمانی تختوں سے تخت نبوت اور مرزا صاحب کے تخت کا سب سے بالا ہونے سے تمام انبیاء ماسبق اور ان کے تختوں کی کھلی ہوئی توہین ہے ۔ جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہوسکتی ۔

پیران پیر سید الطائفہ عبدالقادر جیلانیؒ غوث زمان اور قطب وقت ہیں ۔ اُن کے ارشاد قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی میں ولی کی تصریح خود موجود ہے ۔ نیز وہ خدانخواستہ دعویدار نبوت نہیں ۔ بلکہ اولیاء اُمت سے ہیں ۔ لہٰذا

اُن پر نہ کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ نہ ظاہر ہے کوئی تخصیص کی گئی ہے بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ مدعی نبوت ہیں۔ اور ولی کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ وہ تمام انبیاء سابقین پر اپنی فضیلت کے مدعی ہیں اور بصراحت فرما چکے ہیں ؎

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔ من بعرفان نہ کم ترم زکسے
آنچہ دادہ است ہر نبی را جام ۔ داد آن جام را مرا بتمام
کم نیم زان ہمہ بروئے یقین ۔ ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(۷)

اتانی مالم یوت احد من العالمین ۔

مختار مدعا علیہ نے وہی بنی اسرائیل کے متعلق جو فضیلت کی آئیتیں ہیں۔ اُن کی آڑ چاہی ہے ۔ حالانکہ میں اوپر تفصیل سے عرض کر آیا ہوں ۔ کہ ہر ایک کا مقابلہ اُس کی ہم جنس و ہم مسلک سے ہوگا نبی کا نبی سے امتی کا امتی سے پس بنی اسرائیل یقیناً اپنے زمانہ اور ماسبق کے امتیوں پر افضل ہیں ہاں جو امتیں اب تک معرض وجود میں نہیں آئیں ۔ وہ اس سے مراد نہیں۔ اسی طرح مرزا صاحب چونکہ بزعم خود مدعی نبوت ہیں ۔ اور فرما رہے ہیں۔ کہ مجھے اللہ نے وہ دیا جو کسی کو عالمین سے نہ دیا ۔ مقابل پر انبیاء ہی مراد ہوں گے ۔ اُن کے زمانہ کے ہوں ۔ (جیسا کہ آج کل تقریباً اٹھارہ[۱۸] مدعیان نبوت پنجاب میں موجود ہیں دلو چار سے میں خود مل چکا ہوں ۔ اکثر سے خط و کتابت ہے ۔ خود قادیان میں نور احمد کابلی مدعی نبوت موجود ہے) یا زمانہ سابقہ کے غرض یہ کہ انبیاء کرام پر فضیلت کا دعویٰ ہے ۔ اور اس سے مختار مدعا علیہ نہ معلوم کیوں بچنا چاہتا ہے ۔ جب کہ مرزا صاحب خود بھی کھلے الفاظ میں فرما چکے ہیں ؎

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔ من بعرفان نہ کمترم زکسے،
آنچہ دادہ است ہر نبی را جام ۔ داد آن جام را مرا بتمام
کم نیم زان ہمہ بروئے یقین ۔ ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(نزول المسیح صفحہ ۹۹ و ۱۰۰)

باقی رہا اگر یہ شبہ ہو ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید اس سے مستثنیٰ ہوں ۔ تو اس کا ازالہ آگے کی تقریر سے ہو جائے گا کہ یہ تمام کفر و شرک کی عمارت آہستہ آہستہ قائم کی گئی ہے ۔ تاکہ لوگ بدک نہ جائیں ۔ جیسا کہ مرزا محمود صاحب نے حقیقۃ النبوت کے صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵ پر اس امر کا صاف لفظوں میں اقرار کر لیا ہے ۔

"اُسی سنت قدیمہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے سلوک کیا اور آپ کی جماعت کو بہت سے ابتلاؤں سے بچا لیا اگر آپ کو یک لخت مسیح کی وفات اور اپنی نبوت کے اعلان کرنے کا حکم ہوتا تو آپ کی جماعت کے لیے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا" ۔ ۔

پھر دس سال بعد وفات مسیح کے مسئلہ پر سے پردہ اٹھایا لیکن مسئلہ نبوت پر ایک پردہ پڑا رہا تاکہ جماعت اپنے اندر ایک مضبوطی پیدا کرے"۔

مرزا صاحب کا ترجمہ" اس میں بھی وہی عادت ہے۔ کبھی کچھ کبھی کچھ کہیں مطلب کفریہ بیان کر دیا۔ کہیں مجبور ہو کر اسلامی طرز کا اظہار کر دیا۔ اور یہ تو لازمًا ہونا تھا۔ کیونکہ بتصریح ارشاد نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت دجال وکذاب ہوگا۔ اور خود مرزا صاحب ہی دجل کا یہ معنیٰ بتاتے ہیں۔ کہ اس حدیث کے مفہوم کلیتا تائید مندرجہ ذیل حوالہ سے ہوتی ہے۔

(۱) "دجال کے لیئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر مسیح کے ساتھ باطل ملا دے"۔

(۲) "اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجال ہے اور چونکہ آیندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے"۔

(تبلیغ رسالت صفحہ --۲ جلد سوم)

(۸)

علم نبوی میں مقابلہ

خلاصہ عبارت مرزا صاحب۔

"ابن مریم اور دجال اور یاجوج وماجوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی چونکہ سامنے کوئی نمونہ نہ تھا۔ اور اب مرزا صاحب پر وہ ہوبہو منکشف ہو گئی۔

(ازالہ کلاں صفحہ ۲۸۲)

یہ عبارت جس غرض سے پیش کی گئی ہے اُس سے مختار مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ اُسے یہ بھی مسلم ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم۔ دجال۔ یاجوج وماجوج۔ کی حقیقت ہوبہو منکشف نہ ہوئی۔ اور کماحقہٗ اُسے نہ سمجھے۔ بلکہ اُن کی حقیقت سمجھنے میں اجتہادی غلطی رہی۔ اور مرزا صاحب نے کماحقہ سمجھ لیا۔ اور اُن پر امور مذکورہ کی حقیقت منکشف ہو گئی۔

اب نزاع صرف مندرجہ ذیل امور میں ہے۔

(۱) کیا یہ اجتہادی امور ہیں۔

(۲) انبیاء سے اجتہادی امور میں غلطی ہو سکتی ہے۔

(۳) ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتی ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھ جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تنقیص وتوہین نہیں۔

الجواب

(۱) ابن مریم - اور دجال - ویاجوج وماجوج کا علم امور اعتقادیہ میں سے ہے نہ کہ اجتہادیہ میں سے - ہر مسلمان اس سے واقف ہے - علامات قیامت امور دینیہ ایمانیہ میں سے ہیں - تمام کتب عقائد میں امور اعتقادیہ دینیہ ایمانیہ کے تحت مذکور ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ نے یہ تمام امور دین قرار دیئے ہیں - کہ "ھذا جبریل اتاکم یعلمکم دینکم الخ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ جبرئیل تھے - تمہیں دین سکھلانے آئے تھے -

اور تمام دنیا حتیٰ کہ مرزا صاحب کا بھی اتفاق ہے - کہ امور دینیہ ایمانیہ میں انبیاء غلطی سے پاک ہوتے ہیں - اور خطا کی گنجائش نہیں ہوتی - ملاحظہ ہو عبارت مرزا صاحب -

"لیکن امور دینیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی - کیونکہ اُن کی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے الخ

(ازالہ کلاں ص ۲۸۱)

ابن مریم کے نزول وغیرہ میں مرزا صاحب اور مرزائیوں نے بہت کچھ لکھا ہے - تعجب ہے - کہ پھر بھی اُسے امور ایمانیہ میں قرار نہیں دیتے - میں اس کے واسطے گواہان اور مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبدالوہاب شعرانی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں - کہ - فقد ثبت: نزوله الى والحق انه رفع بجسده الى السماء والايمان بذلك واجب -

(... لواقیت ج۲ صفحہ ۱۴۳)

یعنی عیسےٰؑ کا نزول آسمان سے کتاب اور سنت سے ثابت ہے - پھر فرماتے ہیں - کہ حق یہی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے -

لہٰذا یہ تمام مذکورہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں - جن میں نبی سے کسی قسم کی اجتہادی غلطی ناممکن ہے - اور ان امور میں کسی امتی کا علم نبی سے زائد ماننا کھلا ہوا کفر ہے کیونکہ یہ امور غیبیہ سوائے وحی ربانی کے عقل سے معلوم ہی نہیں ہوسکتے - اور نبی بلکہ سیدالانبیاء اگر ان امور غیبیہ اور اس وحی کے سمجھنے میں غلطی کریں - تو اصلاح پھر کون کرے گا لہٰذا ان امور میں مرزا صاحب کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ماننے کے بعد کسی طرح محمد رسول اللہ کلمہ کے دوسرے حصہ پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا -

(۲) "انبیاء سے اجتہادی امور میں غلطی ہوسکتی ہے"

اس سلسلہ میں بلاوجہ مختار مدعا علیہ نے نبراس - فتوح الغیب - ہدیۃ الشیعہ - اشاعۃ السنۃ وغیرہ کے متعدد جدید اور قانوناً غیر مسلم حوالے پیش کئے -

الجواب

پہلا جواب تو وہی ہے۔ کہ جن امور میں یہاں گفتگو ہے۔ وہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں۔ جن میں خود مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلطی ممکن ہے۔ دوسرے یہ فریقین کو مسلّم ہے۔ کہ انبیاء سے اگر خدانخواستہ اجتہادی لغزش ہو۔ تو وہ اس پر قائم نہیں رہتے۔ حفاظت الٰہی اُن کو کسی غلطی پر باقی نہیں چھوڑتی بلکہ منجانب اللہ انہیں اُس پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اُن کو خدانخواستہ یہ اجتہادی امور بھی ہوتے۔ تو بھی وحی الٰہی اس میں متنبہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس علم کو منکشف کر سکتی ہے۔ کسی امتی کو اتنا علم ہونا ناممکن ہے۔ بہر حال امور دینیہ ایمانیہ میں کسی طرح نبی کے علم پر کسی امتی کے علم کو فضیلت نہیں ہو سکتی۔

ایک مغالطہ کا جواب

یہ بھی مرزائیوں کا محض مغالطہ ہے۔ کہ ابن مریم اور دجال یاجوج وماجوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی تھی۔ اور مرزا صاحب پر منکشف ہو گئی۔ میں مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر عدالت سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ خود توازن کرے۔ کہ مرزا صاحب یا مرزائیوں کے ادعائے باطل میں ذرہ برابر صدق کا شائبہ نہیں۔

ابن مریم کے متعلق مرزا صاحب کی رائے

کہ خود مرزا صاحب اولاً مریم کے رنگ میں پیدا ہوئے۔ پھر اُن میں عیسےٰ کا حمل قرار پایا ہے۔ پھر تقریباً ۹ ماہ بعد دردزہ اٹھا۔ اور تنہ کھجور کے نیچے لے گیا۔ پھر اپنے آپ سے خود ہی پیدا ہو گئے لہٰذا وہ مریم بھی ہوئے اور ابن مریم بھی ہے۔

آنکہ گوئد ابن مریم چوں شدی ۔۔۔ ہست اوغافل زراز ایزدی
آں خدائے قادر و رب العباد ۔۔۔ در براہین نام من مریم نہاد
مدتے بودم برنگ مریمی ۔۔۔ دست نادادہ بہ پیراں زمی
ہمچو بکرے یافتم نشوونما ۔۔۔ از رفیق راہ حق نا آشنا
بعد ازاں آں قادر و رب المجید ۔۔۔ روح عیسےٰ اندراں مریم دمید
پس بہ نفخش رنگ دیگر شد عیاں ۔۔۔ زادزاں مریم مسیح ابن زماں
زین سبب شد ابن مریم نام من ۔۔۔ زانکہ مریم بود اوّل گام من

بعد ازاں از نفخ حق عیسےٰ شدم ... شد ز جائے مریمی بردہ تر قدم
ایں ہمہ گفت است رب العالمین ... گر نمے دانی براہین راببین
حکمت حق راز ہا دارد بسے ... نکتہ مستور کم فہمد کسے

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۹)

مختار مدعا علیہ باوجود غیر متعلق ہونے کے اس بحث میں متعدد جگہ ابن مریم دجال یا جوج ماجوج وغیرہ کی پیشگوئی کے مرزا صاحب کے زمانہ میں وقوع اور ہو چکنے کی تصریح کی جس کی بنا پر ہم بھی مجبور تھے کہ ان ہر سہ امور کے متعلق اور ان کے وقوع پر ایک مفصل بحث کریں اور عدالت کے سامنے ایک مکمل مرزا صاحب کے خیالات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کا نقشہ پیش کردیں تاکہ عدالت خود توازن فرمالے مگر چونکہ عدالت عالیہ کی رائے گرامی میں وقوع وغیرہ کی بحث غیر ضروری اور موضوع مقدمہ سے بالکل علیحدہ ہے اس لیے میں عدالت کے حکم کی پابندی اور احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے جس قدر حصہ وقوع سے تعلق رکھتا تھا حذف کررہا ہوں۔

اب صرف اس حصہ کو لیتا ہوں جو مرزا صاحب کی پیش کردہ اصل عبارت میں مصرح اور مابہ النزاع ہے۔

عالی جاہا۔ ہمارے آقا و مولا اعلم الاولین والآخرین پر مرزا صاحب کا یہ محض بہتان اور اتہام صریح ہے کہ ابن مریم دجال یاجوج و ماجوج کی کماحقہ حقیقت منکشف نہ ہوئی اور نہ وحی الٰہی نے اس کی عمیق تہ کا پتہ دیا بلکہ امثلہ قریبہ اور متشاکل و متشابہ چیزوں سے تفہیم کی گئی۔ تفصیل کا موقع نہیں میرا دعویٰ ہے کہ کسی چیز کی وضاحت اور انکشاف تام کی جس قدر بھی صورتیں ممکن ہیں وہ صاف صاف واضح اور صریح الفاظ میں بیان فرمادیں۔

عیسےٰ ابن مریم سے ان کے نزول کی تصریح فرمائی ان کا حلیہ شریف درمیانہ قد رنگ سفید سرخی مائل بال دونوں شانوں تک بہت سیاہ اور چمکدار جیسے نہانے کے بعد ہوتے ہیں گھونگر والے عروہ بن مسعود صحابی سے ملتی جلتی شکل ان کی خوراک کی تصریح کرلو بیایا جو چیزیں آگ پر نہ لگیں وہ تناول فرمائیں گے وقت نزول دو کپڑے زرد رنگ کے پہنے ہوئے سر پہ ایک طویل ٹوپی جسم مبارک پر ذرہ دونوں ہاتھ فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ حربہ جس سے دجال کو قتل کریں گے جس کافر کو آپ کی سانس پہنچے گی وہ فوراً مرجائے گا شہر دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ د گوشہ پر ان مسلمانوں کی جماعت میں اتریں گے جو مسلمان مع مہدیؑ دجال سے لڑنے کو مجتمع ہوں گے۔ جن کی تعداد آٹھ سو مرد اور چار سو مستورات کی ہوگی وہ لوگ نماز کے واسطے صفیں درست کررہے ہوں گے امام مہدی ان کے امام ہوں گے حضرت مہدی عیسےٰؑ کو امامت کے لیے بلائیں گے اور وہ انکار کریں گے جب امام مہدی پیچھے ہٹنے لگیں گے تو حضرت عیسیٰ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر انہیں کو امام بنائیں گے اور وہی نماز پڑھائیں گے وہ نماز صبح کا وقت ہوگا۔ بعد نزول صرف چالیس سال دنیا میں رہیں گے ان کا نکاح حضرت شعیب کی قوم کے قبیلہ میں ہوگا جس سے اولاد بھی ہوگی کسر صلیب و قتل خنزیر فرمائیں گے نماز سے

فارغ ہو کر دروازہ مسجد کھلوائیں گے جس کے پیچھے دجال ہوگا اور اس کے اعوان یہودیوں کے ساتھ جہاد کریں گے اور اسے باب لُد پر قتل فرما کے اس کا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھلائیں گے کوئی شئے اسے پناہ نہ دے گی درخت و پتھر پکار کے کہے گا کہ ہمارے پیچھے یہودی چھپا ہے اس وقت، اسلام کے سوا تمام مذاہب مٹ جائیں گے مال و زر لوگوں میں اتنا عام کر دیں گے کہ کوئی قبول کرنے والا نہ رہے گا مقام فج الروحاء میں جائیں گے حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک پر جائیں گے اور سلام کریں گے اور آپ جواب سلام مرحمت فرمائیں گے ہر قسم کی دینی و دنیاوی برکات نازل ہوں گی سب کے دلوں سے بغض حسد و کینہ نکل جائے گا ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ ایک جماعت کے لیے کافی ہوگا اور ایک بکری ایک قبیلہ کو۔ پھر نیش والے زہریلے جانور کا نیش نکال دیا جاوے گا حتیٰ کہ سانپ کے منہ میں بھی ہاتھ ڈالنا ضرر رساں نہ ہوگا شیر و انس بھیڑ بکریاں مجتمع ہو جائیں گے ساری زمین مسلمانوں سے یوں پر ہو گی جیسے پانی سے برتن یہ برکات سات سال تک رہیں گے قرب وفات لوگوں کو وصیت فرمائیں گے کہ میرے بعد مقصد نامی شخص کو خلیفہ بنائیں اس کے بعد آپ وفات فرمائیں گے اور روضہ اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہوں گے آپ کی چوتھی قبر ہوگی۔

پھر مقصد خلیفہ ہوگا جس کے تین سال بعد قرآن سینوں سے اٹھا لیا جائے گا اور قیامت نمودار ہوگی الخ۔

اس کے واسطے ملاحظہ ہو رسالہ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح جس میں یہ تمام احادیث ۴۰ کے قریب مصرح موجود ہیں۔ میں نے نہایت اختصار سے اقتباس کیا۔ تعجب ہے کہ اس قدر انکشاف تام کو یہ کہنا کہ مو بمو منکشف نہ ہوا اور مثل فریبہ و متشابہات کے رنگ میں سمجھایا گیا۔

اور مرزا صاحب خود ہی اپنے آپ کو مریم اور ابن مریم فرماتے ہیں۔

ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

دجّال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق تو یہاں تک فرما دیا کہ ہر نبی نے اس سے ڈرایا مگر میں سب سے زیادہ وضاحت سے کہتا ہوں اگر میں ہوا تو خود تمہاری طرف سے مقابل ہوں گا ورنہ ہر شخص خود سمجھ لے اور اللہ میری طرف سے معین و مددگار ہوگا۔ وہ ایک معہود شخص ہوگا (نہ کہ جماعت) شام و عراق کے درمیان ظاہر ہوگا اس کی پیشانی پر کافر بصورت ک۔ ف۔ ر لکھا ہوگا وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کی آنکھ میں سخت ناخنہ ہوگا۔ تمام دنیا میں پھر جائے گا کوئی جگہ باقی نہ رہے گی جسے وہ فتح نہ کرے۔ البتہ حرمین مکہ۔ و مدینہ اس کے شر سے محفوظ رہیں گے حرمین کے ہر راستہ پر فرشتوں کا پہرہ ہوگا کہ دجّال کو روکیں وہ حرمین کے باہر قریب احمر میں (سنجہ) شور زمین کے ختم پر جا کر ٹھہرے گا۔ اس وقت مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے جس سے منافق مرد و عورت مدینہ سے نکل کر دجّال کے ہمراہ ہوں گے۔ اس کے ساتھ ظاہری طور پر

جنت ودوزخ ہوگی مگر درحقیقت اس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہوگی۔ اس کے زمانہ میں ایک دن سال بھر کے برابر دوسرا ایک ماہ اور تیسرا ایک ہفتہ کے برابر ہوگا باقی ایام حسب دستور ہوں گے۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا جس کے دونوں ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے۔ جو لوگوں سے کلام کریں گے۔ جب وہ بادل کو کہے گا وہ پانی برسائے گا جب منع کر دے گا قحط ہو جائے گا۔ مادرزاد اندھے اور ابرص کو درست کر دے گا۔ زمین کے پوشیدہ خزانے اس کے حکم سے باہر آکر اس کے پیچھے ہو جائیں گے۔

ایک نوجوان آدمی کو بلا کر تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا تو پھر اسے بلائے گا تو وہ صحیح سالم ہنستا ہوا سامنے آجائے گا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جن کے ساتھ جڑاؤ تلواریں ہوں گی۔ لوگوں کے تین فرقہ ہو جائیں گے ایک دجال کا اتباع کرے گا دوسرا اپنا کاشتکاری میں لگا رہے گا اور تیسرا دریائے فرات کے کنارہ پر اس کے ساتھ ساتھ جہاد کرے گا۔ مسلمان ملک شام کی بستیوں میں جمع ہو کر ایک ابتدائی لشکر دجال کے پاس پہنچیں گے۔ اس لشکر میں ایک شخص ایک سرخ یا سیاہ یا سفید گھوڑے پر سوار ہوگا۔ اور یہ سارا لشکر شہید ہو جائے گا۔ ان میں سے ایک بھی واپس نہ آئے گا۔

دجال جب حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں اس وقت تمام یہودیوں کی شکست ہوگی۔ پھر عیسیٰؑ اسے باب لد پر قتل کر کے اپنے نیزہ پر اس کا خون دکھائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

عدالت ملاحظہ فرمائے اس انکشاف نام کو بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ فرماتے ہیں کہ "مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈیوں کی طرح تمام دنیا میں پھیل گیا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۶)

"نصاریٰ کے علماء ہی بیشک دجال معہود ہیں۔"

(حاشیہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۶)

یاجوج وماجوج

قرآن پاک میں ہی کافی ذکر ہے ان یأجوج ومأجوج مفسدون الآیۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو نکالے گا جن کا سیلاب تمام عالم کو گھیرے گا اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام مسلمانوں کو کوہ طور پر جمع فرمائیں گے یاجوج کا ابتدائی حصہ جب دریائے طبریہ پر گذرے گا تو دریا کے سب پانی کو پی کر صاف کر دے گا اس وقت بوجہ قحط وغیرہ ایک راس بیل لوگوں کے لیے سو دینار سے بہتر ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یاجوج کے واسطے بددعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے گلے میں ایک گلٹی نکال دے گا جس سے سب کے سب دفعۃً مر جائیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر کوہ طور سے زمین پر اتریں گے مگر تمام زمین یاجوج وماجوج کے مردوں سے پر بدبودار

ہوگی پھر بدلوں کے دور ہونے کی خدا سے دعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جس سے تمام زمین دھل جائے گی پھر زمین اصلی رنگ پر پھولوں اور پھلوں سے بھر جائے گی وغیرہ وغیرہ یہ سب مسلم شریف مسند احمد ابو داؤد دار قطنی وغیرہ میں موجود ہے۔

اس قدر کشف تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و معلومات میں ہے مگر مرزا صاحب کو نظر نہیں آتا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی اس تحقیقات کو ترجیح دے رہے ہیں کہ۔

"یاجوج ماجوج سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو روس و برطانیہ کی قوموں سے ہیں"

اب عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ مرزا صاحب کا کس قدر صریح بہتان ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا اور اس مقابلہ میں کس قدر صریح توہین تھی جو کلمہ شریف پر ایمان کے سراسر منافی ہے۔

فبینما هو کذالك اذا اوحی الله الی عیسی انی قد اخرجت عباداً لی لایدان لاحد بقتالهم فحرز عبادی الی الطور وبعث الله یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون فیمر اوائلهم علی بحیرة طبریة فیشربون ما فیها ویمر اخرهم فیقول لقد کان بهذه مرة ماء ثم یسیرون حتی ینتهوا الی جبل الخمر وهو بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض هلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابهم الی السماء فیرد الله علیهم نشابهم مخضوبة دما ویحصر نبی الله واصحابه حتی تکون راس الثور لاحدهم خیرا من مائة دینار لاحد کم الیوم فیرغب نبی الله عیسی واصحابه فیرسل الله علیهم النغف فی رقابهم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدة ثم یهبط نبی الله عیسی واصحابه الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملأه زهمهم ونتنهم فیرغب نبی الله وعیسی واصحابه الی الله فیرسل الله طیرا کاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حیث شاء الله وفی روایة تطرحهم بالنهبل ویستوقد المسلمون من قسیهم ونشابهم وجعابهم سبع سنین ثم یرسل الله مطرا لایکن منه بیت مدر ولا وبر فیغسل الارض حتی یترکها کالزلفة الخ

(رواہ مسلم) (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۸)

ترجمہ:۔ نواس بن سمعان نے ایک لمبی حدیث میں فرمایا ہے) کہ ذکر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔۔۔۔۔۔۔۔پس اسی اثناء میں کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مطلع فرمائیں گے کہ میں ایک ایسی مخلوق کو نکالوں گا جن کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا میرے ان بندوں کو تم طور کی طرف لے جاؤ۔ اور یاجوج ماجوج کو نکالیں گے جو نہایت عجلت کے ساتھ ساری دنیا میں پھیل جائیں گے اول حصہ ان کا جب بحیرہ طبریہ پر جو کئی میل کا لمبا دریا ہے گذرے گا تو اس کا پانی پی لے گا پھر پی لیں گے جو اس میں ہوگا اور اخیر ان کا جب وہاں سے گذرے گا تو کہے گا کہ کبھی یہاں پانی تھا پھر چلے جائیں گے یہاں تک کہ جبل الخمر

تک پہنچیں گے وہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے پھر کہیں گے ہم نے تمام زمین والوں کو قتل کر دیا اور آسمان والوں کو قتل کریں پھر اپنے تیروں کو آسمان کی طرف ماریں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلودہ کر کے واپس لوٹائیں گے اور اللہ کا نبی اور اس کے اصحاب محصور رکھے جائیں گے تاکہ راس الثوران کے نزدیک سو دینار سے زیادہ قیمت ہوگا پس اللہ کا نبی عیسٰے علیہ السلام اور اس کے اصحاب اللہ تعالیٰ کے جناب میں دعا کریں گے پھر اللہ تعالیٰ ان یاجوج و ماجوج پر نغف کے جانور بھیج دیں گے پس وہ (یاجوج) زمین پر مرکر گر پڑیں گے جیسے ایک نفس کی موت۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ ابن مریم دجال یاجوج و ماجوج کی حقیقت کما حقہ کس قدر انکشاف تام سے ہوئی ہے مرزا صاحب کجا انبیاء اولوالعزم نے بھی یوں بیان نہیں کی نہ اس قدر تفصیل کسی آسمانی کتاب میں پائی جاتی ہے پھر بھی مرزا صاحب کا یہ بہتان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال و یاجوج و ماجوج کی حقیقت مو بمو منکشف نہ ہوئی جیسی کہ مجھ پر اس قدر توہین عظیم ہے کہ جس کے بعد کسی طرح ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتی ہونے کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھ جائے تو آنحضرتؐ کی کوئی تنقیص و توہین نہیں۔"

الجواب

جب یہ ثابت ہو چکا کہ یہ علم علوم کمالیہ اور امور دینیہ ایمانیہ سے ہیں اور مرزا صاحب کے مانے تمام مسلمانوں کو انہیں امور سے اختلاف کی بنا پر کافر کہتے ہیں پس ان اہم امور میں کسی شخص کو علمی فضیلت دینا اور اس کو علم پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرار دینا عدالت خود ہی دونوں تحقیقوں میں توازن کر کے رائے قائم کر سکتی ہے کہ مرزا صاحب کے خیالات محض مجنونانہ ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اپنے علم کو ترجیح نہ دیتے۔

یاجوج و ماجوج،

مرزا صاحب

یاجوج و ماجوج سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو روس اور برطانیہ کی قوموں سے ہیں حاشیہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۰ (۱۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات

یہ مسئلہ ایک حد تک قرآن پاک کی وحی الٰہی نے صاف کر دیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض فہل نجعل لک خرجاً علی ان تجعل بیننا و بینہم سدا۔ قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم وبینہم ردما اٰتونی زبر الحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین

قال انفخوا حتی اذا جعلہ نارًا قال آتونی افرغ علیہ قطرا فما استطاعوا ان یظهروه وما استطاعوا لہ نقبا - قال هذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکا وکان وعد ربی حقا۔

اِن آیات میں کس تفصیل سے یاجوج وماجوج کا تذکرہ ہے اور لوگوں کی درخواست پر ذی القرنین کا سد سکندری قائم کرنے اور اُس کے توڑنے یا سوراخ کرنے پر تا قربِ قیامت قادر نہ ہونے اور پھر قربِ قیامت اُس سد سکندری دیوار کے بحکم خداوندی ٹوٹنے وغیرہ کا اس سے عدالت اندازہ کر سکتی ہے کہ روس و برطانیہ اور نصاریٰ کا وجود بھی نہ تھا یہ قومیں موجود ہیں اور یاجوج وماجوج کے نام سے موسوم ہیں اور قیامت کے قریب نکلیں گے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) عن حذیفۃ بن اسید الغفاری قال اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذکرون قال نذکر الساعۃ قال انها لن تقوم حتی تروا قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسی بن مریم ویاجوج وماجوج ۔۔۔۔۔ الخ هما قبیلتان من ولد یافث بن نوح علیہ السلام۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۶ باب العلامات بین یدی الساعۃ)

ترجمہ:۔ حذیفہ بن اسید غفاری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ظاہر ہوئے اور ہم ذکر کر رہے تھے تو فرمایا کہ کیا ذکر کر رہے ہو عرض کیا کہ قیامت کا ذکر کر رہے ہیں فرمایا کہ وہ ہرگز نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے قبل دس نشان دیکھو گے پس ذکر فرمایا دھواں اور دجال اور دابۃ الارض اور مغرب سے سورج کا نکلنا اور عیسٰی بن مریم کا آسمان سے نازل ہونا اور یاجوج اور ماجوج کا آنا الخ۔

بین السطور حاشیہ میں اِن یاجوج وماجوج کا یافث ابن نوح کی اولاد سے ہونے کی ہی تصریح ہے۔

(۲) عن النواس بن سمعان (قال فی حدیث طویل) ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ کھلا ہوا کفر ہے جس کی دنیا میں نظیر نہیں مل سکتی۔

ہمارا تو ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام علوم اولین وآخرین کے جامع ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں کہ اعطیت علم الاولین والاخرین - تمام وہ علوم جن کا تعلق کمالات سے تھا جن کی شان محبوبیت کے لیے

ضرورت تھی بتمامہا وبکمالہا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں تمام دنیا کے اولیاء انبیاءؑ و ملائکہؑ اور دیگر کائنات عالم کا علم ایک پلہ میں رکھ دیا جائے اور سیدالانبیاء کا علم نہیں بلکہ ایک ذرہ علم محمدﷺ سے ایک پلہ میں رکھا جاوے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا پلہ بھاری ہوگا۔ تمام انبیاء و اولیاء و ملائکہ مقربین اس کا اندازہ کیا کر سکیں کسی کا وہم و گمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ومن جودك الدنيا وضرتها   ومن علومك علم اللوح والقلم

لوح قلم کا علم ایک جھلک ہے علم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کیں کوئی مسلمان تو اس توہین کو پسند بلکہ برداشت نہیں کر سکتا ہاں مرزا صاحب کے متبعین کے نزدیک مرزا صاحب کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر علمی فوقیت میں کوئی توہین نہ ہو تو یہی خطبہ الہامیہ ملاحظہ فرمائیں وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے دور کو ہلال اور اپنے بروزی رنگ کو بدر کامل قرار دیتے ہیں جیسا کہ آگے بسلسلہ توہین ان شاء اللہ آئے گا۔   ابوالوفاء۔

حضرت مولانا تھانوی اور مولانا سہارنپوری پر اتہام

مرزا صاحب کی جماعت جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنے میں تامل نہیں کرتی تو بزرگان دین اور علماء ربانیین اس کی دست درازی سے کب بچ سکتے ہیں۔

چونکہ حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی مفصل بحث آگے جہاں پر حسام الحرمین اور بریلوی اور دیوبندیوں کا ذکر آئے گا آرہی ہے اس لیے تفصیلاً تو عرض نہیں کرتا صرف مختار مدعاعلیہ کا قول نقل کر کے اجمالی جواب کی طرف اشارہ کر کے بہتان عظیم عدالت پہ واضح کرتا ہوں۔

قول مختار مدعاعلیہ۔

”تعجب کی بات ہے کہ یہ اعتراض ان اشخاص نے کیا ہے جن کے مقتدا اور پیشوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی اور مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔“

(حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی) صفحہ ۷

مختار مدعاعلیہ نے تمام مبتدا و خبر استفتا سوال و جواب حذف کر کے درمیان سے ایک عبارت کاٹ کر جو وہ دوسرے کی حکایۃً نقل فرماتے ہیں کہ اگر بقول زید صحیح ہے اپنی رائے اور عقیدہ نہیں قطع و برید کر کے پیش کیا اور اس

سے اس ناجائز مغالطہ کی سعی کی کہ خدانخواستہ حضرت مولانا تھانوی کا مذہب ہے حالانکہ یہ ایک افترا کا جواب ہے جس میں زید کا ایک عقیدہ نقل کیا گیا ہے وہ جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ قول زید صحیح ہو تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آئے گی کیونکہ زید کے اس قول سے لازم آئے گا کہ یہ لفظ عالم الغیب معاذاللہ جانوروں اور پاگلوں تک بولا جاسکے حالانکہ یہ سراسر ناجائز و باطل ہے وہ تو زید کے قول پر حکم لگارہے ہیں اور اس باطل عقیدہ کو روک رہے ہیں اور مختار مدعا علیہ عدالت کو یہ مغالطہ دے رہا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جانوروں جیسا بتایا اتنا سفید جھوٹ شاید ہی کوئی بول سکتا ہو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کو بھی ایسا مغالطہ ہوا ۔ جس پر خود مولانا تھانوی سے اس عبارت کے متعلق ایک سوال کیا گیا اور انہوں نے جواب مرحمت فرمایا ۔

ہر دو سوال و جواب بجنسہ درج ذیل ہیں ۔

در بخدمت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیوضکم العالیہ ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے اس لیے امور ذیل دریافت طلب ہیں ۔

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے ؟

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے ؟

(۳) آیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے ۔

(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارہ مفاد عبارت ہے نہ آپ کا مراد تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحتاً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر ۔ ——————— بینوا وتوجروا ۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفا عنہ

الجواب

مشفق مکرم سلمہم اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ

(۱) میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا ۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا ۔

(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے ۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتًہ یا اشارۃً یا بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا اب آخر میں اس جواب کی تتمیم کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مزید توضیح کروں جس کی بنا پر مجھے تہمت لگائی گئی ہے گو کہ وہ خود بھی بالکل واضح ہے۔

اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لیے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعویٰ پر دو دلیلیں قائم کی ہیں" الخ

(اس کے آگے بڑی وضاحت اور صفائی سے بیان فرمایا ہے۔) (بسط البنان صفحہ ۹ و ۱۰)

آخر کتاب میں فرماتے ہیں کہ "بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ کے باب میں یہ ہے کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

ملاحظہ ہو

حفظ الایمان و بسط البنان صفحہ ۱۵

اس دیدہ و دانستہ بہتان کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

قول مختار مدعا علیہ۔

"اور لکھتے ہیں کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے (براہین قاطعہ مؤلفہ مولوی خلیل احمد انبٹھوی۔ مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ص۵۱) اس میں ابلیس لعین کا مقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر کے شیطان ملعون کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتلایا ہے کیا اس میں آنحضرت علیہ السلام کی توہین نہیں ہے اور یہ عبارت سوء ادبی کی مشعر نہیں"۔

" یہاں اصل عبارت قطع و برید کر کے حسب منشا ایک کفریہ مضمون بنا لیا ہے اگر کل عبارت نقل کر دیتے تو یہ وہم و گمان بھی نہ ہوتا تفصیل تو آگے آئے گی صرف اجمالاً گذارش ہے کہ یہ عبارت جہاں سے شروع ہے وہیں سے پیش کر دوں ایک سطر اوپر سے اگر یہ عبارت لی جائے تو معلوم ہو جائے کہ کس علم میں گفتگو ہے اور یہ اپنا عقیدہ ہے یا کسی اور کا۔

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۱)

اصل یہ ہے کہ یہ کتاب براہین قاطعہ ایک اور کتاب انوار ساطعہ مؤلفہ مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری کی شرح ہے

اور وہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محیط زمین اور گمراہی وغیرہ کا جو شیطانی علم سے متعلق ہے یوں ثابت کرتے ہیں کہ جب یہ علم شیطان کو حاصل ہے جو کمترین خلائق ہے تو سرور صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل المخلائق ہیں انہیں کیوں نہ ہونا چاہیے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کفر و شرک سے انہیں منع فرماتے ہیں کہ یہ کونسی حماقت وجہالت ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان لعین جیسے دشمن خدا پر قیاس کیا جائے پھر شیطان کو علم وجہ ارض کا شیطانی علم ہے جو نصوص سے ثابت ہے یہ شیطانی علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف قیاس فاسد سے بلا کسی نص سے ثابت کرنا عظیم الشان کفر و شرک اور توہین نبوی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شیطانی علوم سے ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پاک و صاف تھی البتہ رحمانی علوم کے ذرہ ذرہ کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ علوم دینیہ ایمانیہ میں اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور اعلیٰ جانتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب کجا کوئی بھی اولوالعزم نبی مقرب فرشتہ ان علوم میں آپ سرور کائنات سے افضل کیا مساوی بھی نہیں ہوسکتا اور یہی عقیدہ ہے مولانا خلیل احمد صاحب کا اسی براہین قاطعہ کے شروع صفحہ ۳ پر تحریر فرماتے ہیں پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب وشرف وکمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا۔

اس مخصوص عبارت کے اور اس بہتان عظیم کے متعلق حضرت مولانا سے خود دریافت فرمایا گیا ہے سوال اور جو جواب مرحمت فرمایا بجنسہ درج ذیل ہے۔

در بخدمت شریف مخدوم مکرم جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور دام فیوضہم انیلٹھ دامت برکاتہم بعد عرض تحیۃ ماثورہ عرض ہے مولوی احمد رضا خاں بریلوی حسام الحرمین میں آپ کی نسبت تحریر فرماتے کہ آپ نے کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے امور ذیل دریافت طلب ہیں:-

(۱) کیا اس مضمون کی آپ نے براہین قاطعہ یا کسی دوسری کتاب میں تصریح فرمائی ہے۔

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم کے اشارۃً وکنایۃً بھی یہ مضمون آپ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں۔

(۳) اگر یہ مضمون صراحۃً مفہوم نہیں ہوتا اور لزوماً مفہوم ہوتا ہے تو یہ معنی آپ نے مراد لیے ہیں یا نہیں۔

(۴) اگر یہ مضمون آپ نے نہ صراحۃً بیان فرمایا نہ کنایۃً اشارۃً آپ کے کلام کو لازم نہ آپ کی مراد تو جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا کہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ابلیس کا علم زیادہ ہے اس کو آپ مسلمان جانتے ہیں یا کافر۔

(۵) جس عبارت کو خان صاحب براہین سے نقل کرتے ہیں اور اس مضمون مذکور کو اس کا مفاد صریحی بیان کرتے ہیں اس عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے۔ ——————— بینوا وتوجروا۔

(بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ)

ملخص عبارات جواب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدفیوضہم۔

الجواب ومنہ الوصول الی الصواب۔ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو بندہ پر یہ الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے چنانچہ براہین قاطعہ صفحہ ۷ میں یہ عبارت موجود ہے پس کوئی ادنی مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا انتہٰی خان صاحب بریلوی نے مجھ پر یہ محض اتہام لگایا ہے اس کا حساب روز جزا ہوگا یہ کفریہ مضمون کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے براہین کی کسی عبارت میں نہ صراحتہً ہے نہ کنایتہً۔

غرض خان صاحب بریلوی نے یہ محض اتہام اور کذب خالص بندہ کی طرف منسوب کیا ہے مجھ کو تو مدت العمر کبھی وسوسہ بھی اس کا نہیں ہوا کہ شیطان کیا کوئی ولی فرشتہ آپ کے علوم کی برابری کر سکے چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو یہ عقیدہ جو خاں صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے کفر خالص ہے اس کا مطالبہ خان صاحب سے روز جزا ہوگا میں اس سے بالکل بری ہوں اور پاک وکفیٰ باللہ شہیدا اہل اسلام عبارات براہین کو بغور ملاحظہ فرمادیں مطلب صاف اور واضح ہے۔ حررہ خلیل احمد وفقہ اللہ للتزودلغد"

خلیل احمد

عدالت ملاحظہ فرمائے کہ یہ کیسا جھوٹ اور اتہام ہے ہم اس کے متعلق کیا لکھیں عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ کس قدر اتہام ہے جو شخص جس عقیدہ کو کفر کہے اس کو اس کے ذمہ مرتھ دیا جائے کس قدر ظلم صریح اور تکفیر کا شوق ہے۔"

(قطع الوتین صفحہ ۹ و ۱۰)

جرح مدعا علیہ گ ۲ ۲۹ / مارچ ۳۳ ء

اب یہ مسئلہ واضح ہوگیا اور ثابت ہوگیا کہ یہ بہتان صرف اپنا عیب چھپانے کے لئے تھا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہمارے اعتراض کا جواب کوئی بھی نہیں دے سکتا مرزا صاحب نے ان امور دینیہ میں ابن مریم اور دجال و یاجوج ماجوج کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اپنے علم سے کم اور اپنا رتبہ افضل بتا کر وہ عظیم الشان زہرہ گداز توہین کی ہے جسے کوئی مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا اور پھر اس کے بعد مدۃ العمر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے رہیں جب تک صاف لفظوں میں توبہ نہ کریں ایمان دار نہیں ہو سکتے۔

انا فتحنا لك فتحًا مبینًا

قول مختار مدعا علیہ

مختار مدعیہ نے خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۲۲ کی عبارت مندرجہ ذیل پیش کی ہے اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہے کرہ تا.....
سبحٰن الذی اسرٰی الایۃ اور اس نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب نے آنحضرت کے فتح مبین کو نظر استخفاف سے دیکھا ہے اور اپنی فتح کو بڑا بتایا ہے حالانکہ یہ نتیجہ نکالنا سراسر باطل اور خلاف منشاء متکلم ہے۔ جس فتح مبین کی طرف آپ نے مذکورہ بالا عبارت میں اشارہ کیا ہے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور بزرگان امت محمدیہ بھی یہی مانتے چلے آئے ہیں اور خود مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح موعود اور مہدی کے زمانہ میں اسلام کو دوسرے مذاہب پر ایسی فتح اور غلبہ حاصل ہوگا جو پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوا بلکہ ان کا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسیح اور مہدی دیگر مذاہب والوں سے سوائے اسلام کے اور کچھ قبول نہ کرینگے اور جو مسلمان نہیں ہوگا اسے تلوار کے گھاٹ اتار دینگے اور دنیا میں سوائے مذہب اسلام کے اور کوئی مذہب نہ ہوگا اگرچہ ہمارے نزدیک دین کے مقابلہ میں جبر کرنا مذہب اسلام کی رو سے جائز نہیں ہے لیکن اتنا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام دلائل قاہرہ اور حجج باہرہ کی رو سے تمام ادیان پر غالب آئیگا اور جن ممالک میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت نہ ہوئی تھی وہاں بھی شمس اسلامی طلوع کرے گا اور ظلمات میں زندگی بسر کرنیوالوں کو بھی اپنی شعاعوں سے نورانی بنا دیگا۔ حتیٰ کہ آہستہ آہستہ کرۂ معمورہ کے لوگ اسلام کو اختیار کر لینگے۔
اور دنیا میں دیگر مذاہب کے پیرو اتنی قلیل تعداد میں رہ جائینگے۔ کہ وہ معدوم کے حکم میں ہوگا۔"

حسب عادۃ مختار مدعا علیہ نے غیر متعلق اور لایعنی تاویلات سے طول دے کر وقت گذاری کی ہے اور اصل مسئلہ کو لاکر مطلب کو خبط کرنا چاہا ہے اس مسئلہ پر ہیڈنگ یہ تھا کہ وہ اپنی فتح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر ترجیح دینا،، عدالت خود غور فرمائے کہ بلا کسی تاویل کے یہ مضمون مرزا صاحب کی عبارت اور ان کے ترجمہ سے واضح ہے اور جس کتاب، کا حوالہ ہے یعنی خطبہ الہامیہ اس کا موضوع بھی ہے کہ اپنی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے زمانہ پر ثابت کی جائے اصل عبارت اولاً معہ مرزا صاحب کے ترجمہ کے ملاحظہ ہو۔

وقد مضی وقت فتح مبین فی زمن نبینا المصطفیٰ وبقی فتح اخر وھو اعظم واکبر واظھر

من غلبۃ اولی وقد ان وقتہ وقت المسیح الموعود من اللہ الرؤف الودود وارحم الراحمین والیہ اشار فی قولہ تعالیٰ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہ ففکر فی ھذہ الایۃ ولا تمر کالغافلین ۔

ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کے پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر کہ اس کا وقت مسیح الموعود کا وقت ہو اور اسی طرف خدائے تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ اس آیت میں فکر کر اور غافلوں کی طرح مت گزر۔ خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳ و ۱۹۴ ،،

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرماوے کہ مرزا صاحب کس فخر سے اپنے زمانہ کی فتح کو بزعم خود حضور کی اس فتح مبین پر ترجیح دے رہے ہیں جس کی شہادۃ باری تعالیٰ نے انا فتحنا لک فتحا مبینا دی ۔ اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم الخ سے اس کی رجسٹری کر دی اس فتح مبین کی عظیم الشان بشارت آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی کو میسر نہ ہوئی ۔ حتیٰ کہ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتح کے وقت اعلان فرمایا کہ آج شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا کہ اللہ کے گھر میں اس کی پرستش کی جاوے ۔ تعجب ہے کہ چودھویں صدی کے مدعی نبوۃ اور مکفر امت جس نے چالیس کروڑ پرستاران توحید اور غلامان سرور دو عالم فخر بنی آدم صلعم کو یکسلخت صرف اپنے نہ ماننے کی وجہ سے کافر و دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے نہ ماننے والوں کو سور حرامی ولد الزنا بنایا ان کی عفت مآب مستورات کو کنیاں بنایا اسلامی توحید دنیا سے نابود کرنے اور شان رسالت محمدیہ صلعم کے مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔ علماء اسلام جو اس کی اس اسلام دشمنی کا پردہ بے نقاب کرتے ہیں انہیں بدذات فرقہ مولویان ۔ اور گندے خطابات عطا کیے غرض بجائے اسلام کی ترقی کے معدودے چند اپنے ہم نوا کفر نواز مسلمان باقی رکھ باقی سب کو کافر اور بزعم خود دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے زعم میں باطل میں اسلام اور خدا کے دشمن کو شکست دی جو تیرہ سو سال میں کوئی بھی نہ دے سکا اس پر یہ ستم ظریفی کہ سرور دو عالم فخر بنی آدم صلعم کی فتح مبین پر میری فتح بہت زائد راجح اور غالب و ظاہر ہے ۔ پھر میں تک قناعت نہ کی بلکہ اللہ پر بھی افتراء اور بہتان باندھ کر کفر کی تکمیل کر دی کہ میری اس فتح پر خدا نے سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الخ کی آیت میں اشارہ فرمایا ہے جو شخص مسلمان کے گھر پیدا ہوا وہ جانتا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کا بیان ہے چونکہ خود مرزا صاحب اس کے منکر ہیں اس لیے اس آیت میں وہی توہین سرور دو عالم کا اشارہ بتا رہے ہیں کہ میری فتح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر بہت زیادہ غالب و راجح ہے اتنی واضح عبارت کے ہوتے ہوئے مختار مدعا علیہ کی طول لاطائل تاویلات قابل التفات ہی نہیں ۔ علاوہ اس کے اس کا تو اقرار ہی ہے کہ مرزا صاحب کی فتح مبین حضور فخر

دو عالم کی فتح پر غالب و راجح ہی ہے ہاں یہ تاویل کر رہا ہے کہ مسیح کے زمانہ کا غلبہ سب کے نزدیک اس سے بڑھ کر ہوگا وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین اور آپ کے بابرکت زمانے سے بڑھ کر کوئی بابرکت اور فتح و عزت کا زمانہ ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی فرما رہے ہیں۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (بخاری شریف) میرا زمانہ تمام قرنوں سے بہتر ہے پھر وہ جو اس کے قریب آئے پھر وہ جو اس کے بعد آئے بس۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم وخلفاء راشدین کا زمانہ وہ تھا کہ ربع مسکون کے مراکز پر پرچم اسلام لہراتا تھا اور علاوہ دینی ترقیوں کے صاحب تخت وتاج تھے۔ اور آج مسلمانوں اور اسلام پر جو مصائب وآلام ٹوٹ رہے ہیں اس سے کوئی با خبر انسان ناواقف نہیں جہاں سے کبھی اللہ اکبر کی صدائیں آتی تھیں وہاں آج گرجا کے ناقوس کی آوازیں آرہی ہیں مسجد ا یا صوفیہ اور اسپین کے صرف حالات پڑھنے اور تو اور خود بزعم خود مسیح موعود نصاریٰ کے مٹانے اور پرچم اسلام لہرانے اور اسلام ہی دنیا میں پھیلانے آئے تھے تمام پرستاران توحید کو اسلام سے بزعم خود خارج کر کے خود اور ان کے امتی نصاریٰ کے غلام بنتے ہیں اور اس پر اس قدر نازاں ہیں کہ نصاریٰ کی تائید میں ستر الماریاں تصنیف کر کے بھر دی ہیں جب بغداد شریف مسلمانوں سے نکل کر نصاریٰ کے قبضہ میں گیا تو اس پر چراغاں کیا اور مبارک باد، خوشیاں منائیں۔ ملکہ معظمہ کو عیسائی سلطنت پر مبارک باد کا عریضہ لکھا کہ یہ عریضہ مبارک بادی اس شخص کی طرف سے ہے کہ جو یسوع مسیح کے نام ہر طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھوڑانے آیا ہے (تحفہ قیصریہ صا)

جہاد جیسے پاکیزہ مسئلہ کو محض خوشنودی نصاریٰ اور گورنمنٹ برطانیہ کے واسطے خراب بتا کر ممنوع قرار دیا اور رسائل اس کے خلاف عربی و فارسی لکھ کر ممالک اسلامیہ میں صرف خوشنودی نصاریٰ کے لیے شائع کئے ملاحظہ ہو کتاب البریہ۔ نصاریٰ کی حکومت کو اللہ کی رحمت اور اس زمانہ کو مذہبی لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ سے بڑھ کر بتایا جس کی تفصیل آگے اپنی جگہ آئیگی غرض یہ کہ تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور پھر خلفاء راشدین کا زمانہ ہر لحاظ سے بالاتر ظاہری و باطنی فتوحات سے پر ہے اس سے بڑھکر ناممکن ہے ہاں حدیث میں ہے کہ خیر القرون کے بعد ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ جس میں جھوٹ فریب شائع ہو جائے گا اور امانت کی جگہ خیانت رائج ہوگی۔ ثم یاتی من بعد ہم قوم یخونون ولا یؤتمنون (الحدیث بخاری شریف)

پھر یہ درمیانی فتنے حضرت امام مہدی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے ہاتھوں پر اختتام پذیر ہوں گے۔ یہ آج تک کوئی بھی نہ سمجھا کہ ان کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور ان کی فتوحات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوحات پر راجح ہوں گے یہ محض افتراء اور کذب خالص ہے۔

حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رح کی منصب امامت ص۵۶ سے ٹکڑا کاٹ کر پیش کیا علاوہ اس کے قطع برید میں بہت کچھ

اصل مطلب سے فوت ہو گیا پھر بھی اس میں کہیں اس منحوس مضمون کا پتہ نہیں کہ امام مہدی کا زمانہ یا ان کی فتح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی فتح مبین پر راجح و غالب ہوگی۔ وہاں تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے هو الذی ارسل رسولہ بالهدی و دین الحق الخ میں غلبہ دین و اسلام کا وعدہ فرمایا تھا وہ آپ کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا مگر یہ غلبہ ختم نہیں ہوا بلکہ جاری رہا اور جاری رہے گا جب تک دنیا ختم نہ ہو اور جب آخر زمانہ میں دنیا کے ختم ہونے پر امام مہدی ظہور فرماویں گے۔ تو چونکہ دنیا تمام ہو چکی ہے ان کے ہاتھوں یہ غلبہ بھی انجام کو پونہچ جائے گا۔

یہ مختار مدعا علیہ کا اپنا اختراع ہے کہ ان پر اختتام ہوگا لہٰذا وہ بڑھ گئے اس طرح قرآن مجید میں ہے یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا حضرت مولانا شہید فرماتے ہیں حضرت کی رسالت قیامت تک کے لوگوں کے لیے عام ہے حضرت نے اپنے زمانے میں خود بلا واسطہ تبلیغ کی پھر اس تبلیغ رسالت کا سلسلہ یوماً فیوماً بڑھتا ہوا چلا گیا گو بواسطہ خلفاء راشدین و ائمہ مہدیین و علماء ربانیین و اولیاء امت جاری رہا۔ یہاں تک کہ زمانے کے ختم ہوتے پر امام مہدی آخر مبلغ اسلام پر سلسلہ تبلیغ ختم ہوگا۔ اس میں نہ معلوم کس طرح مختار مدعا علیہ کو یہ نظر آیا کہ حضرت مولانا شہید رح امام مہدی کے زمانہ یا ان کی تبلیغ یا فتح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین سے بڑھ کر غالب اور راجح بتا رہے ہیں محض اس مغالطہ کے لیے یہ عبارتیں نقل کر دیں تا کہ اس مغالطہ سے لوگ سمجھ لیں کہ اور بزرگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے حالانکہ بزرگ اس بدیہی بات کے خلاف کوئی منصف مزاج کافر اور دشمن بھی لب کشائی نہ کر سکے۔

قول مختار مدعا علیہ

اگر مختار مدعا علیہ یہ سمجھ لیتا کہ نبی کے اتباع کے ذریعہ جو فتوحات اور دین کی ترقیاں حاصل ہوتی ہیں وہ دراصل اس نبی کی طرف منسوب ہوتی ہیں اور اس میں اس نبی کی توہین نہیں بلکہ تکریم و اعزاز ہوتا ہے تو یہ اعتراض نہ کرتا۔

(الجواب)

اعتراض صرف فتوحات پر نہیں گو فتوحات کیا ہوئیں مرزا صاحب کے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی جو تذلیل ہوئی تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں سوائے چند اپنے مریدین کے سب مسلمان کافر اور ولد الزناء دائرہ اسلام سے خارج اور سور بنا دئے گئے بے گناہ بیگمات کتیاں قرار دی گئیں کوئی خدا اور رسول کی توہین نہیں جو ان دوست نما دشمنوں کے ہاتھوں عمل میں نہ آئی ہو عیسائیوں کو گندی گالیاں دے کر مجبور کیا کہ بانی اسلام اور ازواج مطہرات پر وہ ناپاک حملے کریں وغیرہ وغیرہ۔

اعتراض تو صرف یہ ہے کہ کبھی کسی امتی کی فتح اس کے نبی سرور دو عالم کے اس فتح مبین سے بڑھ سکتی ہے جیسے باری تعالےٰ نے انا فتحنا لك فتحا مبینا کے شان دار الفاظ میں ذکر فرمایا۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے فتوحات ایک پلہ میں رکھے جائیں اور یہ انا فتحنا لك الخ کی فتح مبین

جس میں اللہ کا گھر ہمیشہ کے لیے بتوں اور شیطانی تسلط سے پاک کیا گیا ایک پلہ میں رکھا جائے تو وہی راجح اور غالب رہے گا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوحات میں سے ادنیٰ درجہ کی فتح بھی تمام عالم کے فتوحات پر راجح اور غالب ہے۔ مگر جن کے قلب سے باری تعالےٰ سرور دو عالم کی عظمت سلب کر کے اس عظمت عظمیٰ و نعمت علیا سے محروم کر دے وہ اس حقیقت کو کیا سمجھ سکتے ہیں آخر ابوجہل و ابولہب پر شان محبوبیت کو پوشیدہ ہے خدا کا فیصلہ ہے کہ قیامت تک وارثان محمدی اور پیروان بولہبی کی جنگ جاری رہیگی۔

باقی صفحہ خطبہ الہامیہ سے جو ایک ٹکڑہ کاٹ کر پیش کیا ہے میں عدالت کی توجہ اس طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ وہ خود پورا صفحہ بلکہ ماقبل اور مابعد کو ملا کر ملاحظہ فرمائے کہ اس میں تعریف بجا اور توہین نکلے گی پیش کردہ عبارت سے پہلے صفحہ پر بھی یہی موجود ہے وہ اس لیئے خدا کے نزدیک اس کا یعنی مرزا غلام احمد صاحب کا) ظہور نبی مصطفےٰ کا ظہور مانا گیا ہے اور اس کا زمانہ رسول کریم کے زمانے معراج کا منتہا اور زجیر الوراے کی روحانی تجلی کا آخری سرا شمار کیا گیا ہے،، عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ مرزا صاحب نے اپنا ظہور بعینہٖ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اور اپنا زمانہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا منتہا اور تجلیات کا آخری سرا قرار دیا ہے کیا اس سے اور بھی بڑھکر کوئی فضیلت موجب توہین ہوگی کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کہاں مرزا غلام احمد صاحب اور کہاں ان کا زمانہ معراج زمانی اور کہاں یہ چودھویں صدی سوائے کفر و شرک کے اور کیا ہے غرض یہ کہ عنوان بھی درحقیقت لاجواب ہے گو غیر متعلق اس قدر باتیں مختار مدعا علیہ نے پیش کر دیں مگر جب تک مرزا صاحب کا رجوع صاف لفظوں میں اس کفریہ عقیدہ سے پیش نہ کیا جاوے کسی تاویل سے مرزا صاحب کا ایمان محمد رسول اللہ پر ثابت نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

قول مختار مدعا علیہ

مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل دس الہامات کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ۔

۲۔ انا اعطیناک الکوثر۔

۳۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔

۴۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین۔

۵۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

۶۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

۷۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔

۸۔ ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔

۹۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔

۱۰۔ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ۔

ان الہامات کے متعلق مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا کہ ان میں جن مقامات اور مراتب کا ذکر ہے وہ آنحضرت کی خصوصیات ہیں اور جو ان خصوصیات کا انکار کرے اُس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیا وہ اگر ہزار مرتبہ بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو قابل قبول نہیں۔

سو ان تمام امور کا جواب گواہ مدعا علیہ نمبرا کے بیان میں مفصل مذکور ہے اور اس میں ائمہ اور اکابر اولیاء امت محمدیہ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں سے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے گا کہ وہ مرتبہ یا مقام بطریق وراثت جس لائق کہ ملہم ہے علی حسب المنزلتہ اس کو نصیب ہو گا اور اس امر میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں شریک سمجھا جائے گا اس لئے ملاحظہ ہو بیان مطبوعہ گواہ نمبرا مدعا علیہ ص۱۱ تا ص۱۳،،۔

اولاً بیان مطبوعہ کورٹ نہیں جس کا حوالہ ہے اکثر جگہ کاٹا گیا ہے اور اس بحث میں اکثر حوالے اسی سے ہیں جو اصل ریکارڈ مسل میں نہیں جیسا کہ آخر میں آئے گا۔

دوسرے مختار مدعا علیہ نے حسب عادت مغالطہ کے لیے ان خصوصیات کے دلانے کی انتہائی کوشش کی ہے اور بلاوجہ قبل از وقت اس جگہ اس بحث کو اٹھا دیا ہے کہ کسی کو قرآنی آیات الہام ہو سکتے ہیں یا نہ حالانکہ قرآنی آیات کا الہام ہونا اور امر ہے جس کی مفصل بحث اپنی جگہ پر آئیگی) اور خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی غیر کو شریک ماننا نہ صرف خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ان کے واسطے سے اصل ذات وشان محمدیہ اور ان کی رسالت کا انکار اور امر ہے صرف مدعا یہ ہے کہ ان آیات مثلاً انا اعطیناک الکوثر ۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین. لولاک لما خلقت الافلاک[1] وغیرہ کے مصداق صرف سید الانبیاء محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ خصوصیات ہیں جن میں آپ کا شریک کائنات عالم میں کوئی نہیں نہ جبرئیل ومیکائیل اور نہ ملائکہ مقربین نہ اولیاء اولوالعزم اور نہ انبیاء علیہم السلام۔ کسی کو شریک ماننا صرف شرک فی الرسالت نہیں بلکہ سرے سے آپ کی خصوصیات کا انکار کر کے آپکی رسالت ہی کا انکار کرنا ہے جس کے بعد کوئی کتنی ہی مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان پر لائے۔ کلمہ پر ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

یہاں مندرجہ بالا امور تنقیح قابل بحث ہیں۔

---

[1] یہ حدیث ہے۔

(۱) کیا کسی شخص کی خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے ۔
(۲) کیا مندرجہ بالا دس القابات و خطابات خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں ۔
(۳) کیا مرزا صاحب کے علاوہ کسی نبی ولی فرشتہ نے اپنے کو ان آیات کا مخاطب اور ان القابات خصوصی میں کسی طور پر اپنے کو یا کسی کو شریک و سہیم مانا ہے ۔

الجواب :۔

(۱) کیا کسی شخص کے خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے اس کے ثبوت میں ہم نے تمہیدی طور پر گواہ مدعا علیہ ملا ۲ مارچ ۳۳ء کا حوالہ پیش کیا تھا کہ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور انکار خصوصیات انکار ذات ہے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں " خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے انکار خصوصیات انکار ذات ہے " (جرح گواہ ملا ۲/ مارچ ۳۳ء)

بحمد اللہ یہ تنقیح ثابت اور مسلم ہے لہذا اس پر کسی دلیل کی حاجت نہیں ۔

تنقیح (۲) کیا مندرجہ بالا دس القابات و خطابات خصوصیات محمدیہ سے ہیں " اصل بحث مخصوص لاتا القابات اور انہیں خصوصی خطابات میں ہے نہ کہ ان کا وہ مفہوم جو اپنے الفاظ میں توڑ موڑ کر ڈالا ہے اور مخصوص ان امتیازی خصوصیات ، و القابات و خطابات کا مخاطب و مصداق صرف سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا ایسا بدیہی امر ہے کہ کسی مسلمان کے روبرو اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی حاجت ہی نہیں کون نہیں جانتا لولاک لما خلقت الافلاک وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین انا اعطیناک الکوثر ۔ عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا ۔ وغیرہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور حضور کے سوا اس خصوصی انداز میں کسی نبی یا ولی کو خطابات نہیں کئے گئے مگر اس چودھویں صدی کے مدعیان نبوۃ کے دور کی ایک یہ بھی بوالعجبی ہے کہ ان بدیہات پر بھی دلائل پیش کرنے پڑتے ہیں ۔

مختار مدعا علیہ نے ادھر ادھر کی غیر متعلق باتیں لاکر معاملہ کو رولانے کی ناجائز سعی انتہا کو پہونچا دی ۔ مگر بحمد اللہ ایک حوالہ ضعیف سے ضعیف بھی ایسا پیش نہ کر سکا جس میں مخصوص ان القابات و خطابات سے کسی اور نبی یا ولی کو خواہ بذریعہ الہام خاص ہی سے نوازا گیا ہے کسی بزرگ کا اس مقام سے فیض حاصل کرنا اس سے اپنے قلب کو منور کرنا اور چیز ہے مگر ان خطابات و القابات مخصوصہ کا مصداق و مخاطب ہونا اور بات ہے اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام بعض خدا کی صفت و قدرت سے فیض پاتے ہیں ۔ بعض صفتہ خلق سے بعض صفتہ ترزیق سے مگر وہ مصداق قدیر اور خالق اور رازق تو نہیں ہو جاتے بعض باری تعالٰی کے مقام جلال سے وابستہ ہوتے ہیں بعض صفتہ جمال سے مگر اللہ کے جلال و جمال کے مصداق یا اس کے شریک و سہیم نہیں کہلاتے نہ ان خدائی القابات کے مستحق ہوتے ہیں اس سلسلہ میں مفصل بحث تو نقب کے تحت میں علیحدہ علیحدہ آئیگی اس جگہ عموما بحث میں مختار مدعا علیہ نے غیر متعلق حوالوں سے مغالطہ دینا

جاتا ہے اولاً اسے بے نقاب کرتا ہوں۔ مختار مدعا علیہ نے نتیجہ کے طور پر اپنے مطبوعہ بیان کے صفحہ ۱ و صفحہ ۱۱۳ کے حوالے دے کر لکھا ہے کہ ان صفحات میں اس امر کی تائید ہیں کہ مقام محمود وغیرہ مراتب میں اولیاء اللہ کو حصہ ہے اور اولیاء امت بھی بطریق وراثت اس میں آپ کے شریک ہو سکتے ہیں۔

الجواب ان کے پیش کردہ حوالہ جات کی حقیقت تو آگے معلوم ہو جائے گی۔

اولاً صرف یہ گزارش ہے کہ ان مقامات سے اولیاء اللہ کو حصہ ملنا اور ان کا اس سے وابستہ ہو کر فیض حاصل کرنا اور چیز ہے اور ان القابات وخطابات کا مصداق ومخاطب ہونا اور امر ہے جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ ان مقامات سے فیض حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے ذات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض کا حصہ لینا ہے مگر ذات محمدیہ سے فیض اور حصہ لینے والا عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہوتا۔ اسی طرح ان مقامات سے حصہ لینے والا ان خطابات کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

غالباً مختار مدعا علیہ صوفیائے کرام کے مشاغل اور ذکر واشغال سے نابلد ہے صوفیائے کرام کے یہاں مختلف استعدادوں کے لحاظ سے مختلف مراقبات سے تعلیم ہوتے ہیں، کوئی مقام فناء کا مراقبہ ہے کوئی مقام جہاد کا کوئی مقام ابراہیمی کا کوئی موسوی کا کوئی عیسوی کا کوئی مقام محمود کا کوئی مقام دنا فتدلیٰ کا اور ان سے حصہ ملنے کا یہ مطلب ہے کہ یہ مقامات سالک پر منکشف ہو جائیں اور ان کے خصوصی فیض سے اس کا قلب منور ہو جاوے یہ مطلب نہیں کہ ان خصوصی قرآنی امتیازی خطابات والقابات کے مستحق یا شریک وسہیم ہوں گے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل پانچ حوالہ مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں ۱ شرح مثنوی بحر العلوم ۲ ہدیہ مجددیہ (۳) فتوح الغیب ۴ دیوان معین ۵ شرح فصوص الحکم اس میں حوالہ ۱ وہ ہے کہ جرح میں ہر دو گواہ نہ وہ کتاب پیش کر سکے نہ اس کے مصنف کا نام و مذہب بتا سکے نہ وہ کوئی مسلم قابل اعتماد کتاب ہے اس کے مصنف ایک معمولی شخص وکیل احمد سکندر پوری ہیں۔

یونہی ہے حوالہ (۳) بھی فصوص الحکم ایک غیر متعارف شرح کا حوالہ ہے جو صوفیائے کرام کے نزدیک دوسرے شروح کی طرح مسلم ومعتبر نہیں اور نہایت قطع وبرید سے پیش کیا ہے۔ باوجود اس کے کسی ایک حوالہ میں یہ نہیں کہ ان مخصوص مذکورہ بالا القابات وخطابات سے اسی انداز پر کسی نبی یا ولی کو نوازا گیا ہو۔ لہذا میرے یہ تمام اعتراضات بالکل بدستور لاجواب ہیں۔

تفصیلی جواب۔

حوالہ ۱ شرح مثنوی مولانا روم

"پس درآورد کارگہ یعنی عدم ❊ تا بہ بینی صنع وصانع را بہم۔

کی شرح میں صفحہ ۱ عبد العلی صاحب بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک مقام فنای صفات کا ہے جو حدیث قرب

النوافل میں بیان ہوا ہے کہ خدا بندے کا کان آنکھ ہو جاتا ہے اور دوسرا مقام فنائے ذات ہے اور تیسرا مقام جمع الجمع وفا ب قوسین اور مقام کمال ہے جیسا کہ آیتہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ سے ظاہر ہے کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں اور چوتھا مقام مقام احدیت جمع اور اس کو مقام ادنیٰ کہتے ہیں (یعنی خدا سے بہت ہی قریب) جو کہ آیتہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ میں بیان کیا گیا ہے یہ لکھ کر فرماتے ہیں واین مقام باصالت خاص بخاتم النبیین است .بوراثت وکمال متابعت اوکمل اولیاء را ازین حظے است (مثنوی دفتر دوم حاشیہ ص۳۷)

کہ اگرچہ یہ مقام اصل میں تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے مگر بطور وراثت اور کمال پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء کو ان مقامات سے حصہ ملتا ہے ۔ (منقول در بیان گواہ مدعا علیہ ص۱)

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں مذکورہ بالا دس القابات وخطابات محمدیہ مثلاً لولاک لما خلقت الافلاک ۔ انا اعطینک الکوثر ۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا وغیرہ سے کسی ایک خطاب یا لقب کا مخاطب علاوہ ذات محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو نہیں بتایا گیا نہ کسی کو ان امتیازی خصوصیات مذکورہ میں شریک وسہیم بنایا ہے یہاں تو صوفیائے کرام کے مشاغل ومراقبات قرب خداوندی کے مدارج ومقامات مثلاً فنا فی الذات ، وفنا فی الصفات اور مقام جمع الجمع جس کا دوسرا نام مقام کمال اور مقام احدیت جس کا دوسرا نام مقام ادنیٰ ہے چار مقامات کا ذکر ہے ۔

کون نہیں جانتا کہ سالک مقام ذات میں عین ذات باری اور مقام صفات میں عین صفت خداوندی یوں ہی مقام احدیت میں اللہ وحدانیت ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان میں فنا ہو کر ان کی تہہ اور حقیقت تک بقدر طاقت بشریہ رسائی کر لیتا ہے یا وحدۃ الوجود اور ہمہ اوست کے رنگ میں رنگ جاتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ انتہائی تقرب کے مقامات تک حقیقی اور اصلی رسائی تو محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو میسر نہیں ہو سکتی البتہ آپ کے خدام اور کامل اولیاء اللہ کو آپ کے صدقہ میں کچھ حصہ بقدر مراتب ان مقامات فنا در فناء سے ضرور مل جاتا ہے ورنہ اصل تقرب خداوندی تو صرف محبوب خدا ہی کو حاصل ہے اب اس بحث کو اصل مدعا یعنی خصوصی القابات میں مشارکت سے کس قدر ربط وتعلق ہے اسے میں عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں ۔ (حوالہ ص۲ ہدیہ مجددیہ)

وھو المقام المحمود الذی لا یشارکہ فیہ احد من الانبیاء والرسل والاولیاء امتہ ۔

(ہدیہ مجددیہ ص۲) میں اولاً عرض کر چکا ہوں کہ ہدیہ مجددیہ ہماری غیر مسلم کتاب ہے اور اس خوف سے باوجود بہم مطالبہ کے نہ کتاب پیش کر سکے اور نہ اس کے مصنف کا نام بتا سکے ۔ پس ہم اگرچہ اس کے جواب کے مکلف نہیں مگر صرف اس لیے کہ شاید شائع ہوئے پر بندگان خدا کو اس سے مغالطہ ہو ۔ جواب بھی عرض ہے ۔

(۱) ” مقام ، محمود ، یعنی مرتبہ ستائش میں گفتگو نہیں بلکہ گفتگو صرف اس میں ہے آیت کریمہ عسیٰ ان یبعثک

ربك مقاماً محموداً کا مصداق اور مخاطب کون ہے مگر ہدیہ مجددیہ کی عبارت ہیں کوئی بتا نہیں سکتا کہ آیت مذکورہ کا مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی و ولی ہوسکتا ہے بخلاف اس کے قرآن پاک و احادیث نبویہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اس آیۃ کریمہ کا خطاب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آپ کے ایسے خصوصیات میں سے ہے جس میں اولین و آخرین میں سے کوئی نبی یا ولی شریک نہیں ہوسکتا قرآن حکیم ومن الیل فتهجد به نافلة لك عسی ان يبعثك ربك مقاماً محموداً ۔ یہ آیت اپنے سباق وسباق کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس کا خطاب ہی صرف آپ ہی کو ہے تمام قرآن پاک اور احادیث آثار صحابہ اقوال ائمہ اور بزرگان دین کے ارشادات میں کہیں اس خصوصی لقب اور آیت کا استعمال کسی اور نبی و ولی فرشتہ کے واسطے نہیں کیا گیا ۔

ہاں مقام محمود کا مراقبہ صوفیانے مانا ضرور ہے ۔ مگر وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ مقام فنا اور مقام دنا وغیرہ جس کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ سالک پر اس کی حقیقت منکشف ہوجاتی ہے اور اس کے نفوس و برکات کا اس کے آئینہ قلب بر انعکاس اور پرتو پڑتا ہے اور یہی مطلب اولیاء اللہ کو مقام محمود سے حصہ ملنے کا ہے ورنہ بتصریح قرآن حکیم یہ خطاب اور اس آیت کے مصداق نبی رحمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کوئی بھی اس کا شریک وسہیم نہیں بلکہ اس میں کسی کو شریک وسہیم ماننا شرک فی الرسالۃ ہے جس کے بعد کلمہ شریف کے جزو ثانی پر ایمان ناممکن ہے اور ہدیہ مجددیہ میں باوجود غیر مسلم ہونے کے اس آیت کا خطاب اور اس کا مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو قرار نہیں دیا ۔ جیسا کہ اوپر عرض کرچکا ہوں صرف مختار مدعا علیہ نے مغالطہ دیا ہے ۔ اگر اس آیت کے خطاب اور اس کے مصداق میں کسی کو شریک مان لیا جاوے تو ان احادیث نبویہ کے خلاف ہوگا جو صحت وتسلیم میں اعلیٰ پایہ کی ہیں ۔ ملاحظہ کے واسطے نمونتہً اس کے متعلق مختصر فیصلہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پیش ہے ۔

مقام محمود کے متعلق سید الانبیاء صلعم کا فیصلہ

۱ ۔ عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاکسی حلة من حلل الجنة ثم اقوم عن یمین العرش "لیس احد من الخلائق یقوم ذلك المقام المحمود غیری ۔ ترمذی شریف ومشکوۃ شریف باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۵ ۔ اس حدیث کے تحت میں لمعات میں شیخ رحمۃ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ مقام محمود ہے بس صاف لفظوں میں واضح ہوگیا ہے کہ اس موعود مقام محمود میں کوئی بھی مخلوق میں ایسا نہیں جو اس پر فائز ہوسکے ۔ سوائے ایک ذات گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خاتم النبیین ہیں ۔

(۲) بخاری شریف میں ایک باب پہلے باب قولہ عسی ان يبعثك ربك مقاماً محموداً یعنی صرف اس آیت کا خطاب اور اس کا مصداق قائم اور مخصوص کرنے کے واسطے مستقل باب باندھا پھر ایک طویل مفصل حدیث نقل فرمائی

ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں یوم یبعثہ اللہ المقام المحمود ۔ یعنی وہ دن ہو گا کہ جس دن اللہ صرف اپنے حبیب کو مقام محمود پر فائز فرماوے گا۔ بخاری شریف ج ۲ ۔ صـ۶۸۶ ۔

(۳) بخاری و مسلم میں متفقہ احادیث موجود ہے جس میں مفصل شفاعت نبویہ کے ذکر کے بعد یہی آیۃ عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً تلاوت فرما کر ارشاد ہے وھذا المقام الذی وعدہ ربکم ۔

(۴) دارمی شریف میں اس مقام محمود کی تعریف میں یہ لفظ موجود ہیں۔ (باب الشفاعۃ مشکوٰۃ صـ۴۹۱)

ثم اقوم عن یمین اللہ مقاماً یغبطنی الاولون والآخرون مشکوٰۃ صـ۴۹۳ یعنی مقام محمود خدا کے داہنے طرف ہے۔ جو صرف مجھے ملے گا اور اس پر تمام اولین و آخرین اگلے پچھلے بلا استثناء غبطہ اور رشک کریں گے۔

(۵) اور اذان اور اس کی دعا کی حدیث میں بھی مقام محمود کی تشریح اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تخصیص کی تصریح کی ہے مشکوٰۃ صـ۶۴و۶۵

مرزا محمود صاحب خلیفہ قادیان کا فیصلہ

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کے نزدیک کتاب اللہ اور کتاب الرسول سب مرزا صاحب کے اور ان کے خلفاء کے تابع ہے اور ان کے مقابل در اصل کسی آیت یا حدیث کو نہیں مان سکتے ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲/ مارچ ۱۹۳۳ء لیکن مرزا محمود صاحب کی تمام تصانیف پر میرا ایمان ہے اور وہ سب کی سب بلا استثناء مسلم ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱۶/ مارچ ۳۳ء لہذا میں ان کے خلیفہ ثانی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں اگر اس آئت کریمہ کا خطاب اور اس کا وعدہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اور یہ حضور کو انعامات الہیہ میں سے ایک انعام عظیم ہے ملاحظہ ہو انوار خلافت خلیفہ محمود صاحب۔

کیونکہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام ہے جس کی نسبت خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً اگر ہمارا رسول کریم سے اس عظیم الشان درجہ کے ذریعہ سے تعلق قائم ہو جسے اللہ تعالےٰ نے مقام عظیم کے طور پر آپ کے لیے وعدہ فرمایا ہے۔ (انوار خلافت صـ۱۹)

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

(اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے)

(۱) آیت عسٰی ان یبعثک ربک الخ میں وعدہ الٰہی صرف آنحضرت کے واسطے ہے۔

(۲) یہ مقام محمود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا مقام ہے۔

(۳) یہ مقام محمود اللہ تعالےٰ نے آپ کے لیے بطور انعام عطا فرمایا۔

نتیجہ

پس مختار مدعا علیہ کے نزدیک قرآن وحدیث قابل اسناد ہوں یا نہ ہوں ان کے خلیفہ دوم صاحب یعنی مرزا محمود صاحب کا فیصلہ بہرحال ناطق ہوگا اس کے بالمقابل بدیہ مجددیہ کجا کسی نبی یا ولی کا فیصلہ قابل التفات نہیں۔

لہذا ثابت ہو گیا کہ مقام محمود جس کا وعدہ عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا میں ہے خصوصیات محمدیہ اور القاب مصطفٰے سے ایک ایسا امتیازی طغریٰ ہے جس میں کسی کی بھی شرکت نہیں ہوسکتی اور کسی کو اس کا مخاطب سمجھنا جیسا کہ مرزا صاحب نے اس آیت کو چسپاں کیا ہے کہ خدا نے مجھے فرمایا کہ اے مرزا صاحب عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا یہ ایسا کھلا ہوا شرک فی الرسالۃ وصریح توہین ہے جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان ممکن ہی نہیں۔

مختار مدعا علیہ نے مغالطوں کی بہت سعی کی مگر کسی ایک نبی وولی کجا کسی عالم صوفی کے قول سے بھی یہ پیش نہ کر سکا کہ اس نے اپنے یا کسی کے واسطے عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا کا استعمال حقیقی یا مجازی اصلی یا ظلی اور بروزی کسی طرح بھی جائز رکھا اور گفتگو صرف لغوی معنی کے لحاظ سے مقام محمود یعنی قابل ستائش مرتبہ نہیں بلکہ مخصوص اس آئت عسٰی ان یبعثک الخ میں جیسا اس کے معنے ارادالله ان یبعثک ربک مقاما محمودا ہیں۔ پس باوجود اس طویل تقریر کے مرزا صاحب کا کفر وارتداد دور نہ ہوسکا نہ ان کی بے ربط باتوں سے میری بحث کا کوئی بھی جواب ہوسکتا ہے۔

(۱) حوالہ شرح فصوص الحکم شیخ عبدالرزاق قاشانی کا ہے) فلہ المقام المحمود شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر صد ۵۳

الجواب

(۱) اولاً یہ شرح کوئی معتبر شروح سے نہیں اور نہ ہی ہماری مسلم ہے (۲) خود مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ امام عبدالوہاب شعرانی جن سے زائد شیخ اکبر کا کلام کوئی سمجھ نہیں سکتا نیز مرزا محمود صاحب خلیفہ قادیان مقام محمود آنحضرت کے خصوصیات سے بتا رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو یواقیت والجواہر خلافت) (۳) مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ نے فلہ المقام المحمود کا ٹکڑا دیدہ ودانستہ کاٹا ہے تاکہ بے ربط ہوکر مغالطہ کے لائق ہوسکے ورنہ آیتہ عسٰی ان یبعثک ربک۔ الخ کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ امام مہدی کا ایک بڑا مرتبہ قابل تعریف ستائش ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آئت مذکورہ کا موعودہ مقام ان کو دیا جاسکتا ہے یا وہ بھی اس کے مخاطب ومصداق ہوسکتے ہیں۔ لہذا یہ حوالہ یہاں بالکل بے ربط ہے اس میں ما بہ النزاع کے متعلق اشارہ تک نہیں۔

(۲) حوالہ فتوح الغیب کا ہے)

سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ ہر رسول ونبی وصدیق کا وارث ہوجاتا ہے (فتوح الغیب مقالہ ۴۴ صد ۲۳)

الجواب۔ گو یہ ترجمہ نہیں بلکہ حاصل مطلب اور یہ بھی ماقبل ومابعد سے بے ربط قطع وبرید اور خیانت سے پر ہے

تاہم مختار مدعا علیہ کو ذرہ برابر مفید نہیں بلکہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مختار مدعا علیہ نے یہ غیر متعلق حوالہ کیوں پیش کیا یہاں نہ تو مقام محمود باخصوصیات عشرہ کا ذکر ہے نہ کسی خصوصیت سے کسی نبی یا ولی کی شرکت کا تذکرہ یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ انسان تمام تعلقات غیر اللہ چھوڑ کر حبیب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو جاتا ہے تو انبیاء و صدیقین کا وارث ہوتا ہے

اور ظاہر ہے کہ نبی کی وراثت نہ تو دینار و درہم میں ہے نہ کسی مقام کی مشارکت میں بلکہ وراثت انبیاء کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ نبیوں کے علوم سے فیضیاب ہو۔ اس پر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شہادت پیش کرتا ہوں ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء ولم یورثوا دینارا ولا درھما وانما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر (مسند احمد۔ ترمذی شریف، ابوداؤد شریف۔ ابن ماجہ۔ دارمی) مشکوٰۃ کتاب العلم)

یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کی وراثت دینار و درہم وغیرہ میں نہیں ہے ان کی وراثت صرف ایک علم میں ہے اور کسی شے میں نہیں پس جس نے اُن کا علم حاصل کیا اُس نے اُن کی وراثت کا بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ یوں ہی بخاری شریف میں باغ فدک کے سلسلہ میں ہے کہ۔

ہم انبیاء کے گروہ کی وراثت کسی دینار و درہم میں نہیں جاری ہوتی بلکہ صرف علمی وراثت ہے علم کے سوا اور کسی شئے میں وراثت انبیاء و رسل جاری ہی نہیں ہو سکتی۔

پس حضرت شیخ الطائفہ سید عبدالقادر جیلانی رح کے ارشاد کہ ہر نبی و رسول کا وارث ہو جاتا ہے صرف اس قدر ہے کہ انبیاء و رسل کے علم سے بقدر مراتب حصہ پاتا ہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا ہے۔

یہ کفریہ مطلب ہرگز نہیں جو مختار مدعا علیہ لے کر عدالت کو مغالطہ دینا چاہتا ہے کہ اُن کے خصوصی مراتب میں شریک وسہیم ہو جاتا ہے ورنہ پھر ہر ولی کو سید الرسل فخر بنی آدم شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین ماننا پڑے گا اور اسے مرزا صاحب کے مریدین تو تسلیم کرینگے مگر کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو کسی مقرب سے مقرب کو اللہ تعالے کے آخری نبی محبوب خاص سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا شریک وسہیم تسلیم نہیں کر سکتا بلکہ اسے سخت ترین توہین بارگاہ رسالت کی خیال کرے گا۔ پانچواں حوالہ دیوان معین صفحہ

۔ ازیں حضیض دناءت چو بگذری شاید — کہ تا دنا فتدلیٰ صعود خود بینی

الجواب

اس میں کہیں کوئی بھی اشارہ مابہ النزاع امور کی جانب نہیں اور یہ شعر محض صوفیاء کرام کی اصطلاح سے ناواقفی کی بناء پر یہاں مختار مدعا علیہ نے نقل کر دیا۔ ورنہ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں مقام فناء اور بقاء کا آخری مقام دنا فتدلیٰ ہے اور اس پر صعود سے مراد دنیوی تعلقات کا انقطاع اور رب العزۃ سے تعلق کا انتہائی استوار ہونا ہے اس

سے یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیاذاً باللہ شریک وسہیم ہو جاتے ہیں۔ اس کی مزید تشریح کے لیے ردیف الیاء کی پہلی غزل ملاحظہ ہو۔

نیز حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرقہ وجودیہ اور ہمہ اوست سے تعلق رکھنے والے ہیں جس پر ان کے مندرجہ ذیل اشعار درج ہیں۔

کسیکہ عاشق و معشوق خویشتن ہمہ اوست — حریف خلوۃ و ساقی انجمن ہمہ اوست

اگر بدیدہ تحقیق بنگری دانند — کہ ناظر دل و منظور جان و تن ہمہ اوست،

زجام عشق نہ منصور بیخود آمد و بس — کہ دار نیز ہم گفت کہ یا رسن ہمہ اوست ؟

زاعتبار گذر کن کہ ما ز من ہمہ اوست الخ — (دیوان معین ص۱۳۱)

من نمیگویم انا الحق یار میگوید بگو — چوں نگویم چون مرا دلدار میگوید بگو — دیوان معین ص۷۶

خواہ اس پیش کردہ شعر کی غزل کا مطلع ملاحظہ ہو۔

اگر بچشم حقیقت وجود خود بینی — قیام جملہ اشیاء بہبود خود بینی

پیش کردہ شعر کے بعد تیسرا شعر ہے کہ۔

بہ بند دیدہ ز اعیان کہ تا ز عین عیان — وجود دوست بجان وجود خود بینی

اور مرزا صاحب صوفیاء کرام کے وحدۃ الوجود سے بالکل دور اور علیحدہ ہیں بلکہ اُسے اچھا ہی خیال نہیں کرتے اور اپنے خدائی دعویٰ کی بنیاد بھی اس پر رکھنا پسند نہیں کرتے ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام) پس مرزا صاحب کے کلام کی تائید حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے کرنا صرف خواجہ صاحب کے مشرب سے ناواقفی بلکہ خود مرزا صاحب کے مذہب سے بھی ناواقفی کا ثبوت ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ شعر بھی مختار مدعا علیہ کے لیے مفید نہیں بلکہ مسئلہ متنازعہ سے بالکل بے ربط ہے۔

چھٹا حوالہ کتاب اثبات الالہام والبیعۃ ص۱۴۲ و ۱۴۳ مؤلفہ مولوی عبدالجبار غزنوی "اگر الہام نا شریک سمجھا جائیگا۔

الجواب

(۱) مدعیہ اور اس کا گروہ مقلد حنفی ہے۔ اور مولوی عبدالجبار غزنوی غیر مقلد وہابی بلکہ تقلید شخصی کے شرک سمجھنے والوں کے سرگروہ ہیں۔ لہٰذا ان کا کوئی حوالہ جب کہ اُن سے اصولی اختلاف ہے ہم پر حجۃ نہیں جسطرح اسلامی قربانی یا اور بھی تصانیف باوجود احمدی مصنف ہونیکے مختار مدعا علیہ نے تسلیم نہ کیا۔

(۲) مولوی عبدالجبار غزنوی کوئی بڑے عالم بھی نہیں بلکہ اپنے زمانہ کے عالموں میں متوسط درجہ میں شمار ہیں۔

(۳) قرآن پاک واحادیث واقوال بزرگان سے خصوصیت ثابت ہونے کے بعد مولوی عبد الجبار کا انکار محض لغو ہے۔
(۴) مولوی عبد الجبار نے اس سلسلہ میں جو آیات نقل کی ہیں وہ خصوصی القاب کی حد کی نہیں گو ضمیر خطاب مخصوص ہو بخلاف ہماری پیش کردہ آیات وما ارسلناك الا رحمة للعلمين۔ عسٰی ان یبعثك ربك مقامًا محمودًا وغیرہ۔
یہ آیات اور اس طرح خصوصی لولاك لما خلقت الافلاك وغیرہ خصوصی القاب ہیں۔ جب کہ دنیوی خطابات والقابات کسی دوسرے کے واسطے بتاویل استعمال کرنا بھی قانوناً جرم ہے تو خداوند تعالےٰ نے جو خطابات اپنے مخصوص حبیب سید الانبیاء فخر بنی آدم کو عطا فرمائے ہیں وہ کیونکر دوسرے کے لیے استعمال ہو سکیں گے
ساتواں حوالہ فتوح الغیب مقالہ ۲۸ ”ثم ترفع الی الملك الاکبر فتخاطب بانك الیوم لدینا مکین امین“
یعنے جب تو مرتبہ فناء میں کمال کو پہونچ جائے گا تو تیرا خدا کی طرف رفع کیا جائے گا اور خدا تعالےٰ تجھے مخاطب کرے گا کہ انك الیوم لدینا مکین امین۔

الجواب

انك الیوم لدینا مکین امین۔ کسی نبی کا خصوصی لقب خدا کا دیا ہوا نہیں بلکہ یہ وہ فقرہ ہے کہ عزیز مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو جیل سے بلا کر فرمایا تھا کہ انك الیوم لدینا مکین امین۔ آج سے آپ میرے نزدیک باعزت اور امانت دار ہیں۔
پس نہ تو یہ باری تعالےٰ کا عطا کیا ہوا خطاب ہے نہ کوئی لقب نہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ لہذا یہ حوالہ اس جگہ بالکل بے ربط ہے۔
آٹھواں حوالہ مقامات امام ربانی مطبوعہ دہلی ص۱۳۶
”مجدد الف ثانی رحہ کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت شاہ محمد یحیٰی کے تولد سے پہلے حضرت مجدد صاحب کو الہام ہوا تھا“ انا نبشرك بغلام اسمه یحیٰی اسی رعایت سے ان کا نام محمد یحیٰی ہوا

الجواب

(۱) مقامات امام ربانی غیر مسلم کتاب ہے تو نہ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کی تالیف ہے نہ اُن کے کسی مستند خلیفہ کی بلکہ اُن کے سلسلہ کے ایک مرید کی کتاب ہے جس میں اُن کے کچھ حالات قلمبند ہیں اور اہل سلسلہ کے نزدیک اُس میں رطب ویابس امور بھی ہیں۔
(۲) اس میں کوئی خصوصی لقب یا خطاب کسی دوسرے کیواسطے استعمال نہیں ہوا بلکہ جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک بیٹے کی بشارت دیگئی تھی اس طرح حضرت مجدد صاحب کو بھی ایک بیٹے کی بشارت دی گئی اور بشارت کی مشارکت کا کوئی اعتراض نہیں بلکہ خصوصی لقب اور خطاب کی شرکت کا سوال ہے وہ اور انبیاء کے ساتھ

نہیں بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیونکہ اور انبیاء کے ساتھ تو علماء امت محمدیہ کو بھی ایک قسم کا ارتباط حاصل ہے جب کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ پس یہ حوالہ بھی امر متنازع فیہ سے غیر متعلق ہے۔

نواں حوالہ علم الکتاب خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ صلا

الحمد للہ الذی جعلنا حاکما فی المؤمنین ببرکۃ المحمدیۃ الخالصۃ وقوۃ النسبۃ لقرب مع اللہ ورسولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وامرنی فی قلبی بالھام الخاص ان احکم بینھم من احکام اللہ تعالیٰ وادعھم الی الطریقۃ المحمدیۃ بما انزل اللہ فی کتابہ من الآیات التی ھی شاھدات البینات علی حقیقتک ولا تتبع اھواء ھم واستقم کما امرت فان تولوا عن طریقک الحق فقل حسبی اللہ۔ انما یرید اللہ ان یصیبھم بما وعد للفاسقین وان کثیرا من الناس لفاسقون افحکم الجاھلیۃ یبغون فی زمان یحکم اللہ بایاتہ مایشاء حسب رضاء فی رسولہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام علی لسان محمد یبین الخالصین ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ فی القرآن واسمعوا کیف اقتبس بالآیات وابلغکم دعوتہ الحقۃ مادعاکم احد الی الان علی ھذا نھج المرضی وتعالوا الی رسولہ واختاروا المحمدیۃ الخالصۃ التی ھی الطریقۃ الحقۃ قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ اباء نا من الطرق الاخرا ولو کان اباء ھم لایعلمون شیئا ولا یھتدون ھذا امرنی اللہ ببیانہ وحکمنی ان احکم بہ بینکم فحکمت بحکمتہ بینکم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین و ارانی ربی آیتہ الکبری واعطانی کلماتہ العلیا واتانی ھذا الکتاب ونادانی بالخطاب حیث قال لی یاخلیفۃ اللہ ویا آیات اللہ انی شھدت بعبودیتک فاشھد انت بالوھیتی و انک عبدی ومقبولی ومقبول رسولی قلت یارب اشھد ان لا الہ الا انت واشھد انک علی کل شیٔ شھید انت الھی ومعبودی ولیس سواک مقصودی انا عترۃ حبیبک وبعصۃ عند لبیبک وقال یاعبد اللہ ویاعارف باللہ انی جعلتک مظھرا جامعا لکل ظھوری الیٰ فاذھب بایاتی الی کل مخلوقاتی وادعوتک من الجمع الالھی و الجمع المحمدی فمن اطاعک فقد اطاع اللہ والرسول قلت یارب قبلت جمیع احکامک ودعوت الخلق الی دینک واسلامک فاھدھم الی والی ابی لا ھدیھم الیک و الی رسولک و انت تھدی من تشاء و قال یامورد الواردات ویا مصدر الآیات انا جعلناک ایۃ للناس لعلھم یرشدون ولکن اکثر الناس لا یعلمون قلت یارب تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم و قال قد لو کانت الحقیقۃ زائدۃ مما کشفت علیّ لا ظھرھا اللہ

علی لانه تعالی اکمل لی الدین واتم علی نعمته ورضی لی الاسلام دینا ولو کشف الغطاء ما ازددت یقینا ان ربی لذو فضل عظیم ۔

(بحوالہ جرح ۱۱/مارچ ۳۳ء)

اسی جرح میں گواہ مدعا علیہ ۲ کے الفاظ ذیل بھی ملاحظہ ہوں ''اس عبارت میں یہ فقرہ ہے ۔ واسمعوا کیف اقتبس بالایات ۔ (ترجمہ سنو میں کس طرح آیات سے اقتباس کرتا ہوں''

الجواب

اس کے خط کشیدہ الفاظ بالخصوص ملاحظہ ہوں اس میں کہیں یہ نہیں کہ یہ آیات اُن پر نازل ہوئیں بلکہ یہ تصریح موجود ہے کہ ''واسمعوا کیف اقتبس بالایات سنو میں کیسے (بے تکلف) آیات قرآنیہ کا اقتباس کرتا ہوں ۔ اور اسی علم الکتاب کے صفحہ پر خود ہی اقتباس کی یہ تعریف فرماتے ہیں کہ ''باید دانست کہ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ را مندرج در عبارت آوردن والفاظ و معانی آنہا نرا بدیگر حروف مطالب ربط دادن وبار بار کلمات ازاں نگاشتن وآنرا علامت واشارت بر تماش داشتن صفت اقتباس است والاقتباس ھو ان یتضمن من الکلام نظما و نثرا شیئا من القرآن او الحدیث ودر کلام محققین وفصحای آید کہ واقف علم فصاحت وبلاغت است می داند واز ینجا کہ بنیاد معارف و مطالب محمدیان خالص بر کلام اللہ واحادیث است ونور معرفت کہ ایشان قبس از مشکوٰۃ نبوۃ بہمد ایت ھادی علیم ورسول کریم اکثر جا ہا عبارت این متن وشرح ہمیں قسم است کہ اظہار مطالب بکلام اللہ واحادیث رسول وبا رتباط تمام بآن مقام کردہ شد ھذا من فضل ربی علی ما اقتبس من کلامه بلا تکلف وھو ھدانی الی ھذا السبیل وذلك من آیاته الباھرة وتائیداته الظاھرة وان فی ذلك لایات لاولی النھی والسلام علی من اتبع الھدی وجہ جائے اقتباس از کلام واقوال کہ او سبحانہ سادات محمدیہ را در تمام احوال شرف اقتباس واتباع دادہ است وہمان ذات پاک لولاك لما خلقت الافلاك کہ عموما باعث ایجاد ہمہ موجودات است خصوصا نیز علت ہستی ووجود ایشان ظاہرا وباطنا اشارہ است وتصریح این معنی برائے آن کردہ تا کدام جاہل ناواقف از حقیقت تصرف در آیت وحدیث نہ فہمد ۔ (جرح ۱۱/مارچ ۳۳ء)

اس میں صاف تصریح ہے کہ کلام اللہ کے فقرہ اور آیات بطور اقتباس کے اپنے کلام میں لائے ہیں نیز صفحہ پر واکتب الایات فی کتابك والقه الی الناس ثم تول منهم بالتجاھل العارف فانظر ماذا یرجعون ''یعنی اور آیات کو اپنی کتاب میں لکھ اور اسے لوگوں کو پہونچا'' ۔

پس یہ آیات ان پر مکرر نہیں اتریں بلکہ اللہ نے الہاما یہ حکم فرمایا کہ قرآن کی آیات کا اقتباس کر کے اپنی کتاب میں لکھ کر لوگوں کو تبلیغ کرو ۔

الجواب

اس سے مختار مدعا علیہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آیات قرآنیہ مکرر الہاماً بزرگان دین پر نازل ہوتی ہیں اور اس میں وہ ہی مخاطب ہوا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ بحث مفصل ان شاءاللہ تعالیٰ وحی کے سلسلہ میں آئیگی یہاں صرف اس قدر گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ کہ آیات مندرجہ علم الکتاب الہاماً مکرر اُن پر نازل ہوئیں۔ محض حضرت خواجہ میر درد رحمہ اللہ علیہ پر افتراء ہے اور بہتان ہے جرح میں اس کے متعلق کافی مواد ہے جو اپنی جگہ پر آئے گا اور بہت کچھ بحث ابتدائی میں پیش ہو چکا یہاں انہیں دونو پیش کردہ کوٹیشنوں سے یہ ثابت ہے کہ یہ آیات قرآن کی اتری ہوئی ہیں قرآن ہی سے لے کر اقتباس کے طور پر یہاں مشتمل ہوئی ہیں۔

مکرر الہاماً نازل نہیں ہوئیں　　　پہلے کوٹیشن کے ابتدائی الفاظ

" ان احکم بَینھم من احکام اللہ تعالیٰ وادعھم الی الطریقۃ المحمدیۃ بما نزل اللہ فی کتابہ من الآیات الخ "

" یعنے اللہ تعالےٰ نے الہام فرمایا کہ ان مسلمانوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انہیں ان آیات سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں " ملاحظہ فرمائیں کس قدر صاف و صحیح عبارت ہے کہ جو قرآن پاک میں اُتری ہیں ان کے ذریعہ سے دعوت طریقہ محمدیہ کی مسلمانوں کو دیجئے یہ کہیں نہیں کہ الہاماً مکرر آپ پر آیات مندرجہ ذیل اُترتی ہیں بلکہ تصریح ہے کہ اپنے وعظ و دعوت میں وہ آیات استعمال کیجئے جو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب قرآن میں اتاری ہیں کس قدر عظیم الشان افتراء و بہتان ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالہ میں یہ ابتدائی تمہید اور اس قدر واضح فیصلہ ہو اور پھر وہ اس سے عدالت کو مغالطہ دہی کی ناجائز سعی کرے، عدالت کے روبرو اس عظیم الشان کذب بیانی کے بعد اُس کی گواہی یقیناً ساقط الاعتبار ہونی چاہیئے۔

اور مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ جس کی ایک بات غلط ثابت ہو جائے اُس کی دوسری باتوں کا بھی اعتبار نہیں ملاحظہ ہو چشمۂ معرفت ص۲۲۲۔

دوسرے حوالہ کے ابتداء میں ہے " اکتب الآیات فی کتابک قرآن کی آیتیں اپنی کتاب میں لکھو، پھر خدا کے ارشاد کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں۔ قالَ اللہ تبارک وتعالیٰ (اکذبتم ما یاتی الخ) یہ سب امور تصریح ہیں اس امر کی کہ وہی قرآنی آیات ہیں جنہیں بطور اقتباس کے موقع و محل پر خدا تعالےٰ کے حکم سے اپنے مضمون میں چسپاں کیا ہے اور خدا تعالےٰ کے حکم سے انہوں نے یہ خدمت رشد و ہدایت اختیار کی ہے نہ اپنی رائے سے

قول مختار مدعا علیہ۔

"جن آیات قرآنیہ کے متعلق خواجہ علیہ الرحمۃ نے امر فی قلبی بالہام الخاص کہا ہے تو اس سے مراد یہی ہے کہ خدا تعالٰے نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے الخ" کس قدر سفید جھوٹ ہے امر نی فی قلبی بالالہام الخاص کے آگے وہ الہام خاص بھی مذکور ہے مختار مدعا علیہ کے قیاس آرائی کی حاجت نہیں ملاحظہ ہو، "امر نی فی قلبی بالہام الخاص ان احکم بینھم من احکام اللہ تعالٰی وادعھم الی الطریقۃ المحمدیۃ بما انزل اللہ فی کتابہ من الایات الخ"

یعنے میرے قلب میں خاص طور پر اللہ تعالٰے نے یہ الہام فرمایا کہ ان لوگوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ کی طرف اُن آیات کے ذریعہ سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں۔

وہ تو وضاحت فرمارہے ہیں کہ اللہ نے مجھے صرف یہ حکم الہام خاص سے فرمایا کہ قرآن میں جو میں نے آیتیں نازل کی ہیں ان کی بندگان خدا میں دعوت وتبلیغ کیجئے اور مختار مدعا علیہ یہ اٹکل مار رہا ہے کہ "اس سے مراد یہی ہے کہ خدا نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے"

اب یا تو یہ دانستہ مغالطہ دیا یا سہو ہو گیا۔ یا مختار مدعا علیہ کو اس عبارت کا ترجمہ معلوم نہ تھا۔ غرض حضرت خواجہ میرورد علیہ الرحمۃ کا دامن تقدس اس افترا سے پاک ہے

مختار مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور مغالطہ کے لیے نقل کیا ہے۔

"ولقد القی اللہ علی قلبی من آیات بینات مع انی لست بحافظ القرآن الخ"

الجواب

یہ بھی مغالطہ ہے وہ محض یہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اللہ نے قرآن کی آیتیں یاد کرا دیں حالانکہ میں حافظ قرآن نہیں پس میں اُن کی دعوت وتبلیغ میں مصروف ہو گیا اُس کے حکم کے مطابق مصروف ہو گیا اور اب بلا تامل آیات قرآنیہ اپنے مضمون میں استعمال کرتا ہوں زیادہ توضیح کے لیے علم الکتاب ص۲ و ۳ و ۴۴ و ۶۵ و ۱۱ جرح گواہ مدعا علیہ ۱۱/ مارچ ۳۳ء پر ملاحظہ ہو۔ غرض یہ کہ یہ حوالہ بھی محض بے سود اور کھلا ہوا مغالطہ ہے مفصل بحث وحی والہام کے سلسلہ میں آئے گی ان شاء اللہ تعالٰے۔

(۱)

هو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (ترجمہ مرزا از حقیقت الوحی ص۷)

مختار مدعا علیہ نے حسب عادت اپنے الفاظ میں میرا مدعا نقل کر کے مطلب خبط کرنیکی ناجائز سعی کی ہے۔ میں نے صرف یہ عرض کیا تھا کہ یہ مذکورہ بالا آیۃ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے نہ کسی اور نبی اور ولی کے نہ کسی کے واسطے اس کا ہونا ممکن ہے۔

ہیں نے اپنے دعویٰ کے دو حصہ قرار دیئے تھے۔

(الف) اس کا مصداق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کوئی اور نبی و ولی۔

(ب) اس کا مفہوم یہ بتاتا ہے کہ اس کا مصداق اور کوئی کسی طرح نہیں ہو سکتا

دلیل

(الف) بحث میں مفصل قرآن و احادیث و اقوال بزرگان سے یہ تمام چیزیں مدلل کی گئی تھیں چونکہ یہ مجھے ان کا اعادہ منظور نہیں لہٰذا صرف ایک آیتہ کے نقل پر اکتفا کرتا ہوں۔ قرآن پاک میں جہاں یہ آیتہ مذکورہ ہے اُسی جگہ تصریح موجود ہے کہ اس کا مصداق صرف ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا میں ایک رسول کے بھیجنے اور اس کے دین کا تمام ادیان سابقہ پر فوقیت اور سب کا ناسخ ہونے کا ذکر فرمایا۔ ممکن تھا کوئی ناواقف اس سے کوئی اور نبی و رسول یا ولی مراد لے لیتا لہٰذا باری تعالےٰ نے اس کے متصل ہی اُس کا مصداق نامزد فرما دیا کہ وہ محمد رسول اللہ الخ یعنے وہ رسول جن کی اور جن کے دین پاک کی اوپر مدح کی گئی ہے وہ محمد اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم پس اس آیت کا مصداق کسی طور پر کسی تاویل سے کسی اور کو قرار دینا علاوہ اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شرکت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اس نص قرآنی کا ہی انکار ہے جس میں نام پاک لے کر اُس مصداق کی تعیین ہے۔ لہٰذا اس میں نہ صرف ایک بلکہ مستقل دو کفر ہیں۔

(ب) اس امر کا کہ اس کا مصداق کوئی اور ہونا ناممکن ہے یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا رسول ہدایت یعنی شریعت اور مستقل دین کے ساتھ بھیجا جو تمام دینوں کا نسخ کرنیوالا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں اور مرزا صاحب کے امتیوں کا یہ متفقہ مسئلہ ہے۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شریعت اور دین جو ماسبق کا ناسخ ہو نہیں آسکتا پس اگر اس کا مصداق کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا کسی طور پر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ صاحب شریعت ہو جائے اور اس کا دین ادیان سابقہ کا جس میں اسلام بھی شامل ہے ناسخ قرار دیا جائے جو بالاتفاق کفر ہے۔ بہر حال اس آیت کا مصداق کسی اور کو ماننا نہ صرف ایک کفر بلکہ متعدد کفروں کو مستلزم ہے۔ مختار مدعا علیہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

"یہ قرآن مجید کی آیت ہے جس میں دین اسلام کے دیگر ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور یہی آیت، مرزا صاحب پر بذریعہ الہام نازل ہوئی الخ"

گویا مختار مدعا علیہ نے میرے مدعا کے اصول کو تسلیم کر لیا کہ اس آیت میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دین لے کر سوائے نبی آخر الزمان سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور نہیں بھیجا گیا۔

نہ کسی نبی کو یہ فخر حاصل ہے نہ کسی ولی و فرشتہ کو بلکہ اس کے مصداق کو قرآن پاک نے محمد رسول اللہ کہہ کے متعین فرما دیا۔

پر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ "اور یہی آیت مرزا صاحب پر بذریعہ الہام نازل ہوئی الخ" کھلا ہوا کفر کا اقرار ہے جو کسی تاویل سے ٹل نہیں سکتا کیونکہ یہ وہ آیت ہے کہ مرزا صاحب گجا کسی اور اولوالعزم نبی پر بھی نازل نہ ہوئی بلکہ کسی اور نبی میں بھی اس کا نزول ماننا کفر ہے۔ (مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ)

ہدی اور دین حق کی مختار مدعا علیہ نے کچھ خود تاویلیں تصنیف کیں اور کچھ مرزا صاحب سے نقل کیں مگر ایسی آیت جس کا مصداق قرآن پاک نے خود متعین فرما دیا ہے کسی اور کو قرار دینا خواہ کسی تاویل سے ہو نص قطعی کا کھلا ہوا انکار اور قرآن پاک کلام الٰہی کے ساتھ ٹھٹھا کرنا ہے نہ صرف کفر بلکہ کفر علیٰ کفر ہے اور اگر اس قسم کی تاویلات سے انسان خلاصی حاصل کر سکتا ہے تو پھر عیاذاً باللہ کوئی قرآن پاک کی تمام آیات متعلقہ توحید و صفات باری تعالےٰ و متعلقہ رسالت و خصوصیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر اسی تاویل سے چسپاں کر سکتا ہے اور کسی قسم کا کفر نہ ہونا چاہیئے۔ یوں توحید اور رسالت کا مسئلہ ہی دنیا سے ناپید ہو جائے گا ہر شخص اپنے لیے خدائی صفات اور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم القاب استعمال کرتا رہے گا حالانکہ کوئی بھی مسلمان اس کے کفر و بغاوت ہونے میں متردد نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ نے اربعین ۲ ص۱۵ اور سراج منیر ص۳ سے مرزا صاحب کی کچھ تاویلات نقل کی ہیں کہ "خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے"،

میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن نے اس آیت کا مصداق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے مگر مرزا صاحب کہتے کہ۔

"آیتہ قرآنی الہامی پیرایہ میں اس عاجز کے حق میں ہے"، بحوالہ سابق اب تو کسی جواب کی حاجت ہی نہیں کیونکہ مرزا صاحب نے اسی قرآنی آیتہ کو اپنے حق میں مان لیا اور اپنے آپ کو اس کا مصداق ٹھہرایا گو الہامی پیرایہ میں سہی اور قرآن پاک کی نص قطعی ہے کہ یہ آیتہ ہر طرح سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہے۔ لہذا یہ اعتراض بالکل لاجواب رہا اور الہامی پیرایہ کی آڑ ہرگز سود مند نہیں ہو سکتی۔

رسول کی تاویل مامور فرستادہ مبعوث سے کرنا اور دین سے اس کا غلبہ دلائل سے مراد لینا کہ تمام ملتیں دلائل بینہ کے ساتھ ہلاک ہو جائینگی وغیرہ وغیرہ یہ سب عذر گناہ بدتر از گناہ سے زائد وقعت نہیں رکھتا۔

نیز اصل اعتراض تو صرف اس قدر ہے کہ یہ آیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے، جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اور مرزا صاحب اپنے حق میں یہی آیتہ قرآنی فرما رہے ہیں۔

پس کوئی بھی تاویل کی جائے جب تک اس آیت کی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی ہے کسی اور کو مصداق ماننا ایسا اٹل کفر ہے جو زائل نہیں ہو سکتا اور خصوصیت کا انکار بالخصوص اس آیت کی خصوصیت مستقل ایک کفر

ہے۔ کیونکہ یہاں خصوصیت نامزد کر کے نص قطعی سے ثابت ہے کسی حدیث یا کسی بزرگ کے قول سے نہیں جس کے انکار کی گنجائش ہو۔

مرزا اور مختار مدعا علیہ کے دو عظیم الشان بہتان

(۱) مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ''(اس آیت میں) وہی پیشن گوئی ہے جو ابتدا سے اکثر علماء کرتے آئے ہیں کہ یہ مسیح موعود کے حق میں ہے'' الخ

محض افتراء اور جھوٹا بہتان ہے۔ کسی عالم ربانی نے یہ آیت یا اس کی پیش گوئی علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسیح موعود کے حق میں نہیں بنائی۔

(۲) مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ ''اس آیت کے متعلق تفسیروں میں بھی مذکور ہے کہ اس آیت کے حقیقی مصداق اور اظہار دین علی المخالفین مسیح موعود اور مہدی مسعود کے وقت میں ہوگا۔

یہ بھی محض جھوٹ اور افتراء ہے کسی ایک اسلامی تفسیر میں یہ نہیں کہ اس آیت کا حقیقی مصداق مسیح موعود یا مہدی ہوں گے بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی مصداق بنص قرآن ہیں۔ اس کے ساتھ ہی عدالت مرزا صاحب کا یہ فیصلہ ملاحظہ فرمائے کہ وہ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا، حوالہ ۲۱-۲ چشمہ معرفت ایک حوالہ منصب امامت ص۵۶ نقل کیا ہے کہ ''قال اللہ تعالےٰ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ظاہر است کہ ابتدائے ظہور دین در زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بوقوع آمدہ و اتمام آں از دست حضرت مہدی خواہد گردید''

اس میں کہیں اشارہ تک نہیں کہ اس آیت کے حقیقی مصداق مہدی ہوں گے بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ غلبہ دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا اور یہ ختم نہیں ہوا بلکہ مذہب اسلام برابر ترقی کرتا رہے گا اور چہار دانگ عالم میں اس کی اشاعت ہوتی رہے گی حتی کہ جب تک دنیا ختم ہوگی اور اس امت کے آخری مبلغ امام مہدی ظاہر ہوں گے۔ تو چونکہ دنیا ختم ہے دین بھی ختم ہوگا اور جیسا کہ حدیث میں ہے جب تک روئے زمین پر کوئی ایک متنفس بھی اللہ کہنے والا ہے قیامت نہ آئے گی جب تمام اہل خیر و اہل اسلام ختم ہو جائیں گے اور دنیا میں صرف اشرار ناس باقی رہ جائیں گے ان پر قیامت قائم ہوگی ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب الفتن واشراط الساعۃ۔

(خلاصۂ جواب)

اس آیت کے حقیقی مصداق صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی ہیں۔ کسی نے بھی کسی اور کو اس آیت

کا مصداق قرار نہیں دیا بلکہ کسی غیر کو اس کا مصداق بتانا کفر اور نص قطعی کا انکار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مدارج میں شرک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔ مرزا صاحب صرف اپنے حق میں اس آیت قرآنی کو قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو اور مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیۃ کا مصداق ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ" اعجاز احمدی ص۷ ماشاء اللہ خدا تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مصداق بنائے اور مرزا صرف تنہا آپ کو۔ مختار مدعا علیہ و دیگر اس کے ہم مذہب مرزا صاحب کو اس کا حقیقی مصداق بتاتے ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب اور ان کی امت کے کفر میں کسی شک کی ذرہ بھر گنجائش نہیں۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ میرے اصلی پوائنٹ کو نظر انداز کر کے مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں صرف غیر متعلق امور پر اکتفاء کیا۔ پس میرا یہ اعتراض بالکل لاجواب رہا جو مرزا صاحب کے کفر کے واسطے کافی و وافی ہے۔

(۲)

"انا اعطینٰک الکوثر"

اس آیت کریمہ اور ان الفاظ کا مصداق جو بھی لیا جائے۔ بلا اختلاف اس کے مخاطب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

کسی اور کو اس لقب سے نوازنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔

اس آیت کی تفاسیر۔

۱

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر)

(۱) عن انس انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتدرون ما الکوثر قلنا اللہ و رسولہ اعلم قال فانہ نھر وعدنی ربی ھو حوض ترد علیہ امتی یوم القیمۃ الحدیث۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں کوثر کا پتہ ہے کہ کیا چیز ہے عرض کی خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا وہ ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی۔

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انا اعطینٰک الکوثر۔ فی الاحادیث الصحاح ھو نھر فی الجنۃ علیہ خیر کثیر ترد علیہ امتی یوم القیمۃ آنیۃ عدد الکواکب الخ

ترجمہ:۔ تحقیق دیا ہم نے تجھ کو کوثر۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ وہ ایک نہر جنت میں ہے جس میں خیر کثیر ہے جس پر

میری امت قیامت کے دن آئیگی جس کے برتن ستاروں کے شمار میں ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ حوض۔ نہر۔ خیر کثیر سب کا حاصل ایک ہی ہے۔

کیونکہ اس حوض و نہر پر خیر کثیر فرماتے ہیں۔

ائمہ مفسرین کا فیصلہ

(۱) تمام مفسرین نے کوثر کا مصداق وہی حوض کوثر اور نہر کو قرار دیا ہے اور جنہوں نے کوثر سے خیر کثیر مراد لیا ہے وہ یا تو وہی خیر کثیر مراد لیتے ہیں جو حوض کوثر ہے یا دیگر خصوصیات نبویہ کو بھی شامل کرتے ہیں جیسے کہ کمالین میں خیر کثیر کی تفسیر کی ہے کہ من النبوۃ والقرآن والشفاعۃ ونحوھا مما اعطیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضائل الدنیویۃ والاخرویۃ۔ کہ خیر کثیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ قرآن شفاعۃ وغیرہ وہ فضائل دنیویہ اور اخرویہ مراد ہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے ہیں۔ بہر حال اس آیۃ انا اعطیناک الکوثر سے خطاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور بس۔ خواہ بمعنی حوض کوثر ہو جیسا کہ متبادر اور احادیث اور تفسیر سے ثابت ہے۔ یا خیر کثیر کے معنی میں ہو۔ کیونکہ امام المفسرین حضرت ابن عباس رض خیر کثیر کی تفسیر میں یہی خصوصیات نبویہ ہیں قرار دیتے ہیں۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال الکوثر خیر الذی اعطاہ اللہ۔ کہ کوثر سے وہی خیر کثیر مراد ہے جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (بلا شرکت غیرے) عطا فرمائی گئی تھی۔

پس جب کہ مرزا صاحب نے اسی آیت انا اعطیناک الکوثر سے اپنے آپ کو مخاطب اور مصداق مان لیا خواہ وہ پھر از تاویل ہو خصوصیت محمدیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب امتیازی اور لقب خصوصی میں شرکت یقیناً ثابت ہو گئی جو کھلا ہوا شرک فی الرسالۃ ہے اور جس کے بعد کسی طرح ایمان کلمہ کے جز و ا خیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہو سکتا۔ اب مختار مدعا علیہ کی یہ تاویلات کہ مرزا صاحب نے کسی جگہ یہ دعوی نہیں کیا کہ مجھے حوض کوثر دیا گیا بلکہ کثرت یا خیر کثیر مراد لی ہے الخ بے سود اور لغو ہیں۔ اعتراض کسی معنی خاص پر نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ یہ خصوصی خطاب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس میں کسی اور کی شرکت ایمانی کلمہ کے منافی ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ پس یہ دوسرا نمبر بھی لاجواب رہا۔

قول مختار مدعا علیہ

"یہ الہام براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جب کہ آپ کو یہ مولوی مسلمان سمجھتے تھے الخ"، وہاں صرف آیات نقل کی ہیں کہ یہ اسلام کی حقانیت کے دلائل ہیں نہ اُس وقت دعویٰ نبوت و رسالت تھا نہ اس کا مصداق اپنے کو قرار دیا تھا۔ مسلمان اس مغالطہ میں تھے کہ ان کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ رسالت محمدیہ کے دلائل ہیں مگر جب نبوت

سے مرزا صاحب نے پردہ اٹھایا اور اپنے کو محمد احمد رسول و نبی بنا کے ان کا مصداق قرار دیا تو نہ صرف علماء بلکہ تمام مسلمان و فرقہ اسلامیہ عرب و عجم کے ان کی تکفیر کرنے لگے۔ اور خود مولوی محمد حسین بٹالوی جنہیں مختار مدعا علیہ نے یہاں تائید اً پیش کیا ہے تکفیر میں پیش پیش ہوئے۔ اور بھی وجوہات موجب تکفیر قرار دیں ملاحظہ ہو اشاعۃ السنۃ ج ۱۵ص ۷ و ص ۸ ۔ "مرزا غلام احمد صاحب کادیانی زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا، مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو جھوٹ بولنا دھوکا دینا آپ نے اختیار کیا ہے خصوصاً ۱۸۸۶ء سے جب سے آپ نے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیشگوئی کی اور اس قسم کی اور پیشگوئیاں مشتہر کی ہیں علی الخصوص ۱۸۹۰ء سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مشتہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں ہے اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختاری میں فیل ہونے اور پھر عدالت میں سالہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہوگا۔
(اشاعۃ السنۃ ص ۱۵)

(خلاصہ)

اعتراض صرف انا اعطیناک الکوثر کے خطاب میں شرکت پر ہے۔ جب تک مرزا صاحب اس خطاب میں اپنے آپ کو شریک مانتے ہیں خواہ کوئی بھی معنی لیں شرک بالرسالۃ رہینگے اور کلمۂ توحید پر ایمان نصیب نہیں ہو سکے گا۔

کیونکہ اوپر دلائل سے ثابت ہو چکا کہ اس کا خطاب اور مصداق ہر معنے سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کوئی اور، مگر مرزا صاحب اس کا مصداق صرف تنہا اپنے آپ کو بتاتے ہیں ملاحظہ ہو اعجاز احمدی ص کہ تو ہی اس آیت کا مصداق ہے پس علاوہ شرک کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق ہونے سے انکار ہے جو خلاف نص قرآن اور صریح کفر ہے۔

(۳)

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

قول مختار مدعا علیہ دو مختار مدعیہ نے اس الہام سے بھی عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ گویا مسیح موعود نے اس آیۃ قرآنی کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرایا ہے حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے مختار مدعیہ نے دافع البلاء ص۶ کا حوالہ دیا ہے اور ص۸ پر جو اس کا ترجمہ درج ہے وہ دانستہ نظر انداز کیا ہے جس پر در حقیقت کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ اور وہ یہ ہے "وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد و ثنا کرے گی مرزا صاحب نے یہ معنی کئے ہیں"۔

اس میں بھی حسب عادۃ پہلو بدل کر جواب دینا چاہا ہے یہاں بھی معنی اور مطالب میں بحث و اختلاف نہیں بلکہ بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خطاب عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو ہے اور اوپر عمومی بحث میں ہیڈنگ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات" کے تحت میں مفصل گزر چکا کہ یہ خصوصی خطاب آیتہ مذکورہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اس میں کوئی نبی و ولی شریک نہیں قرآن پاک کا سیاق و سباق بھی اس تخصیص کو ثابت کرتا ہے۔ احادیث بخاری و مسلم و دیگر صحاح اس کی شہادت میں پیش کر چکا ہوں کہ اس آیتہ کے مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور یہ مقام موعود صرف ایک ہی شخص کو ملے گا کوئی دوسرا حقدار و شریک و سہیم نہیں۔ اور وہ صرف ذات گرامی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ احادیث نیز تفاسیر میں اس کی وجہ تسمیہ بھی مذکور ہے کہ جب آپ باری تعالیٰ کی دائیں جانب کھڑے ہو کر شفاعت کبریٰ فرمائیں گے جس سے تمام انبیاء سابقین انکار اور نفسی نفسی کہہ چکے ہوں گے اس وقت آپ اس مقام شفاعت پر کھڑے ہوں گے جسے مقام محمود کہتے ہیں اور تمام اولین و آخرین آپ کی حمد کریں گے اور یہی مراد وعدہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا سے ہے مرزا صاحب نے اس خصوصی مقام محمود اور اس آیت کے خطاب میں اپنے آپ کو بھی شامل کیا ہے جو کھلا ہوا شرک فی الرسالتہ اور توہین سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور منافی کلمہ توحید خصوصاً اس جزو ثانی، محمد رسول اللہ کے ہے۔

مرزا صاحب نے بعینہ یہ آیتہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا اپنے اوپر چسپاں کی ہے۔ جو ان کے شرک فی الرسالتہ ہونیکو کافی ہے، مختار مدعا علیہ اس کا ترجمہ خود مرزا صاحب کا اسی اعجاز احمدی ص۳ سے یہ نقل کر رہا ہے "کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری ثنا کرے گی یہ بعینہ ترجمہ اسی آیتہ کا ہے خواہ مقام محمود کا لفظ نقل کیجئے کہ کہیے کہ ایسے مقام پر کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد و ثنا کرے گی" ایک ہی بات ہے۔ بہر حال اس ترجمہ کو آیت کافی نہیں۔ مرزا صاحب کی دنیا میں سوائے ان کے متعلق تمام دنیا نے تعریف نہ کی یوں ہی تو دنیا میں کسی نبی حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دنیا نے حمد و ثنا نہ کی بہر حال آخرۃ ہی کی حمد و ثنا مراد ہے اور وہی شفاعت کبریٰ کے وقت ہے جب کہ آپ اس مقام شفاعۃ پر فائز ہوں گے اور تمام دنیا اولین اور آخرین ہر دروازہ سے مایوس ہو کر اس دروازہ پر آئیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجائے نفسی نفسی کے انا لہا انا لہا کہ ہاں میں اس کے واسطے ہوں اور یہی موعود مقام محمود ہے کہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا جس میں کوئی بڑا سے بڑا نبی ولی مقرب فرشتہ شریک نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب کے سوا کسی نے یہ آیتہ کسی طرح اپنے یا کسی اور پر چسپاں کی ہو یا اسے چسپاں کرنا جائز رکھا ہو۔ پس یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب رہا اور جو کچھ بھی مختار مدعا علیہ نے اس کے تحت لکھا یا کہا سب پہلو سے غیر متعلق۔

(دو غیر متعلق و غیر مسلم حوالے اور ان کی حقیقت)

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے دو غیر مسلم حوالے نقل کئے ہیں۔

پہلا حوالہ شرح فصوص الحکم کا۔

مختار مدعا علیہ دگواہان مدعیہ کے مسلم پیشوا شیخ عبدالرزاق قاشانی نے مہدی موعود کے لیے بھی مقام محمود تجویز کیا ہے چنانچہ شرح فصوص الحکم میں تحریر فرماتے ہیں کہ "فلذا المقام المحمود کہ مہدی کے لیے مقام محمود ہے شرح فصوص الحکم مطبوعہ ص۵۴"۔

پہلا جھوٹ مختار مدعا علیہ کا یہ ملاحظہ فرمائیں کہ عبدالرزاق قاشانی کو مختار مدعا علیہ وگواہان مدعیہ کا مسلم پیشوا بتایا ہے حالانکہ عدالت میں ریکارڈ موجود ہے کسی ایک گواہ سے ان کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا سوال نہیں ہوا محض سفید جھوٹ عدالت کو مغالطہ دینے کے واسطے بسنت کیا گیا مختار مدعا علیہ مسلم بنانا جو ڈیشل اصول پر محض لغو ہے۔ اور مختار مدعا علیہ برابر اسے غیر مسلم بناتا رہا یہ بھی بہتان عظیم ہے۔

علاوہ غیر مسلم اور اس شرح کے غیر معتبر ہونے کے یہ حوالہ غیر متعلق ہے کیونکہ صرف لفظ مقام محمود بھی قابل ستائش مرتبہ مابہ النزاع نہیں بلکہ آیۃ کریمہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا کے خطاب اور اس کے اپنے پاکسی اور پر چسپاں کرنے میں گفتگو ہے یہاں اس کا تذکرہ تک نہیں یہاں صرف اس قدر ہے کہ مہدی قابل تعریف خدمت انجام دینگے پس ان کے لیے قابل تعریف مرتبہ ہوگا یہ اور چیز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی خطاب عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا میں اپنے آپ کو شریک کرنا اور اپنے اوپر اسے چسپاں کرنا دوسری چیز ہے اور مرزا صاحب اس پچھلے جرم کے مرتکب ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہتک ہے۔

(دوسرا حوالہ ہدیہ مجددیہ ص۵ کا ہے کہ)

"وھوالمقام المحمود الذی لایشارکہ فیہ من الانبیاء والرسل الا اولیاء امتہ"

اور مقام محمود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک اور وارث نہیں مگر وہ اولیاء جو آپ کی اُمت سے ہوں الخ،،

الجواب

(۱) اولاً یہ کتاب غیر مسلم ہے نا قابل اعتبار ہے۔

(۲) جرح کے وقت باوجود بار بار سوال کے نہ کتاب پیش کر سکے نہ مصنف کا نام و مسلک۔

(۳) اس میں یہ بتایا کہ کوئی نبی اور رسول مقام محمود میں شریک نہیں سوائے ولی کے اور مرزا صاحب مدعی نبوۃ ورسالت ہیں پس یا وہ نبی و رسول نہیں یہ دعویٰ محض جھوٹ وافتراء ہے یا مقام محمود میں شریک نہیں۔ اس شرکت کا ادعا بہتان عظیم ہے جس سے بڑھ کر بنص قرآن دنیا میں کوئی کذب نہیں ہو سکتا۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا (قرآن حکیم) مفتری علی اللہ سے بڑھ کر کوئی ظالم وکافر نہیں ہو سکتا۔

(۴) اس ہدیہ مجددیہ کی عبارت میں جو اولیاء امت کو مقام محمود میں وارث بتایا ہے اُس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اولیاء اس مقام پر فائز یا اُس میں داخل ہو جاتے ہیں بلکہ وہ بطور سیر اُن پر منکشف ہوتے ہیں جیسے شاہی دربار کی کسی کو سیر کرائی جائے اور بتایا جائے کہ یہ شہنشاہ معظم کا مقام ہے۔ یہ وزیر اعظم کا یہ وائسرائے کا یہ خواص و مقربین شاہی کا اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ دیکھنے اور سیر کرنیوالا اُس مقام پر فائز ہو گیا بلکہ صرف اس کا مشاہدہ کیا۔

(ایک اصولی ضابطہ)

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اولیاء اللہ انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں مگر نبوۃ اور ہر وہ شئے جو مقامات نبوۃ سے متعلق ہو اس کی وراثت صرف اُن کا عکسی مشاہدہ ہے نہ ان میں دخول اور اُس پر فائز ہونا بلکہ مقامات نبوت کو وہ ایسے دیکھتے ہیں جیسے کوئی سمندر کے پانی میں ستاروں کا نظارہ کرے بلا واسطہ اصلی نظارہ بھی محال ہے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سوئی کے سرے کے برابر مقام نبوۃ کو دیکھا تھا کہ جلنے کے قریب ہو گئے۔

اس ضابطہ کا حوالہ فریقین کے مسلم بزرگ شیخ عبدالوہاب شعرانی و محی الدین ابن عربی رحمہما اللہ تعالےٰ کی کتاب سے پیش کرتا ہوں، ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۱۱ مارچ ۳۳ء)

(۱) لا ذوق لنا فی مقام الانبیاء حتی نتکلم علیہ وانما نراہ کما ترى النجوم فی الماء کما سیاتی بسطہ فی مبحث الولایۃ۔ (یواقیت صے ۱۹)

یعنے ہمیں نبیوں کے مقامات سے کوئی ذوق نہیں کہ اُن پر بحث بھی کر سکیں ہم تو انہیں صرف اسطور پر دیکھ سکتے ہیں جس طرح تم لوگ پانی میں ستاروں کا نظارہ کرتے ہو۔

"حوالہ (۲) و قال فی شرحہ لترجمان الاشواق اعلم ان مقام النبی ممنوع لنا دخولہ وغایۃ معرفتنا بہ من طریق الارث النظر الیہ کما ینظر من ھو فی اسفل الجنۃ الی من ھو فی اعلی علیین اوکما ینظر اھل الارض الی الکواکب السماء وقد بلغنا عن الشیخ ابی یزید انہ فتح لہ من مقام النبوۃ قدر جزء ابرۃ تجلیا لا دخولا تکاد ان یحرق (یواقیت مبحث ۳۲ صـ۲۲)"

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی سید الصوفیاء رحمہم اللہ تعالےٰ اپنی شرح ترجمان الاشواق میں ارقام فرماتے ہیں کہ جان لو کہ مقامات انبیاء میں ہمارا داخلہ بند ہے ہماری انتہائی پرواز و معرفت وراثت کے طور پر صرف اس قدر ہے کہ انہیں اسطور پر دیکھ سکیں جیسے کہ سب سے نیچے درجہ کا جنتی اعلیٰ علیین کو یا باشندگان زمین آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ ہمیں خبر ملی کہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پر تجلی کے طور پر سوئی کے سرے کے برابر نبوۃ کے مقامات سے انکشاف ہوا تھا باوجودیکہ دخول نہ تھا پھر بھی جلنے کے قریب ہو گئے تھے (یواقیت والجواہر بحث ۴۸)

اس سے مندرجہ ذیل امور مسلمہ ثابت ہوئے۔

(۱) کوئی ولی باوجود رفعت شان کے مقامات انبیاء تک نہیں پہنچ سکتا۔

(۲) وراثتہً صرف یہ ممکن ہے کہ اتنے فاصلہ سے نظارہ کرے جیسے نیچے کا جنتی اعلیٰ علیین کا یا زمین کا باشندہ آسمانی ستاروں کا

(۳) دخول تو درکنار یہ نظارہ بھی انتہائی پرواز ہے جس کی تاب بایزید بسطامی رحمہ بھی باوجود اس جلالت شان کے نہ لا سکے حالانکہ نظارہ صرف سوئی کے سرے کے برابر تھا۔

(نتیجہ)

مقام محمود بھی مقامات انبیاء بلکہ فخر الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مقامات سے ہے۔ پس اگر کوئی ولی اس سے وراثتاً حصہ پا سکتا ہے تو صرف اس قدر کہ اس کی انتہائی پرواز یہ ہو گی کہ اس کا یوں نظارہ کرے جس طرح زمین والے آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں اس میں دخول اور اس پر فائز ہونا محال قطعی ہے اور مرزا صاحب نے اپنے پر آیۃ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا چسپاں کر کے صریح کفر اور شرک فی الرسالۃ کیا ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال یہ حوالہ باوجود غیر مسلم ہونے کے صرف اصطلاح صوفیاء سے ناواقفی پر مبنی تھا۔ اور یہ اعتراض بھی سابقہ اعتراضات کی طرح بالکل لاجواب ہے۔

(۴)

وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین

مختار مدعا علیہ نے یہاں بھی دانستہ اعتراض پہلو سے گریز کر کے غیر متعلق جواب دیا اور اپنے اس طرز سے اس کے لاجواب ہونے کو بھی تسلیم کر لیا۔

بحث نہ لفظ رحمۃ للعالمین میں ہے نہ رحمۃ اللہ، رحمۃ عالم میں بلکہ اس آیۃ کریمہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین کے خطاب اور مصداق میں ہے۔ کہ یہ بعینہ آیۃ کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور ہم نے اصل بحث میں قرآن پاک کے سیاق و سباق نیز دیگر عقلی و نقلی دلائل سے یہ امر اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خطاب اور اخص ترین مقام میں اس میں کوئی نبی و ولی و رسول و قطب آپ کا شریک و سہیم نہیں نہ آج تک تیرہ سو سال میں کسی نے اس آیۃ کریمہ کو سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی یا ولی یا اپنے پر چسپاں کیا جو بھی اس خصوصی خطاب میں اپنے آپ یا کسی کو شریک مانے یا اس پر اس آیت کو چسپاں کرے وہ شرک فی الرسالۃ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والا اور اُن کے ناموس پاک پر حملہ کرنے والا ہے کہ ایمان کسی طرح محمد رسول اللہ پر نہیں ہو سکتا اور مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی وغیرہ پر وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کا خطاب اپنے کو بنا کے

یہ آیۃ کریمہ اپنے اوپر چسپاں کی ہے۔ لہذا اُن کا ایمان کبھی کلمۂ توحید کے دوسرے حصہ پر نہیں ہو سکتا جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ پہلے حصہ پر بھی اُن کا ایمان نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی تخصیص مرزا صاحب کو بھی مسلّم ہے لکھتے ہیں کہ "پھر دوسری جگہ کہا وما ارسلناک الا رحمۃً للعلمین یعنی ہم نے کسی خاص قوم کے لیے رحمۃ نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمۃ کی جائے پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لیے رسول ہیں اور تمام دنیاء کے لیے رحمت ہیں اور آپ کی ہمدردی تمام دنیا کے ساتھ ہے نہ کسی خاص قوم سے (مضمون ملحقہ چشمۂ معرفت ص۲) مختار مدعا علیہ نے بھی اسے اولاً نقل کیا ہے اور گویا تخصیص مان لی ہے مگر تاویل یہ کرتا ہے کہ۔

"مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کا ہے اور پہلے علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مہدی بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح رحمۃ للعالمین ہوگا"

اس کے ثبوت میں بجائے کسی مسلّم حوالے کے دو جدید غیر مسلّم حوالے پیش کئے ہیں۔ پہلا حوالہ اشاعۃ لاشراط الساعۃ کا فالمہدی رحمۃ اللہ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین و المہدی یقفو اثرہ ولا یخطی فلابد ان یکون رحمۃ یعنی مہدی خدا تعالیٰ کی رحمۃ ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی رحمت تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مہدی آنحضرت کے نقش قدم پر چلے گا"

الجواب

(۱) اولاً یہ سید محمد شریف کوئی مسلّم عالم نہیں نہ اُن کی کتاب مسلّمات فریقین سے ہے۔ (۲) یہ اُن کی ذاتی رائے ہے جس کے ثبوت میں نہ کوئی آیۃ قرآنی ہے نہ حدیث نہ کسی امام کا قول نہ کسی بزرگ کا ارشاد نہ کسی فقیہ یا متکلم و محدث و مفسر کا ارشاد اور ان کی رائے ہم پر یا کسی مسلمان پر حجۃ نہیں۔ (۳) یہ مابہ النزاع سے غیر متعلق ہے مہدی کا اللہ کی رحمۃ ہونے کا اس میں ذکر ہے اللہ کی رحمۃ ہونا اور شئے ہے اور وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین کا مخاطب ہونا اور اس آیۃ کو چسپاں کرنا اور چیز ہے اللہ کے تمام نیک بندے انبیاء اولیاء صلحاء سب دنیا پر اللہ کی رحمۃ ہیں۔ جیسے جھوٹے مدعیان نبوۃ اور بدکار اور دشمنان خدا دنیا کے لیے اللہ کی لعنت اور عذاب ہیں۔

مگر وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین کے یہ معنے ہیں کہ ہم نے آپ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کی رحمۃ کے لیے یعنے آپ صرف رحمۃ ہی ہیں اور سراپا رحمۃ بخلاف انبیاء و رسل سابقین کے کہ وہ متبعین اور احباب کے لیے رحمۃ تھے نہ مخالفین و اعداء کے واسطے کیونکہ ان کا تختہ الٹا جاتا تھا زمین میں دھنسائے جاتے تھے صورتیں مسخ کر کے خنزیر بندر بنائے جاتے تھے پتھر برسائے جاتے تھے طوفان سے انہیں صفحہ ہستی سے نیست و نابود کیا جاتا تھا مگر ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ طغرائے امتیاز ہے کہ دنیا میں قدم رکھا اور یہ تمام عذاب اور عالم گیر عقوبتیں آپ کی رحمۃ کے

کرشمہ ہی بند کر دیئے گئیں۔ دنیوی عذاب سے آپ کے اصحاب بھی مامون رہے اور اعداء ابوجہل وابولہب وغیرہ بھی اور نبیوں میں رحمۃ کی بھی شان تھی، اور عقوبت و عذاب کی بھی۔ مگر یہاں دنیوی لحاظ سے صرف رحمۃ ہی رحمۃ ہے اسی لیے اور کسی نبی کو یہ خطاب عطا نہ ہوا۔ بلکہ صرف مدنی تاجدار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہُوا کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین پس یہ وہ مخصوص لقب ہے جس کی تخصیص کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ مسلمان کا بچہ بچہ واقف ہے کہ وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاشرکت غیرے امتیازی لقب ہے جس لقب کو نہ آدمؑ حاصل کر سکے نہ نوحؑ و ابراہیمؑ و موسےؑ و عیسےؑ علیہم السلام نہ اولیاء اللہ بطور وراثت پا سکیں اُسے مرزا غلام احمد اپنے لیے استعمال کر رہے ہیں ؎

زوری کیا تھا جفائے باغباں دیکھا کیے　　آشیاں لٹتا رہا ہم بے زباں دیکھا کیے

یا لیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا

دوسرا حوالہ فتاوی رشیدیہ جلد ۲ ص ۱۲۔

دو لفظ رحمۃ للعلمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر انبیاء و اولیاء و دیگر علماء ربانیین بھی موجب رحمۃ عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہذا ایک دوسرے کے لیے اس لفظ کو بتاویل بولا جائے تو جائز ہے (فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۱۲)

الجواب

(۱) مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بعض گواہوں کے سلسلہ اکابر میں ہونا اور بات ہے اور ان کی طرف منسوب شدہ ہر کتاب کے ہر جزو کا مسلّم ہونا اور بات۔

(۲) فتاوے رشیدیہ نہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے نہ اُن کے زمانہ میں جمع کی گئی نہ انہوں نے نظر ثانی کی۔

(۳) فتاوے رشیدیہ میں کچھ فتاوے ہیں جن میں اکثر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور بہت سے دوسروں کے بھی چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بھی ان میں فتاوے ہیں اور مولوی لطف اللہ صاحب کے بھی۔

(۴) ان کو جمع کر کے اولاً ایک غیر مقلد عزیز الدین مراد آبادی نے شائع کرایا ہے اور غیر مقلدین کو حضرت سے خصوصی عناد تھا۔

(۵) اُس پر کسی معتبر عالم نے نظر ثانی بھی نہیں کی نہ کوئی تصدیق و توثیق۔

(۶) ان میں اکثر فتاوے کے متعلق اکابر علماء دیوبند برابر فرماتے رہے ہیں کہ مولینا رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں بلکہ غلط اُن کی طرف منسوب ہیں۔

(۷) القاسم الرشید وغیرہ میں اس کے کل فتاوے نہ معتبر ہونے کا نوٹ بھی مل سکتا ہے۔

(۸) مولانا تصانیف کثیرہ کے مصنف ہیں نیز اُن کی احادیث کی تقاریر بھی چھپ چکی ہیں ان کی کسی تحریر تصنیف یا تلامذہ واصحاب کے نقل میں یہ مسئلہ موجود نہیں بلکہ اس کے خلاف نقلیں موجود ہیں۔

(۹) مختار مدعا علیہ نے اس عبارت کے نقل کرنے میں دیدہ ودانستہ خیانت کی اور اس کے اوپر لفظ الجواب تھا حذف کر دیا تاکہ اس کا قبل سے رابطہ نہ معلوم ہوسکے۔

(۱۰) یہ دراصل ایک مستفتی کے استفتاء کا جواب ہے جسے خیانۃً مختار مدعا علیہ نے نقل کیا حالانکہ تمام فتاوے مستفتی کے سوال استفتاء کے تابع اور اسی کی روشنی میں لکھے اور دیکھے جاتے ہیں۔

(۱۱) میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ یہاں گفتگو رحمۃ للعلمین لفظ رحمۃ عالم وغیرہا میں نہیں بلکہ مسلم ہے کہ تمام انبیاء اولیاء بلکہ صلحاء امت موجب رحمۃ عالم ہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ یہ مخصوص خطاب اور یہ خاص آیۃ وما ارسلناك الا رحمۃ للعلمین کسی اور پر چسپاں ہوسکتی ہے یا نہیں اس کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں لہٰذا یہ اس جگہ سے غیر متعلق ہے۔

(۱۲) یہ فتوے بھی نظر غائر سے دیکھا جائے تو ہمارے دعوی کی تائید ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ عالم ہونے میں سب سے اعلیٰ اور تمام انبیاء واولیاء کو آپ سے ادنیٰ فرما رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اعلیٰ کا خطاب اور خصوصی لقب ادنیٰ کو نہیں دیا جاسکتا وما ارسلناك الا رحمۃ للعلمین کا خطاب سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کسی کو نہیں ہوسکتا۔

(۱۳) آیۃ میں تو خطاب خاص ہے ہی "لفظ رحمۃ للعلمین" بھی دراصل کسی کے لیے تجویز نہیں فرماتے ہیں بلکہ یوں فرما رہے ہیں "کہ اگر دوسرے کے لیے بتاویل بولا جائے تو جائز ہے" بلا تاویل اصلی استعمال اس کا بھی جائز نہیں۔ تاویل کا لفظ بتا رہا ہے کہ اس لفظ کا استعمال بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے واسطے احتیاط کے سخت خلاف ہے۔

(۱۴) اس میں تصریح لفظ رحمۃ للعلمین "دوسرے کے لیے اس لفظ" بار بار اس مصنف کے لفظ کو دُہرانا بھی بتا رہا ہے کہ اس کے اصلی معنے یا آیۃ کریمہ وما ارسلناك الا رحمۃ للعلمین کو حضرت مولانا بھی مخصوص خطاب تسلیم فرما رہے ہیں ورنہ بار بار لفظ کا اعادہ نہ فرماتے اور ہماری گفتگو صرف آیۃ وما ارسلناك الا رحمۃ للعلمین کے خطاب اور اس کے کسی پر بلفظہٖ چسپاں کرتے میں ہے جس کی آدم علیہ السلام سے آج تک سوائے مرزا صاحب کے کسی مسلمان کے کلام میں ایک نظیر نہیں گویا اس پر ایک قسم کا اجماع منعقد ہوچکا ہے کہ یہ مخصوص خطاب وما ارسلناك الا رحمۃ للعلمین صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آیۃ کسی پر چسپاں کرنا شرک فی الرسالۃ منافی کلمہ توحید موجب تنقیص شان محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے جس کے بعد مرزا صاحب کے کفر میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہوسکتا مذکورہ بالا تقریر سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ ہمارا یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب ہے اور یہ دو تو حوالے علاوہ اس قدر

شبہات اور قطعی نہ ہونیکے بالکل غیر متعلق ہیں اور مختار مدعا علیہ نے دانستہ اعتراضی پہلو بچا کر جواب دیا ہے جس میں دراصل اس کے لاجوابی کا بزبان حال اقرار ہے فللہ الحمد۔

نوٹ! یہ بھی واضح ہو چکا کہ کوئی بھی ترجمہ اور تاویل ہو اس آیۃ کا کسی غیر پر چسپاں کرنا ہی شرک فے الرسالۃ اور موجب تنقیص شان سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ خصوصی القاب وخطابات کسی غیر کے واسطے بلفظہٖ استعمال کرنا گو کسی معنے میں ہوں جرم قرار دیا جاتا ہے اور کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ (۵)

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ جو کام مشرکین مکہ اور کسی بدترین یہودی اور آریہ نے نہیں کیا اس پر چودھویں صدی کے مدعی نبوت نے کمر باندھ رکھی ہے اور خدا جانے ہمارے آقا و مولی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مرزا صاحب کو دلی کینہ عداوت ہے آپ کا کوئی بھی خصوصی کمال نہیں چھوڑتے۔

جس بے باکی سے حملہ نہ کریں کون دنیا میں وہ مسلمان ہے جو اس سے واقف نہیں کہ محبوبیت خداوندی حاصل ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہے اور اسلام کا بچہ بچہ واقف ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خصوصی خطاب ہے اس سے بھی اور کسی کو نہیں نوازا گیا اس کو اپنے یا کسی اور پر چسپاں کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمسری کرنا اور موجب تنقیص وشرک فے الرسالۃ منافی کلمہ توحید ہے جس کے بعد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان ناممکن ہے۔

قرآن پاک کی یہ آیۃ اور یہ خطاب ماقبل ومابعد سے تلاوت فرما دیں نص قطعی سے اس خطاب کی تخصیص سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ "مختار مدعیہ کے اس الہام پر اعتراض کا بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں اس آیۃ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں لیکن اس الہام میں موجودہ زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہے کہ وہ آپ کی پیروی کریں الخ" محض لغو اور بحبر عذر بلکہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نزول قرآن کے زمانہ میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھا مگر مرزا کے الہامی زمانہ میں مخصوص نہ رہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا موجب محبوبیت الٰہی ہونا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک ہے۔

یہ آیت کریمہ قرآن مجید میں ہو یا الہام میں کسی اور پر چسپاں ہو ہی نہیں سکتی، اور کیا کوئی الہام قرآن کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ قرآن میں یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے مگر یہی بعینہٖ الہام میں اس کے خلاف مرزا صاحب کے لیے ہے۔ دراصل اس کا اقرار ہے کہ مرزا صاحب کے الہام الٰہی الہام ہیں کیونکہ فریقین کے مسلمہ بزرگ سید الطائفہ شیخ اکبر اور علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہما اللہ کبریت احمر فی علوم الشیخ الاکبر کے ص۱۱۹ پر اسے تفصیل سے بیان کیا ہے بلکہ الہام وکشف شریعۃ ظاہرہ یا نص کے مقابل کفر اور تلبیس شیطانی فرمایا ہے اور ایسے شخص کو اخسرین اعمالاً میں شمار کیا ہے۔

بہر حال یہ مخصوص خطاب اور یہ آیۃ کسی پر کسی طرح چسپاں ہونا جائز نہیں نہ حضرت آدمؑ سے آج تک کسی

آسمانی کتاب کسی نبی کے قول کسی صحابی و تابعی امام بزرگ عالم ربانی کے اشارات میں اس کا استعمال پایا جاتا ہے نہ مختار مدعا علیہ کوئی ایک حوالہ اس آیۃ کے چسپاں کرنے کا کہیں سے پیش کر سکا۔ مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ
"مرزا صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے محبوبیت کے درجہ تک پہونچے ہیں اس لیے آپ کی پیروی الخ"

بالکل بدیہی البطلان ہے کیا سیدنا ابوبکر رضؓ جنھیں افضل امتی من امتی ابوبکر رضؓ اور لو کنت متخذا خلیلاً غیر ربی لاتخذت ابا بکر خلیلاً کے گرانقدر اور بے مثل لقب سے نوازا گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اور محبوب تھے سیدنا اسامہ رضؓ کا تو لقب ہی حب النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب تھا۔ مگر کسی کو اس آیت کے خطاب میں کسی مسلمان نے شامل نہ کیا نہ یہ آیۃ کریمہ اس پر چسپاں کی۔ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حوالہ کہ فمن اطاعك فقد اطاع اللہ ورسول الخ علم الکتاب ۲۱۱ محض غیر متعلق یہاں نقل کر دیا یہ کوئی قرآن کی آیۃ نہیں نہ اس میں کہیں بھی کہ یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کی شرکت ہے۔ نہ آیۃ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کا تذکرہ ہے۔ نہیں معلوم مختار مدعا علیہ نے کیوں یہ حوالہ یہاں نقل کر دیا کیونکہ بحث آیۃ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ میں تھی۔ اس کی نظر میں یا یہی آیۃ کسی دوسرے پر چسپاں ہوتی یا اس جیسی دوسری یا محض آیۃ ہی ہوتی نہ اس جیسی

یہاں تو صرف یہ ہے کہ تم صرف قرآن و حدیث کی لوگوں میں تبلیغ کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم لوگوں تک پہنچاؤ جو تمہارا کہنا مانے گا وہ اللہ اور رسول کا پیرو ہو جائے گا۔ یہ حوالہ محض بے ربط اور غیر متعلق ہے۔

گفتگو تو یہ ہے کہ یہ آیۃ یا اس کا مفہوم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع محبوبیت خداوندی کا موجب ہے کسی پر چسپاں نہیں ہو سکتی اس کے خلاف تمام دنیا میں ایک نظیر نہیں نہ مختار مدعا علیہ اس قدر جد و جہد کے ایک نظیر پیش کر سکے۔

دوسرا حوالہ اشاعۃ السنۃ مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلد کا ہے کہ "اس آیۃ کے معنے میں وہ (مؤلف براہین) یہی سمجھتے ہیں۔ کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں ہے۔ اور اس میں آنحضرت کا اتباع امت پر لازم کیا گیا ہے اور جب انہی الفاظ میں (نہ قرآن میں) وہ اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے ہیں اور اپنے اتباع سے اتباع آنحضرت قرار دیتے ہیں چنانچہ بصفحہ ۲۳۹ کتاب ہذا ان الفاظ کا ترجمہ ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو یعنے اتباع رسول مقبول کرو۔۔۔۔۔ تا۔۔۔۔ خدا تم سے محبت کرے (اشاعۃ السنۃ ص ۲۱۹ ج ۷)

(الجواب)

(۱) مولوی محمد حسین غیر مقلد ہیں اور مدعیہ نیز اس کا گروہ مقلد و حنفی لہذا مخالف کی رائے حجت نہیں بلکہ یہ تو فریقین کو غیر مسلم ہیں
(۲) مولوی صاحب موصوف شروع میں مغالطہ میں تھے بعد کو متنبہ ہوئے اور انہیں وجوہات سے مرزا صاحب کو کافر و مرتد قرار دیا کیونکہ براہین کے وقت مرزا صاحب کا کفر مستور تھا بعد میں ہویدا ہو گیا ملاحظہ ہو اشاعۃ السنۃ ص ۲۱۹ ج ۷

(۳) اس جواب کا ماحصل بھی وہی ہے جو مختار مدعا علیہ کا جس کا مفصل جواب عرض کر چکا ہوں پھر جب کہ اس آیۃ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں مان لیا تو تخصیص تو ثابت ہی ہو گئی اس کے بعد کسی طرح کسی پر چسپاں کرنا اس تخصیص کو باطل اور شرک فے الرسالۃ کرنا ہے بلکہ شان محبوبیت صلے اللہ علیہ وسلم کو گھٹانا ہے جو سوائے مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کسی کا شیوہ اور محبوب مشغلہ نہیں۔

(۴) اس حوالہ میں بھی کسی آیت یا حدیث وتفسیر وفقہ کسی صحابی امام بزرگ عالم کے قول سے اس کا ثبوت نہیں کہ یہ آیت کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا کیگئی ہے بلکہ جب تک وہ مرزا کے معتقد مرزائی تھے مرزائیوں کی طرح تاویلیں کرتے تھے جب اللہ نے توبہ ورجوع کی توفیق دی تو جس قدر تردید وتکفیر کی ہے وہ دنیا پر واضح ہے مولوی صاحب موصوف کے اس رسالہ اشاعۃ السنۃ کے اگلے فائل ملاحظہ فرمادیں۔ مرزائیت کی جڑیں ہلادی ہیں اور مرزا صاحب اور انکے متبعین کے دجل وفریب آشکارا کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا نمونہ ملاحظہ ہو صفحہ ۸ عقائد باطلہ مخالفہ دین اسلام وادیان سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جزو ہے زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو جھوٹ بولنا دھوکا دینا آپ اختیار کیا ہے خصوصاً ۱۸۸۶ء سے جب سے آپ نے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیشگوئی کی اور اس قسم کی اور پیشگوئیاں مشتہر کی ہیں علے الخصوص ۱۸۹۱ء سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مشتہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختاری میں فیل ہونے اور پھر عدالت میں سالہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہوگا (اشاعۃ السنۃ)

قول مختار مدعا علیہ "اور اس الہام میں مولویوں کی تکفیر کا رد بھی ہے چنانچہ مرزا صاحب نشان آسمانی بار دوم ص۴۳ میں اس الہام کو ذکر کر کے کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف مولوی لوگ فتویٰ لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالےٰ اپنے اس الہام پر متواتر زور دے رہا ہے یعنی مخالفین کو اس الہام میں جواب دیا گیا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق وصادق ہے اور اس کا شیدائی ہے اس لیے اس کی پیروی اور اس کی تقلید انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے"

مولویوں کا رد نہیں بلکہ ان کی تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب کے ذخیرہ کفریات میں اس سے ایک عدد کا اضافہ ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ کبھی کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں اچھے الفاظ استعمال کرنا محض مرزا صاحب کا دجل اور فریب ہے ورنہ وہ اپنے نفس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر خصوصیت میں ہمسر اور شریک وسہیم سمجھتے ہیں اور برابر ہتک وتوہین میں سرگرم رہتے ہیں ان کے تماشئی ایمان واسلام کا کوئی اعتبار نہیں۔ دراصل جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا مرزا صاحب اور مرزائیوں کا ایمان نہ لا الہ الا اللہ پر ہے نہ محمد رسول اللہ پر نہ ایمان مجمل پر نہ مفصل پر۔ مرزا صاحب کی تقلید انسان

کو خدا اور رسول کا دشمن اور شیطان لعین کا دوست بنانی ہے جیسا کہ مفصل گذرا اور آگے آرہا ہے۔

(خلاصہ)

مخصوص اعتراضی پہلو کہ یہ آیت کسی پر چسپاں نہیں ہو سکتی اور اس خطاب میں مشارکت شرک فے الرسالۃ ہے مختار مدعا علیہ بالکل دانستہ نظر انداز کر گیا اور اس کی ایک نظیر مسلّم و غیر مسلّم نہ لا سکا لہذا یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب رہا۔

(۶)

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی

یہاں بھی مختار مدعا علیہ یہ کہکر کہ اس کا بھی وہی جواب ہے جو ماسبق کا اعتراضی پہلو سے گریز کیا بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خصوصی خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتیازی طغرائے افتخار ہے اس کا کسی اور پر چسپاں کرنا موجب ہتک و تنقیص شان گرامی سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور شرک فے الرسالۃ کی یہ بھی ایک قسم ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔

اس خطاب کو آدم سے آج تک نبی صحابی ولی امام بزرگ نے اپنے یا کسی کے لیے استعمال کرنا یا اُسے چسپاں کر کے جائز نہ سمجھا۔ مختار مدعا علیہ بھی اس کی ایک نظیر بھی کسی غیر مسلّم کتاب کی بھی نہ پیش کر سکا بلکہ اس کی خصوصیت کا اعتراف مرزا صاحب کے الفاظ میں کر گیا کہ

در ہمارے سید و مولا سید الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا، کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے۔ اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا اس معجزہ کی طرف اللہ جل شانہ اس آیۃ میں اشارہ فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت الخ یعنے جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالےٰ نے پھینکا یعنے درپردہ طاقت الٰہی کام کر گئی انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا،

لہذا یہ اعتراض بھی بالکل بے لوث جواب ہے کیونکہ ہمارا اعتراض جیسا کہ ابھی ذکر کیا صرف خطاب میں مشارکت اور اس آیت کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر چسپاں کرنے کا تھا جس کا جواب بن پڑا اور مختار مدعا علیہ نے پہلو بچا کر استدلال ہی خبط کر دیا کہ "یہ اعتراض کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزے کو اپنی طرف منسوب کر لیا بالکل غلط اور محض بہتان ہے"۔ یقیناً بہتان ہے کیونکہ میں نے یہ اعتراض ہی نہیں کیا ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ آیت خصوصیات نبویہ سے ہے جیسا کہ اصل بحث میں دلائل بینہ سے واضح کر آیا ہوں اس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پر چسپاں کرنا کسی معنے سے درست نہیں بلکہ توہین نبوی ہے اور کسی مسلمان نے کسی تاویل سے حقیقۃً یا مجازاً

اس کو کسی پر چسپاں کرنا روا نہیں سمجھا ۔ مسلمانوں کے اعتراضات کے بعد مرزا صاحب کی یہ تشریح "کہ اس سے اشارہ ان اشارات کی طرف معلوم ہوتا ہے جو حالی میں شامل ہو رہے ہیں" البشریٰ ج ۲ ص ۹۷

علاوہ مضحکہ انگیز ہونے کے اصل اعتراض یعنے آیت قرآنی کو جو خصوصیات محمدیہ سے تھی مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کیا اس کا جواب نہیں بن سکتا ۔ جب تک کوئی نظیر اس کی عالم اسلامی سے پیش نہ کریں یا کوئی آیت حدیث کسی صحابی امام بزرگ عالم کا قول اس تاویل سے جواز استعمال کا پیش کریں ۔

مزید برآں جس البشریٰ سے اسے نقل کیا ہے اُس میں بھی نقل کی خیانت موجود ہے کیونکہ وہاں آیت کا وہی ترجمہ موجود ہے جو قرآنی آیت کا اُسے درمیان سے دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دیا اصل یوں ہے کہ "(۴۳) ۲/ مئی ۱۹۰۵ء ،

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (ترجمہ) تو نے مٹھی خاک نہیں پھینکی تھی جب پھینکی تھی مگر اللہ نے پھینکی تھی (تشریح) حضرت مسیح موعود نے فرمایا اس سے اشارہ ان اشتہارات ۔ ۔ ۔ الخ" اب اس آیت کے اس ترجمہ کے بعد پھر کسی توجیہ سے کسی پر چسپاں کرنا قیامت اور کفر کو دو بالا کر دے گا ۔ اس لیے مختار مدعا علیہ نے (البشریٰ ج ۲ ص ۹۷) درمیان سے قطع و برید کی خیانت کا ارتکاب کیا ۔ بہر حال یہ اعتراض بھی ماسبق اعتراضات کی طرح بالکل لاجواب ہے جواب کی طرف اشارہ تک نہیں ۔ بلکہ جو تاویل کی اُس سے اصل اعتراض اور مضبوط ہو گیا ۔

(۷)

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الّا وحی یوحیٰ

تمام مسلمان امم سابقہ کے مقابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خصوصی امتیاز کو نہایت فخر و مباہات کے ساتھ پیش کرتے چلے آئے ہیں کہ یہ فخر کسی ولی اور متبع کو کجا اولوالعزم انبیاء کرام صفی اللہ اور خلیل اللہ کلیم اللہ و روح اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی میسر نہ ہوا کہ ان کی تمام گفتگو اللہ کی وحی ہو ۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود ۔

مرزا صاحب کو صبر نہ آیا اور اس عزت پر بھی حملہ کر ہی دیا اور اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر بن بیٹھا اور کلمہ شریف پر ایمان سے ہاتھ دھو دیا ۔

مختار مدعا علیہ سے ان کفریات کا جواب بن نہیں آتا ادھر ادھر کی لایعنی غیر متعلق تاویلات سے وقت پورا کرنے کی سعی کرتا ہے اعتراض تو یہ ہے کہ یہ آیت اخص ترین خصوصیات محمدیہ میں سے ہے اس کا استعمال اور اس کو کسی پر چسپاں کرنا سخت ترین توہین اور شرک فی الرسالت ہے جس کے بعد کلمہ شریف کی جزو ثانی پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا ۔ سیدنا آدم سے آج تک کسی نے اسے اپنے یا کسی نبی و ولی پر چسپاں نہیں کیا ۔ اگر کیا ہو تو ایک مثال غیر مسلم کتاب ہی سے دکھا دیں مثال تو نہ ملی نہ جواب بن پڑا یہ تاویل کر کے جان بچائی کہ "مختار مدعیہ کا اس الہام پر وہی اعتراض ہے جو پہلے الہاموں پر کیا ہے اس

"ہماری طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید کی آیت کے مصداق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور مرزا صاحب کے اس الہام سے یہ مراد ہے کہ آپ کے الہامات خدا تعالٰی کی طرف سے ہیں الخ "

(الجواب)

(۱) یہ کہنا کہ یہ وہی اعتراض ہے اور وہی ہمارا جواب ہے کس قدر لغو ہے اصل اعتراض سے جواب نہ بنا یوں ٹالدیا ہم بھی اعتراض کرتے ہیں کہ جس طرح پہلے اعتراضات لاجواب ہیں اسی طرح یہ بھی لاجواب ہے اور ان شاء اللہ العزیز قیامت تک جواب ناممکن ہے۔

(۲) یہ عجیب مضحکہ خیز جواب ہے کہ "ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ قرآن پاک میں جب مذکور ہو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہوں اور خصوصیات محمدیہ سے قرار پائے مگر مرزا صاحب کی اربعین جلد ۲ ص۳۶ پر بعینہ یہ آیت مرزا صاحب کی خصوصیت بن جائے۔

(۳) جواب تو جب ہو سکتا ہے کہ کسی آیت یا حدیث یا صحابی ولی غوث کے کلام سے اس کی تخصیص باطل کر دیں یا کسی اور کے واسطے جواز استعمال کی نظیر پیش کریں اور یہ ان شاء اللہ تا قیامت ناممکن ہے ان بے سود تاویلات سے کفر نہیں ٹل سکتا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اس سے ازالہ ہو سکتا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"چنانچہ آپ اس الہام کا ترجمہ پہلے ان دو الہاموں کے ساتھ یہ کرتے ہیں۔ پس تم قرآن کریم کو چھوڑ کر کس حدیث پر چلو گے رحم نے اس بندہ پر رحمۃ نازل کی ہے اور "یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔
(اربعین ۲ ص۳۶)

صرف اس ترجمہ کو رُلانے کے واسطے اس کے ساتھ دو الہام جو اس سے کچھ رابطہ نہ رکھتے تھے ساتھ ترجمہ میں نقل کر دیئے اور اس کے متصل بعد کا الہام جو مستقل ایک کفر تھا چھوڑ دیا "دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ باوجود اس تمام فریب کے آیت ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ کا وہی ترجمہ مرزا صاحب نے بھی کیا جو مسلمان کرتے ہیں کہ "یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو خدا کی وحی ہے" اس ترجمہ سے بجائے کسی کے جواب کے اعتراض اور مضبوط ہو گیا کیونکہ یہ خصوصی امتیاز اور یہ آیت کریمہ اُسی ترجمہ کے ساتھ جو خصوصیات محمدیہ سے ہے بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کی اور اپنے کو سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمسر اور آپ کے کمالات وفضائل خصوصیات محمدیہ سے ہے بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کی اور خصوصیت شریک وسہیم ٹھیرا دیا جس سے بڑھکر کیا توہین ہو گی اور اس عظیم الشان شرک فی الرسالۃ کے بعد کلمہ شریف پر ایمان کیونکر میسر ہو سکتا ہے

قول مختار مدعا علیہ

"اور اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی توہین لازم نہیں آتی بلکہ آپ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے الخ" یہ محض غلط ہے اتنی بڑی توہین کو فضیلت سمجھنا صرف مختار مدعا علیہ کی رائے ہے ورنہ جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان کا شائبہ ہے وُہ بلا تاویل اسے توہین ہی خیال کرتا ہے۔

پھر ایک غیر متعلق حوالہ علم الکتاب ص۸۲ سے نقل کیا ہے "در الہام خاص آن ست کہ او سبحانہ بر بندگان خاص در حالت قرب مع اللہ بر قلوب ایشان بے دخل فکر و اندیشہ وبے توسط ہواس دیگر با لقاء رحمانی مے اندازد در رنا ء نفوس ایشان کلمات بے صدائے خود میسر آید ولیکن اولیاء را این حالت دائم مے شود و ہیچ گاہ تو در میان نمے باشند و آئنہ دار مرتبہ ما ینطق عن الھوی مے گروند و ہمہ کلمات چنین اے خاص الہامات الہٰی است و فاش از مشاہدہ و گاہ با بعض اوقات بوس حسن ملائکہ باواز و صوت ہم پیغام خود حق سبحانہ باولیاء خویش مے رساند و درین آواز سروش مے تواند و احساس این صدائے سروش گاہ بگوش ظاہری ہم کردہ مے شود و اکثر ہمہ گوش باطن مے شود"

اس میں کہیں بھی اس آیت کریمہ کا خطاب و تعلق کسی اور سے نہیں بتلایا نہ اس آیت کریمہ کو آپ کے یا کسی اور پر اس تذکرہ ترجمہ سے چسپاں کیا ہے اس میں تو صرف یہ الفاظ ہیں کہ "و ہیچ گاہ تو در میان نمے باشند و آئنہ وار مرتبہ ما ینطق عن الھوی می گروند" یعنے جب کہ درمیان سے خودی اٹھ جاتی ہے تو آئینہ کی طرح مرتبہ دمقام ما ینطق عن الھوی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس کی تحقیق اوپر شیخ عربی کے الفاظ میں پیش کر چکا ہوں کہ کوئی ولی مقامات نبوۃ سے کسی مقام پر قائز ار داخل نہیں ہو سکتا اس میں دخول کی ہمیشہ کے لیے ممانعت ہے وراثت کسی مرتبہ کے مشاہدہ کی انتہاء یہ ہے کہ جیسے زمین پر سے آسمان کے ستاروں کو دیکھیں سا اور میر درد رحمہ اللہ کے لفظ "خود درمیان نمے باشند" اور لفظ "آئنہ وار" میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ بہر حال اس مرتبہ کا آئنہ وار مشاہدہ اور چیز ہے اور آیت، ما ینطق عن الھوی کا مصداق ہونا اور بات ہے اور بحث صرف آیت کے کسی پر چسپاں ہونے میں بھی جس کی ایک نظیر بھی کسی غیر مسلم کتاب سے بھی نہ پیش کر سکے لہٰذا یہ اعتراض بھی بدستور سابق لاجواب ہی رہا۔ اعتراضی پہلو کا تذکرہ تک نظر انداز کر دیا جواب کیا دے سکتے۔

(۸)

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم

یہاں بھی مختار مدعا علیہ نے وہی اصل اعتراض سے پہلو تہی کی روش اختیار کی ہے اور ہمارا اعتراض بدستور لاجواب ہے اعتراض تو صرف یہ ہے کہ یہ مخصوص خطاب اور خصوصی لقب صرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپ کی ذات نہ صرف دوستوں بلکہ دشمنوں کے واسطے بھی رحمۃ ہے اور آپ رحمۃ للعلمین کے ہوتے ہوئے باری تعالےٰ دشمنان نبوی دکفار مکہ پر بھی عذاب نہیں بھیجتا اور جب تک آپ ان میں رہیں عذاب سے مامون و محفوظ رہینگے۔

اس آیت کریمہ کا مصداق بنص قرآن اور سیاق و سباق نیز احادیث صحیحہ بلکہ اجماع امت کے صرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کسی آسمانی صحیفہ حدیث تفسیر تاریخ صحابی و لی عالم کے اقوال و اشارات میں اسے کسی اور پر چسپاں نہیں کیا گیا نہ مختار مدعا علیہ باوجود انتہا جد وجہد کے ایک غیر مسلم ضعیف سے ضعیف نقل پیش کر سکا۔ پس مرزا صاحب کا شرک فی الرسالۃ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری اور تنقیص و توہین پورے طور پر واضح ہو گیا۔ جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان محال قطعی ہے۔ پس اس میں قادیان کا اضافہ یا یہ تاویل کہ قرآن میں آیت سے اہل مکہ اور اس الہام میں قادیان کے باشندے مُراد ہیں محض بے سود اور اصل اعتراض سے غیر متعلق ہے کیونکہ اعتراض کسی ترجمہ یا تاویل پر نہیں بلکہ اس آیت کے کسی پر سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چسپاں کرنے پر تھا جو بدستور سابق بالکل لاجواب ہے بلکہ جواب کا اشارہ تک نہیں ۔

(۹)

(سبحان الذی اسرٰی بعبدہ الخ)

اور پاک ذات وہی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے سیر کرایا حقیقۃ الوحی ص۸۱

یہاں بھی وہی مغالطہ ہے ہر مسلمان واقف ہے کہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ کی خلعت فاخرہ صرف محبوب رب العالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے آدم علیہ السلام سے آج تک کسی نبی و لی کو اس سے نوازا نہ گیا۔

اس آیت کو کسی طرح اپنے یا کسی پر چسپاں کرنا بارگاہ رسالت کی سخت ترین توہین اور شرک فی الرسالۃ ہے جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان نہیں رہ سکتا مگر مختار مدعا علیہ اس سے پہلو بچا کر بجائے اس کے کہ اس کے چسپاں اور استعمال کرنے یا عدم تخصیص کا کوئی ضعیف سے ضعیف حوالہ پیش کرتے یہ بے سود تاویل پیش کی کہ "اس اعتراض کا بھی وہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں جس اسرٰی کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس الہام میں جس اسرٰی کا ذکر ہے وہ اور ہے"

خواہ جواب ہو یا نہ متعلق ہو یا غیر متعلق یہی الفاظ جواب کے واسطے پیش ہیں ۔

عدالت خود توجہ فرمائے کہ جب یہ آیت سبحان الذی اسرٰی بعبدہ الخ باقرار مختار مدعا علیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے تو یہ تفصیل کہ قرآن میں مختص ہے اور حقیقۃ یا الہام میں نہیں محض لغو ہے یہ خصوصی القاب دنیا جہان میں جہاں کہیں بھی جس رنگ میں ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں ان کا کسی پر کسی طرح چسپاں کرنا دُرست نہیں نہ ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک الہاماً یا اختراعاً سوائے مرزا صاحب کے کسی نے چسپاں کئے ہیں تمام مذہبی لٹریچر میں ایک نظیر موجود نہیں۔ اس کی تشریح البشریٰ ج ۱ ص۲۹ سے یہ پیش کرنا کہ

"(۵۳) سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلاً ۔ (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت میں سیر کرایا یعنی ضلالت و گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے معرفت اور یقین تک لدنی طور پر پہونچایا،، محض بے سود اور لغو ہے ۔

(۱) اولاً اس لیے کہ یہ مرزا صاحب کی تشریح نہیں بلکہ بابو منظور الٰہی کلرک محکمہ تار کی تشریح اور ترجمہ جو مرزا صاحب کے ترجمہ حقیقۃ الوحی سے کچھ مغائر بھی ہے اور بابو منظور الٰہی اور اُن کے ترجمہ کتاب کے غیر مسلم ہونے کو مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ اسمع ولدی کے تحت میں شدومد سے کہہ آئے ہیں ۔

(۲) جہاں مرزا صاحب کی تشریح ہوتی ہے وہاں مؤلف لفظ تشریح یا مرزا صاحب کا اسم گرامی اضافہ کرتا ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے واضح ہے ۔

(۳) یہ الہام حقیقۃ الوحی ص۷۸ سے منقول ہے وہاں یہ ترجمہ بھی نہیں نہ اس تشریح کا پتہ ہے ۔

(۴) کوئی بھی تاویل ہو اعتراض بدستور لاجواب ہے کیونکہ اعتراض اس آیت کے چسپاں کرنے پر تھا اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا ۔

دوسرا حوالہ براہین حصہ پنجم ص۸۵ کا پیش کیا ہے ۔

"ایک ہی رات، سے سیر کرانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کی تمام تکمیل ایک ہی رات میں کر دی اور صرف چار پہر میں اس کے سلوک کو کمال تک پہونچایا،،

اس تاویل سے بھی اعتراض آیت کریمہ کے چسپاں کرنے اور اپنے نفس کو اس خطاب میں شریک و سہیم کرنے کا بدستور باقی رہا ۔ بلکہ نظر غائر سے دیکھا جائے تو مضبوط ہی ہو گیا ۔ یہ راتوں رات انتہائی مدارج تک پرواز کرنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے ۔

(۳) تیسرا ایک جدید بالکل غیر مسلّم حوالہ سوانح عمری امام ربانی مطبوعہ لاہور ص۱۱ کا پیش کیا ، جو کمالات اوروں کو سالہا سال سے پیش کرتے ہیں حضرت کو آناً فاناً بہ محبوبی و مرادی حاصل ہوئی ۔

(الجواب)

(۱) اولاً یہ کتاب غیر مسلّم سوانح غیر معروف شخص محمد حسین ابن حکیم قادر بخش صاحب کی تالیف ہے باب عقائد میں اس کا تذکرہ بھی بیکار ہے ۔

(۲) یہ ایک خوش عقیدہ مرید کا اپنے پیر کے حق میں حسن ظن ہے کسی پر کیا حجت ۔

(۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے معتبر سوانح حیات یا ان کی تالیفات میں اس کا پتہ تک نہیں ۔

(۴) اس غیر مسلّم جدید حوالے سے بھی جواب نہیں ہو سکتا کیونکہ جس آیت کی بحث ہے یعنے سبحان الذی اسری

بعیدہ لیلا الخ - اس کا یہاں تذکرہ اشارۃً وکنایۃً بھی نہیں محض غیر متعلق چیز ہے۔

یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ جو اوروں نے برسوں کی کوشش سے حاصل کیئے وہ اللہ نے آپ پر تھوڑے وقت پر منکشف کر دیئے۔ یہاں آیت کریمہ یا اس کے کسی شخص پر چسپاں کرنے کا تذکرہ تک نہیں اتنی غیر متعلق باتوں کے باوجود اصلی اعتراض کو ہاتھ تک نہ لگایا اور وہ بدستور لاجواب رہا۔

(۱۰)

لولاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ مرزا - اگر میں تجھے (یعنی مرزا صاحب) پیدا نہ کرتا تو آسمان کو پیدا نہ کرتا حقیقۃ الوحی ص۹۹

اگرچہ باعتبار سند اس کے حدیث ہونے میں محدثین کو تامل ہے مگر اس پر تمام محدثین متکلمین مفسرین اور ائمہ و بزرگان دین سلف و خلف کا اتفاق ہے کہ سبب ایجاد عالم اور باعث تخلیق افلاک بلکہ تمام زمین و زمان انس و جان عرش و کرسی لوح و قلم و تمام کائنات عالم صرف ذات گرامی سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ہے نہ کوئی اور مخلوق ساری مخلوق تمام کائنات عالم آپ کے صدقہ و طفیل پردہ عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی یہ فقرہ لولاک لما خلقت الافلاک سنداً جو بھی ہو یہاں اس کی سند زیر بحث نہیں صرف یہ گفتگو ہے کہ یہ خصوصی لقب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اور یہ اس تخصیص میں اس قدر مشہور ہے کہ صاحب لولاک سید لولاک بمنزلہ آپ کے اسم گرامی کے مستعمل ہے۔ مولانا گرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"

بگیرم دامن آن سید لولاک در محشر — کہ محشر بر نتابد تاب حسن بے حجابش را!

گرامی در قیامت آن نگاہ مغفرت خواہد — کہ در آغوش گیرد جرم ہائے بے حسابش را!

خواہ سند کے لحاظ سے اسے حدیث نہ کہیں یا صحاح میں اس کا تذکرہ نہ ہو مگر یہ لقب کسی اور پر چسپاں کرنا جب کہ یہ باتفاق مسلمین خصوصیات نبویہ سے ہے اور سیر کی کتب میں مذکور ہے یقیناً شرک فی الرسالۃ اور تنقیص بارگاہ رسالت صلے اللہ علیہ وسلم ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔ اس فقرہ لولاک لما خلقت الافلاک کی تخصیص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اصلی مصداق ہونے کا اعتراف مختار مدعا علیہ کو بھی ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے۔

"دراصل مصداق لولاک لما خلقت الافلاک کا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہی ہے کیونکہ آپ نوع انسانی کے جو کہ اشرف انواع مخلوقات ہے اکمل و اعلیٰ فرد ہیں جس پر کمال انسانی کا خاتمہ ہے" مگر پھر بھی مرزا صاحب کی ہمسری و مشارکت کے واسطے تین مندرجہ ذیل تاویلیں کی ہیں۔

(۱) اس میں نئے آسمان و زمین جو نئے مصلح کے وقت پیدا ہوتے ہیں مراد ہیں جیسے حقیقۃ الوحی ص۹۹ کے حاشیہ سے ثابت ہے یعنی مرزا صاحب روحانی آسمان سے علت غائی ہیں (ملخصاً)

(۲) اصلی مصداق لولاک لما خلقت الافلاک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مگر ظلی طور پر مرزا صاحب بھی مصداق لولاک لما خلقت الافلاک ہیں۔

(۳) حدیث نسائی قتل المؤمن اعظم عند اللہ من زوال الدنیا اور ابن ماجہ لزوال الدنیا اھون عند اللہ من قتل مومن بغیر حق

کے حاشیہ سندی میں یہ درج ہے کہ المراد بالمومن الکامل الذی یکون عارفا باللہ تعالیٰ وصفاتہ فانہ المقصود من خلق العالم لکونہ مظہراً لایات اللہ واسرارہ ما سواہ فی ھذا العالم الحسی من السموات والارض مقصود لاجلہ و مخلوق لیکون مسکنا لہ و محلا لتفکرہ فصار زوالہ اعظم من زوال التابع (ابن ماجہ صفحہ ۲ حاشیہ مصری) کہ حدیث میں مومن سے کامل مومن مراد ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات کا عارف ہو کیونکہ پیدائش عالم سے وہ ہی مقصود ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے آیات اور اسرار کا مظہر ہے۔ اور اس کے علاوہ جو عالم محسوسات میں زمین و آسمان ہیں اس کی خاطر ان کے بنانے کا مقصد کیا گیا اور اس لیے وہ پیدا کئے گئے کہ تا وہ کامل مومن کی جائے سکونت اور محل تفکر ہوں لہذا کامل مومن کا زوال اعظم ہے تابع کے زوال سے۔

(الجواب)

(۱) پہلا دوسرا نمبر آپس میں متعارض ہیں کیونکہ پہلے میں روحانی آسمان مراد ہے اور دوسرے میں یہی محسوس آسمان صرف ظلی و بروزی کا فرق ہے۔

(۲) نیز پرانے آسمان مراد ہوں یا نئے خدا کے پیدا کئے ہوں یا بقول مرزا صاحب اپنے کشفی بنائے ہوئے تمام کائنات عالم کے علۃ غائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا وجود باجود ہی ہے نئے پرانے جسمانی روحانی کی تفصیل نہیں یقیناً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے مصداق لولاک لما خلقت الافلاک ہیں کسی تاویل سے یہ لقب سیدنا آدمؑ سے آج تک کسی نبی ولی قطب غوث نے اپنے یا کسی دوسرے کے واسطے نہ جائز رکھا نہ استعمال کیا اس کو کسی پر کسی طرح خواہ وہ ظلی و بروزی طور پر کیوں نہ ہو چسپاں کرنا شرک فی الرسالۃ موجب تنقیص سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اور منافی ایمان کلمہ توحید ہے۔

اعتراض صرف استعمال اور چسپاں کرنے پر ہے کسی مخصوص لحاظ مخصوص معنے اور مخصوص تاویل پر نہیں مختار مدعا علیہ اعتراضی پہلو یہاں بھی نظر انداز کر گیا اور اس اعتراض کو بھی لاجواب چھوڑا۔

تیسری تاویل کا جواب

(۱) یہ حدیث بیان سے بالکل غیر متعلق ہے کیونکہ اس میں تو صرف اس قدر ہے کہ کسی مومن کو ناحق قتل کرنا اللہ کے نزدیک دنیا زائل ہونے سے زیادہ بڑھ کر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ تمام دنیا انسان اور انسان کامل مومن کی خادم اور وہ مخدوم ہے اور مخدوم کے مقابلے میں خادم کی حیثیت ہی کیا۔ لولاک لما خلقت الافلاک سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

(۲) حاشیہ سندی غیر مسلم جدید حوالہ ہے نہ وہ حاشیہ کسی مسلّم محدث کا ہے کہ کسی پر حجت ہو۔

(۳) اس میں کہیں بھی لولاک لما خلقت الافلاک کا خطاب مومن کامل یا کسی کے واسطے نہیں بتایا ہے اس میں تو صرف مندرجہ ذیل امور مختار مدعا علیہ کے اپنے من مانے ترجمہ سے نکلتے ہیں۔

(۱) مومن کامل عارف باللہ تمام مخلوق میں مخلوق بالذات ہے۔

(۲) عالم محسوسات زمین و آسمان اس لیے پیدا کئے گئے کہ تا وہ کامل مومن کی جائے سکونت اور محل تفکر ہوں۔ مومن کامل کی نفع رسانی اور محل سکونت اور جائے تفکر ہونا اور بات ہے اور کسی کا علت غائی مصداق۔ لولاک لما خلقت الافلاک ہونا کہ اگر اُسے پیدا نہ کرتا تو آسمان پیدا نہ کرتا یہ اور چیز ہے نفع اور سکونت میں انسان کے ساتھ حیوانات بھی شریک ہیں ہاں انسانی نفع مقصود بالذات ہے اور حیوانی مقصود بالطبع۔

یہ بات نہیں کہ اگر مومن کامل کو پیدا نہ کرتا تو افلاک و دنیا پیدا نہ کرتا۔ سب اسی کے صدقہ میں موجود ہوا۔

بلکہ یہ شان صرف سید بنی آدم باعث ایجاد عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے جن کو باری عز اسمہ نے فرمایا۔

لولاک لما خلقت الافلاک۔

اور مختار مدعا علیہ کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو اصل مصداق ماننا پڑا بہر حال ما بہ النزع سے اسے کوئی تعلق نہیں نہ یہاں لولاک لما خلقت الافلاک کسی پر چسپاں ہے نہ کسی کو علت غائی وجود افلاک قرار دیا ہے صرف یہ ہے کہ زمین انسان کامل کے رہنے اور آسمان اُس کے تفکر میں بھی مستعمل ہے باقی پیدا وہ بھی صدقہ میں سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے بلکہ مومن کامل اور خود ایمان کا وجود بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا صدقہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کیا جاتا تو نہ صرف زمین و آسمان بلکہ مومن اور ایمان جنت و دوزخ عرش و کرسی کائنات عالم کا ایک ذرہ بھی پیدا نہ ہوتا مرزا صاحب کے متبعین مرزا صاحب کو باعث ایجاد عالم یا ایجاد افلاک مانتے ہیں مسلمان تو صرف اللہ کے محبوب اولین خلق سید الاولین و الآخرین کو مصداق لولاک لما خلقت الافلاک لولاک لما خلقت الدنیا مانتے ہیں اور کسی اور پر اسے چسپاں کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین اور شرک فی الرسالۃ

اور منافی کلمۂ توحید بتاتے ہیں جیسا کہ میں اصل بحث میں مدلل پیش کر چکا ہوں۔

"حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی پر بہتان"

مختار مدعا علیہ نے فتاوی رشیدیہ ج ۳ ص ۱۲۷ سے ایک فتوے پیش کیا ہے، جس میں اوّل ماخلق اللہ نوری وغیرہ بعض احادیث کے صحت کے متعلق سوال کیا گیا تھا مولانا جواب دیتے ہیں کہ در یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مولانا اس کے منکر ہیں اور مومن نہیں محض بہتان ہے یقیناً یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں گو دوسری احادیث کی کتب میں ہے مگر سند کے لحاظ سے محدثین کو اس کے حدیث ہونے میں تامل ہے مگر مضمون پر سب متفق ہیں کہ افلاک اور تمام عالم صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کا صدقہ ہے اور حدیث لولاك لما خلقت الدنیا جو اس مضمون کی موید ہے سنداً بھی درست ہے۔ جس کی تصحیح علامہ ابن حجر مکی رحمۃ نے اپنے فتاوے میں کی ہے۔ پھر حال سند کی تو یہاں بحث ہی نہیں حضرت مولانا گنگوہی یا کسی اور عالم نے مصداق لولاك لما خلقت الافلاك۔ اور باعث ایجاد عالم وتخلیق سماوات کسی اور کو بتایا ہو تو پیش کریں مگر ہرگز نہیں کر سکتے ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا بہر حال یہ اعتراض بھی پورا اس کے کہ اعتراضی پہلو نظرانداز کر دیا جائے بالکل لاجواب ہے۔ مفصل اصل بحث سے ملاحظہ فرمایا جاوے۔ اعادہ بخوف تطویل نہیں کرتا۔

عینیت کا دعویٰ

محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار

شرک دو قسم ہوتا ہے شرک فی الذات اور شرک فی الصفات مرزا صاحب اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک خصوصی صفات میں شرکت کا دعویٰ کرتے کرتے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن گئے۔ چنانچہ بحث میں اس کے واسطے مندرجہ ذیل حوالہ پیش کئے ہیں۔

(۱) منم مسیح زمان و منم کلیم خدا — منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد (درثمین)

(۲) اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت کا وجود قرار دیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی الٰہی ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔ اور رسول بھی (ضمیمۂ حقیقۃ النبوۃ ص ۲۶۴)

(۴) حقیقۃ الوحی میں جہاں اپنے سے پہلے سب نبیوں کے نام گنائے ہیں وہاں محمد واحمد ہوں بھی موجود ہے اور ان کے مریدین نے انہیں عین محمد تسلیم بھی کر لیا بلکہ اُن سے بڑھ کر جیسے کہ قاضی ظہور الدین اکمل ایڈیٹر تشحیذ الاذہان لکھتے ہیں:۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے ہیں بڑھکر اپنی شاں میں

محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں !

یہ جو کہیں کہیں ظلی و بروزی کے الفاظ اور حیلہ معلوم ہوتا ہے۔ اُسے خلیفہ محمود صاحب محض یہ معنے صرف انکساری پر محمول کرتے ہیں ورنہ دراصل اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) کتاب ہینڈبل بحوالہ الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۱۴ء کہ ہم جیسے خدا کی دوسری وحیوں میں حضرت اسماعیل حضرت عیسٰے حضرت ادریس کو نبی پڑھتے ہیں۔ ایسی ہی خدا کی آخری وحی میں مسیح کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا بروزی یا جزوی کا لفظ نہیں پڑھتے کہ اپنے آپ کو ایک مجرم فرض کر کے اپنی بریّت کرنے لگیں بلکہ جیسے اور نبیوں کی نبوت کا ثبوت دیتے ہیں اس سے بڑھ کر مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے دیتے ہیں " اس سے یہ امر ثابت ہوا کہ مرزا محمود کے نزدیک ظلی بروزی فرق وحی الٰہی نے نہیں کیا بلکہ خود مرزا صاحب کا تصنیف کردہ ہے اور اس کی بنا کوئی حقیقۃ واقعیہ نہیں ہے۔ بلکہ محض انکساری وفروتنی ہے جیسا کہ ہینڈبل صد۳ سطر ۸ پر ہے۔

"خدا نے صاف صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی رکھا اور کہیں بروزی اور ظلی نہ کہا پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کرینگے اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری وفروتنی کا غلبہ ہے جو نبیوں کی شان ہے اس کو ان الہامات کے ماتحت کرینگے۔"

اس سے واضح ہو گیا کہ ظلی و بروزی خدا کے کلام میں نہیں بلکہ خلاف واقع بھی ہے صرف انکساری کے طور پر مرزا صاحب نے یہ کہدیا ہے۔

اب اس کی قسم کی واضح عینیت اور دعوٰی محمد رسول اللہ ہونے کے بعد کیونکر ایمان قائم رہ سکتا ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو عین محمد رسول اللہ کہتا ہوا اور آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار۔ اپنے اوپر بعینہ چسپاں کرتا ہوا اور خود کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتا ہو وہ کروڑ مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے محمد رسول اللہ پر اُس کا ایمان محال ہے ہاں اپنے اوپر ایماندار ہو تو ہو یا ان دو تو محمد و نبیر یکدم تو شرک فی الرسالۃ بلکہ شرک فی الذات رہا جو شرک فی الصفات سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور سخت ترین ہے۔ جو کسی دشمن خدا اور رسول نے نہیں کی اور اس کے بعد کلمہ پر ایمان بالکل نامسموع ہے۔

نیز جب کہ مرزا صاحب اور تمام ان کے متبعین صاحبان مرزا غلام احمد صاحب کو بھی محمد رسول اللہ سمجھتے ہیں اور ان کے خیال میں خدا نے یہ نام اس آیت محمد رسول اللہ و الذین معہ الخ میں مرزا صاحب کو دیا ہے تو جب وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ پڑھتے ہیں تو قابل سوال یہ امر ہے کہ اس محمد رسول اللہ سے مراد ان کے محمد رسول اللہ ہیں یا ہمارے آقا اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا امتی محمد رسول اللہ سے مرزا صاحب ہی کو مراد لے گا لہذا کسی کا ایمان اس کلمہ پر نہیں ہو سکتا جب تک مرزا صاحب محمد رسول اللہ ہونے سے انکار نہ کریں اور ان کے متبعین اس کے ماننے سے رجوع نہ کریں۔

(۲) یہ بھی قباحت بحث میں پیش کر چکا ہوں کہ آیت محمد رسول اللہ و الذین معہ الخ نص قطعی بلکہ یہ شہادت خداوندی و کفی باللہ شہیدا ۔ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے بلا شرکت غیرے ہے اسے مرزا صاحب کا اپنے اوپر چسپاں کرنا علاوہ دعوی عینیت نص قطعی کا انکار و شہادت خداوندی کی تکذیب ہے جو نہ صرف ایک دو بلکہ بے شمار کفروں پر مشتمل ہے۔

(۳) عین محمد اور انہیں کا وجود ہونے میں مندرجہ ذیل کفریات ہیں۔

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات کی ہتک کہ جب عین محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان سے کیا رشتہ رہا (العیاذ باللہ)

(۲) سیدہ فاطمہ زہراء سیدنا ابراہیم و دیگر اولاد کی ہتک جب عین محمد ہیں تو ان کے والد (عیاذاً باللہ) ٹھہرینگے۔

(۳) سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما توہین کہ ان کے نانا جان ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

(۴) تمام صحابہ اہل بیت اولیاء اقطاب و ابدال بلکہ تمام اُمت کی توہین توہین انبیاء کے تحت میں یہ مفصل آئے گا تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو۔ بیان گواہ مدعیہ متعلق سلسلہ توہین انبیاء و توہین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔

"مختار مدعیہ کی تاویلات رکیکہ کا جواب"

اولاً یہ کہ کوئی بھی تاویل کریں اعتراض ہی لا جواب ہے ۔کیونکہ بنیاد یہاں بھی آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کے اپنے اوپر چسپاں کرنے پر ہے جس کی جرأت کسی نبی صحابی ولی قطب نے نہ کی نہ کسی آسمانی صحیفہ احادیث تفسیر کلام فقہ یا کسی غیر مستند کتاب ہی میں اس کی کوئی نظیر ہے۔ نہ مختار مدعا علیہ اس کی ایک نظیر پیش کر سکا لہذا اصل اعتراض تو لا جواب ہی رہا اور بحمد اللہ اس ہیڈنگ میں ہر اعتراضی پہلو بچا یا اور تمام اعتراض لا جواب اور اقراری کفر رہا ہے۔

(۲) مرزا صاحب کا دعوی عین محمد ہونے کا مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کو مسلم ہے نیز محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کا مصداق بھی مرزا صاحب کو مانتے ہیں اور جواب میں صرف رکیک تاویلیں پیش

کرتے ہیں۔

(۱) آپ نے کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ میں جسمانی لحاظ سے وہی محمد ہوں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے

(۲) آپ فرماتے ہیں کہ میں ظلی اور بروزی طور پر وہی محمد ہوں۔

(۳) خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ میرا تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افادہ میرے شامل حال ہے یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھ کر

(۴) مشابہت کی وجہ سے محمد کہا گیا۔

(الجواب)

(۱) اول جسمانی وروحانی کسی طرح عین محمد بننا توہین نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے مگر مختار مدعا علیہ کی خاطر مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ

"اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد واحمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا"۔ بحوالہ مذکورہ ملاحظہ فرمائیں عین محمد ہونے کے ساتھ اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دے رہے ہیں اس سے زائد کیا تصریح ہوگی۔

اب یہ مختار مدعا علیہ کی رائے ہے کہ جن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عینیت کا دعوی ہے وہ وہی ہیں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں ان ظاہری آنکھوں کے سامنے جلوہ افروز تھے یا کوئی اور۔

(۲) ظلی وبروزی کی تاویل کا پہلا جواب یہ ہے کہ اللہ کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس قدر اعلے وارفع ہے کہ ظلی وبروزی طور پر بھی ایسی بے مثل ہستی کا کوئی مثیل اور ظل وبروز نہیں ہو سکتا۔ نہ کسی طرح اس کا عین بن سکتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا وجود عین وجود محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہو جائے جیسا کہ مرزا صاحب ہیں آپ کی شان محبوبیت کی یکتائی کا تقاضا ہے کہ کوئی ان کا شبیہ اور سہیم وشریک بھی نہ ہو شیطان لعین ہر ایک کی شکل بن کر آسکتا ہے مگر اللہ کے محبوب کی شکل تو خواب میں بھی نہیں بن سکتا۔ خود ارشاد فرماتے ہیں من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطن لایترای بی یا لایتمثل بی او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری شریف) جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میرا نقشہ نہیں پا سکتا۔ نہ میری شکل بن سکتا ہے۔

بہر حال کسی تاویل سے عینیت محمدیہ ہو اور اپنا وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا جائے درست نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بروز سے ہی کوئی مغایرت پیدا نہ ہوئی، جیسا کہ مرزا صاحب تو دکھتے ہیں "اور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا گیا۔ بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) جواب یہ ہے کہ مرزا محمود صاحب جنہیں گواہوں نے اپنا ایمان بنایا ہے اور جس کی تصانیف ان پر حجۃ ہیں ظلی و بروزی کی تفصیل خدا کی وحی میں نہیں بتاتے بلکہ محض مرزا صاحب کی انکساری و فروتنی پر محمول کرتے ہیں گویا اصل یہ واقعہ نہیں بلکہ یہ آڑ ظلی و بروزی کی ہے ورنہ دراصل وہ انکساری کے طور پر ہے (ملاحظہ ہو حوالہ ہیڈ ٹیبل سابقہ)

(۴) یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام فیوض کا واسطہ ہیں اس لیے عینیت محمدی کا دعوی ہے محض لغو ہے کیونکہ دتیا جاتی ہے کہ واسطہ اور ذی واسطہ غیر غیر ہوتے ہیں اور آج تک کسی عقل مند نے واسطہ اور ذی واسطہ کی عینیت کا قول نہیں کیا۔

(۵) مشابہت تامہ کی وجہ سے عین محمد کہا گیا ہو اولاً یہ تاویل لغو ہے۔ کیونکہ خود مرزا صاحب تصریح فرما رہے ہیں کہ خدا نے مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا ہے۔ اور ظہور الدین اکمل تو عین محمد اور پہلے سے بڑھ کر مانتے ہیں سے

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور بڑھ کر پہلے سے ہیں عزوشاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں !

قاضی صاحب کا یہ عقیدہ مرزا صاحب کے کلام کی روشنی میں ہے جیسا اول بحث میں بحوالہ خطبہ الہامیہ گزر چکا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہلال اور مرزا صاحب کا بروز بدر کامل ہے بس یہی مدعا نکلا کہ مرزا صاحب نہ صرف عین محمد بلکہ پہلے سے کامل ہیں عیاذاً باللہ۔ دوسرے اللہ کے محبوب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی کی مشابہت تامہ ماننا بھی کفر ہے۔ انتہائی پرواز مقربان بارگاہ الہٰی کی یہ ہے کہ ان کے مقامات و کمالات کا یوں نظارہ کریں جیسے زمین والا آسمان کے ستارے کو دیکھتا ہے جیسے کہ فریقین کی مسلم کتاب الیواقیت والجواہر کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں۔

بزرگانِ دین پر مختار مدعا علیہ کا صریح بہتان

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلے میں تین حوالہ پیش کئے ہیں اور تینوں غیر مسلم پیش کئے ہیں

(۱) مقامات امام ربانی۔
(۲) شرح فصوص الحکم قاشانی۔
(۳) حاشیہ مثنوی بحر العلوم۔

(الجواب)

(۱) مقامات امام ربانی سلسلہ مجددیہ کے ایک غیر معروف اور غیر مسلم شخص کی مرتب کردہ سوانح ہے جو حجۃ

نہیں ہوسکتی ۔ اس کا موئف نہ مفسر ہے نہ محدث نہ کوئی عالم نہ مسلم بزرگ نہ کتاب کی توثیق کسی بزرگ نے کی ۔
عقائد اور ایسے نازک مرحلہ کفر و اسلام میں ان تصانیف کا ذکر ہی فضول ہے ۔ خود گواہان مدعا علیہ اپنے بیانوں اور جرح میں تسلیم کر چکے ہیں کہ عقائد میں قطعیات کا اعتبار ہے ۔ نہ ظنیات کا احادیث صحیحہ جو احاد کے درجہ میں ہوں اُن کا بھی اعتبار نہیں ۔ علاوہ بریں گفتگو تو یہ ہے کہ عین محمد کا دعوی صحیح ہے یا نہ اور محمد رسول اللہ والذین معہ الخ علاوہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کسی اور پر چسپاں ہوسکتا ہے یا کوئی اور اس کا مصداق کسی طرح ہو سکتا ہے اس کا اس حوالہ میں کہیں پتہ نہیں اصل حوالہ ملاحظہ ہو ۔
"حقیقۃ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتزجہ ذاتیہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس مقام میں تابع کو اپنے سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تبعیت درمیان سے اُٹھ گئی اور امتیاز تابع و متبوع زائل ہو جاتا ہے ۔ اور ایسا توہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں ہم آغوش ایک کنار اور ایک ستر ہیں مگر تابع اپنے تئیں طفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے ۔

اس میں مندرجہ ذیل فقرات قابل لحاظ ہیں ۔

(۱) "حقیقۃ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتزجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم"

(۲) "اس مقام میں تابع کو اپنے متبوع سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے ۔ کہ گویا تبعیت درمیان سے اُٹھ گئی " امتیاز تابع اور متبوع زائل ہو جاتا ہے ۔

(۳) "ایسا متوہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں " مگر تابع اپنے تئیں طفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے ۔

تفصیلی جواب

اولاً یہاں گفتگو حقیقۃ محمدیہ اور مقام محبت میں اس تعلق پر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کے ساتھ ہے ۔ جس کا ثبوت پہلا فقرہ "حقیقۃ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتزجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم" ہے اور وہ بھی وحدۃ الموجود کے طرز پر جس سے مرزا صاحب براءت ظاہر کر چکے ہیں ۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام بہ حوالہ سابق ۔

یہاں کسی کا ذات محمدی یا وجود پاک محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں شرکت کا تذکرہ تک نہیں جس کا مرزا صاحب کو دعوی ہے کہ "خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا "

(۲) یہاں عینیت کا ذکر تک ہی نہیں بلکہ یہ ہے کہ ایک ایسی مناسبت ہو جاتی ہے کہ گویا تبعیت درمیان میں اُٹھ گئی، ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۲ نہ یہ کہ تابع و متبوع عین ہوں گے اور دعوی عینیت درست ہو گیا۔

(۳) عینیت کی صاف تردید ہے صرف اس قدر ہے کہ دونوں ہمکنار متوہم ہوتے ہیں ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۳ در ایسا متوہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پی رہے ہیں ہم آغوش ملی ایک کنار در ایک بستر ہیں یہ اور شئی ہے اور عینیت اور شئی۔

(۴) اس کی صاف تصریح ہے کہ باوجود ہم کناری اور ہم بستری کے اور کمال اتصال معیت کے دعوی عینیت نہیں کر سکتا بلکہ اپنے آپ کو اپنے متبوع کا طفیلی بتلائے گا ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۴ مگر تابع اپنے تئیں طفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ نے اس حوالہ سے محض فریب دیا تھا اور دراصل یہ حوالہ ہمارا موید اور ان کی تمام تاویلات کا خاتمہ کرنیوالا ہے کہ انتہائے محبت واتصال میں بھی دعوی عینیت نہیں بلکہ متبوع طفیلی اپنے تابع کا رہے گا للہ الحمد

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں   زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

دوسرا حوالہ شرح فصوص قاشانی کا ہے کہ مہدی کا باطن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا باطن ہو گا (شرح فصوص مصری صفحہ ۵۳ و ۵۴)

اولاً نہ یہ شارح مسلم ہیں نہ یہ شرح نہ کسی اہل طریقت نے اسے مسلم شروح سے شمار کیا نہ یہ ہم پر یا کسی پر حجت ہو سکتی ہے۔

(۲) یہ حوالہ قطع و برید کر کے پیش کیا گیا ہے اور صرف ایک فقرہ ورنہ کوئی مغالطہ نہ ہوتا، عدالت سیاق و سباق ملاحظہ فرمائے۔

(۳) اس عینیت کے دعوی یا محمد رسول اللہ والذین معہ ... الخ کے علاوہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کسی اور پر چسپاں ہونے کا ذکر تک نہیں یہاں تو صرف یہ ہے کہ مہدی اخلاق محمدی سے آراستہ ہوں گے باطن کا لفظ عام طور پر اخلاق و سیرت پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ فقرہ دراصل شرح ہے اُس حدیث کی جو ابو داؤد میں حضرت علی سے ہے کہ مہدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اخلاق میں مشابہ ہوں گے نہ صورت میں (یشبہ فی الخلق ولا یشبہ فی الخلق) ابو داؤد، مشکوٰۃ کتاب اشراط الساعۃ۔

پس اس میں علیفت کا دعوی کجا عینیت کی زبردست تردید ہے اور اگر ان جزوی مشابہتوں سے دعوی عینیت کا جواز ہوتا تو تیرہ سو سال میں کوئی تو کرتا، حالانکہ ایک نظیر موجود نہیں کہ کسی نے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعوی کیا ہو ہاں خدائی کے جھوٹے دعویدار اور وحدۃ الوجود کے رنگ میں سُکر کی حالت میں انا الحق کہنے والے بزرگ بھی بہت ملیں گے مگر عین محمد ہونیوالے دستیاب نہیں ہوتے، یہ مرزا صاحب کا اختراع ہے۔

تیسرا حوالہ حاشیہ مثنوی بحر العلوم حاشیہ نمبر ۱۵ دفتر چہارم بر شعر

گفت زیں سو بو [illegible]   کاندریں رہ شہریارے میرسد

الجواب

مولانا عبد العلیٰ فرنگی محلی لکھنوی نہ امام ہیں نہ محدث نہ متکلم نہ مفسر نہ فقیہ ایک منطقی اور فلسفی مشہور ہیں کسی نے ان کا صوفیہ میں بھی شمار نہیں کیا ان کی رائے کسی پر کیا حجت ہوسکتی ہے۔ خصوصاً عقائد میں۔

(۱) نہ مثنوی شریف میں کہیں عین محمد کا دعویٰ یا اُس کا دور کا اشارہ ہے نہ کسی شرح میں نہ کسی قطب نے کبھی عین محمد ہونیکا دعویٰ کیا ہے نہ خود بایزید بسطامی نے یہ کلمہ زبان سے نکالا نہ کبھی کسی نے یہ ہوش میں کہا نہ سُکر میں۔

حاشیہ نمبر۱ پر مولانا ابوالعیاش بحر العلوم صاحب لکھنوی لکھتے ہیں کہ چونکہ قطب کا قلب (یعنے باطن و سیرۃ) محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب (یعنے سیرۃ) پر ہوا کرتا ہے اور جو کسی کے قلب (دسیرۃ باطن) پر ہو وہ گویا وہی شخص ہوجاتا ہے پس بایزید بسطامی چونکہ قطب وقت ہیں (گویا) عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگئے۔

یہ مولانا عبد العلیٰ کی اپنی منطق ہے جس کا کوئی حوالہ کسی بزرگ کے کلام سے نہیں۔ لہذا قابل التفات بھی نہیں اور دراصل مدعا ثابت نہیں کہ کسی نے عین محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا محمد رسول اللہ والذین معہ الخ اپنے یا کسی پر چسپاں کیا ہو یا کسی کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہو۔

بہر حال باوجود غیر مسلم ہونے کے یہ حوالے غیر متعلق بھی ہیں۔

(۲) مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت اس ترتیب سے وہاں نہیں بلکہ یہ خیانۃً تقدیم و تاخیر اور قطع و برید سے پیش کی گئی ہے۔

آخر میں مختار مدعا علیہ نے یہ کہا ہے کہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بیان گواہ ملا وہاں بھی یہی بعینہ تاویلات اور یہی حوالے ہیں صرف مکتوبات کے دو اور حوالے ہیں۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تعلق اور خصوصی اتصال محبت کا ذکر ہے اس دعویٰ عینیت یا مصداق آیت محمد رسول اللہ والذین معہ ۔۔۔ الخ کا تذکرہ تک نہیں اور ایسی کھلی ہوئی خیانت اور قطع و برید اُس کے نقل میں کی ہے کہ اُس پر انسانیت شرماتی ہے۔ چونکہ وہاں وہ حوالہ توہین انبیاء کے سلسلہ میں درج ہیں لہذا اُسی ہیڈنگ کے تحت ان کا مفصل تذکرہ اور خیانت بتائی جائے گی۔ ان شاء اللہ غالباً اسی کمزوری کا خیال کر کے مقامات امام ربانی اور شرح فصوص اور حاشیہ مثنوی کا حوالہ کو یہاں تو مختار مدعا علیہ نے ذکر کر دیا اور ان دونوں حوالوں کا نام تک نہ لیا۔ اور محض مغالطہ دینے کے واسطے چند صفحات کا حوالہ دیدیا تاکہ لوگ مغالطہ میں رہیں کہ کچھ اور قوی مفصل دلائل ہوں گے حالانکہ ان مذکورہ بالا تاویلات رکیکہ کے سوا وہاں کچھ بھی نہیں الفاظ تک تقریباً وہی مکرر نقل کئے ہیں۔

بہر حال عین محمد ہونے کا دعویٰ اور آیت محمد رسول اللہ والذین معہ ۔۔۔ الخ اپنے پر چسپاں کرنے کا کفر بدستور سابق لاجواب رہا ایک ضابطہ کا بھی جواب نہ ہوسکا۔

(۱۲)

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا   منم محمد واحمد کہ مجتبےٰ باشد

اس کا مفصل جواب الجواب عینیت کے ہیڈنگ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔ دعویٰ عینیت کی مذکورہ بالا تصریحات کے بعد تریاق القلوب کے دوسرے مجمل گول مول مغالطہ آمیز اشعار اور براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۸۹ کی مغالطہ آمیز وہ عبارت نہ اُس کا جواب بن سکتی ہے نہ اُس کی تشریح نہ اس کا اصل اعتراضی پہلو اور پیش کردہ پوائنٹ سے کسی قسم کا تعلق ہے

نیز اس شعر پر علیحدہ (۱۲) ڈالنا بھی اس لیے ہے ورنہ عینیت کے دعویٰ کے تحت یہ مذکور ہے اور اسی نمبر کا ایک حوالہ ہے۔

مرزا صاحب کا جواب

مختار مدعا علیہ نے اس ہیڈنگ کے ماتحت ایک عمومی جواب کا رنگ دے کر پھر مکرر بحث کا اعادہ چاہا ہے تاکہ اپنے مغالطہ کی تکمیل کر سکے۔

اس سلسلہ میں تین جواب نقل کئے ہیں۔

پہلے جواب میں براہین احمدیہ ج۲ اور ج۴ اور ازالہ اوہام ص۲۴۳ و براہین ص۵۴۰ کے چند وہ حوالہ پیش کئے ہیں جس میں وہی ظلی و بروزی واسطہ وذی واسطہ تابع و متبوع کی تاویلیں ہیں جن کا مفصل جواب گزر چکا جن کا خود مختار مدعا علیہ اس کا نتیجہ یہ نکالتا ہے۔

"آپ پران انعامات کا نزول ببرکت متابعت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے مخدوم اور متبوع کے ہے اور آپ ان کے خادم اور تابع ہیں"!

مگر کبھی خادم عین مخدوم تابع عین متبوع ورعایا عین سلطان یا اُس کے خصوصی امتیازی القاب میں شریک و سہیم نہیں ہو سکتا نہ اُس کے القابات اپنے اوپر اس لحاظ سے چسپاں کر سکتا ہے۔

دُوسرا جواب:۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب اربعین ۲ اور انجام آتھم میں تحریر کر کے مخالفین کو مباہلہ اور بالمقابل دعا کرنے کے لیے دعوت دی ہے چنانچہ الہام الارض والسماء معك كما هو معی اربعین ۲ ص۹ انجام آتھم ص۲۵ انت منی بمنزلة توحیدی وتفریدی اربعین ۲ ص۲۹ انجام آتھم ص۵۱ انت اسم الاعلی اربعین ۲ ص۲۹ اور انت منی ---- تا الخلق اربعین ۲ ص۲۵ انجام آتھم ص۵۵ کان اللہ نزل من السماء انجام آتھم ص۶۳

انا فتحنا لک فتحا مبینا اربعین ۲ ص۴ انجام آتھم ص۵۵ ھو الذی ارسل رسولہٗ
بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ اربعین ۲ ص۴ انجام آتھم ص۵۵ انا اعطیناک
الکوثر اربعین ۲ ص۳۱ انجام آتھم ص۵۵ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین اربعین ۳ ص۲۳
قل ان کنتم تحبون اللہ اربعین ۲ ص۲۹ انجام آتھم ص۵۲ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ
انجام آتھم ص۵۲ ما ینطق عن الھویٰ اربعین ۲ ص۳۲ ۔

میں مندرج ہیں اور ان تمام الہامات پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے "انجام آتھم میں مرزا صاحب نے یہ الہامات معہ دیگر الہامات لکھ کر الخ"

یہ عجیب جواب رہا کہ مرزا صاحب نے یہ کفریات لکھ کر مخالفین کو مباہلہ اور بالمقابل بددعا کی دعوت دی ہے لہذا یہ سب سچے ہیں۔

اگرچہ مقابلہ و مباہلہ کی دُعا و صداقت وغیرہ مقدمہ متنازعہ سے غیر متعلق ہے اور برابر عدالت کی طرف سے ممنوع قرار دیئے گئے ہیں مگر چونکہ جوابی بے ضابطہ بحث میں ریکارڈ پر یہ آگیا ہے اس لیے نہایت مختصر جواب عرض ہے جن مخالفین کو دعوت مباہلہ ہے اس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری بھی ہیں جنھوں نے بطور قرض کہا۔ جو جھوٹا ہو۔ اس کا انجام بد اس کے سامنے ہے۔

خود مرزا صاحب نے بھی اپنے تمام مخالفوں سے فرمایا تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے بارے میں لکھا۔

یا اللہ! میں تیرے ہی تقدس کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔ اور دعا میں یہ الفاظ ذکر کئے۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا الخ

بذریعہ ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء پھر کیا ہوا یہ کہ ؎

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا۔

(از مباہلہ مرزا - ۱۱/ستمبر ۱۹۲۱ء)

مفصل بحث مولوی ثناء اللہ صاحب کے رسالہ فیصلہ مرزا میں موجود ہے۔

بہر حال مباہلہ اور بالمقابل دعا سے بھی بجائے ان کفریات کی تائید کے ان کی تردید اور مرزا صاحب کا مفتری علی اللہ اور کافر و مرتد ہونا ہی ثابت ہوا ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

(محمد رسول اللہ ہیڈنگ کے لاجواب نمبر)

تمہید۔ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جرح گواہ ۱۱ بکم مارچ ۳۲ء انکار خصوصیات انکار ذات ہے الخ۔

(وہ ملحق میں مخصوص اعتراض پہلے نظر انداز کر دیا)

(۲) اسلامی عقیدہ آخری نبی سے انکار حوالہ کی چنداں حاجت نہیں۔

(۳) معراج جسمانی کا انکار اور اپنے لیے اس جیسے متعدد ثابت کرنا سیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ اعلیٰ درجہ ...تا... اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔ (ازالہ کلاں ۴۷)

(۴) شق القمر کو خسوف قمر کہہ کے اُس سے دوبالا اپنے لیے بتایا ہے

لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمران المنیران اتنکر

ترجمہ مرزا اور اس کے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب تو کیا انکار کرے گا۔ (قصیدہ اعجازیہ ۷۱)

(۵) اپنی فتح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فتح پر ترجیح۔

اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود کا وقت ہو اور اسی کی طرف خدا تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہ۔ خطبہ الہامیہ ص۱۹۳ و ص۱۹۴

"تتمہ الجواب"

"براہین احمدیہ جب شائع ہوئی تو اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے ریویو لکھا اور خلاصہ مطالب کتاب جس میں ایک عنوان مؤلف الہامات بھی ہے لکھ کر ان الفاظ میں اس کتاب براہین کی تعریف کی اور یہ عبارت صرف اس امر کے اثبات کے لیے پیش کرتا ہوں کہ جو الہامات براہین احمدیہ میں درج ہیں قابل اعتراض نہیں کتاب کی توثیق مقصود نہیں یہ "اس کتاب کا خلاصہ مطالب ہے اب ہم اس پر اپنی رائے ۔ ۔ ۔ تا ۔ ۔ ۔ مرزا بھی چکھا دیا ہو۔" (اشاعۃ السنۃ ص ۱۶۹/ج۷ نمبر ۶) مؤلف براہین احمدیہ کے الہامات پر ایک دو مولویوں نے اعتراض کئے تھے جن کا مولوی محمد حسین بٹالوی نے مفصل اور مدلل جواب دیا اور کہا کہ ایسے الہامات کا ہونا جائز ہے۔ اور اسی کتاب میں یہ الہامات بھی مندرج ہیں جن پر مختار مدعیہ نے اعتراض کئے ہیں چنانچہ البشریٰ میں بحوالہ براہین احمدیہ یہ الہامات درج ہیں (۱) الارض والسماء کما ھو معی البشریٰ ص۱۸ (۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں براہین احمدیہ صد (۳) ربنا عاج البشریٰ ص۲۳ (۴) انت منی بمنزلۃ لایعلمہا الخلق البشریٰ ص۴۶ (۵) کان اللہ نزل من السماء (یہ الہام ۱۸۸۶ء کا ہے) البشریٰ ص۶/ج۲ (۶) انا فتحنا لک فتحا مبینا البشریٰ ص۱۳ و ۳۷ (۷) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ البشریٰ ص۱۲ (۸) انا اعطیناک الکوثر البشریٰ ص۳۵ (۹) عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا البشریٰ ص۱۰/ج۲ (تاریخ نزول الہام ۱۸۸۸ء) (۱۰) وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین البشریٰ ص۳۰ (۱۱) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ البشریٰ ص۱۲ (۱۲) وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ البشریٰ ص۱۲ (۱۳) وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم البشریٰ ص۱۳، ۳۶ (۱۴) سبحان الذی اسریٰ بعبدہ البشریٰ ص۲۸ (۱۵) محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار ص۳۷ ———— بلکہ ان کے علاوہ براہین میں اور بھی الہامات اس قبیل سے ہیں جیسے انک علیٰ صراط مستقیم فاصدع بما تومر البشریٰ ص۲۷ وانذر عشیرتک الاقربین ———— وغیرہ وغیرہ ہیں لیکن اس وقت ان الہامات کا نزول ہو سکتا ہے اور ایسا ہونا قابل اعتراض نہیں

یہ جواب اگر نقل کرتے تو پھر کیا تھا اس نے تو اور کفریات کی ایک مکمل لسٹ پیش کر دی اور براہین احمدیہ وغیرہ کی تاویلات بیکار کر دیں کیونکہ یہی مولوی محمد حسین بٹالوی جنہوں نے تعریف کی ہے اور براہین کی گول مول تاویلات سے مغالطہ کھایا ہے، جب انہیں دیگر کتب مرزا صاحب اور ان کے دعاوی سے حقیقۃ حال کا انکشاف ہو گیا تو سب سے پہلے مرزا صاحب کی انہیں کفریات کی بنا پر زبردست تکفیر کی ہے اور مرزا صاحب کے اتباع سے تائب ہو کر ان کا کفر و ارتداد آخر وقت تک چار دانگ عالم میں شائع کرتے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو اشاعۃ السنۃ ج ۱۵ ص —— و ج بحوالہ سابق وایک تا دس۔

(۶) دجال اور ابن مریم کے متعلق اپنا علم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتانا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی تنقیص و توہین۔ (بحوالہ ازالہ کلاں صـ۲۸۲)

(۷) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی فضیلت کی تمہید اثر اللہ علی کل شئی۔

(۸) خدا نے مجھے ہر ایک چیز میں سے چن لیا۔

(۹) آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ (حقیقۃ الوحی صـ۸۹)

(۱۰) دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

(۱۱) اتانی ما لم یؤت احدًا من العالمین۔ تمام عالموں میں جو کمالات کسی کو نہ دیئے گئے وہ اللہ نے مجھے دیئے۔ (استفتاء صـ۸۷)

مندرجہ ذیل خطابات خصوصی والقابات کو اپنے پر چسپاں کرنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شریک و سہیم ہونا حالانکہ اولین و آخرین میں کسی نے اپنے یا کسی پر انہیں چسپاں نہیں کیا۔

(۱۲) وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔ (حقیقۃ الوحی صـ۷۰)

(۱۳) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ حقیقۃ الوحی صـ۷۹و۸۲

(۱۴) سبحان الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلًا۔ حقیقۃ الوحی صـ۷۸

(۱۵) اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ۔ (اعجاز احمدی صـ۷)

(۱۶) عسٰی ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا۔ (دافع البلاء صـ۶ اربعین ۳ صـ۱۲)

(۱۷) انا اعطینٰک الکوثر۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صـ۸۶)

(۱۸) لولاک لما خلقت الافلاک۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صـ۸۵و۹۹)

(۱۹) وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔

(حقیقۃ الوحی صـ۸۲ اربعین ۳ صـ۳)

(۲۰) وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی۔ (اربعین ۲ صـ۳۶)

(۲۱) ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ (دافع البلاء صـ۷)

(۲۲) منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

(۲۳) پھر اس کتاب میں اسی مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ (ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ صـ۶۲)

(۲۴) میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں تا محمد و احمد ہوں (حقیقۃ الوحی ص۷۲)

(۲۵) اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا ہے (حقیقۃ النبوۃ ص۲۶۵ و ص۲۶۶)

واضح رہے کہ یہ مرزا صاحب کی عادت اتفاقیہ نہیں بلکہ طریقہ مستمرہ ہے تلاش کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں مداخلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ان کا محبوب ترین مشغلہ ہے اس کی تائید میں صرف حقیقۃ الوحی سے بحوالہ سابق اتنے الہامات اور تائیدی طور پر نمونۃً پیش کرتا ہوں۔

(۲۶) قل انی امرت و انا اول المؤمنین۔

(۲۷) قد جآء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا۔

(۲۸) الرحمٰن علم القرآن

(۲۹) انا فتحنا لک فتحا مبینا۔

(۳۰) یا شمس یا قمر انت منی و انا منک۔

(۳۱) داعیا الی اللہ و سراجا منیرا۔

(۳۲) انک باعیننا (خاص الخاص خصوصیت)

(۳۳) دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی۔

(۳۴) ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔

(۳۵) قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد

(۳۶) لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ (خاص الخاص)

(۳۷) وعلمک ما لم تعلم۔

(۳۸) انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔

(۳۹) یٰس انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم تنزیل العزیز الرحیم۔

(۴۰) الم نشرح لک صدرک البشری ص۴۰

(نتیجہ)

پس جو شخص باوجود اقرار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خود محمد رسول اللہ سے اور عین محمد کہے اور کہلائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانے آپ کے معراج جسمانی کا انکار کر کے اپنے واسطے بارہا ثابت کرے معجزہ شق القمر کو معمولی دکھا کے اس سے بڑھ کر اپنے لیے بتائے اپنی فتح کو آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین پر ترجیح دے اپنا علم دینی امور میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر زائد بتائے اور لولاک لما خلقت الافلاک خود بنے وما ارسلناک الارحمۃ للعٰلمین اپنے کو سمجھے ما ینطق عن الھوٰی ۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محمودًا ۔ اپنی شان میں ٹھہرائے سبحان الذی اسرٰی ۔ دنا فتدلٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی شارکت روا رکھے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ۔ بھی اپنے اوپر چسپاں کرے انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر و انک باعیننا داعیا الی اللہ و سراجا منیرا ۔ یٰس انک لمن المرسلین ۔ جیسی ایک دو دفعہ نہیں تقریباً چالیس خصوصیات میں شریک وسہیم بن بیٹھے اور پھر بھی ان کا ایمان کلمہ پر قائم رہے کیونکر باور ہو سکتا ہے ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ ایسا شخص کروڑہا مرتبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے جب تک ان کفریات سے رجوع نہ کرے ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ پر ان کا ایمان ناممکن ہے ۔

بحمد اللہ مرزا صاحب اور اُن کے متبعین کا کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ پر ایمان نہ ہونا ۶۲ مرزا صاحب کے لاجواب دلائل وحوالوں سے ثابت ہو گیا ۔ جس کے فیصلہ کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں یقیناً مرزائیت اختیار کرنا کفر اور کھلاہوا ارتداد ہے جس کے بعد نکاح یقیناً منسوخ ہو جائے گا ۔ جیسا کہ ابتدائی بحث میں تنقیحات کی روشنی میں مفصل پیش کر چکا ہوں کلمہ توحید پر ایمان ہونے کا مسئلہ ختم ہو گیا ۔

مرزا صاحب اور اُنکے متبعین کا ایمان ایمان مجمل پر بھی نہیں

اٰمنت باللہ کما ھو باسمآئہٖ وصفاتہٖ وقبلت جمیع احکامہٖ ۔

اس سلسلہ میں مفصل تقریباً ۱۲ دلائل پیش کر کے ابتدائی بحث میں ثابت کیا گیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب اور ان کے مریدین کا ایمان نہیں ہے ۔ نہ جب تک اسے ترک نہ کریں ہو سکتا ہے ۔ مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب کا اشارۃً وکنایۃً نام تک بھی نہ لیا ۔ گویا تسلیم کر لیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب کا ایمان نہیں ۔ ۲) ایمان مفصل پر مرزا صاحب اور ان کے اُمتیوں کا ایمان نہیں ، ایمان مفصل منقول از ازالہ اوہام صـ۲

۱) اٰمنت باللہ ۲) وملٰئکتہٖ ۳) وکتبہٖ ۴) ورسلہٖ ۵) والبعث بعد الموت

۱) اٰمنت باللہ ۔ مختار مدعا علیہ نے یہاں اس سلسلہ میں کوئی جواب نہیں دیا پہلے لا الٰہ الا اللہ کے

سلسلہ کے جوابات میں اکتفا کیا۔ پس ہم بھی عدالت کی ان متروک لا جواب سوالوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔
جن کا جواب ہیں نام تک نہ آیا اور ان کے ہوتے ہوئے آمنت باللہ پر کسی طرح ایمان نہیں ہو سکتا۔

(۲) وملئکتہ۔ ملائکہ پر ایمان کا یہ مطلب نہیں کہ زبان سے ملائکہ کہے ورنہ یہود بھی تو ملائکہ پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر انہیں ان کی حقیقت کے خلاف بنات اللہ خدا کی بیٹیاں اور فلاسفہ بھی زبانی اقرار کر رکھے تھے۔ مگر کواکب اور سیارات کو ملائکہ قرار دیتے تھے۔ بلکہ ملائکہ کی اس حقیقت اور صفت پر ایمان لانا ضروری ہے جو قرآن پاک اور احادیث واصطلاح شرع میں موجود ہے۔

(۳) قرآن پاک میں ملائکہ کے متعلق اس قدر آیات ہیں کہ ان کی حقیقت اور تصور شرعی بالکل ہویدا ہو جاتی ہے اصل بحث میں کسی قدر تفصیل عرض کر چکا ہوں۔ یہاں نمونۃً چند آیات پیش ہیں۔

(۱) تتنزل علیہم الملئکۃ ان لا تخافوا۔

(۲) تنزل الملئکۃ والروح من امر ربھم۔

(۳) علیہا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم
ویفعلون مایؤمرون۔

(۴) ومن عندہٗ لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون۔

(۵) بل عباد مکرمون

(۶) واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم

(۷) واذ قلنا للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔

(۸) جاعل الملئکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلٰث وربٰع۔

(۹) وتری الملئکۃ حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربہم۔

(۱۰) والمدبرات امرًا الایہ تلک عشرۃ کاملۃ

یہ صرف نمونہ ہے ورنہ بہت سی آیات مفصل موجود ہیں۔

شرعًا ملائکہ کی حقیقت

چونکہ ملائکہ کے وجود کی نسبت فلسفیانہ تاویلات اور حکیمانہ توجیہات بیان کی گئی ہیں اور تعلیم اسلام پر دساتیر و وید کی تعلیم کو ترجیح دی گئی ہے ملائکہ کے فی الخارج وجود کا انکار کیا ہے اور وید اور دساتیر کے مذہب کے

موافق ان کو ارواح کو اکب بتلایا ہے ان کا چلنا۔ پھرنا۔ زمین پر آنا محال کہا ہے اس لیے چند آیات واحادیث سے اس عقیدہ کی تکذیب وتردید کی جاتی ہے۔

(۱) ولما جاءت رسلنا لوطا سیٓء بھم وضاق بھم ذرعا وقال ھذا یوم عصیب۔۔۔۔۔ ۔۔۔ تا۔۔۔ وامطرنا علیھم حجارۃ من سجیل منضود۔ (ھود رکوع ۷)

ترجمہ: جب ہمارے بھیجے ہوئے لوطؑ کے پاس آئے وہ ان کے آنے سے خفا ہوا اور اپنے جی میں رک گیا اور بولا آج کا دن بڑا سخت ہے اور اس کے پاس اس کی قوم بے اختیار دوڑتی آئی یہ پہلے سے بُرے کام کرتے تھے (حضرت لوطؑ نے) کہا لوگو یہ میری بیٹیاں ہیں جو تم کو ان سے پاک تر ہیں تم اللہ سے ڈرو اور مجھ کو میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی نیک راہ نہیں ہے (لوگوں نے کہا) تو جان چکا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے کچھ دعویٰ نہیں اور تجھ کو تو معلوم ہے جو کچھ ہم چاہتے ہیں (لوطؑ نے) کہا اگر مجھ کو تمہارے سامنے زور ہوتا یا میں مضبوط جگہ میں ہوتا (تو تم ایسا نہ کر سکتے) مہمان بولے! اے لوطؑ ہم تیرے رب کے فرستادہ ہیں یہ لوگ تجھ تک ہرگز نہ پہونچ سکیں گے تم کچھ حصہ رات سے اپنے گھر والوں کو (اپنی عورت کے سوا) لے کر نکلو۔ اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے نہ دیکھے تیری عورت پر تو وہی کچھ آئے گا جو ان پر آئے گا ہاں ان کے وعدہ کا وقت صبح ہے کیا صبح نزدیک نہیں؟ پس جب ہمارا حکم پہونچا ہم نے وہ بستی زیروزبر کر دی اور اس پر تہ بتہ پتھریاں برسائیں۔"

قوم لوط جیسے فساق فجار کا ملائکہ کو جو متمثل بہ بشر تھے دیکھنا حضرت لوط علیہ السلام کا گھر گھیر لینا حضرت کی پریشانی فرشتوں کا حضرت کو اطمینان دلانا۔ اگلی صبح تمام بستی کو خراب وتباہ کر دینا۔ کیا یہ سب کچھ ارواح کواکب کا بیان ہے روح تو حیوانات کی بھی نظر نہیں آتی ان غیر مادی اجرام کی روح نے تمثل کیونکر حاصل کر لیا اور اگر فرشتے ایک ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے (توضیح ۲۴) تو یہ کون تھے جو یہ سب کرشمے لوط اور قوم لوط کو دکھلا گئے۔

(۲) ھل اتٰک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین۔ (دیکھو تمام رکوع ۲ والذاریات)

ترجمہ: کیا تجھ کو ابراہیم کے عزت والے مہمانوں کی خبر پہونچی۔

حضرت ابراہیم کے گھر فرشتوں کا مہمان بن کر آنا خلیل الرحمٰن کا ان کے لیے کھانا تیار کرنا فرشتوں کا نہ کھانا بیٹے کی ولادت کا وعدہ۔ اور بشارت خدا کی طرف سے دینا کیا یہ ارواح کواکب کا نام اور کام ہے۔

اذ تقول للمومنین الن یکفیکم۔۔۔۔ مسومین (ال عمران) جب تو مومنوں کو کہنے لگا تم کو کفایت نہیں کہ تمہارا رب تم کو مدد بھیجے تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہوں البتہ تم ٹھہرے رہو اور پرہیزگاری کرو اور وہ اسی دم تم پر آویں تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے۔ جو پلے ہوئے گھوڑوں پر ہوں۔

پہلے تین ہزار فرشتوں کی تعداد کا بتانا ۔ اور منزلین ان کی صفت لانا پھر پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ امداد کا کیا جانا
اور مسومین ان کی صفت بتلانا کیا یہ سب ارواح کواکب ہیں کیا یہی وہ ارواح ہیں جن کو ذرہ بھر بھی جنبش نہیں ۔

فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرا سویا ۔۔۔ ترجمہ پھر ہم نے اس کے پاس
اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ اس کے سامنے بھرپور مرد بن کر کھڑا ہوا ۔

غور کیجئے یہاں بھی کواکب ہی بھیجے گئے یا روح القدس پھر بھرپور مرد بن کر کون کھڑا ہوا تھا اور یہ جواب بھی کس نے دیا ۔
قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زكيا ۔ ترجمہ اس نے کہا کہ
میں تو تیرے خدا کا فرشتہ ہوں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے ایک ستھرا لڑکا دے جاؤں ۔

کیا یہ سب روح کوکب کے ہی کرشمے ہیں جن کو ذرہ بھر جنبش نہیں ۔

اب احادیث کی طرف رجوع کیجئے اول اس حدیث کو لیجئے کہ ایک سائل آیا اس کی صورت وضع لباس صحابہ کو حیرت
میں ڈال دینے والے تھے اس نے اسلام اور ایمان کے متعلق سوال کئے اور چلا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔
فانہ جبریل اتاکم یعلمکم دینکم ۔ ترجمہ ۔ یہ حضرت جبرئیل تھے اس لیے آئے
تھے کہ تم کو تمہارا دین سکھائیں ۔ اور وہ بخاری مسلم ترمذی ابی داؤد ابن ماجہ ۔ یاد رہے کہ اس کے راوی بھی حضرت عمر فاروق ہیں

(۲) دوسری حدیث عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یوم بدر ھذا جبریل اخذ براس فرسہ علیہ اداۃ الحرب (رواہ البخاری)
ترجمہ ۔ بدر کے دن فرمایا یہ جبریل ہے جو سلاح جنگ پہنے گھوڑا پکڑے کھڑا ہے ۔

مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہو کر آنا روح کوکب کا کام ہے یا خداوند کے فرشتے کا جبریل علیہ السلام کا گھوڑے
پر چڑھ کر آنا جنود فرعون کا ان کو دیکھنا سامری کا خاک نعل اسپ اٹھا لینا بائیبل اور قرآن مجید میں بھی ہے انکار کرنا آسان نہیں
احادیث صحیحہ اور بھی اس امر میں بے شمار مل سکتی ہیں مثلاً دروازہ تک جبرئیل علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز
پڑھوانا ۔ رمضان میں رسول کریم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنا دحیہ صحابی کی شکل پر آنا رسول کریم کا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کو
سے فرمانا کہ یہ جبرئیل ہے اور تم کو سلام پہونچاتا ہے وغیرہ وغیرہ ۔

سچے مسلمانوں کو لازم ہے کہ بمقابلہ ارشادات نبوی کے معتقدات مجوس کو صحیح خیال نہ کر بیٹھیں اور ادیان مختلفہ کی
کتابیں دیکھ کر گمراہ نہ ہو جائیں ۔ میں صرف اسی عام جواب پر اکتفا کرتا ہوں جس میں تقریباً ان تمام تاویلات رکیکہ کا قرآنی الفاظ
میں جواب ہے جو مختار مدعا علیہ نے کی ہیں ۔ فرشتوں کی ایک دو تعداد بھی نہیں بلکہ بے شمار ہے جیسا کہ حدیث
مسلم میں ہے کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی بوجہ کثرت دوبارہ باری نہیں آتی ۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صفت بیت المعمور فاذا ھو یدخلہ کل یوم

سبعون ملک لایعودون الیہ۔

تفاسیر و کتب عقائد

تفاسیر اور کتب عقائد کے بعض حوالہ بحث کے وقت ذکر ہو چکے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مختار مدعا علیہ نے ان کے جواب کا تذکرہ تک نہ کیا۔ عقائد و تفاسیر کی کتابوں میں ملائکہ کی شرعی مکمل صفت موجود ہے میں اس وقت صرف ایک گواہ مدعا علیہ اور مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام عبدالوہاب شعرانی کی سب سے مستند کتاب الیواقیت والجواہر کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

(یواقیت والجواہر جلد۲ ص۴۴ مبحث ۳۹)

وہ سارا مبحث ہی اُن کی شرعی مذکورہ بالا حقیقت اور ارواح کواکب کی تردید میں ہے۔

(مرزا صاحب کا فرشتوں کے متعلق عقیدہ)

(۱) فرشتے نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب کا نام ہے (ملخص توضیح المرام ص۴۸)

(۲) جو کچھ ہوتا ہے وہ سیارات سے ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ (توضیح المرام بحوالہ سابق یم

(۳) جبرئیل نہ زمین پر آئے نہ آتے ہیں (توضیح مرام ملخص ص۶۸)

اصل اعتراض

اولاً ملائکہ کو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب ماننا بالکل شریعت کے خلاف ہے البتہ یونانیوں اور وید پرستوں کا ضرور یہ عقیدہ ہے دوسرے کواکب و سیارات سے تمام انتظامات متعلق کرنا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں "اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمان میں سیارات اور کواکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں" مشکوٰۃ باب المطر

اور احادیث میں بخاری و مسلم کی حدیث مطرنا بنوءِ کذا ۔۔۔ الخ موجود ہے جس میں اُن لوگوں کو باری تعالےٰ کی زبان پر کافر یا اللہ قرار دیا گیا ہے جو بارش ہونیکی نسبت ستارہ یا نچھتر کی طرف کرتے ہیں نیز اس حدیث میں یہ بھی تصریح موجود ہے کہ جس نے ستاروں میں علاوہ تین امور کے کوئی اور تاثیر اور کام مانا اس نے اللہ پر زبردست افترا کیا (۱) زینت سماء دنیا (۲) رجوم شیاطین (۳) ہدایت راہ۔

پس ملائکہ کی یہ حقیقت شرعی کے سراسر خلاف ہے لہذا ان عقائد کے ساتھ ایمان بالملائکہ نہیں ہو سکتا۔

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات عقلیہ)

(خلاصہ تاویلات) ایمان بالملائکہ

(۱) مرزا صاحب کے سراج منیر۔ براہین۔ ایام الصلح۔ آئینہ کمالات چشمہ معرفت کے چھ حوالے حمامۃ البشریٰ کے۔
(۲) اور توضیح مرام سے چند گول مول حوالے تاویل کے لیے نقل کئے۔
(۳) تفسیر عزیزی۔ یواقیت۔ تفسیر سرسید۔

الجواب

(جواب۱) یہ تقریباً کتب اس زمانہ کی ہیں۔ جب کہ مرزا صاحب کا کفر بہت کچھ مشہور تھا اور وہ بھی متضاد بیانیں کر کے دنیا کو دھوکے میں رکھنے کی سعی کرتے تھے۔

(۲) میں اصل بحث اور اس جواب الجواب میں مرزا صاحب کے متعارضات کی ایک لسٹ پیش کر چکا ہوں اور ان کی یہ عادت ہی ہے مطلقاً مدعی نبوۃ کو کافر بھی کہتے ہیں۔ اور دعوٰی نبوۃ بھی کرتے ہیں اپنے کو نبی کہنے والوں کو دجال بھی کہتے ہیں اور مسلمان بھی) مدعی نبوۃ پر لعنت بھی بھیجتے ہیں اور رحمت بھی وغیرہ وغیرہ۔

(۳) میں نے صریح عبارت پیش کی ہے اس کے جواب میں گول مول مجمل عبارات جواب اور تاویل کے واسطے کافی نہیں۔

(۴) جس کی متناقض اور متعارض باتوں کی عادت ہو اس کی ایک عبارت دوسری عبارت کی شرح نہیں بن سکتی۔

(۵) کسی کا کفر وارتداد قطعی دلائل اور صریح حوالجات سے واضح ہونے کے بعد اس قسم کی تاویلات قابل التفات بھی نہیں زیادہ تفصیل کا وقت نہیں اصل بحث کے حوالہ پر چھوڑتا ہوں۔

(جواب۲) توضیح مرام سے میں نے جو حوالہ پیش کیا ہے۔ وہ نہایت صریح ہے اور مختار مدعا علیہ نے جو حوالے پیش کئے ہیں۔ ان سے صرف اشارۃً یہ تاویل نکالنی چاہتا ہے۔ کہ تعلق ملائکہ کا ارواح سے اس قسم کا ہے یا در اصل ملائکہ ارواح کواکب کا نام نہیں بلکہ روح یا جان کا لفظ صرف ان کے شدید تعلق کی وجہ سے استعمال کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

مگر اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں کہ ملائکہ بھی امور غیبیہ میں سے ہیں۔ ان کی حقیقت ہم خود اپنی عقل سے نہیں قائم کر سکتے بلکہ شریعت غراء کی تعلیم کردہ حقیقت پر اکتفا کرنا ہوگا اور بلا شبہ اب کوئی بھی تاویل کی جائے مرزا صاحب نے وہ حقیقت شرعی بدل ڈالی۔ لہٰذا ان کا ایمان ملائکہ پر ہو نہیں سکتا۔ جب تک اس سے صاف الفاظ میں اولاً رجوع کر کے اس شریعت کی پیش کردہ تعریف پر قناعت نہ کریں۔ تفصیل بخوف تطویل نہیں کرتا عدالت ملاحظہ فرمائے۔

.....

جواب ۳۲ ۔

(۱) (تفسیر عزیزی کا حوالہ)

اس میں کہیں ارواح کواکب کو ملائکہ قرار نہیں دیا مطلب بالکل واضح ہے عدالت تو اصل کتاب سے ملاحظہ فرما سکتی ہے نیز ملائکہ کی تفسیر بالکل شریعت کے مطابق ایک دو نہیں متعدد جگہ اسی تفسیر میں موجود ہے اور فلاسفہ وغیرہ کا رد ہی بخوف تطویل عبارات نقل نہیں کرتا ۔

(۲) یواقیت کا حوالہ ج ۲ ص۵۵ واڈیشن ۲ ص۱۴ بحث ۳۹

"ان جميع النجوم الى فقد استحق العزل"

اس میں مختار مدعا علیہ کے مفید مطلب کوئی بات نہیں کیونکہ ملائکہ کا کواکب و نجوم وغیرہ پر مسلط ہونا اور بات ہے اور ارواح کواکب ہونا اور چیز ہے مرزا صاحب تو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب کا نام ملائکہ بناتے ہیں جس کی نفی صاف الفاظ میں اسی صفحہ کے اگلے صفحہ پر موجود ہے ۔ ان آسمانی فرشتوں کی حقیقت وصفات شرعیہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ (قال ای الشیخ رح وهذا بخلاف ارواح الكواكب السماوية فانما تتنزل بالاسماء د البخورات واشباه ذلك) (یواقیت ج ۲ ص۴۵ بحث ۳۹) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی مسلم گواہ مدعا علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ ارواح کواکب سے بالکل خلاف و متضاد حقیقت ہیں کیوں کہ ارواح کواکب اسماء و بخورات قابو آسکتی ہیں اور فرشتے کسی عمل سے قابو میں نہیں آ سکتے الخ ۔ لہذا حضرت شیخ رحمہ اللہ کا دامن قدس مرزا صاحب کی تائید سے پاک ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے ۔

(جواب ۳۳) سر سید کی تفسیر مسلمانوں پر حجت نہیں اور اس قسم کے نیچری اور دہری عقائد کی بنا پر لوگ ان کے اسلام میں شبہ کرتے ہیں مگر چونکہ ہمیں اپنے اکابر سے موثق طور پر معلوم ہوا ہے کہ وہ آخر عمر میں ان تمام بدعقیدگیوں سے تائب ہوئے تھے اس لیے ہم انہیں اسلامی زمرہ میں شامل کرتے ہیں اور اسلامی القابات سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں ۔ مرزا صاحب کی اگر تمام کفریات اور دعوی نبوت سے توبہ ثابت ہو جائے تو انہیں بھی ہم رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے کوئی ذاتی نزاع تو ہے نہیں ۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب کا ایمان اسلامی ملائکہ پر نہیں اور ان کا عقیدہ کفریہ کی ایک بھی نظیر اسلامی لٹریچر میں نہیں ملتی محض مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے ۔

(نزول ملائکہ)

مختار مدعا علیہ نے بلاوجہ اس بحث کو طول دیا اختلاف اس قدر ہے کہ مرزا صاحب نزول جبرئیل اور ملائکہ کے سرے سے منکر ہیں اور صرف اثر اندازی بتاتے ہیں ۔

"نزول کی اصل حقیقت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئے توضیح مرام سیارات کے نفوس نورانیہ کی تاثیرات کا نام نزول ملائکہ ہے۔ توضیح مرام ص۴۲و۴۴ توضیح مرام خورد ص۹۷ ملخصاً نفوس فلکیہ۔ ارواح کواکب ملائکہ ایک ہی ہیں۔ ملخصاً توضیح مرام خورد ص۱۳

عبارات بالا سے واضح ہے کہ ملائکہ کے حقیقی طور پر نزول کے مرزا صاحب صاف منکر ہیں اور انہیں سیارات یا نفوس فلکیہ اور ان کی اثر اندازی کا نام نزول بتلاتے ہیں قرآن واحادیث سے ملائکہ کا نزول حقیقی پایا جاتا ہے نہ صرف اثر اندازی

(۱) فتمثل لها بشرا سويا۔

انسان ہو کر ان کے سامنے آئے۔

(۲) غار حرا میں وحی لے کر اترنا (بخاری شریف)

(۳) جبرئیل علیہ السلام کا کسی انسانی شکل اور دحیہ کلبی صحابی کی صورت میں حقیقۃً نہ اثر اندازی کے طور پر آترنا اور صحابہ کا دیکھنا (بخاری شریف)

(۴) جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ دیکھا (مسلم)

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ کو دیکھا ان کے چھ سو بازو تھے) بخاری ذکر الملائکہ

(۶) نزول کے متعلق تفصیل اور اس کے اقسام کے واسطے مسلم فریقین کے بزرگ علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر مبحث (۳۹) ملاحظہ ہو۔

بہرحال خواہ انسانی شکل میں آئیں یا کسی اور اصلی ہو یا مثالی یہاں صرف بحث اس قدر ہے۔

کہ نزول حقیقی ہے صرف اثر اندازی ارواح کواکب یا نفوس فلکیہ کا نام نہیں۔

مرزا صاحب کے اس ادعاء باطل پر کہ۔

نزول کی اصلی کیفیت صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر۔

مختار مدعا علیہ ایک حوالہ بھی اسلامی لٹریچر سے نہ پیش کر سکا مثالی اور غیر مثالی شکل پر بحث کرتا رہا۔ جو موضوع سے بالکل غیر متعلق ہے تمام اہل اسلام نزول ملائکہ خواہ مثالی شکل ہو یا حقیقی واقعی طور پر مانتے ہیں اور یہی قرآن اور احادیث وکتب عقائد سے ثابت ہے۔

اور مرزا صاحب صرف اثر اندازی مانتے ہیں نہ واقعی نزول پس نزول ملائکہ کا واقعی طور پر انکار کر کے یعنی مرزا نے اپنی کفریات میں ایک اور کفر کا اضافہ کیا۔

(وکتبہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء سابقین پر وحی یا کتب منجانب اللہ نازل ہوئیں وہ قطعی اور یقینی ہیں اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ وحی نبوۃ کا بالاتفاق دروازہ بند ہے لہذا بصورت وحی اگر کسی کو کچھ منکشف ہو وہ الہام ہی ہے اور وحی نبوت کی طرح قطعی نہیں ملاحظہ ہو الیواقیت والجواہر بیان وحی الہام) آگے وحی کے سلسلہ میں اس کی تفصیل آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالے پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اپنی وحی والہام پر جس طرح ایمان رکھتا ہے ویسا ہی ایمان اللہ کی منزلہ پاک کتابوں پر بتائے یا ان میں سے کسی ایک کی بھی توہین کرے یا موہم تنقیص فقرات استعمال کرے اس کا ایمان کسی طرح کتب الٰہیہ پر قابل اعتناء نہیں ہو سکتا گو زبان سے کتنا ہی کہتا رہے۔

مرزا صاحب نے مذکورہ بالا امور کا ارتکاب کیا۔

ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل۔

(۱) جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توراۃ اور انجیل اور قرآن کریم اربعین ۴ ص۱۹

(۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں، حقیقۃ الوحی ص۸۴

(۳) آنچہ من بشنوم ز وحی خدا ۔ بخدا پاک دانمش ز خطاء
ہمچو قرآن منزہ اش دانم ۔ از خطاہا ہمین است ایمانم ۔ درثمین ص۲۸۷

(۴) مرزا صاحب کی عادت بدزبانی اور سخت کلامی کی تھی چنانچہ جب مرزا صاحب سے لوگوں نے اس کی گرفت کی تو جواب یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اولاً یہاں واقعۃً کچھ اس طرز کا ہوا گالی نہیں دوسرے اور اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذارسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن گالیوں سے پُر ہے ازالہ بار پنجم ص۷ یہ وہی مرزا صاحب کی قدیما عادت ہے کہ اپنی تمام غلطیاں قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لگاتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(۵) قرآن پاک کے سوا کسی آسمانی وغیر آسمانی الہامی یا غیر الہامی کتاب کے الفاظ تحدی کے واسطے پیش نہیں کئے گئے یہ صرف قرآن پاک کی اخص الخاص امتیازی شان ہے کہ) ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ ۔ قل لئن اجتمعت الجن و الانس علی ان یأتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا ۔

مگر مرزا صاحب نے اپنا قصیدہ اعجازیہ بطور تحدی اور مقابلہ کے قرآن کی طرح اعجاز قرار دے کر پیش کیا مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر مرزا صاحب اور ان کے مریدین کا ایمان وکتبہ پر نہیں ہو سکتا۔ مفصل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو

مختار مدعا علیہ کی تاویلات

خلاصہ تاویلات:۔

قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

(۱) زنار برکات، چونکہ مجموعہ الہامات میں درج ہے لہذا میرے منہ سے خدا کا منہ مراد ہوگا۔

(۲) اخبار البدر ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء سے ایک تاویل۔

(الجواب)

مجموعہ الہامات میں درج ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام متکلم ضمیریں خدا ہی کی طرف ہوں اسی مجموعہ الہامات سے نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱) نحمدك ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ حقیقۃ الوحی ص۱۰۲ اس ضمیر سے خدا مراد نہیں۔

(۲) یا نبی اللہ کنت لا اعرفك۔ حقیقۃ الوحی ص۱۰۳ یہاں بھی ضمیر متکلم سے خدا مراد نہیں مرزا صاحب خود یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اے خدا کے نبی میں تجھے شناخت نہیں کرتا تھا۔

(۳) رب علمنی ما ھو خیر عندك۔

(۴) ان ربی قوی قدیر۔ ص۱۰۴

(۵) انی صادق انی صادق و شھد اللہ لی۔ ترجمہ مرزا صاحب میں صادق ہوں میں صادق ہوں اور خدا میری گواہی دے گا۔

(۶) انی امرت من الرحمن فاتونی۔ ترجمہ: میں خدا کی طرف سے خلیفہ کیا گیا ہوں پس تم میری طرف آجاؤ ص۱۰۵۔

(۷) انی لاجد ریح یوسف ۔۔۔۔ الخ اور مجھے گم گشتہ یوسف کی خوشبو آتی ہے۔ اگر تم یہ نہ کہو کہ یہ شخص بہک رہا ہے ص۱۰۵ کیا مختار مدعا علیہ ان متکلم کے ضمائر سے بھی خدا مراد لیگا۔ اس لیے کہ یہ مجموعہ الہامات میں درج ہے۔

(مختار مدعا علیہ کا اقرار)

مختار مدعا علیہ اپنی بحث ۱۵ الہ کے ہیڈنگ کے تحت الہام نمبر ۱ میں اصلی واصوم واسھر وانام واجعل لك انوار القدوم واعطیك ما یدوم الخ۔ میں یہ تاویل کر یہ مجموعہ الہام میں سے ہے۔ سب ضمیروں خدا کی طرف ہونا فراموش کر کے تسلیم کر لیا کہ پہلے حصہ میں متکلم ضمیریں ملہم کی طرف اس کی شان کا اظہار کے واسطے ہیں اور دوسرے میں خدا کی طرف۔ لہذا اسی کے اقرار سے یہ تاویل غلط ہوگئی۔ اور ہر معمولی اردو داں بھی اس کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ قرآن شریف، خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ منہ سے مرزا صاحب کا منہ مراد ہے نہ خدا تعالیٰ کا ورنہ اردو عبارت بالکل مختل ہو جائے گی۔ بہر حال یہ تاویل محض لغو اور بے سود بلکہ عجز کا اقرار ہے تاویل ۳۔

(الجواب)

ہمارا اعتراض حقیقۃ الوحی کے الہام پر ہے جو ۱۵/مئی ۱۹۰۷ء کی ہے اور جواب البدر ۱۱/جولائی ۱۹۰۵ء سے عنایت ہو رہا ہے سبحان اللہ۔

(۲۱)

(فبای حدیث بعدہٗ یومنون)

مختار مدعا علیہ نے اس پر طول طویل تقریر کی مگر اصل مدعی واعتراض کو ذکر تک نہ کیا اعتراض صرف آیت سے نہ تھا بلکہ اس کی تفسیر جامع البیان ومدارک سے نقل کی تھی کہ

معہ انّہٗ لاحدیث یساویہ او یدانیہ فلاحدیث احسن بالایمان منہ جامع البیان معہ انہ معجزۃ باھرۃ من بین کتب سماویہ فبای کتاب بعدہٗ یومنون ۝ (مدارک)

یعنی کوئی کتاب کوئی وحی کوئی بات قرآن پاک کے مساوی اور ہم پلہ نہیں نہ کوئی آسمانی کتاب اس جیسی معجزہ ہے بس کسی کتاب پر اس جیسا اس کے بعد ایمان نہیں ہو سکتا۔

اور مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"یہ مجھے میری وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن پر"، ۔

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا ۔ بخدا پاک دانمش ز خطا

ہمچو قرآن منزہ اش دانم ۔ از خطا ہا ہمیں است ایمانم (درثمین)

اس کے بعد جواب میں مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعیہ نے آیت تو پیش کر دی اس کا مطلب نہ سمجھ سکا حالانکہ میں نے اپنا مطلب نہیں بلکہ ائمہ مفسرین کا نقل کیا ہے۔ پھر تو دتراشیدہ اپنی تفسیر اور لاطائل تاویلات کرنا کہ تشبیہ سے یہ مراد ہے منہ سے یہ مطلب ہے وغیرہ محض بے سود اور ناقابل التفات ہیں۔ کیونکہ جب اصل پوائنٹ ہی چھوڑ دیا تو غیر متعلق امور کا جواب ہم سے متعلق نہیں۔ ہم نے تبرعاً جواب دیا ہے ورنہ ہماری طرف سے غیر متعلق کہنا کافی تھا۔

جواب تو یہ ہوتا کہ مرزا صاحب جیسی توہین آمیز عبارت کسی مسلمان کے کلام سے پیش کرتے صرف اپنی طرف سے اس واضح عبارت میں تاویلات پیش کرنا محض بے سود ہے جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کے بالکل موافق ہے اُس کا کوئی کلمہ بھی قرآنی تعلیم کے معارض نہیں محض غلط بلکہ بالکل قرآن کے خلاف ہے جب کہ اوپر نمونہ گزر چکا۔

جیساکہ مختار مدعا علیہ کو یہ مسلم ہے۔کہ
(۱) مرزا صاحب نے قصیدہ اعجازیہ کو بطور تحدی پیش کیا۔
(۲) اور خطبہ الہامیہ کے ٹائٹل پر لفظ آیۃ لکھا اور یہ بھی کہ اس کے مثل کوئی نہیں لا سکتا۔
(۳) اس خطبہ الہامیہ پر ہے و ما کان لبشر ان ینطق بمثلی .... الخ میری طرح کوئی بشر نہیں کہ یوں قلم برداشتہ عبارت لکھ سکے ۔ پھر قرآن کے مقابلہ میں کونسی کسر اٹھا رکھی کوئی آسمانی کتاب یوں مقابلہ کے چیلنج سے پیش نہ کی گئی خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ افصح العرب تھے اور خود فرماتے ہیں۔ انا افصح العرب و العجم و لا فخر ۔ کبھی اپنا کلام یوں مقابلہ کے واسطے پیش نہ کیا یہ صرف حضرت آدم ؑ سے قیامت تک قرآن ہی کی خصوصیت تھی مگر مرزا صاحب نے اسے خاک میں ملا دیا مسلمان تو اسے توہین ہی سمجھتے ہیں ہاں مختار مدعا علیہ کو توہین سمجھ میں نہیں آسکتی وہ معذور ہیں

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ)

مسئلہ واضح ہے جواب کی حاجت ہی نہ تھی مگر تبرعاً تاویلات کا خلاصہ پیش کرتا ہوں تاکہ اُن کی حقیقت معلوم ہو جائے۔
(۱) اور جب آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ کو عربی انشاء پردازی کا معجزہ جس میں آپ تمام دنیا کے آدمیوں پر غالب رہے اور عرب و عجم میں کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر سکا اس لیے عطا ہوا تھا الخ

(الجواب)

یہ بات کہ ان کو عربی انشاء پردازی کا معجزہ عطا ہوا تھا اور عرب و عجم میں کوئی آپ کو مقابلہ نہ کر سکا نہایت مضحکہ خیز ہے قصیدہ اعجازیہ کی صرفی نحوی معانی کی غلطیاں علما نے شائع کر دی ہیں جن کو مبتدی طالب علم بھی نہیں کر سکتا قصیدہ اعجازیہ کا صرف ایک شعر بحوالہ سابق ملاحظہ عدالت کے واسطے پیش ہے۔

واما حسین فاذکروا دشت کربلا - الی ھذا الایام تبکون فانظروا -(قابل ملاحظہ ہے)

باقی یہ تاویل کہ قرآن کے حقائق ظاہر کرنے کو یہ معجزہ ملا تھا محض لغو ہے۔ قرآن پاک کی ہمسری کسی لحاظ سے ہو توہین کلام الٰہی ہے اور قرآن کے حقائق وغیرہ کا حیلہ محض مغالطہ ہے۔

(تاویل ۲) اس سے اب تک لازم آتا بالکل باطل قطعاً ناقابل التفات ہے۔ الخ

(الجواب)

جب کوئی مدلل جواب سے عاجز آجاتا ہے۔ تو یہی کہا کرتا ہے کہ بالکل باطل قطعاً ناقابل التفات ہے اس کا

ہمیں کوئی شکوہ نہیں۔

(تاویل ۳) اگر اس سے قرآن کی توہین ہے تو قرآن کو بھی توہین کا مرتکب ماننا پڑے گا الخ

(الجواب)

(۱) یہ وہی بات ہے کہ مرزا صاحب نے کلام کا اعتراض قرآن پاک پر دہرا دیا۔

(۲) اعتراض صرف لفظ آیت پر نہیں، بلکہ اس پر ہے کہ کوئی اس جیسا لا نہیں سکتا۔

(تاویل ۴) ر الھدی وجبة النور ۔ وغیرہ سے تاویلات۔

(الجواب)

اپنی بلاغت قرآن کے بعد یا قبل جو کچھ انہیں تحدی اور مقابلہ میں اپنا کلام قرآن کی طرح پیش کر کے قرآن پاک کی خصوصیت پر جو جوند ہے اس کا جواب نہیں ہو سکتا۔

(۴)

قرآن گالیوں سے پُر ہے

مختار مدعا علیہ اپنی عادت کے مطابق اعتراض اور استدلال کا خلاصہ قطع و برید کر کے نقل کرتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کے ذمہ لگاتا ہے۔

یہاں اس فقرہ مذکورہ بالا پر اعتراض نہیں، بلکہ اعتراض یہ ہے، کہ مرزا صاحب کی سخت کلامی جس کا نمونہ اوپر پیش کر چکا ہوں۔ اور آگے آئے گا۔ جب اعتراض کیا گیا، تو فوراً اسے بیان واقعہ کہہ کے قرآن پاک کے ذمہ لگا دیا۔ کہ اگر یہ گالیاں جو بیان واقعہ ہیں گالیاں ٹھہریں۔ تو قرآن پاک کو گالیوں سے پر ماننا پڑے گا۔

پس اعتراض صرف اس قدر ہے، کہ مرزا صاحب کی فحش کلامی اور بدزبانی جیا سوز کلمات کو اگر سب وشتم کو گالی کہا جائے۔ تو بقول مرزا صاحب قرآن پاک کو گالیوں سے پر ماننا پڑے گا۔ یہ مقابلہ قرآن سے اپنی سخت کلامی کا ان دلائل اور دیگر حوالجات سے جو اوپر پیش ہو چکے۔ مرزا صاحب کے ایمان با لقرآن کو خطرہ میں ڈالتے ہیں۔ اور ان امور کے بعد ایمان بکتبہ کا دعوٰی محض زبانی اور غلط ہے۔ عبارت کاٹ کے نہیں پیش کی کہ تاویل کافی ہو جائے۔ نہ اتنے فقرہ پر صرف اعتراض ہے۔ کہ قرآن گالیوں سے پُر ہے۔ یہ تو مختار مدعا علیہ کی تصنیف ہے۔ ہمارا اعتراض تو پورے مضمون اور اپنی سخت کلامی کا قرآن پاک کے پاکیزہ طرز خطاب پر قیاس کرنے کا ہے جس کے جواب کی طرف مختار مدعا علیہ نے اشارہ تک نہ کیا۔ غیر متعلق باتیں اور زبیر کلامی کر کے صفحہ سیاہ کر ڈالا اور یہ اعتراضی پوائنٹ لاجواب کا لاجواب ہی رہا۔

باقی مرزا صاحب کا کشتی نوح اور مواہب الرحمٰن وغیرہ میں قرآن کے محامد بیان کرنا جواب کے لیے کافی نہیں

جب کہ صریح توہین لاجواب اوپر پیش ہو چکی ۔ اور مرزا صاحب کی چونکہ عادت ہی متعارض بولنے کی تھی ۔ اس لیے ان کا ایک کلام دوسرے کی شرح کیا بن سکیگا ۔ جیسا کہ اوپر مفصل عرض کر چکا ہوں ۔ بہر حال مرزا صاحب کا ایمان بلحیثہ اسلامی اصول پر ثابت نہ ہو سکا ۔

(نوٹ) مختار مدعا علیہ نے مضمون خبط کر کے اور مغالطہ کے واسطے سلسلہ توہین کے دو نمبر (۵) بشارۃ اسمہ احمد اور (۶) حدیث کی توہین بے ربط توہین کے سلسلہ سے لیکر یہاں ایمان مفصل کے سلسلہ میں چھوڑ دیا ہے ۔ اور پھر اس کے بعد ودسلہ شروع کیا ۔ میں یہ نمبر ۵) و (۶) اسی توہین کے سلسلہ میں ذکر کروں گا تاکہ یہ مضمون بے ربط نہ ہو جائے اور ایمان مفصل کے دکتبہ ۔ کے جواب کو ختم کر کے ورُسلہ شروع کرتا ہوں ۔

(وَ رُسُلِہٖ)

مختار مدعا علیہ نے ہماری پیش کردہ ایک دلیل کا بھی جواب نہ دیا بلکہ ذکر تک نہ کیا ۔ اور صرف اس کہنے پر اکتفاء کیا ۔ کہ مرزا صاحب اور آپ کے تمام پیرو ۔ اللہ تعالےٰ کے تمام بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں ۔ اور اس زبانی اقرار کی تائید حقیقۃ الوحی ازالۂ اوہام چشمہ معرفت سے پیش کی کہ وہاں رسول بھیجنے یا ان پر ایمان لانے یا دیگر ایمانیات کا ذکر ہے ۔ حالانکہ اعتراض یہ تھا کہ جو شخص انبیاء کرام اور اللہ تعالےٰ کے رسولوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ؎

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفان نہ کمترم ز کسے

آنچہ داد است ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام

زندہ شد ہر نبی بآمدنم — ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

روضہ آدم کہ تھا نا مکمل اب تک — میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ وبار

آدم نیز احمد مختار — در برم جامۂ ہمہ ابرار

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا — منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

ہیں کبھی آدم کبھی موسےٰ کبھی یعقوب ہوں — نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسےٰ کجا است تا بنہد پا بہ منبرم

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں ۔

تو وہ گو زبان سے ایمان بالرسل کا قائل ہو مگر اس کا ایمان اللہ کے رسولوں پر نہیں ہو سکتا ۔

مختار مدعا علیہ نے بھی اسے لاجواب سمجھ کر یہاں نظر انداز کر دیا کیونکہ مرزا صاحب کے ان کفریات اور

دعا دی کے بعد ان کا ایمان بالرسل ثابت کرنا واقعی محال ہے ورنہ کچھ اشارہ کنایہ حوالہ تو ہوتا۔ فللہ الحمد۔

(والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ)

مرزا صاحب نے بھی ازالہ اوہام میں یہ دونوں نمبر اپنے ایمانیات کی فہرست سے خارج کر دیئے پس ان کے کسی امتی سے ان کے متعلق لب کشائی کی کیا توقع تھی بہرحال اس سلسلہ کے تمام حوالے واعتراضات بھی لاجواب رہے۔

(والبعث بعد الموت)

اس سلسلہ میں جو پیش کیا تھا اس کا جواب کیا بن پڑتا اس کا نام تک نہ لیا گویا بحث میں اس کا ذکر بھی نہ تھا اور دراصل مرزا صاحب کے متبعین اس عقیدہ کے اثبات میں سخت عاجز ہیں کیونکہ ایک طرف مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مرتے والا فوراً جنت یا دوزخ میں پہونچ جاتا ہے اب اگر قیامت میں نفخ صور کی طلبی پر قبر سے اٹھیں تو جنت اور دوزخ کے بعد دخول خروج ماننا پڑے گا جو جائز نہیں لہذا قبر سے مردے نہ اٹھینگے بلکہ ترقی مدارج ہوگی ملخص ازالہ اوہام از ص ۱۴۴ تا ۱۴۸

دوسری طرف نص قطعی قرآن حکیم میں موجود ہے کہ مردے قبروں سے قیامت میں اٹھینگے۔

(۱) ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (سورۃ یٰس)

(۲) وان اللہ یبعث من فی القبور۔ (حج پ۱۷)

(۳) اذا القبور بعثرت۔

(۴) الا یظن اولئک انھم مبعوثون لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العلمین۔

(۵) منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ۔

مسلمانوں کا عقیدہ کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے نکل کر حساب کتاب کے لیے میدان محشر میں جمع ہوں گے

ونفخ فی الصور فاذا ھم ----- ینسلون (سورۃ یٰس) قال من یحی العظام ---- نا ---- خلق علیم (یٰس) کما بدأنا اول ---- کنا فاعلین۔ کذلک یحی اللہ الموتیٰ ان اللہ یبعث من فی القبور۔ منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ۔ افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور اذا القبور بعثرت علمت نفس ما قدمت واخرت یقولون ءانا لمردودون فی الحافرۃ ءاذا کنا عظاما نخرۃ یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا ونفخ فی الصور... لرب العلمین سے صاف ثابت ہے کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ نیز۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ...... وادخلی جنتی۔ ونفخ فی الصور فصعق من فی السموٰت والارض .... فادخلوھا خالدین ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید....

۔۔۔۔۔۔ ذلک یوم الخلود ۔

نوٹ

مشکواۃ شریف ص۴۸۷ ص۴۸۲ ص۴۸۲ پر مصرح احادیث صحیحہ لوگوں کے قبروں سے نکلکر محشر میں جمع ہونے وغیرہ کی مفصل موجود ہیں بخوف طوالت ترک کی جاتی ہیں ۔

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد جنت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ رہینگے وما ہم منہا بمخرجین اس موقع پر ہے ورنہ حضرت آدم و حوا جنت سے کیسے نکالے گئے
ہاں قیامت سے پہلے دخول روحی تھا اب جسمی ہو گا ۔

لہذا مرزا صاحب کا ایمان کسی تاویل سے بعث بعد الموت پر نہیں ہو سکتا اور مختار مدعا علیہ کے سکوت نے اسے اور بھی مضبوط کر دیا ۔ پس اٰمنت باللّٰہ و ملٰئکتہ و کتبہ ۔ کے جواب نہ بن سکتے اور و رسلہ کے جواب ناکافی اور والیوم الاخر والقدر خیرہ و شرہ من اللّٰہ والبعث بعد الموت
کے تذکرہ تک نہ کرنے سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جس طرح مرزا صاحب کا ایمان کلمۂ توحید اور ایمان مجمل پر نہیں اس طرح مرزا صاحب اور اُن کے ماننے والوں کا ایمان مفصل اور اس کے کسی جزء پر نہیں اور جب تک ہمارے پیش کردہ عقائد سے صاف لفظوں میں رجوع نہ کریں قیامت تک ایمانیات کے کسی شعبہ کسی جزء پر ایمان نہیں ہو سکتا ۔

استدعاء

یہ وہ حوالجات تھے جو جرح میں گواہان مدعا علیہ کو بھی مسلم ہیں بس میں عدالت عالیہ کی توجہ اس بات کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ علمی مباحث تو آگے آئینگے فیصلہ کے واسطے یہی حصہ کافی و وافی ہے ۔

کیونکہ مدعا علیہ کو اپنے احمدی ہونے کا اقرار ہے گواہ ۲ نے یکم مارچ کی جرح میں احمدی اور قادیانی اور مرزائی ایک ہی تسلیم کیا ہے ۔

لہذا تنقیح ۱ کے پہلا حصہ کہ کیا مدعا علیہ نے مذہب قادیانی یا مرزائی اختیار کیا ہے بلا شبہ ثابت ہو گیا ۔

تنقیح ۱ کے دوسرے حصہ کہ اس سے ارتداد لازم آتا ہے
اس کے اثبات کے واسطے یہ کافی سے زائد ہے کہ مرزائیت اختیار کرنے سے نہ لا الٰہ الا اللّٰہ پر ایمان قائم رہے نہ محمد رسول پر نہ ایمان مجمل آمنت باللّٰہ کما ھو باسمآئہ و صفاتہ و قبلت جمیع احکامہ پر نہ ایمان مفصل اٰمنت باللّٰہ و ملٰئکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ و شرہ

من اللہ تعالیٰ و البعث بعد الموت پر۔

یہ ایمان کی بنیادیں اور اصول تھے اس کے بعد ایمان کیا چیز ہے پس مرزا صاحب کی اتباع اور کفر وارتداد لازم و ملزوم ہیں پس تنقیح ۲ کا دوسرا حصہ بھی ثابت ہو گیا۔

باقی ارتداد سے فسخ نکاح ہوتا جو دوسری تنقیح ہے وہ ہر دو گواہوں کو مسلّم ہے کہ عام حکم اور تعامل فسخ نکاح کا ہے جیسا کہ گذر چکا پس اس صورت میں ڈگری بحق مدعیہ ہوتی چاہئیے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(ایمان مجمل و مفصل کی بحث ختم ہو گئی۔

وجوہات تکفیر و ترتیب شہادت

(۱)

دعویٰ وحی نبوت

بحث متعلقہ وحی

مختار مدعا علیہ کی تمہیدی تقریر

"اس موضوع پر بحث کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ گواہان مدعیہ نے مطلق ادعائے وحی کو کفر قرار دیا ہے چنانچہ گواہ ۳ نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ ادعاء وحی کفر ہے اگر چہ مدعی نبوت نہ ہو اور اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے خواہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو تب بھی کافر ہے اور بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے اور غیروں کے لیے کشف یا الہام یا وحی لغوی ہو سکتی ہے اور وحی کی تعریف کی ہے کہ فرشتہ بھیجا جاوے۔ فلاں سے جا کر یہ کہدو اور اپنی تائید میں شرح شفاء کا حوالہ بھی پیش کیا ہے لیکن باوجود اس کے مختار مدعیہ نے صرف وحی رسالت کو بند قرار دیا ہے گو گواہ ۳ کا بیان مختار مدعیہ کے اس دعویٰ کو باطل ثابت کرتا ہے۔

نیز گواہ ۱ نے ۲۱/ اگست کو بجواب جرح تسلیم کیا ہے کہ آیت ما کان لبشر میں جو طرق وحی بیان کئے گئے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں اور گواہ ۲ الف و ب نے مطلق وحی کے بقاء سے یہ کہکر انکار کیا ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ نبوت اور وحی لازمی ہے اگر دوسری وحی آسکتی ہے تو ممکن ہو جائے گا کہ قرآن شریف کا کون سا حکم منسوخ ہو جائے،،

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ محض مغالطہ و فریب ہے اس نے اپنی شہادت میں لکھوایا تھا کہ "فریق دوم نے لکھوایا کہ ادعاء وحی کفر ہے آخری بحث میں میں نے اُس کی یہ کذب بیانی بے نقاب کی اور گواہ ۳ کی اصلی عبارت نقل کر دی کہ وُہ لکھوا رہے ہیں کہ " ایسے ہی ادعاء نبوت اور ادعاء وحی نبوت بھی کفر ہے، کتنی واضح عبارت میں وحی نبوت کی تصریح فرما رہے ہیں مگر مختار مدعا علیہ کو مطلق وحی نظر آتی ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔

اب جوابی بحث کے اس ابتدائی مذکورہ بالا حصہ میں مندرجہ ذیل الہامات پیش کئے ہیں اور اپنی مغالطہ دہی کا پُورا پُورا ثبوت بہم پہونچایا ہے۔ میں عدالت کی سہولت کے لیے ایک کالم میں اس کا بہتان اور دوسرے میں

اصل حقیقت پیش کرتا ہوں

بہتان	اصل حقیقت
(۱) چنانچہ گواہ ۳ نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ ادعاء وحی کفر ہے اگرچہ مدعی نبوۃ نہ ہو۔	محض بہتان ہے اصل عبارت یوں ہے "ادعاء وحی کفر ہے یعنے اگر کوئی شخص کہے کہ نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے مجھ پر وحی ہوتی ہے اور وُہ قرآن کی طرح ہے تو وہ کافر ہے،، ملاحظہ فرما دیں کہ گواہ ۳ نے کس صفائی سے خود ہی معنی کر کے تفسیر کر دی کہ ادعاء اس وحی کا کفر ہے جو قرآن کی طرح (یعنے وحی نبوۃ) ہو اس نے کہیں مطلق وحی نہیں کہا نہ مطلق وحی کا لفظ ہے بلکہ قرآن پاک جو مسلمہ قریقین وحی نبوت ہے اُس کی طرح جو اپنی وحی کا دعوٰے کرے وُہ کافر۔ پس گواہ ۳ پر یہ بہتان ہے کہ اس نے مطلق وحی کے دعوٰی کو کفر بتایا بلکہ وحی نبوۃ و رسالت کو کفر بتایا ہے جو قرآن کی طرح ہو لہذا مختار مدعا علیہ کے دعوے سے سر مو خلاف نہیں
(۲) اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعوٰے کرے خواہ نبوۃ کا مدعی نہ بھی ہو تب بھی کافر ہے	محض افترا ہے یہ عبارت بھی پہلی عبارت سے متصل ہے اور مطلق کا لفظ ہرگز وہاں مذکور نہیں مختار مدعا علیہ کی تصنیف اور اس کا مغالطہ ہے اسی وحی نبوۃ کو جو قرآن کی طرح سمجھی جائے گواہ ۳ بیان کر رہے ہیں نہ وہاں لفظ مطلق وحی ہے نہ خواہ نبوت کا دعوٰے نہ ہو اصل عبارت یہ ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر وحی ہوتی ہے اور وہ وحی قرآن کی طرح (یعنے وحی نبوۃ و رسالت ہے) تو وہ کافر ہے اس کے کفر کے اثبات کے لیے تمام مذکورہ عبارات کافی ہیں کیونکہ وحی (یعنے مذکورہ بالا) لازم نبوۃ ہے جو شخص اس (وحی نبوۃ مذکورہ) کا مدعی ہو

بہتان	اصل حقیقت
	اگرچہ بظاہر نبوۃ کا مدعی نہیں مگر فی الحقیقۃ مدعی نبوۃ ہے (کیونکہ وحی نبوۃ کا دعوےٰ درپردہ نبوت کا دعوےٰ ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ مختار مدعا علیہ نے گواہ ۲ کا بیان اپنے لفظوں میں نقل کرکے اُس پر افتراء کیا ورنہ وُہ دراصل دعوےٰ وحی نبوۃ کی تکفیر کو کہہ رہے ہیں نہ مجازی و لغوی کیونکہ اس وحی نبوۃ کو پیغمبروں کے ساتھ مخصوص کرکے لکھتے ہیں کہ ودیعہ دل کے بیسے کشف والہام یا وحی لغوی ہوسکتی ہے" جب وحی لغوی کی غیروں کے واسطے صراحت فرماتے ہیں تو مطلق وحی کا دعوےٰ کفر کیونکہ لکھ سکتے ہیں۔
(۳) گواہ ۲ نے ۱۲/اگست کو بجواب جرح تسلیم کیا ہے آیت ما کان لبشرٍ میں جو طرق وحی بیان کیے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں۔	بالکل صحیح ہے یہاں یہ آیت انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے اور اس آیت میں جو طرق مذکور ہیں وُہ اس کے شان نزول کے لحاظ سے وحی نبوت اور رسالت کے ہیں اور وحی نبوۃ کا تیرہ سو سال سے بند ہونا اور اس پر مُہر لگ جانا تو مرزا صاحب کو بھی مسلّم ہے ان اقسام کی تخصیص بالا نبیاء اور وحی رسالۃ و نبوۃ مراد ہونے کی دلیل درکار ہو تو بخاری شریف کی پہلی حدیث معہ شرح حافظ بدر الدین عینی ملاحظہ فرماویں۔ فی الاصطلاح الشرع ہو کلام اللہ الی قولہ کما اوحیٰ ربک الی النحل
(۴) گواہ ۲ الف و نمبر ب نے مطلق وحی کے بقاء سے یہ کہہ کر انکار کیا ہے کہ وحی نہیں ہوسکتی کیونکہ نبوۃ و وحی لازمی چیز ہے الخ	محض دروغ بے فروغ ہے اس کا روشہادت مسل پر موجود ہے عدالت خود ملاحظہ فرما دے کہیں "مطلق وحی" کا لفظ نہیں بلکہ وحی نبوۃ کے متعلق حکم دے رہے ہیں لازم نبوۃ وحی نبوۃ ہوتی ہے نہ مطلق وحی ورنہ واوحیٰ ربک الی النحل شہد کی مکھی کو بھی وحی ہوئی ہے وُہ نبی نہیں ہوگی نہ وُہ وحی نبوۃ ہے گواہ ۲ الف نے تو اپنے بیان میں مرزا صاحب کے مدعی وحی نبوۃ ہونے پر بہت سے دلائل و قرائن نقل کئے ہیں علی ہذا گواہ ۲ ب نے گواہ ۲ کے یہ الفاظ ہیں "ایسے ہی ادعاء نبوۃ اور ادعاء وحی نبوۃ بھی کفر ہے" بہرحال بوضاحت ثابت ہوگیا کہ یہ محض مختار مدعا علیہ کا مغالطہ تھا ورنہ گواہان مدعیہ نے بھی وہی بیان دیا ہے جو مختار مدعا علیہ نے بحث میں کہا کہ دعوےٰ وحی نبوۃ و رسالت کفر ہے۔ مرزا صاحب اور ان کے متبعین اگر مغالطہ نہ دیں اصل بات یہ ہے کہ میری تمہید جو میں نے اس ہیڈنگ کے تحت مسئلہ کو تنقیح کرنے کیلیے پیش

بہتان	اصل حقیقت
	کی تھی وُہ چونکہ لاجواب تھی اس لیے اس اضطرابی اور بہتان طرازی کا ثبوت دیا گیا ملاحظہ عدالت کے واسطے بلفظہ پیش کرتا ہوں ۔

تنقیح مبحث

کشف و الہام ۔ وحی تین علیحدہ علیحدہ امور ہیں جن کی تفصیل گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ سوم حضرت سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں مفصل درج ہے پھر ہر ایک کے لغوی و اصطلاحی حقیقی و مجازی معنے ہیں شہد کی مکھی کو بھی لغوی و مجازی وحی کی گئی ہے قال اللہ تعالیٰ و اوحی ربك الی النحل ۔۔۔۔ الخ کہ تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی بھیجی ۔۔ مگر حضور والا واقف ہیں کہ اس بحث میں شہد کی مکھی والی وحی یا اس قسم کے دیگر لغوی و مجازی اقسام وحی اور مجازی محاورات زیر بحث نہیں ۔ بلکہ گفتگو صرف اس میں ہے کہ وحی نبوۃ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسدود ہے اور اس کا مدعی کافر ہے ملاحظہ ہو بیان گواہان مدعیہ خصوصاً بیان گواہ ۱ یہاں اس کا یہ دعویٰ ہے کہ ایسے ہی ادعاء نبوۃ اور ادعاء وحی نبوۃ بھی کفر ہے بڑی تفصیل سے مدلل کیا گیا ہے

پس تنقیح نمبر ایک یہ ہوئی کہ مطلق وحی کی بحث نہیں بلکہ دعوائے وحی نبوۃ کفر ہے ۔

تنقیح نمبر دو ۔ جو وحی انبیاء کرام پر جس خصوصی پیرایہ میں اترتی ہے وُہ وحی نبوۃ کہلاتی ہے وہ کسی اور پر نہیں اتر سکتی ۔

بجائے اس کے کہ اس تنقیح کے اقسام بیان کر کے اسے طول دوں یہ زیادہ مسلم ہے کہ مرزا صاحب کی عبارت وحی نبوۃ کی مراد اور اس کی تنقیح میں پیش کر دوں تا کہ اُن حضرات پر بھی حجت ہو سکے جن پر سوائے مرزا صاحب اور ان کے دونوں خلفاء کے مطلق نہ قرآن حجت ہے نہ حدیث نہ کلام نہ فقہ نہ تفسیر نہ اللہ کا کلام اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہ صحابہ کے فیصلے نہ بزرگان دین کے اقوال نہ ائمہ دین کے استنباط، بلکہ مرزا صاحب کی بات بنانے کے لیے سب کی تاویل کر لیتے ہیں اور سب پر اتہام لگانے میں تامل نہیں کرتے ۔

(مرزا غلام احمد صاحب کے نزدیک وحی نبوۃ کے معنے)

(۱) "کیونکہ جس میں شان نبوۃ پاتے ہیں اس کی وحی بلا شبہ وحی نبوت ہے" ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ مسلم گواہ ۱ و ۲ جرح ۳ مارچ ۱۹۳۳ء

"نبی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی" سراج منیر صفحہ ۲

(۲) وحی رسالۃ وُہ ہے جو بتوسط جبرئیل ۔ ازالہ اوہام صفحہ ۲۱ بیان گواہ مدعیہ نمبر دو

(۳) ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوت ورسالۃ ہے جو بند ہے (ازالہ ص۲۳۵ گ مدعیہ نمبر دو)
تنقیح سوئم جو وحی بندوں پر حجت ہو اور اس کی اتباع لازم ہو وہ تشریعی کہلاتی ہے یا جس میں نیا حکم ہو ملاحظہ
ہو جرح گواہ نمبر۱ ۷/ مارچ ۱۹۳۲ء
جس میں نئے احکام ہوں وہ تشریعی ہے۔
ہر نبی تشریعی ہوتا ہے اور اس کی وحی خواہ پرانی وحی کیوں نہ ہو تشریعی اور لوگوں پر حجۃ ہوتی ہے نیز کوئی نہ کوئی
نیا حکم اس میں مستقلہ ضرور ہوتا ہے خواہ صرف اپنی نبوت کے اعلان ہی کا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ نمبر۱ ۷/ مارچ ۳۲ء
نیز ملاحظہ ہو ازالہ اوہام ص۲۳۵ تھوڑا بہت نازل ہوتا برابر ہے تفصیل کے لیے بیان گواہ مدعیہ نمبر۲ ملاحظہ ہو،
مرزا صاحب کی عبارت اور تنقیح نمبر سوئم کی رو سے وحی نبوۃ کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

(۶) (الف) جس میں شان نبوت ہو یا نبی ہو اس کی وحی وحی نبوۃ ہے۔
(ب) بتوسط جبرئیل ہو خواہ ایک ہی فقرہ وحی نبوۃ ہے۔
(ج) جو بندوں پر حجۃ ہو۔ ایضاً
(د) جس کی اتباع لازم ہو "
(ہ) جس میں نیا حکم ہو۔ "
(و) صرف اپنی نبوۃ کے اعلان ہی کا حکم ہو وہ بھی وحی نبوۃ بلکہ تشریعی ہے۔
یہ (۶) چھ صورتیں وحی نبوت ورسالۃ کی ہوئیں۔

(اقراری ڈگری)

ہمارے مدعا کا جہاں تک تعلق ہے وہ نہ صرف مرزا صاحب کی امت کو بلکہ ان کے خود ساختہ صاحب نبی کو بھی مسلم ہے
کیونکہ ہمارا دعویٰ انسداد وحی نبوت ورسالۃ ہے اور وحی نبوت ورسالۃ کا انسداد مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ملاحظہ
ہوں حوالجات مندرجہ ذیل۔

(۱) لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی۔ (ازالہ اوہام ص۲۲۱)
(۲) حالانکہ وحی نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ (حمامۃ البشریٰ ص۳۴)

اب اس تسلیم کے بعد کسی جدید استدلال اور بحث کی ضرورت ہی نہ تھی مگر پھر بھی عوام کو مغالطہ سے بچانے کے
واسطے اصل بحث میں میں نے تمام پیش کردہ آیات واحادیث واقوال کا مدلل جواب دیتے ہوئے ان کی خیانت
اور قطع وبرید بے نقاب کر دی تھی۔ اب جواب بحث میں بجائے ان کا کوئی معقول جواب دیتے کے انہیں

فرسودہ دلائل کا مکرر اعادہ کیا گیا ہے اور کہیں کہیں شرمناک خیانتیں اور تحریف ہے اس لیے پھر مفصل جواب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ورنہ ضرورت ہی نہ تھی۔ یہاں تک میرے دعویٰ کا تعلق ہے مدعا علیہ اور اس کے نبی اور گواہوں کو مسلم ہے

مختار مدعا علیہ نے مندرجہ ذیل ہیڈنگ قائم کیئے ہیں

(۱) کیا وحی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۲) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشریعی مسدود ہے۔

(۳) کیا قرآن مجید سے بقاء وحی پر کوئی دلیل نہیں۔

(۴) کیا احادیث سے بقاء وحی غیر تشریعی پر کوئی دلیل نہیں۔

(۵) کیا بقاء وحی غیر تشریعی عقیدہ سلف صالح کے خلاف ہے۔

(۶) کیا مسیح موعود کے نزدیک ہر قسم کی وحی بند ہے۔

(۷) کیا مسیح موعود اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر قرار دیتے ہیں۔

(۱)

وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں۔

اس سلسلہ میں بظاہر سات بے ربط و غیر متعلق آیات معانی اور مطالب بگاڑ کر تحریف معنوی کے ساتھ پیش کی گئی ہیں مگر دراصل پانچ جن کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ یہ تمام آیات وحی لغوی یا الہام کے متعلق ہیں اور ہماری گفتگو وحی نبوۃ و وحی رسالت میں ہے اس کی تخصیص کا دعویٰ ہے جو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے مطلق وحی کی تخصیص کا نہ ہمارا دعویٰ ہے نہ ہم اس کے جواب کے مکلف ہیں۔

تبرعاً تفصیلی جواب بھی پیش کرتا ہوں

آیۃ اول ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا ------ الخ خلاصہ استدلال مدعا علیہ۔ بشر نبی اور غیر نبی کو عام ہے۔ لہذا وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔

یہ بعینہ شہادت والا استدلال مکرر دہرایا ہے جس کا جواب مکمل اور مدلل و مفصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں خدا کے انسان سے ہم کلام ہونے کے اقسام بیان کیے گئے ہیں وحی نبوت کا انبیاء سے مخصوص ہونے کا ذکر تک نہیں اور اگر اس سے خارجی دلائل اور شان نزول کی روشنی میں وحی نبوۃ مراد ہو تو بشر سے نبی مراد ہوگا۔ جیسا کہ اس کے شان نزول سے ظاہر ہے اور نبی بھی بشر ہوتا ہے صرف وحی الٰہی نبی کو عام بشر کے افراد سے ممتاز کرتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ ---- الخ

مختار مدعا علیہ کا جواب یہ کہ

در لیکن مختار مدعیہ نے اس آیت میں بشر سے نبی مراد لیا ہے حالانکہ اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بشر کو انبیاء کے ساتھ مخصوص کرے۔

بالکل قابل التفات نہیں کیونکہ جواب کی شق اول تو بہر حال مسلم رہی اور اس آیت کا غیر متعلق ہونا ثابت ہو گیا بشر کی تخصیص نبی کے ساتھ شق ثانی پر ہے جب کہ وحی سے مراد وحی نبوۃ ہو۔ پس جس طرح وحی نبوت کی تخصیص بلحاظ شان نزول ہو گی یوں ہی بشر سے نبی کی تعیین شان نزول سے ہے نہ کہ ظاہری الفاظ سے۔ ہاں جب کہ مختار مدعا علیہ وحی عام مراد لیتا ہے نہ کہ وحی نبوۃ اور بحث وحی نبوۃ میں تھی نہ کہ الہام اور وحی مجازی ولغوی میں پس اس آیت کا غیر متعلق و بے ربط ہونا گویا اُسے بھی مسلم ہے اور محض بحث کو طول دینے کے واسطے اسے پیش کیا ہے ورنہ اس کا شافی اور اکمل جواب ابتدائی بحث میں گزر چکا ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۴۱۶ و ۷۰ ا ھ سے مختار مدعا علیہ کا یہ نقل کرنا کہ

ان تمام طرق سے اولیاء امت کو بھی وحی ہوتی ہے اور نبی وولی کی وحی میں فرق ہے ہماری تائید کرتا ہے نہ کہ ہمارے خلاف کیونکہ جب یہ وحی اولیاء امت کی وحی کو بھی شامل ہے جو بالاتفاق بمعنے الہام ہے تو لا محالہ اس آیت میں لغوی وحی مراد ہو گی نہ حقیقی اصطلاحی نہ وحی نبوۃ لہذا پھر بھی غیر متعلق اور بے ربط رہی۔ مختار مدعا علیہ نے چونکہ باقرار خود فتوحات کا کل مطالعہ نہیں کیا ہے ورنہ ایسی فاش غلطی نہ کرتا کیونکہ حضرت شیخ نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف الہام باقی ہے اور وحی بالکل مسدود و بند ہے۔

"اعلم انا لنا من اللہ الا لہام لا الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع بموت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

فتوحات مکیہ ج ۳ ص ۳۱۶، ۳۰۳ یعنی جان لو کہ ہمکو اللہ کی جانب سے الہام ہو سکتا ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد یقیناً بلا شبہ منقطع ہو چکا ہے۔

ج ۲ باب ۲۷ ص ۳ پر تصریح فرمادی کہ آثار نبوۃ سے صرف مبشرات یعنی رویا صالحہ باقی ہیں اور سب مسدود و ختم ہو چکے ہیں ان تصریحات کے ہوتے ہوئے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قطع و برید کر کے بگاڑنا صرف مختار مدعا علیہ کا شیوہ ہے جن کا مقصد مغالطہ کے سوا کچھ نہیں۔

دوسری آیت۔

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ الخ

خلاصہ استدلال۔ ام موسیٰ نبی نہ تھیں پھر بھی ایسی شاندار ان پر وحی ہوئی۔

الجواب

یہاں وحی شاندار اور غیر شاندار کا ذکر نہیں بلکہ وحی نبوۃ کے متعلق بحث ہے اور وحی نبوۃ اس میں مراد نہیں جیسا کہ مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے۔ کہ

"گواہ مدعا علیہ کا مقصود اس آیت سے غیر انبیاء پر وحی کا نزول ثابت کرنا ہے۔ نہ وحی نبوت ملخصًا۔

نیز اس آیت میں وحی بمعنے الہام ہے جیسا کہ جامع البیان علے ہامش جلالین ص۲۲۱ پر ہے۔ و اوحینا الھمنا الی ام موسٰی۔ یعنی اوحینا الھمنا کے معنی میں ہے کہ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا یوں ہی جلالین ص۲۶۳ پر تصریح ہے کہ وحی بمعنے الہام ہے۔ پس جب یہاں الہام مراد ہے تو غیر متعلق ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔

تیسری آیت۔

اذکر فی الکتاب مریم الخ

چوتھی آیت۔

واذ قالت الملئکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک الخ

پانچویں آیت۔

واذ قالت الملئکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک الایۃ

خلاصہ استدلال۔ مریم نبی نہیں۔ پھر جبرئیل پیغام الٰہی لائے اور ان پر وحی ہوئی۔

(الجواب)

یہ بعینہ وہی استدلال ہے جو شہادت میں آچکا اور ابتدائے بحث میں اس کا غیر متعلق و بے ربط ہونا پیش کر چکا۔ جس کے لاجوابی کا مختار مدعا علیہ کو بھی اعتراف ہے کیونکہ اس جواب کا ذکر تک نہیں کیا۔ میں مکرر اعادہ کر کے طول دینا نہیں چاہتا۔ عدالت خود ابتدائے بحث سے ملاحظہ فرمالے یہاں صرف اس قدر کافی ہے کہ غیر انبیاء پر ہمیشہ وحی بمعنے الہام ہوتی ہے اور نزول جبرئیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل غیر انبیاء پر بھی ہوا ہے گو بصورت الہام ہے لہذا یہ آیت وحی نبوت کی تخصیص پر دلالت نہیں کرتی۔ اور وحی بمعنے مجازی الہام وغیرہ کی تخصیص بلا انبی کے ہم ہی مدعی نہیں۔ لہذا یہ حوالہ محض بیکار ہے۔

چھٹی آیت۔

وامراتہ قائمۃ فضحکت فبشرناھا باسحٰق الخ

الجواب

یہاں بھی وحی نبوت مراد نہیں بلکہ الہام ہے جیسا کہ تفاسیر میں مصرح ہے اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا جواب الجواب کیا ہو سکتا نام تک نہیں لیا گیا اور اس کی لاجوابی کا زبان حال سے اعتراف ہی کرنا پڑا۔

ساتویں آیت۔

قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب الایۃ

یہاں بھی شہادت کا مکرر استدلال دہرایا ہے میں بھی ابتدائی بحث کے مدلل جواب کی طرف عدالت کی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ جو حضرت ذوالقرنین کو نبی کہتے ہیں ان کے نزدیک تو یہ آیت انبیاء سے مخصوص ہے اور جو انہیں نبی نہیں کہتے ان کے نزدیک یہ الہام ہے جیسا کہ علامہ سیوطی نے کہا ہے لم یکن نبیاً پس انہوں نے یہ تفسیر کی ہے قلنا یا ذا القرنین ۔ بالالہام۔ ہم نے ذوالقرنین سے بذریعہ الہام گفتگو کی جلالین پ۱۶ ص۱۹ نظامی دہلی) لہٰذا یہ الہام ہوا۔ اور گفتگو وحی بلکہ وحی نبوۃ میں ہے اور یہاں وحی نبوۃ کجا مطلق وحی کا بھی لفظ نہیں۔ لہٰذا بالکل غیر متعلق ہے۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ سکندر کے متعلق نبی و غیر نبی کا اختلاف مختار مدعیہ نے ابن جریر کی طرف منسوب کیا محض افتراء اور بہتان ہے۔ میں نے صرف تفاسیر کا ذکر کیا ہے اور مختار مدعا علیہ کے سوال پر تفسیر کبیر کا حوالہ بتایا تھا تفسیر کبیر کا اُسے بھی مسلم ہے۔ جلالین کا حوالہ پیش کر دیا گیا۔

تفسیر ابن جریر کا حوالہ بتایا ہی نہیں گیا۔ جواب بن نہیں پڑتا اس قسم کے لایعنی اور شرمناک بہتان و افتراء سے عہدہ برآری چاہتا ہے۔

نتائج مختار مدعی علیہ کا جواب

قول مختار مدعا علیہ۔ ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) وحی انبیاء علیہم السلام سے مختص نہیں۔

(۲) جن طریقوں سے اللہ تعالےٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ انہیں طریقوں سے غیر انبیاؤں اور اولیاؤں وغیرہ کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے جیسا کہ آیت نمبر ایک سے ظاہر ہے۔

(۳) فرشتوں کا نزول بھی غیر انبیاؤں پر ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ اپنی بات فرشتوں کے ذریعہ سے پہونچاتا ہے جیسا کہ آیت ۴ و ۵ و ۶ سے ظاہر ہے۔

جوابات مرتبہ

جواب ۱۔ بحث وحی نبوۃ میں ہے اس کا غیر انبیاء پر ہونا ثابت نہ ہو سکا۔

(۲) اس آیت میں جب وحی نبوۃ مراد ہے تو انبیاء سے مخصوص ہے اور اولیاء کو وحی بمعنے الہام ہوتی ہے یہ اس آیت کے تحت میں اگر داخل مانی جائے تو یہ ہم کلامی بمعنے وحی عام یعنی لغوی ہوگی۔ جس کی یہاں بحث نہیں۔ یہاں صرف وحی نبوۃ کی تخصیص کا تذکرہ ہے، ورنہ شہد کی مکھی کو بھی وحی ہوتی ہے۔ واوحیٰ ربك الى النحل۔ پس اس معنی سے انبیاء کے ساتھ کون عقل مند تخصیص کر سکتا ہے۔

(۳) یہ پیغام بھی گو بواسطہ ملائکہ ہو۔ مگر الہام ہے جیسا کہ فتوحات میں مصرح ہے کہ الہام بواسطہ ملک بھی ہوتا ہے۔ تفصیل کے واسطے فتوحات سے باب الہام کا بیان ملاحظہ ہو نیز اصل ابتدائی بحث میں۔

(۴) یہ وحی نہیں بلکہ الہام ہے چنانچہ آیت نمبر ۴ و ۷ میں وحی کا لفظ بھی نہیں۔

(۵) یہاں بھی الہام مراد ہے نہ وحی جیسا کہ مفصل اوپر عرض کر چکا ہوں۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشریعی مسدود نہیں ہے

اس سلسلہ میں میں مختار مدعا علیہ نے دلائل انسداد وحی نبوت کے جواب دینے کی لاحاصل سعی کی ہے جس کی حقیقت ابھی ان شاء اللہ آشکار ہو جائیگی۔

قول مختار مدعا علیہ

"گواہان ومختاران مدعیہ نے ایک آیت یا حدیث بھی ایسی پیش نہیں کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی الٰہی بند ہونا ثابت ہوتا ہو الخ،،

معلوم ہوتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے یہ مخصوص الفاظ ہیں جنہیں لامحالہ دہرانا ضروری ہے خواہ موقعہ ہو یا نہ ہو۔ یہی الفاظ تقریباً شہادت میں تھے جن کا مکمل جواب۔

(دلائل انسداد وحی نبوۃ بعد خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

کا ہیڈنگ قائم کر کے دے چکا ہوں تفصیلی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

پھر بھی مختار مدعا علیہ کی طرف سے ثبوت کا مطالبہ ہے کہ ثابت ہوا ہو یا گزارش ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اوسکی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے ایام الصلح ص ۱۴۶ نیز نبی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی۔ سراج منیر ص ۸ نیز وحی نبوت لوازم نبوت سے ہے گ ۳ / ص ۵۳

پس تمام وہ ادلہ جو انقطاع نبوت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یا ختم نبوت پر پیش کیے گئے وہ سب اس مسئلہ پر واضح دلیل ہیں اسی لیے صرف ایک آیت کے اعادہ پر اکتفا کی گئی جس پر مرزا صاحب کے متبعین نے یہ مغالطہ دیا

کہ کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے نہیں نہ کوئی حدیث پس سنئے کہ علاوہ آیات کے خاتم النبیین کے تحت مندرج ہیں

(۱) الذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك ۔

(۲) ولقد اوحی الی ھذا القراٰن لانذرکم بہ ومن بلغ ۔

(۳) تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا ۔

نوٹ (۱) قرآن میں بعد کے تصریح کی ساتھ وحی مطلق کا بھی کہیں ذکر نہیں جرح گ ۲ ص ۳۴)

(۴) ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك ۔

(۵) وکذلك یوحی الیك والی الذین من قبلك ۔

(۶) قولوا امنا باللہ وما انزل الینا ۔۔ تا ۔۔ مسلمون

(۷) المر تر الی الذین یزعمون الی بہ

(۸) وما ارسلنا قبلك من المرسلین ۔

اس کا ترجمہ ومطلب واستدلال وغیرہ بیانات گواہان مدعیہ اور بحث مختار مدعیہ سے ملاحظہ ہو پھر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے پیش نہ کی محض مغالطہ ہے اس قدر آیات بینات شاہد ہیں۔ البتہ ہر ہیڈنگ کے نیچے مفصل مکرر نقل نہیں کی گئی اکثر جگہ حوالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

نمونہ ملاحظہ ہو ۔ (احادیث مفصل (۲۵) بلکہ دعویٰ امور حوالہ ۲۰۰ سے زائد کا)

(۱) عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یبقی بعدہٗ من النبوۃ شئی الا المبشرات قالوا یا رسول اللہ فالمبشرات قال الرویا الصالحۃ یراھا المسلم او تری لہٗ (کنز العمال گ ۳ ص ۳۰)

(۲) عن عمر ان اناسا کانوا یواخذون بالوحی فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان الوحی قد انقطع ۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۶۰)

(۳) عن عمر لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارتدت العرب قالوا لا نؤدی زکوٰۃ وقال ابوبکر لو منعونی عقالا لجاھدتھم علیہ وقلت یا خلیفۃ المسلمین ۔۔

- - - - - -

وقال اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام انہ انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی ۔ مشکوٰۃ مناقب ابی بکر ص ۵۴۸ جرح گ ۱ ص ۲۶ ۲ ص ۵۱ ۔

(۴) عن انس بن مالك قال صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد

انقطعت ولا رسول بعدی ولا نبی قال شق ذلك علی الناس وقال ولاکن المبشرات قالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قال رؤیا الرجل المسلم وھو جزء من اجزاء النبوۃ ---------- الخ

(جوح گ ۱۰ صف ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۰،۸۹)

مفصل ترجمہ و مطلب بیانات اور بحث ابتدا میں ملاحظہ ہو۔ مختصر یہ کہ اس میں مندرجہ ذیل امور مصرح موجود ہیں۔

(۱) نبوۃ کے لوازم و آثار و اجزاء سے سوائے رؤیاء صالحہ کچھ بھی بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقی نہیں۔

(۲) ان الوحی قد انقطع ۔ وحی نبوت یقیناً منقطع ہو چکی۔

(۳) انہ انقطع الوحی ۔ یقیناً معاملہ یہ ہے کہ وحی منقطع ہو چکی۔

(۴) کوئی بھی نبوۃ و رسالۃ کا جزء سوائے مبشرات (رؤیاء صالحہ باقی نہیں (نہ وحی نہ کچھ اور)

(اقوال سلف صالحین و مسلم بزرگان دین)

گواہ مدعا علیہ ۱ و مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ ابن عربی رح کی تصریح و اعلم ان لنا من اللہ تعالیٰ الالہام لا الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع بموت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فتوحات ج ۳ ص ۲۵۳ / ۲۱۹)

ترجمہ۔ جان لو ہمارے واسطے اللہ کی جانب سے صرف الہام ہو سکتا ہے وحی ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بالکل منقطع و مسدود ہو چکا۔

نیز مسلمہ گواہان مدعا علیہ و مختار مدعا علیہ میر درد ؒ،

(۲) علم الکتاب ص ۱۱ حضرت خواجہ میر درد رہ۔ اقسام وحی کہ آں نیز مثل الہام دو قسم است یکے وحی عام کہ اصلاً ہیچ تخصیص ندارد و یکے وحی خاص کہ مخصوص با نبیاء است و بیان اقسام نہج اصول آں و منقطع شدن کارخانہ وحی بعد خاتم الانبیاء و من بعد عدم جواز الطلاق لفظ وحی بمعنی عامش نیز (جرح گ ۱۱ / مارچ ؒ)

(۳) من اعتقد وحیاً بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقد کفر باجماع المسلمین۔

(فتاوی حدیثیہ علامہ ابن حجر مکی گ ۱۱ ص ۲).

(۴) وکذلك من ادعی لھم انہ یوحی الیہ وان لم یدع النبوۃ فھؤلاء کلھم کفار یکذبون النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شفاء جلد ۲ ص ۲۷۰ و ۲۷۱ گ ۲ ص ۶۹)

(۵) و بحوالہ مذکورہ نسیم الریاض ج ۲ ص ۵۰۲

(۶) شرح شفاء گ ۳ ج ۲ ص ۵۱۹ و ۵۲۰

غرض یہ کہ صرف دعوی وحی نبوۃ ہی چونکہ مستلزم نبوت ہے اس لیے اُسے بھی کفر اور تکذیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا گیا گو دعوی نبوت نہ ہو جیسا کہ اوپر بحوالہ الشفاء و شرح شفاء ملا علی قاری و نسیم الریاض وغیرہا سے عبارات نقل کی گئی ہیں۔ زیادہ تفصیل بیانات گواہان مدعیہ نمبر الف و نمبر ۱ و نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

اتنے مفصل دلائل کے بعد یہ کہنا کہ کوئی آیت اور حدیث پیش نہ کی گئی محض بد دیانتی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے بحث کی پیش کردہ آیات کا کوئی مکمل جواب ہی نہ دیا صرف یہ کہہ کر ٹالنا چاہا ہے کہ وحی کا ذکر نہ ہونا اور بات ہے اور مسدود ہونا اور حالانکہ میں نے مفصل عرض کیا تھا کہ یہاں صرف عدم ذکر نہیں بلکہ باوجود اقتضاء مقام کے اس کا ترک ہے جو صراحۃً انسداد وحی پر بھی دال ہے ورنہ ذکر قصداً ترک نہ کیا جاتا۔

صرف ایک آیت کا بے ربط جواب دیا ہے گویا بحث کی پیش کردہ کل آیات سوائے ایک کے بالکل لاجواب ہیں اور احادیث و اقوال سلف کل لاجواب ہیں۔

البتہ بعض آیات دگواہ نمبر ب کے بیان سے لے کر کچھ غیر متعلق جواب کی لاحاصل سعی کی ہے اُن آیات کا جواب گو نا قابل التفات ہے تاہم ہماری جانب سے مختار مدعا علیہ کا مغالطہ آشکار کرنیکے واسطے مفصل چاروں آیتوں کا جواب الجواب پیش ہے۔

(۱) پہلی آیت۔

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

جواب کیا ہو سکتا تھا جواب کا نام رکھ کر تاویلیں کی ہیں۔

(۱) عدم ذکر عدم شئ کو مستلزم نہیں پس یہ لازم نہ آیا کہ آپ کے بعد وحی نازل ہونے والی نہیں۔

(۲) اس آیت میں وحی تشریعی کا ذکر ہے اور وحی تشریعی تو نہیں آسکتی لیکن غیر تشریعی آسکتی ہے جیسا کہ یواقیت ج ۲ ص ۹۴ پر ہے۔ انہ لم یجئ لنا خبرا لٰہی ان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی تشریعی ابدا انما لنا وحی الالہام قال اللہ تعالیٰ ولقد اوحی الیک الایۃ

(۳) مسیح موعود پر وحی ہو گی لہذا اس آیت سے وحی بند کیونکر ہو سکتی ہے۔

(۴) اگر مطلق وحی مراد ہو تو بالآخرۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والی وحی جو آپ کے بعد آنیوالی نبوت یا رسالت کو مستلزم ہے مراد ہو گی اس سے اسلوب بدلکر بالآخرۃ فرمایا الخ

(الجواب)

جواب۔(۱) یہاں عدم ذکر نہیں ہے بلکہ فہرست ایمانیات سے بالقصد خارج کرنا ہے جو صریح دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نبوت نہیں ہوسکتی جس پر ایمان لانا ضروری ہو ورنہ اُسے فہرست ایمانی کے سلسلہ میں ترک نہ کیا جاتا۔ مقام ذکر میں بالقصد ترک اور عدم ذکر میں فرق ہے ترک میں نفی صراحتہً ہے اور عدم ذکر میں حکم مسکوت عنہ رہتا ہے۔

جواب (۲) اس آیت میں صرف وحی نبوۃ کا ذکر ہے کیونکہ من قبلک سے انبیاء مراد ہیں اور انبیاء پر وحی بتصریح مرزا صاحب وحی نبوۃ ہوتی ہے اگر وحی تشریعی مراد لی جائے تو ما انزل من قبلک کا عموم باطل ہو جائے گا نیز جو انبیاء ماسبق صاحب شریعت نہ تھے۔ ان کی وحی خارج ہو جائیگی۔ حالانکہ یہ غلط ہے پس وحی نبوۃ خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہے جو کچھ باقی ہے وہ صرف الہام یا وحی مجازی ہی تصریح یواقیت کے حوالہ میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ اصطلاح شرع کی وحی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالکل بند ہے صرف ہمارے لیے الہام ہے اور پھر اس کو ایک قرآنی آیت سے ثابت کیا ہے۔ یہ حوالہ تو ہماری تائید ہے نہ مختار مدعا علیہ کی اس میں لفظ تشریعی سے مغالطہ دیا گیا ہے حالانکہ اس کے مقابل باقی رہنے والی چیز صرف الہام ہے، جو مجازاً وحی کہلاسکتی ہے اور شیخ کی یہ مقرر شدہ مشہور اصطلاح ہے کہ وہ الہام کے مقابل وحی تشریعی سے وحی نبوۃ مراد لیتے ہیں کہ وحی نبوۃ مسدود ہے صرف الہام باقی ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے فتوحات ہی میں اسکی تصریح فرمادی ہے کہ

اعلم ان لنا من الله الهام لا الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع موت رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (فتوحات ج ۳ ب ۳۵۳ ص ۳۱۶)

کہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہم لوگوں کے واسطے صرف ایک الہام باقی ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے سے بالکل یقیناً منقطع و مسدود ہو چکا۔

(۳) مسیح موعود پر بھی الہام ہوگا نہ کہ وحی اور جہاں کہیں وحی کا لفظ آیا ہے وہاں الہام ہی مراد ہے جیسا کہ شرح مسلم میں مصرح موجود ہے اور محتار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبدالوہاب شعرانی اور امام محی الدین ابن عربی یواقیت و فتوحات میں نزول عیسٰی علیہ السلام کے بیان میں تصریح فرما رہے ہیں۔

(۴) وبالاخرۃ هم یوقنون سے آخری وحی مراد لینا محض جہالت کا ثبوت دینا ہے تیرہ سو سال میں آج تک کسی کا وہم گمان بھی نہ گیا کہ اس سے مرزا صاحب کی وحی آخری مراد ہے خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعین عظام تمام مفسرین سلف صالحین آخرۃ سے قیامت کا دن مراد لے رہے ہیں مگر مرزا صاحب

کی امت اس سے مرزا صاحب کی وحی مراد لیتی ہے۔ ؎

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبیست

یہ کھلی ہوئی تحریف قرآن پاک ہے باقی تفصیل اصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرما وے۔

دوسری آیت۔

قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم و نحن لہ مسلمون۔

خلاصہ اصل استدلال گواہ مدعیہ مفصلاً تمام انبیاء سابقین کی وحی پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو باوجود مقام ذکر ہونے کے ترک کر دیا جو تصریح اس امر کی ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نبوۃ نہیں ہو سکتی جس پر ایمان لانا ضروری ہو ورنہ فہرست ایمانیات سے وہ خارج نہ کی جاتی ۔ بلکہ وحی نبوت کا سلسلہ ہی بند ہے۔

اس کا مختار مدعا علیہ سے کچھ جواب نہ ہو سکا صرف یہ کہدیا کہ جو پہلا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے لہذا میں بھی یہی گذارش کرتا ہوں کہ پہلی آیت کے سلسلہ میں جو نا دیلات رکیکہ کا جواب الجواب پیش ہو چکا وہی یہاں بھی کافی ہے۔

تیسری آیت۔

"الم تر الی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک الایۃ"

خلاصہ جواب۔ پہلا ہی جواب دہرا کے یہ کہدیا کہ مسیح موعود کی وحی چونکہ قرآن اور حدیث کے موافق ہے لہذا ما انزل من قبلک الخ۔ میں شمار ہوگی۔

(الجواب)

یہ جواب قابل غور ہے تو ما انزل الیک و ما انزل من قبلک۔

فرمایا کہ جو آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہو چکا ہے اور مختار مدعا علیہ بعد کا نازل شدہ بھی اس میں شامل کر رہا ہے گویا کہ نزدیک خدا نے ما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ کا لفظ محض بحث اور بیکار و مہمل (عیاذاً باللہ) استعمال کیا۔ مرزا صاحب کے متبعین مرزا صاحب کی تائید میں قرآن پاک اور سرکار دو عالم پر بے باکی سے حملہ کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ یہ جواب تو اس قدر مہمل ہے کہ قابل التفات ہی نہیں مفصل جواب آیت نمبر (۱) کے جواب الجواب اور اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(حضرت مولنا گنگوہیؒ پر بہتان)

"یہ بات بڑی دلچسپی سے دیکھے جانے کے قابل ہے کہ مختاران مدعیہ مرزا صاحب کی وحی کو بھی منزل من اللہ ماننے کو تیار نہیں اور ان کے خاتم المحدثین مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مجتہدین کے اجتہادات کو بھی منزل من اللہ تعالیٰ قرار دیتے ہیں"

میں عدالت کی توجہ مختار مدعا علیہ کے اس صریح بہتان کی طرف دلاتا ہوں اور بجائے کسی جواب کے مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت نقل کئے دیتا ہوں۔

استنباط مجتہدین بھی منزل من اللہ تعالیٰ ہیں، کیونکہ جو کچھ اشارات و دلالات نصوص سے متخرج ہیں وہ عین حکم نص کا ہوتا ہے سبیل الرشاد ص۳۶ ملاحظہ فرمائیے کتنی صاف تصریح ہے کہ چونکہ مجتہد نے اُسی آیت سے جو منزل من اللہ ہے یہ حکم اشارۃً یا دلالۃً نکالا ہے لہذا یہ حکم بھی اُسی آیت کا ہے نہ اس کا تراشیدہ اور طبع زاد۔

اور کہاں یہ پاکیزہ حکم کہاں مرزا صاحب کی وحی نبوۃ اور اُس کا اجراء اور منزل من اللہ ہونا جس کا دروازہ بنص قطعی بند ہو چکا جو دعویٰ کرے کافر ہو جائے استنباطات و اجتہادات مجتہدین بتصریح قرآن اور حدیث باقی ہیں پس یہ مختار مدعا علیہ کا افتراء اور محض مغالطہ ہے

چوتھی آیت۔

وما ارسلنا قبلك من المرسلين الاية

اس آیت کا جواب تو کچھ بن نہ آیا عموم ترک کر کے شان نزول سے فائدہ اٹھانا چاہا حالانکہ یہی جواب ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ۔ کا جب ہماری طرف سے دیا گیا تھا تو اس پر اعتراض تھا کہ اس کا عموم باطل ہو رہا ہے یہی جواب ہم بھی پیش کرتے ہیں۔ اعتبار عموم الفاظ کا ہے نہ خصوصی مورد کا بس یہ جواب بھی غیر متعلق ہے اور ہمارے استدلال کو مجروح نہیں کرتا اصل استدلال شہادت گواہ نمبر ۷ میں ملاحظہ ہو۔

پس یہ تمام آیات یقیناً قطعی طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی وحی تشریعی نہیں آئی ہے بلکہ کارخانہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع و مسدود ہے جیسا کہ انہیں اور ان جیسی آیات سے بھی مطلب بزرگان دین نے استنباط کیا ہے میں تائید میں صرف دو حوالہ گواہ اور مختار مدعا علیہ کے مسلّم پیش کرتا ہوں۔

(۱) علم الکتاب میر درد دھلوی ص ۱۰۱

اقسام وحی کہ آن نیز مثل الہام دو قسم است یکے وحی عام کہ ہیچ اصلا تخصیص ندارد و یکے وحی خاص کہ مخصوص بانبیاء است و بیان اقسام ہیچ اصول آں و منقطع شدن کارخانہ وحی بعد خاتم الانبیاء و من بعد عدم جواز اطلاق لفظ۔

وحی بھیجتے عائشہ نیز (مسلم گواہ ۱ و ۲)

بس بصراحتہ انقطاع وحی نبوۃ ثابت ہوگیا بلکہ یہ بھی کہ باوجودیکہ وحی یعنے الہام ہوسکتی ہے مگر پھر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد لفظ وحی کا استعمال بھی کسی کے واسطے جائز نہیں ۔

یہ وجہ تکفیر ایسے دلائل قطعیہ سے ثابت ہے جس کا جواب تا قیامت ناممکن ہے ان شاء اللہ تعالے

(دلائل بقاء وحی غیر تشریعی از روئے قرآن شریف)

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں مکرر وہی آیات مع اسی طرز استدلال کے نقل کردی ہیں جو اس نے شہادت میں پیش کی تھیں صرف ترتیب کو بدلا ہے حالانکہ ان کا نہایت مکمل اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دیا جاچکا ہے جس کی طرف نا تمام سا اشارہ کہیں کہیں خود کرتا ہے میں پس صرف اشارہ کے طور پر اس کی پیش کردہ آیات پر معمولی سا تبصرہ کرکے تفصیل ابتدائی بحث کے حوالہ پر چھوڑتا ہوں ۔

(۱) آیت اول ۔ رفیع الدرجات ذو العرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق ۔ (سورۃ المومن ۲۶)

خلاصہ استدلال ۔ اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات ذو العرش ۔ ہونا اور اس کے مبذول کا پایا جانا نیز ضرورت انذار نزول وحی کی علت ہیں پس جب کہ یہ تینوں باتیں بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں تو نزول وحی کے مسدود ہونے کے کیا معنی ۔

روح سے صحیح یہ ہی ہے کہ وحی مراد ہوگی جیسا کہ جلالین اور تفسیر کبیر میں ہے ۔

(الجواب)

(۱) یہ آیت بالکل اس مسئلہ سے غیر متعلق ہے کہ وحی غیر تشریعی باقی ہے کیونکہ یہ آیت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اتری ہے اور آپ پر وحی تشریعی ہوتی تھی پس اس سے وحی غیر تشریعی مراد لینا محض لغو ہے ۔

(۲) بیان نزول وحی کی علت نہیں بیان کی جاتی ہے بلکہ علی من یشاء من عبادہ ۔ کی علت پیش کی گئی ہے کیونکہ کفار مکہ کے ذہن میں نبوۃ کا معیار کثرۃ مال اور دنیوی جاہ و جلال تھا اور کہا کرتے تھے کہ ءانزل الذکر علیہ من بیننا ۔ کیا ہم سب میں سے اس پر وحی اور کتاب اتاری گئی، یعنی یہ شخص کیوں مستحق وحی و نبوۃ ہوگیا ہم سب باوجود وجاہت و عزت ظاہری و مال و منال کے کیوں محروم رہے خدا نے جواب دیا کہ یہ چیزیں صرف ہماری نظر انتخاب پر ہیں جسے چاہیں نواز دیں تمہارے خود ساختہ معیار ناقابل التفات ہیں کیوں کہ یہ چیز کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے جابجا قرآن پاک میں اس کی تصریح موجود

ہے واللہ یختص برحمتہ من یشآءُ ۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مختص کرتا ہے اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ ۔ خدا جانتا ہے کہ کسے رسول بنانا چاہیئے کوئی اس کا معیار نصاب نہیں یہ صرف وہبی شئی ہے ۔ سہ

ایں سعادت بزور بازو نیست گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

وہبی ہونا گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے

غرض یہ کہ یہاں صرف یلقی الروح ۔ نزول کا مطلقاً ذکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ لفظ علی من یشاء من عبادہ کا بھی ہے کہ نزول وحی کے واسطے اپنے جس بندہ کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ نبی بنانا اور مہبط وحی ٹھہرانا اس کی نظر انتخاب پر موقوف ہے نہ کسی کسب پر۔ مختار مدعا علیہ نے امور ثلثہ صرف نزول وحی کی علت قرار دے کر عدالت کو مغالطہ دیا ہے مگر در اصل یہ علت نظر انتخاب کی ہے نہ نزول وحی کی جیسے کہ خود اس آیت اور دوسری آیات نیز تفاسیر میں مصرح موجود ہے مفصل جواب کے لیے اصل بحث ملاحظہ ہو۔ اس کا جواب مختار مدعا علیہ سے کچھ نہ بن سکا صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اللہ تعالی کی یہ صفت انتخاب جس طرح پہلے موجود ہے اب بھی موجود ہے جیسا کہ یلقی الروح کے مضارع سے معلوم ہوتا ہے جو استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے۔

(الجواب)

یہ محض مغالطہ ہے ورنہ یہی دلیل کوئی آدمی نزول قرآن و شریعت کے متعلق قائم کرے گا یہ صفت قرآن اور شریعت یا مستقل نبی بھیجنے کی جس طرح اللہ میں پہلے موجود تھی اب بھی موجود ہے اور جا بجا ان سے اسم فاعل یا مضارع سے تعبیر کیا ہے۔ جو استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے لہذا وحی تشریعی قرآن تشریعی نبی برابر قیامت تک آتے رہینگے۔ حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ اور خود مرزا کو بھی مسلم نہیں اور یہی کہتے ہیں کہ شریعت کامل ہو چکی قرآن کامل کتاب ہے لہذا کسی شریعت اور کتاب کی ضرورت نہیں ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ وحی بھی کامل ہو چکی اب کسی وحی کی ضرورت نہیں۔ قرآن اللہ کی آخری وحی ہے اس کے بعد کوئی بھی وحی نہیں بلکہ جو ہو گا الہام ہو گا خواہ لفظ وحی کا استعمال ہو جسکے ثبوت میں میں اس سے پہلے ہیڈنگ میں متعدد آیات اور صریح صریح احادیث نیز مرزا صاحب کی تصریحات پیش کر آیا ہوں۔

نیز مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے بھی دو مسلم پیشوا حضرت میر درد دہلوی اور شیخ ابن عربیؒ کی تصریح پیش کر دی ہے ستاقی الذکر امام کی تصریح مکرر پیش کرتا ہوں کہ

اعلم ان لنا من اللہ الالہام دون الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع بموت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (فتوحات ج ۳ باب ۳۵۳ ص ۳۱۶)

کہ خوب سمجھ لو ہمارے لیے خدا کی جانب سے صرف الہام ہے وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی کا راستہ یقیناً بعد وصال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بند ہو چکا ۔

اور میر درد رح کا رخانہ وحی بند فرماتے ہیں ۔ اس تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کا فتوحات ج ۲ ص ۱۱۲ سے اس آیت کے متعلق ایک حوالہ نقل کرنا محض مغالطہ ہے وہاں تو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ وحی کی ایک غرض بشیر ونذیر ہونا بیان فرماتے ہیں اور مبشرات کا سلسلہ آثار نبوۃ سے باقی ہے جو بصورت الہام یا رویاء صالحہ کے ہوتا رہتا ہے وحی اور نبوۃ مطلقاً مسدود ہے چنانچہ اسی فتوحات ج ۲ کے ص ۱۳ پر تصریح موجود ہے ۔ فان المبشرات هی التی ابقی اللہ لنا من آثار النبوۃ التی سد بابها و انقطع اسبابها ۔ یعنی اللہ نے صرف مبشرات (رویاء صادقہ یا الہام) آثار نبوت سے ہمارے واسطے باقی رکھا ہے باقی نبوۃ کا دروازہ اور اس کے تمام اسباب مسدود و منقطع ہو چکے ۔ یہی تصریح ج ۲ کے صفحہ ۶۹ و ۱۰۵ و ۴۰۲، ۹ ۳۰ و ۳۵۹ و ۳۳ ۳ و ۴۹۴ و ۴۸۶ و باب ۷۳ و ۴۶۴ و ۶ ۷ و ۸۸ ۶ وغیرہ میں کافی سے زائد موجود ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کی قطع و برید ہے ۔ اس میں لفظ تشریع اور شرع وغیرہ سے مغالطہ دینا چاہا ہے ۔ حالانکہ اصل بحث میں ہی اس اصطلاح کے متعلق اسی فتوحات سے پیش کر چکا ہوں کہ جو نبی و رسول ہوتا ہے وہ مشرع اور صاحب شریعت ضرور ہوتا ہے اور وحی انبیاء کے ساتھ مختص ہے جس کا انسداد ہو چکا اولیاء کے واسطے صرف الہام ہے نہ وحی یہ حوالہ گواہ ۱ ۸ / مارچ اور گواہ ۲ ۲۹ / مارچ ۱۹۳۳ء میں بجواب جرح تسلیم کر چکا ہے ۔

نیز شیخ رح کی آخری تصنیف فصوص الحکم سے ۲۷ / مارچ ۱۹۳۳ء کی جرح میں گواہ ۲ تسلیم کر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مشرع یا مشرع لہ یعنی صاحب شریعت یا تابع شریعت متقدمہ نہیں بنایا جا سکتا ۔ عیسیٰ علیہ السلام نئے نبی نہ بنائے جائینگے بلکہ ان کا دعویٰ آپ ؐ سے پہلے ہو چکا ہے اس امت میں بحیثیت امتی اور مجدد نزول فرمائینگے ۔

جیسا کہ آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

(۲) دوسری آیت ۔

ینزل الملئکة بالروح علی من یشآء من عباده ۔ الایة

اس کا وہی استدلال اور وہی جواب ہے اس کے ترجمہ میں بھیجتا ہے اور بھیجا کرے گا ۔

مختار مدعا علیہ کی تحریف ہے مضارع دراصل حال یا استقبال کے لیے آتا ہے استمرار تجددی کبھی مجازی طور پر قرینہ صارفہ کی موجودگی میں لیے جاتے ہیں اور یہاں کوئی بھی قرینہ حقیقی معنی سے روکنے والا نہیں بلکہ اس مجازی معنی کے روکنے کے لیے وہ تمام آیات و احادیث موجود ہیں جو میں پہلے سلسلہ ختم نبوۃ و وحی نبوۃ میں پیش کر چکا ۔

بہر حال ان دونوں آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر تشریعی کا سلسلہ ثابت نہیں ہو سکتا جو بصراحت قرآن وحدیث بند ہو چکا ہے جو کچھ کہ باقی ہے وہ صرف الہام یا وحی لغوی و مجازی ہے ۔ اور یہ آیتیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں اور نبوت وحی تشریعی سے متعلق ہیں پس اگر اس سے نزول وحی کا استمرار بقول مختار مدعا علیہ لیا جائے تو وحی تشریعی بھی بند نہ ہو سکیگی حالانکہ اس کا وہ بھی قائل نہیں ۔

(۳) تیسری آیت :۔

اذا سئلک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان

وہی شہادت والا استدلال مکرر دہرایا ہے ۔

(الجواب)

اس بنا پر تو خدا کی ہم کلامی ہر کافر سے بھی ثابت ہو جائے گی یہاں تو صحابہ کرام کے اس سوال کا جواب ہے کہ خدا قریب ہے جیسے ہم چپکے سے پکارا کریں یا بعید ہے کہ بلند آواز سے پکارنے کی حاجت ہے جواب یہ مرحمت ہوتا ہے کہ میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں یا پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب جو پکارتا یا دعا کرتا ہے ۔

اور پکارنے والے کی پکار کے جواب کا مطلب بھی قبولیت ہی ہے جیسا کہ تمام تفاسیر میں مصرح ہے ۔ یہاں وحی غیر تشریعی کے بقاء کا تذکرہ بھی نہیں ۔ اور اگر مختار مدعا علیہ کے مسلک پر لیا جائے تو بھی مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کا بندے کی پکار کا جواب دینا بصورت الہام بھی ہوتا ہے اور بصورت وحی بھی جب کہ اوپر دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو چکی صرف الہام باقی ہے تو اب جواب بھی بصورت الہام ہے نہ وحی لہٰذا اصل مدعا اس سے بھی ثابت نہ ہو سکا ۔ مفصل ابتدائی بحث بھی ملاحظہ ہو ۔ اس ہمارے جواب کے لیے مختار مدعا علیہ نے لا حاصل اور نا قابل التفات سعی کی ہے اور با وجودیکہ مطلب بگاڑ کر نقل کیا ہے پھر بھی جواب نہ ہو سکا عدالت خود مقابلہ کر لے ۔

خواہ دعا قبول کرنے کے معنی ہوں جیسا کہ عام مفسرین کا خیال ہے یا جواب دینے کے جیسا کہ بعض کا بقاء وحی غیر تشریعی کا ثبوت نہیں نکلتا جب کہ اس کا بھی انسداد دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا اور جواب کے لیے الہام کافی ہے وحی کی ضرورت نہیں ۔ جیسا کہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی تصریحات پیش کر چکا ہوں ۔ مختار مدعا علیہ کا صرف ایک شق یعنی اجیب کے معنی دعا قبول کرنے کے لیے ہیں ۔ لیکن اس پر عقل المکل سے بلا کسی سند کے احتمال قائم کرنا بیرسے مدلل بحث کے جواب کے لیے محض ناکافی اور نا قابل التفات ہے ۔

نیز میں نے یہ بھی پیش کیا تھا کہ آج تک تیرہ سو سال میں کسی نے اس سے بقاء وحی کا استدلال کیا ہے تو پیش

کرنے جس کے پیش کرنے سے عاجز رہا اور استدلال گویا لاجواب تسلیم کر لیا۔

(۴) چوتھی آیت۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔الایۃ

یہاں بھی جواب کی دو شقیں تھیں ایک یہ کہ اس سے مراد نزول ملائکہ عندالموت ہے جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے یا نزول ملائکہ مطلقاً ہے جیسا بعض فرماتے ہیں دونوں صورتوں میں بقاء وحی پر اس سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ بحث تو وحی نبوۃ کے بقاء کے متعلق ہے وحی مجازی یا وحی الہام کے بقاء کے تو ہم بھی منکر نہیں اور وحی نبوۃ کا انسداد خود مرزا صاحب کو بھی مسلّم ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔

باقی یہ امر کہ الہام یا وحی مجازی وغیرہ میں نزول ملک بھی ہوتا ہے اس کا جواب اصل بحث میں مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے مسلم بزرگ کے الفاظ میں دے چکا ہوں کہ کبھی الہام ملک الالہام کے ذریعہ سے ہوتا ہے کیونکہ تمام کارخانہ کائنات ملائکہ کے نظام سے وابستہ ہے البتہ نزول وحی نبوۃ یا فرشتہ وحی کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں۔ مختار مدعا علیہ نے بجائے کسی جواب کے عاجز آکر صرف یہ کہدیا کہ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعیہ کا یہ قول کہ ایسا موت کے وقت ہوتا ہے ناقابل التفات ہے۔ حالانکہ نہ صرف اس آیت بلکہ متعدد آیات میں موت کے وقت نزول ملائکہ کا تذکرہ موجود ہے اور ہم کلامی بھی۔ الم تکن ارض اللہ واسعۃ الایۃ اور اس آیت کے متعلق مفسرین نے یہ تصریح بھی فرما دی ہے بہرحال اصل بحث کا جواب کجا اس شق کا بھی یہی جواب دیا کہ ناقابل التفات ہے اور دلیل کچھ نہ پیش کر سکے جس سے عدالت استدلال کی کمزوری خیال فرما سکتی ہے۔

(۵) پانچویں آیت۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔الایۃ

خلاصہ استدلال۔ اصل غرض تخلیق محبت الٰہی ہے اور بندہ اور خالق میں محبت و تعشق کا رشتہ ہونا چاہئے وہ یا گفتار سے ہوگا یا دیدار سے دیدار اس عالم میں ناممکن ہو کیونکہ اس کی ذات وراء الوراء ہے پس اگر وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند مانا جائے تو گفتار بھی نہ رہی پس محبت کیونکر ہو سکتی ہے۔

(الجواب)

(۱) یہ بقاء وحی کا ایسا انوکھا اور عجیب و غریب استدلال ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر سوائے مرزا صاحب کسی پر منکشف نہ ہوا۔

(۲) اور زیادہ تعجب اس پر ہے کہ اپنی حالت پر خدا کو قیاس کیا گیا ہے کیونکہ مخلوق کی محبت کا اظہار گفتار اور

دیدار کی شکل میں ہوتا ہے اُسی پر قیاس کر کے خدا کی محبت کو بھی گفتار و دیدار کا پابند ٹھہرایا۔ حالانکہ تمام اسلاف ومفسرین خدائے تعالیٰ کی محبت کا بھی مطلب لیتے آئے ہیں کہ ایصال خیر اور فیوض و برکات سے مالامال کرنا بیضاوی شریف اور کشاف میں تو ضابطہ مقرر کیا ہے کہ محبت و غضب وغیرہ جو نفسانیات سے تعلق رکھتے ہیں جب کبھی بھی خدا کی نسبت استعمال ہوں گے اس سے اُس کے نفسانی مبادی مراد نہ ہوں گے۔ بلکہ اُس کے نتائج انعام اور انتقام وغیرہ مراد لیے جائیں گے۔

(۳) یہاں تو صرف مدعیان محبت الٰہی کے لیے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ اگر دراصل محبت رکھتے ہیں تو اتباع نبوی اختیار کریں خدا ان سے محبت کرے گا اور گناہ بخش دے گا۔ یہاں القاء وحی کا ذکر تک نہیں بلکہ یغفر لکم ذنوبکم الخ خود اس کی شرح کر رہا ہے اور ہم کلامی کا ترجمہ یا تفسیر کسی ایک بزرگ عالم مفسر نے نہ کیا۔ نیز اس میں تو اتباع نبوی مدار محبت قرار دیا گیا ہے پس جتنے بھی متبع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خصوصاً گواہان مدعا علیہ کے نزدیک مرزا محمود صاحب اُن سب پر نزول وحی اور خدا سے ہم کلامی کا فخر ماننا ہوگا۔ حالانکہ مختار مدعا علیہ اور اُس کے فریق کو یہ مسلم نہیں۔

اگرچہ اس سے ہم کلامی مراد لینا قرآن پاک کی تحریف اور تفسیر بالرائے ہے مگر اگر بفرض محال کوئی تسلیم بھی کرے تو بھی القاء وحی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کی ہم کلامی بصورت وحی اور بصورت الہام دونوں طرح ہوتی ہے اور اوپر دلائل سے واضح ہو چکا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا دروازہ بند ہے صرف الہام یا وحی مجازی ولغوی ہے۔ لہٰذا ہم کلامی بھی بصورت الہام یا وحی مجازی ہو گی لہٰذا القاء وحی نبوۃ کا ثبوت نہ ہو سکا۔ مفصل جواب بحث میں دے چکا ہوں جس کا مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی جواب نہ بن آیا۔ اور صرف یہ کہہ کے ٹال دیا کہ مختار مدعا علیہ نے اس پر یہ جرح کی ہے کہ پھر وحی نبوۃ صحابہ پر بھی ہونی چاہیئے حالانکہ بحث اس موقعہ پر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر تشریعی ہوتی چاہیئے۔

گزارش یہ ہے کہ اگر مختار مدعا علیہ کی مراد وحی غیر تشریعی سے مجازی وحی یعنی الہام اور اُس وحی کے مراد ہے جو شہد کی مکھی کو بھی ہو سکتی ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں نہ اس میں بحث ہے جو قیامت تک جاری رہے گی اور وحی نبوت کا انسداد براہین قاطعہ اور دلائل واضحہ سے ثابت کر چکا اس کا جواب کجا یہاں بھی مختار مدعا علیہ نے تسلیم ہی کر لیا۔ لہٰذا یہ تمام دلائل غیر متعلق اور بے ربط ہیں اور — ان میں وحی کا لفظ تک نہیں نہ کوئی اشارہ اور تاویلاً اگر کوئی دور از کار اشارہ ہے تو وہ الہام اور وحی مجازی کا ہوگا جو ہمیں مضر نہیں۔

(۶) چھٹی آیت۔

ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہٗ الیٰ یوم

القیمۃ ---- الخ

خلاصہ استدلال سچے خدا کی یہی نشانی قرار دی ہے کہ وہ پکار کا جواب دیتا ہے اس کا مدلل جواب ۱۱/ اکتوبر کی بحث میں دیا جا چکا اور تیسری آیت کے تحت میں جواب الجواب کے سلسلہ میں بھی گزر چکا ہے خواہ اس کے معنی قبولیت دعا کے لیے جائیں یا پکار جواب کے بہر صورت مطلب ایک ہی ہے یہ معنی نہیں کہ جس طرح انسان ایک دوسرے کی پکار کا جواب دیتا ہے خدا بھی ویسا ہی جواب دے گا اور اگر کسی کو ویسا جواب نہ دے تو سچا خدا نہ رہے۔ انبیاء کرام کو خدا کا جواب بصورت وحی نبوت اولیاء اللہ کو بصورت الہام عام مومنین کو بصورت اجابت دعا و قبول رحمت وغیرہ ہوتا ہے پونکہ دلائل قطعیہ بلکہ مسلم فریقین سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسداد وحی ثابت ہو چکا اب جواب کے یہ معنی لے کر یہی الہام مراد ہو سکتا ہے نہ وحی، دوسرے یہاں یہ تو نہیں کہ ہر شخص کو ہر پکارنے والے کو ہر وقت جواب بصورت کلام دیتا رہتا ہے ورنہ ہم اور آپ بلکہ کفار تک برابر ہر روز خدا کو کسی نہ کسی رنگ میں ضرور پکارتے ہیں، حالانکہ ہم کلامی کا شرف میسر نہیں آتا کیا مرزا صاحب کی جماعت خدا کو نہیں پکارتی پھر کیا خدا اُن سب سے ہم کلام ہوتا رہتا ہے یہاں تو صرف اُن غیر ذی روح بتوں اور خدائے کی امتیازی شان بتانا منظور ہے کہ خدائے تعالیٰ کی شان سمیع بصیر و مجیب الدعوات ہے یہ شان بتوں کی نہیں، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا کو پکارو دیکھو ابھی جواب دے گا، ورنہ وہ سچا خدا نہیں نعوذ باللہ من ذالک پھر تفاسیر میں ہر دو معنی مصرح موجود ہیں۔

اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ فقرہ کہ مختار مدعیہ کے اس قسم کے اعتراضات سے علم قرآن سے اُس کی محرومی ظاہر ہوتی ہے عدالت کے امتیاز خصوصی کے حوالہ کرتا ہوں، قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص دلائل کے جواب سے عاجز ہو جائے اس قسم کی باتیں شروع کر دیتا ہے، دلائل کا جواب دلائل سے ہو سکتا ہے نہ تیز کلامی سے۔

(۷) ساتویں آیت۔

الم یروا انہ لا یکلمہم

نیز اس کی تائیدی آیات۔

خلاصہ استدلال۔ بطلان الوہیت معبودان باطلہ پر عدم تکلم کو دلیل ٹھہرایا ہے الخ

(الجواب)

ہم بھی تو یہ کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی صفت متکلم ہونا ہے مگر اس کی یہ صفت ازلی وابدی ہے جب کوئی مخاطب نہ تھا جب بھی وہ متکلم تھا اب بھی ہے جب کوئی نہ ہوگا تو بھی رہے گا اُس کے تکلم کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہی جہالت ہے اور تکلم بلا اصوات و لسان و تلفظ ہے اور اگر صرف معبود حق و باطل کی شناخت متکلم ہونا ہے تو جو لوگ عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کو خدا اور معبود سمجھتے تھے وہ مختار مدعا علیہ کے نزدیک حق بجانب ہوں گے کیونکہ وہ تو متکلم تھے یہ محض تفسیر

بالرائے کا نتیجہ ہے۔

یہاں کفار کی مزید حماقت کا ذکر ہے کہ علاوہ اور وجوہ کے دیکھو یہ ایسے کی پرستش کر رہے ہیں جس سے خود افضل ہیں وہ بات بھی نہیں کر سکتے نہ وہ انہیں راستہ بتا سکتے ہیں اور یہ خود بات کرنے اور راستہ بتانے پر قادر ہیں پس یہ لوگ کس قدر احمق اور ظالم ہیں۔ یہاں کہیں القاء وحی کا اشارۃ تک نہیں۔ مگر مختار مدعا علیہ اسے قطعی دلیل قرار دے رہا ہے کہ خدا کی صفت متکلم ہر زمانہ میں جلوہ گر رہتی ہے نہیں معلوم ان دنوں اُن کے نزدیک کس سے ہم کلام ہے۔ عیاذاً باللہ۔ خدا کی حقیقی ہم کلامی بصورت وحی نبوۃ تھی جس کا سلسلہ خدائے تعالٰے نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند فرما دیا۔ جیسا کہ نصوص بینہ اور مسلم فریقین بزرگوں کی تصریحات سے پیش کر چکا۔ اب صرف الہام اور وحی مجازی باقی ہے اس میں بحث نہیں۔ لہذا یہ آیت بھی بالکل غیر متعلق ہے اور دراصل اس کے ثبوت میں مختار مدعا علیہ کے پاس ایک ضعیف سے ضعیف بھی دلیل نہیں اس لیے غیر متعلق اور بے ربط دلائل پیش کر رہا ہے۔

(۸) آٹھویں آیت۔

"اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم"۔

اس کا استدلال عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے اگر یہی دلائل القاء وحی کے ہیں تو پھر انسداد وحی نبوۃ پر الٓمٓ سے والناس تک ایک ایک فقرہ اور ایک ایک لفظ بصراحت دلالت کرتا ہے۔ یہاں انبیاء اور صدیقین اور صلحاء کا سیدھا راستہ طلب کیا جا رہا ہے کہ صراط مستقیم پر رہیں اور گمراہ نہ ہوں مگر مختار مدعا علیہ اس سے مرتبہ نبوت مراد لے رہا ہے اور اس سے القاء وحی ثابت کر رہا ہے۔ پس کیا قرآن میں جہاں اللہ کا راستہ طلب کیا گیا ہے وہاں خدا تعالٰے کا دعویٰ اور شان الوہیت بھی آ جائیگی غالباً مرزا صاحب کا دعویٰ خدائی اور اپنے اندر الوہیت کی مدعیں اس کے تحت ہوں گی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

(۹) نویں آیت۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الایۃ۔

عدالت عالیہ یہ استدلال بھی اصل بحث مدعا علیہ سے ملاحظہ فرمائے۔

خیر اُمۃ ہونے کی علت ظاہر ہے کہ خیر الرسل کے امتی ہیں یہاں بھی علت کی تصریح ہے کہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ کہ لوگوں کے واسطے شاہد بننا امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا اور اللہ پر ایمان لانا نیز اور بہت سی قرآن واحادیث میں خصوصیات مذکور ہیں امم سابقہ پر ان کا گواہ ہونا لتکونوا شھداء علی الناس سے

ظاہر ہوتا ہے جنت میں بھی ان کا اول داخل ہونا وغیرہ وغیرہ احادیث سے ثابت ہے۔ یہ بات کہ ان پر وحی نبوۃ ہوتی رہے یا انبیاء بنتے رہیں جبھی خیر امتہ ہوں گے محض مختار مدعا علیہ کی تصنیف کردہ طبع زاد ہے تیرہ سو سال میں ایک سطر نہ پیش کر سکتے ہیں ان شاء اللہ باقی مریم اور ام موسیٰ علیہما السلام کے واقعہ سے تائید اس میں اسلاف کے نقول پیش کر چکا ہوں کہ وہ الہام تھا الہام کے بقاء کا کوئی منکر نہیں گفتگو بقاء وحی نبوت میں ہے اس کی ایک ضعیف سے ضعیف دلیل بھی مختار مدعا علیہ یا اس کا کوئی گواہ پیش نہ کر سکا۔ **فللہ الحمد**

مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے یہ نقل کیا کہ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے یہی ثابت کرنے کے لیے کہ امت محمدیہ کے کاملین کو بذریعہ الہام غیب پر مطلع کیا جاتا ہے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بعد تسلیم اس امر کے تابش کر نیکے اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ ج ۷، صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶، اس سے تو مختار مدعا علیہ کا خانہ ساز استدلال ختم ہو گیا کیونکہ خود کہہ رہا ہے کہ بذریعہ الہام غیب پر مطلع کیا جاتا ہے اور بحث الہام میں نہیں وحی میں ہے دونوں کے فرق کے واسطے بیان گواہ مدعیہ نمبر (۳) ملاحظہ فرمائیں۔

مختار مدعا علیہ کا مغالطہ اور اُن کا جواب

میرے اس امر کے جواب میں کہ اس آیت سے تیرہ سو سال میں کسی نے بقاء وحی نہ سمجھا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سلف صالحین بلکہ قرآنی تصریحات اس کے خلاف ہیں مندرجہ ذیل تاویلات مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۱) تفاسیر کے بعض حوالے میں نے پیش کیے ہیں یہ محض جھوٹ ہے اس کی تائید میں ایک حوالہ بھی نہیں کہ اس سے کسی نے بقاء وحی پر استدلال کیا ہے۔

(۲) قرآن کریم عربی زبان میں ہے اور اُس کے مطابق اُس کی تفسیر کی جاتی ہے اور جو تفسیریں میں نے کی ہیں وہ قرآن حدیث اور عربیت سے بالکل صحیح ہیں۔

(الجواب)

محض جھوٹ ہے قرآن و احادیث اور اقوال صحابہ میں مصرح انقطاع وحی کی تصریح موجود ہے جیسا کہ اوپر حوالہ نقل کر چکا اور اصل بحث میں آیات اور احادیث نیز اقوال صحابہ و بزرگان بلکہ اُن کے بھی مسلم بزرگ علامہ محی الدین ابن عربی کے ایک دو نہیں متعدد حوالے صاف صاف غیر مشتبہ پیش کر چکا پس یہ تفسیر علاوہ غیر منقول ہونے کے قرآن پاک احادیث اقوال صحابہ کرام کے بالکل خلاف اور متضاد ہے ایسی تفسیر قطعاً تفسیر بالرائے اور حرام و ناجائز بلکہ بتصریح حدیث حد کفر تک پہونچ جاتی ہے۔

(۳) جو تفسیر قواعد عربیہ کے مطابق ہے گو کسی اور نے تفسیر نہ کی ہو تفسیر بالرائے نہ ہو گی۔

(الجواب)

مگر شرط یہ ہے کہ قرآن و حدیث واقوال صحابہ کے خلاف نہ ہو جیسا کہ مرزا صاحب بھی برکات الدعاء میں تسلیم کر چکے ہیں اور یہ تفسیر قرآن وحدیث واقوال صحابہ کرام کے مخالف ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا۔

(۴) تحذیر الناس صفحہ ۴ کا حوالہ جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو بھی قواعد عربیہ کے مطابق ہو گو کوئی اُسے نقل نہ کرے تفسیر بالرائے نہ ہو گی۔

(الجواب)

یہ محض مغالطہ ہے اس سے بالکل متصل یہ فقرات ہیں رہاں اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنی میں عرض کرتا ہوں) ہاں اگر کوئی دلیل عقلی ونقلی ہو یا کوئی قرینہ عقل ونقلی ہو اور پھر بقدر قوت دلیل وقرینہ کوئی شخص کسی احتمال کو راجح کہے ہرگز کفر نہیں۔

پس مولانا نے اس تفسیر کو تفسیر بالرائے نہیں کیا ہے جس کی تائید حدیث یا عقلی اور نقلی قرائن سے کی ہے اور اس میں بھی نئے معنی نہیں قائم کئے بلکہ عقلی ونقلی دلائل سے مختلف معانی سے ایک معنی کو ترجیح دے دی ہے۔

اور مختار مدعا علیہ نے بلا دلیل وقرینہ جو طبع زاد تفسیر کی اور پھر خلاف تصریحات در آیات واحادیث واقوال صحابہ وسلف صالحین کی ہے اُس کے متعلق اس سے متصل صفحہ ۱۴ پر یہ الفاظ ہیں کہ۔

ہاں جب نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ تو پھر ترجیح احد الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہے، اس کو تفسیر بالرائے یعنی تفسیر بالہوی اور تفسیر عند نفسہ کہہ سکتے ہیں۔ آگے چل کے نتیجہ کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں صفحہ ۴۲ بالجملہ تفسیر بالرائے وہ ہے جو امر مجمل اور مفصل میں اصلاً نہ ہو بلکہ اس امر میں کلام مجمل ساکت ہو اور مرتبہ تفسیر وتفصیل میں وہ امر داخل کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصرفات خیالی ہیں جو ہمارے عقول ناقصہ کا کام ہوتا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اسی اصول پر تفسیر کی ہے جو حضرت مولانا رح کی تصریح کے مطابق بھی تفسیر بالرائے اور ناجائز وحرام ہے باقی خود جو تفسیر فرمائی ہے اُس کے متعلق اس سے متصل ارشاد ہے کہ۔

باقی جو باتیں بوسیلہ کسی دلیل عقلی یا نقلی کے شامل کی جائیں اس کو اہل ظاہر گو تفسیر کہیں پس حقیقت میں تفسیر نہیں ہوتیں بلکہ دو کلاموں کے مضمونوں کو اکٹھا کر دیا کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں وہ کوئی نئی تفسیر نہیں کر رہے بلکہ قرآن واحادیث کے مختلف دو جگہ کے مضمونوں کو یکجا کر دیا ہے اس میں اپنے عقل ورائے کو دخل نہیں بلکہ عقلی ونقلی دلیل کی روشنی میں ہے اور مختار مدعا علیہ نے تو قرآن وحدیث واقوال صحابہ وسلف صالحین بلکہ اپنے مسلم بزرگوں کی تصریح کے خلاف محض اپنی رائے سے تفسیر کی جو قطعاً حرام ہے میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ وہ تحذیر الناس کا صفحہ ۴، ۱۴ و ۴۲

ملاحظہ فرمائیے تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ اور افتراء اچھی طرح آشکار ہو جائے۔

مختار مدعا علیہ نے میرے اس اعتراض کا کہ اس سے پھر وحی نبوۃ تشریعیہ کا بقاء بھی لازم آئے گا یہ جواب دیا ہے کہ دوسری آیات مثلاً خاتم النبیین۔ اکملت لکم دینکم۔ ومن یطع اللہ۔ وغیرہ سے وحی شریعت جدیدہ کا انسداد ثابت ہوتا ہے۔

پس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ مذکورہ بالا آیات نیز انسداد وحی نبوۃ پر جس قدر آیات و احادیث صحیحہ و اقوال بزرگان وسلف صالحین اوپر پیش کر چکا ہوں ان سے صراحۃً وحی نبوۃ کا انسداد ثابت ہوتا ہے خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی لہذا مکالمہ الٰہیہ صرف بصورت الہام یا وحی مجازی ہو سکتا ہے اس میں ہمیں بھی خلاف نہیں بہر حال کسی ایک آیت سے وحی نبوۃ کا بقاء نہ ثابت ہو سکا زائد سے زائد الہام کا بقا ثابت ہوا وہ مدعا سے غیر متعلق ہے۔

دلائل بقاء وحی از احادیث

میں نے ابتدائی بحث میں ۲۵ سے زائد احادیث کا اس سلسلہ میں حوالہ دیا تھا کہ ان سے وحی نبوت کا انقطاع ثابت ہے کیونکہ جس قدر احادیث انقطاع نبوۃ پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ سب انقطاع وحی نبوۃ پر بھی بلا اختلاف دلالت کرینگی کیونکہ یہ تو مرزا صاحب کو بھی مسلّم ہے کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلا شبہ وحی نبوۃ ہے (ایام الصلح ص۱۴۶) نبی کی وحی وحی نبوۃ کہلائیگی۔ (سراج منیر ص۳) اور لطف تو یہ ہے۔ کہ جب تک مرزا صاحب نے نبوت کا صریح دعویٰ نہ کیا تھا خود بھی اس مسئلہ میں ہمارے ہم نوا تھے۔ فرماتے ہیں کہ لیکن وحی نبوۃ پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی (ازالہ ص۲۲۱) یہاں کوئی تفصیل تشریعی اور غیر تشریعی کی نہیں ہے کہ مختار مدعا علیہ کی تاویلات قابل التفات ہوں۔

پھر میں نے صراحۃً انقطاع وحی نبوۃ کے سلسلہ میں (۴) صحیح احادیث کنز العمال بخاری شریف۔ مشکوٰۃ شریف اور ابن جریر سے پیش کیں جو مسل سے پیش کی گئی تھیں۔ پہلی میں تصریح ہے کہ شعبہائے نبوت سے صرف مبشرات باقی ہیں۔ دوسری میں ان الوحی قد انقطع۔ کے الفاظ ہیں۔ کہ وحی بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یقیناً منقطع ہو چکی۔ تیسری میں انہ انقطع الوحی کا لفظ ہے۔ کہ واقعہ یہ ہے کہ وحی بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو چکی تھی۔ میں نے بھی تمام اجزاء نبوۃ سے صرف مبشرات کو باقی مانا ہے۔

پس ان صریح احادیث کے مقابل مختار مدعا علیہ کا دو غیر متعلق حدیثیں ایک محدّث والی اور ایک عیسیٰ پر وحی اترنے کی پیش کرنا یہاں تک قابل قبول ہے۔ بہر حال میں باوجود کہ دونوں کا مدلل جواب اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں۔ مگر اب جوابی بحث کی روشنی میں پیش کرتا ہوں۔

حدیث اول۔ واوحی۔ اللہ الی عیسیٰؑ (مشکوٰۃ مسلم) اس حدیث کی تحریف

کے لیے جو مرزا صاحب کی تاویلات نقل کی ہیں۔ اس سے ہمیں سروکار نہیں استدلال صرف یہ کیا گیا ہے۔ کہ مسیح موعود کو وحی ہوگی اور روح المعانی و حجج الکرامۃ سے یہ پیش کیا ہے کہ یہ وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔ الجواب حضرت عیسیٰ پر وحی جو نازل ہوگی اس میں لفظ وحی ضرور ہے۔ مگر بمعنی الہام نہ کہ وحی نبوۃ چنانچہ مسلم کے شراح نے خود اس کی تشریح کر دی ہے مگر وہ وحی بطور الہام کے ہوگی۔ خواہ وہ دل میں ڈالی جائے۔ یا بواسطہ فرشتہ الہام ہو جسے ملک الالہام کہتے ہیں۔

میں اس جگہ صرف وہ حوالہ پیش کرتا ہوں۔ جو مسلمہ فریقین ہے اور اس بزرگ سے جنہیں گواہ مدعا علیہ بھی تسلیم کر چکا ہے یعنی امام عبدالوہاب شعرانی رح اور امام محی الدین ابن عربی رح وہ تصریح فرما رہے ہیں۔ کہ عیسیٰ ؑ امۃ محمدیہ کے آخری اور خاتم الولایۃ ہیں۔ اور اگرچہ وہ اولوا العزم اور خواص رسل سے ہیں۔ مگر بوجہ خصوصیت زمانہ کے کہ وہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے ان کی نبوت و رسالۃ کا حکم زائل ہو جائے گا۔ اور وہ اس منصب پر نہ ہوں گے۔ بلکہ ایک ولی ہو کر تشریف لائیں گے۔ جن کی نبوۃ بلا حکم کے مطلق ہوگی۔ اور ان پر شرع محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کا الہام اس طرح ہوگا جیسا کہ اولیاء امۃ کو ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۹۱ مبحث ۴۷ ناقلا عن الفتوحات فاما ختم الولایۃ علی الاطلاق فھو عیسیٰ علیہ السلام فھو الولی الی قولہ ویلہم بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ویفھمہ علی وجھہ کالاولیاء المحدثین فختمت النبوۃ بمحمد والولایۃ بعیسیٰ۔

ملاحظہ فرمائیں کس قدر تصریح ہے کہ ان پر امۃ محمدیہ کے اولیاء کی طرح الہام ہوگا۔ اور وہ خاتم الاولیاء ہوں گے جیسے نبوۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگی کوئی آپ کے بعد نبی نہیں یوں ہی اس امت کے آخری ولی حضرت عیسیٰ ؑ ہوں گے میرے خیال میں اس تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کو بھی لب کشائی کا موقعہ نہیں۔ کیونکہ الہام یا وحی مجازی کو ہم بھی بند نہیں بتاتے نہ لفظ وحی پر بحث ہے وہ تو شہد کی مکھی کے واسطے بھی مستعمل ہے واوحی ربك الی النحل بحث وحی نبوۃ میں ہے۔ وہ عیسیٰ پر نہ ہوگی۔ بلکہ وحی بمعنی الہام ہوگی۔ جیسے کہ اولیاء امت کو الہام ہوا کرتا ہے۔ اس سے صریح عبارت ملاحظہ ہو انہ عیسی علیہ السلام لا یومنا الا منا ای بسنتنا فلہ الکشف اذا نزل والالہام کما لہذہ الامۃ۔ یعنی ان کے نزول کے بعد انہیں اس امت کی طرح کشف والہام ہوگا فتوحات ج ۳ باب ۳۵۳ ص ۲۳۸ (س ل) نزول الہام بلا جبرئیل ؑ کے ہوں گے۔

(الجواب)

جبرئیل نہ آئیں گے ملاحظہ ہو یواقیت مبحث ۳۵ ص ۸۸، ۸۹

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ عیسیٰ ؑ پر جبرئیل وحی لائیں گے۔ محض غلط اور تحقیق کے خلاف ہے اُسے شاید اپنے گھر کا حال نہیں معلوم ورنہ ایسا کبھی نہیں کہتا۔ مرزا صاحب کی تو یہاں تک تصریح ہے۔ وحی کجا ایک فقرہ کہ پہلی شریعت پر عمل کر دیہ بھی جبرئیل نہیں لا سکتے یہ بھی بند ہے ملاحظہ ہو۔

وحی رسالت وہی ہے جو توسط جبرئیل ہو۔ ازالہ اوہام ص۶۱۲۔

"ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوۃ ورسالت ہے جو بند ہے ازالہ ص۵۷۸

اب گو ہمیں ضرورت نہ تھی کہ حج الکرامۃ یا روح المعانی کے متعلق کچھ عرض کریں لیکن اتمام حجت کے واسطے گزارش

ہے کہ۔

حج الکرامۃ۔ اولاً نہ ہماری مسلم کتاب ہے نہ اس کے مصنف ہم مقلدین سے ہیں۔ بلکہ ہمارا اور ان کا اصولی اختلاف ہے

ہم تقلید شخصی کو واجب کہتے ہیں۔ وہ شرک تک بتاتے ہیں حالانکہ ایک حنفی پر کسی اہل حدیث یا غیر مقلد کی ذاتی رائے،

خصوصاً جب کہ وہ بزرگان سلف شیخ محی الدین ابن عربی رح وغیرہ کے بھی خلاف ہو حجۃ نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ ان کی ذاتی رائے

ہے اُن کے پاس اس کے ثبوت میں کوئی آیت یا حدیث یا قول صحابی نہیں پس اس کی کوئی بھی وقعت نہیں ہو سکتی۔

ہمارے گواہوں نے نواب صدیق حسن خان مؤلف حج الکرامہ کو مسلمان مانا ہے مسلمان ہونا اور چیز ہے

مسلم ہونا اور بات ہے۔ بہت سے مسلمان ہیں بلکہ عالم بھی مگر وہ مسلّم و مستند نہیں۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اُنہیں مسلّم کہیں نہیں لکھا۔ بلکہ انہیں رئیس عاملین بالحدیث لکھا ہے۔ یعنی غیر مقلدین

کے سرگروہ کیونکہ غیر مقلدین کو وہابی الحدیث مدعیان عمل بالحدیث عامل حدیث وغیرہ کے لفظ سے یاد کیا کرتے

ہیں جیسے مرزائیوں کو قادیانی اور احمدی کہتے ہیں، مطلب سب کا ایک ہی ہے حضرت مولانا گنگوہی رح نے ان کے

حوالے غیر مقلدین پر حجت قائم کرنیکے واسطے الزاماً دئے ہیں۔ جیسے کہ ہم نے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے

کتنے حوالہ دئے ہیں۔ تو کیا کوئی عقل مند اس سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء ہمیں مسلّم ہیں نیز مولانا گنگوہی

کا مسلّم ہونا بھی جوڈیشل اصول سے مسل پر موجود نہیں۔ بہر حال نواب صدیق حسن خاں صاحب

اور وہ بھی اپنی ذاتی ہم پر بزرگوں کی تصریحات کے خلاف حجت نہیں نہ مختار مدعا علیہ کو اسے نقل کرنا چاہیئے تھا

کیونکہ یہ تو ان کے نبی کی تصریح کے بھی خلاف ہے باقی رہا حوالہ روح المعانی وہاں بھی ایک شخص ابن حجر ہیتمی کی ذاتی رائے

ہے نہ وہ ہمارے مسلّم ہیں نہ امام وہ ہم پر حجت نہیں روح المعانی کے فیصلہ کا مسلّم ہونا اور چیز ہے اور اُس میں

کسی شخص کی ذاتی رائے نقل کی جائے اور وہ بھی ضعیف احادیث وائمہ کے خلاف اس کا حجت ہونا اور بات ہے

بہر حال اتنی آیات اور صحیح احادیث اور فیصلہ اسلاف بلکہ مرزا صاحب کی تائید کے باوجود نواب صدیق حسن خاں

صاحب بھوپالی اور ابن حجر ہیتمی جیسے غیر مسلّم اصحاب کی رائے کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی نہ ہم پر حجت ہو سکتی ہے۔

باقی ہمارے نزدیک حدیث یقیناً صحیح ہے۔ ہم تو مختار مدعا علیہ پر بطور الزام حجۃ قائم کرتے ہیں۔ کہ

مرزا صاحب نے اس حدیث کو صحیح نہیں مانا ہم نے تو حدیث مانکر جواب دیا ہے کہ یہ وحی الہام ہے نہ وحی نبوۃ

جیسا کہ تمام شراح اور خصوصیات سے مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ کے مسلّم بزرگ امام ابن عربی رح نے

تصریح فرمادی ہے۔

باقی اس جواب الجواب کی روشنی میں جو تاویلات رکیکہ اور جرح و حوالوں کی قطع و برید اور لایعنی طوالت دی گئی وہ ناقابل التفات ہے۔ عدالت خود مقابلہ فرمائے۔

(۲) دوسری حدیث۔ ابی ابن کعب روح المعانی ج ۷ صہ۲۶

یعنی اُس نے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی اللھم لك الحمد الخ پھر ابی ابن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیلؑ تھے۔

الجواب۔ اس سے یہاں کوئی علاقہ نہیں نہ یہاں جبرئیل کسی صحابی پر وحی لے کر اترے نہ اُس زمانہ میں نزول جبرئیل مسدود تھا۔ بلکہ صرف اس قدر ہے کہ ابی ابن کعب رض نے اپنے پیچھے سے اللہ کی حمد کرتے ہوئے کسی کی آواز سنی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبرئیل کی آواز سنی تھی اس سے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقاء وحی نبوت یا نزول جبرئیل کیونکر ثابت ہوا ہاں جبرئیل کی آواز سننا ثابت ہوا۔ اس میں کیا استعجاب ہے صحابہ نے تو دحیہ کلبی کی شکل پر بارہا انہیں دربار رسالت میں حاضر باتیں کرتے دیکھا ہے۔ ہاں مرزا صاحب کے یہ خلاف ضرور ہے جو فرماتے ہیں کہ جبرئیل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوئے۔

تیسری حدیث۔ محدث ہونے کی مشکوٰۃ و بخاری سے۔

الجواب اس سے بھی وحی نبوۃ کا بقاء بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ ہو سکا۔ کیونکہ محدث کی شرح خود گواہ مدعا علیہ اور مختار مدعا علیہ نے حدیث سے نقل کر دی ہے۔ کہ فرشتے اُس کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔ اس میں خدا کے ہم کلام ہوتے کا ذکر نہیں ہے۔ نہ فرشتہ کے اتر کر وحی کرنے کا۔

مختار مدعا علیہ نے اُس کلام اور محدث کی تائید میں جو ملا علی قاری کا قول نقل کیا اس سے اپنا تمام کارخانہ استدلال ختم کر دیا کہ۔

هو الملهم المبالغ فيه الذى انتهى الى درجة الانبياء فى الالهام۔

یعنی محدث سے مراد ہے۔ جس پر الہام کیا جائے۔ اور بہت مبالغہ سے جو الہام میں انبیاء کے درجہ کے قریب ہو جائے اس میں تصریح ہے کہ اُس پر الہام ہوگا نہ وحی اور گفتگو بقاء وحی میں ہے۔ نہ الہام میں شاید مختار مدعا علیہ طول کی وجہ سے موضوع بحث فراموش کر گیا۔ ورنہ الہام کو وحی کے سلسلہ میں نقل نہ کرتا۔

ان دو نو بلکہ تینوں حدیثوں کا غیر متعلق ہونا ایسا اظہر من الشمس ہے کہ کسی شبہ کی بھی گنجائش نہیں عدالت خود ملاحظہ فرمالے۔ اور اصل بحث میں جو مدلل تقریر کی گئی تھی اُس کے جواب کی طرف اشارہ تک نہ کیا گیا۔ گویا مختار مدعا علیہ نے

اس کی لاجوابی اور اپنا عجز تسلیم کر لیا ہماری پیش کردہ ۲۵ احادیث کے حوالہ کو مغالطہ اور غلط بتانا مختار مدعا علیہ کی ناواقفی کا بین ثبوت ہے میں ابتداء میں عرض کر چکا۔ کہ جس قدر احادیث ختم نبوۃ کے باب میں ہیں۔ ۲۵ کیا بلکہ اس سے بھی زائد وہ سب نبوت کے انسداد کی دلیل تسلیم ہیں۔ کیونکہ نبی کو وحی بقول مرزا صاحب۔ بہر حال وحی نبوۃ ہوتی ہے۔ اسی واسطے گواہوں نے مکرر باب وحی میں با تفصیل نقل کی ضرورت نہ سمجھی۔ باقی باتفصیل میں نے جو چار حدیثیں پیش کی تھیں جس میں صراحۃً وحی نبوۃ کے انسداد کی تصریح تھی اس میں حدیث (۱) ونمبر (۴) کو مختار مدعا علیہ نے بالکل لاجواب سمجھ کر نام تک نہ لیا۔ اور نمبر (۲) و (۳) کا قطع زاویہ جواب دے کر ٹال دیا۔ کہ اس میں ان الوحی قد انقطع اور انہ انقطع الوحی سے وحی تشریعی مراد ہے۔ حالانکہ یہ تاویل محض بدیہی البطلان ہے۔ اور صریح غیر مشتبہ الفاظ کو بلا دلیل موڑنا ہے۔ الف ولام جنسی ہے جس سے جنس وحی اور اس کی حقیقت کا نہایت زور دار الفاظ میں انقطاع بتایا جا رہا ہے۔ مجازی وحی والہام کا البتہ تذکرہ نہیں پس مختار مدعا علیہ کی یہ رکیک تاویل بالکل لغو اور الفاظ حدیث کی تحریف معنوی کے برابر ہے جو کسی طرح قابل التفات نہیں۔ ورنہ اگر تاویلات کا دروازہ اس قدر وسیع کھول دیا جائے تو دین سے امان اٹھ جائے گا۔ اور صریح سے صریح چیز میں ملحدین کی طرح تاویل کر کے اس کی حقیقت بدلکر اسلام کا کفر اور کفر کا اسلام بن جائے گا۔ عیاذاً باللہ۔

خلاصہ۔ اس بحث سے یہ توضاحت سے ثابت ہو گیا۔ کہ مختار مدعا علیہ یا گواہان مدعا علیہ کے پاس قرآن وحدیث کی ایک دلیل بھی بقاء وحی نبوۃ پر نہیں بلکہ محض تاویلات رکیکہ ہیں یا الہام اور وحی مجازی ولغوی کو ناواقفی سے وحی نبوت سمجھ لیا ہے۔ بخلاف گواہان مدعیہ کے کہ صریح صریح آیات واحادیث انقطاع وحی پر پیش کی ہیں۔ جن کا جواب باوجود انتہائی مغالطہ دہی کے مغالطہ کا بھی نہ ہو سکا۔ فللہ الحمد۔

عدالت خود دلائل کو سامنے رکھ کر موازنہ فرمائے کہ دلائل اور سچائی کدھر ہے اور محض تاویلات اور مغالطہ سے کون کام لے رہا ہے۔

(عقیدہ سلف صالحین بقاء وحی غیر تشریعی کے خلاف نہیں)

اس جوابی سلسلہ میں اصل جواب سے عاجز آکر مختار مدعا علیہ نے صرف مغالطہ سے کام لیا۔ میں نے صوفیاء کرام کی عبارات کے مطالب ان کی اپنی اصطلاح کی رو سے پیش کئے تھے۔ اور وہ بھی مسل سے کوئی نیا حوالہ نہ تھا مگر اس نے گواہوں کا تحت اللفظ ترجمہ لے کر بحث سے ٹکرانا چاہا۔ اسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ترجمہ اور شئی ہے اور مطلب اور۔ ترجمہ سے بظاہر اکثر مراد متکلم مستور اور مجمل رہتی ہے۔ جبھی تو تفسیر اور مطلب بیان کرنیکی ضرورت پڑتی ہے۔ ترجمہ کے ظاہری الفاظ اور اصطلاحی مراد وتفسیر میں تعارض سمجھنا خام خیال ہے۔ چونکہ میری بیان کردہ اصطلاحات صوفیاء اور خود اصطلاحات شیخ اکبرؒ مختار مدعا علیہ نے اولاً تو نظر انداز کیا۔ اور بعض کو اصل عبارت اور مطلب کے خلاف

ہوا کر قطع و برید کر کے اصل پوائنٹ عدالت کے سامنے مشتبہ کرنے کی سعی کی ہے۔ اس لیے اولاً میں اُس کے پیش کردہ حوالجات جن کا وہ حوالہ بیان گواہ مدعاعلیہ سے دے رہا ہے نقل کر کے ان کا اصل جواب مکرر نقل کرتا ہوں۔ تاکہ وہ خیانت اور مغالطہ عدالت کے نوٹس میں لایا جا سکے جو اُس نے جواب بحث میں مختار مدعا علیہ کے مطالب کے نقل میں روا رکھا ہے اور پھر جوابی بحث کی تاویلات رکیکہ کو بے نقاب کر کے عدالت میں پیش کرتا ہے۔

گواہان مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں متعلق و غیر متعلق کل (۸) حوالہ پیش کئے ہیں ؛-

(۱) فتوحات مکیہ (۲) مکتوبات امام ربانی (۳) مثنوی عارف رومی رح (۴) منصب امامۃ مولنا شہید رح (۵) یواقیت کا حوالہ برائے شرح الہام رومی (۶) روح المعانی (۷) حجج الکرامۃ (۸) یواقیت پہلا حوالہ فتوحات مکیہ ج ۲ ص۱۶ و ۱۷

قال شیخ اکبر بعد ذکر الآیۃ ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الخ ھذا کلام موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ النبی من ھذ دون الولی الوحی با لتشریع۔

(الجواب)

اس حوالہ کے نقل کرنے میں گواہ مدعاعلیہ نے ایک زبردست شرمناک مغالطہ دیا اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ تشریع کو ان کی اصطلاح کے خلاف محمول کر لیا۔ اسی لیے انہوں نے وصیت فرمائی ہے کہ تم پر میری کتب کا مطالعہ حرام ہے جب تک میرے محرم راز نہ ہو۔ اس کی وجہ صرف گواہ کی حضرت شیخ رح کی کتب و اصطلاحات سے ناواقفی ہے جیسا کہ گواہ خود اقرار کر چکا ہے۔ کہ میں نے فتوحات کل نہیں دیکھی۔ مارچ سنہ اور اصطلاحات تصوف میں کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ مارچ سنہ۔

اصل اصطلاح یہ ہے۔ کہ اولیاء اللہ کو جو نبوت بمعنی لغوی بصورت ولایت ہوتی ہے اور نبوت ہی بمعنی عام مجازی ہوتی ہے جس کا حقیقی نام الہام ہے۔ اس کے مدمقابل اصطلاح شرع میں جو نبوۃ حقیقی ہے۔ اُسے حضرت شیخ نبوۃ تشریع یعنی شرعی نبوۃ اور اس کی وحی نبوت و رسالت کو وحی تشریع کہتے ہیں۔ یہ مراد نہیں کہ جو شریعت جدیدہ لائے وہ نبی تشریعی ورنہ یہ تشریعی صرف اپنی اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی اصطلاح کو مخلوط کر کے یہ مغالطہ دیا ہے۔ ثبوت کے واسطے یہی فتوحات ج ۲ کے حوالہ ذیل ذیل ملاحظہ ہوں۔ جنہیں صرف مغالطہ دینے کے واسطے چھپایا گیا۔

نبوۃ تشریع یا نبوۃ شرائع سے مراد وہ حقیقی نبوۃ ہے جو اولیا کو نہیں ہو سکتی

(فتوحات مکیہ ج ۲ باب ۵۹ س ۱۵ ص ۲۵۸

یعنی ہماری یہ خاص اصطلاح ہے کہ ہم نبوۃ شرائع یا تشریع بولکر وہ حقیقی اصطلاحی نبوۃ مراد لیتے ہیں جو اولیاء کو نہیں ہو سکتی۔ اور ولایت کے مدمقابل یہ نبوۃ ہے۔ وہی نبوۃ حقیقہ اور نبوۃ تشریعہ اور نبوت شرائع وغیرہ سے نامزد کی جاتی ہے شریع کے معنی شریعت جدیدہ وغیرہ یہ مرزا صاحب اور اُن کے متبعین کی میطبع زاد اصطلاح ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

کا دامن قدس اس سے پاک ہے۔

وحی نبوۃ و رسالت مطلقاً منقطع ہے؟

اسی پیش کردہ فتوحات ج ۲ ص ۵۵ س ۳ صفحہ ۲۵۳ پر تصریح موجود ہے۔ کہ وانما انقطع الوحی الخاص بالرسل والتی من نزول الملک علی اذنہ وقلبہ وتحجیر اسم النبی والرسول۔ الخ۔

یعنی وہ وحی نبوت و رسالت جو نبی و رسول کے ساتھ مختص ہے کہ فرشتہ اس کے گوش و قلب پر اترتا ہے منقطع ہو چکی اور نبی و رسول کا لفظی خطاب بھی روک دیا گیا۔ اب کسی کو نہیں دیا جا سکتا۔ کس قدر وضاحت سے انقطاع وحی نبوت و رسالت کی تصریح فرما رہے ہیں۔

فرشتۂ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے قلب پر وحی لیکر نہیں اُتر سکتا؟

لان الملک لا ینزل بوحی علی قلب غیر نبی اصلاً کیونکہ فرشتۂ وحی وحی لے کر غیر نبی کے قلب پر ہرگز نہیں اترتا۔ اسی عبارت کے تتمہ پر نہ صرف نبوۃ بلکہ ادعاء نبوۃ کا بھی انقطاع فرما رہے ہیں۔ وادعاء نبوۃ قد انقطعت ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ منقطع ہو چکا (فتوحات ج ۳ باب ۱۱ س ۲۳ ص ۳۸) یہاں لفظ نبوۃ کو نکرہ رکھا الف لام بھی داخل نہ کیا کہ تاویلات کا موقع ہو کہ کوئی خاص قسم کی نبوۃ مستقلہ وغیرہ مراد ہے۔ بلکہ نکرہ رکھا جو ہر قسم کی ظلی و بروزی نبوۃ کا خاتمہ کر رہی ہے۔

مبشرات یعنی الہام اور رویاء صالحہ کے سوا کوئی بھی قسم وحی کی باقی نہیں

الا تنظر الی مبادی الوحی الالٰہی النبوی انما ھی المبشرات وھی التی بقیت فی الامۃ بعد انقطاع النبوۃ (فتوحات ج ۳، باب ۱۱، س ۲۱ ص ۳۹)

کیا تو نہیں دیکھتا۔ مبادی وحی الٰہی نبوی کو جو مبشرات (یعنی اچھی خوابیں یا الہام ہیں) وحی صرف امت میں نبوۃ کے انقطاع کے بعد باقی ہیں اور بس۔

؟ مبشرات والا شخص نبی ہرگز نہیں ہو سکتا ؟

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی فتوحات ج ۳ سوال ۱۷ ص ۲۳۵ پر مبشرات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ ـــــــــ

وھی جزء من اجزاء النبوۃ وان لم یکن صاحب المبشرۃ نبیًا فتفطن لعموم رحمۃ اللہ فما تطلق النبوۃ الا من اتصف بالمجموع۔ یعنی مبشرات اجزاء نبوۃ

کا ایک جزو ہیں اگرچہ صاحب مبشرات نبی نہیں ہوتا۔ کیونکہ لفظ نبوت سوائے اس شخص کے جو مجموعہ اجزاء سے متصف ہے کسی پر بولا ہی نہیں جا سکتا۔

اسی ج ۳ میں تصریح موجود ہے کہ وحی مطلقاً مسدود ہے صرف الہام باقی ہے۔

واعلم ان لنا من اللہ الا الالھام لا الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع بموت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان الوحی قبلہ ولم یجی خبر الٰھی ان بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم وحیًا لما قال اللہ تعالیٰ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک ولم یذکر وحیا بعدہ وان لم یلزم ھذا وقد فی الخبر النبی الصادق فی عیسیٰ علیہ السلام وقد کان ممن اوحی الیہ قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یعمل الا سنتنا فلہ الکشف اذا نزل والالھام کما لھذہ الامۃ ولا تخیل فی ھذا الالھام انہ لیس بخبر الٰھی ما ھو الامر کذالک بل ھو خبر الٰھی واخبار من اللہ للعبد علی ید ملک بقیت عن ھذہ الملام وقد یلھم من وجہ الخاص بالرسول والنبی ویشھد الملک او یراہ رویۃ بصر عن ما یوحی الیہ وغیر الرسول یحس باثرہ ولا یراہ رویۃ بصرہ فیلھمہ اللہ بما شاء ان یلھمہ او یونیہ من وجہ الخاص (فتوحات ج ۳ ب ۳۵۳ س ۳ ص ۲۳۸) ؁

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت جنریلہ میں تمام تاویلات وشبہات کا خاتمہ کر دیا اور غیر مشتبہ الفاظ میں مدعیہ کی تائید فرما دی اور اتفاق سے یہ بزرگ گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہیں۔

ترجمہ ملاحظہ ہو۔

خوب سمجھ لو ہمیں خدا کی طرف سے صرف الہام ہو سکتا ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے یقینًا بلا شبہ منقطع ہو چکا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وحی آیا کرتی تھی۔ اور کوئی ایک بھی خدا کی جانب سے اطلاع نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی ہو سکتی ہے۔ یا وحی ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالےٰ نے فرما دیا کہ

ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك اور آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر نہ فرمایا۔ اور نہایت صحیح خبر نبوی صادق ہیں عیسےٰ کے متعلق ہے (جو ان لوگوں میں ہیں جن پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل وحی ہو چکی ہے) کہ وہ عیسےٰ صرف ہماری سنت پر عمل کرینگے۔ پس ان کے نزول کے بعد صرف ان پر کشف و الہام ہوگا۔ جیسا کہ اس امت پر ہوتا ہے اس الہام میں یہ شبہہ نہ ہے۔ کہ یہ خدا کی خبر ہی نہیں یہ بات ہرگز نہیں بلکہ وہ خدا ہی کی خبر ہے۔ مگر فرشتہ الہام کی معرفت جو ملہم سے پوشیدہ ایک الہام کرتا ہے۔ اور کبھی مخصوص طور سے الہام ہوتا ہے پس رسول و نبی فرشتہ کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور غیر رسول اس کے اثر کو محسوس کرتا ہے اسے دیکھتا نہیں۔ پس اللہ تعالے عیسٰی علیہ السلام پر جو چاہیگا۔ الہام کرے گا۔ الخ

اس سے مندرجہ ذیل امور بوضاحت ثابت ہو گئے۔

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کے تمام سلسلے یکدم مسدود ہیں۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف کشف اور الہام باقی ہے اور بس (۳) کسی آسمانی خبر آیت میں آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر تک نہیں۔ (۴) عیسٰی علیہ السلام پر نزول کشف اور الہام ہوگا (۵) کبھی الہام بھی بواسطہ فرشتہ الہام ہوتا ہے۔ (۶) الہام میں غیر رسول فرشتہ کو دیکھتا نہیں۔ نہ اس پر نزول متحقق ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا اثر محسوس کرتا ہے (۷) نبی رویت بصری سے فرشتہ وحی کو دیکھتا ہے۔

اس سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات ہی میں ان تمام اصطلاحات کی تصریح اور وضاحت فرما دی ہے۔

نیز اس امر کو بوضاحت فرما دیا ہے۔ کہ وحی کا سلسلہ ہر طور سے منقطع ہو چکا ہے۔ صرف الہام اور کشف باقی ہے اس کے بعد کوئی شخص حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن قدس پر بہتان لگائے کہ وہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بقاء وحی کے قائل ہیں۔ تو صحیح نہ ہوگا۔

مختار مدعا علیہ نے غضب تو یہ کیا کہ فتوحات کی یہ پیش کردہ عبارت بھی قطع و برید کر کے پیش کی۔ اور اسی سے متصل اگلا فقرہ ولا یشرع الا نبی ولا یشرع الا رسول کاٹ دیا۔ جس میں اس کے مغالطہ کی حقیقت کھولدی ہے کہ تشریع کے وہ معنی نہیں جو وہ تصنیف کرتے ہیں بلکہ جو بھی نبی و رسول ہے وہ مشرع کہلاتا ہے۔ گویا نبی و رسول کی وحی وحی بالتشریع کہلاتی ہے۔ یعنی وحی نبوۃ و رسالۃ منقطع ہے

اگر کچھ باقی ہے، تو الہام و کشف و اچھی خوابیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس زبردست خیانت کے بعد عدالت خود فیصلہ فرما سکتی ہے۔ کہ گواہان مدعا علیہ کی شہادت کی جوڈیشل حیثیت سے کیا وقعت ہے،

(نوٹ) میں نے ان حوالوں کے نقل کرنے میں بہت ہی اختصار سے کام لیا۔ ورنہ ۲۹۲ میں ایسے صریح صریح حوالے سو سے زائد موجود ہیں، نیز اس اصطلاح کی شرح اور توضیح مطلب اور تصریح مراد کے واسطے بالقصد میں نے حضرت

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر تصانیف اور اصطلاحات صوفیہ کے حوالوں سے کام نہیں لیا بلکہ اسی پیش کردہ فتوحات بلکہ زیادہ تر اسی جلد کے آگے اور پیچھے سے پیش کیا تاکہ کسی تاویل اور عذر کا موقع نہ ہو۔ اور عدالت پر ان کی خیانت اور مغالطہ اچھی طرح آشکارا ہو جائے فللہ الحمد۔

اس کے جواب کے متعلق مدعا علیہ کی تاویلات

(۱) کبھی تو کہہ دیا ہے کہ گواہ مدعیہ ۱ نے اس عبارت کا بھی ترجمہ کیا ہے الخ (۲) کبھی کہا کہ لفظ تشریع کی تشریح کے ساتھ فیحل ویحرم ویبیح وغیرہ الخ بھی ہے۔ اور یہ مخصوص وحی ہو گئی (۳) کبھی گواہ ۳ کی جرح میں قطع و برید کر کے عیسیٰ پر وحی نبوۃ ثابت کرنا چاہی۔

مگر میں نے جس قدر واضح عبارات پیش کر دی ہیں ان سے اس عبارت کی شرح اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس قدر واضح ہو گیا ہے کہ مختار مدعا علیہ کی ان تاویلات رکیکہ کی طرف کسی التفات ہی کی حاجت نہیں۔ ترجمہ عبارت کا وہی صحیح۔ مگر مطلب تو وہی ہو گا۔ جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے کیا۔ ہمارے شاہدوں نے شہادت میں شیخ کی مراد بالکل واضح کر دی ہے۔ لہذا ترجمہ کو اس سے مراد کوئی تعارض نہیں۔

(۲) میں مختار مدعا علیہ نے حضرت شیخ کی عبارت میں قطع و برید تو تسلیم کر لی۔ مگر آگے فیحل سے جو تصریح کی ہے اس کی آڑ لے کر اپنے کفریات ثابت کرنا چاہتا ہے۔ میں عدالت عالیہ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ "الوحی بالتشریع" کی شرح کا جہاں تک تعلق ہے وہ ولا یشرع الا نبی ولا یشرع الا رسول خاصۃ پر ختم ہو چکی آگے "فیحل ویحرم و یبیح" سے اس پر ایک تصریح کرتے ہیں۔ کسی اصل کلی پر کوئی مثال یا تصریح قائم کرنے سے وہ اصل کلی صرف اسی مثال میں منحصر نہیں ہو جاتی۔ بلکہ وہ بھی ایک قسم منجملہ اقسام وحی نبوۃ کے ہے میں اوپر حوالے پیش کر چکا کہ وہ وحی کے تمام اقسام سوائے کشف اور الہام اور اچھی خوابوں کے سب بند ہیں۔ اور تشریع کی اصطلاح خود شیخ کی زبان فیض ترجمان سے پیش کر چکا کہ اس سے مراد وحی نبوۃ ہے خواہ جدیدہ احکام ہوں یا نہ۔ صرف اولیاء کے واسطے کشف و الہام رویاء صالحہ باقی رہ گئے ہیں۔ اور تمام اجزاء نبوۃ منقطع ہو چکے۔ پس مختار مدعا علیہ کا یہ عذر صحیح نہیں۔

(۳) میں نزول علیہ السلام کے متعلق جو گواہ ۳ کا ناتمام فقرہ اس کی مراد کے خلاف نقل کیا ہے وہ بھی ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ عیسےٰ چونکہ پہلے نبی ہو چکے ہیں ان پر وحی نبوۃ آ چکی ہے۔ اب وہ اس امت میں بحیثیت ولی ہوں گے ان پر وحی نہ ہو گی گو لفظ وحی مجازاً بوجہ اس کے کہ وہ پہلے نبی تھے اور ان پر وحی نبوۃ آتی تھی بولا جائے۔ مگر در اصل وہ الہام و کشف ہو گا اس کی کافی توضیح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے پیش کر چکا ہوں بظاہر نبوۃ وحی ہونا اور چیز ہے اور در حقیقت وحی نبوۃ ہونا اور بہر حال یہ تاویل بھی محض بیکار اور صرف لاجوابی کی پریشانی میں لکھی گئی ہے۔ ورنہ شاید کوئی عقلمند

آدمی میرے مدلل اور واضح بیان پر یہ نہ کہتا رہیں پھر مکرر عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کراتا ہوں کہ وہ میرا جواب ان تاویلات کو سامنے رکھ کر ملاحظہ فرمائے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔ کہ مختار مدعا علیہ نے اس موقع پر کس قدر مغالطہ سے کام لیا ہے اور اس کی خیانت کس قدر واضح اور ناقابل معذرت ہے

دوسرا حوالہ مکتوبات۔ مکتوب ۱۵۱ ج ۲ ص ۹۹ ۔

اس کا ئن نے جو مفصل اور مکمل جواب دیا تھا اس کی لاجوابی کا اندازہ عدالت اس سے لگا سکتی ہے کہ جواب میں بجائے کسی معقول بات کے مختار مدعا علیہ تیز کلامی اور مخول پر اتر آیا اصل الفاظ مختار مدعا علیہ ملاحظہ ہوں۔

کیوں کہ مختار مدعا علیہ نے تو اس حوالہ کو اپنے مدعا کا مثبت قرار دیا ہے حالانکہ گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۹/اگست کو بجواب جرح کہہ چکا ہے کہ مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۹۹ مکتوب ۱۵۱ میں جو لکھا گیا ہے وہ کشفی یا الہامی ہے جو حجۃ نہیں۔ اور یہ ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ مختار مدعیہ اور گواہ مدعیہ دونو کے لیے یہ کہنے کا موقع ہے ؎

زخمی کرے مجھی کو میری آہ دل افسوس
میرا ہی تیر میرے کلیجہ کے پار ہو

گواہ مدعیہ نے تو مکتوبات کے مذکورہ بالا حوالہ کو یہ کہہ کر کشفی یا الہامی ہے جو حجۃ قطعی نہیں۔ اور مختار مدعیہ نے یہ کہنے کے بعد بھی کہ یہ ہمارے لیے مثبت مدعا ہے غلط توجیہ کر کے ٹال دینا چاہا ہے۔

اس طرز کلام کو عدالت ملاحظہ فرمائے میں تو اصل مدعا اور مختار مدعا علیہ کے مغالطہ پر صرف روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

مختار مدعا علیہ سمجھ بیٹھا ہے کہ گواہ مدعیہ اور مختار مدعیہ کے جواب میں تعارض ہے حالانکہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ دو جواب ہیں۔ گواہ مدعیہ ۳ نے تو یہ جواب دیدیا کہ کسی بزرگ کی ذاتی تحقیقات یا اُس کا کشف والہام کوئی حجۃ شرعی نہیں۔ پس جب کہ مسئلہ قرآن و حدیث اور دیگر حجج شرعیہ سے واضح ہو چکا تو یہ حوالہ ہمارے مدعا کو خراب نہیں کر سکتا۔

اس میں دو امر قابل تحقیق ہیں

(۱) یہ نہ یہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی تحقیق ہے (۲) کسی کا قول و کشف والہام حجت نہیں۔

اول کا ثبوت اس مکتوب کے آخر میں موجود ہے۔ کہ فافهم فان هذا معرفة شريفة فلما تتكلم بها احد اسے سمجھ لو کیونکہ یہ عجیب نکتہ و معرفت ہے۔ کوئی بھی اسے نہ کہے گا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ ان کی ذات اور کشفی یا الہامی یا علم لدنی کی تحقیق ہے۔ دوسرے کا ثبوت مکتوبات ہی سے پیش کرتا ہوں کسی بڑے سے بڑے بزرگ کی تحقیقات ذاتی شرع میں حجت نہیں۔

.....

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اقوال بزرگانِ دین کے متعلق

"کلام محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام درکاراست نہ کلامی محی الدین ابن عربی رح و صدرالدین مولوی و عبدالرزاق حماشی مارابنص کاراست نہ بفص فتوحات مدینہ از فتوحات یکیہ مستغنی ساختہ اند۔ (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی (حصہ دوم دفتر اول صنا) یعنی حجت شریعہ کے لیے کلام محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم درکار ہے نہ محی الدین ابن عربی رح و صدر الدین مولوی و عبدالرزاق قاشانی ہمارا کام نص (شرعی) سے ہے نہ نص فصوص الحکم) سے فتوحات مدینہ (یعنی تعلیمات آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتوحات یکیہ (یعنی تصنیف ابن عربی) سے بے نیاز کر دیا ہے۔

حضرت مولینا فرماتے ہیں ؎

نیست حجت ہیچ قول و فعل پیر
قول حق او فعلِ احمد را گیر

مکتوبات میں جا بجا ملیگا کہ اس شریعت کے مرد میدان ابو حنیفہ رح اور ابو یوسف رح ہیں نہ شبلی رح و جنید رح غرض یہ کہ پہلا جواب گواہ مدعیہ نے یہ دیا کہ یہ کوئی حجت شرعی نہیں۔ اُن کی ذاتی کشفی تحقیقات ہے جو ظنی ہے اور عقائد میں قطعیات حجۃ ہوتے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کو شاید یاد نہیں رہا وہ بحیثیت گواہ مارچ ۳۲ء کہہ چکا ہے کہ باب عقائد میں ظنیات حتیٰ کہ احادیث احاد کا بھی اعتبار نہیں۔

دوسرا جواب میں نے پیش کیا ہے۔ کہ اگر اُسے ہم ایک قسم کی حجۃ ہی فرض کر لیں۔ تو بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں بلکہ مؤید ہے کیونکہ حضرت مجدد صاحب رح نے بلاواسطہ کلام الٰہی کی دو قسمیں کی ہیں ایک انبیاء سے مختص ہے، جسے وحی نبوۃ کہا جاتا ہے۔ اور وحی نبوۃ کی وہ ایک قسم ہے) دوسرا وہ جو اولیاء امت کو تبعیت و وراثۃ سے ہوتا ہے جس کا انتہائی کمال یہ ہے۔ کہ وہ محدّث ہو جائے۔ اور اوپر مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالہ سے پیش کر چکا ہوں۔ کہ محدث پر وحی نہیں ہوتی بلکہ کثرت سے خصوصی الہام ہوتا ہے۔

میں مختار مدعا علیہ کا پیش کردہ حوالہ معہ اُسی کے ترجمہ کے پیش کرتا ہوں۔ الملھم المبالغ فیہ الذی انتھی الی درجۃ الانبیاء فی الالہام یعنی محدّث سے ایسا ملہم مراد ہے جو الہام میں انبیاء کے درجہ کو پہونچا ہوا ہو۔ پھر حضرت عمر رض کو ان کا کامل فرد بتایا ہے مرقات ج ۵ ص ۳۱ ۔)

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس سے صرف اُس کلام الٰہی کا بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہونا ثابت ہوا جو محدّث پر ہوتا ہے۔ جو الہام کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ اس سے صرف الہام کا بقاء بعد آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم ثابت ہؤا (خواہ نام الہام سے بڑھ کر ہو اور جداگانہ نام اصطلاحی کوئی کیوں نہ رکھے) اس سے بقاء وحی نبوۃ ثابت نہیں۔ پس یہ حوالہ صراحۃً ہمارے موافق اور مدعا علیہ اور اُس کے گواہان و مختار کے سراسر خلاف ہے۔ اس سے یہ بھی اچھی طرح واضح ہو گیا کہ گواہ مدعیہ اور مختار مدعیہ کے جواب میں کوئی بھی تعارض نہیں بلکہ ایک جواب تقدیر بر عدم تسلیم اور ایک بر تقدیر تسلیم ہے ان تعارض سوائے مختار مدعا علیہ کے کوئی عقلمند نہیں سمجھتا اس کا خلاصہ تو صرف یہ ہے کہ اول تو یہ حوالہ حجت ہی نہیں اور ان کی خاطر اگر حجت مان ہی لیں تو بھی ہمارے موافق اور اُن کے سراسر خلاف ہے۔

تیسرا حوالہ مثنوی عارف رومی رح کا ہے۔

خلق نقش از وسوسہ خالی شود ۔۔۔ مہمان وحی احید لی شود
نے نجوم است نہ رمل است نہ خواب ۔۔۔ وحی حق و اللہ اعلم بالصواب
از پے رُو پوش عام درمیان ۔۔۔ وحی دل گویند آنرا صوفیان

مثنوی شریف دفتر چہارم ص ۱۵۱ مختار مدعا علیہ نے صرف اس کے چوتھے مصرع سے مغالطہ دینا چاہا تھا کہ وحی باقی ہے مگر اللہ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے عارف رومی قدس سرہ العزیز پر کہ اگلے شعر اور چھٹے مصرعہ میں اصل حقیقت اور اپنی نیز صوفیاء کرام کی اصطلاح بتا دی کہ ع وحی دل گویند آنرا صوفیاں کہ اس کا نام اصطلاح تصوف میں وحی دل ہے اور یہی گذر چکا ہے کہ وحی دل اور الہام ایک ہی شئ ہے کیونکہ الہام کے معنے در دل افگندن کے ہیں مفصل اصل بحث سے ملاحظہ ہو پس اس سے بقاء الہام بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہوا نہ بقاء وحی نبوت۔ پس یہ حوالہ بھی ہمارا مؤید ہوا اور مختار مدعا علیہ کے سراسر خلاف ہے اس کے جواب کے لیے لب کشائی تک کی ہمت نہ ہوئی فللہ الحمد،

چوتھا حوالہ منصب امامۃ ص ۲۱ و ۲۲ اس حوالہ کو بھی ماقبل و مابعد اور درمیان سے قطع و برید کر کے شرمناک خیانت سے پیش کیا ہے یہں اس سے اوّل و آخر ملا کر یوں نقل کرتا ہوں جس سے ایک طرف تو اصل عبارت کا مطلب اور مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی خیانت آشکار ہو گی دوسری طرف درمیان سے جو عبارت اڑا دی ہے وہ تمام وہی آیات ہیں جو مختار مدعا علیہ نے بقاء وحی کے سلسلہ میں پیش کی ہیں مگر حضرت مولنا شہید رحمہ نے سب کو الہام قرار دیا ہے جس سے تمام استدلال مختار مدعا علیہ کا خورد برد ہو جاتا ہے اور یہ وہی حضرت مولنا شہید رح ہیں جن کو گواہان مدعا علیہ نے بھی مجدد تیرہویں صدی تسلیم کیا ہے اور اپنی تائید میں حجج الکرامۃ ص ۱۳۹ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے اصل عبارت منصب امامۃ ملاحظہ ہو۔

تنبیہہ ثالث درمیان حقیقت بعثت باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام مامور می شوند بتبلیغ احکام بسوئے خواص و عوام ظاہرش ہمیں است کہ از جانب حق جل و علا بطریق وحی یا الہام امر بتبلیغ احکام بایشاں برسد پھر اس کی تفصیلات پانچویں تنبیہہ پر ختم فرمائیں دوسری قسم کی پہلی تنبیہہ کا عنوان قائم فرماتے ہیں تنبیہہ اول درمیان آنکہ بعضے از بندگان مقبولین ہر چند

منصب نبوت نمی وارند اما از کمالات مذکورہ نصیبہ فراخور استعداد خود میدارند۔ اس کے بعد ذکر محبوبیت برب العلمین وذکر عزت در ملائکہ وذکر ولایت وغیرہا کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ۔

" اما ذکر ولایت اجمالاً تا من لدنا علما تک تقریباً دو صفحہ از منصب امامت ص ۳۰ و ۳۱ و ۳۲ ۔

عبارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل نتائج ثابت ہوتے۔

(۱) انبیاء کرام کو بھی وحی ہوتی ہے اور الہام بھی۔

(۲) چونکہ انبیاء کا الہام بھی قطعی ہوتا ہے لہذا وحی کہلاتی ہے اس کا حکم بھی وحی کا ہوتا ہے ۔

(۳) جو الہام غیر انبیاء کو ہو وہ وحی نہیں ہوتا بلکہ تحدیث کہلاتا ہے ۔

(۴) قرآن میں اس عام الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے ۔

(۵) مطلق الہام کی چند صورتیں ۔

(۱) بصورت کلام از پردہ غیب جیسے و اذ اوحیت الی الحواریین ۔ و اوحینا الی ام موسیٰ ۔ قلنا یا ذا القرنین ۔ یہ سب الہام و تحدیث ہے نہ کہ وحی نبوت ۔

(۲) یہی الہام بواسطہ ملک الہام ہوتا ہے جیسے

وغیرہ وغیرہ تمام وہ آیات جو اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں ۔

(۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے جوش مارتا ہے ۔

(۴) اس میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نفث فی الروع کہتے ہیں اور جو اولیاء اللہ کو ہوتی ہے اسے نطق سکینہ کہتے ہیں ۔

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ وحی والہام کی تقسیم فرمائی ہے اور وحی مطلقاً بمعنی وحی نبوت اور الہام کی وہ قسم جو وحی کہلا سکتی ہے انبیا کے ساتھ مختص کر دی ہے بعد کے واسطے کوئی سلسلہ وحی نہ چھوڑا صرف الہام کے وہ اقسام جو اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں اور تحدیث یا نطق سکینہ یا الہام وکشف سے نامزد کئے جاتے ہیں جیسا کہ فتوحات سے مفصل پیش کر چکا باقی بتایا ہے ۔ پس اس سے بھی ہماری ہی تائید ہوئی الہام باقی ہے نہ وحی نہ الہام بمعنی وحی لہذا بقاء وحی غیر تشریعی کی دلیل کا اس میں اشارہ تک نہیں ۔

بلکہ اس کے خلاف تصریح ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ تھا ۔

عدالت خود اصل عبارت بلکہ اصل کتاب ملاحظہ فرمائے ۔

......

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ)

واما ذکر ولایت اجمالا فقد قال اللہ تعالیٰ الا ان اولیآء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ وقال اللہ تعالیٰ ان اولیاؤہ الا المتقون۔

واما ذکر شعیب آن تفصیلاً پس باید دانست کہ ازان جملہ الہام است، عین الہام بانبیاء اللہ ثابت است آنرا وحی میگویند، واگر بغیر ایشان ثابت میشود اور اتحدیث میگویند وگاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را خواہ بانبیاء اللہ ثابت است خواہ باولیاء اللہ وحی نامند مطلق الہام کاہے در صورۃ کلام از پردۂ غیب ممکن لاریب نازل میگردد کما قال اللہ تعالیٰ اذ اوحیت الی الحواریٖن ان اٰمنوا بی وبرسولی وقال اللہ تعالیٰ واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ واذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رآدوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین۔ وقال اللہ تعالیٰ قلنا یا ذالقرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسناً وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر۔

وگاہی ہمیں الہام بواسطۂ ملک میشود کما قال اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم اذانتبذت من اھلھا مکانا شرقیا فاتخذت من دونھم حجابا فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشراً سویا قالت انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیًا قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاماً ذکیا قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا قال کذالک قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ آیت للناس ورحمۃ مناوکان امرا مقضیًا وقال اللہ تعالیٰ واذ قالت الملآئکۃ یا مریم ان اللہ اصطفٰک وطھرک واصطفٰک علی نسآء العالمین یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین وقال اللہ تعالیٰ اذ قالت الملآئکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ بن مریم وجیھا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین۔

وگاہے ہمیں الہام بہمیں طریق واقع می شود کہ خود بخود از دل صاحب الہام کلامی جوش می زند وآں را بر زبان می آرند وفی الحقیقۃ

آن کلام رحمانی است بہ زبان او جاری گشتہ نہ کلام نفسانی این قسم الہام کہ بر انبیاء اللہ می شود او را نفث فی الروع گویند کما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ان روح القدس نفث فی روعی واگر بہ نسبت اولیاء اللہ می شود او را نطق سکینہ بگویند چنانچہ صحابہ ذکر فرمودہ اند ماکنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر وقلبہ۔ وبسیار قصص از مثال این جناب فاروق اعظم مروی است واز جملہ اقسام الہام خواب است کہ کسی را از مقبولین عالی مقام در حالت مقام بر امرے از امور غیبیہ مطلع می فرمایند۔

لم یکن من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یراہا او تری لہ (واز عمدہ کمالات ولایت تعلیم غیبی است) قال اللہ تعالیٰ وقال لہم نبیہم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا قالوا انّٰی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من المال قال ان اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم۔

وظاہر است کہ طالوت نبی نبود وقال اللہ تعالیٰ فوجد عبدا من عبادنا اٰتینٰہ رحمۃ من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علما (منصب امامت ص ۳۲ تا ۳۴) بعبارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) انبیاء کرام کو بھی وحی ہوتی ہے اور الہام بھی۔

(۲) چونکہ انبیاء کا الہام بھی قطعی ہوتا ہے لہذا وحی کہلاتی ہے اس کا حکم بھی وحی کا ہوتا ہے۔

۳ جو الہام غیر انبیاء کو ہو وہ وحی نہیں ہوتا۔ بلکہ تحدیث کہلاتا ہے۔

(۴) قرآن میں اس عام الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے۔

مطلق الہام کی چند صورتیں

(۱) بصورت کلام از پردۂ غیب، جیسے واوحینا الی الحواریین واوحینا الی ام موسٰی وقلنا یاذالقرنین یہ سب الہام وتحدیث ہے نہ کہ وحی نبوت۔

(۲) یہی الہام بواسطہ ملک الہام ہوتا ہے جیسے فارسلنا الیہا روحنا اذ قالت الملٰئکۃ یامریم وغیرہا وغیرہا) تمام و آیات جو اس مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے جوش مارتا ہے۔

(۴) اس میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نفث فی الروع کہتے ہیں اور جو اولیاء اللہ کو ہوتی ہے

اسے نطق سکینہ کہتے ہیں۔

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ وحی الہام کی تقسیم فرمائی ہے اور وحی مطلقاً بمعنی وحی نبوت اور الہام کی وہ قسم جو وحی کہلاسکتی ہے انبیاء کے ساتھ مختص کر دی ہے بعد کے واسطے کوئی سلسلہ وحی نہ چھوڑا صرف الہام کے وہ اقسام جو اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں اور تحدیث یا نطق سکینہ یا الہام وکشف سے نامزد کئے جاتے ہیں جیسا کہ فتوحات سے مفصل پیش کر چکا باقی ہو تا یا ہے۔ پس اس سے بھی ہماری ہی تائید ہوئی الہام باقی ہے نہ وحی نہ الہام بمعنی وحی۔ لہذا بقاء وحی غیر تشریعی کی دلیل کی اس میں اشارہ تک نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف تصریح ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ تھا۔ عدالت تو دراصل عبارت بلکہ اصل کتاب ملاحظہ فرمائے۔

اس قدر واضح اور صریح عبارت کے متعلق مختار مدعا علیہ کی مندرجہ ذیل تاویل کس قدر بہتان وافترا پر جرأت وجسارت ہے کہ دونوں مگر دونوں کے مسلم ومقتدا پیشوا جناب مولوی اسمعیل صاحب کا جو حوالہ گواہان مدعا علیہ نے پیش کیا ہے وہ ان دونوں کے خلاف اور احمدیوں کی تائید ہے۔

(الجواب)

(۱) مولانا شہید رح کا علم وفضل روشن ہے مگر مختار مدعا علیہ انہیں مدعیہ یا گواہ مدعیہ و یا مختار مدعیہ کا مسلم مقتدا و پیشوا جو لکھ رہا ہے یہ جوڈیشل اصول پر درست نہیں کوئی ایک سوال جرح میں ان کے متعلق نہیں آیا اس پر عدالتی یہ نوٹ موجود ہے کہ فریق اول کو ان الفاظ پر بڑا اعتراض ہے کہ یہ الفاظ انہوں نے تسلیم کئے مختار مدعا علیہ اس کا حوالہ مسل سے پیش کرے مگر وہ نہ پیش کر سکا۔

(۲) اس کو احمدیوں کی تائید سمجھنا شاید بناء غلط فہمی ہو ورنہ اس میں کہیں تائید کا اشارہ کنایہ تک نہیں کیونکہ مرزا صاحب کے آنتوں کا دعوی بقاء وحی غیر تشریعی ہے اور یہاں وحی مطلقاً بلکہ وہ الہام بھی جو بمعنی وحی انبیاء کو ہوتا ہے بند ہے صرف الہام اور تحدیث و نطق سکینہ یا رویاء صالحہ باقی ہیں اور باقی تمام سلسلہ وحی منقطع ومسدود لپس اس سے اپنی تائید نکالنا مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے ورنہ مطلب واضح ہے۔

(۵) پانچواں حوالہ تفسیر روح المعانی ج ۷، ص ۱۵

اس میں ابن حجر ہیتمی کا قول نقل کیا ہے کہ عیسیٰ پر وحی وقت نزول بواسطہ جبرئیل ہوگی۔

الجواب

اس کا مکمل جواب اوپر گزر چکا مختار مدعا علیہ حسب عادت ایک ایک چیز کو متعدد مرتبہ لاکر طول دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ابن حجر ہیتمی کی ذاتی رائے ہے۔ جو قرآن وحدیث اور علماء سلف کے سراسر خلاف ہے جو کسی پر حجۃ نہیں، مسلمہ فریقین کے بزرگ امام محی الدین ابن عربی رح فرماتے ہیں کہ

فله الکشف اذ نزل ولا الالهام کہ نزول کے بعد اس پر کشف والہام ہوگا نہ وحی گو لفظ وحی کا مجازاً بمعنی الہام اس پر بولا جائے (پورا حوالہ اس سے قبل فتوحات ج ۳ ص ۳۵۳ س ۲ ص ۲۳۸ سے نقل کر چکا ہوں۔

گواہ مدعا علیہ کے مسلّم بزرگ امام شعرانی یواقیت مبحث ۳۵ ص ۱۸۸ و ۱۸۹ پر فتوحات سے نقل کرتے ہیں کہ وھذ باب الخلق بعد موته محمد صلعم فلا یفتح لاحد الی یوم القیامة ولکن بقی للاولیاء وحی الالهام الی قوله قال ولو ان الوحی علی لسان جبرئیل علیه السّلام کان باقیاً محمد صلی الله علیه وسلم لکان عیسٰی اذا نزل لا یحکم بشریعة محمد صلی الله علیه وسلم وانما یحکم بشریعة انی یوحی الیه جبرئیل الی قوله اعلم ان الوحی لا ینزل به الملک علی غیر قلب النبی اصلاً۔

وحی کا بیان کر کے فرمایا کہ یہ دروازہ وحی نبوت بعد وفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم بند ہو چکا اب یہ قیامت تک کسی کے واسطے نہیں کھل سکتا اولیاء کے واسطے صرف وحی الہام ہے نہ کوئی وحی آگے تصریح فرمائی کہ اگر بواسطہ جبرئیل سلسلہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی ہوتا تو عیسیٰؑ بعد نزول شریعتہ محمدیہ کے کیوں پیرو ہوتے وہ اسی وحی کی اتباع کرتے جو جبرئیل لاتے! کتنی وضاحت سے امام شعرانی رح اور امام ابن عربی رح جو گواہ مدعا علیہ کے بھی مسلم بزرگ ہیں تصریح فرمارہے ہیں کہ عیسیٰؑ پر بعد نزول صرف کشف والہام بلا واسطہ جبرئیل ہوگا وحی بواسطہ جبرئیل ہرگز نہ ہوگی۔

اس کے مقابل پر ابن حجر ہیتمی جیسے غیر مسلّم شخص کی شخصی رائے پیش کرنا صرف مختار مدعا علیہ کی رائے ہے اور تعجب تو اس پر ہے کہ اپنے نبی کے خلاف اُسنے ابن حجر ہیتمی کو کیوں مان لیا حالانکہ مرزا صاحب کے خلاف احادیث نبویہ بھی عیاذاً باللہ ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں اور خود مرزا صاحب ازالہ اوہام ص ۲۳۸ پر فرماتے ہیں کہ "ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوت و رسالت ہے جو بند ہے"، ملاحظہ فرمائیں وحی تو بڑی چیز ہے ایک فقرہ لانے کو بھی ممانعت فرمارہے ہیں اس سے علاوہ ہمارے جواب کی تکمیل کے مختار مدعا علیہ کی خود مرزا صاحب کی کتب سے ناواقفی اچھی طرح واضح ہوگئی بہرحال یہ حوالہ بھی مدعا علیہ کے لیے مفید اور ہم پر حجت نہ ہو سکا۔

ساتواں حوالہ حجج الکرامۃ کہ

"آرندہ وحی بسوی او جبرئیل باشد بلکہ ہمیں یقین دارم"

(الجواب)

یہی ماسبق جواب بعینہ کافی ہے تفصیل اوپر گزر چکی نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کی ذاتی اور شخصی رائے کتاب اللہ

اور کتاب الرسول اور مسلّم بزرگان دین واسلاف کے خلاف ہرگز حجۃ نہیں ہوسکتی نہ وہ امام ہیں نہ مسلم عالم نہ ہمارے فرقہ کے نہ مرزا صاحب کے۔ ان کا حوالہ بالکل غیر متعلق ہے باقی گواہوں کا انہیں مسلمان کہنا یہ اور چیز ہے اور مسلم ہونا اور بات دنیا میں ہزاروں مسلمان فاش غلطیاں کرنے والے فاسق وفاجر بھی ملینگے اور جو مسلمان بھی ہیں۔ پھر انہیں مسلّم کون مانتا ہے فتوٰی رشیدیہ میں انہی رئیس عاملین ، باالحدیث یعنی غیر مقلد بنا کے ان کے حوالے غیر مقلدین پر اتمام حجت کے لیے نقل کیے ہیں اس سے ان کا مسلم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا تمام مسلمان مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے حوالے الزاماً نقل کرتے ہیں کیا خلفاء یا مرزا صاحب کو تسلیم کر لیا مفصل جواب اوپر دو مرتبہ عرض کر چکا ہوں۔ آٹھواں حوالہ بھی پہلے حوالہ کا تتمہ وہی تشریع اور غیر تشریع کے متعلق یواقیت کا ہے۔ جس کا جواب مکمل پہلے نمبر میں آچکا ہے اور اصل بحث میں جو جواب دیا تھا مختار مدعا علیہ نے اُسے لاجواب سمجھ کر نام تک نہ لیا لہذا اسی کا حوالہ دے کر عدالت کی توجہ گرامی اصل بحث کی طرف مبذول کراتا ہوں اگر عدالت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی مختار مدعا علیہ کی طرح بار بار وہی عبارت دھراتا رہتا ملا علی قاری نے صرف اس حدیث کی باعتبار سند کے تردید کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ، ان جبرئیل لا ینزل الخ اس سے ان کا نواب صاحب کا مؤید ہونا نہیں پایا جاتا ۔ نیز کسی کا قول نقل کرنا اور چیز ہے اور تائید کرنا اور بات ہے یہی مضمون کتاب الاشاعت کا ہے غرض ایک ہی چیز ہے مکرر نقل سے مکرر دلیل نہیں بن سکتا ۔

(خلاصہ بحث)

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہ ایک آیت یا ایک حدیث یا ایک کسی مسلم بزرگ کا قول نہ پیش کر سکے جس سے بقاء وحی غیر تشریعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوسکتا ہاں الہام کے بقاء کے متعلق حوالے نقل کئے وہ ہمارے مؤید اور ان کے مخالف ہیں ہم تو یہی کہتے ہیں کہ وحی نبوۃ مطلقاً بند ہے الہام کشف وحی مجازی لغوی باقی ہیں۔

بخلاف اس کے انسداد وحی نبوۃ پر ہم نے سات آیات کا حوالہ خاتم النبین کی تفسیر سے اور آیات مفصل کل (۱۵) آیات اور (۲۵) مفصل اور چار صریح حدیثیں اسی سلسلہ کی نیز مسلّم بزرگان دین کے فتوحات، یواقیت، علم الکتاب، فتاوی ابن حجر مکی، شفاء شریف، شرح شفاء ملا علی قاری، نسیم الریاض علامہ خفاجی وغیرہ سے متعدد صریح صریح لاجواب حوالے پیش کئے جس میں اکثر تو ایسے لاجواب ہیں جن کا بحث میں مختار مدعا علیہ نے نام تک نہ لیا اور بعضوں میں مغالطہ دینے کی ناکام کوشش کی جس کی حقیقت جواب الجواب میں آشکار ہوگئی۔ بہر حال ہم نے یہ مسئلہ بحمد اللہ ۴۵-۵۰ دلیلوں سے روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نبوۃ کا سلسلہ منقطع و مسدود ہے۔ مرزا صاحب کے مریدین کے واسطے مرزا صاحب کی بھی سند پیش کر دی کہ جب تک دعوای نبوۃ صاف

نہ تھا فرماتے ہیں کہ

"لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی" ازالہ ص ۲۲۱"

"آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا ہے (حمامۃ البشریٰ کلاں ص ۶۶ خورد ص ۴۸")

(۶)

مرزا صاحب کے نزدیک صرف تشریعی وحی بند ہے

اس سلسلہ میں بلا وجہ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ کشتی نوح۔ استفتاء پرانی تحریریں۔ براہین احمدیہ۔ حقیقۃ الوحی مواہب الرحمن۔ آئینہ کمالات اسلام۔ ضمیمہ براہین ۵ ج۔ ایک غلطی کا ازالہ۔ چشمہ معرفت۔ سرمہ چشم آریہ۔ تتمہ حقیقۃ الوحی الوصیۃ۔ تجلیات الٰہیہ کے متعدد جدید حوالہ دے کر لا حاصل طول دیا اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جس وحی کو مرزا صاحب بند فرماتے ہیں۔ وہ وحی تشریعی ہے ورنہ مطلق وحی کا دعویٰ اور یہ کہ آپ کو وحی ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کل کتب میں تقریباً لکھا ہے۔

الجواب

(۱) اس سے ہمارا نقصان کیا گویا یہ تو اقراری کفر ہے۔

(۲) مرزا صاحب کی عادۃ ہی متعارض اقوال کی ہے۔ اور یہی کافی دلیل اس امر کی ہے کہ ان کے کشوف اور الہامات رحمانی نہیں۔ جیسا کہ شیخ نے فتوحات میں جا بجا لکھا ہے۔ اور تائید میں ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً پیش فرمایا ہے۔

(۳) ان عبارات میں یا وحی تشریعی اور غیر تشریعی کا ذکر ہے یا مطلق وحی کا۔ مگر میں نے وحی نبوت ورسالت کا انقطاع وانسداد مرزا صاحب کی عبارت سے پیش کیا ہے۔ جو میرا دعویٰ تھا۔ اور صریح عبارت پیش کی ہے۔

پھر ملاحظہ فرمائیں کہ:۔

(۱) کیونکہ جس میں شان نبوۃ باقی ہے۔ اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے۔ (ایام الصلح ص ۱۴۶)

(۲) "نبی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی۔" (سراج منیر ص ۴)

(۳) "ایک فقرہ ہے جبرئیلؑ لائیں وہ بمعنی وحی نبوت ورسالت ہے جو بند ہے۔" (ازالہ ص ۲۳۸)

(۴) "لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی کیا یہ مہر روشن وقت ٹوٹ جائیگی" (ازالہ اوہام ص ۲۲۱)

ان واضح عبارات کی شرح ان گول مول عبارات سے ناممکن ہے۔

(عنوان ۷)

کیا مسیح موعود کے نزدیک آپ کی وحی قرآنی وحی کے برابر ہے

مذکورہ بالا حوالجات جو عنوان ۱۲ میں درج کیے گئے۔ وہ تو جب کے ہیں۔ کہ اس وقت تک دعویٰ نبوت نہ تھا۔ اور ختم نبوت کے مسئلہ میں مسلمانوں کے ہمنوا تھے۔ اُس کے بعد دعویٰ نبوت بلکہ نبوت مستقلہ اور وحی وغیرہ کا کیا۔ اور وحی بھی کوئی گھٹیا نہیں۔ بلکہ قرآن کے ہم پلہ۔ اس کی طرح منزہ قابل ایمان لائینگے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ایمان ہے۔ جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔" (اربعین ص۱۹ نمبر۴)

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا
بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم
از خطا ہا ہمیں است ایمانم (درثمین ص۲۸۷)

اس کی تاویلات رکیکہ جو مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔ یا مرزا صاحب کی دوسری مجمل عبارات الہدیٰ نزول المسیح وغیرہا سے پیش کی ہیں۔ اُن کے متعلق یہی گزارش ہے۔ کہ وہ جواب نہیں ہو سکتیں۔ چونکہ مفصل بحث اوپر سلسلہ ایمانیات میں گزر چکی ہے۔ اُس کا اعادہ نہیں کرتا صرف حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ کہ واضح عبارت کا حل مجمل اور محتمل المعنے عبارت سے نہیں ہوا کرتا۔ نیز جس شخص کی عادت متعارضات اور اختلاف گوئی کی ہو۔ اس کی ایک عبارت دوسری کی شرح نہیں بن سکتی۔

پہلی وجہ تکفیر یعنی دعوای وحی نبوت ختم ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ختم نبوت

دوسری وجہ تکفیر ختم نبوت کا انکار اور خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا۔ اور اپنے آپ کو تشریعی نبوۃ کا مدعی سمجھنا۔ اور احکام شرعیہ میں تغیر و تبدل کرنا۔

دوسری وجہ تکفیر کا رد

جماعت احمدیہ حضور صلعم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔

قول مختار مدعا علیہ

"دوسری وجہ تکفیر فریق مخالف نے یہ بیان کی ہے۔ کہ مرزا صاحب اور آپ کے معتقدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین کے منکر ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرنا ضروریات دین سے ہے۔ اور جو ضروریات دینی سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا مرزا صاحب اور ان کے متبعین کافر ہوئے''۔

اس مدعا کے نقل میں اسی مدعی نے مغالطہ سے کام لیا ہے۔ صرف خاتم النبیین کا انکار نہیں۔ بلکہ خاتم النبیین کا اسلامی معنی کے رو سے انکار ہے۔ جیسا کہ میں اصل بحث میں بوضاحت پیش کر چکا ہوں۔ جس کا جواب کجا ذکر تک بھی نہیں کیا گیا اور یہی خاتم النبیین بمعنی تمام نبیوں کے آخری نبی جس کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جاوے۔ ضروریات دین سے ہیں جس کے واسطے شہادت اور بحث میں بحوالہ مندرجہ ذیل تفصیل سے پیش ہو چکے۔

(۱) اول الانبیاء آدم وآخرہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شرح عقائد ص۹۹)

(۲) اذلم یعرف محمداً صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من ضروریات الدین (اشباہ والنظائر ص۲۹۶)

یہی تصریحات تقریباً ۱۵ کتب سے جن میں (بحر الرائق ج۵ ص۱۳۰) بھی ہے۔ جسے گواہ ۱ نے بجواب جرح ۷/ مارچ ۳۳ء مسلم مانا ہے۔

پس خلاصہ یہ ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین بمعنی تمام نبیوں کا آخری ہونا ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ مرزا صاحب آخر وقت تک اسی کفر پر قائم رہے۔ اور ان

کے امتی اس وقت تک اس کفر پر مصر ہیں۔ لہذا ان کے کفر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

مختار مدعا علیہ نے اصل اعتراض کو نظر انداز کر کے لفظ خاتم النبیین کا اقرار مرزا صاحب کی کتب ذیل سے پیش کیا ہے۔

(۱) انجام آتھم (۲) الحکم ۱۷/مارچ ۱۹۰۵ء۔ (۳) ازالہ اوہام۔ (۴) آئینہ کمالات۔ (۵) ایام الصلح (۶) کرامات الصادقین۔ (۷) ایک غلطی کا ازالہ (۸) مواہب الرحمن (۹) حقیقت الوحی۔ (۱۰) استفتاء۔ نیز بیان گواہ ۱)

اصل معاملہ

بات یہ ہے کہ مرزا صاحب جب تک خود کھل کے نبی نہ بنے تھے۔ اور وہ نبوۃ پر پردے ڈال رکھے تھے۔ اس وقت تک تو خاتم النبیین کے لفظ کا بھی اقرار ہے۔ اور اسلامی معنے کا بھی ملاحظہ ہو۔

(۱) ایام الصلح ۱۴۶ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی .... تا اور اگر کوئی نبی نیا یا پرانا آوے۔ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت و مکالمات الہیہ کا دروازہ بند نہیں۔

(۲) ایام الصلح اردو ص ۱۴۶ ،،

(۳) مسیح کیونکر آسکتا تھا۔ وہ رسول تھا۔ اور خاتم النبیین کی دیوار روئین اس کو آنے سے روکتی ہے سو اس کے ہمرنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ ہے (ازالہ ص ۲۱)

(۴) اکتالیسویں آیت ماکان محمدًا ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔ مگر وہ رسول اللہ ہے۔ اور ختم کرنیوالے نبیوں کا،، یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا ۱۲ (ازالہ ص ۶۱۴)

(۵) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں، خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے، کہ دنیا میں رسول تو آوے، مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ (ازالہ ص ۷۶۱)

(۶) حمامۃ البشریٰ ص ۲۰)

الا تعلم ان الرب الرحیم الی قولہ وختم اللہ بہ النبیون

(۷) اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوۃ و رسالت

کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے۔ کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ (دین الحق ص۲۷ حقیقۃ النبوۃ ص۸۹)

(۸) آسمانی فیصلہ ص۳ وغیرہا وغیرہا)

مگر یہ عقیدہ مسلمانوں کے مطابق ۱۹۰۱ء سے قبل تھا۔ اس کے بعد نبوت سے پردہ اٹھا اور خود نبی و رسول بلکہ تمام رسولوں سے اعلیٰ جس سے تمام رسول زندہ ہو گئے۔ تو صرف لفظ خاتم النبیین فرماتے رہے اور معنی بدل ڈالے۔ چنانچہ پیش کردہ حوالوں سے جو ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں۔ صرف لفظ خاتم النبیین ضرور ہے۔ مگر اسلامی معنے جو ضروریات دینی سے ہے کہ ایسے آخری نبی جن کے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نبی نہ بن سکے۔ ہرگز نہیں ہے۔

لہذا بلحاظ اسلامی معنے مرزا صاحب کا خاتم النبیین سے منکر ہونا بدستور رہا اس مغالطہ سے اس کا جواب نہ بن سکا۔

باقی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے اپنی جگہ پر آئے گی۔

جمیع مسلمان بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کا آنا مانتے ہیں۔

اس ہیڈنگ میں بھی لفظوں کے ہیر پھیر کا ایک مغالطہ ہے جو آگے معلوم ہوگا۔ یہاں صرف یہ گزارش ہے اگرچہ جمیع مسلمان حضرت عیسٰے علیہ السلام کے منتظر ضرور ہیں۔ مگر ایک مسلمان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نبی بنایا جانا یا کسی کو آپ کے بعد منصب نبوۃ عطا ہونا جائز نہیں سمجھتا۔ بلکہ آپ کے بعد دعویٰ نبوت کو کفر سمجھنا اجماعی عقیدہ ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ پس کسی گزشتہ نبی کا بحیثیت امتی یا مجدد آنا اور چیز ہے۔ اور کسی کا منصب نبوۃ پر فائز ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویدار نبوت ہو کر نبی بننا اور معاملہ ہے ہر عقلمند دونوں کے فرق کو سمجھتا ہے مختار مدعا علیہ بلاوجہ مغالطہ دینا چاہتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ

اس ہیڈنگ کے تحت مختار مدعا علیہ نے جو پیش کیا ہے اس کا خلاصہ صرف اس قدر ہے۔ کہ اگر خاتم النبیین کے معنے یہ ہوں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو یہ معنے تمام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہیں۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضرت عیسٰے علیہ السلام کا آنا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔ اور گواہ مدعیہ نمبر۲ کی جرح سے تائید کی کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام جب نازل ہوں گے۔ تو نبی ہوں گے۔ یوں ہی ملا علی قاری سے کہ جس نے یہ کہا۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام مسلوب النبوۃ ہو کر آئینگے۔ وہ کافر ہو گیا۔ کیونکہ نبی سے اس کی موت کے بعد بھی وصف نبوۃ زائل نہیں ہوتا۔ پس اگر خاتم النبیین سے مراد ہر قسم کے نبی ہیں تو عیسٰے بھی دوبارہ نہیں آسکتے

اگر کہو۔ نئے کا آنا منع ہے۔ پرانے کا نہیں۔ تو ہم بڑے ادب سے کہیں گے۔ کہ اگر پرانے نبیوں کا استثناء ہوسکتا ہے تو نئے امتی غیر تشریعی کا بھی استثناء ہوسکتا ہے (ملخصاً بلفظہ)

(خلاصہ)

اس میں لفظی متعدد مغالطہ ہیں۔ وضاحت کے واسطے حسب ذیل عنوانات قائم کرتا ہوں۔

(۱) خاتم النبیین کے معنے مسلمان کیا کرتے ہیں۔

(۲) کیا مسلمان حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا آنا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔

(۳) کیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام مسلوب النبوۃ ہوں گے۔

(۴) کیا ان پر وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔

(الجواب)

(۱) خاتم النبیین کے معنے مسلمان کیا کرتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے خاتم النبیین کے جو یہ معنے مسلمانوں کی طرف منسوب کئے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا یہ محض مغالطہ ہے۔ بلکہ مسلمان یہ معنی کرتے ہیں۔ اور اُن کا عقیدہ ہے۔ کہ درحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء ورسل اور نبوۃ ورسالت کے ختم کرنے والے۔ اور آخر الانبیاء ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدائے تعالیٰ کسی کو نبی نہیں بنائے گا۔ نہ کسی کو آپ کے بعد منصب نبوۃ ورسالت عطا کیا جاسکتا ہے۔ باب نبوۃ ورسالت آئندہ مطلقاً مسدود ہے۔

(اس کا ثبوت ملاحظہ ہو)

(۱) مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین فرماتے ہیں۔

"ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الذی ختم النبوۃ فطبع علیھا فلا تفتح بعدہ الی یوم القیامۃ۔

نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ جنہوں نے نبوۃ کو ختم کردیا۔ اور اس پر مہر اختتام لگ گئی اب باب نبوت قیامت تک کسی کے واسطے نہ کھلے گا۔"

(۲) علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد اخبر اللہ تعالیٰ فی کتابہ ورسولہ صلعم فی السنتہ المتواتر لا نبی بعدی لیعلموا ان کل من ادعیٰ ھذا المقام کذاب دجال مضل وضال الخ (ابن کثیر جلد ۸ صـ۹۱)

ترجمہ:۔ یعنی خدا نے اپنی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتہ متواترہ میں خبر دیدی۔ کہ لا نبی بعدی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جو بھی آپ کے بعد اس منصب پانے کا دعویٰ کرے، وہ کذاب دجال، گمراہ کنندہ، اور خود گمراہ ہے۔

(۳) ومعنی کونہ آخر الانبیاء انہ لا نبی احد بعدہ۔ وعیسیٰ نبی قبلہ فحین ینزل ینزل عاملا علی شریعتہ محمد صلعم مصلیاً الی قبلتہ کانہ بعض امتہ تفسیر کشاف۔ ج ۲ صـ۲۳۳ (گ مدعیہ ۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین و آخر الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں بنایا جائے گا اور حضرت عیسیٰ پہلے نبی بن چکے ہیں اور دعوائے قبل ہو چکا ہے پس وقت نزول شریعت محمدیہ پر عامل اور محمدی قبلہ کی سمت پر نماز ادا کرینگے گویا آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔

(۴) ولا یقدح فیہ نزول عیسیٰ بعدہ فانہ اذا نزل کان علی دینہ مع ان المراد منہ انہ اخر۔

یعنی خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معنی پر آپ کے بعد نزول عیسیٰ کی زد نہیں پڑ سکتی کیونکہ وہ بعد نزول آپ کے ہی دین پر ہوں گے اور خاتم النبیین کی یہ مراد ہے کہ آپ نبی بننے والوں اور منصب نبوت پانے والوں کے آخری نبی یعنی آپ کے بعد کسی کو منصب نبوت عطا نہیں ہوگا۔ (تفسیر بیضاوی صـ۲۴ گ مدعیہ ۱)

(۵) ابی السعود میں اسی قسم کی تفصیل کے بعد ہے۔

فان معنی قولہ خاتم النبیین لانہ لا نبیاً احد بعدہ وعیسیٰ نبی قبلہ۔

یعنی خاتم النبیین کے یہ معنے نہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص خلعت نبوت سے نوازا جائیگا اور حضرت عیسیٰ ان انبیاء سے نہیں کہ آپ کے قبل یہ خلعت عطا کیا جا چکا ہے۔

(۶) المراد بکونہ خاتم النبیین انقطاع حدوث وصف النبوۃ فی احد من الثقلین بعد تحلیلہ بہا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر کر کے کہتے ہیں:

کان نبیا قبل تحلی نبینا صلعم بالنبوۃ روح المعانی (جلد ۹ صـ۳۲ گ مدعیہ)

یعنی خاتم النبیین سے مراد ثقلین جنس و انس ہیں حدوث وایجاد وصف نبوۃ کا انقطاع ہے بعد اس کے کہ اس عالم

ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلعتہ نبوت سے سرفراز ہو چکے ۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو تو یہ خلعت اس عالم میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل عطا کی گئی ۔

(۷) اس سلسلہ میں گواہ مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ محمد محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں ۔

وادعاء النبوۃ قد انقطعت (فتوحات ج ۳ ص ۱۱ س ۲۰ ص ۲۸)

یعنی آنحضرت کے بعد ہر قسم کا دعویٰ نبوۃ یقیناً منقطع ہو چکا ۔

(۸) خود مدعا علیہ اور اس کے گواہان وختاران کے بنی قبل دعوائے نبوت مسلمانوں کے ہم نواہی تھے ۔

ماکان اللہ ان یرسل نبیاً بعد نبینا خاتم النبین وماکان یحدث سلسلۃ النبوۃ بعد انقطاعھا

یعنی ہمارے نبی کریم خاتم النبین کے بعد اللہ تعالے کسی نبی کو بنا کر نہیں بھیجے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند و منقطع ہونیکے بعد دوبارہ از سر نو ایجاد کرے گا آئینہ کمالات الاسلام ص ۳۷۷ فروری ۱۸۹۳ء ۔

پس ثابت ہو گیا کہ مسلمان یہ نہیں کہتے کہ خاتم النبین کے یہ معنی ہیں کہ کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی بنایا نہیں جائے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند ہونے کے بعد از سر نو جاری ہو گا اور نہ کوئی آپ کے بعد دعوے نبوت کرے گا بلکہ ہر مدعی نبوت بعد آنحضرت کے بسبب ارشاد گرامی دجال وکذاب ہو گا ۔

یہ محض مختار مدعا علیہ کا کھلا ہوا مغالطہ اور افتراء و بہتان تھا ۔

دوسری تنقیح کا جواب کہ کیا مسلمان حضرت عیسٰی کا آنا بحیثیت نبی مانتے ہیں ۔

یہ بھی ایک مغالطہ ہے اور سفید جھوٹ و افترا ہے ۔ ان میں صفت نبوت ہونا اور چیز ہے جیسا کہ گواہ ۲ مدعیہ نے کہا ہے کہ جب نازل ہوں گے نبی ہوں گے یعنی متصف بہ صفت نبوت اور منصب نبوۃ پر ہونا اور بحیثیت نبی کے ہونا اور چیز ہے ۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ نبی ہیں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اس عالم میں خلعت نبوت سے نوازا گیا یہ صفت آپ کی بحال مگر اس امت میں زمانہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیری کی وجہ سے بحیثیت نبی نہیں آئینگے بلکہ بحیثیت مجدد و خلیفہ رسول اللہ اور امتی کے ہوں گے منصب نبوۃ پر نہ ہوں گے ۔

اور مرزا صاحب یا کسی اور امتی کو آپ کے بعد نبی ماننے سے بعد خاتم النبین کے نبی کا بننا اور از سر نو سلسلہ نبوۃ بند و منقطع ہونے کے بعد کھلتا پایا جاتا ہے یہ بالاتفاق کفر ہے ثبوت ملاحظہ ہو ۔

احادیث

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت بنوا اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی و سیکون خلفاء فیکثرون (الحدیث)

بخاری شریف جلد نمبر ۱ ص ۴۹۱ مسلم شریف جلد نمبر ۲ ص ۱۲۶

حضور نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے جب بھی ایک نبی مرتا تھا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوتا تھا اور میرے بعد یقیناً کوئی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا ہاں خلفاء ہوں گے اور بکثرت ہوں گے۔
کس صفائی سے سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے لیے ہر طرح سے ختم کر کے سلسلہ خلافت کو جاری فرمایا ہے۔

(۲) ابن عساکر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ان ابن مریم لیس بینی و بینہ نبی ولا رسول الا انہ خلیفتی فی امتی من بعدی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خبردار اور واقف ہو جاؤ کہ ابن مریم اور میرے درمیان نہ کوئی نبی غیر مستقل وغیر تشریعی ہے نہ رسول مستقل صاحب شریعت ہے یقیناً ابن مریم میری امت میں میرے بعد صرف خلیفہ ہوں یعنی بحیثیت نبی نہ ہوں گے بلکہ بحیثیت امتی و خلیفہ ہوں گے (فتاوی ابن حجر کی)۔

(۳) عیسیٰ نبی اللہ کے بحیثیت امتی آنے کا فیصلہ گواہ مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام شعرانی و امام ابن عربی رحمتہ اللہ کی زبان فیض ترجمان سے عن الشیخ الاکبر قال فما ختم الولایۃ علی الاطلاق فھو عیسیٰ علیہ السلام فھو الولی بالنبوۃ المطلقۃ فی زمان ھذہ الامۃ وقد حیل بینہ وبین التشریع والرسالۃ فینزل آخر الزمان وارثا وخاتما لا ولی بعدہ بنبوۃ مطلقۃ کما ان محمداً صلعم خاتم النبوۃ لا نبوۃ تشریع بعدہ فیعلم ان عیسیٰ ولو کان بعدہ ومن اولی العزم وخواص الرسل وقد زال حکم من ھذا المقام بحکم الزمان علیہ الذی ھو بغیرہ فیرسل ولیا ذا النبوۃ مطلقۃ ویلھم بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ویفھمہ لا علی وجہہ کالاولیاء والمحدثین فھو منا فھو سیدنا فکان آخر الانبیاء کما ان کان آدم اول من نبیا فتختمت النبوۃ بمحمد والولایۃ بعیسیٰ۔

یواقیت ج ۲ بحث ۴۷ ص ۷۶ و ۸۰۔

یعنی بہر حال مطلقاً ہر قسم کی ولایت کا اختتام کرنے والے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پس وہ ولی ہیں

اس صفت نبوۃ کے ساتھ جس کی ڈیوٹی اور منصب اس امۃ کے زمانہ میں ختم ہوگا پس وہ آخر زمانہ میں وارث نبی اور خاتم ولایت ہوکر اتریں گے جن کے بعد کوئی کسی قسم کا ولی نہ ہو سکے گا اور اُس صفت نبوۃ پر ہوں گے جس کا حکم ونفاذ ومذہب ختم ہو چکا ہوگا ۔ پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ آپ کے بعد نبی ہوں گے اور اولوالعزم وخواص رسل سے ہیں مگر ان کی نبوۃ کا حکم اور منصب زائل ہو چکا ہے بوجہ زمانہ نبوۃ غیر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لہذا وہ متصف بصفۃ نبوۃ مطلقہ جس کا زمانہ وحکم ختم ہو چکا ہو گا ۔ اور اولیاء امۃ محمدیہ کی طرح اُن پر شرع محمدی کا الہام ہوگا اور اس امت کے اولیاء میں امتی ہوں گے اور ہم سب کے سردار ہوں گے ۔ پس نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اور ولایت حضرت عیسیٰؑ پر ختم ہو گئی مفصل حوالہ سلسلہ وحی والہام جس میں یہ مضمون بھی واضح کیا گیا ہے فتوحات ج ۲ ص ۲۵۳ س ۳ ص ۲۳۸ سے اوپر پیش کر چکا ہوں ان حوالہ جات میں نہایت صفائی سے تصریح موجود ہے کہ عیسیٰ بحیثیت نبی نہ اتریں گے بلکہ بحیثیت ولی وامتی مجدد ہوں گے ان پر شریعت محمدیہ کے متعلق الہام ہوگا نیز یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ ان میں پہلے کی عطاشدہ نبوۃ ہی ہوگی مسلوب النبوۃ نہ ہوں گے البتہ چونکہ زمانہ نبوۃ نبی آخر الزمان کا ہے اس لیے اس نبوۃ کا حکم زائل شدہ ہوگا اور وہ منصب نبوت پر نہ ہوگا کیونکہ حکم اور حکومت نبوت نبی آخر الزمان ہوگی ۔ کوئی بھی نبی نیا نہیں بن سکتا پرانا باوجود صفت نبوت کے منصب نبوۃ پر نہیں رہ سکتا ۔

اس سے گواہ ۲ کے فقرہ جرح حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو نبی ہوں گے ، کی بھی شرح ہوگئی ۔ نبی تو ہوں گے اور صفت نبوۃ اُن سے سلب نہ ہوگی مگر خصوصیت زمانہ نبوی کی وجہ سے اس کا حکم زائل ہوگا وہ منصب اور ڈیوٹی نبوت پر نہ ہوں گے بلکہ امتی ہوں گے اور خلیفہ ومجدد نیز ملا علی قاری رحمہ کے ارشاد کی بھی شرح ہوگئی کہ جو صفت نبوت سے انہیں مسلوب مانتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ مسلمان تو انہیں متصف بصفۃ نبوۃ مانتے ہیں ہاں منصب نبوۃ پر بوجہ خصوصیت زمانہ نہیں مانتے اور خاتم النبیین کے معنی اس پیش کردہ عبارت کے آخر میں تو خود مسلمانوں کے موافق کر رہے ہیں کہ ومعناہ عند العلماء انہ لا یحدث بعدہ نبیؐ کہ علماء کے نزدیک لانبی بعدی کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی بنایا نہ جائے گا یا نہ بنے گا لا یحدث کا لفظ ہے جسکے معنی نیا بنانا یا نیا ایجاد کرنا ہوتا ہے اس کی نفی فرما رہے ہیں اسی کے ص ۴۲۶ پر ہے

فھو علیہ السلام ان کان خلیفۃ فی الامۃ محمدیہ فھو رسول و نبی علی حالہ یعنی اس امت میں صرف خلیفہ ہوں گے ورنہ پہلی صفت نبوۃ بحال ہے ۔

چونکہ اس سلب نبوت کے مسئلہ کو درمیان میں متعدد جگہ چھیڑا ہے لہذا اس کو میں ایک محسوس مثال سے واضح کرتا ہوں تاکہ نبی ہوتے اور منصب نبوۃ کے حکم پر نہ ہونے کا فرق اچھی طرح واضح ہو جائے

ہر شخص واقف ہے کہ اگر کسی خصوصی کام یا اعانت کے واسطے حضور سرکار نظام فرمان روائے دکن خلد اللہ ملکہ ہمارے سرکار فرماں روائے ریاست بہاولپور حفظہ اللہ ملکہ کے حدود مملکت میں تشریف لائیں تو ظاہر ہے کہ کوئی معاملہ پڑنے پر وہ یہیں کے قوانین کے پابند ہوں گے اور یہاں جو کام یا سرکاری اعانت فرمائینگے تو یہیں کے قوانین کے ماتحت ہوگی باوجودیکہ وہ بدستور والی ریاست دکن ہیں اور صفت سلطانیہ اُن سے سلوب نہیں ہوگی مگر منصب سلطنت اور اس کی ڈیوٹی وحکمرانی بوجہ حدود سلطنت غیر یعنی ہمارے سرکار عالی جاہ جاری نہ ہوسکے گا کیونکہ ملک اور یہاں کا زمانہ سلطنت دوسرے کا ہے یونہی حضرت عیسٰی نبی ہیں ان کی صفت نبوت سلب نہیں کی گئی مگر ملک اور زمانہ سید المرسلین آقائے دوعالم نبی آخر الزمان کا ہے پس اُن کا مذہب نبوۃ نہ ہوگا بلکہ تابع اور امتی اور مجدد اور معین شریعت وقوانین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے نہ سلب نبوت کا اعتراض ہوسکتا ہے اور نہ آپ کے بعد نبی ہونے کا نہ نیا نبی بنے گا نہ کوئی اور اس سے،،

(۳) ”تیسری تنقیح بھی کہ کیا حضرت عیسٰی سلوب النبوۃ ہو کر آئینگے،،
بالکل صاف ہوگیا اور مدلل بلکہ مسلم حوالوں سے اس کا قطعی جواب کیا ہوگیا۔

(۴) چوتھی تنقیح کہ ”کیا انہیں وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔“
اس پر سلسلہ انسداد وحی نبوۃ بہت کچھ بحث ہوچکی ہے اور مسلمہ فریقین حوالے پیش کئے جاچکے ہیں صرف مسلمہ فریقین بزرگ امام شعرانی وامام ابن عربی رحمہ اللہ کے دو مختصر فقرہ اس میں سے مکرر نقل کرتا ہوں۔

فله الكشف اذا نـزل والالهام كما لهذه الامة (فتوحات جلد ۳ - ص ۲۳۸)

یعنی گو مجازاً لفظ وحی بولا جائے مگر اس پر صرف کشف والہام نزول کے بعد ہوگا جیسا کہ اولیاء امت محمدیہ پر ہوتا ہے

ولو ان الوحی علی لسان جبرئیل کان باقیاً بعد محمد صلعم لکان عیسٰی اذا نـزل لا یحکم بشریعة محمد صلعم وانما یحکم بشرع الـذی یوحی به الیه جبرئیل،

یواقیت بحث ۳۵ ص ۱۸۸ و ۱۸۹ منقول از فتوحات باب ۲۴ -

اوپر سے یہ لکھ رہے ہیں کہ وحی نبوۃ کلیۃً گو بند ہوچکی صرف الہام باقی ہے اور عیسٰیؑ پر بھی الہام ہی ہوگا اور اگر وحی بواسطہ جبرئیل بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالفرض باقی ہوتی تو عیسٰیؑ بعد نزول شریعت محمدیہ پر عمل نہ کرتے بلکہ جبرئیلؑ کی لائی ہوئی وحی پر عمل پیرا ہوتے پھر نہایت مفصل مدلل الہام عیسٰیؑ پر اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع نزول وحی وجبرئیل پر بحث کی ہے۔

بحمد اللہ چاروں تنقیحیں مدلل ثابت ہوگئیں اور مختار مدعا علیہ کا مسلمانوں پر بہتان اور مغالطہ آشکارا ہوگیا

غالباً اسے اپنے ہاں کا پتہ نہیں کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے مرزا صاحب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو نبی اللہ کا لفظ آیا ہے اس کے متعلق مسلمانوں کی طرح عقیدہ رکھتے ہیں کہ مجازاً ہی حقیقی نہیں ملاحظہ ہو۔

سراج منیر ص ۳ سنہ ۱۸۹۷ء

"ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لیے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھا ہو سمجھ لے"۔ ملاحظہ فرمادیں وہ بھی نزول کے وقت انہیں مجازی نبی باعتبار ماکان مانتے ہیں۔

خاتم النبیّین سے کیا مراد ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ خاتم النبیین سے کیا سمجھے؟

اس سلسلہ میں ان کے پاس ایک حوالہ بھی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کسی ایسے مشتبہ لفظ میں کی ہو جہاں مغالطہ ہی کی گنجائش ہو۔ اگر سے ایک غیر متعلق یا ربط حدیث جو خاتم النبیین کی تفسیر کے سلسلہ میں آپ نے نہیں فرمایا۔ اور نہ وہاں لفظ خاتم النبیین ہے اور حدیث بھی سنداً متناً معناً قابل استناد نہیں پیش کی ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین سے ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ نہ سمجھے۔

(الجواب)

اس کی صحت وسقم و مطلب کی بحث آگے آ رہی ہے۔ میں عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ کس قدر مغالطہ اور حق پوشی ہے۔ کہ جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کی ہے اور اس کی مراد بتائی ہے اُسے پوشیدہ رکھ کر جہاں اس کی تفسیر سے دور کا تعلق بھی نہیں اُسے پیش کیا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ خاتم النبیین سے کیا سمجھے اور مخصوص اسی لفظ کی کیا تفسیر فرمائی۔ یہ گواہان مدعا علیہ کے بیان میں مفصل ہے خلاصہ یہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر لفظ خاتم النبیین)

(۱)۔ ابی ھریرۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

یعنی میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔ (بخاری، مسلم)

(۲۳) لاتقوم الساعة حتی تبعث دجالون کذابون کلھم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی (ابوداود و ترمذی گ ملخص)
یعنی قیامت نہ آئیگی جب تک بہت سے دجال وکذاب نہ آئیں۔ جن سب کا یہ دعویٰ و زعم ہوگا کہ وہ نبی ہیں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ لا نبی بعدی میرے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نبی نہیں ہوسکتا۔

(۳) بخاری جلد اول ص۵۰۱ اور مسلم ج ۲ ص۲۴۸ پر ایک محل کی محسوس مثال سے اس حقیقت کو سمجھایا اور اپنے آپ کو خاتم النبیین یعنی اس نامکمل محل کی آخری اینٹ قرار دیا کہ فانا اللبنة وانا خاتم النبیین
ملاحظہ فرمائیں کہ خاتم النبیین کے لفظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی بلا کسی قسم کی تخصیص کے سمجھ رہے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی کس قسم کا نبی نہ ہوگا۔ اب اگر کوئی تخصیص کرے تو یقیناً وہ بقول مرزا صاحب بے دین و شریر ہوگا۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح ص۱۴۶

(مرزا صاحب کی اس پر مہر تصدیق)

مرزا صاحب بھی سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل جب کہ دعویٰ نبوت نہ تھا۔ یہی لا نبی بعدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر اور اسی عمومی نفی کے معنی میں قرار دیتے تھے۔ اور کسی قسم کی تخصیص کرنا شرارت بتاتے تھے۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح جنوری سنہ ۱۸۹۹ء ص۱۴۶

"لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لانبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔

پس یہ کس قدر جرأت ہے اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جاوے اور خاتم النبیین کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جاوے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی۔ پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جاوے۔ الخ اب کسی امتی کو حق نہیں کہ لانبی بعدی میں اس کے نبی تو نفی عام کہتے ہیں اور وہ کسی قسم کی تخصیص کرے۔ یا لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار یا اذا ھلک کسری فلا کسری بعدہ وغیرہ کی آڑ لے ورنہ اپنے نبی کے فتویٰ کی رو سے شریر گستاخ خیالات رکیکہ کی پیروی کرنے والا عمداً نصوص صریحہ قرآنیہ کو چھوڑنے والا ٹھہرے گا۔

(۴) اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح فیصلہ اور کھلی ہوئی خاتم النبیین کی تفسیر کے بعد اس سے روگردانی کرنا کسی مومن مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ کافر اور گمراہ ہوگا جو اس فیصلہ سے روگردانی کرے

قال اللہ تعالیٰ ماکان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم و من یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبینا۔

حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا

اگرچہ اس حدیث کا تفسیر لفظ خاتم النبیین سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں جیسے کہ اوپر عرض کر چکا۔ مگر مختار مدعا علیہ کے پاس صرف یہی ایک مجروح اور ضعیف حدیث کے نام پر ہے جس کی وجہ سے نہ صرف صحیح بلکہ اصح الصحاح بخاری و مسلم نیز دیگر صحاح ستہ وغیرہ کی کثیر التعداد۔ صحیح اور واضح احادیث رد کی جاتی ہیں۔ اور مرزا صاحب کی بیجا حمایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحیحہ واضحہ کی توہین اور غلط تاویلات کر کے تحریف کی جاتی ہے۔ لہذا اس کے متعلق کچھ تفصیل سے گزارش کرتا ہوں اور ان کے استدلال اور اپنے جواب کا خلاصہ عدالت کے اولاً ذہن نشین کرتا ہوں تاکہ جوابی بحث کی تاویلات رکیکہ سمجھنے میں سہولت ہو اور واضح ہو جاوے کہ جواب تو بن نہ آیا بہلو بچا کر منا اللہ دیتے کی ناکام ولا حاصل سعی کی جو مدعی علم کی شایانِ شان نہ تھی

مختار مدعا علیہ کے استدلال کا خلاصہ لو عاش ابراھیم لکان صدیقًا نبیًا (ابن ماجہ

گواہ مدعا علیہ ۱ و ۲)

استدلال (۱) اگر نبوۃ ختم ہو چکی تھی تو اس میں فضیلت ہی کیا تھی۔ بلکہ لغو تھا۔ پھر بی۔ اے۔ الیف۔ اے۔ ایم کی مثالیں دیں ملاحظہ ہو گواہ ۱ و ۲ مدعا علیہ۔

(۲) نبی کی اولاد کا نبی ہونا ضروری نہیں لہذا اسے نبوت کا اجراء بتانا تھا۔

(۳) خدا کو ایسا ڈر تھا تو پیدا ہی نہ کرتا۔

(حدیث کی تصحیح)

(۱) شہاب علی البیضاوی نے صحیح کہا

(۲) ملا علی قاری نے موضوعات نے کہا

(الجواب)

ہمارے مفصل جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند اور اصول حدیث کے ضعیف غیر قابل احتجاج باعتبار متن اور الفاظ کے امکان کے واسطے نص قطعی نہیں باعتبار صحیح معنی کے مرزا صاحب کے مریدین کے خلاف اور مسلمانوں کے موافق ہے۔

(۱) سند حدیث۔ یہ حدیث دو طرح نقل کی جاتی ہے لو عاش ابراھیم لکان صدیقًا نبیا یہ تو بالکل حدیث ہی نہیں۔ علامہ شوکانی نے فوائد مجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ صفحہ ۱۴۴ پر لکھا ہے کہ

"قال النووی ما روی عن بعض المتقدمین لو عاش ابراهیم فباطل وجسارة علی الغیب وقال ابن عبد البر لا ادری ما هذ فقد ولد نوح غیر نبی۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ بعض متقدمین سے جو لو عاش ابراہیم مروی ہے یہ باطل ہے اور غیب پر جسارت ہے ابن عبد البر فرماتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا یہ کیا ہے کیونکہ نوح کا بیٹا نبی نہیں تھا۔ بہر حال ان الفاظ میں حدیث ہی نہیں۔ باقی روایت ابن ماجہ لو عاش ابراهیم لکان صدیقا نبیا۔

اس میں ایک راوی ابراہیم ابن عثمان ہے جس کے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کا فیصلہ فن جرح و تعدیل کی مسلم کتب میں حسب ذیل ہے۔

(۱) میزان الاعتدال علامہ حافظ شمس الدین ذہبی۔ یہ جرح کی کتاب ہے۔ جسے ۸ مارچ ۳۳ء کی جرح میں گواہ ۱ تسلیم کر چکا ہے کہ یہ فن جرح کی کتاب ہے۔ یہ راوی ثقہ (یعنی قابل اعتبار) نہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ضعیف ہے امام بخاری نے اس سے سکوت اختیار کیا، امام مسلم فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے جس کی حدیثیں ترک کر دی گئیں تقریب التہذیب ص۱۴ میں بھی یحیی ابن معین فرماتے ہیں۔ متروک الحدیث (۲) مدارج النبوۃ ج ۲ ص۲۶۷ اس کے متعلق سخت جرح منقول ہے۔

(۳) تہذیب التہذیب میں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ راوی منکر حدیث ہے جیکی بات ثقہ کے مقابل بالکل غیر معتبر ہے امام نسائی فرماتے ہیں متروک الحدیث امام ابو حاتم رح فرماتے ہیں ضعیف الحدیث۔ ائمہ حدیث نے اس سے اعراض کیا ہے اور اس کی حدیثیں ترک کر دی ہیں۔

(۴) وہیں ابن ماجہ کے بین السطور میں لکھا ہے کہ وہ یہ راوی ناقابل اعتبار ہے۔"

اب امام بخاری امام مسلم امام جرح و تعدیل یحیی ابن معین امام احمد ابن حنبل جنہیں امام بخاری امیر المومنین فی الحدیث فرماتے ہیں۔ امام ترمذی امام ابو حاتم رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر ائمہ کے قطعی فیصلہ کے بعد ما و شما اور شہاب علی البیضاوی جیسے لاکھ بلکہ کروڑ آدمی اس حدیث کو صحیح ثابت کرنا چاہیں صحیح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مرزا صاحب کی برکات الدعا حاشیہ ص۱۲ سے پیش کر چکا ہوں کہ وہ ہر ایک فن میں اس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے"۔ ملاحظہ ہو جرح ۸/مارچ ۳۳ء اور امام یحیی ابن معین کا امام فن جرح و تعدیل اور بڑا محدث ہونا۔ میزان الاعتدال کا فن جرح و تعدیل کی کتاب ہونا گواہ ۱ کو مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح ۸/مارچ ۳۳ء اور شہاب کے متعلق جب گواہ سے ۸/مارچ ۳۳ء کو پوچھا گیا کہ وہ امام جرح و تعدیل یا محدث ہیں۔ تو جواب دیا کہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں۔ لہذا ان کی رائے تفسیر میں قابل لحاظ ہو تو ہو حدیث کے متعلق محض بیکار قابل رد ہے خصوصاً ائمہ حدیث اور امام جرح و تعدیل کے فیصلہ کے مقابل۔ لہذا یہ حدیث نہ صرف مجروح بلکہ شدید ترین جروح سے پُر ہے۔ اور مجروح حدیث عقائد میں کجا اعمال میں بھی حجت نہیں بلکہ غیر معتبر ہوتی ہے۔ مختار مدعاعلیہ کے اطمینان خاطر کے واسطے ان کے نبی کا فیصلہ پیش ہے کہ وہ حدیث بشرطیکہ جرح سے خالی ہو معتبر

ہو گی ازالہ اوہام ص۲۳۱

اور یہ حدیث جرح سے خالی نہیں لہذا بالاتفاق غیر معتبر ہو گی۔

(اس کے متعلق مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ)

مختار مدعا علیہ سے اس علمی بحث کا جواب ناممکن تھا نہایت اضطراب کا اس کی تاویلات میں ثبوت دیا ہے

(خلاصہ تاویلات)

(۱) میزان میں لکھا ہے کہ وہ قاضی تھے اور منصف قاضی بھی ہوں گے اور ایسا شخص قاضی کیسے ہو سکتا ہے۔

(۲) شعبہ نے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں جھوٹا قرار دیا۔

(۳) شعبہ کی تکذیب کا مصنف میزان الاعتدال نے خود رد کر دیا ہے۔

(۴) ابن معین نے اس کا عادل ہونا یزید ابن ہارون سے نقل کیا ہے۔

(۵) وہ قاضی تھے اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرتے ہوں گے اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا۔

(۶) ابن عدی انہیں معتبر کہتے ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص۳

(۷) اس حدیث کی تصحیح بڑے بڑے علماء نے کی ہے۔ جیسے شہاب علے البیضاوی۔

(۸) مختار مدعیہ اصل میں شہاب سے ناواقف ہے ان کا یہ نام ہے یہ تصانیف ہیں۔

(۹) ملا علی قاری نے موضوعات کبیر ص۵۹ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں۔ بلکہ صحیح ہے۔

(۱۰) مرقات میں ملا علی قاری نے اس پر بحث کی ہے۔ اور ابن حجر کا قول نووی کی تردید میں نقل کیا ہے۔

(۱۱) ابن ابی اوفی کا قول اس کی صحت کی دلیل ہے۔

(۱۲) ان ائمہ کو یقین نہیں جبھی تو مختلف الفاظ کہے۔

(الجواب)

اجمالی جواب۔ عدالت تو د مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ ملاحظہ فرمالے کیا ان ائمہ محدثین اور امام جرح و تعدیل کے واضح فیصلوں کے بعد یہ تاویلات اور تکلفیں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں ذرہ برابر بھی قابل التفات ہیں جن میں ایک ثبوت بھی اس کے معتبر ہونے کا کسی مسلّم امام جرح و تعدیل سے نہ پیش کر سکا گو لہجہ حسب عادت بہت ہی سخت اور درشت کیا۔

......

مفصل و مرتب جواب

(۱) قاضی ہے اور عادل ہوں گے اور ایسا شخص کیسے عادل ہو سکتا ہے۔

یہ عجیب و غریب مضحکہ خیز جواب ہے۔ قاضی ہونے سے توثیق کیا ہوگی وہی علامہ ذہبی جنہوں نے قاضی ہونا لکھا ہے (اور عادل ہونا بھی مختار مدعا علیہ کی طبعزاد تصنیف ہے) انہیں علامہ نے خود اور تمام بڑے بڑے اکابر ائمہ حدیث و جرح و تعدیل سے غیر ثقہ۔ متروک الحدیث۔ ضعیف اور منکر الحدیث۔ وغیرہ نقل کیا ہے۔ اور یہی قطعی فیصلہ قرار دیا ہے کیا انہیں قاضی ہونا معلوم نہ تھا۔ پھر قاضی کیا قاضی بنانے والے حاکم اور سلطان تک غیر ثقہ ہوتے ہیں کوئی ان میں سے کسی امام سے توثیق نقل کرتے تو تھا بھی یہ تو اور اپنے عجز اور پریشانی و اضطراب کی دلیل ہے۔

(۲) شعبہ نے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں جھوٹا قرار دیا۔

(الجواب)

شعبہ سے ہم نے نقل نہیں کیا نہ جھوٹا ہونا یہ ائمہ حدیث نقل کرتے ہیں یہاں تک کہا جا سکے کہ یہ شعبہ کی تقلید میں کہتے ہیں۔ نہ یہ شعبہ کے مقلد و پیرو ہیں۔ یہ ائمہ مستقل اپنی تحقیقات سے اُسے ضعیف۔ منکر الحدیث۔ متروک وغیرہ لکھ رہے ہیں نہ کسی مخصوص روایت کی وجہ سے بلکہ مطلقاً۔ اور نقل کرنے والے امام یحییٰ ابن معین امام احمد ابن حنبل امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری۔ امام مسلم امام ترمذی امام نسائی وغیرہ جیسے۔ تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ ان ائمہ کی تحقیق کی اصلاح کر رہا ہے اور شاید انہیں بھی علم حدیث سے نا وا قف بے بہرہ خیال کر رہا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ علم حدیث کی وہ مایہ ناز ہستیاں ہیں۔ کہ جن کے متفقہ فیصلہ کے بعد تمام دنیا کے علماء ملکر اسے ہیچ قابل استناد ثابت نہ کر سکینگے۔

۳ ابن معین نے اس کا عادل ہونا یزید بن ہارون سے نقل کیا ہے۔

(الجواب)

مگر نقل کر کے اسی کی تردید میں ان ائمہ اور اعیان علم حدیث کے فیصلے پیش کئے ہیں۔

مختار مدعا علیہ کسی ناواقف کو مغالطہ دیتا تو تھا بھی اور کسی اجنبی نادر کتاب کا ہوتا تو شاید کامیاب ہو جاتا۔

اللہ اللہ یزید بن ہارون کا مقابلہ امام یحییٰ ابن معین امام بخاری امام مسلم اور امام احمد بن حنبل امیر المومنین فی الحدیث وغیرہ سے بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

۵ وہ قاضی ہیں اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرتے ہوں گے۔ اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا۔

(الجواب)

اس قدر بڑا احتمال اور لغو تاویل ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں اول تو یہ مختار مدعا علیہ کی خود ساختہ الکل

ہے جو قابل اعتبار نہیں دوسرے اس کے معنی نعوذ باللہ یہ ہوئے کہ امام بخاری اور امام مسلم اور امام یحیٰ بن معین امام احمد بن حنبل امیر المومنین فی الحدیث امام ترمذی امام نسائی جیسے بزرگ بھی قابل اعتبار نہیں کہ انہوں نے محض ذاتی کا دشمن کی وجہ سے کہ وہ قاضی صاحب حق فیصلہ کرتے تھے دشمنی سے انہیں بدنام کیا۔ اس میں صراحتہً ان کی دیانت اور امانت پر جو حملہ ہے وہ عدالت پر پوشیدہ نہیں۔

انہیں پتہ نہیں کہ وہ قاضی عادل ہی نہ تھے۔

اس وجہ سے محدثین نے انہیں غیر ثقہ کہا۔ غیر ثقہ کبھی عادل ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ حق بجانب فیصلہ کر سکتا ہے۔

یہ نمبر ۵ جواب ایسا اچھوتا ہے کہ تیرہ سو سال بھی کسی مصنف مورخ کو تو کیا چکڑالویوں کو نہ سوجھا۔

نمبر ۶ ابن عدی انہیں معتبر کہتے ہیں،،

(قابل مراجعت میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳)

اسی جگہ میزان الاعتدال میں اس کی تردید میں تمام مسلم ائمہ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل امیر المومنین فی الحدیث جیسوں کا فیصلہ موجود ہے۔ اس قسم کے مغالطے یہاں کارآمد نہیں ہو سکتے۔ کہاں ابن عدی اور کہاں امام یحیٰی بن معین امام بخاری امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امیر المومنین فی الحدیث امام احمد بن حنبل کے متعلق محدثین فرماتے ہیں۔ کہ جسے وہ کہہ دیں کہ یہ حدیث نہیں وہ حدیث ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم نے تو متفقہ فیصلہ پیش کیا ہے صرف کسی شخص کا قول نہیں۔

نمبر ۷ اس حدیث کی تصحیح بڑے بڑے علماء نے کی ہے جیسے شہاب علی البیضاوی

(الجواب)

ماشاء اللہ شہاب علی البیضاوی بڑے محدث ہیں جن کے متعلق جب گواہ مدعا علیہ سے ۸/مارچ ۳۲ء کی جرح میں پوچھا گیا کہ شہاب کوئی امام جرح و تعدیل یا کوئی بڑے محدث ہیں۔ تو جواب دیا کہ وہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں،،

نہیں معلوم وہی گواہ بہ مختار ہونے کی حیثیت میں اپنا وہ اقرار کیوں بھول گیا۔ جب وہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں تو ان کا فیصلہ ائمہ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل امام یحیٰی بن معین امام بخاری امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امام احمد بن حنبل جیسے بزرگوں کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتا ہے۔ ایک شہاب کیا کروڑوں شہاب اور تمام مفسرین ملکر حدیث کے متعلق ایک فیصلہ دیں اور یہ ائمہ حدیث جو اس فن کے مسلم امام ہیں اس کے خلاف کریں تو انہیں کا فیصلہ ناطق ہوگا۔ غالباً مختار مدعا علیہ یہ بھی بھول گیا ہے۔ کہ خود ان کے نبی کا یہ فیصلہ ہے کہ ہر ایک فن میں اس شخص کی شہادت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ جو اس فن کا ماہر ہو۔

قول مرزا صاحب برکات الدعا حاشیہ ص ۱۳،،

(۸) اور غالباً مختار مدعا علیہا اپنا بیان بھی فراموش کر چکا ہے۔ جس میں مفسرین کے متعلق ایک مستقل ہیڈنگ ہے کہ جس کے چند فقرات درج ذیل ہیں وہ یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سوچے سمجھے من و عن تسلیم کر لیا جائے۔

""اور جو کچھ وہ اپنے خیال وعقیدہ کے ماتحت لکھ گئے ہیں اسے حرف بحرف مان لیا جائے۔""

""متقدمین کی تفسیریں عمدہ اور ردی دونوں باتوں سے پر ہیں""

""پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ""

مگر چونکہ تنخواہ دار مرزا صاحب کے ملازم ہیں جب کہ ان کی طرف داری مفسرین کے غیر معتبر بنانے میں ہوئی غیر معتبر کہدیا معتبر کہتے ہیں طرف داری نکلتی تھی اب یہ کہنے لگے نہ یہ صحیح نہ وہ۔

تعجب ہے کہ وہ مفسر ہیں۔ ان کا مفسر ہونا مختار مدعا علیہ اور گواہ کو بھی مسلم مگر تفسیر میں وہ ناقابل اعتبار اور۔ باوجودیکہ امام حدیث نہیں پھر بھی حدیث کے متعلق ان کی رائے تمام چوٹی کے ائمہ حدیث کے فیصلہ کے خلاف معتبر

۸ مختار مدعیہ اصل میں شہاب سے ناواقف ہے اس کا نام ہے یہ تصنیفیں ہیں۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے واقفیت کا کیا ثبوت دیا۔ ۸ر مارچ ۳۳ء کی جرح میں انہیں صرف مفسر مانا ہے۔ امام حدیث نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے۔ اس کے بعد نام و پتہ سے کیا کام چلتا ہے۔ جب کہ اسے بحیثیت گواہ اس فن میں ماہر ہونا مسلم ہے۔ پس ان کی رائے اس فن میں کیونکر معتبر ہو گی۔ خصوصاً تمام ائمہ دین کے خلاف

۹ ملا علی قاری نے موضوعات کبیر ص۵۹ پر لکھا ہو کہ یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ صحیح ہے۔

الجواب

(۱) مختار مدعا علیہ نے اپنی جرح اور شہادت کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ اور آج اس کے خلاف بحث کر رہا ہے۔ انہیں ملا علی کی نسبت ۸ر مارچ ۳۳ء کو جرح میں اس سوال کے جواب میں کہ کیا ملا علی قاری حافظ حدیث یا امام جرح و تعدیل ہیں۔ یہ تسلیم کر چکا ہے کہ ملا علی قاری حافظ حدیث اصطلاحاً نہیں ""اور اصطلاحاً امام جرح و تعدیل کے بھی نہیں""

پس حافظ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل کے مقابلے میں ان کی رائے کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی۔

(۲) ملا علی قاری نے کہیں بھی موضوعات میں یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کا ان پر افترا اور بہتان ہے ان کی اصلی عبارت اس حدیث کے متعلق اسی صفحہ سے بعینہ وہی نقل کرتا ہوں۔

وقد اخرج ابن ماجہ وغیرہ من حدیث ابن عباس قال لما مات ابراھیم ابن النبی صلعم قال ان لہ مرضعاً فی الجنۃ ولو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً ولو عاش لاعتقت اخوالہ من القبط وما استرق قبطی الا ان فی سندہ ابا شیبہ ابراھیم بن عثمان الوسطی وھو ضعیف ولکن لہ طرق ثلثۃ یقوی بعضھا ببعض۔ ابن ماجہ

یعنی ابن ماجہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے ابن عباس سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ لیکن اس کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان واسطا ہے جو ضعیف ہے ہاں اس کے تین طریقے ہیں جو بعض بعض سے ملکر فی الجملہ قوی ہو جائینگے۔

ملاحظہ فرما دیں کہ نہ صرف ابن ماجہ بلکہ اس کے سوائے دوسری سندیں بتائی ہیں اور اسی لیے اخرج ابن ماجہ کے ساتھ وغیرہ کا لفظ اضافہ کیا کہ ابن ماجہ اور اس کے سوائے دوسروں نے جو حدیث نقل کی ہے سب کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم راوی ہے جو ضعیف ہے۔ صحیح یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ نہیں آخر میں یہ فرما دیا کہ اس کے صرف تین طریقے ہیں جو سب ملکر فی الجملہ کچھ ہوں گے۔ یعنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض باطل اور موضوع خود ساختہ نہیں باقی صحیح ہونا تو نہ نکلا۔ جب کہ ہر سند میں وہ ضعیف راوی موجود ہے نہ اور اس کے ضعف کا ملا علی قاری نے کوئی بھی جواب نہیں دیا اور نہ ہی اسے دفعہ کیا۔ ۸/ مارچ ۳۳ء کو گواہ ملا نے بجواب جرح تسلیم کر لیا ہے کہ اس کتاب میں راوی کے ضعف دفع کرنے کے متعلق کوئی بحث نہیں کی ہے۔ پھر وہ تینوں طریقہ اخرج ابن ماجہ وغیرہ اور سب میں وہ ضعیف راوی موجود ہے۔ اس راوی کے علاوہ کوئی بھی اس کا طریقہ نہ موضوعات کبیر میں ہے نہ کہیں اور پتہ ہے جیسا کہ گواہ ملا نے ۸/ مارچ ۳۳ء میں بجواب جرح خود تسلیم کیا ہے۔

پس یہ مختار مدعا علیہ کا اپنی شہادت اور جرح کے خلاف ملا علی قاری پر صریح بہتان اور افترا ہے اور کہیں بھی انہوں نے غیر ضعیف یا صحیح نہیں فرمایا۔

نمبر۱ مرقاۃ میں ملا علی قاری نے اس پر بحث کی ہے اور ابن حجر کا قول نووی کی تردید میں نقل کیا ہے۔ وہاں مرقاۃ میں جس حدیث کی بحث ہے اور جسے امام نووی باطل قرار دے رہے ہیں وہ یہ حدیث نہیں۔ ولو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا بلکہ وہ ان الفاظ کی حدیث ہے کہ لو کان ابراھیم حیا لکان نبیا صرف ان الفاظ کی حدیث پر بحث ہے۔ مکرر مرقاۃ کا مطالعہ فرمائیں نیز انہیں الفاظ لو عاش ابراھیم لکان نبیا کے متعلق امام نووی سے مرقاۃ موضوعات کبیر ص۵۸ فوائد مجموعہ ص۱۴۴ پر ہی منقول ہے کہ حدیث لو عاش ابراھیم لکان نبیا قال النووی فی تھذیبہ ھذا حدیث باطل وجسارت علی الکلام بالمغیبات مجازفۃ وھجوم علی عظیم وقال ابن عبد البر لا ادری ما ھذا اس کے بعد ہے

قال ابن حجر ابن حجر مکی اس حدیث کے متعلق نووی کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ مگر ملا علی قاری ابن حجر کی تردید اور نووی کی تائید کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی مسلم کتاب موضوعات کبیر مجتبائی صہ ۵۸

واما قول ابن حجر المکی فبعید جداً ان لا یفهم الامامات الجلیلان مثل هذه المقدمة الخ

کہ ابن حجر کی یہ تردید بہت ہی بعید از عقل ہے کہ اتنے بڑے بڑے امام امام نووی اور امام ابن عبد البر جیسے محدثین یہ معاملہ نہ سمجھیں۔ بہر حال ابن حجر کے قول کو موضوعات میں رد کیا ہے، نیز ثابت ماننے کے بعد ہی اس حدیث کے متعلق نہیں بلکہ وہ حدیث ہے کہ جس کو میں نے شروع بحث میں لکھا ہے۔ اس متنازعہ فیہ حدیث کے وہی تین طرق سب نے حتیٰ کہ ابن حجر نے نقل کئے ہیں اور سب میں وہی ضعیف راوی ہے۔ اور حدیث کی تصحیح کسی امام نے نہیں کی۔ بہر حال یہ مغالطہ بھی بے سود رہا۔

بدا ابن ابی اوفی کا قول اس کی صحت کی دلیل ہے"

(الجواب)

اسی جوابی بحث میں اسی شبہ کے بعد تیسرے شبہ کا بیان ایک ہیڈنگ قائم کر کے خود مختار مدعا علیہ نے لکھا ہے۔ کہ یہ فہم صحابی ہے۔ اور علم حدیث سے واقف شخص پر مخفی نہیں کہ فہم صحابی حجت نہیں ہے اور نہ ہی اس کا قول حجت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے مخالف صحابی کا قول موجود ہے۔ کیونکہ صحابی فہم قرآن و حدیث میں غلطی کر سکتا ہے۔

پس اس کے بعد مختار مدعا علیہ کو ابن ابی اوفی کے قول کو صحت حدیث کی تائید بتانے کا کوتاحق رہتا ہے یہ محض بے سود ہے دوسرے وہاں اس حدیث یا اس کے الفاظ تک کا پتہ نہیں وہاں تو وہ ایک اپنی رائے اور اپنا فیصلہ فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ بخاری شریف جلد ۲ صہ ۹۱۴ ہاشمی"

وحدثنا اسماعیل قال قلت لابن ابی اوفی رأیت ابراهیم ابن النبی صلعم قال مات صغیراً ولو قضی ان یکون بعد محمد صلعم نبی عاش ابنه ولکن لا نبی بعده۔

یعنی اسماعیل تابعی فرماتے ہیں۔

کہ میں نے ابن ابی اوفی صحابی سے پوچھا کہ آپ نے ابراہیم صاحب زادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرمایا ہاں صغر سنی میں وہ فوت ہو گئے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ میں بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی نبی کا ہو سکنا ہوتا۔ تو آپ کے صاحب زادے زندہ رہتے مگر فیصلہ یہ ہے کہ لا نبی بعدی آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہاں اس حدیث لو عاش ابراہیم لکان صدیقا نبیا کا نام ونشان تک بھی نہیں۔ بلکہ تمام اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ بھی فرمان منقول نہیں یہ بھی مختار مدعا علیہ کا مغالطہ اور صریح بہتان ہے۔

نمبر۱۲ ان ائمہ کو بھی یقین نہیں جیب ہے تو مختلف الفاظ لکھے

(الجواب)

مختار مدعا علیہ جو چاہے دیدہ و دانستہ بلاوانستہ الزام لگائے۔ یہ تاویل ہی مضحکہ خیز ہے ایک امام سے بھی متضاد امور منقول نہیں نہ آپس میں کوئی تعارض ہے مختلف عیوب ہیں مختلف ائمہ نقل کرتے ہیں۔

جیسے کسی کے متعلق ایک کہے کہ جھوٹا ہے دوسرا کہے دغاباز ہے تیسرا کہے سود خور ہے چوتھا کہے بے نمازی ہے ان میں کوئی تعارض نہیں بلکہ وہ شخص اور بھی بے اعتبار ہو جائے گا۔

یوں ہی اس راوی کے متعلق ایک امام کی رائے ہے کہ وہ ثقہ نہیں امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے امام مسلم متروک الحدیث امام ترمذی منکر الحدیث کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ

پس اتنے محقق عیوب اور ضعف کے بعد وہ معتبر کیونکر ہو سکتا ہے۔

بحمد اللہ ان تمام تاویلات رکیکہ کا جواب ہو گیا۔ اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حدیث نہایت مجروح ہے۔ جو کسی طرح معتبر اور قابل استناد اور حجت نہیں چہ جائیکہ صحیح احادیث کا مقابلہ اس سے کیا جاوے۔

یہ مختار مدعا علیہ کے دوسرے شبہ کا جواب ہے جو سند کے متعلق تھا۔

حدیث مذکورہ بالا باعتبار متن اور الفاظ حدیث کے بھی آپ نے مدعا کے اثبات میں نص قطعی نہیں۔ پس ایسی دور از کار تاویلات رکیکہ سے ایک محتمل وہ بھی غیر معقول اور خلاف منقول معنی سے کر قطعیات کے ذخیرہ اور نصوص کو کس طرح رد کیا جا سکتا ہے۔ اور صریح قطعی آیات واحادیث صحیحہ واضحہ اور اجماع خلف وسلف کے خلاف ایک جدید کفریہ کی اس ضعیف آڑ سے بنیاد ڈالنا کہاں کی دیانت ہے۔ اس حدیث سے مختار مدعا علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعی طور پر امکان نبوت ثابت کرنا ہے مگر اس کے متن میں لفظ (لو) موجود ہے۔ اور اس کے قرآن پاک سے متعدد حوالہ پیش کر کے گواہ نمبر۱ سے ۸/مارچ میں سوال کیا گیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ۔

لو جس جگہ داخل ہوتا ہے۔ اکثر وقوع نہیں ہوتا۔

اس طرح دوسرا گواہ بھی اس کے فرضی طور پر استعمال کا مؤید ہے۔ لہذا بیان ایک فرضی صورت ہے جس سے امکان یا وقوع مقصود نہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کی مثالیں بکثرت ملینگی۔ اور اگر یہاں لو عاش ابراہیم الخ سے امکان نبوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختار مدعا علیہ کے طرز پر لیا جاوے۔ تو یہ آیت

لو کان فیہما الٰھۃ الا اللہ لفسدتا میں خدا کے سوا اور دوسرے معبودان حق کا بھی امکان نکل آئے گا۔ اگر یہ عذر کیا جاوے۔ کہ دوسرے دلائل توحید واضح اور قطعی موجود ہیں۔ تو ادہر بھی گذارش ہے۔ کہ ختم نبوت کے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ اس قدر موجود ہیں۔ کہ ان کے ہوتے ہوئے۔ ایک لمحہ کے واسطے کوئی مسلمان بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امکان نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے لفظ سے جو عموماً اور اکثر فرضی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ امکان کے معنی تمام قرآن وحدیث واجماع کے خلاف لینا درست نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ محض فرضی ہے۔ امکان میں نص نہیں۔ بخلاف لا نبی بعدی وغیرہ کے جو امتناع کے واسطے نص قطعی ہیں۔

اور مرزا صاحب کو بھی قبل دعوی مسلم ہیں پس یہ امکان نبوۃ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی طرح دلیل نہیں ہو سکتی۔

مفصل اصل بحث ملاحظہ ہو۔

تاویلات مختار مدعا علیہ

خلاصہ تاویلات جن کو پہلے شبہ کا جواب کا عنوان دیکر جوابی بحث میں لکھا ہے مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ بلکہ جیسے لو انہم صبروا الآیۃ لو عاش لاعتقت الخ میں ہے

(۲) مقام مدح میں محال اور ناممکن الوقوع شئی سے فضیلت کا اظہار عبث نہیں۔ جیسے ایک ایف اے پاس پاس شدہ کی وفات پر کہا جاوے۔ کہ اگر یہ زندہ رہتا۔ تو ضرور بی اے پاس کر لیتا۔ اس سے ہر عاقل وفرزانہ یہ سمجھے گا۔ کہ بی اے کوئی درجہ ہے۔ جیسے وفات شدہ طالب علم بوجہ موت حاصل نہ کر سکا۔ نہ یہ کہ بی اے کوئی درجہ نہیں۔ اس کا حصول ناممکن ہے۔

(۳) یہ کیا ضرورت ہے۔ کہ نبی کی اولاد بھی ضرور نبی ہو۔ کہ ان کی وفات کی علت نبی نہ ہو سکنا قرار دیا جاوے

(۴) اگر یہی وجہ وفات کی تھی۔ تو ان کو پہلے سے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ کہیں نبی نہ ہو جاوے۔

(الجواب)

اولاً ہم اس حدیث کو صحیح تسلیم ہی نہیں کرتے۔ یہ جواب تو آپ کے اصول پر صحیح تسلیم کر کے پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ مغالطہ نہ ہو۔

دوسرے مفصل ومرتب جواب یہ ہے کہ

تاویل ۱؎ یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ الخ

الجواب

کلیہ نہ سہی اکثریہ تو مختار مدعا علیہ کو بھی بحیثیت گواہ مدعا علیہ مسلم ہے۔ لہٰذا جبکہ عدم امکان احتمال اکثر یہ پیدا ہو گیا تو یہ مدعا کے واسطے ناطق اور نص صریح نہ ہوا۔ کیونکہ یہاں تو احتمال اکثر ہی موجود ہے۔ ادنیٰ احتمال بھی استدلال کو باطل کر دیتا ہے۔ کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ احتمال پیدا ہونے سے استدلال باطل ہو جاتا ہے پھر یہ احتمال نہ اکثریہ احتمال ہے۔ بلکہ قرآن پاک، احادیث صحیحہ اقوال سلف و خلف بلکہ اجماع امت کی اس کے ساتھ تائید موجود ہے۔ پس ایک آدھی مثال میں وقوع بھی مان لیں۔ تو بھی استدلال اور اثبات مدعیٰ میں نص نہیں ہو سکتا۔ یہی ہمارا مدعا تھا جواب بن نہ آیا۔ مغالطہ دہی کی ناکام سعی شروع کر دی۔

۲؎ مقام مدح میں محال اور ناممکن الحصول شئے سے فضیلت کا اظہار عبث ہے۔ الخ

(الجواب)

سبحان اللہ! غالباً علم معانی و بلاغت کے خلاف دانستہ یہ بات مختار مدعا علیہ نے کہدی ہے۔ اس میں نہ تو صرف مدح بلکہ کمال مدح ہے۔ کہ ممدوح کے اندر وہ کمالات ودیعتہ تھے۔ کہ اگر وہ زندہ رہتے۔ تو سب کچھ انسانی فضائل حتیٰ کہ ناممکن حصول فضیلت بھی حاصل کر لیتے۔ جس کا اب حاصل کرنا ناممکن ہے۔ مثال کے لیے اُسی متنبی کا قول پیش ہے جس سے مختار مدعا علیہ نے بحیثیت گواہ استناد کیا ہے۔ اور اپنی دلیل میں لایا ہے۔ ؎

دلو طائر ذوجا فر قبلہا،

لطارت ولکنہا لم یطیر

کہ اگر ٹاپوں والا جانور اڑ سکتا۔ تو یہ بھی گھوڑا اڑتا۔ مگر ٹاپوں والا اڑا نہیں کرتا۔ دیکھئے مقام مدح میں مبالغہ فی المدح کے واسطے ناممکن الحصول فضیلت پیش کی ہے۔

معانی کے کتب کا مطالعہ فرمایا جاوے۔ بے شمار امثلہ اس قسم کے موجود ہیں۔ بخوف طوالت ذکر نہیں کرتا اسی قبیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی فضیلت میں لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔ ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر بن الخطاب ہوتے حالانکہ لانبی بعدی سے ہر قسم کی نبوت ملنے کا دروازہ بند ہو چکا تھا اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں متعدد مثالیں موجود ہیں جنہیں بخوف طوالت ذکر نہیں کرتا اور نہ یہ جواب میری بحث کے مطالعہ کے بعد قابل التفات ہی رہتا ہے۔

میں نے بعینہ اس جیسی ایک مثال شعر سے اور ایک مسلّم فریقین صحیح حدیث پیش کر دی ہے۔

باقی یہ کہنا کہ ایف اے پاس شدہ کی موت پر یہ کہا جائے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ضرور بی اے پاس کرتا ۔ اس لیے اس درجہ کے حصول کا امکان پایا جاتا ہے ۔

اولاً تو سابق جواب اس کے واسطے کافی ہے ۔ مزید وضاحت کے واسطے مختصراً گزارش ہے کہ اس تعبیر میں اس کی استعداد بی اے پاس کر سکنے کا اعتراف ہے ۔ کہ اگر زندہ رہتا تو اس کی استعداد بی اے پاس کر سکتی تھی ہاں اگر کلاس ہی توڑ دیا گیا اس میں اس کے کسب و استعداد کو کوئی دخل نہیں نہ اس کی فضیلت میں کوئی فرق آتا ہے ۔

جیسے کہ حضرت فاروق اعظم میں کمالات نبوت بدرجۂ اتم موجود تھے اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو فاروق اعظم نبی ہوتے (لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب)

مگر یہ کلاس ہی توڑ دیا گیا یہ دروازہ ہی خاتم النبیین لا نبی بعدی اور لا نبوۃ بعدی انقطعت النبوۃ والرسالۃ سے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا پس لو عاش ابراہیم الخ اگر بالفرض صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ مطلب ہو گا کہ کمالات نبوۃ ان میں موجود تھے اگر وہ زندہ رہتے تو نبوت کے حق دار ہوتے ۔ یعنی اپنی استعداد کی وجہ سے ہاں انسداد باب نبوۃ اس کو ضرور مانع ہے ۔ اس میں ان کے کمالات کی کوئی تنقیص نہیں ۔ میرے خیال میں یہ جواب بہت کافی ہے اور دراصل میں نے اسے اصل بحث میں واضح کر دیا تھا مگر مختار مدعا علیہ نے بلفظہ باوجود جواب ہو جانے کے شہادت سے پھر نقل کر دیا ۔ یہی قصہ تقریباً اور تمام مباحث میں کیا گیا ہے ۔

عہ ۳ نبی کی اولاد کا نبی ہونا کیا ضروری ہے الخ

(الجواب)

یوں ہی مسلمان بھی کہتے ہیں کہ نبی کی امت سے نبی ہونا کیا ضروری ہے مگر مرزا صاحب کے مرید یہ جواب دیتے ہیں کہ پہلی امتوں میں نبی ہوئے ہیں ۔ لہذا گو ضروری نہ ہو ا گر ایک فضیلت ضرور ہے جس کا نہ ہونا ایک قسم کی تنقیص ہے یہی جواب اس کا خیال فرمالیں کہ نبی کا بیٹا نبی ہونا ضروری نہیں مگر فضیلت ضرور ہے اور اسے مقام فضیلت میں تو دا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم) مقام مدح میں نبی کا بیٹا نبی ہونا مذکور ہے ۔ (بخاری شریف)

پس گو نبی کے بیٹے کا نبی ہونا ضروری نہ سہی مگر اس میں فضیلت ضرور ہے ۔ کہ دیگر انبیاء کو یا ان کی اولاد کو یہ شرف ملے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مل سکے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اور باب نبوت آپ پر مسدود ہو چکا تھا پس اس کی تلافی باری تعالی نے یوں فرمائی کہ انہیں قبل سن نبوت وفات دیدی اور اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کے کمالات نبوت سے متصف ہونے کا اعلان کرا دیا کہ لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا جس کی شرح مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ موضوعات

کہ بریں اسی جگہ اسی صفحہ پر یوں موجود ہے جسے مختار مدعا علیہ نیز گواہان مدعا علیہ نے قطع و برید کر کے مغالطہ دیا ہے۔

قولہ تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیّٖن فانہ یوحی الیہ بانہ لم یعش لہ ولد ولا یصل الی مبلغ الرجال فان ولدہ من صلبہ یقتضی ان یکون لہ قلب کما یقال الولد سر لابیہ ولو عاش و بلغ اربعین وصار نبیًا لزم ان لا یکون نبیًا خاتم النبیین۔ (موضوعات کبیر مجتبائی ص۵۸)

ترجمہ:۔ وکان رسول اللّٰہ وخاتم النبیین کیونکہ یہ اس بات کی طرف مشیر ہے کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا کوئی بھی لڑکا زندہ نہ رہا کہ مرد بالغ کی جیثیت تک پہنچتا کیونکہ آپ کا صلبی بیٹا آپ کے قلب کا جز ہوتا تھا جیسا کہ الولد سر لابیہ کہتے ہیں اور اگر وہ زندہ رہتے اور چالیس سال تک پہونچتے اور نبی ہوتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہیں الخ

پس اس عبارت سے جواب بالکل مکمل اور واضح ہو گیا اور خود مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی یہ مسلّم اور پیش کردہ چیز ہے فللّٰہ الحمد۔

نمبر۴ اگر یہی وجہ تھی تو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ نبی نہ ہو جائیں۔

(الجواب)

(۱) یہ خدا تعالیٰ سے پوچھیں کہ انہیں کیا ڈر تھا اور کیوں پیدا کر کے اس وجہ سے مار ڈالا۔

(۲) قرآن پاک میں حضرت موسیٰ اور خضر کے واقعہ میں ہے کہ ایک جگہ حضرت خضرؑ نے ایک نوجوان بچہ کو قتل کر ڈالا اور پھر بعد کو اس کا جواب یہ فرمایا کہ واما الغلام فکان ابواہ مومنین فخشینا ان یرھقھما طغیانا وکفرًا (آلایۃ پ۱۶ کہف) ملاحظہ فرمائیں کہ اس بچہ کو صرف اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ بڑا ہو کر اپنے ماں باپ کو گمراہ اور کفر میں ملوث نہ کر دے۔

یہی اعتراض اہل باطل شیطان اور دجال وغیرہ کی پیدائش پر کرتے ہیں۔

شعر
چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است۔

مختار مدعا علیہ کو چاہیئے کہ اس کا فائدہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے کسی غلام سے پوچھ لے۔

اصل یہ ہے کہ آپ کے اولاد ذکور کے نہ ہونے پر کفار کا ایک طعنہ تھا کہ اولاد نرینہ جو ایک دنیوی طرح

برکت ہے اس سے مدعی محبوبیت کیوں محروم ہے اللہ نے اولاد نرینہ عطا فرمائی۔ پھر ان کی وفات پر بھی طعنہ زن تھے کہ محبوب خدا کو یہ صدمہ کیونکر ہوا پس اس کا جواب بارگاہ رسالت سے یہ دلوایا کہ لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا۔

اور یہ بھی ایک نکتہ ہے اللہ کے راز و نیاز اور اسرار اللہ کے سوا مخلوق کی قدرت نہیں کہ سمجھ سکے اور نہ ہم ان علل و نکات و حکم کے مکلف ہیں۔ بحمد اللہ مکمل اس کا جواب ہو گیا اور اچھی طرح وضاحت ہو گئی اس حدیث سے امکان نبوت یا خاتم النبیین کے معنی مختار مدعا علیہ کے استدلال کے مطابق سے لینا نہ صرف غلطی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے۔ (معناً بھی یہ حدیث مثبت مدعا نہیں۔)

اس سلسلہ میں مفصل دلائل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں جن کا اعادہ نہیں کرتا۔

مختصر یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب جو مختار مدعا علیہ پیش کرتا ہے وہ محض غلط ہے کیونکہ وہ صحابہ کرام جو وقت وفات صاحبزادہ ابراہیم وہاں موجود تھے وہ بھی یہ مضمون نہ سمجھے حالانکہ بالاتفاق صحابہ اذکیاء امت سے ہیں بلکہ وہ بالکل اس مضمون کے خلاف اظہار فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری ج۲ ص۹۱۴ حدثنا اسماعیل الخ وابن ماجہ۔ یعنی اسماعیل تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفی صحابی سے پوچھا کہ کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کو دیکھا تھا فرمایا ہاں صغر سنی میں وہ فوت ہو گئے تھے اور اگر اللہ کے فیصلہ میں کسی کا نبی ہو سکنا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے مگر فیصلہ لانبی بعدی ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔

(بخاری شریف)

پس تمام صحابہ کے خلاف اس حدیث کا یہ غلط مطلب لینا کیونکر درست ہو گا۔

مختار مدعا علیہ کی رکیک تاویل اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی

(خلاصہ تاویلات)

(۱) مخفی نہیں ہے کہ فہم صحابی حجت نہیں۔
(۲) ابن ابی اوفی کا قول حجت نہیں کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے۔
(۳) صحابی فہم القرآن اور حدیث میں غلطی کیا کرتے تھے (بعض امثلہ برغم خود اس کے متعلق)
(۴) قول عائشہ اس مفہوم کے خلاف موجود ہے۔

(الجواب)

اجمالاً۔ اولاً یہ گذارش ہے کہ اس کے یہ کہہ دینے سے کہ صحابہ فہم قرآن اور حدیث میں غلطی کرتے ہیں اصل مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی شخص اسے تسلیم بھی کرے تو اس سے کیا یہ ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ جو مطلب خود ساختہ امکان نبوت پیش کرتا ہے جس کا موید تیرہ سو سال میں ایک متنفس بھی نہیں وہ درست ہو جائے گا اور عیاذاً باللہ صحابہ تو مطلب بزعم مختار مدعا علیہ قرآن اور حدیث کو صحیح نہ سمجھتے ہیں مختار مدعا علیہ کو کیا حق حاصل ہے کہ کہے کہ میں صحیح سمجھا ہوں نیز مختار مدعا علیہ تو بزعم اپنے نبی کے خود بھی صحابی ہے کیونکہ وہ فرما گئے ہیں ۔

فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سید المرسلین ۔ خطبہ الھامیہ"

کہ جو میری جماعت میں شامل ہوا وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں داخل ہو گیا پس یہ بھی تو اسی غلطی کرنے والی جماعت میں شامل ہو گئے ۔

۱ مخفی نہیں کہ فہم صحابی حجت نہیں ۔

(الجواب)

یہاں اس بحث میں میں اس وقت نہیں الجھتا کہ فہم صحابی کہاں حجت ہے ۔ کہاں نہیں اور اس کے کیا معنی ہیں ۔ میں تو یہ صرف گزارش کرتا ہوں کہ قرآن پاک کی قطعی آیات احادیث مرفوعہ صحیحہ قطعیہ متواترہ اجماع صحابہ بلکہ اجماع امت کے موافق یہ فہم ابن ابی اوفیٰ صحابی ہے اور انہوں نے تائید میں اسی مسلم فریقین حدیث لانبی بعدی یا بعدہ کو پیش کیا ہے ۔ پس اس کے رد کے معنی نہ صرف ان کی تحقیق بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ امت اور قرآن پاک کے رد کرنے کے ہیں ۔

اور مختار مدعا علیہ کا صرف یہ کہہ دینا کہ مخفی نہیں کہ کوئی دلیل تو نہیں جب تک کوئی اپنا موید حوالہ قواعد اصول حدیث سے نہ پیش کریں اور وہ یہ نہ کر سکا ۔

(۲) نیز یہ مضمون کہ صاحب زادہ کی وفات بوجہ انسداد باب نبوۃ ہے ۔ صرف انہیں سے منقول ہے ۔ اس کے خلاف کوئی ایک صحابی کی آواز نہیں پس ایسا غیر مختلف فیہ مضمون کیونکر حجت نہ ہو گا ۔

مزید براں مختار مدعا علیہ کا اپنا مطلب تو اپنی اثبات مدعا میں صریح اور حجت نہ رہا ۔ لہذا یہ حدیث ان کے واسطے تمام صحیح احادیث کے خلاف اپنی معنی میں صریح اور حجت نہ بن سکی ۔

۲ ابن ابی اوفیٰ کا قول حجت نہیں ہے کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے ۔

(الجواب)

یہ مغالطہ دینے کے واسطے ہے ۔ ورنہ کسی ایک صحابی سے اس بارہ میں اس مضمون کے خلاف ضعیف سے

ضعیف اور موضوع تک روایت نہیں نہ مختار مدعا علیہ نے شہادت سے بحث تک پیش کی ۔

۳۔ صحابی فہم قرآن وحدیث میں غلطی کرتے ہیں ۔

(الجواب)

محض غلط ہے ۔ صحابہ اذکیا امت سے ہیں ۔ اور احادیث ونزول قرآن کے عینی شاہد اور مختار مدعا علیہ جس مثال سے مغالطہ دینا چاہتا ہے ، وہ محض ناواقفی پر ہی ہے ، نہ اس کا وہ مطلب ہے جو سمجھ رہا ہے ۔ اس سے کسی نے قول صحابی کا حجت نہ ہونا نکالا اور اگر ان کا قول حجت نہ رہے تو سارا دین ہاتھ سے جاتا ہے ۔ کیونکہ تمام دین کے اولین شاہد صرف صحابہ کرام ہیں اور اصول ہے کہ جس بات کو غیر معتبر ثابت کرنا ہو تو اس کے گواہوں کو مجروح کر کے غیر معتبر ہونا ثابت ہو سکتا ہے ۔

۴۔ قول عائشہ اس مضمون کے خلاف موجود ہے ۔

(الجواب)

محض جھوٹ اور افترا اور بہتان ہے کہیں ذخیرہ حدیث میں حضرت صدیقہ کا ایک قول بھی اس مضمون مخصوص کے متعلق منقول ہی نہیں رہ جائے کہ مخالف وموافق اگر مختار مدعا علیہ اس سے وقولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدی سمجھ رہا ہے تو یہ غلط ہے وہاں تو اس مضمون کا پتہ ہی نہیں کہ اللہ تعالے کے علم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا فیصل شدہ ہے نہ اس لیے صاحب زادہ ابراہیم کا انتقال ہو گیا ہے ۔ بلکہ اس قول میں اس مضمون کا کوئی اشارہ بھی نہیں نیز ان کا یہ قول صحیح سند سے ثابت بھی نہیں نہ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں یا صحاح ستہ وغیرہ میں اس کا وجود ہے نہ اس کے سوائے اس کے کوئی اور مطلب ہے کہ آپ کا لقب خاتم النبیین خدا کا دیا ہوا ہے وہی زبان سے کہو اور مقام مدح میں لا نبی بعدی کا لقب نہ استعمال کرو کیونکہ خدائی الفاظ مخلوق کی تعبیر سے زیادہ جامع ہیں اگر لا نبی بعدی میں صرف خاتمیت زمانی ہے تو خاتم النبیین میں ذاتی اور زمانی دونوں موجود ہیں ۔ مفصل بحث اپنی جگہ پر ان شاء اللہ آئے گی ۔

غرض یہ قول بالکل بے ربط اور غیر متعلق ہے ۔ پھر یہ کہنا کہ اگر یہ غلط ہوتا تو صحیح بخاری جیسی مستند ومعتبر کتاب میں ابن ابی اوفی رض کا یہ فیصلہ نقل نہ کیا جاتا ۔"

(الجواب)

پس اس سے ثابت ہو گیا کہ اس اثر ابن ابی اوفیٰ کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے ۔

اس کی تائید کے واسطے شہاب اور ملا علی قاری گو وہ مدعا علیہ کے نزدیک بھی امام حدیث یا جرح وتعدیل یا کم از کم حافظ حدیث بھی نہیں نیز قطع وبرید کر کے یہ مطلب ملا علی قاری کی طرف منسوب کیا ہے ورنہ ان کا بھی صاف فیصلہ بالکل وہی ہے جو ابن ابی اوفیٰ صحابی کا ہے ۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو "ولو عاش وبلغ اربعین وصار نبیًا لزم ان لا یکون نبیا خاتم النبیین"

(موضوعات کبیر مجتبائی ص۵۸)

اگر صاحب زادہ ابراہیم زندہ رہتے اور چالیس سال کو پہنچتے اور نبی ہوتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں۔ بالکل وہی مضمون ہے۔ جو صحابی نے نقل کیا۔ یہ حوالہ گزر چکا ہے۔

بس یہاں قطع و برید کر کے صرف مختار مدعا علیہ سنا اللطہ دے کر ایسے بزرگ پر بہتان باندھنا چاہتا ہے ورنہ نہ صرف اسی ایک رسالہ میں یہ ہے جس کا موضوع بحث بیان عقائد نہیں بلکہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری جو عقائد میں ہے نیز مرقات جو شرح حدیث ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنی آخری نبی کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کا مدعی نبوت کافر ہے ملاحظہ ہو حوالہ شرح فقہ اکبر پیش کردہ گواہ مدعیہ ۱ و ۲ و ۵ نیز مرقات تحت شرح لا نبی بعدی۔ مفصل حوالجات اپنے اپنے محل پر آئینگے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جو میں نے پیش کیا ہے دراصل یہی حق ہے

ممکن ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ مرزا صاحب کی عداوت کیوجہ سے ازراہ تعصب مسلمان یہ مطلب لیتے ہیں اس لیے میں ایک نہایت ہی معتبر و مستند احمدی کا حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ان کی بے حد تعریف کی ہے اور کوئی معمولی و غیر مسلم بھی نہیں نہ صرف احمدی بلکہ امیر جماعت احمدیہ جناب محمد علی صاحب ایم اے۔

اپنی کتاب آخری نبی کے ص۱۴ سے تا ص۱۸ فلاں پر اسی حدیث کے متعلق باوجود مرزا صاحب پر ایمان لانیکے مندرجہ ذیل تحقیقات پیش فرماتے ہیں۔

عبارت رسالہ آخری نبی

اب میں میاں صاحب کی اس شہادت کو لیتا ہوں۔ یہ ابن ماجہ کی حدیث ہے لو عاش ابراھیم لکان صدیقًا نبیا پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اس سے میاں صاحب کے خاتم النبیین کے معنے حل ہو گئے۔ کیا اس حدیث نے بتا دیا کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے لوگ نبی بنا یا کرینگے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس کے پیش کرنے سے کیا حاصل انہیں تو اجماع کے خلاف رسول کریم کی وہ آواز پیش کرنی چاہیئے جو ان کے معنے کو صحیح ثابت کرے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ یہ روایت کوئی ایسی اعلیٰ پایہ کی نہیں اول تو صرف ابن ماجہ کی روایت ہے اور کسی کتاب میں نہیں۔ دوسرے اس کے راویوں میں ابو شیبہ ابراہیم ہے جسے متروک الحدیث قرار دیا گیا ہے، ایسی کمزور حدیث کو اس قدر اعلیٰ پایہ کی احادیث کی تردید میں پیش کرنا سخت جرأت ہے۔

تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد کیا ہے۔ اتنا تو میاں صاحب کو مسلم ہے کہ یہ فرض کے

طور پر ہے مگر میاں صاحب ایک قانون اپنے دماغ سے بنا کر سب سے پہلے اسے منوانا چاہتے ہیں در جو بات اپنی ذات میں ناممکن ہو اس کو شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے۔ سب سے مشکل میاں صاحب کی تحریر کے جواب میں یہی ہوتی ہے کہ وہ بغیر کسی بات کے پرواہ کرنے کے قانون بناتے چلے جاتے ہیں، مریدوں کی کیا جرأت کہ دریافت کریں۔ کہ یہ قانون کہاں لکھا ہوا ہے بفرض محال یا بالفرض تو بیسیوں دفعہ میاں صاحب اور ان کے مریدوں نے استعمال کیا ہوگا، مگر جب میاں صاحب نے کہدیا۔ جو بات نہ ہوتی ہو وہ شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے تو مریدین بھی دم بخود ہیں مرید کی کیا مجال کہ سوال کرے، قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم تو کیا قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے، کہدے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں تو کیا میاں صاحب کے نزدیک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرنا ہی ممکن تھا۔

لئن اشرکت لیحبطن عملك اگر تو شرک کرے تو تیرا عمل حبط ہو جائے، تو کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شرک کرنا بھی ممکن تھا۔ ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین اگر رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو خدا کا بیٹا ہونا بھی ممکن ہے اور سب سے بڑھ کر لو کان فیهما الهة الا اللہ لفسدتا اگر (زمین و آسمان) دونوں میں سے سوائے خدا کے معبود ہونے تو ان کا نظام بگڑ جاتا، تو کیا اور خدا ہونے بھی ممکن ہے اس حدیث کے الفاظ بالکل اس آیت کے مطابق ہیں تو جیسے آیت میں یہ بتایا کہ جس طرح فساد کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح دو خدا کا ہونا بھی ناممکن ہے اس طرح حدیث میں بتایا کہ جس طرح آنحضرت کے بعد نبی کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح خود ابراہیم کا زندہ رہنا ناممکن تھا، میاں اتنا ہی غور کر لیتے، کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ حضرت ابراہیم فوت ہو چکے تھے اگر حضرت ابراہیم کی زندگی میں ایسے لفظ فرماتے تو کہا جا سکتا تھا کہ لو بمعنے ان و محض شرطیہ ہے لیکن جب حدیث صاف بتاتی ہے کہ ابراہیم کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا تو اس سے خود ظاہر ہے کہ اس وقت فرمایا جب یہ ثابت ہو چکا کہ ابراہیم کا زندہ رہنا ناممکن تھا پس جب وہی ناممکن ہے تو لو کان نبیا خود ناممکن ہوا اور میاں صاحب نے محض اس حدیث سے اپنا مطلب نکالنے کے لیے لو شرط کے لیے قرار دیا ہے حالانکہ لو امتناع کے لیے بھی آتا ہے تو کیا معنے وہ لینگے جس سے یہ حدیث بھی دوسری حدیثوں کے مطابق ہو جائے یا وہ جس سے اعلیٰ پایہ کی حدیثیں ردی کی ٹوکری میں پھینکنی پڑیں۔

چہارم ابن ماجہ نے اس روایت سے پیشتر عبداللہ ابن ابی اوفی کا اثر بیان کیا ہے،

قال مات وهو صغیر ولو قضی ان یکون بعد محمد صلعم نبی لعاش ابنه ولكن لا نبی بعده یعنی (ابراہیم نے) وفات پائی اور وہ چھوٹا تھا، اور اگر یہ مقدر ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہو تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ابو شیبہ والی روایت میں الفاظ ٹھیک محفوظ نہیں رہے اس دوسری روایت

کو بخاری نے بھی لیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ صحیح یہی ہے۔ میاں صاحب خوب جانتے ہیں کہ احادیث قصص ایسی محفوظ نہیں جیسی وہ احادیث جن کا تعلق عقائد و اعمال سے ہے تو ایک متروک راوی کی حدیث کو لے کر اس پر اس قدر زور دینا اور پھر اس کے معنے بھی بجائے دوسری احادیث کے مطابق کرنے کے ان کے خلاف نکالنا اجتہاد نہیں کہلا سکتا یہ غرض پرستی ہے غلطی تو بلاشبہ ہر شخص کو لگ سکتی ہے اور اس کا استدلال بھی غلط ہو سکتا ہے مگر یہاں عمداً چالیس احادیث کی شہادت کو چھپا کر سب اعلیٰ پایہ کی احادیث کو ایک متروک الحدیث راوی کی حدیث سے رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اجتہادی دیانت داری کے خلاف ہے۔ نووی جیسے امام نے اس حدیث کو جسارت کہا ہے اور ابن عبد اللہ نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کا راوی متروک الحدیث ہے تو اول حدیث ایسی مجروح اور پھر اس کے معنے صاف کرنے کے لیے دوسری روایات موجود جن میں صاف لفظ ہیں کہ اگر یہ مقدر ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہے تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا جس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا بایں صرف ان کے خلاف بلکہ دوسری حدیث صحیحہ کے خلاف جو تواتر کی حد تک پہنچ گئی ہیں میاں صاحب نے اس کے معنے کر کے اپنی مطلب برآری کے لیے اخفاء حق سے کام لیا ہے۔

میں نے کہا ہے کہ حدیث مجروح ہے اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو معنے صاف ہیں یعنی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا مقدر تھا نہ ابراہیم کا زندہ رہنا اس معنے کی تائید میں بخاری اور خود ابن ماجہ کا اثر پیش کیا ہے اس کے صحیح ہونے پر قرآن شریف کی آیت لو کان فیہما اٰلہۃ الا اللہ لفسدتا پیش کی ہے اور بتایا ہے کہ لو امتناع ہے پھر اس ایک اکیلی حدیث کے معنے چالیس حدیثوں کے خلاف نہیں کیے جا سکتے بلکہ اس معنے کے جو میاں صاحب کرتے ہیں بالکل خلاف دوسری حدیث بڑی ہوئی ہے لو کان بعدی نبی لکان عمر اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ تو یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا اور دوسری طرف یہ فرمائیں کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا اگر ابراہیم زندہ رہ کر نبی ہو سکتا تھا تو حضرت عمرؓ باوجود زندہ رہنے کے نبی کیوں نہ ہوتے اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوۃ بھی گدی کی طرح خاندانی ورثہ ہوتی ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے متعلق یہ الفاظ کیوں استعمال فرمائے۔ پس ابراہیم کا زندہ رہنا اور نبی ہونا ممکن تھا تو حضرت عمرؓ جو زندہ رہے تو ضرور تھا کہ نبی ہوتے اور اس حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر کو میاں صاحب نے صحیح تسلیم کر کے حسب ذیل جواب کبھی دیا تھا۔ جو اب شاید یاد نہ ہو۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوراً ہی آپ کی جماعت کو سنبھالنے کے لیے کسی نبی کی ضرورت ہوتی جس طرح حضرت موسٰے کے بعد تھی تو حضرت عمرؓ ہی آپ کے بعد نبوت کے مقام پر ترقی پاتے لیکن چونکہ آپ ایک ایسی جماعت کو تیار کر کے رخصت ہونے والے تھے جو اپنی نیکی اور تقویٰ میں حضرت موسٰے کی جماعت سے کئی درجہ زیادہ تھی اور مکمل تھی اس لیے آپ کے بعد فوراً کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہ تھی ،،

تو اب سوال یہ ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو وہ فوراً بعد نبی ہوتے جس کی بقول میاں صاحب ضرورت نہ تھی یا مسیح موعود کے بعد نبی بنتے کیونکہ تیرہ سو سال تک کسی نبی کی ضرورت پیش نہ آئی تھی اس کا جواب

غالباً یہ ہی دیا جائے گا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد نبی کی ضرورت نہ تھی اس لیے ابراہیم فوت ہو گئے۔ تو پھر یہ ماننے میں کیا مصیبت پیش آتی ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق نبی کی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے فوت ہو گئے اور اگر اس حدیث سے امکان نبوت ہی نکلتا ہے تو وہ فوراً بعد ہونے کا امکان ہے مگر فوراً بعد کوئی نبی نہ ہوا اب یہ فیصلہ میاں صاحب خود کرینگے کہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی ضرورت ہی نہ تھی تو آنحضرت نے یہ کیوں فرمایا۔

یہ تو حدیث کی شہادت ہے۔ میاں صاحب صرف ایک مجروح حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے سارے اقوال کو جن کی صحت سے وہ بھی انکار نہیں کر سکتے رد کرنا چاہتے ہیں غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے یا خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے کے خلاف میاں صاحب کے ہاتھ میں ایک تنکے کے وزن کے برابر بھی شہادت نہیں مگر اس تنکے سے وہ اس پہاڑ کو اڑانا چاہتے ہیں۔ جس پر اجماع امت کی بنیاد ہے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں بھی وہ معنی خاتم النبیین کے نہیں کیئے گئے جو میاں صاحب کرتے ہیں۔ تو اگر ایک مجروح حدیث میاں صاحب نے بہت سی صحیح احادیث کے خلاف پیش بھی کر دی تو کیا اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ میاں صاحب حق بجانب ہیں وہ تو اس وقت حق بجانب ہوں گے جب چالیس نہ سہی چار نہ سہی ایک ہی حدیث اور حدیث نہ سہی ایک ہی قول کسی صحابی کا پیش کر دیں کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں وہ شخص جس کے اتباع سے آئندہ لوگ نبی بن جایا کرینگے مگر وہ یاد رکھیں کہ وہ قیامت تک بھی کتابوں کی ورق گردانی کریں تو بھی ایک کمزور سے کمزور بلکہ موضوع حدیث تک بھی اپنے معنی کی تائید میں پیش نہیں کر سکتے اور جب تک وہ پہلے ایسی حدیث پیش نہیں کرتے اس وقت تک ان کا اعلیٰ پایہ کی ایک دوسرے کی موید حدیثوں کی بعید از قیاس تاویلیں کرنا یا ان کی طرف توجہ تک نہ کرنا دین میں رخنہ اندازی ہے پہلے آپ نے ساری نظارتوں کو اس قدر تلاش میں لگائیں کہ ایک حدیث کہیں سے خاتم النبیین کے ان معنوں کو بیان کرنے والی نکال لائیں جو انہوں نے ایجاد کیئے ہیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مقابلے میں آئیں ورنہ اپنے ایمان کی فکر کریں کہ اپنی رائے کے اتباع میں وہ رسول خدا کے الفاظ کو کس طرح عمداً پیٹھ کے پیچھے پھینک رہے ہیں۔

"خاتم النبیین کے صحیح معنے"

اس ہیڈنگ کے تحت مختار مدعا علیہ نے اُن مستند و معتبر و مسلم علم لغات کے حوالہ مغالطہ دے کر بیکار ثابت کرنے کی لا حاصل سعی کی ہے۔ جو اس امر میں نص قطعی تھی کہ اصل و حقیقی معنے خاتم کے خواہ بفتح التاء پڑھا جائے یا بالکسر آخر کے آتے ہیں اور خصوصیت سے اس لفظ خاتم النبیین میں تمام ماہرین فن لغت کا فیصلہ قطعی ہے کہ اس کے معنے یہاں زینت یا مہر کے نہیں بلکہ آخر الانبیاء کے ہیں اور ماہرین فن لغت کا فیصلہ معتبر ہو سکتا ہے نہ مختار مدعا علیہ کی رائے خود مرزا صاحب تصریح فرماتے ہیں کہ۔

"ہر ایک فن میں اس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے"۔ حاشیہ برکات الدعا ص۱۲)

ائمہ لغت کے فیصلہ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل آٹھ (۸) لغت کے حوالہ پیش کئے گئے ہیں۔

(۱) قاموس (۲) منتہے الارب (۳) مجمع البحار (۴) منجد (۵) مفردات (۶) محیط القطر اور یہ کتب مذکورہ گواہ ۱ کے سامنے ۸/ مارچ ۳۲ء اور گواہ ۲ کے سامنے ۲۷/ مارچ ۳۲ء میں پیش ہو چکی ہیں۔

البتہ مفردات امام راغب اصفہانی صرف گواہ ۲ کے سامنے ۲۷/ مارچ کو پیش کی گئی اور اُس کا یہ بھی اقرار موجود ہے کہ یہ حرف معانی قرآن کی لغت ہے۔

یہ وہی کتاب ہے جس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں کہ اس جیسی کتاب مفردات قرآن اور اس کے لغات میں روئے زمین پر نہیں لکھی گئی۔

ان تمام کتب میں یہ نہیں کہ صرف خاتَم یا خاتِم کے معنے بتا دئیے ہوں بلکہ ترجمہ کے ساتھ عرب کا محاورہ بھی پیش کر رہا ہے جس شرط کے لحاظ سے تمام کتب لغۃ معتبر ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۶ مارچ ۳۲ء۔

"بشرطیکہ وہ کسی لفظ کا ترجمہ کرتے وقت کسی عرب کے کلام یا محاورہ سے استشہاد پیش کریں اور بطور سند پیش کریں۔"

اصل عبارت قاموس وغیرہ ملاحظہ ہوں سب میں خاتم القوم۔ خاتَم القوم وغیرہ کے محاورہ پیش کر کے آخر کے معنے بتائے ہیں۔

ان کے ساتھ دو ایسے حوالہ بھی پیش ہیں، جن کا مسلم ہونا مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے یعنے لسان العرب و تاج العروس ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۶ مارچ ۳۲ء

"دو بڑی بڑی ڈکشنریاں لسان العرب و تاج العروس ہیں"۔

دوسرے سوال کے جواب میں کہا کہ "یہ کتابیں جس طرح مشہور زیادہ ہیں اُسی طرح معتبر بھی ہیں کیونکہ یہ صحیح اور بڑی ہیں" گواہ مدعا علیہ ۱۶ مارچ ۱۹۳۲ء

مرزا صاحب منن الرحمن ص۱۸ حاشیہ ص۱۸ پر نہ صرف ان دونوں کتابوں کو معتبر بلکہ نہایت معتبر بتاتے ہیں۔

"لسان العرب اور تاج العروس جو لغت کی نہایت معتبر کتابیں ہیں"

پس ایسی مسلم و معتبر کتب کے حوالہ کے بعد کوئی بھی گنجائش نہیں کہ اس میں تامل کیا جائے۔

(۱) لسان العرب میں خاتم کے معنے آخر کے لیے ہیں اور اس کے واسطے محاورہ عربی بھی پیش کیا ہے ملاحظہ ہو

ختام القوم وخاتمهم وخاتمهم آخرهم وخاتم النبيين اى آخرهم

قال وقد قرأ خاتم (لسان العرب) یعنی خاتم القوم وخاتمهم وخاتمهم کا محاورہ پیش کر کے یہ بتایا کہ خاتم بالکسر یا بالفتح جب بھی قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہوگا تو اس محاورہ کی رُو سے اُسکے معنے آخر کے ہوں گے اسی محاورہ کی رُو سے خاتم النبیین کے معنے بھی آخری نبی کے بتائے کیونکہ یہاں بھی خواہ خاتم بالفتح ہو یا بالکسر جماعت کی جانب مضاف ہے۔

(۲) تاج العروس الخاتم آخر القوم، الخاتم وخاتم النبيين اى اخرهم

اس کے بعد گواہ مدعا علیہ بابائے کے مختار کا یہ کہنا کہ خاتم بفتح التاء کے اصل معنے عربی زبان میں مہر ہے یا انگوٹھی کے ہیں محض ادعا باطل ہے کیونکہ خاتم کے اصل معنے آخر کے بھی ہیں جیسا کہ لسان العرب اور تاج العروس کے حوالوں سے بھی ظاہر ہے۔

"خلاصۂ تاویلات مختار مدعا علیہ"

(۱) خاتم کے معنے میں مضاف و مفرد کا فرق ناقابل التفات ہے۔
(۲) مضاف کے معنے کے واسطے بھی مفرد کے معنے دیکھے جائینگے۔
(۳) گواہ مدعا علیہ ۳ نے ۲۹ اگست بہ جواب جرح کہا کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ خاتم بفتح التاء مہر کے معنی میں بھی ہے۔
(۴) آپ صلے اللہ علیہ وسلم مہر یا انگوٹھی نہیں بلکہ زینت و احاطہ وغیرہ وجہ شبہ ہے۔
(۵) اور کمال کے اظہار کے لیے لغت عرب اور دوسری زبانوں میں خاتم و خاتم کا لفظ بکثرت مستعمل ہے اور پھر یک تختم الولایۃ اور ربع مجمع القریض بخاتم الشعراء وفیات الاعیان سے پیش کیا ہے۔
(۶) وجہ شبہ مہر بمعنے تصدیق ہو۔

(۷) خاتم کے معنے علامہ کے بھی ہیں۔ حوالہ مجمع البحار وغیرہ
اگرچہ اوپر کی تحقیقات کے بعد ان تاویلات کی طرف توجہ بیکار ہے پھر بھی مختصر جواب ترتیب وار درج ہے۔

(جواب نمبر ۱)

مضاف ومفرد کا فرق اس لیے ضروری ہے تاکہ ایک مفرد کے متعدد حقیقی ومجازی معنے میں سے ایک کی تعیین ہو جائے۔ اسی تعیین کے واسطے لسان العرب وغیرہ میں محاورہ پیش کیا ہے۔ اور تمام محاورات کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہے کہ لفظ خاتم کے مفرد یا کسی دھات یا شخص کی طرف منسوب ہو کر انگوٹھی کے معنے دیتا ہے۔ مگر قوم وجماعت کی طرف منسوب ہو کر حقیقۃً آخر کے معنے میں ہوتا ہے مجازاً خاتم المحدثین وخاتم المفسرین وغیرہ دوسرے معنے میں بھی مستعمل ہے۔

اور یہ بات کسی حوالہ کی محتاج نہیں کہ مجازی معنے وہاں معتبر ہوتے ہیں جہاں حقیقی معنے متعذر ہوں مگر ظاہر ہے کہ حقیقی معنے متعذر نہیں بلکہ ماہرین لغت کا فیصلہ موجود ہے کہ یہی آخر کے معنے یہاں مراد ہیں جیسا کہ اوپر گزرا اس کے مقابل مختار مدعا علیہ کی تاویلات قابل التفات نہیں کیونکہ اُس کا شمار ماہرین لغت میں نہیں۔ اور بقول مرزا صاحب ہر فن میں اُس کے ماہر کی رائے معتبر سمجھی جاتی ہے۔ پس ائمہ لغت کے فیصلوں کے مقابل یہ تاویلات ہرگز قابل وقعت نہیں۔

(جواب نمبر ۲)

مضاف کے معنی کے واسطے بھی مفرد کے معنی دیکھے جائیں گے۔ یہ درست ہے۔ مگر متعدد معانی سے ایک کی تعیین اضافت وغیرہ کے قرینہ سے ہوگی جیسا کہ اوپر عرض کر چکا۔

(جواب نمبر ۳)

مختار مدعیہ نے یہ نہیں کہا کہ صرف مہر کے معنی ہیں۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ مہر کے بھی معنی ہیں۔ اور جب متعدد معانی ہوں، تو محاورات وقرائن سے تعیین مراد کریں گے۔ اور لسان العرب وتاج العروس وغیرہ میں محاورات وقرائن سے معانی کی تعیین کی گئی ہے کہ جب قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہو تو حقیقی طور پر معنی آخری کے ہوتے ہیں۔

(جواب نمبر ۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مہر وانگوٹھی کے معنی میں حقیقۃً مختار مدعا علیہ بھی نہیں مانتا بلکہ زینت واحاطہ وغیرہ کے معنی میں مجازاً لیتا ہے۔ اور جب تک حقیقی معنی درست ہو سکتے ہوں مجازی معنی کسی کے کلام

میں نہیں لیے جا سکتے۔ چہ جائیکہ باری تعالےٰ کے کلام میں۔ یہاں مہر و انگوٹھی و تصدیق و زینت وغیرہ کے مجازی معنی جو مختار مدعا علیہ لے رہا ہے کہ حدیث یا قول صحابہ میں نہیں بلکہ محض مفسرین کی ذاتی رائے ہے۔ جیساکہ گواہ مدعا علیہ مل نے ۸/ مارچ ۳۲ء کی جرح میں تسلیم کیا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنی جو زینت کے کئے ہیں۔ اس کے متعلق کسی صحابی کا قول میری نظر سے نہیں گزرا البتہ مفسرین کا قول میری نظر سے گزرا ہے۔ خاتَم کے معنی خاتم النبیین میں مہر کے لینا صحابہ کی تفسیر سے مجھ تک نہیں پہنچے۔ بلکہ مفسرین کے اقوال ہیں بخلاف آخرالنبیین کے معنی خود سید الانبیاءؑ نے لیا ہے۔

انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم وانا آخر الانبیاء و مسجدی آخر المساجد الانبیاء وانا آخر النبیین فی البعث والهم ما خلق وغیرہ وغیرہ جیسا کہ اوپر مفصل گزر چکے۔

بہر حال حقیقی معنے اور وہ معنے جو تمام ائمہ لغت نے لیے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی معنے لیے مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ کو باطل کرنے کے لیے کافی ہیں۔

(جواب نمبر ۵)

اظہار کمال کے واسطے خاتم کا لفظ یقیناً مجازاً استعمال ہوا ہے غیر زبانوں سے یہاں استدلال فضول ہے۔ عربی کے بیت تختم الولایۃ عین تو خاتم کا لفظ نہیں بلکہ تختم ہے اور شعر میں ضرور خاتم ہے مگر مجازی معنے میں مستعمل ہے اور ہماری گفتگو اصلی اور حقیقی معنے میں ہے لہذا اولاً تو یہ غیر متعلق ہے۔ دوسرے شاہد کے طور پر وہ محاورہ پیش کیا جا سکتا ہے جو مسلم اہل زبان کا ہو یہ شعر شعراء جاہلی یا اسلامی جن کا کلام بطور سند کے پیش ہو سکتا ہے اُن میں سے کسی کا نہیں۔ بلکہ ایک متاخر شاعر کا ہے۔ جو مولّدین محدثین میں سے ہے اور اُس کا قول حجت نہیں ہو سکتا۔

اس کا ثبوت کہ یہ شاعر مولدین و محدثین میں سے ہے یہ کافی ہے کہ یہ شاعر جس بزرگ کا مرثیہ پڑھ رہا ہے یعنے ابی تمام حبیب بن اوس طائی وہ خود مولدین محدثین میں سے ہے۔ ان کا کلام ہی حجت و قابل استدلال نہیں۔ چہ جائیکہ جو اُن کے بعد ہو۔

(۱) ملاحظہ ہو حاشیہ بیضاوی شہاب خفاجی جن کا معتبر ہونا گواہ و مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے (ملاحظہ ہو بحث لو عاش ابراهیم)

علامہ خفاجی شعراء کے طبقات جاہلی مخضرمی اسلامی مفصل لکھ کر فرماتے ہیں کہ المحدثون وهم من بعدهم كابی تمام والبحتری ومتاخرون لمن حدث بعدهم من شعراء الحجاز والعراق لا یستدل بشعر هولاء یا لاتفاق۔ (بیضاوی۔ مجتبائی صد ۱۸۴)

یعنے محدثون اور وہ وہی شعراء ہیں جو طبقات مذکورہ کے بعد ہوئے۔ جیسے ابی تمام حبیب بن اوس طائی

اور تجری اور متاخرین جوان کے بعد ہوئے شعراء حجاز و عراق سے ان کے اشعار بالاتفاق استدلال و سند میں پیش نہیں ہو سکتے۔

(۲) سید احمد ہاشمی نے تاریخ لغت پر ایک شہرہ آفاق تصنیف لکھی ہے جس کا نام جواہر الادب ہے ادبیات وانشاء العرب کی ہے جس میں جلد ثانی کے شروع میں سند اور زبان کے محاورے معتبر و غیر معتبر نقل کئے ہیں ملاحظہ ہو ص۲۵۵ پھر ص۲۷۳ طبقات الشعراء کا مستقل ہیڈنگ قائم کیا ہے جس میں جاہلی اسلامی مخضرمی طبقات نقل کر کے چوتھے نمبر پر محدثین مولدین کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں وهم الذين نشاءوا من فساد العربية وامتزاج العرب بالعجم یعنے محدثین اور مولدین وہ ہیں کہ جنہوں نے زبان کے خراب اور عربی و عجمی زبان کے اختلاط کے زمانہ میں پرورش پائی ہے۔ پس وہ زمانہ جن میں زبان اور محاورات میں فساد ہو چلا ہو۔ اُس کے محاورات یا اُس طبقہ کے کلام کا کیا اعتبار نہ بطور شاہد کے پیش ہو سکتا ہے نہ سند بن سکتا ہے۔

(۳) علامہ حسن چلپی حاشیہ مطول ص۴۴۳ پر۔
شعراء کے طبقات مفصل نقل کر کے محدثین و متاخرین کے متعلق فیصلہ فرماتے ہیں کہ ولا استشهاد بكلامهم کہ ان کے کلام سے کسی محاورہ کا استشہاد نہیں ہو سکتا۔

پس مختار مدعا علیہ کی تمام طول وطویل تاویلات و بحث کا صرف ایک یہ جواب ہے کہ نہ یہ شعر معتبر ہے نہ اس شاعر کے کلام سے استشہاد و استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ و گواہان مدعا علیہ اس غیر مستند و غیر معتبر ناقابل استناد استشہاد شعر کے علاوہ کوئی بھی کسی معتبر و مستند جاہلی مخضرمی اسلامی شاعر کا حوالہ یا کوئی محاورہ عرب اپنی تائید میں نہیں لا سکے بخلاف اس کے گواہان مختار مدعا علیہ نے لغت کی مستند کتابوں اور مرزا صاحب کی مسلم و معتبر لغت لسان العرب و تاج العروس سے محاورہ عرب پیش کیا ہے۔ جس کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں۔ اِدھر اُدھر کی بے ربط چیزوں سے وقت گزاری کی ہے جس کے جواب کے ہم مکلف نہیں۔

جب کہ یہ ثابت ہو چکا کہ یہ شعر اس لائق ہی نہیں کہ اس سے کلام عرب پر کوئی سند یا دلیل لائی جا سکے تو اس کے متعلق تمام بحث بیکار ولا طائل ہے۔ اور اگر یہ لائق استشہاد بفرض محال ہوتا تو بھی یہ بجائے گواہان مدعا علیہ یا مختار مدعا علیہ کے مدعیہ اور اس کے گواہان و مختار کو مفید ہوتا۔ کیونکہ شاعر نے اس شعر میں خاتم الشعراء بمعنی آخر الشعراء مراد لیا ہے گو ادعائی سہی جو ہمارا دعوی ہے مہر با کمال یا زینت وغیرہ کے معنی ہرگز مراد نہیں لیے۔ اس قرینہ اور شاہد اس کا اگلا شعر ہے جو باوجودیکہ اس سے متصل اور معنوی تعلق رکھتا ہے مختار مدعا علیہ نے ذکر نہ کیا تاکہ شاعر کی مراد واضح نہ ہو جائے۔ اگلا شعر ملاحظہ ہو ماتا معا فتجا ودانی حضرة وكذلك كان ناقبل في الاحياء۔

ملاحظہ فرمائیں کس قدر وضاحت سے شاعر کہہ رہا ہے کہ شعر اور حبیب شاعر دونوں ساتھ ہی ساتھ ہو کر ساتھ ہی ساتھ قبر میں سو رہے ہیں یوں ہی ان کی موت سے پہلے دونوں زندوں میں تھے۔ گویا وہ شاعر ادعائی طور سے حبیب ابن اوس طائی کو آخری شاعر تسلیم کر رہا ہے کہ اس کی موت کے ساتھ شعر بھی مر کر اس کے ساتھ مدفون ہو گیا نہ شعر رہا نہ کوئی شاعر بننے کا امکان لہذا حبیب سب شعراء کے آخری شاعر رہے۔

اب یہ امر کہ شعر اس کے ساتھ مرا اور قبر میں دفن ہوا اور وہ آخری شاعر فی الواقع ہوا یا نہ اس کے متعلق گزارش ہے کہ شاعر انہ ادعا ہے اور اس کے متعدد نظائر فارسی اُردو شاعری میں بھی موجود ہیں، نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

زسم ستوران دراں پہن دشت
زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

(وسیم فرماتے ہیں ؎)

زبہت استاد پہ کندہ ہو یہ مصرع وسیم۔
خانہ دیں بے نبی ملک معانے بے امیر۔

اس وجہ سے حضرت گنجوی رح فرماتے ہیں کہ ؎

در شعر مپیچ کہ در فن رو
چو اکذب اوست احسن رو

بہر حال شاعر نے خاتم الشعراء بھی بمعنے آخری شعراء اس جگہ پر استعمال کیا ہے لہذا یہ بھی اگر مسلّم ہوتا تو ہماری تائید تھا نہ کہ مختار مدعا علیہ کی۔

آخر میں ہم اس سارے قصہ کو ختم کرنے کے واسطے مرزا صاحب کے متبعین اور مختار مدعا علیہ کے مسلم اعجازی کلام کا محاورہ پیش کرتے ہیں اور محاورہ بھی تمام شرائط کا جامع کہ لفظ خاتم علاوہ لفظ نبیین کے جو مابہ النزاع ہے ایک اور لفظ کی طرف مضاف ہے اور یہ وہ لفظ بھی جمع مذکر سالم ہے۔ مگر معنی آخری کے ہیں۔ یعنی خطبہ الہامیہ جس کے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کسی بشر کو اس جیسے کلام کی طاقت نہیں اور یہ مجھے الہاماً سکھایا گیا ہے اور یہ میرا معجزہ ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ متعلق خطبہ الہامیہ صت

کان عیسٰی خاتم الخلفاء لسلسلۃ الکلیمیۃ بما کاٰخر اللبنۃ و خاتم المرسلین یعنی جیسے کہ عیسٰی خاتم سلسلہ کلیمیہ کے تھے اور اس کے لیے مثل آخری زینت اور خاتم المرسلین یعنے آخری مرسل تھے۔ ملاحظہ ہو کہ یہاں خاتم المرسلین بالکل

خاتم النبیین کی طرح ہے اور آخر النبیین کے معنی میں مستعمل ہے اور اس عربی اعجازی کلام میں جو مدعا علیہ اور اُس کے فریق کو بلا اختلاف مسلم ہے اس کے بعد کسی اور محاورہ کو پیش کرنیکی ضرورت نہیں اب جیسا کہ تمام مسلم لغات و محاورات عرب سے خاتم بفتح التاء کے معنی اصلی ولغوی وحقیقی آخر کے پیش کر چکا اور مرزا صاحب کے اعجازی کلام سے اس کی تائید پیش کر دی تو اس کے مجازی استعمال اور اس کے لیے چار وجہ شبہ جو پیش کی گئی ہیں ان کے جواب کی ضرورت ہی نہیں نیز تقریر بالا سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان دلائل وبراہین قاطعہ اور مسلم ومعتبر حوالوں کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ زبان عربی میں خاتم بفتح التاء کا لفظ آخر کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا الخ محض ادعاء باطل اور دعوی بلا دلیل ناقابل التفات ہے۔

(خاتم کے معنی آخر کے)

قول مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعیہ نے صرف ایک حوالہ لسان العرب اور منتہی الارب سے پیش کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ خاتم القوم آخرہم لیکن جیسا کہ ہم نے محاورات اقوالات واستعمالات پیش کئے ہیں۔ ایسے نہیں ہیں کیونکہ مصنف نے اسے کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا۔

(الجواب)

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے آٹھ حوالے پیش کئے ہیں جن میں دو لسان العرب اور تاج العروس کے وہ تھے جنہیں مرزا صاحب مسلم اور نہایت معتبر مان رہے ہیں جیسا کہ جرح سے حوالہ گزر چکا ہے۔ مگر مختار مدعا علیہ کو وہ صرف ایک حوالہ معلوم ہوتا ہے۔ باوجودیکہ لسان العرب اور منتہی الارب دو کتابوں کے نام خود ہی لے رہا ہے پھر یہ کہنا کہ جیسا کہ ہم نے محاورہ پیش کیا ہے روپیا نہیں یہ لغو ہے کیونکہ وہ تو محاورہ قابل استناد اور حجت ہی نہیں ہو سکتا جیسا کہ مفصل گزر چکا یہ کہنا کہ یہ محاورہ تو ہے مگر کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ محض لغو ہے ڈکشنریوں اور لغت کی مستند کتابوں میں جو بھی محاورات نقل کئے ہیں وہ سب معتبر و مسلم اہل زبان کے ہوتے ہیں۔

ہر محاورہ کے واسطے ادیب کا نام پیش نہیں کیا جاتا۔ لسان العرب اور قاموس اور تاج العروس میں صرف محاورات ہی محاورات مندرج ہیں۔ اور یہ التزام ہے کہ یہ تمام مسلم اہل زبان کے ہیں آج تک کسی نے ایک محاورہ پر کلام نہیں کیا ان کا صرف محاورہ نقل کرنا یا یقال وقولہم وغیرہ کہدینا اس کے مسلم اہل زبان کے محاورہ ہونے کا کفیل ہے۔ نام بنام محاورہ کے ساتھ اُدبا و اہل زبان کے نام کی ضرورت نہیں نیز لغت کی ان مذکورہ کتب میں مولدین و محدثین کے کلام کے محاورہ کو نہیں لیا گیا یہاں تک اس پر کلام ہو سکے۔

ہاں جہاں کہیں غریب اور وحشی الفاظ کی بحث آتی ہے، وہاں بوقت ضرورت شعروں کے ساتھ شعراء کے نام بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

بہرحال ہم نے محاورات عرب پیش کر دیے جن کا مختار مدعا علیہ کے پاس کوئی جواب نہیں اور ایک دو نہیں بلکہ متعدد اور مختار مدعا علیہ ایک ہی معتبر محاورہ اپنے معانی کی تائید میں نہ لا سکا اور جب آخر کے معنی ثابت ہی ہو گئے تو لفظ آخر میں مندرجہ ذیل تاویلات کیں۔ کہ

"لیکن بر تقدیر صحت میں کہتا ہوں کہ یہ حوالہ بھی فریق مخالف کو مفید نہیں ہے۔ کیونکہ محاورات عرب میں ایسے مقام پر آخر کے معنی آخری فرد کے نہیں ہوتے بلکہ اشرف اور افضل ہیں۔

(الجواب)

پہلے تو یہ مطالبہ تھا کہ خاتم کے آخر معنی بتاؤ۔ اور محاورہ پیش کرو۔ اور جب متعدد حوالے پیش کر دیے تو اب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ آخر کے معنی افضل کے ہیں۔ حالانکہ لغت میں تصریح ہے۔ کہ ومن کل شئ عاقبته واخرته ہر چیز کے انجام اور آخر کا یہ نام ہے کہ عدالت خود محاورات اہل کتب لغت سے ملاحظہ فرمائے۔ وہاں کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی اور حقیقی طور پر خاتم آخر کے معنی میں مستعمل ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک عجیب مضحکہ خیز تسلسل ہے پہلے تو خاتم کے معنی آخر دکھانے پر زور تھا کہ کہیں لغت عرب میں آخر کے معنی میں نہیں آیا اور جب نہایت معتبر کتب لغت سے جنہیں مرزا صاحب بھی نہایت معتبر فرما رہے ہیں محاورات پیش کر دیئے اور آخر کے معنی ثابت ہو چکے تو اب لفظ آخر کی بحث شروع کر دی کہ اس کے معنی افضل کے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تحقیق منظور نہیں بلکہ صرف طوالت مقصود ہے۔ پھر آخر کے معنی کی تحقیق کے لیے ایک حماسہ کا شعر پڑھ دیا ؎

شری ودی وشکری من بعید
لاخر غالب ابداً ربیع

پھر مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی سے اس کا ترجمہ نقل کیا کہ دو ربیع ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر اور بیٹھے ایسے شخص کے لیے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لیے عدیم المثل ہے خرید لیا"۔ اور نتیجہ یہ نکالا کہ محاورات عرب میں "خاتم القوم آخرہم" کے معنی بھی اشرف اور افضل کے ہوں گے

(الجواب)

عدالت عالیہ خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ جواب کس قدر بے معنی ولغو ہے اس اعتبار سے دنیا میں کسی لفظ کے کوئی بھی حقیقی معنی ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ لفظ کہیں نہ کہیں مجازی طور پر دوسرے مجازی معنی میں ضرور مستعمل ہو گا پس اسی کو اسکی شرح بتا کے انہیں معنی پر ڈھال لیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ یہاں آخر اپنی حقیقی معنی میں گا دعائے سبھی

مستعمل ہے۔ محض مختار مدعاعلیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ چنانچہ اُسی کے پیش کردہ ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب کا آخری فقرہ ملاحظہ ہو کردو جو بنی غالب میں آخری معنی ہمیشہ کے لیے عدیم المثل ہے۔"

پس جب کہ آخر بمعنی ہمیشہ کے لیے عدیم المثل ہوا اور کبھی اس کے بعد اس کی مثل نہ ہو سکا تو وہ آخری ہؤا اور تحقیقی آخری نہ کہ افضل و اشرف کے معنی میں۔ البتہ شاعرانہ مبالغہ ضرور ہے۔ اور یہ شعر میں ہؤا کرتا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے بہر حال لفظ خاتم محاورہ عرب میں حقیقی طور پر آخر کے معنی میں مستعمل ہونا بوضاحت ثابت ہو چکا۔ اور تاویلات رکیکہ محض لغو اور بے سود رہیں ایک بھی محاورہ ہمارے خلاف پیش نہ کر سکے ہاں اپنے طور پر جو چاہا معنی چسپاں کئے جو کوئی حجت نہیں۔

خصوصی استدعا

عالی جاہا۔ حضور والا نے غور فرمایا ہوگا۔ کہ گفتگو اس امر میں ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخر ہیں آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اس کے واسطے دنیا کی جس قدر تعبیرات ہو سکتی تھیں۔ شریعت نے استعمال فرمائیں خاتم النبیین فرمایا۔ لانبی بعدی فرمایا۔ محل کے ساتھ تشبیہ دے کر اپنے کو اس کی آخری اینٹ قرار دیا یہ بھی واضح فرمایا۔ کہ میرے بعد نبی نہیں بلکہ خلفا ہوں گے و سیکون خلفاء انا آخر الانبیاء آخرھم فی البعث آخر ولدك من الانبیاء کہ آدم کی اولاد میں آخری نبی انا آخر الانبیا ومسجدی آخر مساجد الانبیاء میں آخری نبی اور میری مسجد نبیوں کی مسجدوں میں **آخری مسجد**۔ لفظ آخر بھی معہ مکمل تشریح کے فرما دیا۔

آخر اس کے سوا اس مضمون کو ادا کرنے کے واسطے دنیا کی وہ کون سی تعبیر ہو سکتی ہے۔ اور کس طرح آپ کا سب نبیوں سے آخری نبی ہونے کا مفہوم ادا کیا جا سکتا ہے۔ اتنا واضح اور روشن مسئلہ اس میں بھی اس قدر تاویلات رکیکہ کی ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ اتنی وضاحت کے بعد اگر کسی ایک تاویل کا بھی جواب نہ دیا جائے تو بھی بحمد اللہ مسئلہ کا جہاں تک تعلق ہے۔ بالکل واضح ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی طرح کا نبی نہیں سکتا ہے اور بیانات گواہان مدعیہ میں اس قدر حوالہ جات موجود ہیں کہ ان کے بعد کسی قسم کی تاویل قابل التفات نہیں ہو سکتی کوئی بھی عرب کا محاورہ مذکورہ بالا مضمون کے ادا کرنے کا ایسا نہیں مل سکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے متعلق نہ فرمایا ہو۔ مگر کوئی انکار ہی کرتا جائے۔ اس کا کوئی علاج نہیں۔

......

(خاتم النبیین کے معنے کا ضروریات دین سے ہونا)

خلاصہ قول مختار مدعا علیہ ۔

گواہان مدعیہ کی طرح مختار مدعیہ نے بھی خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے جس سے بعد اور کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا مجمع علیہ اور ضروریات دین سے بتایا ہے ۔حالانکہ کسی کے کہنے سے ضروریات دین سے نہیں بن سکتا ۔بلکہ کسی چیز کے ضروریات دین ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ وہ امر قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے بدرجہ غایت صحت کے ثابت ہو اور اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہو شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں ضروریات دین وہ امور ہیں جو قرآن مجید اور حدیث مشہور اور اجماع متواتر سے ثابت ہوں ۔شفاء العلیل ۔

(الجواب)

اس سلسلہ میں میرے ایک حوالہ پر تبصرہ کر کے اُسے غلط ثابت نہ کر سکے میں نے خود اُسے ضروریات دین سے نہیں کہا اور نہ یہ دعویٰ شہادت یا بحث میں بلا دلیل چھوڑا ہے بلکہ بحمد اللہ وہاں کافی دلائل پیش کئے ہیں ۔اور اعیان نقل کی شہادتیں منقول ہیں جو بحمد اللہ بالکل لاجواب رہی ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ ایک اُن میں سے بطور نمونہ کے پیش ہے

اذا لم یعرف محمداً صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من ضروریات الدین (اشباہ والنظائر ص۲۹۶ گواہ مدعیہ ۱ و ۲ و ۳ و ۵)

یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین آخر الانبیاء نہ ماننے والا مسلمان ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین میں سے ہے ۔

پس میں نے ضروریات دین میں سے ہونے کی تصریح پیش کی ہے اس کے مقابل نہ مختار مدعا علیہ نے اس کی کوئی باسند حوالہ سے تردید پیش کی نہ اپنی تائید میں کہ یہ معنے ضروریات دین سے نہیں کوئی حوالہ پیش کیا ۔نہ اس پر کوئی حوالہ دے سکے کہ ان کے تصنیف کردہ معنے ضروریات دین سے ہیں ۔اب ایک معنے ضروریات دین کے واسطے قائم کئے ہیں اور شفاء العلیل کا حوالہ دیا ہے ۔جس کا خلاصہ تین امور ہیں ۔جہاں وہ مجتمع ہوں وہ ضروریات دین سے ہے ۔

(۱) قرآن مجید سے ثابت ہو ۔

(۲) احادیث متواترہ یا مشہورہ سے ۔

(۳) اجماع صحابہ سے ۔

جواباً گذارش ہے کہ جب میں نے مستند علماء اور ارباب نقول سے ضروریات دین ہونے کی تصریح

پیش کردی تو ہمیں ضرورت نہ تھی کہ ہر جزو کا ثبوت پیش کریں مگر محض اتمام حجت کے واسطے گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ ہر سہ امور کے معیار پر بھی بحمد اللہ ہمارے پیش کردہ معنے خاتم النبیین ضروریات دین میں سے ہیں تفصیلاً اصل بحث میں بیانات گواہان مدعیہ کے حوالہ سے یہ اپنے پیش کردہ معنے اولاً قرآن مجید سے پھر احادیث، متواترہ مشہورہ سے پھر اجماع صحابہ و اُمت محمدیہ سے پیش کر چکا ہوں۔ جن کو بخوف طوالت مکرر نقل نہیں کرتا صرف حوالے اس امر کے پیش کرتا ہوں کہ ہماری طرف سے پیش کردہ معنے خاتم النبیین مختار مدعا علیہ کے ہر سہ معیار کے مطابق بھی ضروریات دین میں سے ہیں حوالہ ملاحظہ ہو ایک جامع حوالہ۔

(۱) کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مما نطقت بہ الکتاب و ثبت بہ السنۃ و اجتمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ و یقتل ان اصر
روح المعانی ج ۸ ص ۳۹ گواہ مدعیہ ۴۳۲/۲

یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور آخری نبی ہونا قرآن مجید احادیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور اجماع اُمت سے ثابت ہے اس کے خلاف دعوی کرنیوالا کافر اور اگر مصر ہو تو اسلامی سلطنت میں قتل کیا جائے گا۔
عدالت خود ہی ملاحظہ فرمالے کہ ہر سہ اصول قائم ہوں وہ مختار مدعا علیہ موجود ہیں۔

(۱) قرآن مجید بحث میں متعدد آیات مدلل و مفصل آچکیں نیز حوالہ ماسبق کافی ہے۔

(۲) احادیث متواترہ مشہورہ وبذالک ورد احادیث المتواترۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) اجماع صحابہ سے۔ من حدیث جماعۃ من الصحابۃ (ابن کثیر جلد ۸ ص ۸۹ گ مدعیہ ۱۳۱۲/۱، ۵۱۳)
یعنے اس پر کہ معنے خاتم النبیین یہ ہیں کہ جس کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہ بن سکے احادیث متواترہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی جماعت سے آئی ہیں۔

نیز گواہ ۱۳ کے بیان میں صدیق اکبر کے زمانہ میں اس پر اجماع ہونا بیان میں گزر چکا ہے۔ پس بحمد اللہ ہر پہلو سے اس مسئلہ کا ضروریات دین سے ہونا اور اس کے منکر کا کافر ہونا ثابت ہو گیا۔ اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ یہ معنے قرآن مجید و احادیث متواترہ و اجماع صحابہ سے ثابت نہیں محض لغو ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ بعض فرقہ اہل حدیث وغیرہ اس اجماع کو اجماع ہی نہیں کہتے الخ محض بیکار و لغو ہے۔ بعض اہل حدیث نہ سمجھیں تمام مقلدین و ائمہ دین تو سمجھتے ہیں اور امام مالک وغیرہ کے قول کے متعلق بحث میں مفصل گزر چکا آئندہ بھی ان شاء اللہ بحث اجماع کے تحت میں آئے گا۔

پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا اجماع کے خلاف ایک حوالہ دیا ہے کہ ایک جماعت کا اتفاق ہے اجماع نہیں کہلاتا الخ

اولاً مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی غیر مقلد مسلم ہی نہیں نہ ائمہ کے مقابل ان کی ذاتی رائے قابل التفات ہے دوسرے اس مسئلہ متنازعہ اور معنے خاتم النبیین کے معاملے میں ایک جماعت کا اتفاق نہیں بلکہ تمام صحابہ اور تمام اُمت کا اجماع ہے جیسا کہ مختصراً ابھی عرض کر چکا۔ اور مفصلاً بحث میں گزر چکا۔ جس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔

اس مسئلہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی اختلاف نہیں رکھتے مرزا صاحب کی تردید کے سلسلہ میں اشاعۃ السنۃ کے ابھی پیش کردہ ۸ - ۹ - ۱۰ نمبر ملاحظہ ہوں۔

اور جن بزرگوں پر اس کی مخالفت کا الزام لگایا گیا تھا۔ اُس کا محض مغالطہ اور بہتان صریح ہونا۔ بحث میں مدلل آ چکا۔ اور اپنی جگہ پر جواب الجواب میں بھی ان شاء اللہ تعالےٰ مختصراً آئے گا۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ۔

"یہ معنی قطعاً ضروریات دینی سے نہیں ہو سکتے" محض دعویٰ بلا دلیل اور نا قابل التفات ہے اور بحمد اللہ ان معنی کا ضروریات دینی سے ہونا نہ صرف میرے پیش کردہ دلائل بلکہ ائمہ دین کی تصریحات سے مصرح ثابت ہے جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی۔

نہ مختار مدعا علیہ سے کوئی تاویل بن سکی۔

کیا تاویل کی وجہ سے کوئی کافر ہو سکتا ہے

یہ وہی شہادت والا عنوان ہے جس کے ایک ایک حرف کا مدلل جواب بحث میں پیش کر چکا۔ اور عدالت کی یادداشت میں بھی موجود ہے پھر بھی اسے انہیں الفاظ میں دلائل سے مکرر دہرایا گیا۔

مجھے مکرر جواب کی حاجت نہیں صرف یہ گزارش کر دوں کہ یہ امر زیر نزاع بھی نہیں کہ "کیا تاویل سے کوئی کافر ہو سکتا ہے یا نہ" صرف تاویل پر بحث نہیں جس پر بلا وجہ طوالت دی۔ بلکہ بحث یہ ہے کہ ضروریات میں تاویل کرنے والا کیا کافر ہے۔ میں اس کے متعلق کہ ضروریات دینی میں تاویل سے کافر ہو جاتا ہے۔ متعدد حوالہ بحث میں شفاء شرح شفاء ردالمحتار مسائرہ وغیرہ بیانات کے حوالہ سے پیش کر چکا۔ جن کا اعادہ نہیں کرتا۔ مفصل یہ بحث دیکھنا ہو تو کتاب "اکفار الملحدین فی ضروریات الدین" ملاحظہ فرمائیں جس کا موضوع ہی یہ ہے کہ ضروریات دینی میں تاویل ناجائز و کفر ہے۔

بہر حال یہ مسئلہ عمومی رنگ میں یہاں متعلق نہیں بیان سے صرف اس قدر تعلق ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنے کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا۔ اس میں تاویل جائز ہے یا نہ اس پر مختار مدعا علیہ نے ایک بھی حوالہ پیش نہ کیا باوجودیکہ میں نے متعدد مصرح حوالہ بحث میں بیانات گواہان مدعیہ سے پیش کئے تھے ایک

نمونۂ پیش ہے کہ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجتمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ ھو المراد بہ دون تاویل وتخصیص فلا شک فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعاً واجماعاً وسمعاً۔

(شفا شریف، قاضی عیاض ج ۲ ص ۱۷۱)

یعنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے خبر دی کہ میں ایسا خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔ اور باری تعالےٰ سے اپنا خاتم النبیین اور تمام لوگوں کی طرف رسول بن کر بھیجے جانے کی خبر دی اور تمام امت نے بلا استثناء اجماع کر لیا کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے، اور اس کا یہی ظاہری مفہوم (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا) بلا کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے پس (اس کے مخالف) ان تمام فرقوں کے کفر میں قطعاً اجماعاً و سمعاً ذرہ برابر شک نہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ خاتم النبیین کے وہ معنی جو مدعیہ کی طرف سے پیش کئے گئے، اُن میں کس طرح کی بھی تاویل جائز نہیں لہذا اب تاویل کی عمومی بحث کے لا یعنی سلسلہ میں جانے کی ضرورت نہیں مدعا بالکل واضح ہے، اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں موجود ہے عدالت وہیں سے ملاحظہ فرمائے۔

(مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی)

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے تقریباً ۵ صفحے لکھے ہیں، اور الوصیت۔ حقیقت النبوۃ، الحکم، چشمہ معرفت لیکچر سیالکوٹ، ایک غلطی کا ازالہ، اخبار عالم، چشمہ مسیحی، مواہب الرحمن، خطبہ الہامیہ۔ کشتی نوح، اربعین، تحفہ گولڑویہ، حقیقۃ الوحی، استفتا، وغیرہ وغیرہ اکثر بدبد حوالے پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے، کہ جہاں کہیں مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے یہ مراد لی ہے، کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آسکتا وہاں وہ نبی مراد ہیں جو مستقل صاحب شریعت ہو الخ

یہ محض مغالطہ دیا ہے ۱۹۰۱ء سے پہلے تک مرزا صاحب کو اپنی نبوۃ کا پتہ ہی نہ تھا نبوۃ پر پردہ ہی پڑا تھا۔

ملاحظہ ہو حقیقت النبوۃ ص ۱۲۴ و ص ۱۲۵

در اور یہ اللہ تعالےٰ کی عظیم الشان حکمتوں میں سے ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحم فرما کے اور ان کے ایمانوں

کو آہستہ آہستہ مضبوط کرنے کے لیے بعض باتوں کو رفتہ رفتہ ظاہر کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر آپ کو یک لخت مسیح کی وفات اور اپنی نبوت کے اعلان کرنیکا حکم ہوتا تو آپ کی جماعت کے لیے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسی طرح آپ کو براہین کے زمانہ ہی میں نبی قرار دیا لیکن اس پر بھی ایک پردہ خفا ڈالے رکھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور پوشیدہ اس لیے رکھا تا متلاشیان صداقت پر حد سے زیادہ بوجھ نہ پڑ جائے پھر دس سال بعد وفات مسیح کے مسئلہ پر سے پردہ اٹھایا لیکن مسئلہ نبوت پر ایک پردہ پڑا رہا تاکہ جماعت اپنے اندر ایک مضبوطی پیدا کرے حتیٰ کہ ۱۹۰۱ء میں، اس پردہ کو بھی اٹھا دیا اور حقیقت کھل گئی الخ حقیقت النبوۃ ص۱۴۲ ص۱۲۵ ۔

پس ۱۹۰۱ء سے قبل تمام مسلمانوں کی طرح موافق قرآن و حدیث مرزا صاحب کا یہی عقیدہ تھا ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا نہ اس میں کوئی تخصیص و استثناء ہو سکتا ہے ، نہ امکان تخصیص ہے ۔ بلکہ خود مرزا صاحب نے تصریح فرما دی ہے کہ اس میں کسی قسم کی تخصیص و استثناء نہیں ۔ ملاحظہ ہوں حوالہ جات مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسر نبینا فی قولہ لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین ولو جوزنا ظہور نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لجوزنا الفتاح باب النبوۃ بعد تغلیقھا وھذا خلف کما لا یخفی علی المسلمین وکیف یجیٔ نبی بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم وقد انقطع الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النبیین ۔ (حمامۃ البشری کلاں ص۶۶ خورد ص۲۸)

ترجمہ مرزا صاحب ہم نے محمدؐ کو کسی مرد کا باپ نہیں بنایا ہاں وہ اللہ کا رسول اور نبیوں کا خاتم ہے ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اس محسن رب نے ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء کہا ہے ، اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا اور آنحضرت نے طالبوں کے لیے بیان واضح سے اس کی تفسیر یہ کی ہے ، کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ، اور اگر ہم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں تو لازم آتا ہے ، کہ وحی نبوت کے دروازہ کا انفتاح بھی بند ہونے کے بعد جائز خیال کریں اور یہ باطل ہے ، جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کیونکر آئے حالانکہ آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا ہے (۲) حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رح کو جو خط لکھا ہے ، اس میں یہ بھی ہے ۔ ہر نبوت را بروشد اختتام (۳) آپ کے بعد اگر دوسرا نبی آ جائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے الخ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن ختم نبوت کا بہ کمال تصریح ذکر ہے ، اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام الخ (ایام الصلح

ص۱۴۶) (۴) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا (ازالہ کلاں ص۶۱۱)
(۵) اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا۔ (نشان آسمانی ص۳۱ و ۲۸) (۶)
ماکان اللہ ان یرسل نبیًا الخ خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے نبی خاتم النبیین کے نہیں بھیجیگا آئینہ کمالات ص۲۱

عبارات مذکورہ بالا میں فقرات مندرجہ ذیل خصوصیت سے قابل لحاظ ہیں۔

(۱) ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء رکھا اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔"
(۲) آنحضرت نے تفسیر یہ کی ہے "کہ میرے بعد کوئی بھی نبی نہیں "
(۳) اور آنحضرت کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں الخ
(۴) اور آنحضرت کے بعد کوئی نبی کیونکر آئے الخ
(۵) ہر نبوت را بروشد اختتام۔
(۶) آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے ۔
(۷) پرانے یا نئے نبی کی تفریق شرارت اور لا نبی بعدی میں نفی عام ہے ۔
(۸) قرآن کریم بعد خاتم الانبیاء کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا!
(۹) خاتم الانبیاء کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا ۔
(۱۰) خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے خاتم النبیین کے نہیں بھیجے گا۔

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ بلا استثنا عموم اور لفظ کسی اور کوئی نبی اور ہر نبوۃ غرض جس قدر بھی عموم کے لفظ ہو سکتے ہیں۔ سبھی موجود ہیں۔ اس پر بھی مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اس سے مراد صرف مستقل صاحب شریعت نبی نہیں ۔ محض غلط اور بے معنی ہے ۔ پھر جس پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان تھا۔ کہ خلیفہ دوم صاحب وہ بھی ۱۹۱۰ء سے تبل تک وہی مانتے ہیں۔ جو میں نے عرض کیا لہٰذا مختار مدعا علیہ کی یہ رکیک تاویل بالکل خلاف واقع اور نا قابل التفات ہے۔

(انقطاع نبوت پر دوسری پیش کردہ آیات کا صحیح مطلب)

دوسری آیت   الیوم اکملت لکم دینکم ۔ الآیۃ

خلاصہ جواب

(۱) اس آیت میں انقطاع نبوت کا ذکر نہیں ۔ بلکہ اکمل دین واتمام نعمت کا ہے ۔

(۲) اکمال دین و انقطاع نبوت لازم و ملزوم نہیں پہلے دین کی اشاعت کے لیے بھی نبی آتا ہے۔

(۳) اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں آئے گا۔

(۴) گواہان اور مختار مدعیہ خود حضرت عیسٰیؑ کے نبی ہونے کی حیثیت میں نزول کے قائل ہیں۔

(۵) اگر دین کا مکمل ہونا کسی نبی کے آنے کو مانع ہے تو اسرائیلی نبی دین کی ترویج کے لیے کیوں آئے گا۔

الجواب علی ترتیب السوال

(۱) اکمال دین اور اتمام نعمت سے مراد انقطاع نبوت ہی ہے۔ کیوں کہ یہاں نعمت سے نعمت نبوت ہی مراد ہے اس کی تائید میں قرآن و حدیث و دیگر اسلاف و اخلاف کے اقوال سے بیان گواہ مدعیہ ۔ الف و نمبر۲ ۔ ۳ میں مصرح موجود ہے۔ جس پر ایک بھی اعتراض نہیں پڑتا۔ عدالت مسل سے ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) اکمال دین و اتمام نعمت و انقطاع نبوت یقیناً لازم و ملزوم ہیں۔ جبھی تو جس پر یہ آیت اتاری اسی کو خاتم النبیین قرار دیا خود مختار مدعا علیہ کو اس کا اسی تحت میں اعتراف ہے، لیکن آیت صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ تو آپ خاتم النبیین ہوئے۔ کیونکہ آپ نے کوئی حکمت اور کوئی ہدایت اور کوئی علم اور کوئی سر ایسا نہیں چھوڑا جس کی ضرورت ہو۔ اور آپ نے نہ بتایا ہو۔

پہلا کوئی بھی دین کامل و مکمل نہ تھا۔ کسی میں افراط کسی میں تفریط تھی۔ بہر حال ناقص تھے اس لیے نبی آ کر وحی الٰہی کی روشنی میں تبلیغ کرتا تھا۔ اور یہ دین کامل و مکمل ہے۔ جس کے بعد بقول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحی منقطع ہے۔ انہ تم الدین و انقطع الوحی (بحوالہ سابق) پس کوئی بھی نبی نہیں آ سکتا۔ نہ ضرورت ہے۔ اشاعت و تبلیغ پہلے انبیاء کا کام تھا اور اب ہر عالم مسلمان بلغوا عنی ولو آیۃ ولو حدیثا الخ اسی لیے اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دئے گئے۔ کہ جو کام بنی اسرائیل میں ترویج و تبلیغ دین انبیاء کرتے تھے وہ اس امت میں بوجہ ختم ہو جانے سلسلہ بعثت نبوت کے علماء ربانیین کریں گے۔ جیسا کہ آج تیرہ سو سال تک تعامل رہا۔

(۳) اس سے ہرگز صاحب شریعت جدیدہ کا نہ آنا نہیں نکلتا۔ خیر یہ تو مان لیا کہ انقطاع نبوت نکلتا ہے گو صاحب شریعت جدیدہ سہی۔ اب گزارش ہے۔ کہ اصل بحث اور بیان گواہان مدعیہ میں عموم پر قرآن و حدیث و اقوال سلف سے حوالہ گزر چکے۔ اس کے مقابل مختار مدعا علیہ کی بلا کسی قرینہ و ثبوت کے محض ذاتی رائے کہ صاحب شریعت جدیدہ کا ہی اس سے انقطاع نکلتا ہے۔ محض لغو و ناقابل التفات ہے۔

(۴) عیسیٰؑ کا منصب نبوت پر نازل ہونا کوئی بھی نہیں مانتا ہاں صفت نبوت اُن سے مسلوب نہ ہوگی مگر منصب نبوت اور اس کی ڈیوٹی نہ ہوگی بلکہ امتی اور مجدد کی حیثیت میں ہوں گے جس کے مفصل حوالے فتاوٰے ابن حجر اور فتوحات مکیہ وغیرہ سے گزر چکے اور احادیث کے سلسلہ میں بعض پر آئیں گے گواہ مدعیہ ۲ و ۳ نے جرح میں بھی اسے صاف کر دیا ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ اگر دین کا مکمل ہونا کسی نبی کے آنے کو مانع ہے۔ تو اس سے اسرائیلی نبی ترویج دین کے لیے کیوں آئیگا محض مغالطہ ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰؑ بحیثیت نبی آئے تو یہ اعتراض تھا وہ تو امتی اور مجدد ہونے کی شان سے آئینگے پس جیسے اور مجددین سے خاتم النبیین پر کوئی اثر نہیں پڑتا یوں ہی ان کے آنے سے بھی کوئی خرابی نہ ہوگی۔ بلکہ اس میں اور شان نبوت محمدیہ کا اظہار ہے کہ آپ کی نبوت ایسی تام ہے کہ نبی اسرائیل کا جلیل القدر نبی بھی اس امت کے شمار میں آکر ایک امتی کی طرح تبلیغ دینی و ترویج سنۃ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے۔

باقی مفصل جواب کچھ اُوپر بھی آچکا ہے۔ باقی سلسلہ احادیث میں آئے گا۔ عدالت پر یہ امر بھی واضح کر دینا ضروری ہے۔ کہ گواہان مدعیہ اور مختار مدعیہ نے اس آیت کا خاتم النبیین کی تفسیر اور انقطاع نبوت پر دال ہونا قرآن وحدیث اقوال سلف ائمہ ومفسرین سے مدلل ثابت کیا ہے۔ بخلاف مختار مدعا علیہ کے کہ اُس کا جواب محض احتمالات عقلیہ اور اپنے ذاتی خیالات اور تاویلات سے دینا چاہا ہے۔ جو قابل التفات ہی نہیں۔ کیونکہ تفسیر بالرائے تو مرزا صاحب بھی جائز نہیں بتاتے۔ ملاحظہ ہو۔ (برکات الدعا مرزا صاحب) اخیر میں مختار مدعا علیہ نے ایک چھٹا نمبر ڈال کر اصل بات کا عنوان دے کر یہ کہا ہے۔ کہ اکمال دین واتمام نعمت ہی چاہتا ہے۔ کہ آپ کی پیروی سے نبی بنیں اور اس پر بیان گواہ مدعا علیہ ۲ کا حوالہ دیا ہے۔

جواباً گزارش ہے۔ کہ ان تخیلات اور بلا دلیل تاویلات سے اعتقادیات کا ثبوت اور تفسیر کلام الٰہی تو ہو نہیں سکتی اکمال دین یا اتمام نعمت کے معنے کسی نے آج تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علماء سلف وخلف نے یہ نہ سمجھا کہ کتاب کی اتباع سے نبی بنتے رہیں گے۔ یہ محض دعوٰی بلا دلیل ہے۔ اور تمام آیات ختم نبوت واحادیث صحیحہ واجماع امت واجماع صحابہ کے خلاف ہے۔ لہذا قابل التفات نہیں تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو۔ بیان گواہ مدعیہ ۱ و نمبر ۱ و ۲ و ۳ و بحث مختار مدعیہ اس کے بعد کتاب انسان کامل سید عبدالکریم جیلی کی ایک عبارت ص ۷۶ سے نقل کر کے مغالطہ دینا چاہا ہے۔ اور جس قدر امور اس سے بطور نتیجہ اخذ کئے ہیں۔ وہ سب محض مغالطہ ہیں بلکہ وہ تو یہاں بکمال تصریح ختم نبوت کو بیان فرما رہے ہیں۔ اور آپ کے بعد وہ نبوت کا جواز ہی نہیں مانتے اور کوئی حکمت ہدایت اور علم باقی نہیں مانتے جس کے واسطے کوئی نبی آئے اور لفظ تشریع سے معنی غلط خلاف اصطلاح مصنف

دے کر مغالطہ کی سعی کی ہے تفصیل کے واسطے انسان کامل ص۴۸ ملاحظہ ہو جو گواہ مدعا علیہ ۲۸/۲ مارچ ۳۳ء جرح میں پیش ہو چکا ہے۔ نیز یہ عبارت منجملہ دلائل ختم نبوت گواہ مدعیہ ۱ و ۲ و ۳ نے اپنے اصل بیان میں مفصل لیا ہے۔ وہیں سے ملاحظہ ہو جس کے بعد یہ مغالطہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے آیت (۲) وما ارسلناک الا کافۃ للناس الآیۃ (۳) قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا الآیۃ ولکل قوم ھاد نقل کی ہیں اور اپنے لفظوں میں ایک مطلب گواہان و مختار مدعیہ کی طرف منسوب کر کے مندرجہ ذیل تاویلیں کی ہیں۔

(۱) ان آیات میں آئندہ نبی آنے نہ آنے کا کوئی ذکر نہیں۔

(۲) بتصریح حدیث اس میں عموم دعوت کا ذکر ہے۔

(۳) جیسے حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے لیے نبی تھے۔ پھر بھی دوسرے نبی، ان کے ماتحت آئے۔ یوں ہی آپ کی امت میں نبی کا آنا عمومیت دعوت کے منافی نہیں۔

(۴) انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ کی رُو سے آنحضرت جب مثیل موسیٰ ہوئے۔ تو اس کی تکمیل کے لیے جیسے ان کے بعد نبی آئے یہاں بھی آنا چاہئے اور چونکہ خاتم النبیین بھی آپ کی صفت ہے۔ لہذا مستقل نہ ہوگا بلکہ آپ کے تابع ہوگا۔

(الجواب)

اجمالاً یہ گزارش ہے کہ عدالت ان آیات کا مدلل مطلب گواہ مدعیہ نمبر الف و نمبر ۲ و ۲ و ۲ کو سامنے رکھ کر ان جوابات اور محض اٹکل کی تاویلات رکیکہ کا مقابلہ فرمائے۔ کہ یہ تاویلات کس قدر بے ربط اور لاجوابی کا ثبوت ہیں۔

(مرتب تفصیل جواب)

(۱) مدلل بیانات میں پیش ہو چکا کہ قیامت تک عمومیت دعوت وعموم رسالت مستلزم انقطاع نبوت کو ہے۔ اور اس سے زائد تصریح نہیں ہو سکتی۔ کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آسکتا تفصیل کے واسطے بیان گواہ مدعیہ نمبر الف اور ان آیات کی تفسیر میں تفسیر ابن کثیر و ابن جریر ملاحظہ ہو۔ اکثر حوالے بیانات گواہان مدعیہ میں موجود ہیں۔

(۲) جب کہ اس میں عموم دعوت تسلیم کر لیا تو انقطاع نبوت جو اس کو لازم ہے وہ بھی لازمًا تسلیم کرنا ہوگا کیونکہ قیامت تک تمام بنی نوع کے واسطے عموم دعوت اور اتمام نعمت کے بعد کوئی دوسرا نبی بن ہی نہیں

سکتا۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دوسرے نبی آنے پر نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ تمام بنی نوع کے لیے نہ تھے نیز ان کی دعوت کا عموم نہیں تھا۔ ان پر تکمیل دین واتمام نعمت ہی یوں نہ ہوُا۔ انہیں خاتم النبیین بھی نہیں ٹھہرایا گیا بخلاف سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پس یہ قیاس مع الفارق محض لغو ہے۔ صرف عموم دعوت بنی اسرائیل کو نہ دیکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ دوسرے امور مذکورہ بھی قابل لحاظ ہیں جبھی تو یہ آیات تائیداً پیش کی گئی ہیں نہ مستقلاً

(۴) خاتم النبیین نے تو دہی مستقل کی تخصیص کر دی حالانکہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی جسے کے بعد کوئی بھی کسی طرح کا نبی ظلی و بروزی نہ اس کے مدلل ثابت ہو چکا پس بثیل ہونا صرف اس امر میں ہے کہ جیسے وہ نبی تشریعی تھے لیسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نبی تشریعی ہیں چنانچہ اس آیت انا ارسلنا الیکم الایۃ میں تمام ائمہ ومفسرین بلکہ گواہ و مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ عبدالوہاب وامام محی الدین ابن عربی نے بھی تصریح فرمائی ہے۔ تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ ۱ و ۲ و ۳۔

(مختار مدعا علیہ کی چند آیات کے متعلق عاجزی)

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ ۱ کے بیان سے (۱) سراجاً منیراً (۲) قل لئن اجتمعت الانس الآیۃ (۳) بالحق انزلناہ الآیۃ (۴) اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الآیۃ (۵) آیۃ میثاق النبیین (۶) انا نحن نزلنا الذکر یہ چھ آیات نقل کی ہیں مگر جواب کیا ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کسی آیت سے ایسی نبوت کا جس کے ہم قائل ہیں انقطاع ثابت نہیں ہوُا وغیرہ وغیرہ۔

محض تاویلات رکیکہ بلا کسی دلیل کے پیش کی ہیں جن کے دیکھنے سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی ضابطہ کا بھی ان کے متعلق جواب نہیں۔ میں بجائے کسی تفصیلی کے جواب کے عدالت عالیہ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ان تاویلات کو بیان گواہ ۲ الف سے ملا کر ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں کوئی مطلب اپنی عقل ودماغ سے نہیں بیان کیا گیا بلکہ مدلل نقول پیش کی گئی ہیں اور ان تمام تاویلات کا سدباب کر دیا ہے۔

پھر آخر میں مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد روحانی میں سے ایک فرد کو حضور کی پیروی کی برکت سے اگر مقام نبوت حاصل ہو جائے تو اس میں کونسا گناہ لازم آتا ہے" محض لغو اور بیکار ہے گناہ کیا ساری دین کی عمارت ہی مسمار ہو جائے گی۔ اس میں قرآن پاک احادیث نبویہ تمام صحابہ کرام ائمہ دین کی مخالفت کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی سخت توہین اور کفر عظیم ہے تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ ۲ و ۳ و بحث مختار مدعیہ۔
بحمد اللہ گواہ مدعیہ کی پیش کردہ تمام آیات بالکل لاجواب ہیں اور اپنے الفاظ ہیں اس کا مطلب ڈھال کر بھی مختار مدعا علیہ جواب نہ دے سکا۔ عدالت جب بیانات کا مقابلہ و ملاحظہ فرمائیگی تو اصل حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائیگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(آیات کا جواب الجواب ختم ہوا۔)

(پیش کردہ احادیث کا صحیح مطلب)

خلاصہ قول مختار مدعا علیہ۔

(۱) گواہان مدعا علیہ نے ان کے جوابات دیئے تھے مگر مختاران مدعیہ نے اس سے سکوت کر کے صحیح تسلیم کر لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔
(۲) مختار مدعیہ کا دوسو یا سترہ کہنا مغالطہ ہے صرف تیرہ احادیث پیش کی ہیں۔
(۳) ان تیرہ میں بھی بعض ضعیف ہیں۔

(الجواب)

(۱) جو قابل اعتناء جواب تھا اُس کا ایسا فیصلہ کن جواب الجواب دیا گیا تھا کہ اُس کے بعد امید تھی کہ مختار مدعا علیہ اُس کا نام بھی نہ لیتا۔ مگر تعجب ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ سکوت اختیار کیا اور صحیح تسلیم کر لیا۔ یہ ضرور ہے کہ تمام اعتراضات کا صرف ایک جامع جواب دیا تھا کہ ان تمام جوابات گواہان مدعا علیہ کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ لا نبی بعدی یا لا نبوۃ بعدی وغیرہ میں نبوت تشریعی و مستقل وغیرہ کی تاویل لافتی الا علی فلا کسری بعدہ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب وغیرہ سے کرتے ہیں۔ مگر غالباً انہوں نے مرزا صاحب کی تصانیف کا پورا مطالعہ نہیں کیا وہ تو اس تخصیص کو شرارت اور گستاخی بتاتے ہیں۔ اور لا نبی بعدی میں نفی عموم کے معنی میں لیتے ہیں اور اس کے واسطے ایام الصلح ص ۱۴۶ سے تقریباً سترہ سطریں پیش کی تھیں۔ اس کے بعد یہ گزارش کی تھی کہ اس حوالہ کے بعد غالباً مختار مدعا علیہ ان جوابات کا مکرر نام بھی نہ لیں کیونکہ ایک اجمالی جواب کافی ہے۔ اور اگر پھر بھی وہ تاویلات رکیکہ دہرائیں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی تشفی کے لائق مفصل ہر ایک کا جواب علیحدہ علیحدہ ہی پیش کر دیا جائے گا یہ حوالہ اسی سلسلہ میں میں بحث ابتدائی میں پیش کر چکا ہوں لہذا یہ کہنا کہ سکوت اختیار کر کے صحیح تسلیم کر لیا محض جھوٹ اور افتراء خالص ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اسے جواب نہ خیال کریں حالانکہ یہ جواب مرزا صاحب کے الفاظ

میں ہے۔ یہ تو زیادہ قابل وقعت اور قابل لحاظ ہونا چاہیئے تھا۔

(م ۲) دو سو احادیث اس سلسلہ میں ہونے کا قول کثرت احادیث ہونے کے سلسلہ میں بحوالہ گواہ مدعیہ م ۳ پیش کیا گیا تھا نہ یہ کہ دو سو احادیث پیش کی گئیں عدالت ملاحظہ فرمائے اصل بحث کے وقت گواہ م ۳ کے اصل الفاظ پیش کیئے تھے۔ سترہ کو مغالطہ اور صرف تیرہ پیش کردہ بتانا بالکل صحیح نہیں ہاں شاید اس سے مغالطہ لگ گیا ہو کہ احادیث پیش شدہ کو میں نے مطلق حکم نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ اور تفسیر خاتم النبیین کی علیحدہ اور جن میں آخر الانبیاء یا آخر النبیین کی تصریح ہے۔ وہ علیحدہ ہیڈنگ کے تحت جمع کی تھیں۔ اور کل اس سلسلہ کی بیانات گواہان مدعیہ اور جرح سے (۲۶) نقل کی تھیں میں صرف اُن کا حوالہ بلا نقل دیتا ہوں۔

احادیث (۳) بروایت ابی ہریرہؓ (بخاری ومسلم وابوداود وترمذی، از بیان گ مدعیہ م الف و م ۱ و م ۲ و م ۳ و م ۴

حدیث (۱) بروایت ابی حازم (بخاری ومسلم) بحوالہ گ مدعیہ م ۱ الف و م ۲ و م ۳ و م ۴

حدیث (۱) بروایت سعد ابن وقاص (بخاری مسلم مشکوٰۃ مرقات) بحوالہ گ م ۳ و م ۴ و م الف

حدیث (۲) بروایت انس ابن مالک (بخاری ومسلم وابن کثیر) بحوالہ م الف و م ۴

حدیث (۱) بروایت جبیر ابن مطعم (مسلم شریف ج ۲) بحوالہ گ مدعیہ م الف

حدیث (۱) بروایت عبداللہ ابن مسعود (طبرانی شریف) بحوالہ گ مدعیہ م ۳

حدیث (۲) بروایت عائشہ صدیقہ رضؓ (کنز العمال) بحوالہ گ مدعیہ م الف و جرح گ مدعیہ م ۱ و م ۲

حدیث (۱) بروایت ابی امامہ رضؓ (ابن ماجہ) بحوالہ گ الف و جرح گواہان مدعا علیہ۔

احادیث (۱۴) بروایت مختلف صحابہ (بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وکنز) بحوالہ گ مدعیہ م الف و م ۱ و م ۲ و م ۳ و م ۴ و جرح گواہان مدعا علیہ۔

یہ کل (۲۶) ہیں جو مفصل پیش کر چکا مگر مختار مدعا علیہ کو چونکہ (۱۳) کا جواب کچھ نہ کچھ دینا ہے۔ اس لیے اس نے تیرہ بتائیں اور بعض ضعیف بھی کہا حالانکہ ضعف ثابت نہ کر سکا اس کے علاوہ بھی بیانات گواہان مدعیہ میں احادیث ہیں جن میں بعض کا مضمون مکرر تھا۔ گو احادیث جُدا جُدا ہیں اس لیے بخوف طوالت بحث میں نہ دُہرایا گیا تھا۔

پہلی حدیث کا جواب

قال لعلی انت منی بمنزلۃ الی قولہ لا نبی بعدی

(خلاصہ جواب)

(۱) بعد کے معنے غیر حاضری کے ہیں یعنی متصل غزوہ تبوک میں جانیکے بعد زمانہ میں کوئی نبی نہیں یا کوئی نبی نہیں۔

(۲) اگر بعدی کے معنی میری موت کے بعد کے لیے جائیں تو دونوں جملوں میں کوئی متعلق نہیں رہے گا۔ نہ تشبیہ درست ہوگی کیونکہ ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وفات پا گئے تھے۔

(جواب الجواب)

(۱) اس میں شبہ نہیں کہ کبھی بعد کے معنی بعد یت متصلہ کے بھی آئے ہیں اور آیات پیش کردہ میں وہی سہی مگر اس حدیث لانبی بعدی میں وہ معنی مراد نہیں کیونکہ یہاں اس تخصیص کا کوئی قرینہ نہیں اور حضرت علی کا گو جزیہ منقول ہے۔ مگر یہ قول "لانبی بعدی" بمنزلہ ضابطہ کلیہ کے ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ضابطہ کلیہ نہ صرف اس جگہ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد جگہ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً انا خاتم النبیین لا نبی بعدی وسیکون خلفاء وغیرہ جہاں کسی قسم کی بعدیت متصلہ کے ساتھ تخصیص ناممکن ہے۔ نیز بعض روایات میں لانبی بعدی کے ساتھ وسیکون خلفاء بھی موجود ہے جو قطعی دلیل ہے کہ بعدی کے معنی بعدیت متصلہ کے نہیں بلکہ مرنے کے بعد کے ہیں۔ اور بعدیت متصلہ سے مقید کرنے میں عموم نفی سے جاتا رہتا ہے۔ حالانکہ ازالۃ الصلح صفحہ ۱۴۶ پر مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ لانبی بعدی میں نفی عام ہے۔ عدالت خود اس حدیث کو بیانات مدعی سے لے کر اس تاویل سے مقابلہ فرمائے۔

(۲) لانبی بعدی میں بعدی کے معنی بعد موت کے لینے ہی متعین ہیں جس پر دوسری روایت میں وسیکون خلفاء کا قرینہ واضح موجود ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ بنی اسرائیل کی طرح خلافت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہی کے ہوگی اب یہ امر کہ دونوں جملوں کا تعلق و تشبیہ درست نہ ہوگی یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مشبہ و مشبہ بہ میں مشارکت تامہ تمام اجزاء میں نہیں ہوا کرتی بلکہ صرف وجہ شبہ میں ہوتی ہے وہ موجود ہے کہ جیسے کوہ طور پر موسیٰؑ نے جاتے وقت ہارونؑ کو خلیفہ چھوڑا تھا میں تمہیں چھوڑتا ہوں تشبیہ صرف مطلق خلافت میں ہے۔ پس ہر دو جملوں کا تعلق اور تشبیہ بدستور قائم ہے۔ البتہ اس تشبیہ سے اس شبہ کا احتمال تھا کہ کوئی تشبیہ تام سمجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی نہ سمجھنے لگے یا وہ خود نبی نہ سمجھیں۔ قال اللہ لست نبیًا نبی یا قاعدہ کلیہ لانبی بعدی سے اُسے دفع فرما دیا۔ کہ چونکہ میرے بعد کوئی نبی ہونا و بننا نہیں اس لیے صرف خلیفہ تو ہوا نبی ہونا ممکن نہیں۔ عدالت اصل بیان سے ملاحظہ فرمائے اس شبہ کا شائبہ تک نہیں۔ اگرچہ اس کے آخر میں مدعا علیہ نے اپنے بیان کا حوالہ دیا ہے مگر وہاں اس سے زائد کوئی بات نہیں سوائے توضیح

امثلہ یا تطویل عبارت کے (علماء نے لانبی بعدی کے کیا معنی کیے ہیں۔

۱۲۔ مختصر حوالجات مختار مدعا علیہ

(۱) اقتراب الساعۃ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی۔
(۲) قول ملا علی قاری بحوالہ اشاعت لاشراط الساعۃ للسید شریف برزنجی۔
(۳) دوسرے حوالوں کے واسطے بیان کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(الجواب)

(۱) اقتراب الساعۃ اور اس کے مصنف نواب صدیق حسن خان صاحب ہمارے مسلم نہیں جیساکہ مفصل اوپر گزر چکا ہے۔ نیز گواہان مدعیہ نے جرح میں صاف کر دیا ہے۔

نیز یہ ان کی ذاتی رائے ہے جس پر کوئی سند نہیں بلکہ صریح احادیث کے خلاف ہے یہی غیر مسلم ہے پس ہم ان دونوں کے جواب کے مکلف نہ تھے۔ مگر عدالت غور فرمائے تو ان دونوں کا جواب ہماری طرف سے پیش ہو چکا اسی طرح صاحب تکملہ مجمع البحار کے دو ار لانبی ینسخ شرعہ" بھی بعینہ یہی مطلب اور یہی واقعہ اور تقریباً انہیں الفاظ میں ادا فرمائے ہیں اور اس کا جواب بعینہ اس کا جواب ہے تکملہ کی ماقبل عبارت کاٹنے سے یہ شبہ پیدا ہو گیا ورنہ ہرگز نہ ہوتا یوں ہی اقتراب الساعۃ اور اشاعۃ کی عبارت اوپر سے ملاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح ہے۔ یہاں صرف نزول عیسٰےؑ کی بحث ہے، جس پر مختلف اعتراضات وارد ہوتے ہیں جنہیں رفع کیا ہے۔ اور حدیث لا وحی بعدی کو سنداً مجروح قرار دیا اور صاحب تکملہ نے مغیث سے ایک اور حدیث نقل کی جس کے الفاظ یہ تھے مغیث فی حدیث عیسٰی انہ یقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویزید فی الحلال یعنی عیسٰے نازل ہو کر قتل خنزیر اور کسر صلیب فرمائینگے اور حلال میں زیادتی فرمائینگے اب خیال تھا کہ حلال میں زیادتی تو جدید شریعت ہو گی۔

اس کا جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ ای یزید فی حلال نفسہ بان یتزوج ویولد لہ وکان لم یتزوج قبل رفع الی السماء فزاد بعد الھبوط فی الحلال فحینئذ یومن کل احد من اھل الکتاب للیتقین بانہ بشر" یعنی حال میں زیادتی سے کوئی نئی حلت کا ایجاد نہیں بلکہ اپنے اعمال میں حلال یعنی نکاح کا اضافہ فرمائینگے اس طور پر شادی کریں گے اور اولاد ہو گی۔ کیونکہ قبل رفع الی السماء شادی نہ کی تھی اب زمین پر اُترنے کے بعد شادی فرمادیں گے جس سے اہل کتاب اُن کی بشریت کا یقین کر کے ان پر ایمان لائیں گے (جو پہلے خدا سمجھتے یا مخالف تھے)

پھر اسی نزول عیسٰےؑ پر قول حضرت عائشہؓ محمول فرمایا ہے۔ اس کے بعد یہ لفظ ہے کہ

وھٰھنا لاینافی حدیث لانبی بعدی کہ یہ حدیث لانبی بعدی کے منافی نہ ہوا کیونکہ اس زیارتی حلال سے نوشادی کرنا مراد ہے اور لانبی بعدی کا مراد کسی نبی کا نہ آنا ہے جو شریعت محمدی کے لیے یہاں تو اسی کے مطابق عمل کیا۔ پس وہ نبی نہ بنے بلکہ حال باشرع المحمدی ہے عدالت خود اس خیانت کو ملاحظہ فرمائے کہ وہاں لانہ اراد ہ ہے۔ اور گواہ مدعا علیہ نے لانہ کا لفظ کاٹ کر کے صرف ارادہ الخ سے عبارت لی تا کہ ماقبل سے ربط نہ معلوم ہو سکے بس اس قسم کے قطع و برید کے حوالہ جات قابل التفات ہی نہیں۔ ھذا دراصل وُہ عبارت اسلامی عقیدہ کے منافی نہیں نیز وُہ تو صرف نزول عیسےٰؑ من السماء کے متعلق ہے اور جو اس کا قائل نہیں ان سے کہنا ہی اُس کا فضول ہے اسی جگہ نبی تشریعی کی اذ ھلک کسرٰی فلا کسرٰی بعدہ الخ اور لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار وغیرہ سے بھی ہرگز درست نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب کی تحقیق سے بھی منافی ہے۔ جیسا کہ اصل بحث میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ ان کے نزدیک بھی لانبی بعدی میں نفی عموم کی ہے اور تخصیص کرنا شرارت ہے۔ ایام الصلح صـ۱۴۶۔

پھر یہ بھی ملاحظہ ہو کہ امثلہ مذکورہ یا ان جیسی اور چند مثالوں میں نفی کمال بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس سے یہ کیونکہ لازم آتا ہے کہ در لانبی بعدی،، میں بھی نفی کمال ہی مراد ہے کیا کسی ایک حدیث یا قول یا محاورہ میں نفی کمال مراد ہو جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ سب جگہ کہا معنی چلائے جائیں۔ اور اگر یہ عام ضابطہ کلیہ بن گیا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ لا الٰہ الا اللہ یا اللہ لا الٰہ الا ھو یا لاریب فیہ ہر نفی کمال نہ لی جائے کیونکہ جب یہی اجتہاد اور یہی قیاس ہو تو ایک بت پرست ہندو کہہ سکتا ہے کہ ”لا الٰہ الا اللہ“ میں بھی نفی کمال ہے یعنی کامل معبود سوائے اللہ کے کوئی نہیں۔ اگرچہ غیر مستقل اور غیر شارع معبود ہو سکتے ہیں۔ اور یہی تمام بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ یوں ہی کوئی قرآن کا منکر کہہ سکتا ہے کہ لاریب فیہ میں بھی نفی کمال ہے۔ یعنی کامل ریب اور شک قرآن میں اگرچہ بعض اقسام ریب اور شک کے موجود ہے۔ اگر کسی دلیل سے اس مخالف بت پرست کو نفی کمال مراد لینے سے روکا جا سکتا ہے۔ تو وہی دلیل ہماری جانب سے بھی ”لانبی بعدی میں نفی کمال مراد ہونے پر تصور فرما لیویں پس جب کہ تمام قرآن و حدیث و اقوال سلف حتےٰ کہ مرزا صاحب کے ایام الصلح صـ۱۴۶ کی تصریح سے ثابت ہو گیا کہ لانبی بعدی میں نفی عموم کی ہے اور تخصیص شرارت اور گستاخی ہے۔ پس یہ تاویلات یقیناً بلکہ مسلم طور سے ناقابل التفات ہیں۔

ایک مغالطہ کا جواب

اذا ھلک کسرٰی فلا کسرٰی بعدہٗ، واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ

تخصیص کے لیے عجیب وغریب تقریر تصنیف کی ہے۔ اور اسکا مدار اس پر ہے۔ کہ کسریٰ اور قیصر خاص دو شخصوں کے نام نہیں بلکہ ہر بادشاہ فارس کو کسریٰ اور شاہ روم کو قیصر کا لقب دیا جاتا ہے۔ اور چونکہ ان دونوں ملکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک کوئی نہ کوئی بادشاہ ہی ہوتے رہے ہیں پس معنی یہ ہیں اگرچہ باقی ہوں گے مگر اسلام کے زیر نگین یوں ہی یہاں نبی تو آئیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع۔

مگر یہ بنا فاسد علے الفاسد ہے۔ خود ایک مطلب تصنیف کیا۔ اور اس پر بنیاد رکھ دی جو محض غلط ہے کہ کسرے وقیصر اب تک موجود ہیں۔ امام نووی شرح مسلم میں حضرت امام شافعیؒ اور تمام علماء سے نقل فرماتے ہیں ف لا کسریٰ بالعراق ولا قیصر بالشام یعنی اُن دونوں اقلیموں میں اُن کی سلطنت نہ رہے گی۔ چنانچہ بلاشک اس طرح ہوا۔ کہ کسرے اور کسرویت کا تو بالکل خاتمہ ہو گیا۔ اور قیصر نے ملک شام سے بھاگ کر کسی اور جگہ پناہ لی غرض ان دونوں اقلیموں میں کسرے وقیصر نہ رہے ایسے سوال اس پر ہے خود یہ کہنا ہی غلط ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنے میں مستعمل نہیں رہتے کہ اس پر لانبی بعدی کو قیاس فاسد کر کے تحریف کریں۔ اور اگر تھوڑی دیر کے واسطے بفرض محال اس حدیث فلا کسریٰ میں کسی خارجی ذریعہ سے کوئی تخصیص مرزا صاحب کے متبعین کی طرح فرض کرلے تو اس سے یہ کب لازم آیا کہ "لانبی بعدی" میں بھی تخصیص کر دی جائے۔ کیا کسی ایک حدیث کا کسی وجہ سے مؤول ہوجانا اس کو مستلزم ہے۔ کہ تمام احادیث صریح کو بگاڑ کر اُس کے مطابق بنایا جائے۔

اور ایام الصلح ص۱۴۶ کی تصریح کے بعد مرزا صاحب کے مسلک پر بھی اس حدیث لانبی بعدی میں تخصیص شرارت اور گستاخی ہے۔

یہ محض غلط ہے کہ ان احادیث کے جواب کا جواب ابتدائی بحث میں نہ آیا۔ کیونکہ ابتدائی بحث میں التزام تھا کہ جو چیز ایک مرتبہ جس سلسلہ میں گزر گئی۔ اعادہ کسی رنگ میں نہ کیا گیا۔

صوفیائے کرام کے حوالوں کی تشریح کے تحت اصل بیانات اور بحث میں شیخ محی الدین ابن عربی کے قول

انما ارتفعت نبوۃ التشریع فھذ معنی لانبی بعدی

اور بل اذا کان یکون تحت حکم شرعی کا مکمل جواب۔

اور لفظ تشریع کی شرح وغیرہ ربط وتفصیل سے گزر چکی۔ اب یہ کہنا کہ اس کا جواب نہ ہوا۔ صحیح نہیں۔ اور چونکہ جواب الجواب میں بجائے کسی جواب کے کچھ کمی زیادتی اور جوابی رنگ کے مکرر پیش کیا ہے۔ لہذا مختصر جواب بھی عرض کرتا ہوں اگرچہ اس اصول تحقیق کے بعد ضرورت نہ تھی۔

......

اصولی تمہید

(۱) عقائد میں قطعیات کتاب اللہ والرسول ہیا بقول گواہ ۲ مدعا علیہ وحی مرزا صاحب ہی معتبر ہے اور کچھ معتبر نہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲ ۲۸/مارچ ۳۲ء لہذا نہ باب عقائد میں ان اقوال کے لانے کی ضرورت اور نہ جواب کی حاجت۔

(۲) شریعت کے خلاف جو شیخ کی عبارت نظر آتی ہے وہ ان کی نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے ملائی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو یواقیت ص ۷ وجمیع ما عارض من کلامہ ظاہر الشریعۃ و علیہ الجمہور فہو مدسوس علیہ الخ حضرت شیخ کا وہ قول جو ظاہر الشریعت اور جمہور کے مسلک کے خلاف ہے وہ ان کا نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے اضافہ ہے۔ یوں ہی دوسرے مسلم بزرگوا (مجدد الف ثانی رح) مکتوبات جلد ۲ دفتر اول ص۱۱۲ میں تصریح فرماتے ہیں بوجہ خوف طوالت صرف حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

از عجائب کار یاراست۔ شیخ محی الدین ابن عربی۔ ۔۔تا بمنہ اکرمہ۔ اس سے ناواقف کو مغالطہ سے بچانے کے لیے شامی ج ۳ ص ۲۹۴ سے پیش کیا گیا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ نے خود وصیت فرمائی ہے کہ نحن قوم یحرم النظر فی کتبنا کہ ہماری کتب ہر شخص کو دیکھنا ٹھیک نہیں جس کا غلط مطلب کے لئے مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہنا تھا کہا۔

(اصل جواب الجواب)

ہر شخص اور ہر فن کی ایک اصطلاح خاص ہوتی ہے لکل ان یصطلح بھی مسلم ہے اور کسی کے اصطلاح کے خلاف مطلب لینا ہرگز درست نہیں۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۲ ۲۶/مارچ ۳۲ء) نیز واقفیت مسلمہ فریقین ص۱۱ ملاحظہ ہو۔ ولا یجوز الانکار علی القدم معرفۃ مصطلحہم فی الفاظہم اذا رأینا بعد ذلک فی کلامہم مخالفاً للشریعۃ

یعنی صوفیا کرام پر اعتراض جب تک ان کے خصوصی الفاظ کی اصطلاح سے واقف نہ ہو جائیں جائز نہیں البتہ واقفیت اصطلاح کے بعد بھی اگر ظاہر شریعت کے خلاف ہے تو اسے پھینک دیں گے اور قبول نہ کرینگے اور گواہان مدعا علیہ کا خود اقرار ہے کہ فصوص الحکم و فتوحات بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا اور اصطلاح صوفیہ میں کوئی بھی کتاب نہیں پڑھی ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۲ ۲۸/مارچ ۳۲ء پس انہیں ان عبارات

میں مغالطہ لگنا کوئی تعجب کی بات نہیں صرف شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کی اصطلاحات پر مستقل تصانیف ہیں منجملہ ان کے کبریت احمر فی علوم الشیخ الاکبر بھی ہے جس میں ان کی اصطلاحات نبوت و رسالت کے متعلق یہ ہے کہ اعلم ان النبوۃ ھی الاخبار عن شئ سارئۃ فی کل موجود عند اھل الکشف والوجود لکن لا یطلق علی احد منھم اسم نبی ولا رسول الا علی الملئکۃ الذین ھم رسل فقط ——— ماحصل یعنی شیخ کی اصطلاحات میں لفظ نبوت کے معنی کسی چیز کی خبر دینا اور یہ نبوت تمام موجودات میں صوفیاء کرام کے نزدیک موجود و ساری ہیں مگر اسم نبی رسول اللہ سوا اس کے کسی پر نہ بولا جائے گا جس کو اصطلاح شرع میں نبی و رسول کہتے ہیں ہاں ملائکہ بھی بوجہ رسالۃ فیما بینہ تعالیٰ و بلین الانبیاء رسول کہلاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمادیں نبوت کے معنی مطلق خبر دینے کے کس قدر عام حیوانات کے اندر بھی مانتے ہیں نیز اس کے مقابل تشریع بھی شریعت کی اصطلاح مراد لیتے ہیں حضرت شیخ رض کے نزدیک رسالت بمعنے تبلیغ مستعمل ہے ملاحظہ ہو فتوحات ج ۲ باب ۲۸۔ اور ولایت نبوت کے مقابل برابر فتوحات فصوص الحکم میں مستعمل ہے۔ النبی لفظ رسول و نبی صرف اصطلاح شریعت کے نبی کو کہتے ہیں یہی معنی تشریع کے ہیں کہ شرعی اصطلاح کا نبی و رسول نہ یہ کہ صاحب شریعت جدیدہ۔ ملاحظہ ہو فتوحات مکیہ بحوالہ بیانات۔، وھذا کلہ موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ النبی دون الولی والوحی التشریع ولا یشرع الا النبی ولا یشرع الا الرسول کہ یہ کل مردان خدا اولیاء اللہ میں موجود ہے اور وہ وحی جو سوا ولی کے نبی کے ساتھ مختص ہے وحی التشریعی یعنی اصطلاحی وحی نبوت ہے۔ اور جو نبی و رسول ہے وہی مشرع ہے۔ ملاحظہ فرماویں کہ تشریع یا شرعی وہی اصطلاحی۔ نبی رسول کو قرار دیا ہے جو اولیاء اللہ کے مقابل ہے نہ بمعنی صاحب شریعت جدیدہ پس جہاں کہیں لفظ تشریع یا مشرع یا اس کے ہم معنی حضرت شیخ کی اصطلاح میں مستعمل ہے اس سے اصطلاح شرع کا نبی مراد ہے نہ لغوی نبوت جو حیوانات تک میں مانتے ہیں۔

اب اس اصطلاح کے معلوم ہو جانے کے بعد پیش کردہ عبارات کا مطلب بالکل واضح ہے کوئی اس کے حل کرنے میں دشواری نہیں۔

مزید براں مختار مدعا علیہ وگواہان مدعا علیہ اگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی عبارت قطع و برید کر کے نہ پیش کرتے تو اس قدر مغالطہ کبھی نہ لگتا صرف اس خیانت نقل سے یہ مغالطہ پیدا ہوا اور اس واسطے اس پیش کردہ فقرہ انما ارتفعت نبوۃ التشریع کا ابتدائی لفظ ولھذا قلنا کو کاٹ کر پیش کیا گیا تا کہ کوئی اس کا ماقبل سے ربط نہ سمجھ لے جس سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مسلک

اس معاملہ میں معلوم اور واضح ہو جائے اصل کل عبارت ملاحظہ ہو۔ اولی ما بدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا فکان لا یری رؤیا الا اخرجت مثل فلق الصبح وھی التی ابقی اللہ علی المسلمین وھی من اجزاء النبوۃ فما ارتفعت النبوۃ بالکلیۃ ولھذا قلنا انما ارتفعت النبوۃ التشریع فھذا معنی لا نبی بعدہ۔ یعنی وحی جو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی تو وہ رویا تھی پس آپ کوئی رویا (خواب) نہ دیکھتے مگر وہ صبح کی روشنی کی طرح سچا ہوتا تھا اور یہ ہی صرف سچے خواب ہیں جن کو اللہ تعالے نے مسلمانوں کے لیے باقی رکھا ہے اور یہ اجزاء نبوت سے ہیں اس لیے نبوت بکلی نہیں اٹھائی گئی اور اس لیے ہم نے کہا ہے کہ نبوت تشریعی (یعنی علاوہ خواب شریعت کی اصطلاح والی) اٹھائی گئی اور یہ ہی معنی لا نبی بعدی کے ہیں

ملاحظہ فرمادیں کہ کس صفائی سے یہاں شیخ اکبرؒ نے اجماعی مذہب کو اپنا مذہب قرار دیا ہے کہ جو چیز باقی رہ گئی ہے وہ رؤیا ہے اور اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے اور پھر آگے لکھا ہے:۔

اسم النبی زال بعد رسول اللہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے نبی کا نام زائل ہو گیا یعنی اور کوئی شخص نبی بن کر نہیں کہلا سکتا اسی سلسلہ میں دوسرے مقام پر لکھا ہے۔ مع ہذا

الا یطلق اسم النبوۃ ولا نبی الا علی المشرع خاصۃ۔ یعنی نبوت اور نبی کے نام کا اطلاق سوائے مشرع یعنی سواء شرعی نبی کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔

پس اصطلاح شریعت میں وہ ایسے لوگوں کو اولیاء اللہ ہی کہتے ہیں اور نبی کا نام ان پر جائز نہیں سمجھتے اور پھر شیخ اکبرؒ اس سے بھی زیادہ صفائی سے لکھتے ہیں وھذ کلمہ یعنی یہ سب کچھ (وحی کا آنا) اللہ کے ان بندوں میں پایا جاتا ہے جو اولیاء اللہ میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے نبی کو خاص کیا جاتا ہے اور ولی سے ممتاز کیا جاتا ہے وہ شرعی اصطلاح کی وحی ہے پس سواء نبی کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا اور سوا رسول کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا۔

پس ملاحظہ فرمائیں کس صفائی سے شیخ اکبرؒ شارع اور نبی کو ایک قرار دیتے ہیں اور تشریع سخت کے مقابل پر ولایت کا ذکر کر کے تصریح فرما رہے ہیں کہ ولایت کے علاوہ ہر قسم کی نبوت نبوت تشریعی ہی ہے مختار مدعا علیہ نے محض مطلب برآری کے لیے ان کے اقوال میں سے ایک ٹکڑا نقل کر دیا اور جن اقوال میں سے یہ قول ان کا صاف ہوتا تھا اور ان کے اصل مذہب پر روشنی پڑتی تھی اسے کاٹ دیا حضرت شیخ اکبرؒ کے اس قسم کے بہت سے اقوال موجود ہیں جو جرح میں آ چکے ہیں۔ اس وقت طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کرتا وہیں سے مفصل ملاحظہ فرمائے جاویں جو مخصوص اس عبارت سے متعلق ہیں ان کا صرف اول و آخر پتہ کے لیے

بطور حوالہ کے درج کرتا ہوں۔

(۱) فھم ورثۃ الانبیاء ... تا..... لایکون مشرعًا (بحوالہ فتوحات)

(۲) من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ الخ (بحوالہ فتوحات)

(۳) وھذہ نبوۃ سادیۃ فی الحیوان الخ (بحوالہ فتوحات)

(۴) وکذلک تنقطع فی الآخرۃ بعد دخول الجنۃ والنار نبوۃ التشریع لا نبوۃ العامۃ

(۵) ولذاکان یول بہ .... تابین جنہ (یواقیت)

(۶) وادعاء نبوۃ فقد انقطعت الخ

کے ہر قسم کی ظلی و بروزی مستقل وغیرہ مستقل) کا دعوٰی منقطع ہو چکا۔

(اس مسئلہ کے متعلق شیخ اکبرؒ کا آخری مصرح اور قطعی فیصلہ)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اپنی سب سے آخری تصنیف فصوص الحکم میں تصریح فرماتے ہیں کہ

اعلم ان الولایہ ...... تا والسنتہ (فصوص الحکم مع تاویل الحکم ص۲۷ تا ۲۸ و جرح گواہ مدعا علیہ ۲ /۲۷ مارچ ۱۹۳۳ء)

اس حوالہ میں مشرع اور مشرع لہ دونوں قسموں کے نبی کی تصریحًا نفی موجود ہے یعنی نہ امتی نبی بن سکتا ہے نہ غیر۔ نہ صاحب شریعت نہ غیر صاحب شریعت بلکہ یہاں تک شیخ کے کلام میں تصریح موجود ہے کہ صرف اوامر ونواہی کا دعوٰی بھی بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گویا اصطلاح شرع کی نبوت کا دعوٰی ہے "سواء وافق شرعنا اوخالف خواہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف اور مستقل ہو یا غیر مستقل فانکان مکلفا ضربنا عنقہ والا ضربنا عنہ صفحًا کہ اگر وہ مجنوں نہیں تو اس کی گردن مار دی جائے گی۔ ورنہ اس سے اعراض کیا جائے گا یہ حوالہ بیانات اور جرح میں یواقیت جلد ۲ مبحث ۳۵ ص۳۸ پر موجود ہے مفصل حوالہ جات ۲۹/ مارچ کی جرح گواہ مدعا علیہ ۲ سے ملاحظہ فرمائی جاوے اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو قطع و برید کر کے ان کی طرف کسی عبارت کو منسوب کر کے یہ مطلب لینا کہ ان کے نزدیک امتی نبی آسکتا ہے اور صرف مستقل صاحب شریعت نبی کا آنا بند ہے جو ناسخ شریعت محمدیہ ہو صریح ظلم اور بہتان عظیم ہے۔

دوسری حدیث

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء الخ

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

(۱) بنی اسرائیل میں سیاسی وغیرہ سیاسی نبی ہوتے تھے حضرت موسیٰؑ نے جس سیاست کو شروع کیا اسے ناقص چھوڑ کر وفات پا گئے آپ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد سیاست کے لیے نبی کی ضرورت نہیں بلکہ خلفاء ہر کام انجام دینگے اس میں یہ نہیں کہ امتی نبی نہ آئے گا۔

(۲) بحوالہ بیان تاویل بعدیت متصلہ۔

(الجواب)

(۱) اس پہلے جواب کا مدار صرف یہ ہے کہ اس میں یہ نہیں کہ امتی نبی نہ آئے گا حالانکہ اس میں وانہ لا نبی بعدی موجود ہے جس میں باتفاق علماء ہر قسم امتی وغیرامتی ظلی و بروزی نبی بننے کی نفی ہے اور لا نفی جنس نفی عموم ہی کے لیے حقیقۃً استعمال ہوتا ہے مرزا صاحب نے بھی لا نبی بعدی میں نفی عام مانا ہے ایام الصلح صـ۱۴۶ پس یہ تاویل محض بے سود ہے اور نہ صرف علماء وائمہ واسلاف بلکہ مرزا صاحب کی تصریح کے بھی خلاف ہے۔

(۲) اس بیان کا یلا وجہ حوالہ دیا اس میں بعدیتہ متصلہ بلا کسی قرینہ کے مراد لیا ہے اس کا جواب اوپر گزر چکا ہے کہ یہاں ہرگز بعدیتہ متصلہ نہیں ورنہ ضابطہ کلیہ نہ رہے گا اور عموم نفی باطل ہو جائے گی نیز وسیکون خلفاء خود بتا رہا ہے کہ یہ متصلہ نہیں تمام زمانہ بعد مراد ہے تفصیل کے واسطے اصل حدیث معہ تشریح بیان گواہ مدعیہ نمبر الف و نمبر۲ و نمبر۳ ملاحظہ فرمائی جاوے۔

(تیسری حدیث ختم بی النبوۃ کا جواب)

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

اگر ختم کے معنی بھی لیے جائیں تو الف ولام تخصیص یا عہد کے لیے ہوگا یعنی جو بالاستقلال نبی تھے آپ کے فیض سے نبی بننے کی نفی نہیں۔

) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ نے تفہیمات الہیہ میں یہ معنی کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے شارع بنائے۔

الجواب

(۱) اصل الف ولام تخصیص عہد کے واسطے نہیں بلکہ حقیقۃً جنس کے واسطے آتا ہے خصوصاً جب کہ مصادر پر داخل ہو لہذا یہاں کسی طرح تخصیص جائز نہیں نہ کسی شارع حدیث نے اس کی تخصیص کی۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کی ذاتی رائے ہے تمام شراح حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص ہر قسم کی نبوۃ کو ختم کرنے والے ہیں اکثر حوالے بیانات میں بسلسلہ ختم نبوت گزر چکے ہیں اس کے خلاف معنی قرآن پاک اور صریح وصحیح احادیث کے بالکل معارض ہوں گے لہذا وہ کسی طرح قبول نہیں ہو سکتے۔

(۲) شاہ ولی اللہ صاحب رح نے ہرگز یہ مراد نہیں لیا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی مرضی کا ترجمہ کر دیا وہاں لفظ یہ ہیں۔ کہ ای لا یوجد من یامرہ الله سبحانہ بالتشریع علی الناس جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ایسا کوئی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ امر فرمائے لوگوں پر شریعتہ بیان فرمانیکا۔ تشریع کے معنے لغت عرب میں صرف شریعت بیان ہی کرنے کے ہیں، نہ شارع بنانے کے ملاحظہ ہو منتہی الارب۔

پس حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح کا مطلب بالکل واضح ہے اس کا تو احتمال ہی نہ تھا کہ کوئی صاحب شریعت نبی آئے غیر صاحب شریعت جس کا کام صرف شریعتہ بیان کرنا ہو وہ بھی نبی نہیں آسکتا یہ حوالہ تو صریح ہمارے موافق مؤید ہے صرف مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی یا اپنی اصطلاح میں غلط ترجمہ کر کے مطلب مختل کر دیا تھا ورنہ مطلب بالکل واضح ہے۔

اور اگر بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اس کے معنی شارع بنانے کے ہیں بھی ایک مغالطہ یہ رہ جاتا ہے کہ من کا لفظ عام تھا اس کے معنی یوں کرنا کہ ایسا کوئی نبی نہ ہوگا محض اپنی ایجاد ہے ترجمہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ نہ پایا جائے گا وہ شخص جس کو خدا شارع بننے کا حکم کرے یا شارع یعنی نبی بنائے اور یہی ہم کہتے ہیں باقی شارع نبی کا مرادف ہونا علاوہ بدیہی ہونے کے فتوحات مکیہ سے بحث وحی میں پیش کر چکا ہوں کہ لا یشرع الا النبی ولا یشرع الا الرسول خاصۃ (فتوحات مکیہ بحوالہ سابق) یعنی شارع نبی غیر مستقل اور شارع رسول یعنی نبی مستقل ہوتا ہے پس شارع بمعنی نبی ہوا مستقل صاحب شریعتہ ہو یا غیر مستقل۔

کیونکہ نبی کو بھی شارع بتایا اور رسول کو بھی اور فتوحات میں تصریح ہے کہ نبی بلا شریعت جدیدہ والے کو اور رسول صاحب شریعت جدیدہ کو کہتے ہیں (فتوحات بحوالہ گذشتہ)

لہذا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح کی عبارت بالکل مسلمانوں کے مطابق ہے کہیں مختار مدعا علیہ کی تائید کا شبہ تک نہیں اپنی طرف سے اس نے لفظ نبی اضافہ کر کے شبہ میں ڈالا تھا۔

(چوتھی حدیث انا العاقب الخ)

اس کے جواب میں صرف لانبی بعدی کو مدرج اور راوی کا اضافہ بنایا ہے اور میں نے جو ترمذی سے پیش کیا تھا اسے بحوالہ حاشیہ بخاری فتح الباری فظاہر الادراج سے رد کرنا چاہا ہے حالانکہ یہ صرف مغالطہ ہے لانبی بعدہ ضرور راوی کا ہے اور وہ مسلم ج ۲ صـ۲۶۱ یا ترمذی کی ایک روایت میں ہے اور ترمذی صـ۱۰۱ ۲۱۰ پر جو لفظ میں نے پیش کیا ہے کہ "قال ان العاقب والعاقب الذی لیس بعدی نبی" کہ میں عاقب ہوں اور خود ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عاقب کی تفسیر فرماتے ہیں کہ عاقب کے یہ معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں لہذا میں عاقب بمعنی بالکل پچھلا نبی ہوں۔ اس کو کسی نے مدرج نہ بنایا بلکہ خود امام ترمذی رح اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ "ہذا حدیث حسن صحیح" کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بعد بخاری کے حاشیہ سے نقل کر کے اور تفسیر بنانا متکلم کی تصریح کے خلاف ہے۔ دوسرے وہاں صـ۵۰۱ بخاری ج ۱ کے حاشیہ رح قسطلانی نے لغوی معنے اس کے نقل کیے ہیں۔ اسے تفسیر اور مراد متکلم قرار نہیں دیا حتی کہ اس تفسیر سے متعارض ہے۔ اور آج تک کوئی بھی ترجمہ اور تفسیر میں تعارض نہ سمجھا گو الفاظ میں فرق ہو۔

پانچویں حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

اس کا جواب دیا کہ بہر حال نبوت کا ایک جزو مبشرات تو باقی ہے پس نبوت باقی رہی اور اس کی تائید مولانا محمد حسن کی کتاب کوکب دریہ صـ۱۴۷ و صـ۱۴۸ سے پیش کی ہے۔

اس کے جواب ہی کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر بقائے نبوۃ سے صرف اچھی خوابیں دیکھنا مراد لیتے ہیں تو اس میں کسے اختلاف ہے۔ مگر میں اوپر بحوالہ فتوحات و یواقیت پیش کر چکا ہوں۔ اس میں لفظ نبی اور رسول کا اطلاق یا دعوے نبوۃ کسی قسم کا جائز نہیں۔

کوکب دریہ باوجود غیر مسلّم ہونے کے ہمارے خلاف نہیں اس پیش کردہ عبارت کا آخری حصہ ملاحظہ فرماویں "وہ دو قسم کی ہے ایک نبوت تشریعی جو ختم ہو گئی دوسری نبوت بمعنی خبر دادن ہے اس کو مبشر کہتے ہیں اپنے اقسام کے ساتھ جس میں رویا ہے باقی ہے (کوکب دری صـ۱۴۸)

نبوۃ تشریعی کو بند اور نبوۃ لغوی بمعنی خبر دادن جس میں مبشرات ہیں۔ باقی بناتے ہیں۔ اس میں کسے خلاف ہے نبوۃ حقیقی تو باقی نہیں۔

چھٹی حدیث: انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم و مسجدی آخر المساجد

ایسی روایت سے ابن ماجہ اس کے دوراویوں کو تقریباً ایک صفحہ میں مجروح کرنے کی سعی کی ہے۔ حالانکہ کسی ایک دو کے کلام کرنے سے راوی مجروح نہیں ہو سکتا۔ ائمہ جرح و تعدیل کا آخری فیصلہ اُس کی صحت کا ہے۔ اور جو روایات ابن ماجہ کی مجرح ہیں۔ اس میں اسے شمار نہیں کرتے مزید برآں روایت ابن ماجہ کے علاوہ آخر انبیاء یا آخر ھو کی اور حدیثیں بھی ہیں مثلاً۔

(۱) انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم (مسلم شریف بحوالہ گواہ مدعیہ ص۱)

(۲) جعلتک آخر النبیین کنز العمال گ ص۱ مدعیہ)

(۳) آخر ھو فی البعث کنز العمال گ ص۱ الف و مدعیہ) وغیرہ۔

ان میں پہلی تو حدیث صحیح مسلم کی ہے جو بخاری کے ہم پلہ صحیح میں شمار ہے دوسری دونوں کنز العمال کی سند صحیح ہیں پھر ہم نے آخر المساجد کی شرح اسی کنز العمال کی دوسری روایت انا آخر الانبیاء و مسجدی آخر مساجد الانبیاء سے پیش کر دیا تھا کہ پہلی روایت میں راوی نے اختصار سے کام لیا ورنہ صحیح روایت یہ ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد نبیوں کی تیار کردہ مساجد سے آخری ہے نہ کوئی نبی آسکتا ہے نہ کوئی نبی کی مسجد بنے گی

یہ تمام احادیث لاجواب ہیں۔ صرف مخصوص ابی امامہ کی حدیث ابن ماجہ کو لے کر جرح نقل کی۔ اس سے بچھ لینا صحاح احادیث پر اثر نہیں پڑ سکتا۔

ساتویں حدیث

مثلی و مثل الانبیاء من قبلی الخ

اس کا کچھ بھی جواب نہ بن آیا۔ اور یہ کہکر ٹال دیا۔ کہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے۔ تو دوامر۔

(۱) جیسے پہلے نبی آئے تھے ایسے نہ آئیں گے۔

(۲) یہ کہ پہلے نبیوں سے اب کوئی باقی نہیں

حالانکہ یہ تخصیص محض تاویل ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی قرینہ تخصیص نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام قصر نبوت کی اپنی آپ کو آخری اینٹ اور خاتم النبیین قرار دیتے ہیں۔ وہ نبوت جس میں صاحب شریعت وغیر صاحب شریعت تشریعی وغیر تشریعی دونوں شامل ہیں اس کی آخری اینٹ کے بعد کوئی بھی گنجائش نہیں۔ اصل استدلال انا تلک اللبنۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اینٹ قصر نبوت کی ہونے سے ہے جو بحالہ باقی ہے فتح الباری ص۶۰ پر بھی اس کی تائید ہے کہ آپ

نے انبیاء و نبوۃ اور ان کے بعث وارشاد کو اس قول سے تشبیہ دی ۔ وہاں کہیں بھی مستقل و غیر مستقل کی تفصیل نہیں۔ اور محض ایک ٹکڑہ نقل کر کے مغالطہ کی سعی کی گئی ہے اور اصل یہ ہے کہ یہ حدیث اس قدر قطعی اور صریح ہے کہ کوئی بھی تاویل ناممکن ہے ۔ اصل حدیث معہ توضیح و تشریحی بیان گواہ مدعیہ ۔ الف و ۔ ا و ۔ ۲ و ۔ ۳ سے ملاحظہ فرما لی جاوے ۔

آٹھویں حدیث ۔ لو کان بعدی نبی لکان عمر

کیونکہ اس سے انسداد نبوۃ پر خود مرزا صاحب نے استدلال کیا تھا اور وہی پیش کیا گیا تھا جوابی بحث میں کچھ جواب نہ ہو سکا اور یہ کہہ کر ٹالا اس سے مرزا صاحب کی مراد وہی نبوۃ ہے جو مستقل طور پر براہ راست سے اور تفصیل کے لیے بیان کا حوالہ دیا ۔ حالانکہ نہ بیان کوئی جواب ہو سکا ہے ۔ اور نہ وہاں اصل حدیث معہ تشریح و توضیح بیان گواہ مدعیہ ص۱ والف سے ملاحظہ ہو ۔

نویں حدیث سیکون فی اُمّتی

اس کے جواب کے لیے بیان کا حوالہ دیا مگر اس کا جواب الجواب مطلق بلا تفصیل محدود جالوں اور تقریباً من الثلثین کے الفاظ سے دیا جا چکا ہے کہ تعداد نہیں بلکہ تقریباً اور اندازاً یا شوکت مدعیان کا ذب کا ذکر ہے اب اس جوابی بحث میں اس میں لے کر بات اور قابل غور ہے ۔ اس سے یہ نیا اضافہ کیا کہ تیس کا عدد معین فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی سچا ضرور ہوگا ۔ یہ تاویل محض ناقابل قبول ہے جب کہ اس تعداد سے زائد اور تقریباً من الثلثین وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں کہ اسی تعداد میں محدود نہیں یہ صرف اندازہ یا باشوکت مدعیان کا ذب کے لیے ہے ۔ جیسا کہ اصل شہادتوں میں حوالوں سے گزر چکا اور گواہان مدعیہ نے جرح میں اس پر کافی روشنی ڈال دی ہے ۔

اس کی تائید میں اکمال الاکمال سے ایک نہایت ضعیف حدیث بھی بحوالہ طبری نقل کی ہے جو محدثین کے نزدیک حدیث ہی نہیں ۔ اور ہم اُسے اگر صحیح بھی مان لیں اور جرح و تعدیل میں نہ الجھیں تو بھی معنے کے لحاظ سے مدعا علیہ کے مفید مدعا نہیں ہے ۔ کیونکہ الا من شاء اللہ سے صرف نزول عیسٰے بن مریم علٰی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام مستثنٰے کیا جائے ۔ وہ بحیثیت ایک مجدد اُمتی ہوں گے بحیثیت نبی نہ ہوں گے گو ان میں صفت نبوت و رسالت سابقہ باقی ہو مفصل اوپر گزر چکا اعادہ کی ضرورت نہیں ۔

پھر مرزا صاحب کی براہین حصہ پنجم ص۱۴۶ و ص۱۴۷ سے اس حدیث کے متعلق نقل کرنا محض بے سود ہے وہ کیا حجت ہے جب کہ دعویٰ نبوت بلکہ اُس سے پردہ اُٹھنے کے بعد کی ہے کیونکہ اُس کا سن تالیف اپریل ۱۹۰۵ء ہے جب کہ تمام قرآن و احادیث کے معنے بدل کر تحریف کر چکے تھے۔

اپنے دعویٰ کے مطابق ۱۳ احادیث پیش کی ہیں جن میں کل ۹ احادیث کی تاویل پیش کی جس کی حقیقت اُوپر پیش کر چکا ہوں، رہا اُن میں سے بھی لاجواب رہیں اور چونکہ پیش کردہ احادیث کل ۲۶ ہیں لہذا بقیہ ۱۳ ابھی لاجواب ہیں، پس سترہ، ۱۷ احادیث تو ایسی لاجواب ہیں کہ جن کے جواب کا تذکرہ تک بھی نہیں کیا۔ فللہ الحمد

۱۳

اجماع کی بحث

مختار مدعا علیہ کی جوابی تقریر کا خلاصہ

(۱) ان معنے پر نہ صحابہ کا اجماع ہوا نہ ان کے بعد ثابت ہے۔

(۲) ہم نے علماء کے اقوال سے اس کے خلاف ثابت کیا۔

(۳) ایسے مسائل جو فہم و اجتہاد سے تعلق رکھتے ہوں اُس کے متعلق تمام امت کے اجماع کا دعویٰ بلا دلیل ہے

(۴) سوائے اجماع صحابہ کے باقی کا انکار کفر نہیں۔

(۵) لا یختلف فیہ الاثنان سے اجماع ثابت نہیں ہوتا۔

(۶) گواہ مدعیہ نمبر۳ نے ۲۸/اگست کو اصول حنفیہ اجماع صحابہ کے منکر کو کافر اور ما بعد کے منکر کو فاسق و مبتدع بنایا ہے۔

(۷) کتاب الابانتہ میں اجتمعت الامۃ علی ان اللہ عزوجل رفع عیسٰی الی السماء ہی پر بھی امام مالک نے ان کی وفات کی تصریح فرمائی ہے اور گواہ مدعیہ نمبر۳ ۲۹/اگست کی جرح میں اُس کے خلاف کوئی قول نہ پیش کر سکا۔ اسی طرح اور بھی اکابر نے عیسٰیؑ کی وفات کو تسلیم کیا ہے۔

(۸) امام رازی کے قول کا جواب فواتح الرحموت سے دیا گیا حالانکہ اُسی پیش کردہ کتاب کے حاشیہ میں رازی کے قول کی تائید موجود ہے۔

(۹) مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تواتر معنوی کا ذکر نہیں کیا۔

(الجواب)

۱) محض غلط ہے میں صحابہ اور تمام اُمت کا اجماع پیش کر چکا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ ہیڈنگ ردّ اجماع

اُمت جہاں شفاء قاضی عیاض جلد ۲ صـ۲۷۱ و صـ۳۶۴ بحوالہ گواہ ۳ لانہ اخبرنا اجماعاً اسمعاً نیز حوالہ روح المعانی ج ۸ صـ۳۹ مما نطقت بہ الکتاب الخ وغیرہ وغیرہ

(۲) ہرگز کسی ایک عالم کے قول سے اس کے خلاف ثابت نہ کر سکے ہاں قطع و برید اور اول و آخر و درمیان میں عبارتیں تراش کر کے غلط ترجمہ کر کے خلاف تصریح اور مراد متکلم کچھ حوالے پیش کئے تھے۔ جن کا مدلل جواب اور خیانتوں پر تنبیہ پیش ہو چکی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳) یہ مسئلہ فہم و اجتہاد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ عقائد اور ضروریات دینی سے ہے اس معنے کے انکار و اقرار پر کفر و اسلام کا دار و مدار ہے جیسا کہ اشباہ وغیرہ کے حوالہ گواہان مدعیہ کے بیان میں اپنی جگہ پر گزر چکے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) یہ بھی غلط ہے بلکہ اُس کے سوا بھی اگر کسی منصوص شے پر اجماع ہو تو وہ بھی قطعی ہوتا ہے جس کے منکر کا وہی حکم ہے یہ بھی بحوالہ نور الانوار صـ۲۲۱ حکمہ فی الاصل الخ او صـ۲۲۰ کونہ من الصحابہ او عترۃ لا یشترط الخ اصل بحث میں بسلسلہ اجماع گزر چکا کسی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۵) لا یختلف فیہ اثنان باوجودیکہ اجماع کے الفاظ میں سے علماء کو مسلم ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اس میں اختلاف نہیں رکھتا لیکن ہم نے تو اسے مدار نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ تصریح "اجتمعت الامۃ" کی کہ تمام امت صحابہ سے آج تک اجماع ہے۔ بحوالہ شفاء۔ و روح المعانی۔ و ابن کثیر وغیرہ نقل کیا اس لفظ و یختلف فیہ اثنان میں تامل ہو تو اسے ترک کر دیا جائے صریح لفظ و علیہ الاجماع، "واجتمعت الامۃ" میں تو کسی قسم کی تاویل ہی ناممکن ہے۔ اور نقل بھی ائمہ دین کی ہے۔

(۶) گواہ مدعیہ ۳ نے جن بعد والے اجماع کے منکر کو فاسق و مبتدع بتایا ہے وہ وہی اجماع ہے جو غیر منصوص شئے پر ہو۔ نیز اس مسئلہ متنازعہ میں تو صحابہ کرام اور تمام ائمہ و امت کا اجماع ہے لہٰذا یہ بحث ہی فضول ہے۔

(۷) کتاب الابانۃ سے حوالہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھانے کے متعلق تمام امت (صحابہ وائمہ مسلمین) کا اجماع ہے اس کی تردید میں جو امام مالک رح کا قول نقل کیا وہ محض غلط ہے امام مالک ہرگز وفات کے قائل نہیں اسی جگہ اکمال میں ابن رشد سے منقول ہے یعنی بموتہ خروجہ من عالم الارض الی عالم السماء (اکمال صـ۲۶۵) یعنے اس لفظ سے مراد یہ ہے کہ وہ عالم ارض سے عالم سماء کی طرف منتقل ہو گئے۔ وفات ہرگز مراد نہیں۔ یہ کہنا کہ گواہ ۳ مدعیہ۔ جرح میں اس کے خلاف نہ پیش کر سکا محض افتراء ہے اسی وقت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہی اکمال لے کر اور ایک ورق اُلٹ کر صـ۲۶۶ صـ۲۶۸ سے تصریح امام مالک رح حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے نزول کی پیش فرما دی تھی۔ اور راوی عتبیہ کے حوالے سے

اول وآخر ملاحظہ ہو۔ وفی العتبیة قال مالك بینا الناس تالا هل الارض صل ۲۶۶)

ایضاً وقد تقدم ـــــ تا فاذا عیسی قد نزل (ص ۲۶۵) عدالت صفحہ جرح سے ملاحظہ فرمایئے تاکہ غلط بیانی معلوم ہوجائے۔

عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرمائیے تاکہ غلط بیان معلوم ہو جائے۔ یہ کہنا کہ اس طرح اور بھی اکابر نے وفات مسیح تسلیم کیا ہے۔ محض غلط ہے۔ کسی ایک نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ صرف تقطیع وبریدو الہام ہے۔ موضوع بحث نہیں۔ ورنہ تمام حوالجات موجود ہیں (ملاحظہ ہو تلخیص الجبیر ص ۳۱۹) اور فتح البیان ج ۲ ص ۳۴۴) اور بحر المحیط ج ۲ ص ۴۷۳ نہر الماد ج ۲ ص ۴۷۳ وجبیز ص ۵۴۔

اور مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعیہ کے مسلم بزرگ امام شعرانی کی یواقیت ج ۱ ص ۱۳۰ جس میں مفصل تمام صحابہ وائمہ ومسلمین سے تصریح ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام تحقیق آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور کوئی ایک مسلمان بھی خلاف نہیں۔

(۸) امام رازی کا قول جہاں مسلم الثبوت میں نقل ہے۔ وہیں علامہ بحر العلوم نے اس کی تردید نقل فرمادی ہے۔ کہ وہ صحیح نہیں بلکہ غلط نسبت ہے۔ اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اس کے حاشیہ میں تائید قول امام رازی موجود ہے محض غلط اور ناقابل التفات ہے۔ مطالبہ کیا۔ پیش نہ کر سکے۔ مطبع دریافت کیا۔ بتا نہ سکے۔ صرف یہ کہتے رہے۔ کہ جو کتاب مختار مدعیہ نے پیش کی تھی۔ اسی کے حاشیہ میں ہے۔ حالانکہ بار بار کہا گیا۔ کہ وہ متن کی تھی۔ اس پر کوئی حاشیہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی یہی کہتے رہے۔ اور حوالہ نہ پیش کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ یونہی فرضی اور غیر معتبر بات ہے۔

(۹) یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تواتر معنوی ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ عدالت خود شہادت قرآن از ص ۲ تا ص ۵ ملاحظہ فرمادے۔ خصوصاً فقرات ذیل۔

"تو اور بھی اس تواتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوتی ہے۔"

"اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی۔ کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جاوے۔"

"ان کی قطعیت اور تواتر کی نسبت کلام کرنا تو درحقیقت نبوت اور دیوانگی کا ایک شعبہ ہے۔ اور یہ ایک حدیث نزول عیسیٰ کے تواتر معنوی کے متعلق ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

(۱۴)

(مسیلمہ کذاب وغیرہ کے قتال کی وجہ)

(۱۵)

(اسلامی بادشاہوں کے فیصلے)

(۱۶)

(مسیلمہ کذاب نے کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا)

اس کا کوئی بھی جواب سوائے حوالہ شہادت گواہ مدعا علیہ ۱ کے نہ پیش کر سکا ہم بھی اس کے متعلق گواہان مدعیہ اور بحث مختار مدعیہ کے حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ طوالت اور تکرار نہ ہو۔ نیز ملاحظہ ہو جرح گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۳ گواہ مدعیہ ۲ کی جرح سے ایک فقرہ نقل کیا کہ اس نے احکام میں تغیر و تبدل کیا تھا۔ حالانکہ وہ تغیر اس قسم کا ہے۔ جیساکہ مرزا صاحب نے کیا۔ یہ بھی نوہی تصریح ہے۔ اصل کل جواب ملاحظہ فرما لیا جائے تاکہ مطلب واضح ہو جائے۔ کہ وہ مستقل نبوت کا دعویدار نہیں تھا۔ بلکہ اتباع میں اور اذان میں اشهد ان محمداً رسول الله ہی کہلواتا تھا۔ نیز ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۱/ ۹/ مارچ ۳۳ء و ۲/ ۲۸/ مارچ ۳۳ء

(۱۷)

(علماء نے کس قسم کی نبوت کو بند سمجھا ہے)

خلاصہ تاویلات۔

(۱) مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں جو حجۃ نہیں۔ مفسرین تو کجا رہے صحابہ رضی اللہ عنہ کا فہم بھی حجۃ نہیں ان سے بھی غلطیاں ہوتی رہی ہیں۔

(۲) پھر تقلید کے خلاف کچھ حوالہ عقد الجید سے نقل کئے ہیں۔

(۳) آخر میں یہ کہ۔ اگر مفسرین کے اقوال کا نمونہ دیکھنا ہو تو ملاحظہ ہو بیان مدعا علیہ ۱۔

(الجواب)

اصل جواب اور بحث سے گریز کر کے غیر متعلق باتیں اٹھا دیں ہیں بوجہ خوف طوالت کے مفصل جواب اس وقت پیش کرتا نہیں چاہتا۔ اجمالاً مرتب جواب نہایت ہی اختصار سے عرض ہے۔

(۱) میں نے صرف مفسرین ہی کے اقوال نقل نہیں کئے۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور ائمہ دین متکلمین اور فقہاء کے مفصل اقوال و تحقیقات درج کی ہیں جن کا کوئی بھی جواب نہیں دیا۔ اصل میری بحث اور بیانات گواہان مدعیہ سے عدالت خود ملاحظہ فرمائے نیز اکثر مفسرین کے وہ حوالے نقل کئے ہیں کہ جن کی صحت میں کسی کو بھی کلام نہیں خصوصاً ابن جریر طبری جنہیں مرزا صاحب نے بھی رئیس المفسرین مانا ہے۔ اور ابن کثیر جن کے حوالے مرزا صاحب نے بھی بڑے وثوق سے دئے ہیں۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۸ اور جرح گواہ مدعا علیہ ۲/ ۲۸/ مارچ ۳۳ء جس کا مفصل حوالہ ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مرزا صاحب خود اس تاویل کے خلاف تصریح فرما رہے ہیں

(۲) ایسے بڑے بڑے علماء اور ارباب بصیرۃ توفی کے معنی آسمان پر اٹھانا بیان کر رہے ہیں تو پھر کسی کی کیا

حقیقت وہ مایہ ہے کہ اس تفسیر کو توڑ سکے۔ اربعین ۲ ص ۸ ملخصاً)

"جو ان تفاسیر کو نہ مانے وہ در حقیقت اس بات کا قائل ہے کہ گویا ائمہ مفسرین نے نادانی سے ایسی تفسیر کی نعوذ باللہ منہ (اربعین ۲ ص ۳ ملخصاً)

باقی یہ کہنا کہ صحابہ سے غلطیاں ہوتی رہی ہیں یہ اگرچہ پچھلے مباحث اور بیانات میں صاف ظاہر ہو چکا ہے۔ زیادہ ضرورت نہیں پھر بھی بر تقدیر تسلیم گزارش ہے کہ دینی امور خصوصاً ایمانیات وعقائد میں کسی ایک شخص نے بھی صحابہ کرام کو غلطی پر نہ کہا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اختلاف بھی اختلاف صحابی رحمۃ سے رحمت فرمایا اور ہر صحابی کے ہدایت پر ہونے کی تصریح اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم کلہم علی ھدیٰ سے فرمادی۔ پس اس مسئلہ نبوۃ وختم نبوت میں ان کی تحقیقات کے متعلق خصوصاً جب کہ وہ بالکل قرآن پاک واحادیث صحیحہ صریح کے موافق ہے۔ نیز سب کا اجماع بھی ہے۔ ایک شخص کی رائے بھی نہیں۔ کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہو سکتا مسئلہ تقلید کورانہ کا سوال یہاں بے محل ہے۔ نہ مسئلہ تقلید زیر نزاع ہے ورنہ اصل حوالجات پیش کردہ کی تشریح ودیگر حوالجات پیش کرتا۔ یہاں تو اس قدر گزارش ہے۔ کہ وہ تقلید بلا دلیل قرآن واحادیث واجماع کے صریح خلاف کے متعلق ہے۔ جو جاہلانہ تقلید ہے۔ جس کی مذمت علماء نے کی ہے۔ اور یہاں تقلید محمود کا ذکر ہے جو ان مسائل کے متعلق ہے جو قرآن پاک واحادیث وائمہ ہدیٰ واجماع صحابہ ومسلمین کے سرمو خلاف نہیں اس لئے ۲ کا بھی جواب ہو گیا۔

(مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی)

(اگر مفسرین کے اقوال کا نمونہ دیکھنا منظور ہو۔ تو ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ ۱ جو بیان عدالت میں داخل ہوا ہے اس میں اقوال کا نمونہ داخل نہیں۔ سب کاٹ دیا گیا ہے۔ پھر بھی گواہ مدعا علیہ نے یہاں غلط بیانی کی۔ اور مغالطہ کے طور پر بیان کا حوالہ دیدیا۔ یونہی متعدد جگہ غیر داخل شدہ بحث کا حوالہ دیا ہے۔ جو ریکارڈ مثل پر نہیں۔ گو مطبوعہ کاپی میں ہے۔

(پہلا حوالہ ابن کثیر ج ۸ ص ۹۱ و ۹۲)

اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا۔ ایک تاویل کر کے صرف یہ کہدیا۔ کہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک ایسے انبیاء کی آمد ممتنع ہے جو مسیلمہ واسود عنسی کی طرح ہوں۔ جو جھوٹے یا فاسق یا فاجر وغیرہ ہوں اور پھر مرزا صاحب کی صداقت پر بحث شروع کی۔

"جس پر یہ عدالتی نوٹ موجود ہے کہ، مگر اس حوالہ سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا جو مختار بیان کرتا ہے مرزا صاحب کی صداقت کا سوال چونکہ مقدمہ زیر بحث میں نہیں لایا گیا۔ اس لیے یہ حوالہ خارج از بحث کیا جاتا ہے۔
بس ہمیں بھی اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں عدالت تو اس ابن کثیر کے حوالہ کو بیان گواہ مدعیہ ۱ و ۲

و ۳ و ۴ پر ملاحظہ فرمالے کوئی بھی اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اور ضمناً کسی ایک مثال کے دینے سے وہ مسئلہ اسی میں منحصر نہیں ہو جاتا۔

اس سلسلہ میں مرزا صاحب کی صداقت کے متعلق اشاعۃ السنۃ ج ۷، ۹ سے براہین کا ریویو نقل کیا ہے اس کے جواب کے واسطے بھی اشاعۃ السنۃ سے پیرا پیش کردہ مولوی محمد حسین صاحب ملاحظہ مرزا صاحب کے نام ملاحظہ فرما لیا جاوے۔

دوسرا حوالہ

روح المعانی ج ۷ ص ۶۵ وکونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین

خلاصہ تاویل۔

(۱) ضمیر کا مرجع یا خاتم النبیین ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس اس کے معنی یہ ہوں گے جو ایسی نبوۃ کا دعویٰ کرے جس کی وجہ سے وہ کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعویٰ نبوت کرکے وہ کافر ہوگا۔

(الجواب)

عدالت تو داس حوالہ کو گواہ مدعیہ نمبر الف و ۱ و ۲ و ۳ کے بیان سے ملاحظہ فرمالے اولاً خاتم النبیین کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے نبیوں کے آخری نبی بعد اس کے اس معنی سے خاتم النبیین ہونا کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ کی تصریحات اور اجماع امت کے موافق بن کر حکم لگایا ہے۔ کہ اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہوگا۔

اور اگر اصرار کرے تو قتل کیا جاوے گا۔ مرجع ضمیر خاتم النبیین بمعنی مذکور ہے۔ نہ صرف لفظ خاتم النبیین یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر قسم کے دعویٰ نبوت سے انکار خاتم النبیین کے منافی ہے کسی قسم کی تخصیص نہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

تیسرا حوالہ

شرح شفاء ملا علی قاری ج ۲ ص ۵۱۸ و ص ۵۱۹

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ۔

(۱) اس میں مسیلمہ اسود عنسی اور قبائل یہود کی مثالیں ہیں پس مستقل اور حقیقی نبوت ناسخ شریعت کے

دعویٰ کا کفر ہونا مراد ہوگا۔

(۲) اخیر عبارت میں کھولا ہے کہ اگر اس سے حقیقی مراد لیں ورنہ مجازی نبوت کفر کا موجب نہیں ہوتی۔

(۳) مرزا صاحب مجازی کے مدعی ہیں جیسا کہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۵ اور انجام آتھم ص۲۷، ۲۸ اور سراج منیر ص۲، ۳ میں ہے نیز بیان گواہ مدعا علیہ ۱

(الجواب)

(۱) یہ تخصیص تاویل محض بے محل ہے عدالت خود اس حوالہ کو بیان گواہ مدعیہ ۲ و ۳ سے ملاحظہ فرمائے کسی قسم کی تخصیص کا احتمال ہی نہیں وہاں توحکم سطلق دعویدار نبوت کے واسطے ہے خواہ صاحب شریعت ہو یا نہ۔ کسی ایک مثال سے وہ قاعدہ کلیہ اسی جزئی میں منحصر نہیں ہو جاتا۔

(۲) ہم بھی کہتے ہیں کہ مجازی نبوت بھی مبشرات وغیرہ جس میں کوئی کسی قسم کا دعویٰ نبوت نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ من حفظ القرآن فقد ادرج النبوۃ بین جنبیہ

جس نے حفظ قرآن کیا اس نے نبوت اپنے سینے میں بھر لی یا لغوی معنی نبوۃ کے یعنی خبر دادن جیسے شیخ اکبر نے حیوانات میں بھی مانا ہے کہ وہی سادیہ فی الحیوانات اسے کوئی بھی کفر نہیں کہتا۔

(۳) باقی مرزا صاحب کی مختلف عبارات کوئی ۱۸۹۸ء کی کوئی کسی اور سن کی جو مختلف پیش کرکے یہ چاہا ہے کہ وہ مجازی نبوۃ کے مدعی نہیں۔ حالانکہ ان کے حقیقی ادعاء نبوۃ پر گواہ مدعیہ ۱ الف نے بہت سے حوالہ اور گواہ مدعیہ ۲ نے مختلف واضح تصریحات پیش کردی ہیں۔ ان متعارض عبارات اور اختلاف کا فیصلہ ہم مرزا صاحب کے خلیفہ دوم جناب مرزا محمود صاحب پر رکھتے ہیں۔ جن پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان ہے۔

(فیصلہ مرزا محمود صاحب خلیفہ دوم)

"پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے۔ اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقی نبی ہیں"۔ حقیقۃ النبوۃ ص۱۷۴ نیز ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص۱۸۴،۲۶۱،۲۹۱ و ص۲۴۷ ملاحظہ فرمائیں کس صفائی سے وہ مجازی کی نفی اور حقیقی کی تصریح فرما رہے ہیں البتہ محمد علی صاحب ایم اے اس کے خلاف ہیں جو انہیں مسلم نہیں اور اسی وجہ سے ان کے ساتھ اصولی اختلاف بتاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مختار مدعا علیہ نے صرف تین حوالوں (۱) ابن کثیر (۲) روح المعانی (۳) شرح شفاء۔ میں کچھ تاویل کی جس کا حال اوپر معلوم ہو چکا باقی اس سلسلہ کے مندرجہ ذیل حوالے بالکل لاجواب رہے تذکرہ تک نہ کیا۔

- (۱) ابن جریر طبری (۲) ابن کثیر ج۳ ص۴۳ (۳) ابن کثیر ج۴ ص۴۸ (۴) تفسیر کبیر ج۶ ص۶۷ (۵) بیضاوی شریف (۶) ابی السعود (۷) شفاء قاضی عیاض ج۲ ص۱۷۷ (۸) شرح فقہ اکبر ص۲۰۸ (۹) شرح عقائد (۱۰) مواہب لدنیہ (۱۱) صبح الاعشیٰ (۱۲) عقیدہ طحاوی (۱۳) غنیۃ الطالبین (۱۴) تاریخ الخلفاء (۱۵) کتاب الفصل (۱۶) نسیم الریاض (۱۷) الصارم المسلول۔ (۱۸) ملل والنحل (۱۹) یواقیت مبحث ۳۵ (۲۰) انسان کامل ج۱ ص۶۹ (۲۱) اشباہ والنظائر (۲۲) شرح حموی لاشباہ (۲۳) عالمگیری (۲۴) بحرالرائق (۲۵) ردالمحتار۔ ملاحظہ ہوں بیانات گواہان مدعیہ۔

یہ پچیس۲۵ حوالے لاجواب ہیں جن میں ابن جریر مسلمہ فریقین رئیس المفسرین اور یواقیت و بحرالرائق مسلمہ فریقین کتاب ہے۔ نیز غنیۃ الطالبین بھی مسلم بزرگ کی ہے۔

(نوٹ)

حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ کی تحذیر الناس کا حوالہ کئی مرتبہ بحث میں مختلف رنگ دیکر کہیں تطویل اور کہیں اختصار سے لایا گیا ہے مفصل جواب تو حسام الحرمین اور دیوبندیوں و بریلویوں کی بحث کے سلسلہ میں آئے گا یہاں مختصراً یہ گزارش کردوں کہ یہ مولانا رحمۃ اللہ پر محض افترائے مختلف مقامات سے بے ترتیب فقرہ کاٹ کے یہ کفریہ بنایا گیا ہے ورنہ ختم نبوت زمانی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی ہو اس حوالے کے آگے پیچھے موجود ہے بعض فقرات ملاحظہ ہوں۔

اسی پیش کردہ ص۳ کی عبارت بنائے خاتمیت سے تا ہو جاتی سواگر اطلاق۔۔۔۔ تا۔۔۔۔۔ جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر کافر ہوگا ص۱۰ اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔ جرح گواہان مدعیہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

مصنف نے خود اپنی شرح اس کتاب کی کی ہے لکھتے ہیں۔

"اپنا دین وایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔

(مناظرہ عجیبہ ص۱۰۳ گلزار ابراہیم مراد آباد)

گواہ مدعا علیہ نے ۸/ مارچ ۳۲ء کی جرح میں تسلیم کیا ہے کہ مخالف کے قول سے اگر صحیح ہو تائید ہو سکتی ہے اور پھر یہ مندرجہ ذیل تائید بھی جرح میں کوٹ کر دی گئی ہے۔

تائید از محمد علی صاحب ایم اے جرح گواہ مدعا علیہ ۸/ مارچ۔

چھٹی شہادت مولوی محمد قاسم نانوتوی کی ہے سے تا نہ ماننے تھے۔ (آخری نبی ص۲۶ و ۲۷)

نتیجہ یہ نکالا ہے کہ یہ ایسے شخص کے متعلق یہ کہنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا

قائل نہیں پرلے درجہ کی حق پوشی ہے ـــ تا ـــ یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانتے تھے (ص۲۷) ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۱ ۸/ مارچ ۳۳ء) اور تعجب یہ ہے کہ یہ رسالہ کل ۴۲ صفحات کا ہے اور اس پر اعتراض وہ شخص قطع و برید کر کے پیش کر رہا ہے جس نے کل تحذیر الناس نہیں پڑھی۔ بلکہ اکثر حصہ پڑھا ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۱ ۸/ مارچ ۳۳ء۔

اب نتیجہ عدالت خود اخذ فرمائے مفصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا۔

(۱۸)

(علماء کے نزدیک رسول و نبی کی تعریف)

اس سلسلہ میں علماء کے پیش کردہ معانی میں مغالطہ دینے کی سعی کی ہے اور کچھ قطع و برید بھی یہاں کوئی خاص ایسی چیز نہیں پیش کی جو لائق جواب ہو شرح فقہ اکبر وغیرہ سے یہ تعریف بیانات گواہ مدعیہ میں مفصل موجود ہے جس کے بعد کوئی بھی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی بخوف طوالت مکرر حوالہ کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا۔

(۱۹)

(ظلی و بروزی)

اس سلسلہ میں صرف گواہ مدعا علیہ کے بیان کا حوالہ دیا ہے میں بھی گواہ مدعیہ ۲ و ۳ کے حوالہ پر قناعت کرتا ہوں جہاں پوری مکمل بحث ہے جس میں کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی نہ اس پر کسی اضافہ کی ضرورت ہے۔

پھر حضرت خواجہ غلام فرید صاحب قدس سرہ العزیز اشارات فریدی حصہ دوم کے دو حوالہ ص۱۱۱ تا ص۱۱۲ نقل کیئے ہیں۔ مگر یہ بروز بمعنی خبر دینا جس کے مرزا صاحب قائل ہیں۔ عدالت خود بیانات گواہان مدعیہ مرزا صاحب کی عبارت سے اس کا مقابلہ فرمائے بلکہ وہ رنگ ہمہ اوست ووحدۃ الوجود میں ہے جس کے مرزا صاحب قائل نہیں نیز ظل اللہ وغیرہ جواب جرح گواہان مدعیہ میں موجود ہے۔

(۲۰)

(کیا مرزا صاحب تناسخ کے بھی قائل تھے)

یہ بحث میں نہ آیا تھا اور عدالت نے اسے خارج بھی کرادیا تھا لہٰذا اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں

(۲۱)

(کیا مرزا صاحب نے صاحب شریعت ہونے کا دعوٰی کیا)

اولاً تقریباً (۱۴) مختلف حوالوں سے اس کے خلاف مرزا صاحب کا مسلک ثابت کرنیکی سعی کی ہے۔ مگر کسی تصریح کے بعد مبہم عبارت اس پر پردہ نہیں ڈال سکتی۔ نیز چونکہ مرزا صاحب کی عادت ہی

متعارض اقوال کی ہے لہذا حسب ضابطہ سابق ایک دوسرے کی شرح نہیں ہو سکتے۔ اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت بیان گواہ مدعیہ ۲۱ و بحث مختار مدعا علیہ ۲۱ بیتی مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب سے ملاحظہ فرما لیا جاوے کہ یہ دعویٰ اس قدر مصرح ہے کسی بھی تاویل کی گنجائش نہیں۔ چوتھے حوالہ کے جواب میں منصب امامة ص۶۳ و ص۶۴ پیش کیا ہے اور حضرت مولنا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو تیرھویں صدی کا مجدد بحوالہ حجج الکرامة ص۱۴۷ بتایا۔ لیکن وہاں امام وقت کی طاعت کا بیان ہے نہ کہ کسی دعویدار نبوت کے متعلیم کے مدار نجات ہونے کا یہ اس سے بالکل ہی تعلق نہیں رکھتا مدالت یہ عبارت اصل بیان گواہ مدعیہ ۲۱ سے مقابلہ فرمالے۔ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

آٹھویں حوالہ کے سلسلہ میں فتاوی رشید یہ و فتح المبین سے بعض اسلامی فرقوں کے اشخاص کے پیچھے نماز ناجائز یا مکروہ ہونے کے فتویٰ کا ذکر کیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ ظنزی کے منی کوئی بنا حکم نکالا نہیں بلکہ قرآن و حدیث و فقہ کی تصریحات نقل کر کے حکم ثابت کرتا ہے بخلاف مرزا صاحب کے کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے اور ائمہ دین کی تصریح کے خلاف ایک باحکم جو صرف انہیں کو بتایا گیا۔ اور حلت و حرمت سے متعلق ہے فرما رہے ہیں یہ اضافہ شریعت محمدیہ پر ہے۔ اس کی عبارت ملاحظہ ہو۔ "پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تم پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر و مکذب یا مردود کے پیچھے نماز پڑھو) تحفہ گولڑویہ کلاں ص۱۸۔

بیان گواہ مدعیہ ۱، ۲، ۳ ملاحظہ فرمائیں شریعت کا کوئی سابقہ ثابت شدہ فتویٰ نہیں دے رہے ہیں بلکہ مستقل خدا سے نماز حرام ہونے کے حکم کی اطلاع کا اعلان فرما رہے ہیں یہ حرمت کا حکم براہ راست خدا سے جدید حکم نہیں تو اور کیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی ملا لیا جاوے۔ کہ مرزا صاحب کا مندرجہ ذیل قول کہاں تک درست ہے "ہم نہ شریعت میں کچھ بڑھاتے ہیں اور نہ کچھ کم کرتے ہیں ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے۔

(نور الحق حصہ اول ص۵)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عبارت خلاف حقیقت واقع ہے۔

(مسئلہ جہاد)

خلاصہ تاویلات۔

(۱) یہ حکم ان کا خود نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ جو مسیح موعود کے حکم میں فرمایا کہ جب وہ آئے گا تو دینی جنگ کا خاتمہ کر دے گا۔

(۲) بکچھ مسلمانوں کے عقیدہ پر اعتراض کیا ہے۔

(۳) چونکہ اس زمانہ میں موجبات جہاد نہ ہوں گے اس لیے قطعاً جہاد کو حرام قرار دیا اعجاز احمدی کا حوالہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی تردید پر محمول کر لیا حقیقت المہدی تحفہ گولڑویہ کو وقت گزرنے پر محمول کیا۔

(۴) ہم نہیں کہتے کہ حکم جہاد بالسیف قرآن میں نہیں پا تھا اور اب منسوخ ہو گیا۔

(۵) جہاد سیفی کی حقیقت اور وقت وجوب قرآن وحدیث سے بتایا ہے۔

(مرتب تفصیلی جواب)

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز یہ حکم نہیں کہ مسیح موعود آتے ہی دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا بلکہ جہاد یا لسیف اور قتال کو قیامت تک باقی رکھا ہے۔ اور آخر مقاتل جہاد بالسیف کرنے والا مسیح موعود کو قرار دیا ہے جو دجال سے قتال بالسیف کرینگے۔ وہ احادیث جن میں قیامت تک جہاد کے باقی رہنے کا حکم ہے۔

(۱) الجهاد ماضٍ الی یوم القیامة (بخاری مشکوٰۃ) جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔

(۲) من یوم هذا الدین قائما یقاتل علیه عصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة مسلم مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۳ ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا اور ایک مسلمانوں کی جماعت اس دین کے لیے (قتال) یعنی جہاد بالسیف کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔
ملاحظہ فرمائیں لفظ قتال کی تصریح ہر جہاد کا ہی لفظ نہیں کہ جہاد بالنفس وغیرہ کی تاویل کارگر ہو۔

(وہ حوالہ جس میں مسیحؑ کے قتال کرنیکی تصریح ہے)

(۱) لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین علی ناوءهم حتی یقاتل اٰخرهم المسیح الدجال۔ (ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۲۶۵) ایک گروہ میری امت کا ہمیشہ دینی لڑائیاں کرتا اور حق پر قائم رہے گا اور تمام مخالفین پر غالب رہے گا یہاں تک کہ آخری شخص یعنی مسیح موعود دجال سے (قتال) دینی لڑائی کرے گا۔

یہاں بھی لفظ قتال ہے جس میں تاویل ناممکن ہے۔

(۲) عن ابی هریرةؓ .... فیقاتل الناس علی الاسلام تا فیصلی علیه المسلمین۔ (ابوداؤد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور وہ تم میں اترینگے جب ان کو دیکھو تو پہچان لو قد ان کا درمیانہ ہو گا رنگ سرخ سفید اور لباس زردی مائل گویا ان کے سر سے باوجود تر نہ کرنیکے پانی ٹپکتا ہو گا۔

وہ اسلام کے لیے لوگوں سے لڑینگے کسر صلیب اور قتل خنزیر کرینگے اور جزیہ نہ قبول کرینگے ان کے زمانہ میں خدا تمام مذاہب کو محو کر دے گا وہ دجال کو ہلاک کرینگے الخ خصوصیت سے "وہ یقاتل علی الاسلام کہ لوگوں سے دینی لڑائی کرینگے قابل غور ہے اور مختار مدعا علیہ کی کذب بیانی کی صاف تردید ہے کہ" حدیثوں میں ہے کہ مسیح موعود دینی لڑائیوں کا خاتمہ کرینگے۔

البتہ جب دنیا میں صرف اسلام رہ جائے گا کوئی اور ملت نہ ہوگی تو ضرور جہاد نہ ہوگا کیونکہ وہ لوگ موجود نہیں جن پر جہاد کیا جا سکے۔

ایک روایت بھی ایسی نہیں کہ مسیح آتے ہی دینی جنگوں کا خاتمہ کر دینگے۔

(۲) مسلمانوں کے عقیدہ پر جو اعتراض کیا ہے چونکہ اس کا ثبوت احادیث سے ہو چکا اب جواب ترکی بترکی نہیں دیتا عدالت خود اُن کی سخت کلامی پر غور فرمائے۔

(۳) موجبات جہاد کفار اور امام کا ہونا نیز قدرت ہے۔ کفار تو موجود ہی نہیں امام ہونے کے مرزا صاحب خود ہی مدعی ہیں باقی رہی قدرت وہ کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی نہ ہوتے پر حکم پر عمل نہ ہو سکتا اور چیز ہے مگر نہ ہوتے پر حکم ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور کہنا کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔" (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص۱۲) پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا (اربعین ۴ ص۱۵ حاشیہ) دین میں کھلا ہوا ایک نیا حکم خلاف شرع مستنزاد کرتا ہے جو بالاتفاق کفر ہے پھر ص۴ و ص۵ و ص۶ میں یہ کہنا کہ مولوی محمد حسین کی تردید کے لیے یا وقت گزرنے پر محمول ہے۔

اور ہم نہیں کہتے کہ حکم جہاد بالسیف قرآن میں نہیں یا تھا اور اب منسوخ ہو گیا۔ مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل تصریحات کے بعد بالکل ناقابل التفات ہے۔

(۱) بل صارت ہذہ الامر کشریعۃ نسخت تا درقیم مقام ہذا تمام حجت بالدلائل واضحۃ الخ یعنی جہاد بالسیف کا حکم شریعت منسوخہ اور طریقہ متبدلہ کی طرح ہو گیا۔

اب جنگ و محاربہ کی حاجت نہیں اس کے قائم مقام دلائل واضح اور دعاوی کا براہین صحیحہ سے ثابت کرنا قرار دیا گیا۔ (حقیقۃ المہدی ص۲۵)

ملاحظہ فرمائیں کہ کس وضاحت سے حکم جہاد سیفی ہمیشہ کے لیے منسوخ کر کے دلائل کو ان کے قائم مقام کر رہے ہیں اور لطف یہ کہ لفظ بھی "نسخت" منسوخ ہونے کا استعمال فرمایا ہے۔ اس سے تو صراحتہً مدعی صاحب شریعت جدیدہ ناسخ شریعت محمدیہ ہو گئے۔

(حقیقت المہدی ص۲۵)

(۲) دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے الخ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد) نئے حکم لانے کی کیسی صاف تصریح ہے یہ نہیں کہ شریعت میں کوئی حکم ہے جسے سناتا ہوں۔

(۳) مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۵ حاشیہ) مختار مدعا علیہ تو اس کی علت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی وغیرہ بتاتا ہے مگر خود مرزا صاحب اس کی غرض صرف اعانت گورنمنٹ برطانیہ اور اونکی خوشنودی قرار دیتے ہیں

ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل

(۱) یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیال کو دلوں سے مٹایا جائے الخ (اعجاز احمدی صفحہ ۳۴)

(۲) در جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لیے برابر سترہ سال تک ۔۔۔۔۔۔ تا اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی۔

(کتاب البریہ صفحہ ۷)

ملاحظہ ہو جہادی خیالات روکنے کی اشاعت اور خصوصاً ممالک اسلام میں اس کی غرض مرزا صاحب صرف گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے تاویل کرے۔ مرزا صاحب نے تمام تاویلات کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے۔ بخوف طوالت اسے طول نہیں دیتا۔

(۷) جہاد کی تین قسمیں جہاد اکبر۔ جہاد کبیر۔ جہاد اصغر کرنا اور پھر حدیث الکلمۃ حق عند سلطان جائر الجہاد الاکبر مشکوٰۃ کے حوالہ سے پڑھنا جو کہ ان الفاظ میں ثابت ہی نہیں اور ایک ضعیف حدیث روح المعانی ج ۲ صفحہ ۱۹۰ سے لانا اور پھر رجعنا من جہاد الاصغر الی جہاد الاکبر والی حدیث بلا کسی حوالہ کے لے آنا حالانکہ حدیث سے معمولی سا تعلق رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور اس کا موضوع ہونا تقریباً شہرت کی حد کو پہونچ چکا ہے۔

پھر کسی شخص کے واسطے بعض حالات مخصوصہ میں جب کہ اسکے واسطے جہاد فرض عین نہ تھا۔ بلکہ کفایہ تھا اس پر فرض عین یعنی خدمت والدین کو ترجیح دینے سے غلط تقسیم جو مختار مدعا علیہ نے قائم کر کے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی چوٹی قرار دیں وذروۃ سنامہ الجہاد (مسلم) کم درجہ کا بتایا ہے اور ایک مکی آیت سے جو حکم جہاد بالسیف سے پہلے نازل ہوئی اور آیت سیف نے ان سب کا حکم ختم کر کے

جو نیا حکم قیامت تک کے واسطے قائم کیا ہے اوسے چھپانے کی سعی کرنا اسلام کے اصول پر ایک ایسا زبردست حملہ ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ احادیث صحاح کا اس کے متعلق ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد۔ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں اس جہاد بالسیف سے بڑھ کر کوئی بھی عبادت و ریاضت ایسی کیا اس کے قریب بھی قرار نہ دی گئی اور ایمان کا مدار ہی اسے قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے تمنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں دینی لڑائی کرتا ہوا قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں الخ (بخاری و مسلم)

نیز فرمایا کہ الجنۃ تحت ظلال السیوف جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے یہ حدیث حضرت ابی موسیٰ اشعری نے جب بیان فرمائی کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ فوراً ایک معمولی ہیئت کا آدمی اٹھا اور پوچھا کہ انت سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے انہوں نے کہا ہاں یہ سنتے ہی تلوار اٹھائی اور میان کو توڑ کر لوگوں کو آخری سلام کیا اور اسی راہ سے جہاد کر کے جنت جا پہونچا۔ (مسلم شریف) میں احادیث کے طویل ذخیرہ کو چھوڑ کر قرآن پاک کی روشنی میں جو مختار مدعا علیہ کے نزدیک احادیث صحیحہ متواترہ پر بھی راجح ہے اس مسئلہ کو واضح کرتا ہوں۔

قرآن پاک اور جہاد بالسیف

جہاد فی سبیل اللہ بہت سی زبانیں تو اس کے ذکر ہی سے گنگ ہیں شیاطین الانس کا خوف ان کے رگ وپے میں اس درجہ اثر کئے ہوئے ہے کہ وہاں اللہ کے خوف کے لیے جگہ نہیں۔ یخشون الناس کخشیۃ اللہ اواشد خشیۃ اور جنہیں ابھی لوہے کی طاقت حاصل ہے وہ اسے جہاد بالنفس پر محمول کرتے ہیں اور رجعنا من جہاد الاصغر الی جہاد الاکبر کی غلط اور موضوع حدیث سے ان کا نفس خادع تمسک و اعتصام کرتا ہے گویا ابلیس نے ان علماء سو کو اپنے اعمال شیطانی کے لیے ایک آلہ بنا لیا ہے اور جس طرح چاہتا ہے ان سے کام لیتا ہے لیکن قرآن حکیم نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ

ان اللہ یحب الذین یقاتلون	بے شک خدا ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے
فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص	جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ
(سورۃ صف)	ایک دیوار ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔

تاریخ اسلام میں سب سے پہلے جن لوگوں سے تمام تعلقات و روابط منقطع کیے گئے وہ وہی تین جلیل القدر صحابہ تھے جو کاہلی کی بنا پر جنگ تبوک میں شامل نہ ہوئے۔

وعلی الثلثۃ الذین خلفوا حتیٰ اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجأ من اللہ الا الیہ ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم۔

اور ان تین پر بھی جو بانتظار امر خداوندی ملتوی رکھے گئے تھے یہاں تک جب زمین باوجود فراخی ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے اور سمجھ گئے کہ خدا کی گرفت سے اس کے سوا اور کہیں پناہ نہیں پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی تاکہ وہ آئندہ کے لیے توبہ کئے رہیں بے شک اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

جو لوگ جہاد میں شریک نہ ہوں ان کی نسبت فرمایا کہ نہ صرف یہی مصیبتوں اور تکلیفوں کا نشانہ بنیں گے بلکہ ان کی وجہ سے تمام قوم مبتلائے آلام ہو گی۔

واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واعلموا ان اللہ شدید العقاب۔

اور اس بلاء سے ڈرتے رہو جو خاص کر انہیں لوگوں پر نازل نہیں ہو گی جنہوں نے تم میں سے سرتابی کی ہے بلکہ سب اس کی زد میں آجاؤ گے اور جانتے رہو کہ اللہ کی مار بہت بُری ہے۔

جس طرح ہر شخص اپنی انفرادی زندگی کے بقاء و قیام کے لیے ہر قسم کی جدوجہد کرتا ہے ٹھیک اسی طرح قرآن حکیم نے تمام مسلمانوں پر حیات اجتماعی کے قائم و دائم رکھنے کے لیے جہاد کو الزم اللوازم قرار دیا۔

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم

اور سپاہیانہ قوت اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے جہاں تک تم سے ہو سکے کافروں کے لیے سازوسامان مہیا کئے رہو کہ ایسا کر لینے سے اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو گے۔

پھر نبوت کے اعمال مہمہ میں سب سے اشرف و اعلیٰ مقام اسے نوازش کیا گیا۔

یایھا النبی حرض المومنین علی القتال۔

اے نبی مسلمانوں کو جنگ و قتال کرنے کے لیے ابھارو۔

عالم الغیب و السرائر کو اس امر کی اطلاع تھی کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کی تمام تر زندگی بطالت و بدعملی اور جبن و نامرادی کی تصویر ہو گی جہاد فی سبیل اللہ سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے تراش کر نفس خادع کے فریب میں مبتلا ہو جائیں گے اور قتال فی سبیل الحق و الحریۃ ترک کر دینگے اس لیے سورۃ توبہ میں ان کے ایک ایک عذر لنگ

کو بیان کیا ہر ایک کی حقیقت آشکارا کر دی اور بتایا کہ تمہیں کسی طرح بھی اس فرض اہم وافدم سے نجات نہیں مل سکتی یہ فوجی خدمت ہر مسلم مرد و عورت امیر و غریب بادشاہ و فقیر آقا و غلام پر لازمی ہے اور اس سے کسی کو حق استثناء حاصل نہیں ہم اس وقت صرف اشارات پر اکتفا کرتے ہیں تفصیل کا مقام دوسرا ہے ۔

(الف) مخالفین و معاندین اسلام نے اپنی مجتمعہ قوت سے اسلامی حکومتوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا ہے مسلمانوں کے تمام بلاد و امصار تباہ و برباد ہو رہے ہیں اندیشہ ہے کہ جمیعت مذہبی کی وجہ سے مسلمان مقابلہ کے لیے نہ اٹھ کھڑے ہوں دشمنان دین فوراً اپنے مواعید کا ذبہ کا اعلان کر دیتے ہیں کہ فرزندان اسلام کے تمام حقوق کی حفظ و نگہداشت کی جائے گی ان کے مقدس مقامات کا احترام کیا جائے گا اور ان کے مذہبی و سیاسی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت روا نہ رکھی جائے گی۔ اس قسم کی دل فریب باتیں سن کر اکثر جبلہ بر طبیعتیں پکار اٹھتی ہیں کہ ایسے لوگوں سے جنگ کرنا حد درجہ کی سفاہت و بداخلاقی ہے یہ تو پیکر ذرشتگی و ملوکیت ہاں قرآن کہتا ہے کہ ان پر اعتماد کرنا جہل و نادانی ہے وہ اپنے وعدے پورا نہ کریں گے ۔

ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شٰھدین علی انفسھم بالکفر۔ پارہ ۱۰

مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد رکھیں اور اپنے اوپر کفر کی گواہی بھی دیتے جائیں ۔

(ب) مسلمان اپنے گھروں میں نیک کام کرتے ہیں علماء کرام قرآن و حدیث کے درس میں مصروف ہیں گروہ صوفیہ خانقاہوں میں اللہ اللہ کے نعرے لگاتا ہے کہ تزکیہ نفس حاصل ہو ہزاروں لاکھوں انسان ہیں جو ان سے اپنی تشنگی کو دور کرتے اور سیراب ہو کر گھروں کو لوٹتے ہیں یہ لوگ ان اعمال صالحہ کو پیش کر کے اپنے آپ کو قتال فی سبیل اللہ سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن لسان الہٰی انہیں ظالم قرار دیتی ہے ۔

اجعلتم سقایۃ الحآج و عمارۃ المسجد الحرام کمن اٰمن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لایستوٗن عندہ واللہ لایھدی القوم الظالمین۔

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کے آباد رکھنے کو اس شخص کی خدمتوں جیسا سمجھ لیا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا ۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے سال کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا تین ماہ تجارت کرتے تھے تین ماہ درس حدیث میں مصروف رہتے تین مہینوں میں حج کرتے اور باقی ایام جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کرتے انہوں نے حضرت فضیل بن عیاض کو خط بھیجا جو اس وقت بیت اللہ میں معتکف تھے اور حضرت عبداللہ مصروف جہاد اس خط کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا

لعلمت انک بالعباد تلعب

فضیل رو پڑے اور کہا ابو عبد الرحمٰن سچ کہتا ہے۔

(ج) دنیاوی ضرورتیں ماں باپ کی محبت رشتہ داروں کی خبر گیری مساکین و غرباء کی اعانت اور زمین و جائیداد کی حفاظت ان میں سے ایک چیز بھی جنگ سے مستثنیٰ نہیں کر سکتی۔

قل ان کان اٰباٰءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہٖ وجھاد فی سبیلہٖ فتربصوا حتّٰی یأتی اللہ بامرہٖ واللہ لا یھدی القوم الفٰسقین ط (پارہ — ۱۰)

کہدو اگر تمہارے باپ بیٹے بھائی بیویاں کنبہ دار مال جو تم نے کمائے ہیں سوداگری جس کے مند اپڑجانے کا تم کو اندیشہ اور مکانات جن کو تمہارا جی چاہتا ہے اللہ اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو صبر کرو یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے۔ وہ تمہارے سامنے لا موجود کرے اور اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو سرتابی کریں۔

(د) قلت تعداد، فقدان اسباب، اور ضعف ظاہری کی بنا پر جہاد کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم اذا عجبتکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ط

اللہ بہت سے موقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تھا تو وہ تمہارے کچھ کام بھی نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے لگی تم پر تنگی کرنے پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے

(ہ) تاجرانہ تعلقات اور ملازمت کے روابط کی بنا پر کسی قوم سے جنگ کو ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ خیال نہ ہو کہ اس سے علیحدگی اختیار کرنے پر آمدنی کے تمام ذرائع مسدود ہو جائیں گے۔

یاَیُّھا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھٰذا۔ پارہ ۱۰

مسلمانوں، مشرک تو گندے ہیں تو اس برس کے بعد حرمت والی مسجد کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں اور اگر ان کے ساتھ لین دین بند ہو جانے سے تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو خدا چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

پس ان تمام آیات نے واضح کر دیا کہ جب تک آنکھوں میں بصارت ہے کان سن سکتے ہیں۔ ناک سونگھ سکتی ہے زبان میں قوت گویائی ہاتھوں میں پکڑنے کی طاقت اور پاؤں میں چلنے کی قابلیت ہے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جہاد کی تیاری کرے تمام محبتوں اور چاہتوں پر اس کی شیفتگی وولافتگی غالب ہے اسی کا سودا سر میں ہو اور اسی کی زنجیر پاؤں میں ہو۔ کہ یہی احب الاعمال الی اللہ ہے یہی سنام الاسلام ہے یہی عصارہ ایمان اور مغز عبادت ہے۔

وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ هو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین من قبل وفی ھٰذا لیکون الرسول شھیدًا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ ھو مولٰکم فنعم المولٰی ونعم النصیر۔

(پارہ ۷ - ۱۷)

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو حق جہاد کرنے کا ہے اس نے تم کو تمام انبیاء کی قوموں سے برگزیدگی اور امتیاز کے لیے چن لیا پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے وہ ایک ایسی شریعت فطری ہے جس میں تمہارے لیے کوئی رکاوٹ بھی نہیں۔ ملت تمہارے وارث اعلیٰ خلیل اللہ کی ہے اور اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے گذشتہ زمانوں میں بھی اور اس میں بھی تا کہ رسول تمہارے لیے اور تم تمام عالم کی ہدایت اور نجات کے شاہد ہو پس اللہ تعالیٰ کے رشتہ کو مضبوط پکڑو جان و مال دونوں کو اس کی عبادت میں لٹا دو وہی تمہارا آقا اور مالک ہے اور پھر جس کا خدا مالک ہو اس کا کیا اچھا مالک ہے اور کیا قوی مددگار ہے۔

احادیث نے اس کی اہمیت کو اور زیادہ کھول کر بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

والذی نفس محمد بیدہ لوودت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم قتل ثم احیی ثم اقتل

خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو کر دوبارہ زندہ ہو جاؤں پھر شہادت کا درجہ حاصل کر کے زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو کر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں۔

دوسری حدیث میں ہے۔

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما علیہا۔

ایک دن اللہ کے راستہ میں چوکیداری کرنی بہتر ہے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے۔

جس شخص نے جہاد کا ایک لمحہ کے لیے بھی ارادہ نہ کیا ہو اور اسی حالت میں مرگیا ہو اس کی نسبت فرمایا کہ وہ منافق کی موت مرا ہے۔

ومن مات ولم یغزوا ولم یحدث بہ نفسہ مات علی شعبۃ من نفاق

جو شخص مرگیا نہ تو اس نے اپنی زندگی میں کبھی جہاد کیا اور نہ اس کے کرنے کا ارادہ ہی دل میں پیدا ہوا وہ نفاق کی موت مرا۔

ایک موقعہ پر یوں ارشاد ہوا۔

ان ابواب الجنۃ تحت ظلال السیوف

جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ کے نیچے ہیں۔

پھر اس کی کوئی بھی حد قائم نہ فرمائی۔

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ

اون سے برابر مذہبی جنگ جاری رکھو جب تک فتنوں کا استیصال اور تمام دین اللہ کے واسطے نہ ہو جائے۔ الجہاد ماض الی یوم القیامۃ قیامت تک جہاد باقی رہنے والی چیز ہے اور آخری مذہبی لڑائی مسیح موعود کے ہاتھوں ہوگی شرائط کے کسی وقت فقدان کی وجہ سے بالفعل اوس پر عمل نہ ہونا اور چیز ہے مگر جہاد کے (عیاذاً باللہ) بقول مرزا صاحب خراب مسئلہ کو گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کے واسطے قربان کرنا اور صرف سچی خیرخواہی گورنمنٹ کے واسطے اعلان کرنا کہ میں ایک حکم خدا سے لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ اب سے دینی لڑائیوں کا خاتمہ ہے۔ باری تعالیٰ سے کھلی ہوئی بغاوت کا اعلان ہے جسے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قیامت تک باقی رکھیں اس کا خاتمہ کرنیوالا کون ہو سکتا ہے کہ کہے اب یہ حکم جہاد شریعت منسوخ ہوگیا قرآن پاک کی قطعی آیات اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اب چودھویں صدی کے ایک شخص کے حکم سے منسوخ قرار پائیں۔ اس سے زائد کوئی کفر یہ ناممکن ہے کسی عذر سے کسی حکم پر کسی زمانہ میں عمل نہ ہو سکنا اور امر ہے اور اس سے انکار کر کے اوسے ختم یا منسوخ کر دینا اور چیز ہے۔ عمل نہ کرنا کفر نہیں مگر بدلنا انکار ومنسوخ کرنا صریح کفر ہے۔ جس کے بعد ایمان ممکن ہی نہیں۔

(جہاد بالسیف کب واجب ہوتا ہے)

اس سلسلہ میں مکی زندگی اور مکی منسوخ آیات اور بعض صحابہ کے اقوال سے جو اس کی خانہ جنگی سے متعلق تھے۔ غلط نتائج اخذ کئے ہیں اور جہاد کو صرف دفاعی قرار دیا ہے حالانکہ جہاد کی دونوں قسمیں قرآن پاک

واحادیث میں صریح موجود ہیں مدافعانہ بھی اور جارحانہ بھی ایک قسم کو مستقلاً حذف کر دینا بھی دین میں کمی کرنا ہے تفصیل کا موقع نہیں کہ تمام شرائط اور ان کی نوعیت پر روشنی ڈالی جائے یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جب شرائط نہ ہوں تو بالفعل ضروری نہیں مگر اس کی ہمیشہ کے لیے منسوخی وخاتم کا اعلان کیونکر درست ہو سکتا ہے کیا کسی شخص پر یا جماعت پر بوجہ عدم استطاعت حج فرض نہ ہونے سے تمام دنیا کے واسطے مسئلہ حج کے خاتمہ کا اعلان وحکم کیا جا سکتا ہے پھر اگر ہندوستان میں مجبوری تھی تو اس مسئلہ جہاد کے خاتمہ کا اعلان بلاد عرب وشام اسلامی ممالک میں انہیں جہاد سے روکنے کے واسطے رسائل کثیرہ کی اشاعت کی کیا غرض تھی مختار مدعا علیہ کوئی بھی تاویل کرے مرزا صاحب کتاب البریہ مٹ پر صاف اعلان فرما رہے ہیں کہ کوئی بھی غرض ممالک اسلامیہ میں اس کے روکنے اور خاتمہ کے اعلان کے سوائے خوشنودی وسچی خیر خواہی گورنمنٹ برطانیہ کی ہرگز نہ تھی (ملخصاً)

(بزرگان دین پر بہتان عظیم)

پھر حضرت مولانا اسماعیل شہید رح اور ان کے پیر حضرت سید احمد بریلوی رح پر یہ بہتان باندھا ہے کہ ان کا مذہب بھی مرزا صاحب کی طرح تھا۔

ماشاء اللہ اُن کا رسالہ جہادیہ وحیات طیبہ ملاحظہ ہو۔

اور سوانح احمدیہ سے ان کا ایک خطبہ بلکہ ایک دو فقرات نقل کئے ہیں۔ عدالت خود اسے ملاحظہ فرمائے۔ نقل عبارت میں طول ہوگا کہ کیسا کھلا ہوا بہتان عظیم ہے اس میں تو سراسر اس کے خلاف ہے وہ جب سکھوں سے جہاد کرنے کے واسطے نکلے تو اعلان فرما دیا کہ کسی اسلامی بادشاہ یا موجودہ سلطنت سے ہمارا نزاع نہیں صرف سکھوں سے اس وقت جہاد کرنا ہے۔

اس میں جب کہ وہ خود جہاد بالسیف میں مصروف ہیں تو جہاد کے مسئلہ کو خراب اور اوس کے ہمیشہ کے لیے خاتمہ اور منسوخی کا کیونکر اعلان فرما سکتے ہیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کیا۔ البتہ ایک وقت میں تمام دنیا سے جہاد نہ کیا۔ اس سلسلہ میں بلا وجہ گورنمنٹ برطانیہ کے محامد اور اون کا سایہ رحمت ہونا بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ اور باوجود بجہ بحث کے وقت احتجاج کے ساتھ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ میں ایک لسٹ اوس کے مظالم اور مداخلت فی الدین کر نیکی دوں گا۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پاک پر کیسے اور کس قدر عظیم الشان حملے کئے ہیں۔ مگر چونکہ عدالت کی اجازت اس قسم کے غیر متعلق امور کے تذکرہ کی نہیں اس لیے احترام عدالت کے لحاظ سے ترک کرتا ہوں۔

بہرحال اس مسئلہ جہاد کے خاتمہ کرنے میں مرزا صاحب نے خود دین میں کمی زیادتی کی اوس کا جواب تاقیامت ناممکن ہے۔ عدالت خود ہمارے پیش کردہ حوالجات گورنمنٹ انگریزی اور جہاد میں سے ملاحظہ فرمائے۔

تیسری وجہ تکفیر (دعویٰ نبوت)

اس سلسلہ میں مدعیہ کی جانب سے کوئی بھی نبوت اس ہیڈنگ کے تحت پیش نہیں کرنا ہے کیونکہ بوضاحت یسلسلہ ختم نبوت قرآن پاک احادیث نبویہ صحیحہ اقوال صحابہ، قرآنیہ سلف صالحین سے کثیر التعداد حوالے اور تقریبًا (۵۰) سے زائد بالکل لاجواب جن کا جواب میں تذکرہ تک نہ آیا گذر چکے۔ جن کا اعادہ نہیں کرتا اور ان سے صراحتہً ثابت ہو گیا کہ کسی قسم کا ظلی۔ بروزی نبوت کا دعویٰ بعد خاتم النبیین اور آخر الانبیاء باجماع امت کفر اور قطعی کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں وہی شہادت کی پیش کردہ آیات اسی طرز استدلال سے اور وہی کچھ معتبر اور غیر معتبر احادیث الفاظ و معنًا میں تحریف و تاویل کر کے دہرا دیں۔ جن کا غیر متعلق اور سرے سے بے ربط اور موضوع سے دور اشارۃً و کنایۃً بھی مثبت مدعا نہ ہونا اصل بحث میں ثابت کر چکا ہوں اب گو کچھ زائد کہنے کی ضرورت نہیں تاہم اوسکی جوابی بحث کی روشنی میں نہایت اختصار سے گذارش کرتا ہوں۔

(قرآن مجید سے امکان نبوت پر دلائل)

بحوالہ بیان گواہ مدعا علیہ ۱؎ (۱) یا بنی آدم الخ (۲) اللہ یصطفی الخ (۳) اذکروا نعمۃ اللہ الخ ظھر الفساد الخ (۵) صراط الذین انعمت علیھم بحوالہ گواہ مدعا علیہ ۲؎ (۶) واذ ابتلیٰ ابراھیم (۷) آیۃ میثاق (۸) ومن یطع اللہ والرسول (۹) ماکان اللہ لیذر (۱۰) کلا ھدینا (۱۱) آیت استخلاف (۱۲) وسیق الذین کفروا الیٰ جھنم زمرا

ان سب کا مدلل جواب اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں اور عدالت نے اس پر نوٹ بھی قائم فرمائے تھے۔ ان میں سے صرف چند آیات نمبر (۱) و (۲) و (۵) و (۶) و (۸) و (۱۱) کا جواب بحث میں تذکرہ کیا۔ اور پوری چھ یعنے نصف درجن کے جواب کا ذکر تک نہ کیا اور ان کا جواب صحیح تسلیم کر لیا۔ لہذا اب اس سلسلہ میں صرف چھ آیات ان کے پاس ہیں جن کے جواب کو جوابی بحث میں لاتے اور میرے جواب میں مغالطہ کی سعی کی ہے جس کی حقیقت پر مرتب و مفصل مگر نہایت ہی اختصار سے روشنی

ڈالتا ہے۔

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات کا خلاصہ)

(۱) اس آیت میں خطاب حضرت آدمؑ کے وقت کے بنی آدم کو ہونا جن کے واسطے مختار مدعیہ نے ابن جریر کی روایت پیش کی ہے سیاق وسباق کے خلاف ہے۔
(۲) سیاق وسباق سے وہی ثابت ہوتا ہے جو گواہان مدعیہ نے کیا ہے۔
(۳) اس سے پہلی آیتہ یابنی آدم خذوا زینتکم ہے جس کا شان نزول کفار مکہ ہیں۔
(۴) اور بعد کی بھی آیات ہمارے معنوں کو موید ہیں۔ قال ادخلوا فی الخ
(۵) یہ کہنا غلط ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا بلکہ حوالہ اتقان کا موجود ہے۔
(۶) روایتہ ابن جریر میں آدم اور ذریتہ دونوں کا ذکر ہے اور آیتہ میں صرف بنی آدم کا۔
(۷) قرآن میں حکایتہ عن الماضی کا اشارہ تک نہیں
(۸) عبدالرحمٰن بن زیاد اور حجاج ضعیف ہیں جو روایت ابن جریر میں ہیں۔
(۹) اقوال تابعین ومفسرین حجتہ نہیں حوالہ اتقان ابن خلدون۔
(۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کیوں کہا۔
(۱۱) یا بنی آدم یا ایہا الناس کے فرق کا جواب۔
(۱۲) ہدیتہ الشیعتہ۔
(۱۳) نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں۔
(۱۴) امّا کی بحث۔

(الجواب)

(۱) ہرگز سیاق وسباق اس کے خلاف نہیں ہیں نے اولاً اس کے عموم خطاب کو سیاق وسباق اور اسلوب قرآن سے اصل بحث میں ثابت کیا ہے اور قرآن پاک سے ثابت کیا ہے کہ ہر جگہ یا بنی آدم سے اولاد آدم مراد ہوتی ہے جیسا کہ اصل الفاظ کا مدعا ہے اور جب بھی کہیں تخصیص پیدا ہوتی ہے وہ مجازاً خارجی قرائن یا شان نزول وغیرہ کے لحاظ سے ورنہ اصل الفاظ کی وضع ہی عموم کے واسطے ہے ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ
(۲) یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ جیسا کہ ماقبل سے مستفاد ہوتا ہے اور آگے آرہا ہے۔

(۳) اس پہلی آیت میں یا بنی آدم خذوا زینتکم الخ میں خطاب عام اولاد کو ہے اور تخصیص خارج
سے شان نزول کی مدد سے جو پیش کی ہے وہ اصل عموم الفاظ کو باطل نہیں کرتی کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا
ہوتا ہے نہ خصوصی مورد کا۔ تعجب ہے کہ دوسرا شان نزول پیش کرے تو اسی ضابطہ سے مختار مدعا علیہ
اسے مسترد کر دیتا ہے اور اپنے لیے اسی سے دلیل لاتا ہے مفصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں
پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں یا بنی آدم الخ سے عام اولاد آدم بلا تخصیص امت محمدیہ یا زمانہ محمدیہ کے
لوگوں کے مراد ہیں البتہ حکم اس قسم کا ہے کہ ختم نہیں ہوا اب تک اس امت میں موجود ہے پس یہ **ماسبق** کی
آیت خلاف ہمارے مدعا کے نہ ہوئی بلکہ اسی کو مؤید رہی۔

(۴) مابعد ایک آیت بھی مختار مدعا علیہ کے معنے کی مؤید نہیں بلکہ تائید کا اشارہ تک نہیں دراصل مختار مدعیہ
کے پیش کردہ معنی سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کیونکہ پیش کردہ آیت میں ازل کا ذکر تھا اور اس میں
ابد و آخرۃ یا قیامت و وقت دخول جنت کا۔ وہ حکایۃ حال ماضیہ تھی یہ حکایۃ حال آیندہ دوسرے سیاق وسباق
کی فکر مختار مدعا علیہ کو فضول ہے جب کہ وہ خود اقراری ہے کہ "اور حضرت آدم کا واقعہ ضمنی طور پر
درمیان میں آیا ہے۔"
معلوم ہوا کہ اس میں ضمناً جملے معترضہ بھی ہیں جن کا ماقبل و مابعد سیاق و سباق سے حل کرنا اسی کے
قول کے مطابق نہیں ہو سکتا ورنہ میں نے تو اس کا حل مختصر یہاں اور مفصل اصل بحث میں پیش کر دیا ہے
نیز گواہان مدعیہ نے بجواب جرح بھی اسے ایک حد تک صاف کر دیا ہے۔

(۵) یقیناً یہ کہنا صحیح ہے کہ مختار مدعا علیہ نے اس پر کوئی بھی دلیل پیش نہیں کی اور ہمارے اس قول کو کوئی بھی
غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ مختار مدعا علیہ کی یہ غلط بیانی ہے کہ اس نے آیت متنازعہ کے متعلق اتقان
کا حوالہ پیش کیا بلکہ ماقبل کی آیت خذوا زینتکم الآیۃ کے متعلق اتقان کا حوالہ پیش کیا تھا اور
اسی پچھلی آیت کے تحت سے ایک ضابطہ عام نقل کیا تھا مگر اس کا غیر متعلق ہونا اچھی طرح ابتدائی بحث
میں واضح کر چکا ہوں اور در اقعہ صرف اس قدر ہے کہ ایک عام قاعدہ کی اتقان میں ایک مثال دی ہے
یہ ہرگز نہیں کہ اس آیۃ متنازعہ میں یا جہاں بھی یہ لفظ آئے یہی مطلب ہوتا ہے ملاحظہ ہو اتقان ص ۱۹۴

(۶) جس طرح روایۃ ابن جریر میں حضرت آدم اور اس کی ذریۃ دونوں کا ذکر ہے یوں ہی آیۃ میں اولاد
آدم مع آدم کے مراد ہیں اور ایسا قرآن پاک میں جا بجا ہے اعملوا آل داؤد شکراً الخ
ادخلوا آل فرعون اشد العذاب الخ یہاں آل داؤد میں داؤد اور آل فرعون میں فرعون بھی بالاتفاق شامل ہے اسی
طرح اس متنازعہ آیۃ میں بھی بنی آدم کے ساتھ آدم علیہ السلام بھی شامل ہیں اور یہ خاص اس کلام بلاغت

نظام کا اسلوب ادا ہے جسے کشاف و بیضاوی ۔ اور اعجاز القرآن میں مفصل بیان کیا ہے ۔ یہاں موقع تفصیل کا نہیں کہ عرض کیا جائے ۔

(۷) قرآن میں حکایۃ حال ماضی کا اشارہ کیا تصریح موجود ہے ۔ کیونکہ یہ آیت گویا قدرے تفصیل ہے فاما یاتینکم منی ھدًی فمن تبع ھدای فلاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ کی اور یہ بہر حال سلسلہ ہدایت واتیان رسل شروع ہونے سے پہلے کی ہونا چاہئے ۔ ورنہ رسول آچکنے کے بعد اس کا کہنا ہی محض عبث وفضول ہوگا ۔

جسے ذرہ سی بھی قرآن دانی سے مناسبت ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ سلسلہ ارسال رسل وانزال کتب سے قبل کی یہ باری تعالیٰ کی اولاد آدم کو وصیت ہے اس سے انہیں آدم ؑ کے قصہ اور اون کے جنت سے خروج کے متصل بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ بھی اوسی ازل کا واقعہ ہے اور یہ کل بطور حکایت حال ماضیہ بیان ہوا ہے ۔ اور ایسی مثالیں حکایۃ حال ماضیہ کی قرآن پاک میں متعدد موجود ہیں ۔

(۸) مختار مدعیہ کی پیش کردہ روایت ابن جریر کے دونوں راوی عبدالرحمٰن ابن زیاد اور ہیاج ہرگز ضعیف نہیں نہ اون کے ضعف کا فیصلہ ہے صرف ایک قول اون کے متعلق بلا سبب وعلت بیان کئے ضرور منقول ہے مگر اس قسم کی جرح اصولاً ناقابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل ص؎ ۔ القول الاول انہ یقبل التعدیل من غیر ذکر سببہ ۔۔۔۔۔۔

"واما الجرح فانہ لایقبل الا مفسرًا مبینًا بسبب الجرح الخ" یعنے پہلا قول یہ ہے کہ کسی کی تعدیل وتوثیق تو بلا اظہار سبب ہو سکتی ہے مگر کسی پر جرح قبول نہیں ہو سکتی ۔ جب تک اوس کا سبب واضح طور پر بیان نہ کیا جائے ۔

ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں اسی قول کو ائمہ اور حفاظ وناقدین ماہرین حدیث بخاری ومسلم وغیرہ کا مذہب قرار دیا ہے اور حافظ زین الدین عراقی نے اسی قول کو صحیح اور مشہور فرمایا ہے ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص؎

"وقد اکتفی ابن الصلاح فی مقدمتہ علی القول الاول من ھذہ الاقوال وقال ذکر الخطیب الحافظ انہ مذھب الائمہ من حفاظ الحدیث ونقادہ مثل البخاری ومسلم

"وقال الزین العراقی فی الشرح الالفیۃ فی القول الاول انہ صحیح المشھور"
پس اس قسم کی جرح مبہم ہرگز ہمارے راویوں کی بتصریح ماہرین فن جرح مجروح نہیں کر سکتی مزید برآں

اُسی میزان الاعتدال میں دونوں راویوں کی کافی توثیق موجود ہے۔ جسے مختار مدعا علیہ نے ظاہر نہ کیا ملاحظہ ہو، حافظ شمس الدین ذہبی اس عبدالرحمٰن ابن زیاد کو قاضی افریقہ اور عبد صالح فرماتے ہیں۔ امام بخاری اسے قوی فرماتے ہیں ابوداود امام احمد بن صالح سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی حدیث حجت ہے۔ یہی ابن قطان جن سے مختار مدعا علیہ نے یہ غیر ثابت شدہ قول کے ان کے متعلق نقل کیا۔ صحیح اُن سے وہ ہے جو امام بخاری کے استاد و امام اسحاق ابن راہویہ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ ابن سعید قطان سے سنا کہ عبدالرحمٰن ابن زیاد ثقہ (معتبر) ہے اور ضعیف ہیں۔ وقال اسحاق ابن راہویہ سمعت یحییٰ بن سعید یقول عبدالرحمٰن ابن زیاد ثقہ (میزان الاعتدال طبع ہند ج۲ ص۹۴ باقی رہا ھیاج ابن بسطام خراسانی۔ یہ تابعی ہیں حضرت انس کو دیکھنے کی بھی روایت کی ہے۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں "کہ ان کی احادیث لکھنے کے لائق ہیں" سعید ابن بنا فرماتے ہیں میں نے ہیاج سے زاید کوئی فصیح نہیں دیکھا اور بغداد انہوں نے درس حدیث دیا۔ جس میں ایک لاکھ آدمی مجتمع ہوگئے اور احادیث اُن کی لکھیں۔ مالک ابن سلیمان فرماتے ہیں۔ کہ ہیاج ابن بسطام اعلم الناس بہت ہی بڑا عالم بہت بڑا بوبار بڑا فقیہہ بڑا شجاع بڑا سخی ورحیم تھا (ملاحظہ ہو۔ میزان الاعتدال طبع ہندی ج دوم ص۵۵۵

اس سے زیادہ اور توثیق اور کیا چاہئے۔ یحییٰ ابن سعید اللہ اس کے معاملہ میں متردد ہیں۔ ایک مرتبہ اُسے ضعیف کہہ گئے اور ایک مرتبہ لیس بشئی کہہ دیا۔ یعنی قال مرۃ لیس بشئی جس کو مختار مدعا علیہ نے غلطی سے مرۃ کو مترہ کوئی نام سمجھ کر یہ ترجمہ کر دیا کہ مترہ نے کہاہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ حالانکہ کہ مترۃ کسی کا نام نہیں وہاں مرۃ کا لفظ ہے، ترجمہ یہ ہے کہ انہیں یحییٰ نے کبھی یہ کہا کہ لیس بشئی۔ غرض ان کے تردد سے راوی میں ضعف پیدا نہیں جب کہ ایسی تقویت و توثیق موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو ص۵۵۵)

لہذا ابن جریر کی سند بالکل صحیح بے غبار ہے۔

نیز جس تابعی سے یہ روایت ہے۔ یعنی ابی یسار سلمی وبالاتفاق ثقہ نہایت معتبر ہے۔ جیسا کہ کتب رجال میں موجود ہے۔

(۹) اب تابعین کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ جب کہ وہ تابعی جس سے ہمنے نقل کیا ہے ابی یسار سلمی معتبر ہے۔ صرف یہ گذارش کردوں کہ مختار مدعا علیہ نے فتح البیان ص۔ جو شعبہ کا حوالہ نقل کیاہے وہ محض غلط ہے وہاں کوئی موجود نہیں۔ نہ اُس کے آگے پیچھے ہے۔ بلکہ تابعین کی ان کے طبقات کے لحاظ سے توثیق موجود ہے۔

تفیسروں کے متعلق جو اتقان کا حوالہ نقل کیا ہے۔ اُس میں شرمناک خیانت ہے۔ حوالہ کے قبل لفظ قال و کو حذف کر دیا اور آخر سے وفیہ نظر کو حذف کر دیا۔ یہ دوسرے کا قول نقل کر کے تردید فرمارہے ہیں۔

اور سوائے بعض مخصوص تفاسیر کے مستند معتبر خصوصاً یہ ابن جریر وغیرہا کی اُسی اتقان میں شد و مد کے ساتھ توثیق ہے۔ اور خصوصیت سے اس ابن جریر کو نہایت ہی معتبر فرما رہے ہیں اور ائمہ دین سے نقول پیش کی ہیں۔ (ملاحظہ ہو اتقان طبقات المفسرین ج ۲ ص ۱۸۹)۔ باقی رہا حوالہ ابن خلدون اُس میں بھی خیانت ہے۔ جو اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں۔ بیان میں اس کے الفاظ یہ دیے ہیں " تفاسیر المتقدمین مملوۃ بالغث والسمین" یہ الفاظ ہر دو بیانوں تھے کہ مطبوعہ کاپی میں قول ابن خلدون کر کے موجود ہیں۔ حالانکہ متعدد ایڈیشن بحث میں پیش کر کے دکھا چکا ہوں۔ کہ یہ کہیں نہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ (لا ان کتبھم واقوالھم تشتمل) اس کے متعلق گزارش ہے۔ کہ ابن خلدون مفسر اور مذہبی امام نہیں۔ بلکہ مورخ ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ، ماریح اور یہ ہے مسلم کہ ہر فن میں اُسی کے ماہر کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ جیسے کہ گذر چکا ہے۔ پھر مفسرین نے رطب و یابس اقوال تردید کے واسطے نقل کیے ہیں تا کہ لوگ گمراہ نہ ہوں اُن کی تائید نہیں کرتے۔ اور اس سے اس کتاب کا پوزیشن خراب و مخدوش نہیں ہوتا ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۲، ماریح ۱۹۳۲ء اس کی ایک مثال ابتدائی بحث میں تفسیر خازن جلد ۳ ص ۲۲۵ تحت آیت لقد ہمت الخ سے پیش کی ہے علاوہ اس کے ابن خلدون کی یہ رای صرف قصص و حکایت میں ہے احکام و اعمال و عقائد خود اس سے مستثنیٰ کرتے ہیں ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۳۸۳ یعنی پیش کردہ حوالے کا آخری حصہ جسے گواہان مدعا علیہ نے دانستہ نقل نہ کیا۔

(۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کسی تقلید میں نہیں کہا بلکہ خود اپنی تحقیق ہے اور حوالے فتح البیان جلد ۱ ص ۱ کا حوالہ مغالطہ ہے زبان رئیس المفسرین کا بعینہٖ لفظ نہیں ہاں بڑے بڑے ائمہ سے اس کی توثیق منقول ہے قال النووی اجمعت الامۃ لم یصنف مثل تفسیر الطبری" امام نووی فرماتے ہیں کہ امت کا اجماع ہے کہ تفسیر ابن جریر کے مثال کوئی بھی تفسیر تصنیف نہ ہوئی۔ ابی حامد اسفرائنی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ملک چین تک صرف تفسیر ابن جریر کے حصول کے واسطے سفر کرے تو کم ہے (فتح البیان جلد ۱ ص ۱)

پس اس سے تو اور ہماری تائید ہوئی کیونکہ ہمارا حوالہ اسی مسلم و معتبر کتاب کا ہے جس کو امت نے معتبر و قابل مانا ہے اور جس کے متعلق مرزا صاحب بھی رئیس المفسرین لکھتے ہیں اور اُس کے قول سے دلیل لاتے ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ پہلے قرآن سے مرزا صاحب نے حل کر کے تائید پیش کی ہے ہم نے بھی پہلے الفاظ قرآنی اور سیاق و سباق سے پیش کر کے یہ نقلی تائید پیش کی ہے لہذا یہ بالاتفاق قبول ہونی چاہیئے۔

(۱۱) یا بنی آدم سے اصل یہی ہے کہ عام اولاد آدم بلا تخصیص امتہ محمدیہ اور یا ایھا الذین آمنوا سے صرف

مومنین امت اور یا یھا الذین کفروا سے کفار مکہ اور خطاب ہیں یا ایھا الناس آنا ہے اسے اصل بحث میں قرآنی امثلہ سے واضح کر چکا ہوں عدالت خود مقابلہ فرمائے کہ اس کا کوئی بھی جواب نہ ہوگا حرف الفاظ بدلائے ہیں۔

(۱۲) ہدیۃ الشیعہ کا حوالہ جو ڈیٹیل اصول پر غیر مسلم اور جدید ہے نیز وہاں اس آیتہ کا اس تخصیص میں انحصار کا کوئی بھی ذکر نہیں عدالت خود اصل حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۳) بیان نسخ اخبار کا کوئی معاملہ نہیں نسخ کی بحث ہے جسے بلاوجہ یہاں چھیڑا جاوے یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ اولاد آدم سے خدا نے رسول بھیجنے کا روز ازل وعدہ فرمایا تھا۔ رسول بھیج کروہ وعدہ پورا فرما دیا۔ اگر رسول نہ بھیجتا تو خلاف وعدہ خلافی ہوتا۔

اس میں یہ وعدہ ہی نہ تھا کہ قیامت تک آتے رہینگے۔ یہاں تک خاتم النبیین کو ناسخ بنانا پڑے۔ وہ وعدہ علیحدہ پورا ہوگیا اور یہ حکم علیحدہ ختم نبوۃ اور انسداد سلسلہ نبوت وباب نبوۃ علیحدہ رہا۔ نسخ سے کوئی علاقہ ہی نہیں اگر وہاں استمرار کا تذکرہ ہوتا تو ضرور یہ نسخ کہلاتا۔

(۱۴) لفظ اِمّا کی بحث بلاوجہ چھیڑی۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ امّا جب کسی مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اوس سے صرف استقبال مراد ہوتا ہے استمرار کے واسطے نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس آیتہ سے صرف بنی آدم سے ازل میں رسولؑ آئندہ بھیجنے کا وعدہ نکلا۔ ہمیشہ قیامت تک بھیجتے رہنے کا ثابت نہ ہوا۔ اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری غیر متعلق لفظی بحث چھیڑ دی۔

بحمد اللہ ثابت ہو چکا کہ اس آیتہ کے متعلق جو تاویلات مختار مدعا علیہ نے میری بحث پر کی ہیں ان میں کوئی قوت نہ تھی۔ اور اصل بحث کے اعتراضات استدلال پر لاجواب ہی رہے۔

(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ میں نے اپنے دعوی پر روح المعانی ج ۳ ص ۹۹ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ کہ اس جگہ بنی آدم سے تمام انسان مراد ہیں۔ امت محمدیہ کی تخصیص نہیں اور یہ لاجواب رہا۔

(دوسری آیت)

انی جاعلك للناس اماما۔

اس سے استدلال ہی بے ربط تھا جسے آج تک کوئی بھی سلف وخلف سے نہ سمجھا۔ یہ کسی جواب ہی کے قابل نہ تھا اور جو کچھ کہ اصل بحث میں اوس پر کر چکا ہوں وہ کافی سے زائد ہے۔ اب مختصراً دو چار لفظ جواب الجواب کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں۔

خلاصہ تاویل مختار مدعا علیہ

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسل میں نبی بنانے کا وعدہ کیا ہے کہ یہ وعدہ اس وقت تک پورا ہوتا رہیگا۔ جب تک ظالم نہ ہوں۔ پس بسبب کہ ظالم ہو یا نبوۃ کا امکان۔

(۲) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ ذریتہ کا لفظ عربی زبان نہیں صرف جسمانی نسل پر بولا جاتا ہے غلط ہے۔ لغتہ عرب کا حوالہ چھوڑ کر ہدایتہ الشیعہ صـ۳۴۲ دیکھو۔

(۳) مرزا صاحب بلا ریب ابراہیمی نسل سے ہیں استفتا صـ۷)

(جواب الجواب)

جواب ہو نہ سکا صرف ٹالنا چاہا ہے۔

(۱) ابراہیمی نسل سے وعدہ بصیغہ اسم فاعل کے تھا جو استقبال کے معنی میں ہے وہ پورا ہوا۔ اس میں کہیں استمرار کا پتہ نہیں کہ ہمیشہ پورا ہوتا رہے گا۔ جب تک وہ ظالم نہ ہو جائیں۔ یہ استمرار کے معنی صرف مختار مدعا علیہ کے طبع زاد ہیں جس پر کوئی ایک حوالہ نہیں اور استقبال کے معنی آج تک سلف وخلف لیتے چلے آئے ہیں اب نہ آل ابراہیم کو کوئی ظالم ماننا پڑتا ہے نہ اجراء نبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کا کفریہ عقیدہ لازم آتا ہے اور اگر مختار مدعا علیہ کے طرز پر استمرار ہو تو ساڑھے تیرہ سو سال تک آل ابراہیم کو عیاذاً باللہ ظالم ماننا پڑے گا جس میں تمام فتن رونما ہووے مگر نبی نہ بنائے گئے حالانکہ ابراہیمی نسل میں ابتک کس قدر صحابہ ائمہ قطب ابدال غوث صلحائے امت گزرے۔ یہ محض لغو تاویل ہے اسلاف نے اس کے خلاف تصریحیں کی ہیں غرض استمراری معنے محض تفسیر بالرائے ہے جو حرام قطعی ہے۔

(۲) یقیناً ذریتہ کا لفظ عربی زبان میں صرف جسمانی ذریتہ پر بولا جاتا ہے۔ اور انسان کی نسل و فرزندان پر اطلاق پاتا ہے۔ لغت کی معتبر کتب اس تصریح سے پر ہیں۔ قرآن واحادیث ومحاورات عرب میں سینکڑوں حوالے موجود ہیں مختار مدعا علیہ باوجود اس قدر اس معاملہ میں تعلی کے عربی لٹریچر سے ایک بھی مسلم وغیر مسلم حوالہ نہ پیش کر سکا اور اپنے عجز کا ان الفاظ میں اعتراف کیا کہ "یہاں پر لغت عرب کے حوالے چھوڑتا ہوں۔ بانی مدرسہ دیوبند کی ہدیتہ الشیعہ پیش کرتا ہوں"۔

واضح رہے کہ ہدیتہ الشیعہ اردو کی کتاب ہے۔ اردو محاورات میں مجازاً ذریتہ نہ معلوم کس قدر معنوں پر آتا ہے۔ عربی لغت میں عربی کا ایک بھی محاورہ نہ مل سکا۔ اور میرا دعویٰ بحمد اللہ لاجواب رہا۔ مفصل اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(۳) مرزا صاحب کا بنی فارس یا اولاد فاطمہؓ سے ہوتا کوئی علم الانساب کے اصول پر نہیں بلکہ ان کا کشفی والہامی ہے جو کسی پر حجت نہیں۔ ہاں اون کے نسب نامہ میں ہے کہ وہ مغل ہیں مگر مرزا صاحب اوسکی تردید فرماتے ہیں کہ اللہ نے میرے پر وحی بھیجی کہ میری آباء اقوام ترکیہ میں سے نہیں۔ (استفتا ص۷۷)

پس اب نسب نامہ کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں جب کہ اب تک مغل فارس یا بنی فاطمہؓ ہونا ہی طے نہ ہوا اور سب کا سب خلاف نسب نامہ مشہور کشفی رہا۔ اور اصل نسب نامہ کو مرزا صاحب کے الہام اور وحی الٰہی نے بزعم اون کے غلط ثابت کر دیا۔

انساب کی کتاب سے مرزا صاحب کا قابل اعتماد ابراہیمی نسل ہونا ثابت نہیں۔ باقی اصل میں اس کی ہمیں ضرورت ہی نہیں۔ جب کہ نہ اس آیت کا یہ مطلب ہے نہ کسی نبی کے آنے کا امکان ہے قطعی دلائل سے ثابت ہو چکا۔ بہر حال عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ ہماری بحث کا کوئی بھی جواب نہ ہوا۔

خلاصہ تاویلات

(تیسری آیت اللہ یصطفی الخ)

(۱) یصطفی میں حال اور استقبال دونوں مراد لینے پر جو مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے اس کے لیے منجد اور جرح گواہ مدعیہ ۱ کا حوالہ پیش ہے۔

(۲) مشترک کے دونو معنی یکدم لے سکتے ہیں جیسا کہ رایت عینا میں لیتے ہیں۔

(۳) چونکہ اس آیت میں یہ صیغہ خدا کے واسطے مستعمل ہے لہذا استمرار ہی کے معنی موزوں ہوں گے۔

(الجواب)

(۱) میرا اعتراض دونو حال واستقبال کے معنی یکدم حقیقۃً مراد لینے پر تھا اور بتایا تھا کہ اسے اصطلاح میں عموم مشترک کہتے ہیں اور یہ ناجائز ہے۔ اس کے واسطے لا عموم لہ ای المشترک کہ عموم مشترک نہیں ہو سکتا۔ نور الانوار ص۸۴ جرح گواہ مدعا علیہ ۱ ۱۱/مارچ ۳۳ء) سے پیش کیا تھا جو بالکل لاجواب رہا۔

البتہ منجد اور گواہ مدعیہ ۱ کی جرح سے پیش کیا کہ مضارع وہ فعل ہے کہ حال واستقبال دونوں پر دلالت کرے۔ مگر میرا اعتراض مضارع کے اس معنی یا دلالت پر نہیں بلکہ حقیقۃً ایک ہی استعمال میں بطور عموم مشترک مراد ہونے پر ہے اور وہ بحمد اللہ لاجواب ہے۔ اوس کا کوئی جواب نہیں۔ مفصل اصل بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) رایت عینہ، اپنی طرف سے مثال گڑھ کو میرا پیش کردہ حوالہ نورالانوار ص۸۴ عموم مشترک کا نہیں توڑ سکتے بہرحال ایک ہی معنی مراد لیے جا سکتے ہیں جیسا کہ بحث میں بیان کر چکا۔

(۳) مضارع میں استمراری معنی حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہیں اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ مجبور نہیں کرتا کہ خواہ مخواہ کفریہ مضمون بنانے کے واسطے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی لیے جائیں۔ بلکہ اس کے نہ مراد ہونے پر ترائن بوجہ بہ پیش کر چکا اور ندا کی طرف نسبت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ استمرار مراد ہو بلکہ حال یا استقبال ہی مراد ہوتا ہے۔ تمام قرآن پاک میں سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ اور مختار مدعا علیہ کے ادعاء کی ایک بھی نہیں مل سکتی۔ میں نے خازن ج ۵ ص۲۳ سے اس کا شان نزول پیش کر کے عرض کیا تھا کہ یہاں اجراء نبوت وغیرہ کا کوئی بھی تذکرہ نہیں صرف اہل مکہ کے اس اعتراض کا جواب دینا ہے کہ اللہ نے بشر جو ہم جیسا تھا رسول کیسے بنا لیا۔ جواب مرحمت فرمایا گیا کہ اللہ یصطفی من الملائکۃ الخ کہ یہ کبھی نہیں کہ کوئی معیار ہو بلکہ اللہ کے نظر انتخاب پر موقوف ہے جسے چاہے برگزیدہ کرے وہ ملائکہ کو بھی رسالت کے واسطے چنتا ہے۔ اور لوگوں سے بھی۔ چنانچہ چنا اور پھر جب چاہا یہ سلسلہ خاتم النبیین سے بند فرما دیا کوئی محل اعتراض نہیں اس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔ اور اصل اعتراض لاجواب ہی رہا۔

(چوتھی آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم)

اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی نہ ہو سکا اور محض یہ تاویل کی کہ۔

(۱) ایام الصلح سے جو اسی آیت کے جواب میں تائید پیش کی گئی وہ گواہان مدعا علیہ کے معنی کے متضاد نہیں کیونکہ اس میں اور نبوت کا انکار ہے اور گواہان مدعا علیہ اور قسم کی ثابت کرتے ہیں۔

(۲) کشتی نوح میں ایام الصلح کے خلاف مضمون ہے۔

(۳) جو ترجمہ آیت پیش کیا ہے اس دعا کے مفہوم سے مطابق ہے جو اس آیت میں ہے۔

(الجواب)

(۱) ایام الصلح میں مطلقاً انکار ہے اور یہ کتاب اس زمانہ کی ہے جب کہ دعوئی نبوت کا وہم و گمان بھی مرزا صاحب کو نہ تھا بلکہ نبوت پر پردہ پڑا تھا کیونکہ اس کا سنہ تالیف یکم جنوری ۱۸۹۹ء ہے عدالت خود ایام الصلح کی عبارت سے میرے جواب کا مقابلہ فرما لے تفصیل اصل بحث میں ہے۔

(۲) کشتی نوح ۵/اکتوبر ۱۹۰۲ء کی دعوٰی نبوۃ اور نبوۃ سے پردہ اٹھنے کے بعد کی ہے لہٰذا اس سے اس کا تعلق نہیں اس وقت تو تمام آیات واحادیث میں تحریفات کر چکے تھے۔

(۳) آیت اھدنا الصراط المستقیم کا یہ ترجمہ کہ "ہمیں ان لوگوں سے بنا جن پر تیرا انعام ہوا" محض تحریف اور غلط ہے اور یہ کہنا کہ بلا اس معنی کے یہ دعا نہ ہوگی یہ بھی غلط ہے دعا ماننے پر بھی صحیح معنی یہ ہوں گے "ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہوا" اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مختار مدعا علیہ یا اس کے گواہان اپنی مطلب برآری کے واسطے کس قدر غلط تاویلات اور ترجمہ میں تحریف کر لیتے ہیں اور اپنے زعم کے مطابق اپنے کو نبی بنانے کی روزانہ دعا کرتے اور سکھاتے ہیں۔

باقی جو اصل جوابات اس آیت کے بحث میں دیئے تھے ان کا نام تک نہ لیا اور وہ لاجواب ہی ہے۔

خلاصہ تاویل

(پانچویں آیت ومن یطع اللہ والرسول الخ)

(۱) مختار مدعا علیہ نے معیت سے نبی ہونا مراد لیتے پر بخاری سے قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقت وصال مع الذین انعم علیھم اور حدیث التاجر الصدوق یحشر مع الانبیاء پیش کی اور اگر غور سے دیکھی جائیں تو ہمارے موافق ہیں۔

(۲) اس آیت سے یہ مراد کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الخ کوئی عقلمند انسان ماننے کے لیے تیار نہیں

(۳) توفنا مع الابرار اور فاکتبنا مع الشاہدین وغیرہ میں مع بمعنی من ہے کہ ہمیں ان کے زمرے سے کر دے۔

(۴) خدا کی معیت کی آیاتوں کو اس پر قیاس کرنا درست نہیں۔

(الجواب)

(۱) اس استعمال سے صرف میں نے یہ بتایا ہے کہ اگر نبی بننا مراد ہوتا تو اوسے بطور تحصیل حاصل استعمال نہ فرماتے نیز اسی اصول پر ہر تاجر صدوق نبی بن جاتا یا بن سکتا حالانکہ یہ مراد نہیں تفصیل اصل بحث سے ملاحظہ ہو اس سے لاجواب ہو کر ادھر اُدھر ڈھلانا شروع کر دیا۔

(۲) یہ کہنا کہ اس آیت سے یہ مراد لینا کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الخ کوئی عقلمند انسان ماننے کے لیے طیار نہیں۔ اس کا جواب عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں اور صرف یہ گذارش کرتا

ہوں کہ آج تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام ائمہ وبزرگان دین سلف وخلف تو یہی معنی کرتے چلے آئے۔
اب مختار مدعا علیہ او نہیں جو چاہے کہے اور جو چاہے سمجھے رہیں نے تو اس کا شان نزول اور صحابہ سے
روایت مرزا صاحب۔ کے رئیس المفسرین ابن جریر جلد ۲۲ ص۱۲ وج ا ص۵۹ سے پیش کر دی تھی۔ جسے لاجواب
سمجھ کر جواب میں ذکر تک نہ کیا۔ اصل بحث ملاحظہ ہو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی مراد سمجھا۔ بخاری
ج۲ ص۶۶۰ اصل بحث ملاحظہ ہو ان درجوں کا وجود دوسری آیت سے پیش کیا تھا اوس کا بھی کچھ جواب نہ دیا
بہر حال یہ بھی لاجواب رہا۔

(۳) ان امثلہ میں مع بمعنی مجازاً مراد ہونے سے یہ کب لازم آیا کہ ہر جگہ یہی مراد ہو۔ چنانچہ جن لوگوں نے
ان امثلہ میں یہ معنی لیے ہیں وہ بھی آیات متنازعہ سے یہ مراد نہیں لیتے۔

(۴) خدا کی معیت پر قیاس نہیں کرتا بلکہ ان امثلہ سے اگر مع کے واسطے یہ قاعدہ کلیہ بنا لیا جائے جیسا کہ گواہان
مدعا علیہ نے بنا لیا ہے تو ان کے زعم باطل پر ہر انسان کا خدا بننا یا خدا بننے کی دعا کرنا لازم آئے گا۔ جواب
نہ ہو سکا مغالطہ کی سعی کی۔ باقی اصل جو جواب تھا اوس کا ذکر تک نہ کیا۔ اس آیت میں مع سے معیت بمعنی
رفاقت مراد ہے اور اوس کا ثبوت اسی آیت کا آخری حصہ مصرح موجود ہے کہ وحسن اولئک رفیقا
یہ انبیاء وصدیقین وصلحاء اچھے رفیق ہیں اس سے بنص قرآن اس استدلال کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس کا
جوابی بحث میں اشارہ تک نہیں عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے معلوم ہوا کہ یہ جواب بالکل
لاجواب ہے کوئی تاویل بھی ممکن نہیں۔

(چھٹی آیت استخلاف)

خلاصہ تاویلات

(۱) اس سلسلہ میں جو بحث مختار مدعیہ نے کی ہے وہ قابل التفات ہے۔
(۲) گواہ مدعا علیہ نے خلافت روحانی اور جسمانی دونوں پر چسپاں کی ہے۔ بخلاف مختار مدعا علیہ کے۔
(۳) صرف صحابہ میں منحصر کرنا عموم الفاظ قرآنی کو باطل کرتا ہے اور چند امثلہ
(۴) جسمانی بادشاہت تو غیر مومنین اور غیر صلحاء کو بھی مل جاتی ہے۔
(۵) تفسیر کبیر کے دو حوالے۔

الجواب

دراصل اس بحث کا کچھ بھی جواب نہیں عدالت اصل بحث کو اس سے مقابلہ فرمائے۔

(۱) الحمد للہ کہ جواب کے قابل التفات نہ ہوتے تو مختار مدعا علیہ نے اعتراف کر لیا۔

(۲) یہ غلط ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی خلافت سے روحانی اور جسمانی کے دونوں مراد لی ہیں۔ البتہ روحانی سے نبی ہونا نہیں بلکہ وارث علوم نبویہ ہونا مراد لیا ہے۔ جیسا کہ بیٹا باپ کا خلیفہ یا مرید پیر کا ہوتا ہے۔ نیز سلطنت ظاہری ولیمکننھم فی الارض سے مراد لیا ہے۔ اور اس پر صریح صریح قرآنی آیات پیش کی ہیں۔ جن کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(۳) صرف صحابہ میں منحصر کرنا بھی عموم الفاظ کو باطل نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہاں عموم نہیں بلکہ منکم سے خود ہی تخصیص فرما دی ہے اور تمام امت ائمہ سلف وخلف آج تک اسے صحابہ کرام کے فضائل وخصوصیات سے شمار کرتی رہی ہے۔

(۴) صرف جسمانی یا وراثت نہیں بلکہ روحانی اور وراثت علمی بھی ہمراہ ہے اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

(۵) تفسیر کبیر کے دونوں حوالے یہاں سے غیر متعلق ہیں اور یہاں انہیں لگانے سے تفسیر بالآیات جو میں نے پیش کی ہے۔ بالکل باطل ہو جائے گی۔ نیز امام رازی نے بھی اس آیت کو اسی معنی اور صحابہ کرام پر محمول کیا ہے۔ نیز کسی مطلب کے صریح آیات اور احادیث سے متعین ہونے کے بعد اس کے خلاف کسی کا قول معتبر نہ ہونا مسلّمہ فریقین متفقہ مسئلہ ہے پس یہ قطعاً پیش ہی نہیں ہو سکے بہر حال اس کے قابل التفات ہونے کا اعتراف ہے اور تاویل جو کی ہے۔ وہ ظاہر ہے جو کچھ بھی ہے۔ عدالت خود ہی اصل بحث سامنے رکھ کر ملاحظہ فرمالے۔

باقی آیات کا جواب لاجواب رہا۔

(احادیث سے امکان نبوت کا ثبوت)

میں نے اس کا تفصیلاً ایک ایک حدیث کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا تھا اور حدیث نواس بن سمعان جس میں نبی اللہ کا لفظ ہے اور اس کی تضعیف ازالہ ص۲۳۷ سے اور نبی اللہ سے مجازاً نبی ہونا سراج منیر ص۲ سے پیش کیا تھا جس سے اجرائے نبوت کوئی لازم نہیں آتا اب یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ منشا نہیں بلکہ وہ ہے عدالت خود اصل سے ملاحظہ فرمالے مطلب واضح ہے۔

حدیث محدث والی میں بخاری شریف کے اندر تصریح ہے من غیر ان یکونوا انبیاء الخ کہ محدث نبی نہ ہوں گے لہٰذا اس سے بھی اجرائے نبوت نہ ثابت ہوا۔ ابوبکر خیر الناس بعدی الا ان یکون نبی (کنز العمال) اولاً تو کنز العمال

یہ صحیح ہے بہ باوجود افضل الناس ہونیکے بھی ہے کہ ابوبکر نبی نہ ہوں گے۔ نبیا یکون ن لا ین
اور ایسے بکثرت محاورات ملیں گے۔

مرزا مظہر جان جانان رح کی مدح میں کہا گیاہے کوئی آج اس کے برابر نہیں۔

وہ سب کچھ ہے الا پیغمبر نہیں باقی کے واسطے بیان گواہ مدعا علیہ کا حوالہ دیا ہے میں بھی اپنی اصل بحث کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

بحمد اللہ ایک دلیل سے بھی اجراء نبوت ثابت نہ ہو سکا۔ فللہ الحمد

ختم نبوت و دعویٰ نبوت کا مسئلہ ختم ہوُا۔

تیسری وجہ تکفیر کا اثبات وجواب الجواب

انکار حشر اجساد و نفخ صور

گواہان مدعیہ نے بیان کیا تھا۔ کہ مرزا صاحب حشر اجساد اور نفخ صور کے منکر ہیں حالانکہ بیسیوں آیات اور احادیث کثیرہ سے یہ بات قطعاً ثابت اور امت کا مسلم عقیدہ ہے جس کا جواب مدعا علیہ نے یہ دیا ہے کہ مرزا صاحب ہرگز ان امور کے منکر نہیں۔ اور مختلف حوالجات ان امور کے متعلق پیش کیے ہیں کہ مرزا صاحب ان امور کو پیش کرتے۔ اور مانتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ کے بیان و بحث سے یہ بات تو ثابت ہو گئی۔ کہ فی الواقع حشر اجساد اور نفخ صور کا انکار کرنے والا قرآن و اسلام کا مکذب اور مخالف اور کافر ہے۔ لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ مرزا صاحب ان امور کے منکر ہیں۔ بلکہ وہ مرزا صاحب کو ان امور کا معتقد اور مقر جانتا ہے لہٰذا اس وجہ کی بناء پر کافر و مرتد نہیں ہیں۔

مختار مدعیہ کی طرف سے اس کا جواب الجواب یہ ہے۔ کہ گو مرزا صاحب نے بعض مقامات میں ان امور کا اقرار کیا ہے۔ لیکن وہ اقرار محض لفظی اور اجمالی ہے۔ اور جہاں انکار ہے۔ وہ نہایت بسط اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جس کے بعد اقرار کی حیثیت محض لفظی رہ جاتی ہے نہ حقیقی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے حق میں فرماتے ہیں

اذا جآءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون اتخذوا ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله انهم سآء ما كانوا يعملون۔ (سورۃ المنافقون پ۲۸) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن الناس من يقول اٰمنا بالله وباليوم الاخر وما هم بمؤمنين يُخدعون الله والذين اٰمنوا وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون في قلوبهم مرض۔ الاية

ماحصل ان آیات مبارکہ کا یہ ہے۔ کہ کسی شخص کا اقرار جب کہ اس کی حالت قطعی طور پر یا اس کا قول یقیناً انکار پر دلالت کرتا ہو۔ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ پس مرزا صاحب نے جب کہ وہ باتیں نہایت بسط اور تفصیل سے لکھ دیں۔ جن سے لازمی اور ضروری طور پر حشر اجساد کا انکار یعنی قبروں سے مردوں کا میدان محشر میں جانا غلط ثابت ہوتا ہے۔ تو اب ان کے اقرار اسی قسم کے ہوں گے۔ جیسے کہ منافقین کے ادعاء اسلام و رسالت و ایمان ہیں جو محض بے سود ہونے کی وجہ سے کالعدم قرار دیے گئے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی محولہ بالا آیات اور ان کی مثل اور آیات سے ظاہر ہے۔

تفصیل و توضیح

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے یہ اعتقاد پیدا و ایجاد کیا ہے۔ کہ انسان مرنے کے بعد فی الفور جنت یا جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ خواہ وہ اپنے سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ داخل جنت و جہنم ہو۔ (جیسے اعلیٰ درجہ کے لوگ صدیق شہید انبیاء جو سارے وجود اور قویٰ کے ساتھ داخل جنت ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے مقابل بڑے بڑے کافر جہنم میں سارے وجود اور قویٰ سے داخل جہنم ہو جاتے ہیں)۔ یا محض اس کے لیے جنت و دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھول دی جائے۔ جیسا عامہ مومنین کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ نیز ان کے مقابل عامہ کفار کے لیے دوزخ کی جانب سے جیسا کہ مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ کی اس عبارت سے ظاہر ہے۔ جس کو گواہ نمبر ا نے اپنے بیان میں پیش کیا تھا۔

نیز مرزا صاحب کی کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۵۵ میں ہے۔ وقد علمت انفا ان اھل الجنۃ والسعیر یدخلون مقامیھما بعد موتھم من غیر مکث ولا ینظرون القیامۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات فقد قامت قیامتہ۔

یعنی تجھے ابھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اہل جنت و دوزخ اپنے مرنے کے بعد بلا تاخیر اپنی اپنی جگہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور درو قیامت کو دیکھیں گے بھی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو مر گیا۔ اس کی قیامت ہو گئی (۲) جو لوگ سارے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ جنت یا جہنم میں سر دست نہیں جاتے۔ وہ بھی یوم الحشر اور یوم الحساب سے پہلے پہلے ترقی کرتے کرتے ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ میں آجاتے ہیں۔ اور صدیقوں اور شہیدوں کی طرح سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ بہشت میں ہی داخل ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو گواہ نمبر ا کی محولہ عبارت ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ تقطیع خورد کے بعد کی عبارت "ہاں جب اس درجہ سے ترقی کرتا ہے۔ تو ادنیٰ سے اعلیٰ میں آجاتا ہے اس ترقی کی ایک یہ بھی صورت ہے (زنا) الخ۔ یہاں تک نوبت پہنچتی ہے۔ کہ شہیدوں اور صدیقوں کی طرح سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ وہ بہشت میں بھی داخل ہو جاتا ہے" ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ و ۳۶۱) اور صفحہ ۳۶۲ میں ہے "اب ہماری اس تقریر سے بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ بہشت میں داخل ہونے کے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں۔ کہ تقریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے۔ اور یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہیں کرے گا"

صفحہ ۳۶۱ و ۳۶۲ میں اس بات کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ جو ایک ذرہ بھر ایمان و عمل والے انسان کو یوم الحساب سے پہلے صدیقوں اور شہیدوں کی طرح سارے وجود اور قویٰ کے ساتھ بہشت میں داخل کر دیتے ہیں۔ اس کتاب ازالہ اوہام میں تو ادنیٰ مومنوں کے لیے بتدریج یوم الحساب سے پہلے داخل بہشت ہونا مانا گیا ہے۔ لیکن حمامۃ البشریٰ صفحہ ۵۵ کی محولہ بالا عبارت میں بلا تاخیر اہل جنت اور اہل دوزخ کا اپنے مقام پر پہنچ جانا تسلیم کیا ہے۔ جو بظاہر تدریج کے مخالف ہے۔

لیکن ہماری اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ بھی بیان نہیں کیا۔ کہ اہل دوزخ کی ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کیونکر ہوتی ہے۔ لیکن یہ معمولی بات ہے۔ جس طرح ادنیٰ مومن کی ترقی کے اسباب ہوتے ہیں۔ اسی طرح کافر کی ترقی الی اقصیٰ مراتب جہنم کے اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔

بہر حال مرزا صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ کوئی بہشتی اور کوئی دوزخی بہشت یا دوزخ سے نکالا نہیں جاتا۔ خواہ کسی درجہ پر ہو۔ ہاں ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف ترقی کر جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۲۰ ازالہ اوہام۔ اب حاصل کلام یہ ہے۔ (سے) تو ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ میں آجاتا ہے (تک) اب جب کہ تمام لوگ یوم الحساب سے پہلے اپنے سارے وجود اور تمامی قویٰ کے ساتھ یا جنت میں ہوں گے۔ یا جہنم میں۔ اور بموجب عقیدہ مرزا صاحب کوئی آدمی بہشت اور دوزخ سے نکالا نہیں جا سکتا۔ تو اس سے لازمی اور ضروری طور پر یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حشر اجساد باطل ہے۔ یعنی مردے قبروں سے اٹھ کر میدان حساب میں جسمانی طور پر نہ جائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے صاف تصریح کر دی ہے۔ کہ میدان حساب میں روحانی طور پر لوگ جائیں گے۔ ملاحظہ ہو۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۵ بسلسلہ عبارت محولہ گواہ نمبر ۱ مدعا علیہ کرڑکی کی مثال سے سمجھ لینا چاہیئے۔ (سے) اسی طرح روحانی طور پر بہشتی میدان حساب میں بھی ہوں گے۔ اور بہشت میں بھی ہوں گے۔ تک

مرزا صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ کہ حشر روحانی کی تصریح کی ہو۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قیامت کے دن حضور رب العالمین میں جسمانی طور پر حاضر ہونے کو یا بالفاظ دیگر حشر جسمانی کو بیہودیانہ خیال قرار دیا۔ اور تمام امت کو بیہودی سرشت قرار دیا جو آج تک حشر جسمانی کی معتقد چلی آئی ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۰ و ۳۵۱ ملاحظہ ہو۔ اور قیامت کے دن بحضور رب العالمین ان کا حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا۔ (سے) گویا جہنمی لوگوں کو نئے سرے سے جہنم میں داخل کرے گی۔ (تک)۔

مرزا صاحب نے اس مقام پر یہ تصریح کر دی ہے۔ کہ یوم الحساب میں بھی جنتی جنت میں ہی ہوں گے۔ اور دوزخی دوزخ میں۔ صرف بہشتیوں پر رحم الٰہی کی تجلی ہو گی۔ اور دوزخیوں پر قہر الٰہی کی تجلی ہو گی۔ اور اس طرح پر جنت والوں کو جنت نئے رنگ میں دکھلایا جائے گا۔ اور دوزخیوں کو دوزخ نئی شکل میں اور یوم الحساب کے بعد جنت دوزخ میں داخل ہونے کی بھی حقیقت ہے۔ اسی طرح حمامة البشریٰ صفحہ ۵۴ میں ہے۔ فیمثل اللہ الجنة فی اعین اهلها بصورة ما رأتها اعينهم قط كما وعد فى كتاب للمسلمين فيكون لهم ذلك اليوم يوم المسرة العظمى والسعادة الكبرى فيدخلونها فرحين آمنين۔

وكذلك تتمثل جهنم فى اعين اهلها فى صورة يفجعهم رؤيتها۔

یہاں سے مرزا صاحب کا یہ اعتقاد ثابت ہؤا۔ کہ یوم الحساب کے بعد جنت اور دوزخ میں داخل ہونا صرف تمثلی اور محض دکھلاوا ہے اور تحصیل حاصل جیسا سینما کا کھیل مرزا صاحب کے اس عقیدہ سے اسلام کے اس مسلمہ عقیدہ کا انکار لازم آتا ہے۔ جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ کہ بعض مومن اپنے فسق و فجور کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے جو اپنے اعمال کی سزا بھگت کر یا شفاعت سید المرسلین و دیگر انبیاء علیہم السلام یا شفاعت صالحین سے یا محض رحم رب العالمین سے دوزخ سے نجات پاکر داخل جنت ہوں گے۔ کیونکہ بموجب عقیدہ فاسدہ مرزا صاحب دوزخ سے کوئی خارج نہیں ہو سکتا۔

نیز اصحاب اعراف کا بھی انکار ہو گیا۔ جو نصوص قطعیہ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ مرزا صاحب نے یہ عقیدہ محض کسی غلط فہمی سے ایجاد نہیں کیا۔ اور نہ وہ اس کے ملحدانہ نتائج سے بے خبر تھے وہ خوب جانتے تھے کہ اس سے اسلامی عقائد میں سخت انقلاب پیدا ہوگا اور معتقدات اسلامیہ زیر و زبر ہو جائیں گے۔ لیکن چونکہ ان کی ایک خاص غرض اس عقیدہ سے وابستہ تھی اس لیے انہوں نے نصوص قرآن و احادیث کی کچھ پروا نہ کی اور یہ عقیدہ تراش لیا کہ جنتی لوگ مرنے کے بعد اور جہنمی فوراً جنت اور جہنم میں چلے جاتے ہیں اور پھر وہ کبھی اس سے نکل نہیں سکتے اور اس پر بعض آیات اور احادیث کی غلط تاویل کر کے استشہاد و استدلال کیا۔ اور یہ ظاہر کیا ہے کہ گویا وہ اسلام اور مسلمانوں پر قرآن کی باہمی مخالف آیتوں میں تطبیق اور توفیق دیکر تعارض کو دور کر کے احسان کر رہے ہیں گواہ مختار مدعا علیہ نے بھی اپنے بدید امام کی تقلید کرتے ہوئے اس کفریہ عقیدہ کا ہمیں احسان جتلایا ہے۔

مختار مدعا علیہ اپنے جواب بحث میں کہتا ہے کہ (مرزا صاحب نے) جو آیات اور احادیث ان مسائل کے متعلق پائی جاتی ہیں ملحدین کے اعتراض کو ملحوظ رکھ کر ان میں تطبیق فرمائی ہے تو یہ تقریر جو ازالہ اوہام میں بیان ہوئی ہے تو وہ ان مختلف حدیثوں اور آیات کی تطبیق میں ہے۔ پھر مختار مدعا علیہ نے چند آیات اور احادیث ذکر کر کے کہا ہے کہ۔

”پس اگر کوئی شخص مرنے کے بعد جنت اور دوزخ میں داخل نہیں ہوتا تو مختار مدعیہ ان آیات اور اپنے عقیدہ میں کہ مردے قبروں سے اُٹھیں گے تطبیق کر کے دکھائیں“۔

مختار مدعا علیہ کی اس تحدی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے زعم میں یہ ایسا عقیدہ تھا جس کو مرزا صاحب کے سوا کسی نے حل نہیں کیا اور اگر مرزا صاحب تشریف لاکر یہ عقدہ حل نہ کرتے تو اسلام اور مسلمان ملحدین کے اعتراضات کے بار کے نیچے قیامت تک دبے رہتے کچھ ظاہر ہو چکے ہیں اور آیندہ بھی ظاہر ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیات و احادیث جن کی باہمی تطبیق کے لیے اس نے تحدی اور چیلنج کیا ہے یہ ہیں۔

(۱) اغرقوا فادخلوا نارا۔ (نوح) کہ نوح کے مخالف غرق کیے گئے پھر انہیں آگ میں داخل کر دیا۔

(۲) النار یعرضون علیها غدوا وعشیا۔ کہ فرعون صبح و شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں اور

جس دن قیامت قائم ہو گی اس دن ہم حکم کریں گے کہ فرعون کو اشد العذاب میں ڈالو۔

(۳) یا أیتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الایۃ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ جو نفس خدا کی طرف تسلی پا گیا ہو اُسے دیگر بندگان الٰہی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس طرح ایک مومن کو بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے۔

(۴) چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیل ادخل الجنۃ قال یالیت قومی یعلمون اسے کہا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں تو جنت کو دیکھا اور اس میں اکثر ضعیف تھے۔

(۶) شہداء کے متعلق قرآن میں وارد ہے کہ ان کو مردے مت کہو بلکہ احیاء عند ربھم یرزقون بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق کھاتے ہیں۔ پھر کتاب الفصل ج ۳ صفحہ ۱۴۳ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابن حزم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نص کے طور پر بیان کیا ہے کہ شہداء کے ارواح جنت میں ہیں۔ اور اسی طرح انبیاء کے ارواح بھی بلاشک جنت میں ہیں یہ تھیں وہ مشکلات جن کی بناء پر مرزا صاحب نے سینکڑوں آیات اور احادیث سے ثابت شدہ عقائد حشر اجساد یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھنا اور یوم الحساب کے احوال و اہوال اور واقعات بعث حشر وزن اعمال وغیرہ کا انکار کر دیا اور مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ ان آیات واحادیث کے درمیان اور اپنے عقیدہ قبروں سے مردوں کے اٹھنے کے درمیان تطبیق کر کے دکھاؤ گویا مختار صاحب کے نزدیک ان میں تطبیق محال ہے اسی لیے انہوں نے مردوں کے قبروں سے اُٹھنے کا انکار کر دیا ہے جس کا دوسرا نام حشر اجساد ہے یا بعث من فی القبور مختار مدعا علیہ نے اپنی مجبوری ظاہر کر دی جس سے ان کو حشر اجساد کا منکر بنایا ہے اور اضطراری طور پر وہ بات انہوں نے مان لی جو ہم منوانا چاہتے تھے اور وہ بڑے اصرار سے انکار کر رہے تھے۔ مرزا اپنی کتابوں میں اور مختار مدعا علیہ نے جواب اور بحث میں آیات واحادیث مذکورہ کی دستاویز سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو انسان مرتا ہے وہ فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور مختار مدعا علیہ نے ان آیات اور عقیدہ حشر اجساد یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھانے کے درمیان تطبیق کا مطالبہ کیا ہے جس کو ہم بفضلہ و توفیقہ تعالیٰ پورا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان آیات واحادیث بلکہ کسی آیت و کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ہر انسان مرنے کے بعد فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے بلکہ دخول جنت یا جہنم بعث حشر وزن اعمال حساب کتاب کے بعد ہوگا البتہ دار دنیا اور یوم البعث کے درمیان فی زمانہ میں جس کا نام برزخ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "من ورآءھم برزخ الی یوم یبعثون" حسب مراتب ثواب یا عذاب ہوتا ہے قرآن سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے اور احادیث میں اس کی بہت تصریح اور تفصیل آئی ہے نیک انسان جنت کی خوش ہوا روح وریحان وغیرہ سے متمتع ہوتا ہے اور جنت کی طرف سے اس کے لیے کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ بد انسان

دوزخ وغیرہ سے تکلیف پاتا ہے اور دوزخ کی طرف سے اس کے لیے کھڑکی کھول دی جاتی ہے ماسوا اس کے احادیث میں بہت تفصیل ہے۔ شہداء کے لیے زیادہ خصوصیت سے مذکور ہوا کہ ان کی ارواح جنت میں جا کر متنعم ہوتی ہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس دار دنیا میں ہوتے ہوئے بھی سیر جنت سے مانع نہ تھا بلکہ واقع میں جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے لیکن ان امور میں کس طرح قیاس وگمان کو دخل نہیں جو نصوص سے ثابت ہوا اس کا ماننا ضروری ہے۔ یہ بھی آیا ہے القبر روضة من ریاض الجنة اوحفرة من حفر النیران لیکن یہ باغ اور آگ کا گڑھا محض برزخی اور عارضی ہے جو یوم البعث والحشر پر ختم ہو جائے گا نہ وہ جنت جو یوم الحساب کے بعد عطا ہوگا جس سے کوئی نکالا نہ جائے گا جس کا نام دار السلام بھی ہے جس میں ادنیٰ آدمی کو زمین وآسمان کی وسعت کے مطابق حصہ دیا جائے گا جس کے بعد اندوہ ورنج کا نام نہ رہے گا جس کی نسبت حدیث قدسی میں ہے اعددت لعبادی الصلحین ما لا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر اور نہ وہ جہنم ہیں جس میں سے اہل کبائر مومن نکالے جائیں گے اور کفار لا یقضی علیہم فیموتوا ولا یخفف عنہم من عذابہا کے ماتحت وہیں رہیں گے۔

(والتفصیل کثیرۃ فی القرآن والاحادیث الحدیث)

اس تمہید کے بعد گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ نے آیت نمبر ا پیش کی ہے کہ "نوح علیہ السلام کے مخالف غرق کیے گئے اور انہیں آگ میں داخل کر دیا" اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اسلامی عقیدہ بعث من فی القبور اور حشر اجساد کے مخالف ہو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نار سے جہنم سمجھ لیا ہے۔ اور عام کو بلا وجہ خاص قرار دے کر اپنا دلی شوق پورا کر لیا ہے اور خواہ مخواہ قرآن کریم میں تعارض پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ سعی بالکل بے سود ہے کیونکہ نار کا لفظ نار آخرت اور جہنم کے لیے مخصوص نہیں بلکہ نار دنیا اور نار برزخ سب کو شامل ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس سے نار آخرت اور جہنم مراد لے کر حشر اجساد کے قطعی اور محکم عقیدہ سے اس کو ٹکرایا جائے کیوں نہ اس سے مراد نار برزخ اور عذاب قبر لیا جائے اور اگر بالفرض نار آخرت اور جہنم بھی مراد لیا جائے تو بھی توجیہ بخوبی ہو سکتی ہے اور حشر اجساد سے قطعاً کوئی زحمت نہیں ہوتی کیونکہ امور مستقبلہ کو جن کا وقوع قطعی اور یقینی ہو عموماً قرآن کریم بصیغہ ماضی بیان کر دیتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے اس قسم کے محاوروں سے کسی کو ان کا انکار نہیں ہوگا اور نہ ہی مختار مدعا علیہ ان کا انکار کر سکتے ہیں تاہم مزید تسلی واطمینان کے لیے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں

فوقاہم اللہ شر ذلک الیوم ولقاہم نضرۃ وسرورا وجزاہم بما صبروا جنۃ وحریرا الآیۃ

اس جگہ تین صیغہ ماضی کے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے امور مستقبلہ کو جو یوم الآخرۃ میں پیش کرنے والے ہیں یقینی اور قطعی الوقوع ہونے کی وجہ سے بصیغہ ماضی ذکر فرمایا ہے اسی طرح ان سے اگلی آیات ہیں۔ وحلوا اساور من فضۃ وسقٰہم ربہم شرابا طہورا ______ میں صیغہ ماضی استعمال ہوا ہے ان آیات میں اللہ

تعالیٰ نے ان ابرار اور نیکوں کی جزاء کا بیان کیا ہے جو دنیا میں نیک کام ایفاء نذر اور مساکین کو طعام دینا وغیرہ اعمال صالحہ کرتے ہیں اور قیامت کے خوفناک دن سے ڈرتے ہیں صرف مردوں کا ذکر نہیں بلکہ جو عہد نبوی میں تھے یا بعد میں ہوئے اور ہوں گے ان سب کے ثواب کو جو آئندہ ان کو ملنے والا ہے بصیغہ ماضی بیان کیا گیا ہے تفسیر بیضاوی میں فادخلوا نارا کے ماتحت لکھا ہے المراد عذاب القبر یعنی اس ادخال نار سے مراد عذاب قبر ہے یعنی برزخی نار مراد ہے پھر دوسرا احتمال ذکر کر کے اس کی بھی توجیہ کر دی ہے او عذاب الآخرة والتعقیب لعدم الاعتداد بما بین الاغراق والادخال او لان المسبب کالمتعقب للسبب وان تراخی عنه لفقد شرط الوجود مانع یعنی یا عذاب آخرت بمنزلة المتعقب اسی صورت میں تعقیب یعنی اغراق کے پیچھے ادخال نار کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ درمیانی زمانہ برزخ کو نظر انداز کیا گیا ہے یا اس لیے کہ سبب موجود ہونے کے بعد وجود سبب گو وہ کسی شرط کے نہ موجود ہونے یا کسی مانع کی وجہ سے پیچھے آئے بمنزلہ متعقب ہی کے ہے کمالین حاشیہ جلالین میں ہے المراد بادخالهم النار ادخالهم فیها فی البرزخ قال الضحاک یغرقون فیها من جانب ویحرقون فیها من جانب وقال مقاتل فادخلوا نارا فی الآخرة والتعقیب علی ذلک لعدم الاعتداد بما بین الاغراق والادخال کانه نوم یعنی ان کو آگ میں داخل کرنے سے برزخ کی آگ میں داخل کرنا مراد (جیسا کہ) ضحاک نے کہا ہے کہ وہ ایک طرف غرق کیے جاتے تھے دوسری طرف جلائے جاتے تھے مقاتل نے کہا ہے کہ نار آخرت مراد ہے اس صورت میں تعقب اغراق اور ادخال نار کے درمیانی زمانہ کے اعتبار نہ کرنے سے اور نظر انداز کر دینے کی وجہ سے ہے گویا وہ ایک نیند ہے میں کہتا ہوں صاحب کمالین کا یہ قول کہ گویا وہ ایک نیند ہے بالکل صحیح ہے کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ قبروں سے نکلنے کے بعد لوگ یہی کہیں گے یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا۔ (یٰسین) اے افسوس ہماری خواب گاہوں سے ہمیں کس نے جگا دیا۔ پھر خود ہی کہیں گے یا انہیں کہا جائے گا۔ هذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ نار سے مراد نار برزخ ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں اور نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس سے ہم نار جہنم مراد لینے پر مجبور ہو جائیں اور اگر نار آخرت اور عذاب جہنم بھی مراد لیا جائے تو بھی بلا تکلف توجیہ ہو سکتی ہے جیسا کہ مفسرین کے حوالہ سے ہم نے بیان کیا ہے۔ اور امور مستقبلہ میں ماضی کا استعمال کلام اللہ میں بکثرت ہے لہذا عقیدہ اہل اسلام بعث من فی القبور من القبور یا حشر اجساد سے اس کا کوئی تعارض و تزاحم نہیں ہے اور مرزا صاحب کا اس تعارض و تزاحم کا بہانہ سے کفریہ عقیدہ کا تراشنا الحاد اور ہوس خام ہے۔

دوسرا اشکال اور اس کا حل

آیت جس کو مختار مدعا علیہ نے اسلام کے قطعی عقیدہ کے متعارض سمجھ کر اس کی تطبیق کا مطالبہ کیا ہے وہ ہے جو عذاب فرعون اور فرعونیوں کے متعلق سورۂ مومن میں ہے۔ النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔

اس کے ماقبل ہے فوقاہ اللہ سیئات ما مکروا وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون ۔۔۔ الخ یعنی مومن آل فرعون کو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بُرے منصوبوں سے بچا لیا۔ اور آل فرعون پر بُرا عذاب نازل ہوا (غرق کئے گئے پھر) صبح اگلے پہر اور پچھلے پہر آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو کہا جائے گا) کہ آل فرعون کو سخت عذاب (یعنی جہنم) میں داخل کر دو۔

علماء نے اس آیت سے عذاب قبر ثابت کیا ہے جو بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہاں کے مختلف وقتوں میں مختلف قسم کے عذابوں کا ذکر ہے ایک غرق ہونے کے بعد قیامت تک اگلے پچھلے پہر آگ پر پیش ہونے کا جو نسبتاً اخف العذاب ہے دوسرا قیامت کے بعد اشد العذاب میں داخل ہونے کا جس سے مراد دخول جہنم ہے۔

اگلے پچھلے پہر آگ پر پیش ہونا عذاب قبر ہے جو قیامت سے پہلے ہے اس کی نسبت بخاری مسلم ترمذی میں بھی حدیثیں موجود ہیں جو آل فرعون کے علاوہ اس کی عمومیت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب اثبات القبر میں بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مرتا ہے تو اگلے پچھلے پہر ٹھکانا اس کو دکھایا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنت سے اور اگر دوزخی ہو تو دوزخ سے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھاوے۔

مشکوٰۃ کے اسی باب کی دوسری فصل میں ترمذی کی ایک حدیث ابوہریرہؓ سے مروی ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ دو فرشتے منکر و نکیر نامی قبر میں سوال کرتے ہیں اس کے بعد صحیح جواب دینے والے مومن کی قبر فراخ کر دی جاتی ہے اس میں روشنی کی جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو شادی شدہ کی طرح راحت سے سوجا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اٹھاوے اور اس کے برخلاف کافر کو عذاب ہوتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اٹھا کھڑا کرے۔

یہ حدیثیں اور آیت محولہ بالا اتفاق عذاب کی مثبت ہیں ان سے یہ بھی ثابت ہوا عذاب قبر کے بعد یوم البعث ہوگا جس کی تفصیل اور آیات واحادیث میں آئی ہے سورہ یٰسین میں ہے ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون یعنی قرنا پھونکا جائے گا تو مردے قبروں سے اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے

سورہ قمر میں یخرجون من الاجداث کانہم جراد منتشر ۔ قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا وہ پراگندہ ٹڈی دل ہیں اس مضمون کی بہت آیتیں قرآن کریم میں ہیں جن کا ماحصل یہی ہے کہ نفخ صور کے بعد مردے قبروں سے نکل کر میدان عدالت رب العالمین میں حاضر ہوں گے اور محولہ بالا آیات اور حدیثوں سے یہ بات قطعًا ثابت ہو گئی کہ عذاب قبر یا برزخی عذاب جو اشد العذاب آخرت کے مقابلہ بالکل خفیف ہے اور اسی طرح ثواب ختم ہو کر یوم البعث ہو گا اور مردے قبروں سے نکل کر حاضر عدالت رب العلمین ہوں گے ۔

الغرض یہ آیت سراسر ہمارے مذہب کی مثبت ہے اور مرزا صاحب کے عقیدہ کفریہ اور انکار حشر اجساد کی بیخکنی کر رہی ہے مرزا صاحب کا تو یہ مذہب تھا کہ ہر انسان مرنے کے بعد فورًا جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے پھر اس سے نکل نہیں سکتا بڑے سرکش کافر اپنے سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ داخل جہنم ہو جاتے ہیں لیکن اس آیت نے ثابت کر دیا کہ سب سے بڑا کافر فرعون اور فرعونی بھی قیامت کے دن داخل جہنم اور اشد العذاب ہوں گے برزخ میں صرف اگلے پچھلے پہر آگ پر پیش ہوتے ہیں یعنی عذاب القبر میں مبتلا ہیں اور جب احادیث محولہ بالا اور دیگر آیات کو جن کا ذکر محض نمونہ و مثال کے طور کیا گیا ہے اس آیت سے ملا کر یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو بشرطیکہ انسان بالکل انصاف و ایمان سے خالی نہ ہو قطعًا و یقینًا سمجھ لے گا کہ عذاب قبر و برزخ کے بعد حشر اجساد بالکل حق اور عین الحق ہے اور مرزا کا مذہب قطعًا باطل ہے ۔

باوجود ایسی کھلی صاف اور واضح نص کے مختار مدعا علیہ کا اس کو اپنے موافق اور ہمارے مخالف سمجھ کر تطبیق کے لیے تحدی کرنا سخت حیرت انگیز ہے لیکن ہم ان کو ایک طرح سے معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا کام محض یہ ہے کہ جو کچھ مرزا صاحب کہہ گئے ہیں وہی کہے چلے جائیں خواہ وہ بداہتہً باطل ہو اور علمی خودداری اس کے کہنے سے صراحتہً روکتی ہو ۔

(۳)
تیسری آیت

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ (سورۃ فجر پ ۳۰)

اس آیت میں حشر اجساد اور بعث من القبور کے خلاف اور متعارض کوئی لفظ نہیں ہے مختار مدعا علیہ کو مرزا صاحب کی تقلید کی وجہ سے دھوکہ ہوتا ہے کہ ہر نفس مطمئنہ کو مرنے کے وقت یہ حکم دیا جاتا کہ فورًا بلا توقف جنت میں داخل ہو جا اور جنت سے نکلنا محال لہٰذا حشر و بعث اجساد محال لیکن اول تو اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ یہ حکم دخول جنت بوقت موت دیا جاتا ہے بلکہ سیاق آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قیامت کو ہو گا اور اگر اس کو بھی بالفرض

مان لیا جائے کہ یہ حکم بوقت موت ہی ہے تو یہ کیونکر ثابت ہوا کہ اس سے مراد وہی جنت ہے جس میں دخول بعد الحساب ہوگا اور جس سے نکلنا محال ہے ممکن ہے کہ اس سے بحکم حدیث مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم القبر روضۃ من ریاض الجنۃ۔ روضہ یعنی جنت قبر ہی مراد ہے۔ اس صورت میں بھی یہ آیت حشر و بعث اجساد کے مخالف نہیں ہو سکتی کیونکہ اس جنت سے ضرور ضرور قیامت کے دن نکلنا پڑے گا۔ اور اگر بالکل ہی ارخاء عنان کر کے یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہی جنت مراد ہے جس سے کوئی نہ نکلے گا جس میں دخول کے بعد بعث و حشر اجساد ناممکن ہے تو جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ فی الفور بلا تراخی و مہلت داخل ہونے کا حکم ہے تب تک اسلامی قطعی عقیدہ بعث و حشر اجساد سے یہ آیت متعارض نہیں ہو سکتی اور آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو اس امر کو قطعاً ثابت کرے لہٰذا اسی صورت میں بھی ممکن ہے کہ یہ محض اذن اور بشارت دخول جنت ہے اور جنت میں داخل ہونے کا تحقق اور وقوع اپنے وقت اور شرائط حشر و بعث و حساب کے بعد ہوگا۔

غرض اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اسی آیت کو عقیدہ بعث و حشر کے خلاف اس کو پیش کرنا جس کو نصوص محکمہ قرآن و حدیث قطعاً و یقیناً ثابت کرتی ہیں نفس امارہ کی پیروی ہے۔ ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ حکم دخول جنت قیامت کو ہوگا اس سے پہلے قیامت ہی کا ذکر ہے کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک صفا صفا وجیء یومئذ بجھنم یومئذ یتذکر الانسان وانی لہ الذکری یقول یلیتنی قدمت لحیاتی یہ سب قیامت کا ذکر ہے اس کے بعد عذاب قبر کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا فیومئذ لا یعذب عذابہ احد ولا یوثق وثاقہ احد

یعنی اس دن یعنی قیامت کے دن میں عذاب کافر کے بعد اسی سلسلہ میں حسب اسلوب اللہ تعالیٰ جو مومن اور کفار کا بالمقابل ذکر کرتا ہے قرآن حکیم نے نفس مطمئنہ کا ذکر فرمایا اور اس کو دخول جنت اور عباد اللہ الصالحین کی شمولیت کا حکم دیا گیا پس یہ بھی قیامت کے دن سے ہی متعلق ہے اب معاملہ بالکل صاف ہے اور کسی صورت میں بھی ہمارے مخالف اور متعارض نہیں۔

چوتھی آیت

مختار مدعا علیہ نے چوتھی آیت یہ پیش کی ہے اور کہا ہے اور اسی طرح ایک مومن کو بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیل ادخل الجنۃ قال یلیت قومی یعلمون۔ اسے کہا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا۔ اس کا جواب بھی وہی ہے جو اس سے پہلے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی میں مذکور ہوا علاوہ بریں جس شخص کا اس آیت میں ذکر ہے اگر وہ شہید ہے تو شہداء بالخصوص ماذون دخول جنت ہوتے ہیں پس امر دخول

جنت بشارت واکرام اور اذن کے لیے ہے نیز ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ امور مابعد الموت میں قیاس و گمان سے کوئی بات ثابت نہیں کی جا سکتی جس قدر نص سے ثابت اتنا مسلّم لیکن زیادتی ناقابل تسلیم ہے بس اس سے یہ خیال کر لینا کہ ہر شخص بلا توقف جنت میں چلا جاتا ہے قطعًا ناروا ہے۔

نیز شہداء کا داخل جنت ہونا یوم الحساب کے بعد داخل ہونے کی طرح نہیں ہو سکتا البتہ ان کو جنت میں سیر و تمتع کا اذن حاصل ہے اور یوم الحساب کے بعد وراثت اور سکونت ہوگی تلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون اور سورۃ حج میں ہے والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا او ماتوا لیرزقنھم اللہ رزقًا حسنًا و ان اللہ ھو خیر الرازقین لیدخلنھم مدخلا یرضونہ و ان اللہ لعلیم حلیم۔

اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے مہاجرین شہید شدہ لوگوں کو یا جو اپنی موت سے بغیر قتل کے مر چکے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ان کے پسندیدہ مقام یعنی جنت میں زمانہ مستقبل میں فرمائے گا نہ کہ ان کو داخل کر دیا ہے ماضی کا صیغہ نہیں ہے بلکہ قطعًا صیغہ استقبال ہے۔ شہداء اور انبیاء سب کے سب میدان حساب میں بعث و حشر کے بعد حاضر ہوں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت والارض ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون واشرقت الارض بنور ربھا وجیٔ بالنبیین والشھداء وقضی بینھم بالحق (زمر) الآیات ماحصل یہ ہے کہ نفخہ ثانیہ کے بعد انبیاء اور شہداء بھی قضاء رب العلمین کے لیے پیش کیے جائیں گے پھر فیصلہ الٰہی کے بعد دوزخی دوزخ کی طرف اور جنتی جنت کی طرف چلائے جائیں گے جیسا کہ ان سے بعد کی آیات میں مذکور ہے۔ غرض بعث و حشر ایک ایسی ضروری اور لابدی چیز ہے جس سے کوئی مستثنےٰ نہیں ہوگا معلوم نہیں کہ ایسی صاف اور قطعی چیز کے انکار کے لیے کیوں حیلے حوالے کیے جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے جس صفائی اور تفصیل سے اس مسئلہ کو بیان کیا اس میں کسی شک و تاویل کی گنجائش نہیں۔ اس ضمن میں اس کا جواب بھی ہو گیا جو مختار مدعا علیہ نے شہداء کے متعلق بیان کیا ہے غرض یہ امور بھی کسی طرح اسلامی مسلّم عقیدہ کے مزاحم اور متعارض نہیں ہو سکتے۔

یہ جواب جو مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ اس شخص کو شہید مانا جائے لیکن قرآن کریم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ قرآن کریم سے تو ثابت ہوتا ہے کہ بحالت حیات ہی اس کو دخول جنت کا حکم دے دیا گیا تھا۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

انی امنت بربکم فاسمعون قیل ادخل الجنۃ۔

یعنی اس شخص نے اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کی رسولوں کا اتباع کرو اور شرک سے بیزاری کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ میں اپنے رب پر ایمان لاتا ہوں

تو اس سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا یہاں سے تو اس شخص کا زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور بحالت زندگی ہی اس کو بشارت اور اکرام کے طور پر کہا گیا اور دخول جنت کا حکم سنا دیا گیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسی وقت زندہ جنت میں چلا جا بلکہ یہ مطلب ہوگا کہ اپنے وقت پر جنت میں چلے جانا تیرے جنتی ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

اسی طرح سورہ مرسلات میں مکذبین کو حکم دیا گیا انطلقوا الی ما کنتم بہ تکذبون الآیات یعنی جس جس عذاب کو تم جھٹلاتے تھے اس کی طرف چلو حالانکہ مکذبین کے ساتھ فوت شدہ کی کوئی قید نہیں بلکہ الم نخلقکم من مآء مھین۔ الآیہ کے خطاب سے جو ماقبل میں ہے ان کا زندہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ امور مستقبلہ کو جن کا وقوع اس کے علم میں قطعی ہوتا ہے وقوع شدہ کی طرح بیان فرما دیتا ہے اور ان کا حکم فی الحال دے دیتا ہے اگرچہ انکا وقوع مابعد میں اپنے وقت معین پر ہونے والا ہو۔

نمبر ۵ کا جواب یہ

(۱) اسی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اس علم قطعی کی بنا پر جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا امور مستقبلہ ان کو بصورت وقوع دکھائے گئے ان مستقبلات کو ایسے الفاظ میں بیان فرما دیتے تھے جو وقوع پر دلالت کرتے ہیں اور ان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں گویا واقع ہو چکی ہیں لیکن دراصل ایسا سمجھنے والا صریح غلطی کرتا ہے جیسا کہ مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ نے کی ہے مختار مذکور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت کو دیکھا تو اس میں اکثر ضعیف تھے" اس سے اس نے یہ سمجھ لیا کہ مرنیوالے فوراً جنت اور جہنم میں پہنچ گئے اب حشر و بعث کیونکر ممکن ہے لیکن مرنے والے تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو زندوں کو بھی جنت میں دیکھا ہے حالانکہ وہ اس دنیا میں موجود تھے ملاحظہ ہو

مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۲ باب مناقب عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبل ثبیر سے فرمایا اے ثبیر ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیقؓ اور دو شہید ہیں یعنی حضرات عمر و عثمان رضی اللہ عنہما ان کو شہید فرمایا حالانکہ وہ برسوں زندہ رہکر شہید ہوئے۔

(۲) مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶ ابوبکرؓ فی الجنۃ و عمرؓ فی الجنۃ و عثمانؓ فی الجنۃ و علیؓ فی الجنۃ و طلحۃ فی الجنۃ والزبیر فی الجنۃ و عبدالرحمٰن بن عوف فی الجنۃ و سعد بن ابی وقاص فی الجنۃ و سعید بن زید فی الجنۃ و ابوعبیدہ بن الجراح فی الجنۃ یعنی آنحضرت نے ان دس بزرگوں کی نسبت فرمایا کہ وہ جنت میں ہیں یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں جائیں گے بلکہ جملہ اسمیہ کے ساتھ ذکر فرمایا جو استمرار اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا جس نے زمین پر شہید کو چلتا پھرتا دیکھنا ہو وہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(۴) مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ میرے کانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنا کہ آپ فرماتے تھے طلحہ اور زبیر جنت میں دونوں پڑوسی ہیں اس میں کوئی صیغہ استقبال کا نہیں بلکہ امر مستقبل کو بصورت وقوع بیان فرمایا۔

(۵) مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۶ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا میں نے جنت میں اپنے آگے تمہاری جوتیوں کی آواز سنی۔

(۶) مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۰ جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو جنت دکھایا گیا تو ابوطلحہؓ کی عورت کو دیکھا اور اپنے آگے آہٹ سنی تو ناگاہ بلال موجود تھا۔

ان احادیث سے جو بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا جنت میں ہونا بیان کیا جو ہنوز زندہ تھے نیز ان لوگوں کو جو زندہ تھے جنت میں ان کی آہٹ سنی ان کو دیکھا۔

اس سے مختار مدعا علیہ کے اس استدلال کا جواب ہوگیا جو اس نے آنحضرت کے جنت ونار کو دیکھنے اور اس کہنے سے کہ "دوزخ میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت میں اکثر ضعیف لوگ تھے" سے کیا تھا کہ انسان مرکر فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور اس حدیث کو اسلامی عقیدہ بعث وحشر اجساد کے متعارض سمجھ کر ہم سے تطبیق کا متحدیانہ مطالبہ کیا تھا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی طرف سے اس عقیدہ کے اختیار کرنے کا یہ عذر بیان کیا تھا کہ انہوں نے قرآن کریم اور احادیث میں ان مسائل کے متعلق جو تعارض پایا جاتا تھا اور ملحدین اس پر معترض ہوتے تھے اس تعارض کو دور کرنے کے لیے یہ وجہ تطبیق پیدا کی ہے گویا یہ ایک خالص اسلامی خدمت ہے اور اسلام اور مسلمانوں پر بہت بھاری احسان ہے لیکن یہ بات سراسر غلط ہے اور اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں جو الحاد کا دروازہ کھولا ہے وہ محض خود غرضی اور نفس امارہ کی پیروی کے لیے کھولا ہے ورنہ نہ کوئی ملحدین کا اعتراض نہ تعارض جیسا کہ ہمارے بیان سے ثابت ہو چکا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جب مورد وحی الہٰی اور مامور من اللہ ہونے کے مختلف دعاوی کئے تو اس وقت منجملہ ان دعاوی کے یہ دعویٰ بھی تھا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو مسیح بن مریم بنا دیا ہے چنانچہ آپ کا الہام ہے کہ انا جعلناك المسيح ابن مريم۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی تصریح کردی ہے کہ میں بوجہ مشابہت روحانی کے مسیح ابن مریم ہوں اور مسیح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے جیسا کہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۵۰۵ وحاشیہ ۳۶۱ پر اس بات کا صاف اقرار ہے مرزا صاحب بارہ سال تک اس عقیدہ پر رہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس عقیدہ سے نہ روکا اور نہ اس غلطی پر متنبہ کیا بارہ سال گذرنے پر بقول مرزا صاحب اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے مطابق تو آیا ہے وکان امر اللہ مفعولا یہ اردو عربی کا مجموعہ الہام ازالہ اوہام میں ہے۔

اب مرزا صاحب نے وفات مسیح علیہ السلام کے دلائل دھڑا دھڑ قرآن سے پیش کرنے شروع کر دیئے اور جب بزعم خود وفات مسیح علیہ السلام ثابت کر چکے تو ایک شبہ دل میں گذرا کہ اگر کسی نے یہ کہدیا کہ مسیح علیہ السلام فوت شدہ ہی مان لیے جائیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عزیر علیہ السلام کی طرح زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں بھیج دے اس ناکہ بندی کے لیے مرزا صاحب نے یہ عقیدہ اختراع کیا کہ انسان مر کر فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور وہاں سے نکلنا محال ہے لہٰذا حضرت عیسیٰ دوبارہ نہیں آسکتے یہ ہے علت غائی اس عقیدہ کے اختراع کی نہ ملحدین کا جواب اور تطبیق جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے بیان کیا اور غلط بیانی اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کیا اور آیۃ کریمہ ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا الآیۃ کا اپنے آپ کو مصداق بنایا۔

مرزا صاحب کے اس اختراعی اور ملحدانہ عقیدہ کی علت غائی جو ہم نے بیان کی ہے اسی مضمون کے سباق میں موجود ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے بیان و بحث میں حوالہ دیا ہے مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۸ و ۳۴۹ پر لکھتے ہیں "اب ظاہر ہے کہ جب مسیح فوت ہو چکا تو اب وہ موت کے بعد آ نہیں سکتا" پھر اسی صفحہ ۳۴۹ پر لکھتے ہیں "ماسوا اس کے مسیح ابن مریم جس کی روح اٹھائی گئی بر طبق آیہ کریمہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی[1] جنت میں داخل ہو چکی اب کیونکر وہ اس غم کدہ میں آجائیں" پھر صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲ پر لکھتے ہیں "سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن راست باز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت وما ھم منھا بمخرجین ہمیشہ رہنے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے"۔

ان حوالجات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ اس خبیث عقیدہ کے ایجاد کی علت غائی خود غرضی اور اپنے غلط دعویٰ مسیحیت کی حفاظت اور بزعم خود حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوبارہ آمد کا ابطال ہے نہ ملحدین کے اعتراضات کا جواب اور رفع تعارض آیات و احادیث اب ایک بات قابل غور باقی ہے کہ ممکن ہے یہ عقیدہ مرزا صاحب نے غلطی سے اختیار کیا ہو جس سے بعث و نشر و حشر میزان حساب وغیرہ اور ان کی ان تفاصیل کا جن سے کتاب اللہ اور کتب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مملو و مشحون ہیں اور جن پر مستقل ابواب محدثین نے قائم کر کے ہر ایک باب میں بہت بڑا ذخیرہ احادیث کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور اہل اسلام کا سلف سے خلف تک مسلسل عقیدہ چلا آتا ہے انکار لازم آتا ہے اور مرزا صاحب کو اس لزوم اور خرابی کا علم نہ ہو اور اس فساد عظیم کی طرف توجہ منعطف نہ ہوئی ہو اور یہ کفر عمداً نہ کیا گیا ہو ایسی حالت میں معذور قرار دے کر ان کی تضلیل و تکفیر سے اعراض کیا جائے تو بہتر ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ سمجھ کر جان بوجھ کر عمداً محض خود غرضی سے کیا ہے اور نہ اس قسم کا اختراع جس سے معتقدات

اسلامیہ قطعیہ پر انقلاب عظیم اور انکار لازم آتا ہو قابل عفو و اغماض ہو سکتا ہے خصوصاً جس حالت میں مرزا صاحب ہیں کہ باوجود متنبہ ہونے کے اسی عقیدہ پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو طرح طرح کے مغالطوں سے ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں اور اپنے انتہائی استکبار سے سینکڑوں آیات و احادیث سے جو امور قطعاً و یقیناً ثابت ہیں ان سب کو ٹھکراتے ہیں مرزا صاحب کو اپنے اختراعی عقیدہ کی سب خرابیاں معلوم ہیں لیکن وہ خود غرضی اور اتباع ہوئی اور تکبر کی وجہ سے معتقدات اسلامیہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتے اور اپنی ہٹ اور انکار پر بدستور قائم رہتے ہیں بلکہ اس ملحدانہ عقیدہ کے اثبات میں اپنے جدوجہد وسعی کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے چنانچہ مرزا صاحب ازالہ اوہام بضمن صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲ پر ایک سوال کے لکھتے ہیں "سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن راستباز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت وما ھم منھا بمخرجین. ہمیشہ رہنے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ قصہ صحیح نہ ہو جو عزیر نبی کی نسبت قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ سو برس تک مرا رہا اور پھر خدا تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا وجہ یہ کہ بر طبق قاعدہ مفروضہ بالا زندہ ہونے سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بہشت سے خارج کیا گیا ایسا ہی اس آیت کو ظاہر پر حمل کرنے سے مردوں کا قبروں سے جی اٹھنا اور میدان حساب میں رب العالمین کے حضور میں آنا یہ سب باتیں اس آیت کے ایسے معنے کرنے سے کہ راستباز انسان مرنے کے بعد بہشت میں بلا توقف داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس میں سے کبھی نہیں نکلتا باطل ہو جاتے ہیں اور مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔"

اس سوال سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کو اپنے عقیدہ مخترعہ کے تمام مفاسد معلوم تھے کہ اس سے مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے جس کی تفصیل کسی قدر بیان ہوئی کہ سینکڑوں آیات واحادیث کا انکار کرنا پڑتا ہے لیکن مرزا صاحب اپنے عقیدہ سے تائب نہیں ہوتے رجوع نہیں کرتے اور اپنی حقیر غرض کی خاطر نہایت بے پروائی سے معتقدات اور مسلمات اسلام کو ٹھکراتے ہوئے بزبان حال یہ شعر پڑھ دیتے ہیں

؎ ہم تو مانیں گے وہی جس میں ہو مطلب کا نشان
باقی سب لغو ہے اور فضول حدیث اور قرآن

(العیاذ باللہ)

اس سوال کے جواب میں مرزا صاحب نے اسی ملحدانہ عقیدہ پر اصرار کیا اور انہیں آیات اور احادیث کو پیش کیا جو مختار مدعا علیہ نے اپنے بیان اور بحث میں پیش کی ہیں جن کا جواب بقدر ضرورت ہم دے چکے ہیں اور مرزا

صاحب اور مختار صاحب کے مغالطوں اور استدلال کی کیفیت واضح ہو چکی ہے بہر حال مرزا صاحب نے اپنا وہی عقیدہ قائم رکھا اور تحریف معنوی قرآن شریف میں کر کے بزعم خود اس کو ثابت کیا اور نصوص محکمہ قطعیہ قرآن و حدیث کی تحریف کر کے بہت بڑے الحاد کا دروازہ کھول دیا اس پر یہ ستم ظریفی دیکھئے کہ یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ ہم سب کچھ مانتے ہیں حشر اجساد مانتے ہیں یوم الحساب مانتے ہیں یہ مانتے ہیں وہ مانتے ہیں صدق اللہ تعالیٰ و من الناس من یقول امنا باللہ و بالیوم الاخر وما ھم بمؤمنین یخدعون اللہ والذین آمنوا الآیۃ اسی طرح مرزا صاحب سب کچھ مانتے ہیں اور درحقیقت کچھ بھی نہیں مانتے لفظ مسلم لیکن معنی و مفہوم کا انکار جب کسی چیز کے لوازم کا انکار صاف صاف ہو تو ملزوم کا انکار خود بخود ہو جائے گا بھلا جب حشر اجساد ہو گا تو اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے اس کے لوازم کیا ہیں؟ کیا اس کے سوا کوئی صورت متصور ہو سکتی ہے کہ انسان جہاں ہوں جس حالت میں ہوں درندہ کھا گیا ہو جل کر راکھ ہو گیا ہو دریا میں ڈوب مرا ہو اس کے ذرات ہوا میں ہوں مٹی کی قبر میں ہوں چونے کی قبر میں ہوں۔ "کما بدأنا اول خلق نعیدہ" کے ارشاد خداوندی کے ماتحت نفخہ ثانیہ کے وقت کھڑے ہو جائیں گے جیسا کہ ارشاد حق سبحانہ ہے ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون (زمر) پھر جراد منتشر کی طرح پکارنے والے کی آواز پر محشر کی طرف روانہ ہوں جیسا کہ ارشاد ہے یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر مھطعین الی الداع یقول الکافرون ھذا یوم عسر (قمر) و اشرقت الارض بنور ربھا ووضع الکتاب وجیٓء بالنبیین و الشھدآء وقضی بینھم بالحق و وفیت کل نفس ماکسبت وھم لا یظلمون وسیق الذین کفروا الی جھنم زمرا الایات (زمر) و نفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون الایات (یٰسین) وعرضوا علی ربک صفا لقد جئتمونا کما خلقناکم اول مرۃ بل زعمتم ان لن نجعل لکم موعدا ووضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ ویقولون یاویلتنا مال ھذا الکتاب لایغادر صغیرۃ ولاکبیرۃ الااحصاھا ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احدا (کہف) سینکڑوں آیات قرآن مجید کا مقتضی بغیر اس کے کیونکر پورا ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے اپنے مقام قبروں سے نکل کر میدان حساب میں رب العالمین کے حضور میں پیش ہوں لیکن مرزا صاحب کسی کو دوزخ اور بہشت سے نکلنے نہیں دیتے بلکہ ان تمام واقعات یوم الحساب کو یہ کہہ کر ختم کر دیتے ہیں کہ جنتیوں پر جنت میں ہی رحم کی تجلی اور دوزخیوں پر دوزخ میں قہری تجلی ہو کر قصہ ختم ہو جائے گا عرش رب العالمین کا آنا وجاء ربک والملک صفا صفاء وعرضوا علی ربک صفا ط۔ بلا ترجمان حساب ہونا وغیرہ مسلمات عقیدہ اسلام یہ سب یہودیت الغرض مرزا صاحب تمام لوازم بعث و حشر و نشر وغیرہ واقعات مسلمہ قطعیہ کے منکر اور اپنے ملحدانہ عقیدہ پر جس سے قرآن کریم کے اکثر حصہ اور بے شمار احادیث صحیح مسلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے قطعاً

اسلام سے خارج ہیں اور تاویلات رکیکہ باطلہ جو سراسر تحریف ہیں ان کو اس کفر سے پناہ نہیں دے سکتیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب عملی طور پر صاف صاف انکار کرتے ہیں اور قرآن شریف کی تکذیب کرتے ہیں اور اپنی زبان حال سے بھی کہتے ہیں۔

ہم تو مانیں گے وہی جس میں ہو مطلب کا نشان
باقی سب لغو ہے اور فضول حدیث اور قرآن
(العیاذ باللہ)

نفخ صور

مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا گیا تھا کہ وہ نفخ صور کے منکر ہیں اور قرآن میں جو نفخ صور کا ذکر ہے اس سے مسیح موعود مراد لیتے ہیں مختار مدعا علیہ نے جواب میں کہا ہے کہ مرزا صاحب نے نفخ صور کا انکار نہیں کیا بلکہ معنی متعارف اہل اسلام وہ نفخ صور کے قائل ہیں اور اس پر دو حوالے شہادۃ القرآن سے پیش کئے ایک صفحہ ۲۵ سے جس میں مرزا صاحب نے سورۃ زمر کی آیت ونفخ فی الصور فصعق من فی السموٰت ومن فی الارض الا ما شاء اللہ (قرآن میں من شاء اللہ ہے ما شاء اللہ نہیں) ثم نفخ فیہ اخری فاذاھم قیام ینظرون کے ماتحت نفخ صور کی دو قسمیں نفخ اضلال و نفخ ہدایت قرار دی ہیں اس جگہ مرزا صاحب نے دو باتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ یہ آیتیں ذوی الوجوہ ہیں دوسرے یہ کہ مسیح موعود کو کلام الٰہی میں نفخ صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے۔ مختار مدعا علیہ کی یہ غرض ہے کہ مرزا صاحب نے جو ان آیتوں کو ذوی الوجوہ قرار دے کر دونوں عالم سے متعلق کیا ہے تو اس میں نفخ صور معنی متعارف کا جس سے قیامت واقع ہو گی اقرار ہو گیا تو گویا نفخ صور سے ایک ہی کلام میں بیک وقت دو معنی مراد ہوئے حقیقی نفخ صور اور مجازی نفخ صور یعنی مسیح موعود لیکن یہ بات عربیت کے رو سے ممنوع ہے کہ ایک کلام کے بیک وقت حقیقی اور مجازی معنی معاً مراد لیے جائیں نیز مرزا صاحب کا ذوی الوجوہ کہنا بھی ذوی الوجوہ ہے اسی کتاب شہادۃ القرآن کے صفحہ ۱۶ کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اغلباً مرزا صاحب کی یہ غرض ہے کہ ان آیتوں کا ایک حصہ تو اس عالم سے متعلق ہے جس میں نفخ صور کا ذکر ہے اور اس سے مراد مسیح موعود ہے اور اس بات کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ مرزا صاحب نے اسی جگہ کہا ہے کہ مسیح موعود کو کلام الٰہی میں نفخ صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے یہاں علی العموم کلام الٰہی میں نفخ صور کو مسیح موعود کے لیے استعارہ قرار دیا گیا ہے یہ نہیں کہا کہ فلاں آیت میں استعارہ اور فلاں میں حقیقی معنی نفخ صور مزید براں یہ کہ نفخ صور کی صرف دو قسمیں اسی مقام پہ بیان کی ہیں۔

(۱) نفخ اضلال۔

(۲) اور نفخ ہدایت نفخ صور متعارف اسلامی کا نام تک نہیں لیا اگر مرزا صاحب اس کے قائل ہوتے تو لازم تھا کہ جب

انھوں نے نفخ صور سے مراد نفخ اضلال اور نفخ ہدایت کی تفصیل کی تھی جو اس عالم سے متعلق ہے تو نفخ صور جو اس عالم سے متعلق تھا اس کا بھی بیان کر دیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں کے ذوی الوجوہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان کا بعض حصہ نفخ صور وغیرہ کا تو اس عالم سے تعلق رکھتا ہے اور بعض دوسرا آخرت سے کیونکہ وہ کسی طور پر اس عالم پر منطبق نہیں ہو سکتا وہ حصہ یہ ہے و وضع الکتاب وجیئ بالنبیین والشھداء وقضی بینھم بالحق ووفیت کل نفس ما کسبت وھم لایظلمون وسیق الذین کفروا الی جھنم الآیات (زمر)
چنانچہ یہی بات مرزا صاحب نے حاشیہ صفحہ ۱۶ میں آیت ونفخ فی الصور فجمعناھم جمعًا وعرضنا جھنم یومئذ للکافرین عرضا الذین کانت اعینھم فی غطاء عن ذکری وکانوا لایستطیعون سمعا ۔ کے متعلق لکھی ہے ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۱۶ شہادۃ القرآن "ان آیات میں کسی کم تجربہ آدمی کو یہ شبہ نہ گذرا الی ۔ بلکہ قیامت کو ہوگا"۔

دوسرا حوالہ مرزا صاحب کو نفخ صور کا قائل ثابت کرنے کے لیے شہادت القرآن صفحہ ۴۶ سے پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے "کیونکہ نفخ صور جسمانی احیاء اور اماتت تک محدود نہیں ہے بلکہ روحانی احیاء اور اماتت بھی نفخ صور کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے" مختار مدعا علیہ نے اس سے یہ سمجھا ہے کہ مرزا صاحب نے جسمانی احیاء واماتت کو نفخ صور کے ذریعہ سے چونکہ مان لیا ہے لہذا نفخ صور بمعنی متعارف اسلام کا اقرار ہوگیا لیکن اس میں بھی اس امر کی کوئی تصریح نہیں کی گئی کہ احیاء اور اماتت اخروی بھی نفخ صور سے ہوگی احیاء واماتت جسمانی تو دنیا میں بھی ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا بحث تو اخروی احیاء اماتت میں ہے جس کی کوئی تصریح مرزا صاحب سے نہیں منقول ہوئی برخلاف اس کے انکار منصوص ہے اسی صفحہ پر چند سطر اس سے پہلے لکھتے ہیں "نفخ صور سے مراد قیامت نہیں ہے"۔ اور عبارت محولہ مختار مدعا علیہ سے اگلی سطر میں لکھتے ہیں "اور جیسا قرآن میں نفخ سے کسی مجدد کا بھیجنا مراد ہے" اس طرح صفحہ ۲۵ میں ہے "بارہویں علامت مسیح موعود کا پیدا ہونا جس کو کلام الٰہی میں نفخ صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے" ان حوالوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نفخ صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود یا مجدد ہی مراد لیتے ہیں لیکن نفخ صور کے معنی متعارف کی کسی جگہ تصریح نہیں کرتے ۔

مختار مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے۔ کہ ونفخ فی الصور فجمعناھم جمعًا ۔ الآیات میں مرزا صاحب نے مسیح موعود مراد لیا ہے ۔ اور تسلیم کر لیا ہے کہ بلحاظ سباق وسیاق یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے لیکن ہم نے مذکورہ بالا حوالوں سے دکھا دیا ہے کہ مرزا صاحب علی العموم نفخ صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود بتلاتے ہیں اس آیت میں تو وہ بھی مان گئے کہ قیامت کا نفخ صور مراد نہیں وجہ یہ بیان کی کہ سیاق وسباق قیامت مراد لینے سے مانع ہے مگر یہ سراسر غلط ہے بلکہ سباق آیت نفخ صور اخروی کو متعین کر رہا ہے ملاحظہ ہو ونفخ فی الصور فجمعناھم جمعًا وعرضنا ھم جھنم یومئذ للکافرین عرضا الذین کانت اعینھم فی غطاء

عن ذکری وکانوا لا یستطیعون سمعاً۔ یعنی صور پھونکا جائے گا اور ہم لوگوں کو اکٹھا کریں گے اور اس دن (یعنی قرنا پھونک کر اکٹھا کرنے کے دن) جہنم کو کافروں کے سامنے کریں گے الخ پس یہ نص قطعی ہے کہ اس جگہ نفخ صور سے مراد قیامت کا آنا ہے نہ مسیح موعود وغیرہ۔

توہین انبیاء

آنچہ داداست ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

مرزا صاحب کی تعلّی اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ ان کی نظر میں ہر انسان دنیا کا ان کو اپنے سے نیچے نظر آتا ہے تفاخر ذاتی کے کلمات ان سے ایسے سرزد ہوتے ہیں کہ انبیاء اولی العزم پر اپنے آپ کو برتر قرار دیتے ہیں شوخی اور گستاخی اس قدر ہے کہ انبیاء کی توہین کو مستلزم ہے۔ یہ اشعار جو مختار مدعیہ کی طرف سے بیانوں اور بحث میں پیش کئے گئے اگر ان کو تاویل و تخصیص سے الگ کر کے خالی الذہن ہو کر یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو ایک منصف انسان یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو برتر ثابت کر رہے ہیں اور دوسرے انبیاء کی توہین اور استخفاف ہو رہا ہے مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے اس شعر کا یہ مطلب بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب ہر ایک نبی کے جام کے حصول کے مدعی ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں تو گویا مرزا صاحب تمام کمالات انبیاء علیہم السلام کے جامع ہوئے اس سے تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہوئی۔

مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو اپنی معرفت کا جام پلایا بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی پلایا اس میں نہ افضلیت کا ادعا ہے نہ دوسرے انبیاء کی توہین و استخفاف اگر ان کو ادعا افضلیت ہوتا تو یہ کیوں کہتے کہ۔

؎ انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

یعنی میں عرفان میں کسی نبی سے کم نہیں بلکہ یوں کہتے کہ میں ان سے بہت بڑھا ہوا ہوں نیز یہ بھی نہ کہتے کہ۔

؎ وارث مصطفیٰ شدم بیقین
شدہ رنگین برنگ یار حسین

اور اسی نظم میں یہ کیوں فرماتے۔

؎ لیک آئینہ ام ز رب غنی
از پئے صورت مہ مدنی

شدہ مطلب شعر کے الفاظ کے عموم کو ملحوظ رکھ کر دیکھنا چاہیئے دوسرے شعر جو مختار مدعا علیہ نے بیان کیے ہیں وہ شعر کی شرح نہیں ہیں اور نہ کسی کو تخصیص کا کوئی حق حاصل ہے۔ لہذا اگر ان کو اس کی شرح بھی قرار دیا جائے تو بھی ان فائدہ نہیں اصل شعر کا مفہوم کیا ہے۔

اس شعر میں الفاظ۔ آنچہ۔ ہر نبی۔ اور جام۔ تمام۔ قابل غور ہیں یہ سب الفاظ عموم اور استغراق پر دلالت کرتے ہیں۔ جام سے کیا مراد ہے ظاہر ہے کہ اس سے مراد انعامات حق سبحانہ ہیں آنچہ کا لفظ عام ہے اور ہر نبی تمام انبیاء کو شامل تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو انعام کسی نبی کو بخشا وہ سب مجھ کو بھی بخشے آدم علیہ السلام کو عرفان و نبوت کا انعام دیا نوح علیہ السلام کو جو کچھ بخشا وہ بھی مجھے بخشا ابراہیم کو مزید برآں خلت کا انعام بخشا وہ بھی مجھے دیا گیا موسیٰ علیہ السلام پر نبوت تشریعی کا اور کلیم اللہ ہونے کا انعام ملا تو وہ مجھے ملا علی ہذا القیاس تمام انبیاء علیہم السلام حتی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت تشریعی ابدی ناسخ جمیع شرائع سابقہ اور ختم نبوت کا انعام بخشا گیا وہ بھی سب مجھ کو دیا گیا ان کمالات اور انعامات کے ماسوا مرزا صاحب کو کچھ ذاتی کمالات اور انعامات بھی عطا کیے گئے جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو میسر نہ ہوئے اور نہ کسی نبی کو وہ انعام دیکھو تو جو مختار مدعا علیہ نے چشمہ معرفت صفحہ ۸۲ و ۸۳ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکمیل اشاعت کے سامان نہ دیے گئے اور مرزا صاحب کو وہ بھی حاصل ہو گئے تو مرزا صاحب چونکہ بقول خود جامع جمیع کمالات انبیاء مع اپنے کمالات خاصہ کے ہیں لہذا وہ بحکم قاعدہ الکل اعظم من الجزء سب سے افضل برتر اور اعلیٰ ہوئے یہی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس شعر کے ؎

زندہ شد ہر نبی بہ آمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

ہر رسول کا لفظ تمام رسولوں کو شامل ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں داخل ہیں مرزا صاحب کا پیرہن اتنا وسیع ہے کہ تمام رسول اس کے اندر سما جاتے ہیں اور وہ سب کو محیط ہے ظاہر ہے کہ محیط محاط سے بڑا ہوتا ہے اور یہی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس الہام کے کہ آسمان سے بہت تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا جس کی مختار مدعا علیہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہاں اولیاء امت کے تخت مراد ہیں لیکن مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی اس تاویل سے سخت توہین کی ہے کیونکہ اس نے مرزا صاحب کو مقام نبوت سے گرا دیا اور مقام ولایت میں ان کے لیے تخت بچھایا اگر وہ نبی ہیں تو ان کا تخت مقام نبوت میں ہوگا اور سب سے اونچا اور اگر وہ نبی نہیں ہیں دعویٰ نبوت باطل اور افتراء ہے تو مقام ولایت میں بھی جگہ نہیں مل سکتی پھر مقام دجالین میں وہ تخت بچھایا جائے گا اور سب سے اونچا۔

مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ اشعار میں تمام انبیاء کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ ہے اور۔

ے
لیک آئینہ ام زرب غنی
از پئے صورت مہ مدنی

میں آنحضرت صلی اللہ سے برابری کا ادعا، اس کی تفصیل آئندہ آئے گی ان شآء اللہ تعالیٰ۔

ے
آدمم نیز احمد مختار　　　در برم جامہ ہمہ ابرار

اس شعر میں انبیار کا اول و آخر بیان کرکے تمام انبیار کے صفات و کمالات کا مجموعہ ہونے کا نعرہ لگایا گیا ہے۔ جامہ ہمہ ابرار سے ظاہر کے کپڑے تو مراد نہیں ہوسکتے صفات و کمالات ہی مراد ہوں گے گویا مرزا صاحب تمام انبیاء کے کمالات کو بغل میں دبائے پھرتے ہیں اسی طرح جس طرح سو حسین رضی اللہ عنہ گریبان میں۔

ے
کربلا ہست سیر ہر آنم　　　صد حسین است درگریبانم

الغرض یہ شعر بھی تقریباً انہیں اشعار سابقہ کی طرح ہے اور اس پر وہی کلام ہے جو ان پر تھا۔

ے
زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

کے جواب کی نسبت مختار مدعا علیہ نے بیان گواہ نمبر ا کا حوالہ دیا ہے خلاصہ جواب جو بیان میں ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے ہر نبی اس وجہ سے زندہ ہوگیا کہ اس الحاد اور دہریت کے زمانہ میں اکثر لوگوں نے انبیاء کی نبوتوں کا انکار کر دیا تھا اور انبیاء کو مکار فریبی اور دعویٰ میں جھوٹا جانتے تھے اور جو لوگ انبیار کی وحی اور نبوت کے قائل تھے ان سے استہزار اور ہنسی کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پھر وحی کا ثبوت دیا اور بتا دیا کہ جس طرح میں اس بندہ سے مکالمہ کرتا ہوں اور یہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اسی طرح پہلے انبیاء بھی صادق تھے پس مرزا صاحب کا سچا ہونا گویا ان تمام انبیاء کا صادق ہونا ہے گواہ نے کہا ہے کہ اس شعر میں مرزا صاحب نے اس لطیف مضمون کو ادا کیا ہے۔

لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ حسب زعم مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کا یہ لطیف مضمون واقعہ کے مطابق ہے یا مخالف و برعکس کیا مرزا صاحب کی نبوت کے دلائل و نشانات ایسے ہیں جن سے نبوت کا وقار جو کھویا جا چکا تھا از سرنو قائم ہو جائے کیا منکرین نبوت انبیار اور مستہزئین مرزا صاحب کے معجزات کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے کیا دہریت الحاد اور لامذہبی دنیا میں سے اٹھ گئی ہے کیا مرزا صاحب کی نبوت کی روشنی نے منکرین کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے اور معاملہ بالکل برعکس ہے اور تمام مفاسد مذکورہ آگے سے بہت بڑھ گئے ہیں الحاد و دہریت اور لامذہبی کی وبا عام پھیل گئی جو یورپ سے بڑھ کر ہندوستان میں مذہب پر حملہ آور ہو رہی ہے اسی طرح دیگر ممالک میں دن بدن

لامذہبی کا مرض پھیل رہا ہے روس نے قانونی طور پر مذہب کو ملک بدر کر دیا ہے۔ مذہبیت اور بہیمیت ملکی قانون ہو گیا ہے تو ان واقعات کی موجودگی میں یہ کتنی فضول اور بیہودہ لاف زنی ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے تمام انبیاء کی صداقت کے دلائل پیدا ہو گئے بلکہ حق یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے کئی ایسے دلوں سے بھی احترام نبوت اٹھ گیا ہے جو نبوت کو ایک جلیل القدر منصب خداوندی جانتے تھے اور اکثر غیر مسلم بھی ایسے تھے جن کے دل پر اسلام کا اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب تقدس اور وقار تھا لیکن مرزا صاحب نے آکر وہ سب دور کر دیا مرزا صاحب نے اعجاز و معجزات کے بلند بانگ دعاوی کئے ہندوؤں عیسائیوں کو اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے بڑی تحدی سے پیشگوئیاں کیں کیونکہ لے دیکر بھی آپ کے پاس سرمایہ اعجاز تھا لیکن وہ جھوٹی نکلیں تو مرزا صاحب نے لایعنی تاویلوں اور عذرات لنگ سے ان کی مرمت کرنی چاہی لیکن ہندو مسلمان عیسائی سب نے مرزا صاحب کو ان معجزات میں جھوٹا جانا یہاں تک کہ مرزا صاحب کی بدولت آریوں اور عیسائیوں نے اسلام کا مضحکہ اڑایا مسٹر عبداللہ آتھم کی پیشگوئی اس کی زندہ مثال ہے محمدی بیگم کی پیشگوئی مرزا صاحب کے معجزات کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کا اور مرزا صاحب کا الہامی جنگ اور مرزا صاحب کی ہلاکت کیا نبوت کی عظمت کو قائم کرنیوالا ہے اگر مرزا صاحب نبی تسلیم کر لیے جائیں، نہیں ہرگز نہیں پس اگر مرزا صاحب ہی انبیاء کے محی اور ممیت ہیں تو پھر موت ہی متیقن ہے نہ حیات اس صورت میں مرزا صاحب کے لیے یہ کہنا ہی موزون ہو گا مردہ شد ہر نبی با آمدنم ۔ (العیاذ باللہ)

یہ تاویل اور مضمون لطیف سراسر باطل ہے اور اصل بات وہی ہے جو اوپر بیان کر چکے کہ مرزا صاحب نے اس شعر اور اس کے ہم مثل اور اشعار میں انبیاء سے افضل اور برتر ہونے کا دعویٰ اور انبیاء کی تحقیر اور توہین کی ہے۔

ے
روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

مختار مدعا علیہ نے اس شعر کا یہ مطلب بیان کیا کہ مرزا صاحب کی مراد اس سے صرف یہ ہے کہ وہ شخص جس کا آخری زمانہ میں آنا مقدر تھا اور جس کی آمد پر تکمیل اشاعت اسلام موقوف تھی وہ میں ہوں اور میرے آنے سے وہ بات پوری ہو گئی یہ بھی کہا ہے کہ روضۂ آدم سے مراد نسل انسانی ہے اور مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کے ذریعہ سے دنیا کی تمام قومیں دین اسلام کو قبول کر لیں گی اس شعر کا یہ مطلب جو بیان کیا گیا ہے شعر کے الفاظ سے تو سمجھا نہیں جاتا کیونکہ نہ اس میں اسلام کا نام نہ اشاعت و تکمیل کا ذکر۔ روضۂ آدم سے نسل انسانی مراد ہے جس کو مختار مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے افراد انسانی اس باغ کے درخت مرزا صاحب بھی اس باغ کے درخت اور زید عمر بکر مسلم غیر مسلم سعید شقی بھی مرزا صاحب کی طرح اس باغ کے درخت جو اپنے اپنے وقت پر اس باغ میں پیدا ہو رہے ہیں مرزا صاحب کے وقت بھی پہلے بھی اور بعد بھی۔

پہلے مصرعہ کے معنی تو صاف ہیں ہر ایک فرد انسانی نسل انسانی کے باغ میں اضافہ کر کے تکمیل کر رہا ہے لیکن دوسرے مصرعہ کا مطلب صاف نہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے وہ باغ بجملہ برگ و بار مکمل ہو گیا کیا اب کوئی انسان پیدا نہ ہو گا اور نسل انسانی منقطع ہو گئی اور آپ آخری انسان ہیں یہ بات تو بداہتہً باطل ہے لہذا اس کی تخصیص ضروری ٹھہری تاکہ مطلب شعر کا بن سکے اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب باغ انسانی کی خاص قسم کے مکمل اور آخری درخت ہیں جو اشرف اور اعلیٰ قسم ہے اور چونکہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں لہذا وہ قسم بھی معین ہو گئی اب اس شعر کے وہ معنی ہوئے جو صحیح حدیث میں قصر نبوت کی مثال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں ختمت بی البنیان وختم بالنبیون میرے ساتھ عمارت ختم ہو گئی اور نبی میرے ساتھ ختم ہو گئے لیکن مرزا صاحب کے نزدیک یہ حدیث غلط کیونکہ مرزا صاحب کے ادعا کے مطابق باغ نبوت کے آخری درخت اور مکمل مرزا صاحب ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی ظاہر ہے کہ افضلیت اس آخریت کے لوازم میں سے ہے جو آخر ہو گا وہ افضل بھی ضرور ہو گا اس طرح پر مرزا صاحب بزعم خود افضل النبیین اور خاتم النبیین بنے۔ العیاذ باللہ

ے

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

مدعا علیہ کے مختار صاحب کہتے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنا مقام بیان کیا ہے کہ میں بروزی طور مسیح موسیٰ اور محمد و احمد ہوں کسی نبی کی توہین نہیں ہے اس کا جواب ان شاء اللہ آئندہ آئے گا ے آدم نیز احمد مختار الخ کا جواب بھی اوپر ہو چکا ہے ے نیز میں کبھی آدم کبھی موسیٰ الخ کا جواب بھی ضمناً آگیا۔

ادعاء عینیت

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ گواہان نے مدعیہ نے مرزا صاحب پر یہ الزام لگا تھا کہ مرزا صاحب نے عین محمد ہونے کا دعویٰ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور گواہان مدعا علیہ نے جواب دیا تھا کہ مرزا صاحب نے جسمانی طور سے محمد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ بلحاظ روحانیت کے مرزا صاحب کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے علیحدہ نہیں ہے جیسا کہ عبارت ایک غلطی کا ازالہ سے ظاہر ہے۔

پھر کہا ہے کہ مختار مدعیہ کہ وہ اعتراض جو اس نے اتحاد کی بناء پر کیا ہے (کہ اگر ایک روح تھی تو تناسخ لازم آیا ورنہ نہیں تو مرزا صاحب کی روح اگر نبی تھی تو ختم نبوت ٹوٹ گئی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نبی نہ تھی مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہ ہوئی) ہمارے جواب پر وارد نہیں ہو سکتا اس لیے میں گواہان مدعا علیہ کے جواب کی طرح اشارہ کر دینے پر اکتفا کرتا ہوں۔

اتحاد روحانیت کے دعوے پر جو اعتراض مختار مدعیہ کی طرف سے کیا گیا ہے وہ اٹل ہے اور لاجواب گواہان مدعا علیہ کا بیان ان کا جواب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی جواب البحث میں کوئی جواب مختار مدعا علیہ نے دیا ہے بلکہ بیان کا حوالہ دیکر پہلو تہی کی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ مرزا صاحب نے عین محمدؐ کے الفاظ اپنے لیے نہیں فرمائے۔ صرف یہ کہا ہے کہ مجھے بروزی طور پر محمدؐ اور احمد کا نام دیا گیا۔ یہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان استاد و شاگرد کی نسبت ہے اور ظل اور اصل کی۔

پھر تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱ کی عبارت کا حوالہ دیا ہے جو گواہ مدعا علیہا کے بیان مطبوعہ کے صفحہ ۱۱۵ پر ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خُلق اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام اور احمد اس کو عطا کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا۔"

اس کے بعد کہا ہے (جواب البحث میں) پس حضرت مسیح موعود نے حقیقی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا جو آج سے چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔

اس پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مرزا صاحب وہ حقیقی محمدؐ نہیں جو آج سے بقول مختار مدعا علیہ چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے اور وہ محض بروزی اور نام نہاد محمد و احمد تھے تو جس غرض کے لیے یہ ہیر پھیر اور دعاوی بے دلیل کئے تھے وہ باطل ہوگئے کیونکہ مرزا صاحب کا الگ وجود ہوا اور ختم نبوت ٹوٹ گئی کیونکہ یہ مہر تو ٹوٹنے سے اسی صورت میں محفوظ رہ سکتی ہے کہ کوئی غیر نبی نہ ہو اور محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ اسی صورت میں ممکن اور متصور ہے کہ مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں عینیت اور اتحاد ہو اور دوئی کا شائبہ نہ رہ جائے۔ تو بہرحال یا مہر ٹوٹ جائے گی یا عینیت محض ہوگی یا مرزا صاحب نبی نہ ہوں گے۔ اور یہ تینوں باتیں ناممکن اور مختار مدعا علیہ کے نزدیک محال ہیں دو تو اس کے مذہب کے نزدیک محال تیسری عینیت کا اس کو انکار۔

لیکن اب ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مذہب کو بیان کرنے میں دیانت کو ملحوظ نہیں رکھا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے ادعاء عینیت سے جو توہین و کفر اور استحالہ لازم ہوتا ہے اس کے خطرات کو وہ برداشت نہیں کر سکتا اور ان کے جواب سے سبکدوش ہونا درحقیقت ناممکن ہے اور بغیر اثبات عینیت دونوں چیزیں یعنی مرزا صاحب کی نبوت اور حفاظت مہر نبوت ممکن نہیں اسی لیے مرزا صاحب نے اثبات عینیت کے لیے (جو درحقیقت بداہت عقلی اور شرعی سے باطل ہے) بڑے بڑے فضول ادعار کئے ہیں اور کفر پر کفر کا ارتکاب کرتے چلے گئے ہیں جن کو مختار مدعا علیہ نے بھی انکار کر کے ملیا میٹ کر دیا ہے۔

مرزا صاحب کی تصریحات عینیت

(۱) کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں (تا) مجھے آنحضرتؐ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔

(تقطیع کلاں "ایک غلطی کا ازالہ" صفحہ ۵)

(۲) اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں .... کیونکہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات نبوت میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے نبوت کا

دعویٰ کیا (بحوالہ صدر)

(۳) لیکن آنحضرت کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کے نام کا وارث اس کے خلق کا وارث اس کے علم کا وارث اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا۔

(بحوالہ صدر)

(۴) کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنی اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لیے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔

(بحوالہ صدر)

(۵) تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنی اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بروزی طور پر محمدؐ اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے اسی طرح بروزی طور نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی کیونکہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔

(بحوالہ صدر)

(۶) غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶)

(۷) اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے .... اور چونکہ وہ بروزی محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں .... ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لیے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔

(بحوالہ صدر)

(۸) مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔

(بحوالہ صدر)

(۹) اب اس تمام تحریر سے مطلب یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے

یہ الزام لگاتا ہے جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں بلکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(بحوالہ عدد)

یہ اقتباسات بالا صرف ایک غلطی کے ازالہ کے ہیں اب دو ایک اقتباس خطبہ الہامیہ کے ملاحظہ ہوں۔

(۱) وانزل علی فیض ھذا الرسول فاتمه واکمله وجذب الی لطفه وجوده حتی صار وجودی وجوده۔۔۔۔۔۔۔۔ ومن فرق بینی وبین المصطفی فما عرفنی وما رای۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس رسول کریم کا فیض مجھ پر نازل فرمایا پس اس کو پورا پورا اور کامل بنایا اور میری طرف اس نبی کریم کے لطف اور جود کو یہاں تک کھینچا کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا پس جو میری جماعت میں داخل ہوتا ہے وہ سیدی خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہو گیا پس جو شخص مجھ میں مصطفےٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے دسطر اخیر سوا لفظ پس کے مرزا صاحب کا اپنا ترجمہ ہے مرزا صاحب نے پس کی جگہ اور لکھا ہے لہٰذا اور ہی سمجھا جائے۔

اقتباسات مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ مرزا صاحب اپنے وجود کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیتے ہیں غلام احمد جو مورد بروز ہے وہ بحکم نفی ہیں اور معدوم ہے "میرا نفس درمیان نہیں بلکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے" غلام احمد بحیثیت غلام احمد نہ رسول ہے نہ نبی لیکن غلام احمد چونکہ محمد مصطفےٰ خاتم الانبیا اور جامع جمیع کمالات محمدیہ معہ نام اور روحانیت اور منصب نبوت کے ہے اس حیثیت سے وہ نبی اللہ اور رسول اللہ ہے لہٰذا محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہی نہ کسی اور کے پاس اگر محمد قدنی محمد مدنی نہ ہوتا کوئی اور الگ انسان ہوتا تو مہر خاتم النبیین کی ٹوٹ جاتی جس کا ٹوٹنا ناممکن ہے ملاحظہ ہو اقتباس ۱۵ لیکن یہاں تو یہ معاملہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آ کر اپنی نبوت اور جملہ کمالات کا اظہار کیا ہے لہٰذا مہر خاتم النبیین بھی محفوظ رہی اور محمد قدنی نبی بھی ہو گئے کیونکہ وہ محمد مدنی ہی ہیں نہ کوئی اور الگ انسان۔ (نعوذ باللہ من ذلك سبحانه هذا بهتان عظیم)

میں نے کسی قدر ترجمانی مرزا صاحب کے خیال کی کر دی اگر بوجہ عدم گنجائش وقت پوری نہیں کر سکا لیکن اس سے ظاہر ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ نے کس قدر اخفاء سے کام لیا اور یہ کہہ دیا کہ مرزا صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ مجھے بروزی طور پر محمد و احمد کا نام دیا گیا ہے اور مرزا صاحب کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استادی و شاگردی کی ہے لیکن اقتباسات بالا سے ظاہر ہو گیا کہ یہ سراسر خیانت اور کتمان واقعہ ہے۔

مرزا صاحب کی سیرت و سوانح عمری دنیا کے سامنے ہے آپ کے افعال معاملات معتقدات معجزات آپ کی کتابوں سے عیاں آنجناب نے کنجروں کا مال لے کر کھایا اور اس کو حلال بتایا ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ان جملہ امور کے باوجود آپ محمد مصطفےٰ ہیں اور آپ کے خلق روحانیت تام اور تمام کمالات کے جامع فالی اللہ المشتکی اگر کوئی سیاہ فام بدصورت کریہہ المنظر حبشی یہ کہے کہ میں حسن یوسفی رکھتا ہوں اور میں اور یوسف علیہ السلام حسن میں برابر ہیں تو تب بھی اتنی توہین بلحاظ حسن کے یوسف علیہ السلام کی نہیں ہوسکتی جتنی اس حسن مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی قادیاں سے کی گئی ہے خیر اب ہم صبر کرتے ہوئے یہ شعر پڑھ کر گذارش کرتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کو یہ معاملہ بغور دیکھنا چاہیئے۔

ے وما انتفاع اخی الدنیا بناظرہ　　اذا استوت عندہ الانوار والظلم

یعنی کسی انسان کو نور اور اندھیرے جب یکساں نظر آئیں تو اس کو آنکھ سے کیا فائدہ ۔

یہاں تک تو مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسری اور عینیت کی بحث تھی ابھی مرزا صاحب کے ارتقاء کی دو منزلیں باقی ہیں جو اس مضمون "سید الانبیاء اور مرزا صاحب" کے متعلق ہیں لیکن قبل اس کے کہ میں ان کو ذکر میں لاؤں ایک ضروری نتیجہ ان اقتباسات کا بیان کرتا ہوں جس کو اس مقدمہ سے بنیادی تعلق ہے یعنی مسئلہ ختم نبوت اور آیت خاتم النبیین کی تفسیر مرزا صاحب نے ان اقتباسات میں جو "ایک غلطی کے ازالہ" سے پیش کیے ہیں متعدد جگہ یہ تسلیم کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہی کوئی الگ انسان دعوئی نبوت کرے تو مہر ٹوٹ جاتی اقتباس ۶ میں زیادہ واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر خاتم النبیین کی مہر لگ چکی ہے اس کا ٹوٹنا ناممکن ہے نہ ٹوٹنے کی صرف یہ صورت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی طور پر تشریف لاکر اپنی نبوت کا اظہار کریں ۔ ان اقتباسات کے ماسوا اس اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں اور بھی کئی جگہ یہ مضمون ہے کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹنی محال ہے جس سے واضح اور صریح طور پر ثابت ہو گیا کہ لفظ خاتم النبیین کے معنی مرزا صاحب کے نزدیک یہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اس سے ختم نبوت اور اجرائے نبوت کی بحث کا تو فیصلہ ہو گیا۔ فللہ الحمد ۔

باقی رہی یہ بات کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی طور پر خود تشریف لاکر اپنی نبوت کا اظہار فرماویں جیسا کہ بزعم مرزا صاحب قادیاں میں تشریف لاکر آپ نے اپنی نبوت کا اظہار فرمایا ہے تو مہر نہیں ٹوٹتی یہ ایک الگ بحث ہے جس کے مرزا صاحب مدعی ہیں اور ہمیں اس کا اسی طرح انکار ہے جیسا کہ مسئلہ تثلیث نصاریٰ اور تناسخ ہنود کا یہ مسئلہ عقلاً و شرعاً باطل ہے اور تثلیث کے گورکھ دھندے سے کسی طرح کم نہیں ہماری طرف سے اس کا یہی جواب ہے

ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطن ان الحکم

الا للہ امر

الا تعبدوا الا ایاہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون ۔ (یوسف، آیت ۴۰)

جائے عبرت ہے کہ ایک وہ وقت تھا کہ مرزا صاحب کہتے تھے کہ آنحضرت کا بلحاظ فطرت جیسا کہ ارفع مقام ہے ایسا ہی خارجی طور پر بھی ارفع و اعلیٰ مرتبہ وحی اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا آپ کو عطا ہوا یہ وہ مقام ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے (ملاحظہ ہو توضیح المرام صفحہ ۱۲ و ۱۳ ایڈیشن دوم تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے (الی) وحدت تامہ ہے۔

لیکن اب آپ محمد مصطفیٰ اور جامع جمیع کمالات محمدیہ مع نبوت ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں لیکن ابھی بس نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے اپنی روحانیت کو اکمل اور برتر ثابت کر رہے ہیں ۔

(العیاذ باللہ)

تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء اور محمد مصطفیٰ ہونے کا تو اوپر مذکور ہو چکا ہے خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو دفعہ مبعوث ہوئے ہیں ایک دفعہ الف خامس یعنی پانچویں ہزار میں دوسری دفعہ الف سادس کے اخیر میں یعنی چھٹے ہزار میں مسیح موعود یعنی مرزا صاحب کے وجود میں۔ لیکن پانچویں ہزار میں آپ کی روحانیت کامل نہ تھی بلکہ کمالات کی سیڑھیوں پر پہلا قدم تھا پھر جب آپ چھٹے ہزار میں مسیح موعود بن کر آئے تو آپ کی روحانی قوتیں کمال کو پہنچ گئیں جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے ملاحظہ ہو خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۷

” فکذلک طلعت روحانیۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الالف الخامس باجمال صفاتہا وما کان ذلک الزمان منتھی ترقیاتہا بل کانت قدما اولی المعارج کمالاتہا ثم کملت وتجلت تلک الروحانیۃ فی آخر الالف السادس اعنی فی ھذا الحین “

ص۱۸۰ ” واعلم ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کما بعث فی الالف الخامس کذلک بعث فی آخر الالف السادس باتخاذہ بروز المسیح الموعود و ذلک ثابت بنص القرآن فلا سبیل الی الحجود “

ص۱۸۱ ” ومن انکر من ان بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتعلق بالالف السادس کتعلقہ بالالف الخامس فقد انکر الحق و نص القرآن وصار من الظٰلمین بل الحق ان روحانیتہ علیہ السلام کان فی آخر الالف السادس اعنی فی ھذہ الایام اشد و اقویٰ و اکمل من تلک الاعوام بل کالبدر التام “

مرزا صاحب کے خطبہ الہامیہ کی یہ عبارتیں بالکل واضح اور صاف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوتیں جب آپ پانچویں ہزار میں مکہ کے اندر مبعوث ہوئے اجمالی اور ابتدائی تھیں کامل نہ تھیں بلکہ وہ کمالات کی سیڑھیوں پر پہلا قدم تھا گویا اس وقت آپ کی روحانیت ہلال یعنی پہلی رات کے چاند کی مانند تھی لیکن جب آنحضرت چھٹے ہزار کے اخیر میں مسیح موعود یعنی مرزا صاحب کے وجود میں قادیان کے اندر مبعوث ہوئے تو آپ کی روحانیت نہایت زبردست بہت قوی اور اعلیٰ درجہ کے کمال پر پہنچ گئی جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے ۔ جو اس کا انکار کرے وہ نص قرآن کا منکر ہے جس کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ محمد مکی مدنی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بزعم مرزا صاحب محمد قادیانی میں جس کو اہل دنیا مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں ہلال اور بدر کی نسبت ہے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ ہلال ہیں اور مرزا غلام احمد بدر یعنی چودھویں رات کا چاند۔ (تعالی اللہ عن ذٰلک علوا کبیرا)

اس مضمون کو مرزا صاحب کے ایک مشہور حواری نے جس کا نام قاضی اکمل ہے اپنی ایک رباعی میں اسطرح پر نظم کر دیا ہے ۔

محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں ۔۔۔ اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل ۔۔۔ غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

مرزا صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ناپاک حملہ

یہاں تک تو مرزا صاحب کی ان شوخیوں کا ذکر تھا جو مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسری اور عینیت پھر بعد ازاں اپنی برتری اور افضلیت کے دعوے کر کے کی تھیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی نسبت یہ گستاخی کی تھی کہ معاذ اللہ آپ کی روحانیت کامل نہ تھی اور آیہ کریمہ وانک لعلی خلق عظیم اور اسی قسم کی دوسری آیات قرآنیہ کی تکذیب کی تھی لیکن بحکم آیہ کریمہ ثم کان عاقبۃ الذین اساءوا السوء ان کذبوا بآیات اللہ - (یعنی پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے (ایسی) برائیاں کی تھیں یہ ہوا کہ انہوں نے آیات الہیہ کی تکذیب کی) ان گستاخیوں اور شوخیوں نے مرزا صاحب کو تکذیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم تک پہنچا دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اصول موضوعہ میں سے مانتے ہیں کہ اکمل اور اصفی وحی پانیوالوں پر جب خدا کا کلام فصیح و لذیذ نازل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک نور ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنی نہیں ہے اور ایک ربانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کدورتوں سے پاک ہوتا ہے ۔ ملاحظہ ہو

ے (وحی الٰہی کی شناخت)

حقیقۃ الوحی باب سوم صفحہ ۱۵ منجملہ ان علامات کے یہ بھی ہے (الی) کدورتوں سے پاک ہوتا ہے۔
اس سے زیادہ صاف اس مسئلہ کو جو وحی الٰہی کا بنیادی اصول اور امتیازی نشان و معیار ہے کیا بیان کیا جائے۔

(۲) مرزا صاحب نے اپنی کتاب نزول المسیح میں بکرّات بیان کیا ہے نزول المسیح صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں "کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں .... (الی) .... اس پر ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر اس کو کوئی اور معجزہ نہ دیا جائے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہو بجائے خود معجزہ قرار دیتا ہے"۔

(۳) خاص اپنی وحی کی شان میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ صفحہ ۸۸ نزول المسیح "اس سے زیادہ کوئی بدذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں میں اسی طرح اس کو خدا کا کلام جانتا ہوں جس طرح میں یقین رکھتا ہوں کہ زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سنتا ہوں"۔

(۴) صفحہ ۸۹ پر فرماتے ہیں "مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی الٰہی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے"۔

(۵) صفحہ ۱۱۴ اور ۱۱۵ پر فرماتے ہیں "اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ اس کی کئی نشانیاں ہیں (۱) اول یہ کہ الٰہی طاقت اور برکت اس کے ساتھ ایسی ہوتی ہے کہ اگرچہ اس کے ساتھ دلائل ظاہر نہ ہوں بڑے زور اور جوش سے بتلاتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ملہم کے دل کو ایسا اپنا مسخر بنا لیتی ہے کہ اگر اس کو آگ میں کھڑا کر دیا جائے یا ایک بجلی اس پر پڑنے لگے وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ الہام شیطانی ہے یا حدیث النفس ہے یا شکی ہے یا ظنی ہے بلکہ ہر دم اس کی روح بولتی ہے کہ یہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے"۔

یہ تو ہیں وحی الٰہی اور مورد وحی الٰہی کی شناخت کا طریقہ اور اس کی علامتیں کہ وہ مورد وحی کے نزدیک بوجہ اس نور اور قوت اور جوش اور الٰہی برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی قوت وغیرہ امور کے جو خدا کے کلام اور وحی کے ساتھ اترتے ہیں اس کا کلام خدا اور وحی الٰہی ہونا ایسا بدیہی ہوتا ہے جیسا ہمارے نزدیک یہ بات بدیہی ہے کہ ہم کانوں سے سنتے آنکھ سے دیکھتے اور زبان سے بولتے ہیں صاحب وحی کے نزدیک اس میں شک کرنا کفر ہے اس کی روح ہر دم بولتی ہے کہ یہ خدا کا کلام یقینی بغیر کسی شک و شبہ کے ہے اگر اس کو آگ میں کھڑا کیا جائے یا اس پر بجلی بھی گرنے لگے تو بھی وہ اس کو ظنی یا شکی حدیث النفس یا الہام شیطانی نہیں کہہ سکتا۔

اگرچہ الہام شیطانی اور حدیث النفس کی شناخت کا طریقہ اس مذکورہ بالا کلام مرزا صاحب سے خود بخود سمجھا جاتا ہے کہ جہاں یہ علامات موجود نہ ہوں اور ملہم اور مورد وحی کو شبہ یا شک یا تردد اس کلام کی نسبت پیدا ہو گیا

ہو تو وہ وحی شیطانی ہو گی لیکن اس استنباط کی بجائے مرزا صاحب کی تصریح ان کی عبارت میں پیش کر دینا زیادہ موزوں ہے۔

(شیطانی الہام) اسی آخری حوالہ منقولہ کے صفحہ ۱۱۴ کے اوپر متصل لکھتے ہیں۔

"اس جگہ یہ نکتہ خوب توجہ سے یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جو الہامات ایسے کمزور اور ضعیف الاثر ہوں جو ملہم پر مشتبہ رہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ہیں یا شیطان کی طرف سے وہ درحقیقت شیطان کی طرف سے ہی ہوتے ہیں اور گمراہ ہے وہ شخص جو ان پر بھروسا کرتا ہے اور بدبخت ہے وہ شخص جو اس خطرناک ابتلا میں ماخوذ ہے کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے۔"

(۲) پھر صفحہ ۸۶ کے مذکورہ بالا حوالہ کے اوپر کی تین سطروں میں تحریر فرماتے ہیں "اگر ایک کلام انسان سنے یعنی ایک آواز اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے کہ شائد یہ شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہو گی یا حدیث النفس ہو گی کیونکہ (الی) بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے" (یعنی حوالہ ۲ جو صفحہ ۸۶ نزول المسیح کا اوپر منقول ہوا تمام اس کے ساتھ پڑھ لیا جائے۔

مرزا صاحب نے ان منقولہ بالا عبارتوں میں الہام شیطانی اور وحی الٰہی میں جو امتیاز قائم کیا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں بالکل صاف اور واضح ہے لیکن باوجود ان اصول موضوعہ اور مسلّمہ کے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین کی شان عالی میں جو گستاخی کی ہے اس کو بحالت مجبوری بادل ناخواستہ سو مرتبہ العیاذ باللہ کہتے ہوئے پیش کرتا ہوں نقل کفر کفر نباشد۔ چنانچہ مرزا صاحب تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۸ پر لکھتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور یقین نہ کیا بلکہ حضرت خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے آئے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت اندیشہ بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو۔"

جس واقعہ کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس میں سورہ اقراء کی یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ یہ سب سے پہلا حصہ قرآن ہے جو نازل ہوا (علی الصحیح) اب مرزا صاحب کی اس تحریر کے رو سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن کریم کی ان پہلی پانچ آیتوں کو مرزا صاحب کے مسلمہ مذکورہ بالا معیار کے ساتھ اگر دیکھا جائے تو نتیجہ صاف ہے اور ناگفتہ بہ مرزا صاحب نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مورد الہام شیطانی اور قرآن کریم کو الہام شیطان قرار دیا اس کے بعد تمام قرآن کریم کا یہی حکم ہو گا اور یہ بالکل ظاہر ہے

کہ جب صاحب قرآن ہی معاذاللہ مورد وحی شیطانی ٹھہرا تو قرآن کی نہ صرف یہ پانچ پہلی آیتیں بلکہ کل کا کل الہام شیطانی ہے اب ایک اور بات قابل غور ہے وہ یہ کہ جب مرزا صاحب نے نہایت صفائی اور پوری تفصیل کے ساتھ وحی الٰہی اور شیطانی وحی میں مابہ الامتیاز بیان کر دیے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیوں ایسی عبارت تحریر کی جس کا صاف اور کھلا کھلا نتیجہ یہ ہے کہ معاذاللہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی قطعی طور پر تکذیب ہوتی ہے شائد واقعات کی مجبوری ہو تو اس کا جواب یہی ہے جس کی طرف ہم اس مضمون کے ابتداء میں اشارہ کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب کی ان شوخیوں اور گستاخیوں نے مرزا صاحب کو کھینچ کر اس مقام پر لا کھڑا کیا جن کا ذکر اجمالاً و مثالاً اوپر گذر چکا ہے ورنہ اس واقعہ میں جو خشیت علی نفسی سے مرزا صاحب نے بیان کیا ہرگز شک یا شیطانی مکر کا کوئی لفظ نہیں ہے مرزا نے محض تکلف اور تحریف اور افتراء سے یہ معنی کئے اور بحکم آیہ کریمہ قل من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمٰن مدا ط و بحکم نولہ ما تولی و نصلہ جہنم ثم کان عاقبۃ الذین اساءو االسوء ان کذبوا بآیات اللہ ۔ ارتکاب کفر عظیم کی سزا پائی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے فرمایا وہ دو سبب سے تھا ایک تو دفعتہ" اور اچانک جبرئیل کا بڑی رعب دار صورت میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دفعہ انتہائی مشقت کی حد تک بھینچنا اور دبانا جس سے آپ کو جسمانی طاقت پہنچی یہاں تک کہ بوجہ جاڑا لگنے کے گھر جا کر فرمایا زملونی زملونی دوسرے عظیم الشان بار نبوت کی وجہ سے دل میں فکر پیدا ہوا کہ واللہ اعلم قوم کی طرف سے کیا کیا سلوک پیش آئیں گے ایک طرف بشری ضعف جبلت اور کمزوریوں کا احساس غرض ان مجموعہ امور سے اگر خشیت علی نفسی فرما دیا تو یہ کوئی نئی بات نہ تھی آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو عین رب العالمین کے حضور اچانک عصا کو سانپ کی صورت میں دیکھ کر بھاگ نکلے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اور نہ ڈر تو امن والوں سے ہے فلما راٰھا تھتز کانھا جآن ولی مدبرا ولم یعقب یا موسیٰ اقبل ولا تخف انک من الاٰمنین ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا خطرہ پیش کیا رب انی قتلت منہم نفسا فاخاف ان یقتلون ۔ (سورہ قصص) اے پروردگار میں نے ان کا ایک آدمی (غلطی سے) مار دیا تھا مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے کہیں قتل نہ کر دیں اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ صاف زبان ہے اس کو میرا مددگار رسول بنا دے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تسلی فرمائی جیسا کہ آگے اسی مقام پر مذکور ہے الغرض ابتداءً اندیشہ انبیاء علیہم السلام کو بتقاضائے بشریت زیادہ ہوا کرتا ہے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مذکورہ میں اس امر کی کافی توضیح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہی اسباب کی بناء پر اندیشہ کا اظہار فرمایا نہ یہ کہ معاذاللہ آپ نے جبرئیل کو شیطان اور آیات قرآن کو شیطانی الہام در مکر خیال کیا ہو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی نعمت یقین وایمان حاصل نہ تھی تو بھلا اور کس کو ہو گی حالانکہ اللہ تعالیٰ

فرمایا ہے آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون یعنی رسول ہر اس کلام پر ایمان لایا جو اس پر اس کے رب کی طرف سے اتاری گئی اور مومن بھی لیکن مرزا صاحب کے نزدیک تو رسول کریم کو یقین یعنی ایمان حاصل نہ ہوا تو بھلا مومنوں کو کیونکر ہوگا۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور مرزا صاحب نے بڑا ظلم کیا کہ محض افتراء اور بہتان سے آنحضرت پر ناپاک حملہ کیا اور قرآن کی تکذیب اور اسلام کی بیخکنی کا سامان اپنی کتابوں میں جمع کر دیا اور محض جھوٹ اور افتراء پر دازی کے طور پر یہ طوفان اٹھایا ورنہ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے حدیث میں اس کا ذکر نہیں اور اگر بالفرض کوئی ایسی روایت موجود بھی ہوتی جس کا صاف یہ مفہوم ہوتا تو وہ نصوص قطعیہ کے سامنے بالکل واجب الرد یا قابل تاویل ہوتی تو تاویل کی جاتی خصوصاً جب کہ وہ اپنے الہام کے مخالف حدیثوں کو بھی ردی میں پھینک دیتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ابطال پر جو حدیث دلالت کرتی ہو اس کو بطریق اولیٰ باطل اور غلط سمجھ کر رد کر دینا چاہیئے تھا لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے کوئی حدیث بھی نہیں ہے اور محض افتراء پر دازی اور بہتان طرازی سے قرآن اور نبوت نبی کریم کے ابطال کی سعی کر کے اپنے کفر اور دشمن اسلام ہونے کی تصدیق کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب اپنے الہاموں کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی بدذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں" اپنی مزعومہ الہاموں پر یہ دعویٰ اور ان کو کلام خدا نہ کہنا بہت بڑی بدذاتی ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہنا کہ ان کو جبرئیل اور کلام الٰہی کی نسبت یقین نہ تھا اور شیطانی مکر کا اندیشہ ہو گیا تھا کتنی بڑی بھاری بدذاتی ہوگی۔

الغرض مرزا صاحب نے اپنی تحریروں کے رد سے اسلام کی بیخکنی کا پورا مواد بہم پہنچا دیا ہے دشمنان اسلام اگر ان دستاویزوں کی بناء پر اسلام پر حملہ آور ہوں تو کتنی بڑی بھاری مصیبت کا سامنا ہو بجز اس کے کیا جواب ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب کی تحریر غلط ہے کفر ہے افتراء اور بہتان ہے۔ اور درحقیقت ہے بھی سراسر بہتان کفر اور قرآن اور بانئے اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس پر ناپاک اور خطرناک حملہ (اعاذنا اللہ عن امثال ذلک)

حقیقی خاتم

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ مختار مدعیہ نے خطبہ الہامیہ صہ کے حوالہ سے ایک یہ اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے متعلق کہا ہے کہ میں حقیقی خاتم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید میں خاتم النبیین کہا گیا ہے حقیقت کے مقابلہ میں مجاز ہوتا ہے تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجازی خاتم النبیین ٹھہرے اور یہ صریح کفر والحاد ہے۔

اس کے جواب میں مختار مدعیہ نے کہا ہے کہ یہ الزام محض افتراء اور بہتان ہے کیونکہ مرزا صاحب نے کہیں بھی اپنے آپ کو حقیقی خاتم النبیین نہیں کہا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجازی خاتم النبیین کہا ہے۔

(۱) اس انکار کے بعد خود مانتا ہے کہ جو ختمیت مرزا صاحب کو حاصل ہے وہ بلحاظ وراثت کے ہے۔
(۲) مرزا صاحب کی بعثت بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔
(۳) مرزا صاحب کو جو ختمیت حاصل وہ ختمیت ولایت نہ ختمیت نبوت۔
(۴) مرزا صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے حاصل ہوئی ہے۔

خیر ختمیت وراثت سے حاصل ہو اتباع سے ہو بروز سے ہو دیکھنا یہ کہ وہ ختمیت نبوت ہے یا ولایت اور حقیقی ہے یا مجازی اگر ثابت ہو جائے کہ وہ ختمیت نبوت کے ہے اور حقیقی ہے تو مختار مدعیہ کا الزام صحیح ہوگا افتراء اور بہتان نہ ہوگا اور مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقی خاتم النبیین کرنا ثابت ہو جائے گا اس صورت میں مرزا صاحب کا کفر والحاد مختار مدعا علیہ کو ماننا پڑے گا کیونکہ اس نے محض انکار کیا ہے یہ نہیں کہا کہ یہ کفر نہیں جس سے معلوم ہو گیا کہ وہ بھی اس کو کفر اور الحاد جانتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو خاتم الاولیاء اور خاتم الخلفاء بھی کہتے ہیں لیکن یہ خاتم الانبیاء ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تو خاتم الخلفاء سلسلہ بنی اسرائیل کہا ہے لیکن وہ اس سلسلہ کے خاتم الانبیاء بھی ہیں مرزا صاحب نے خود ان کو انبیاء بنی اسرائیل کا خاتم کہا ہے غرض اس جگہ خلافت اور نبوت میں تضاد نہیں ہے بلکہ تقریباً مترادف ہیں آخر مرزا صاحب کا دعوےٰ بھی تو نبوت کا ہے اور خلیفہ ہونے کا ہی پس خاتم الاولیاء یا خاتم الخلفاء کہنے سے خاتم الانبیاء ہونے کی نفی نہیں ہو جاتی۔

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خاتم الانبیاء کہا ہے خواہ بروزی طور پر ہو۔ ملاحظہ ہو ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ ”کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وآخرین منھم لما یلحقوابھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں“

اب رہی یہ بات کہ ختمیت حقیقیہ کا بھی دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟ تو اب ہم اسی عبارت کو دیکھتے ہیں جس عبارت کو مختار مدعا علیہ اور مختار مدعیہ نے پیش کیا ہے مختار مدعا علیہ کی محولہ عبارت بھی صحیح ہے وقد ختمت النبوۃ علی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لیکن مدعیہ کے مختار کو کچھ مضر نہیں اس نے کب اس کا انکار کیا ہے کیونکہ اس میں حقیقت کی تصریح نہیں۔ مختار مدعیہ کی پیش کردہ عبارت میں جو مرزا صاحب کے متعلق ہے اور اس سطر کے ایک سطر چھوڑ کر بعد ہے ختمیت حقیقیہ کا لفظ موجود ہے۔ ”فان الختمیۃ الحقیقیۃ کانت مقدرۃ فی الالف السادس الذی ھو یوم سادس من ایام الرحمٰن لیشابہ ابا البشر من کان ھو خاتم نوع الانسان “یعنی پس ختمیۃ حقیقیۃ چھٹے ہزار میں (یعنی عہد مرزا صاحب) کے لیے مقدر تھی جو ایام رحمٰن کا چھٹا دن ہے تاکہ ابوالبشر (آدم علیہ السلام کے ساتھ وہ شخص جو نوع

انسان کا خاتم ہے (یعنی مرزا صاحب) مشابہ ہو جائے۔

پس اب معاملہ بالکل صاف ہے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ختم نبوت کا اقرار کیا لیکن اس کے ساتھ حقیقتہ کی صفت بیان نہیں کی اپنے آپ کو خاتم الانبیا کہتے ہیں اور بالمقابل اپنی خاتمیت کو خاتمیت حقیقتہ کے ساتھ موصوف کیا اور یہی مختار مدعیہ کا دعوی تھا کہ حقیقی کے بالمقابل چونکہ مجازی ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مجازی ہوئی اور یہ کفر و الحاد ہے۔

"مختار مدعا علیہ نے ایک یہ عذر بھی بیان کیا ہے کہ نیز آپ نے اپنی بعثت کو بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے۔"

یہ درست ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی بعثت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے اور اپنے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے اور تمام کمالات محمدیہ معہ نبوت اور ختم نبوت کے حصول کا اپنے لیے دعویٰ کیا ہے باوجودیکہ یہ تمام دعاوی باطل اور سراسر کفر ہیں لیکن تاہم مرزا صاحب کے خیال کی بناء پر اس کو مسلّم رکھتے ہوئے اگر مرزا صاحب اپنے لیے مقابلتہ" کوئی زائد فضیلت بھی ثابت کریں تو فاضل اور مفضول کے مفہوم اضافی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فاضل کی افضلیت مفضول کی طرف نہیں لوٹے گی کیونکہ اس صورت میں فاضلیت اور مفضولیت کا مفہوم ہی باطل ہو جاتا ہے جس طرح مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے اڑھائی ہزار برس کے بعد عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر جنم لیا" آئینہ کمالات صفحہ ۳۴۶ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح علیہ السلام کا ظہور قرار دیا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات خاصہ سید المرسلین خاتم النبیین وغیرہ حضرت ابراہیم اور حضرت مسیح علیہما السلام کے کمالات کہلائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے افضل نہ ہوں گے اگر آپ افضل ہیں تو بعینہ اس طرح مرزا صاحب نے بھی اپنی افضلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت کی ہے جو محال اور سراسر محال ہے پس اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف خاتم النبیین ماننا اور اپنے آپ کو خاتمیت حقیقیہ کا مصداق قرار دینا یا بالفاظ دیگر حقیقی خاتم النبیین بالمقابل ٹھہرانا صاف توہین اور کفر ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کی عملاً توہین

مرزا صاحب کی ان شوخیوں اور گستاخیوں نے جن کا ذکر کسی قدر اوپر گذر چکا ہے دشمنان اسلام کو اس قدر دلیر کر دیا ہے کہ جب وہ مرزا صاحب کے معتقدات دعاوی مرزا صاحب کے اخلاقی نمونہ اور معجزات کو ان کی کتابوں میں اور ان کے مشن کی تحریروں کو پڑھتے ہیں اور ان کو سراسر حیلہ بازی چالاکی دروغ گوئی مکاری معاملات اور اخلاق کی کجروی کا واقعات کی روشنی میں قطعی ثبوت ملتا ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب کے ان دعاوی

کو دیکھتے ہیں کہ آپ تمام انبیاء کے بروز اور ان کی صفات کاملہ کے مظہر اور جامع ہیں تمام نبوتوں کی مرمت اور شکست و ریخت کرنے آئے ہیں آپ محمدی آئینہ ہیں اور بروز محمد اور مظہر روحانیت محمد ہیں بلکہ وہ روحانیت جو اصلی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہلال کی طرح بالکل کمزور اور ادنیٰ حالت میں تھی اس بروز یعنی مرزا صاحب کی ذات میں بدر بن کر پوری آب و تاب سے جلوہ گر اور تاباں ہوئی ہے اور مرزا صاحب کے اس شعر کو پڑھتے ہیں ۔

زندہ شد ہر نبی بآمدنم

ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

تو وہ اسلامی تصنیفات مصنفات تاریخ و سیرت کو چھوڑ چھاڑ کر مرزا صاحب کے احوال مقالات مصنفات اور مشن کی تحریروں کو اسلام قرار دے کر اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سیرت مقدسہ معجزات اور خلق عظیم کو اور آپ کی نبوت اور جملہ انبیاء کی شان اور نبوت کو مرزا صاحب کی شان اور نبوت پر قیاس کر کے اسی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جس سے مرزا صاحب کی نبوت کو انہوں نے بالکل قریب سے دیکھا ہے ۔ اگرچہ بعض دشمن اسلام پہلے بھی محض تعصب کی وجہ سے اسلام پر معترض ہوتے رہے لیکن ان کو جواب دنداں شکن بآسانی دیے جاتے مگر اب اسلام کے دشمنوں کو مرزا صاحب اور ان کے مشن کی تحریری اور عملی حالات سے بہت بڑی طاقت اور دلیری ہو گئی ہے ۔ بتلائیے اگر نبوت انبیاء سابقین خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور معجزات آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اخلاق قدسیہ اور سوانح زندگی کا معیار مرزا صاحب کی نبوت سوانح حیات اور معجزات کو قرار دیا جائے تو دشمنان اسلام کو مسلمان منہ دکھانے کے قابل ہو سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی دشمن یہ اعتراض کرے کہ مرزا صاحب نے جو تمام الانبیاء کے بروز ہیں اور ان کو زندہ کرنے والے کنجروں کا مال بھی لے کر کھایا ہے اور آئینہ کمالات کے اخیر میں اس قسم کے مالوں کو حلال اور جائز ثابت کرنے کے لیے شریعت اسلامی میں ایک نئے حکم کا اضافہ فرمایا ہے کہ نافرمان آدمی کا مال و جان اس کے ملک سے نکل کر مالک حقیقی کے قبضہ میں آجاتا ہے اور مالک حقیقی کو اختیار ہے کہ اس کو ویسے ہی ہلاک کر دے یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ تجلی قہری نازل فرما دے اصل عبارت آئینہ کمالات کی ملاحظہ ہو ۔ "اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اسی کی ملک ہے پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلاتوسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ تجلی قہری فرما دے بات ایک ہی ہے ۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۰۱)

اب اگر کوئی دشمن اسلام یہ اعتراض کرے کہ قرآن کا تو یہ حکم ہے یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا الآیۃ

یعنی اے رسولو ! پاکیزہ مال کھاؤ اور نیک کام کرو تو معلوم ہوا کہ چونکہ مرزا صاحب نے جو تمام انبیاء کا بروز ہیں اور ان کی شان تقدس کو زندہ کرنے والے کنجروں کی اجرت زنا وغیرہ کی کمائی کھائی ہے لہذا وہ بھی پاکیزہ اور حلال طیب ہے اور تمام رسول اس قسم کی پاکیزہ چیزیں کھایا کرتے تھے نیز یہ معلوم بھی ہو گیا کہ زنا بھی حلال ہے۔
(معاذ اللہ)

نیز یہ معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کی شریعت میں ہندوستان کے اندر تمام ان مسلمانوں کا جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے اور ایسا ہی دیگر نافرمان اقوام ہندوؤں عیسائیوں سکھوں وغیرہ کا قتل کر دینا اور ان کے مالوں کا لوٹ لینا سب جائز ہے جیسا کہ محولہ بالا مرزائی قانون کا صاف منشاء اور مفہوم ہے اور خدانخواستہ مرزائیوں کو اگر قدرت حاصل ہو جائے تو اسی دستاویز سے اس حکم پر وہ عامل ہوں گے۔

مرزا صاحب کے شریعت کے یہ جدید احکام ہیں اسلام کو ان سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن جب مرزا صاحب کو تمام انبیاء کا بروز اور بروزی محمدؐ اور خاتم الانبیاء مان لیا جائے تو کسی کے سامنے آنکھ بھی نہیں اٹھا سکتے۔

.. مرزا صاحب کے تشریعی نبی ہونے کا یہ بیّن ثبوت ہے اور یہ دعویٰ سراسر غلط ہے جو زبانی وہ کرتے ہیں کہ ہم شریعت جدیدہ کے مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو کافر سمجھتے ہیں تو اب وہ خود اپنے اقرار سے بھی کافر ہو گئے۔

حوالہ مذکورہ بالا آئینہ کمالات اسلام کی ضروری تشریح بھی لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر ہمارا ذکر کردہ مدعا واضح نہیں ہو سکتا کیونکہ کنجروں دنجروں کو تو اس عبارت محولہ میں کوئی نام نہیں ہے لہذا اس کا شان نزول بیان کرنا ضروری ہے۔

مرزا صاحب کی عبارت محولہ بالا مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی ؒ کے جواب میں ہے جس کو مرزا صاحب "قولہ" اور "اقول" کے عنوان قائم کر کے بیان کر رہے ہیں "قولہ" سے مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کا اور "اقول" سے مرزا صاحب کا قول مراد ہے۔ مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ ۱ میں مرزا صاحب کی محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی کے متعلق پچاس سوالات جرح کئے ہیں جو دوسرے نمبر میں جا کر ختم ہوئے ہیں ان میں چند سوالوں کے جواب مرزا صاحب نے دیے ہیں۔

عبارت محولہ بالا مولانا موصوف کے آٹھویں سوال جرح کا جواب ہے جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۱ جلد ۱۵ کے صفحہ ۲۶ پر بدیں عبارت ہے۔

(سوال ہشتم)

ایسا شخص اگر اکثر جھوٹ بھی بولتا ہو۔ لوگوں کے مال ناجائز ذریعہ سے مارتا ہو۔ ناجائز مال اجرت زنا وغیرہ کام میں

لانا ہو ظلم ایذارسانی بے رحمی بدخلقی بدگوئی پر مصر ہو تو پھر بھی وہ اگر اس کی کوئی پیشگوئی سچی نکل آوے اس سچی پیشگوئی میں ملہم ولی محدث و مجدد اور خدا کا مخاطب ہو سکتا ہے۔''

اس کی مزید توضیح سوال ۸ میں صفحہ ۳۷ پر ہے مولانا موصوف مرزا صاحب سے سوال کرتے ہیں ''سوال ہشتم و چہارم میاں الہ دیا ساکن انبالہ سے آپ نے اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت دو سو روپیہ یا کم و بیش منگوایا (۲) اور وہ کیا روپیہ تھا (۳) اور آیا وہ کس کام میں آپ نے صرف کیا؟''

یہ الہ دیا کنجر تھا جس نے توبہ کی تھی اس کا پہلا مال جو حرام کمائی اجرت زنا وغیرہ سے تھا مرزا صاحب نے منگوایا اور استعمال فرمایا ان سوالات سے پہلے نمبر ۱۲ جلد ۱۴ میں مولانا موصوف میر ناصر نواب صاحب خسر مرزا صاحب کی ''مثنوی در حالات مکاری اہل زمانہ'' مندرجہ نمبر مذکور کے حاشیہ پر کر چکے ہیں جس میں انہوں نے جعلی پیروں خصوصاً مرزا صاحب کے حالات کا کسی قدر نقشہ کھینچا ہے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ۔

بدمعاش اب نیک از حد بن گئے ۔۔۔ یو مسیلم آج احمد بن گئے
عیسئے دوراں بنے دجال ہیں ۔۔۔ ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں

اسی مثنوی میں کچھ اوپر یہ شعر ہیں ۔

قرض سے اک دفعہ ہو جائے نجات ۔۔۔ گو ملے صدقہ کہ مل جائے زکوٰۃ
ہو یتیموں ہی کا یا رانڈوں کا ہو ۔۔۔ رنڈیوں کا مال ہو یا بھانڈوں کا ہو

اس دوسرے مصرعہ کی تشریح مولانا موصوف نے حاشیہ پر یہ کی ہے ''جیسا کہ الہ دیا نامی تائب مرحوم کا روپیہ جو اسی قسم سے تھا کادیانی نے منگایا۔''

غرض سوال ہشتم کا منشاء یہ ہے کہ مرزا صاحب نے الہ دیا کنجر انبالوی سے جس نے توبہ کی تھی اجرت زنا کی کمائی کا سابقہ روپیہ اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت منگوایا اور استعمال فرمایا۔

مرزا صاحب نے اسی سوال ہشتم کو قولہ کے عنوان سے نقل کر کے اقول لکھ کر اس کا جواب دیا ہے اور اس کو عبارت محولہ بالا سے جائز ثابت کر کے نئی شریعت کی تعمیر کی ہے۔

مرزا صاحب نے اس سوال کو نقل کرنے میں عجب چالاکی کی ہے تین چار سطر کی عبارت میں سے اول و آخر کو نقل کر کے بیچ میں سے چھوڑ گئے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی کتاب پڑھنے والے کو یہ پتہ نہ لگ سکے کہ مرزا صاحب پر اجرت زنا کا حرام مال کھانے کا الزام لگایا گیا ہے اور جب تک کسی کو اشاعۃ السنہ کے اصل حوالے معلوم نہ ہوں مرزا صاحب کا یہ فعل شنیع مخفی رہے لیکن دراصل یہ بڑی خیانت اور پرلے درجہ کی بزدلی ہے۔

خیر اب تو سوال بھی واضح ہو گیا اور جواب بھی واضح مرزا صاحب نے اس خبیث اور حرام مال اجرت زنا کھانے سے

انکار نہیں کیا اور نہ کر سکتے تھے ہاں یہ کر دیا اور ثابت کیا کہ یہ حلال ہے طیب ہے لیکن رسولوں کو۔ پس اگر فی الواقعہ مرزا صاحب رسول مان لیے جائیں اور آنجناب کی رسالت ہی تمام رسولوں کے لیے میزان قرار دی جاوے تو نبوت اور رسالت ایک نہایت ہی ذلیل چیز ہو گی جس کو کوئی شریف انسان پسند نہیں کر سکتا۔"

پس درحقیقت مرزا صاحب نے اپنی عملی اور اخلاقی اور اعتقادی حالت سے نبوت اور انبیاء کی سخت توہین کی ہے اور اس لحاظ سے بھی مرزا صاحب خارج از اسلام اور کافر ہیں۔

اس قسم کے کئی واقعات ہیں لیکن بطور مشت نمونہ از خروارے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے ۹۔ اکتوبر کی بحث میں کہا تھا کہ جب مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کے نزول کو اسلام کی بربادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین خیال کرتے ہیں جو مرزا صاحب سے ان کے زعم کے مطابق گھٹیا نبی ہیں تو جوان سے بڑھیا نبی ہیں یعنی مرزا صاحب ان کی نبوت سے بطریقِ اولیٰ بہت زیادہ توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بربادی اسلام متصور ہے۔

مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ یہ مغالطہ ہے فرق یہ ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے آنے سے یا نبوت مستقلہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماننی پڑے گی جو ممتنع ہے یا حضرت عیسٰے علیہ السلام کا امتی ہونا اور یہ بھی محال ہے کیونکہ امتی کا مفہوم یہ ہے کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو اور قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔

مختار مدعا علیہ کا اور مرزا صاحب کا یہ استدلال اور فرق بالکل غلط ہے اور امتی کی یہ تعریف خود غرضی سے گھڑی گئی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں نہ قرآن سے نہ حدیث میں اور نہ علماء اسلام میں بلکہ سراسر قرآن کریم اور تصریحات اکابر کے خلاف ہے۔

(۱) مختاران مدعا علیہ کے مسلم امام عبدالوہاب شعرانی یواقیت والجواہر مبحث ۳۲ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رح کا قول فتوحات مکیہ کے باب عاشر سے حدیث انا سید ولد آدم۔ ولا فخر کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الرسل عیسٰے علیہ السلام تک تمام انبیاء سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں پھر اس پر یہ شہادت بھی پیش کی ہے کہ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام زمین پر نزول فرمائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عامل ہوں گے جس سے صاف ثابت ہے کہ تمام انبیاء خصوصاً حضرت عیسٰی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور امتی ہیں اس میں کوئی امتناع کسی قسم کا نہیں ہے۔

(۲) صحیح حدیث میں آیا ہے لو کان موسی حیاً لما وسعہ الا اتباعی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک اولی العزم نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور متبع ہو سکتا ہے لہٰذا امتی کا جو مفہوم بیان کیا گیا ہے

قطعاً باطل ہے۔

(۳) یہی امام عبدالوہاب شعرانی یواقیت والجواہر صفحہ ۶۳ جلد ۲ پر شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کا قول فتوحات کے باب الثالث والتسعین سے نقل فرماتے ہیں اعلم انہ لیس فی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من ہو افضل من ابی بکر رض غیر عیسی علیہ السلام وذلک انہ اذا انزل بین یدی الساعۃ لا یحکم الا بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیکون لہ یوم القیمۃ حشران حشرۃ فی زمرۃ الرسل بلواء الرسالۃ وحشر فی زمرۃ الاولیاء بلواء الولایۃ ۔ یعنی اس امت میں عیسے علیہ السلام کے سوا کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔ کیونکہ عیسے جب قیامت سے پہلے نازل ہوں گے تو شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی چیز پر عمل نہ کریں گے پس قیامت کو ان کے دو حشر ہوں گے ایک لواء رسالت کے ساتھ رسولوں کے زمرہ میں اور دوسرا حشر لواء ولایت کے ساتھ زمرہ اولیا میں۔

ہمارا مقصود اس سے واضح ہے حاجت تشریح نہیں شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کے اور کئی حوالے ہیں بس یہی کافی ہیں۔

(۴) اب مرزا صاحب کی سنیے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰ پر آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب الآیۃ کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے یہ عہد لیا تھا کہ جب آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا اس پر سب نے اقرار کیا (ملخصاً) اس سے ثابت ہوا کہ تمام رسول آنحضرت صلعم کی نبوت پر ایمان لا چکے ہیں [illegible]

(۵) مرزا صاحب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۸ پر لکھتے ہیں۔ وما اختلف اثنان من علماء ہذہ الامۃ فی ان الفضائل الظلیۃ التی توجد فی ہذہ الامۃ قد تفوق بعض الفضائل التی توجد فی الانبیاء بالاصالۃ ولذلک قیل ان الانبیاء السابقین کانوا ینظرون الی ہذہ الامۃ بعین الغبطۃ وتمنی اکثرہم ان یکونوا منہم فلو لم یکن فی ہذہ الامۃ شیٔ من الفضائل التی لم توجد فی انبیاء بنی اسرائیل فلم سألوا ربہم ان یجعلہم من ہذہ الامۃ ۔

یعنی بالاتفاق علماء امت کی رو سے ہے کہ اس امت میں بعض ظلی فضائل ایسے جو انبیاء بنی اسرائیل کے فضائل پر فوقیت رکھتے ہیں اسی لیے کہا گیا ہے کہ پہلے انبیاء اس امت کو غبطہ کی نظر سے دیکھتے تھے اور اکثر انبیاء نے یہ تمنا ظاہر کی ہے کہ کاش وہ اس امت سے ہوتے پس اگر اس امت میں کچھ ایسے فضائل نہ ہوتے جو انبیاء بنی اسرائیل میں موجود نہ تھے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے کیوں یہ سوال کیا کہ ان کو اس امت میں سے کر دے۔

یہ عبارت واضح ہے اگر امتی کا یہ مفہوم ہوتا کہ وہ بغیر اتباع قرآن و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گمراہ اور بے دین

اور ناقص محض ہو تو انبیاء بنی اسرائیل سابقین نے باوجود نبوت اور رسالت کیا اپنے آپ کو گمراہ اور بے دین اور ناقص ثابت کرنے کے لیے یہ دعا کی تھی ؟

اور حسب اقرار و تسلیم مرزا صاحب انبیاء ؑ نے جب کہ اپنے پروردگار سے یہ دعا کی ہے کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عالم ظاہر میں امت بنا دے نیز تاکہ وہ میثاق انبیاء اور نصرت کا عہد اس دنیا میں ظاہر ہو تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ عام انبیاء کی دعا کو مسترد فرمادے لہٰذا اس مستجیب الدعوات نے اپنی حکمت کے ماتحت اس کی یہ صورت اختیار فرمائی کہ ان سب کی طرف سے ایک ایسے نبی کو نمائندہ قرار دے کر عیاناً و شہوداً امتی اور مومن اور ناصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا جس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی قسم کے مزید اختصاص تھے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وانی اولی الناس بعیسی ابن مریم لم یکن بینی و بینہ نبی وانہ نازل ---- یعنی میں سب سے قریب تر لوگوں سے ہوں عیسٰے ابن مریم کے ساتھ الحدیث اس حدیث کی تشریح معہ اثبات اختصاص آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴ پر ہے۔

ماسوا اس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسب تصریح مرزا صاحب بیٹا ہونے کی نسبت بھی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۱۸۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے "سو حضرت مسیح نے ان نبیوں کو جو شریعت موسوی کی حمایت کے لیے ان سے پہلے آئے تمثیلی طور پر قرب کے درجہ میں بطور نوکروں کے بیان کیا ہے اور اپنے لیے قرب کے دوم درجہ کا اشارہ کر کے بیٹے کے لفظ سے اپنے اس مقام قرب کو ظاہر فرمایا ہے اور پھر تیسرا درجہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت ہے وہ شخص قرار دیا ہے جو بیٹے کے مارے جانے کے بعد آئے گا جو باغ کا مالک اور نوکروں کا آقا اور اس بیٹے کا باپ مجازی ہے پھر اس حاشیہ کے حاشیہ پر صفحہ ۱۸۶ میں لکھتے ہیں "بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت مسیح علیہ السلام عالم آخرت میں زوجہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی یہ قول غالباً اسی مناسبت بیٹے اور باپ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ جب عالم تمثیل میں حضرت مسیح علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور بیٹے کے ٹھہرے تو ان کی والدہ بطور زوجہ کے ہوئی ۔ منہ"

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا امتی ہونا تو درکنار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حسب تصریح مجازی بیٹا ہونا بھی ثابت ہے ۔ لہٰذا امتی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہ نے بیان کیا ہے قطعاً باطل ہے ۔

(۶) اب قرآن شریف ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد وصلنا لهم القول لعلهم يتذكرون الذين

آتینا ھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یؤمنون و اذا یتلی علیھم قالوا اٰمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولٰئک یؤتون اجرھم مرتین بما صبروا الآیۃ ۔

یعنی ہم نے پے در پے ان کے لیے اپنے کلام کو اتارا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں جن لوگوں کو ان سے پہلے ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے ہم اس سے پہلے فرماں بردار تھے ان لوگوں کو ان کے صبر کی وجہ سے دہرا اجر دیا جائے گا الخ ۔

اب بتلائیے وہ مؤمنین اہل کتاب جو قرآن کریم پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور امتی بنے کیا وہ اس سے پہلے گمراہ بے دین اور ناقص تھے یا وہ مسلمین مؤمنین تھے اور امتی بن کر دہرے اجر کے مستحق بنے ۔

(۷) احادیث صحیح میں آیا جن کے حوالہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ تین شخصوں کو دہرا اجر ملے گا ۔

(۱) وہ شخص جس نے کسی اپنی لونڈی کی تربیت کی اور عمدہ ادب سکھایا پھر اس کو آزاد کرکے نکاح کر لیا ۔

(۲) وہ مومن اہل کتاب جو اپنی کتاب پر ایمان لایا (بعدہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ۔

(۳) وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کی خیر خواہی کی ۔

دلائل و شواہد مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ امتی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب نے بیان کیا ہے غلط اور باطل اور اتباع ہوائی اور خود غرضی پر مبنی ہے لہٰذا وجہ فرق جو مابین مرزا صاحب اور حضرت عیسٰی علیہ السلام در بارہ توہین و ہتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی گئی تھی باطل ہو گئی اور مختار مدعیہ کا الزام توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مرزا صاحب کا مسلمہ کفر تھا قائم اور بدستور رہا ۔

قول مختار مدعا علیہ رہی یہ بات کہ مرزا صاحب نے عقیدہ حیات مسیح کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ تسمیۃ الشئ بما یؤول الیہ کی قسم سے ہے جس طرح انگور کو شراب سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس لیے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ قول مختار مدعیہ کے اعتراض کو رفع نہیں کر سکتا کیونکہ انگور کو شراب کہنا مجاز ہے جس کا قرینہ موجود ہے کیونکہ عصر یعنی نچوڑنا انگور کی صفت ہے نہ شراب کی برخلاف مرزا صاحب کے اس قول کے کہ وہاں کوئی قرینہ معنی مجازی کا موجود نہیں ہے بلکہ شرک کو عظیم کہہ کر حقیقت کو اور محکم کیا گیا ہے اسی طرح مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں اس کو مخلوق پرستی کا ستون کہہ کر ارادہ مجاز کے خلاف گویا ایک زبردست دلیل قائم کر دی ہے ۔

(الاستفتاء صـ۴۷) پر لکھتے ہیں ۔ واللہ لن یجتمع حیات ھذا الدین وحیات ابن مریم یعنی قسم

ہے اللہ تعالیٰ کی دین اسلام کی زندگی اور ابن مریم کی زندگی ہرگز جمع نہ ہوں گی۔ دیکھئے کس تاکید شدید اور قسم کے ساتھ حیات مسیح علیہ السلام کو دین اسلام کی موت قرار دیا گیا ہے۔

اور ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۲۲۷ پر لکھتے ہیں کہ "افسوس کہ اسلام بت پرستی سے بہت دور تھا لیکن آخر کار اسلام میں بت پرستی کے رنگ میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا"

غرض مرزا صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ سے عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کو ذکر کیا ہے شرک عظیم جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ مخلوق پرستی کا ستون۔ اسلام کی نقیض یا اسلام کی موت بت پرستی وغیرہ اب ظاہر ہے کہ یہاں تسمیۃ الشئ بما یئول الیہ۔ کی تاویل کارگر نہیں ہو سکتی باقی رہا مختار مدعا علیہ کا حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کے فتویٰ اور حدیث مسلم سے استشہاد اور ان پر قیاس بالکل غلط اور قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ نے نذر ڈالنے اور بت کو سجدہ کرنے والے کو مشرک کہا ہے اور ریا کاری یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر قسم کھانے والے کو فاسق اور گناہگار کہا ہے گو ان افعال کو بھی شرک کہا گیا ہے لیکن قابل تاویل اور شرک دون شرک کی قسم سے لیکن مرزا صاحب نے شرک عظیم مخلوق پرستی بت پرستی نقیض اسلام کے اوصاف سے عقیدہ حیات مسیح کو متصف قرار دیا ہے لہٰذا اس کا مرتکب بقول مرزا صاحب وحسب فتویٰ گنگوہی قدس اللہ سرہ مشرک بت پرست ہو گا۔ نہ قسم ادنیٰ شرک کا مرتکب اور فاسق و گنہگار۔

اسی طرح حدیث مسلم بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوٰۃ میں ترک صلوٰۃ کو شرک و کفر نہیں کہا گیا بلکہ درمیانی حد کہا گیا ہے پس یہاں تو منجر الی الشرک کی تاویل کی بھی حاجت نہ رہی۔ اس تاویل کی تب ضرورت ہوتی جب ترک صلوٰۃ کو شرک کہا جاتا۔

مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس بناء پر مرزا صاحب نے اس کو شرک قرار دیا بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کیا ان لاکھوں عیسائی ہونیوالوں نے اپنے ارتداد کی یہ وجہ بیان کی ہے ہرگز نہیں یہ لوگ جو عیسائی ہوئے ہیں بعض تو اصول مقدسہ اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے اور اکثر اور اغلب خواہشات اور حظوظ نفسانیہ کے استیفاء اور جیفۃ الدنیا کی خاطر عیسائی ہوئے ہیں بلکہ پہلی قسم کے تو بالکل اقل قلیل اور الشاذ النادر کالمعدوم کے حکم میں ہیں۔

اسی عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کے اسلام میں موجود ہوتے ہوئے لاکھوں عیسائی اسلام میں داخل ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اور کئی بدنصیب اسلام کو ترک کر کے مرتد ہو جاتے ہیں اسی طرح کئی آدمی مرزائیت کو ترک کر کے عیسائی ہوئے خصوصاً جب کہ آتھم کی نسبت مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط نکلی جیسا کہ مرزا صاحب نے بھی دبی زبان میں سے انوار الاسلام میں تسلیم کر لیا ہے کیا ان کے عیسائی ہونے کا باعث حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ تھا؟

پس عقیدہ مذکورہ کو شرک عظیم قرار دینے کی جو وجہ گھڑی گئی ہے محض بہانہ غلط اور خلاف واقعہ ہے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو بت پرستی اور شرک عظیم قرار دے کر تمام امت کی عامۃً و خاصۃً توہین کی ہے نہ علماء اس توہین کی زد سے بچ سکتے ہیں نہ اولیاء نہ مجددین و محدثین نہ تابعین نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور نہ ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مرزا صاحب نے نہ صرف توہین کی ہے بلکہ سب کو مشرک قرار دے کر ایسے کفر کا ارتکاب کیا ہے جس کو اگر بغائر نظر دیکھا جائے تو رونگٹے بدن پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس وقت حیات مسیح علیہ السلام کے دلائل وغیرہ سے بحث نہیں ہے لیکن جہاں تک مسئلہ مذکورہ کا تعلق ہے یہ ثابت کرنا ہمارے ذمہ لازم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام امت کا مذہب یہی تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت کے قریب دنیا میں آکر دجال کو قتل کریں گے۔

مرزا صاحب کا بھی بزعم خود ملہم ہونے کے بعد اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے صحیح معنی پڑھ لینے کے باوجود بارہ سال کے لمبے عرصہ تک یہی عقیدہ تھا اس عرصہ میں آپ نے اپنی اس کتاب میں جو بامر الٰہی آپ نے تصنیف فرمائی تھی قرآن شریف اور اپنے الہام سے اس مسئلہ کو ثابت کیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور اپنی نسبت یہ دعوےٰ کیا کہ میں مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں اور حضرت مسیح علیہ السلام پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے ملاحظہ ہو حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ تحت الہام و آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ۔ (الی) اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔

نیز ملاحظہ ہو حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۵ تحت آیت والہام عسٰی ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا۔ (الی) یعنی رفق اور احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔

مرزا صاحب کو یہ مسلم ہے بلکہ ان کی تصریح ہے کہ میں بارہ سال تک بعد الہام اسی عقیدہ پر تھا چنانچہ اپنی کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں ”پھر میں تقریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدّ و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور حضرت عیسٰی کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا جب بارہ برس گذر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔

پس جب اس بارہ میں انتہا تک خدا کی وحی پہنچی اور مجھے حکم ہوا فاصدع بما تؤمر یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول

کر لوگوں کو سنا دے اور بہت سے نشان مجھے دیے گئے اور میرے دل میں روز روشن کی طرح یقین بٹھا دیا گیا تب میں نے لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دیا۔"

مختار مدعا علیہ نے اسی مضمون کو اپنے جواب بحث میں باختصار بیان کیا ہے اور آخر میں کہا ہے کہ مرزا صاحب کے اس رسمی عقیدہ کے بعد جس پر وہ تھے جب خدا تعالیٰ نے جب ان پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کا فوت ہونا ظاہر کر دیا تو آپ نے لوگوں میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کا اعلان کر دیا اور قرآن و حدیث سے ان کی وفات کے مسئلہ کو الم نشرح کر دیا مختار مدعا علیہ کا اور مرزا صاحب کا یہ بیان کہ مرزا صاحب مسلمانوں کے رسمی عقیدہ پر تھے سرتاپا غلط ہے بلکہ مرزا صاحب محض رسمی اور تقلیدی عقیدہ پر نہ تھے بلکہ مرزا صاحب نے قرآن اور اپنے الہام کی روشنی میں اس عقیدہ کو اختیار کر رکھا تھا جیسا کہ براہین احمدیہ کے منقولہ بالا حوالوں صفحہ ۴۹۸ ر ۴۹۹ اور صفحہ ۵۰۵ سے ظاہر اور عیاں ہے۔

یہ بھی طرفہ تماشا ہے کہ بارہ برس تک تو قرآن و حدیث سے حیات عیسٰی علیہ السلام کو ثابت کرتے رہے اور معنی قرآن بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کے پڑھائے ہوئے صحیح صحیح تھے اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم کی تیس آیتوں میں سے کسی آیت کے معنی میں یہ نہ فرمایا کہ اس آیت سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت ہے اور نہ مرزا صاحب کو براہین احمدیہ میں حیات مسیح علیہ السلام کے اقرار کے بعد متنبہ کیا کہ یہ غلط ہے اور حق وفات مسیح کا عقیدہ ہے جب بارہ برس گذر گئے تو خدا تعالیٰ نے پے در پے متواتر الہام اس مضمون کے شروع کر دیے کہ حضرت عیسٰی فوت ہو گئے ہیں مرزا صاحب بھی پہلی بار تو ان الہاموں سے بہت گھبرا گئے ہوں گے کیونکہ پہلا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کا بھی مرزا صاحب کے ابتدائی الہام الرحمٰن علم القرآن لتنذر قوما ما انذر اباؤھم ولتستبین سبیل المجرمین۔ کی بناء پر اللہ میاں کا تعلیم کردہ تھا کیونکہ اس الہام کا ترجمہ براہین احمدیہ میں یہی مندرج ہے اور یہی ہو سکتا ہے کہ رحمٰن نے تمہیں قرآن مجید کے صحیح معنی پڑھا دیے ہیں اور حیات مسیح کا عقیدہ قرآن اور الہام سے ہی ثابت کیا گیا تھا اس لیے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی اس تناقض بیانی سے تردّد کا ہونا اور گھبراہٹ لازمی تھی ایسی صورت میں ایک دو یا پانچ سات بار کے الہام سے مرزا صاحب کو وفات مسیح علیہ السلام کا یقین کیونکر آ سکتا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ کو یہ تدارک کرنا پڑا کہ مرزا صاحب کو متواتر پے در پے بکثرت الہام کئے جو ایک بڑے مینہ سے مشابہ تھے اور وحی الٰہی تا روشن انتہا تک پہنچ گئی اور ماسوا اس کے اور بہت سے نشان دیے گئے اور یقین کو مرزا صاحب کے دل میں روز کی طرح بٹھا دیا گیا تو مرزا صاحب بھی کسی قدر مطمئن ہو گئے۔

کثرت الہامات کا ذکر جو وفات مسیح علیہ السلام کے بارہ میں مرزا صاحب کو ہوئے عبارت محولہ اعجاز احمدی کے علاوہ حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۱۴ پر بدیں الفاظ مرزا صاحب نے کیا ہے و اللہ ما قلت قولا فی وفات

المسیح وعدم نزولہ وقیامی مقامہ الا بعد الالہام المتواتر المتتابع النازل کالوابل و بعد مکاشفات صریحۃ بینۃ منیرۃ کفلق الصبح۔ " یعنی قسم ہے اللہ کی کہ میں نے مسیح کی وفات اور دوبارہ نہ آنے اور میرے اُس کا قائم مقام ہونے کا عقیدہ اختیار نہیں کیا مگر ایسے الہاموں کے بعد جو متواتر پے درپے اور ایک بڑی بارش کی طرح مجھ پر اترنے والے تھے اور ایسے مکاشفات کے بعد جو صریح اور بالکل صاف اور صبح صادق کی طرح روشن تھے "۔

اسی طرح حقیقۃ الوحی وغیرہ کتابوں میں بھی حوالے ہیں لیکن یہ دو حوالے ہی کافی ہیں۔

حوالجات مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ مرزا صاحب کو الہامات نے تعلیم کیا ہے نہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت اور مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب نے اس کو قرآن وحدیث سے الم نشرح کردیا صاف جھوٹ اور قرآن کریم اور حدیث پر سراسر بہتان ہے اگر یہ مسئلہ قرآن کریم اور احادیث سے الم نشرح ہوتا تو اور امت کو جانے دو مرزا صاحب کیوں قرآن کریم اور احادیث اور اپنے الہامات سے حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرتے اور بارہ سال کے عرصہ دراز تک اس پر قائم رہتے قرآن کریم اور الہامات کا ذکر اور ان سے حیات مسیح علیہ السلام کا اثبات تو بحوالہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ وصفحہ ۵۰۵ اوپر گذر چکا ہے احادیث سے اثبات کا ذکر جو مرزا صاحب نے کیا ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ آئے گا۔

(بحوالہ ازالہ اوہام وتوضیح المرام وشہادت القرآن)

اس کے بعد جب مرزا صاحب کے خیالات نے پلٹا کھایا اور وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ کسی ملہم کے الہام نے آپ کو تعلیم کیا تو اس وقت مرزا صاحب نے قرآن کریم کو اپنے خیالات کے سانچے میں ڈھالنا شروع کردیا اور بحکم تحرفون الکلم عن مواضعہ قرآن کریم کی تیس آیتوں سے وفات مسیح علیہ السلام کے ثبوت کا دعویٰ کردیا پس ایک حق پرست ایماندار کے لیے تو مرزا صاحب کی یہ کاروائی سراسر باطل ہے اور اس امر کا بیّن ثبوت کہ مرزا صاحب قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو محض آلہ کار برآری سمجھ کر استعمال کرتے ہیں جوں جوں مرزا صاحب کے خیالات پلٹتے جاتے ہیں ان کے ساتھ ساتھ ہی قرآن اور حدیث کے معنی بھی پلٹتے جاتے ہیں۔ اور مختار مدعا علیہ اس کو قرآن اور حدیث سے الم نشرح کرنا سمجھتا ہے جو ایک مضحکہ خیز خیال اور سراسر غلطی ہے اور مرزا صاحب کے قرآن پر ایمان نہ ہونے کا ایک بین ثبوت۔

یہاں تک تو مرزا صاحب کے رسمی عقیدہ نہ ہونے کا ذکر تھا اب یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام امت حیات مسیح علیہ السلام کی معتقد چلی آئی ہے اور وہ بفتویٰ مرزا صاحب سب کے سب مشرک ٹھہرے معاذ اللہ میں اس وقت اسلامی کتب تفاسیر احادیث وغیرہ سے حوالے پیش کرنا اور دلائل عقیدہ حیات بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت کروں گا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اسی عقیدہ کے معتقد تھے۔

(۱) مرزا صاحب اپنی کتاب توضیح المرام کے آغاز صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں جس کے ٹائٹل پر الہامی الہامی لکھا ہوا ہے۔
"مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ "حضرت مسیح بن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے" میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے مراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے جس کا مصداق حسب اعلام والہام الٰہی یہی عاجز ہے"۔

(۲) اور اس کتاب کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں "اب پہلے ہم صفائی بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کے رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیلیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے انہیں کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں"۔

(۳) افسوس کہ اس صحیح اور واقعی امر کے سمجھنے میں غلط فہمی کر کے کوتہ اندیش لوگوں نے کس قدر بڑی غلطی کھائی جس کی وجہ سے وہ حدیثوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اگرچہ یہ تو سچ ہے کہ حدیثوں کا وہ حصہ جو تعامل قولی و فعلی کے سلسلے سے باہر ہے اور قرآن سے تصدیق یافتہ نہیں یقین کامل کے مرتبہ پر مسلم نہیں ہو سکتا لیکن وہ دوسرا حصہ جو تعامل کے سلسلہ میں آگیا اور کروڑہا مخلوقات ابتداء سے اس پر اپنے عملی طریق سے قائم و محافظ چلی آئی ہے اس کو ظنی اور شکی کیونکر کہا جائے ایک دنیا کا مسلسل تعامل جو بیٹوں سے باپوں تک اور باپوں سے دادوں تک اور دادوں سے پردادوں تک بدیہی طور پر مشہور ہوگیا اور اپنے اصل مبداء تک اس کے آثار اور انوار نظر آگئے اس میں تو ایک ذرہ شک کی گنجائش نہیں رہ سکتی اور بغیر اس کے انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا کہ ایسے مسلسل عمل درآمد کو اول درجہ کے یقینیات میں سے یقین کرے پھر جب کہ ائمہ حدیث نے اس سلسلہ تعامل کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم کیا اور امور تعاملی کا اسناد راستگو اور متدین راویوں کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا تو پھر بھی ان پر جرح کرنا درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔

اب اس تمہید کے بعد یہ بھی واضح ہو کہ مسیح موعود کے بارے میں جو احادیث میں پیشگوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ جس کو صرف ائمہ حدیث نے چند روایتوں کی بناء پر لکھا ہو بس بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیشگوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے رگ وریشہ میں داخل چلی آتی ہے گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس پیشگوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں کیونکہ عقیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتداء سے یاد کرتے چلے آتے تھے اور ائمہ حدیث امام

بخاری وغیرہ نے اس پیشگوئی کی نسبت اگر کوئی امر اپنی کوشش سے نکالا ہے تو صرف یہی کہ جب اس کو کروڑ ہا مسلمانوں میں مشہور اور زبان زد پایا تو اپنے قاعدہ کے موافق مسلمانوں کے اس قولی تعامل کے لیے روایتی سند کو تلاش کر کے پیدا کیا اور روایات صحیح مرفوعہ متصلہ سے جن کا ایک ذخیرہ ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اسناد کو دکھایا۔

علاوہ اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اگر نعوذباللہ یہ افتراء ہے تو اس افتراء کی مسلمانوں کو کیا ضرورت تھی اور کیوں انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور کس مجبوری نے ان کو اس پر آمادہ کیا تھا۔"

(شہادت القرآن صفحہ ۸ و ۹)

ان حوالجات سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) مسلمانوں کا عقیدہ حیات عیسٰی علیہ السلام اور بعینہ ان کے نزول کا ہے نہ کسی مثیل مسیح کا جس کو اب مرزائی اصطلاح میں مسیح موعود سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲) یہ عقیدہ آنحضرت کے اقوال مقدسہ یعنی احادیث نبویہ سے پیدا ہوا ہے۔

(۳) یہ عقیدہ ابتداء سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں داخل چلا آیا ہے اور تعامل اعتقادی کے طور پر سلسلہ بہ سلسلہ اپنے اصل مبدء تک اس کے آثار اور انوار نظر آرہے ہیں۔

(۴) جو امور سلسلہ اسناد کے ساتھ سلسلہ تعامل اعتقادی یا عملی سے ثابت ہو جائیں وہ اوّل درجہ کے یقینیات ہوتے ہیں ان پر جرح کرنا درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی سے کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔

(۵) مرزا صاحب اس عقیدہ کو اب الہام اور اعلام الٰہی سے غلط جانتے تھے۔

(۶) پہلے مرزا صاحب بھی اس کو احادیث کی بناء پر صحیح مانتے تھے اور اسی عقیدہ کے معتقد تھے۔

نتیجہ ۶ اگرچہ حوالجات سابقہ سے ثابت ہو رہا ہے لیکن مزید توضیح کے لیے ایک حوالہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۸ تقطیع خورد سے نقل کیا جاتا ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ عقیدہ جو براہین احمدیہ میں درج ہے صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے۔"

اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا عقیدہ حیات مسیح رسمی نہ تھا بلکہ احادیث نبویہ کی پیروی کا نتیجہ تھا اور پہلے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ براہین میں اسی عقیدہ کو مرزا صاحب نے اپنے الہام اور قرآن سے ثابت کیا ہے پس مرزا صاحب کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اپنے الہام کی بناء پر تھا۔

اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب اس کی اصل حقیقت کا انکشاف صرف مرزا صاحب پر ہوا

ہے اور وہ بھی ان کے دعویٰ الہام کے بارہ برس بعد لہٰذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور تمام امت کا اعتقاد بزعم مرزا صاحب اصل حقیقت کے خلاف تھا یعنی حیات مسیح علیہ السلام کا اور انہیں کے بعینہ نازل ہونے کا نہ کسی مثیل کا اور اسی بنا پر مرزا صاحب نے اسی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۹۱ پر لکھدیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم وغیرہ وغیرہ کی اصل حقیقت نہ کھلی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں (معنیٰ)

اس طرح مرزا صاحب نزول مسیح کی اصل حقیقت مرزا صاحب پر منکشف ہونے اور ان سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت پر مخفی رہنے کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے ظاہر کرے اور مخفی کرے اس کے ہر ایک فعل میں مصلحتیں حکمتیں اور امتحان ہوتے ہیں لیکن اکثر آدمی اس بات کو جانتے نہیں وہ شریعت کے ظاہر اور چھلکے کو تو جانتے ہیں اور اس کے مغز سے غافل ہیں اور جب ان پر سرّ حقیقت ظاہر کیا جاتا ہے تو ان کی آنکھیں اس کو حقارت سے دیکھتی ہیں اور بدگمانی کر کے کافر ہوتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ ساری امت کس طرح خطا اور غلطی پر متفق اور ہم خیال ہو گئی اور ہم کیونکر یہ سمجھ لیں کہ وہ سب غلطی پر تھے اور تم حق پر ہو۔ ان پر افسوس ہو یہ کیوں اس بات کو نہیں جانتے مانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بات پر غالب ہے جب وہ کسی بات کو چھپانے کا ارادہ کرے تو سمجھنے والے اس کو سمجھ نہیں سکتے اس کے سنن کو قرآن میں پڑھ کر غافل رہتے ہیں۔

کیا وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین انبیاء سے بعض باتوں کو پوشیدہ رکھتا ہے اور وہ اس اخفاء کی وجہ سے امتحان کئے جاتے ہیں اور کسی امت کا حق نہیں ہے کہ اپنے فہم میں انبیاء پر بڑھ جائے ....

تم خدا کے امتحان سے کیوں نہیں ڈرتے کہیں نزول مسیح کی پیشگوئی تمہارے لیے فتنہ ہی نہ ہو" یہ ترجمہ ہے مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۵۴ و ۵۵۴ یخفی مایشاء ویبدی و فی کل فعلہ مصالح وحکم وابتلات (الی) ولعل نبأ نزول المسیح یکون فتنۃ لکم۔

عبارت محولہ میں مرزا صاحب نے یہ ظاہر کیا ہے کہ نزول مسیح علیہ السلام کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے ایک فتنہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا اور ساری امت اس کی اصل حقیقت کے سمجھنے میں غلطی پر تھی اور جب اللہ تعالیٰ مقربین انبیاء پر بھی بعض باتوں کی حقیقت کو مخفی رکھتا ہے تو امت اپنے فہم اور سمجھ میں نبی سے کیونکر بڑھ سکتی ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۵۲ و ۵۵۳ پر لکھتے ہیں فتضرعت فی حضرۃ اللہ تعالیٰ وطرحت بین یدیہ متمنیا لکشف سرا نزول وکشف حقیقۃ الدجال (الی) فاخبرنی ربی ان النزول روحانی لا جسمانی۔

یعنی میں نے خدا کے حضور میں تضرع کیا اور نزول مسیح کا سرّ اور حقیقت دجال کے انکشاف کی آرزو میں خدا کے سامنے میں نے اپنے آپ کو گرا دیا تاکہ مجھے علم الیقین اور عین الیقین حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کی عنایت میری تعلیم اور تفہیم کی طرف متوجہ ہوئی

اور اس نے مجھے اپنی طرف سے الہام کیا اور تعلیم کیا کہ نزول مسیح کا اصل مفہوم صحیح ہے لیکن مسلمانوں نے اس کی حقیقت کو نہیں سمجھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مخفی رکھنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور مکر اور ابتلاء ان کے افہام پر غالب آگیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مُنہ کو حقیقت روحانی کی طرف سے پھیر کر جسمانی خیال (یعنی نزول جسمانی) کی طرف متوجہ کر دیا اور اسی پر قناعت کئے رہے اور یہ خبر ان کے پاس لکھی ہوئی اور قریباً بعد قرن اسی طرح چھپی ہوئی چلی آئی جس طرح دانہ بالی میں چھپا ہوا ہوتا ہے یہاں تک کہ ہمارا یہ زمانہ آگیا اور اسلام کمزور ہوگیا گناہ بڑھ گئے عیسائی غالب ہو گئے اور انہوں نے ان عشاق پر جو حرمین کے شکار کی مانند تھے حملہ کر دیا اور ہم پر وہ مصیبتیں آئیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور زمین ہم پر تنگ ہو گئی اور ناصرین کو دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھیں سوج گئیں تو (اب) اللہ تعالیٰ نے صداقت کی صبح کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا .... اور مجھے یہ خبر دی کہ نزول روحانی ہے جسمانی نہیں"۔

خلاصہ کلام بالا یہ ہے کہ حقیقت نزول مسیح علیہ السلام کا اظہار اللہ تعالیٰ نے صرف مرزا صاحب پر کیا اور وہ بھی بڑے تضرع وزاری اور استکشاف حقیقت کی آرزو میں مرزا صاحب کے اپنے آپ کو حضور خداوندی میں ڈال دینے کے بعد اور اس سے پہلے قرون اسلام میں یہ خبر ایسی مخفی تھی جس طرح ایک دانہ بالی میں چھپا ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو مخفی رکھنے کا ارادہ کر لیا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مکر اور ابتلا اور تقدیر کے ماتحت مسلمانوں کے مونہہ حقیقت روحانی سے نزول جسمانی کی طرف پھیر دیے اور ان کو شرک اور جھوٹ کی اندھیری رات میں رکھا جب مرزا صاحب کا زمانہ آیا تو صداقت کی صبح نمودار کر دی خیر یہ بات تو الگ رہی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کو اس تکلف سے (معاذ اللہ) گمراہ اور مشرک بنانے میں بقول مرزا صاحب کیا لطف تھا؟ لیکن یہ بات نہایت صفائی سے مرزا صاحب نے اس جگہ واضح کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین تبع تابعین علماء اولیا محدثین مفسرین مجددین عوام وخواص امت سب مشرک بت پرست اور مخلوق پرست تھے اور مرزا صاحب بھی باون سال کی عمر تک یعنی دعوئے الہام کے بارہ برس بعد تک مشرک تھے مرزا صاحب کا یہ کفر بڑا عظیم الشان اور انتہائی درجہ کی توہین ہے۔

باقی رہا مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ مرزا صاحب نے پہلے لوگوں کو قابل معافی قرار دیا ہے یہ محض ابلہ فریبی اور طفل تسلی ہے شرک اور بت پرستی قابل معافی نہیں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء ط اور فرمایا ومن یشرک باللہ فکانما خر من السمآء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق ط (حج) اور شرک سے مراد منجر الی الشرک لینے کا جواب اوپر آچکا ہے۔

توہین مسیح علیہ السلام

(پیشگوئیاں)

قول مختار مدعا علیہ اس جگہ مرزا صاحب کو ان لوگوں کا جواب منظور ہے جو انبیاء میں اجتہادی غلطی کو نہیں مانتے اور عیسائیوں کی تردید بھی ہے مرزا صاحب حضرت عیسٰے کی نبوت کو ثابت کر رہے ہیں نہ کہ باطل ملخصاً۔

الجواب

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام اور اعجاز احمدی میں جن کے حوالجات مذکور ہو چکے ہیں حضرت عیسٰی کی پیشگوئیوں کو صاف صاف طور پر جھوٹی کہا ہے اور انتہائی تحقیر اور استخفاف سے ان کو بطور طعن بیان کیا ہے اور اگرچہ اجتہاد کی غلطی کے الفاظ بھی کہے جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کی تکذیب بھی اس زور شور سے اور صفائی سے کرتے ہیں جو ان کو اجتہادی غلطی کے حدود میں رہنے نہیں دیتی حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن ضعیف اور کمزور پیرایہ میں اور ابطال نبوت کے دلائل بڑے زبردست اسلوب اور پر شوکت الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتہادی غلطی کا بہانہ اور اقرار نبوت استہزاء اور تمسخر ہے ملاحظہ ہو ازالہ اوہام تقطیع خورد صفحہ ۵ تا ۸ لے نفسانی مولویو اور خشک زاہدو! تم پر افسوس (الی) لغزشیں پیش آگئیں۔

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں علماء اسلام اور صوفیاء کرام مرزا صاحب کے مخاطب ہیں نہ عیسائی بقول مرزا صاحب علماء اسلام نے مطالبہ کیا کہ اگر تم مسیح ہو تو معجزات مسیح دکھاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں احیاء روحانی کے لیے یہ عاجز آیا اور اس کا ظہور ہوگا۔

(۲) دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔

کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق کو دور نہیں کرتا اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے۔

کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں صحیح نکل نہیں سکیں انہوں نے یہودا اسکریوطی کو بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا جس سے وہ آخر محروم رہ گیا اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دے

دی تھیں اور بہشت کے دروازے کسی پر بند ہونے یا کھلنے اسی کے اختیار میں رکھے تھے مگر پطرس نے آخری کلمہ کے ساتھ مسیح سے الوداع ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مسیح کے روبرو مسیح پر لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا ایسا اور بھی بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو صحیح نہیں نکلیں۔"

عبارت مسطور بالا سے دو باتیں صاف ثابت ہیں۔

(۱) اول یہ کہ مرزا صاحب کے نزدیک یہ مطاعن علیسویہ جو اوپر بیان ہوئے ثابت اور امور واقعیہ ہیں اور مرزا صاحب کا یہ عندیہ اور اعتقاد ہے کہ حضرت عیسٰے کی پیشگوئیاں نہایت حقیر اور نکمی تھیں اور ان کے معجزات سے بھی زیادہ ابتر تھیں معہذا وہ اکثر جھوٹ ثابت ہوئیں۔

(۲) مرزا صاحب کی غرض ان مطاعن مذکورہ کے ذکر سے ان مسلمانوں کو جواب دینا ہے بقول مرزا صاحب جو مرزا صاحب سے مسیح علیہ السلام کی طرح معجزہ نمائی کا مطالبہ کرتے تھے نہ علیسائیوں کو الزام دینا۔ پیشگوئیوں کی مزید کیفیت اعجاز احمدی ص۵ پر اپنی پیشگوئیوں کی نسبت بیان کرتے ہیں ایک پیشگوئی بھی جھوٹی نہیں نکلی بلکہ تمام پیشگوئیاں صفائی سے پوری ہو گئیں .... یہ تو میری پیشگوئیوں کی واقعی حقیقت ہے مگر جو اس یہودی فاضل نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر اعتراض کئے ہیں وہ نہایت سخت اعتراض ہیں بلکہ وہ ایسے سخت ہیں کہ ان کا تو ہمیں بھی جواب نہیں آتا اور اگر مولوی ثناء اللہ یا مولوی محمد حسین یا کوئی پادری صاحبوں میں سے ان اعتراضات کا جواب دے سکتے تو ہم ایک سو روپیہ نقد بطور انعام اس کے حوالہ کریں گے خدا کہلا کر پیشگوئیوں کا یہ حال اس سے تو ہمیں بھی تعجب ہے ایسی پیشگوئیوں پر تو نسخ بھی جاری نہیں ہو سکتا تا یہ خیال کیا جائے کہ وہ منسوخ ہو گئی۔

صفحہ ۱۳ اعجاز احمدی "اور یہود تو حضرت عیسٰے کے معاملہ اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسٰے نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں یہ احسان قرآن کا ان پر ہے کہ ان کو بھی نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا۔"

اور صفحہ ۱۳ و ۱۴ پر لکھتے ہیں غرض قرآن شریف نے حضرت مسیح کو سچا قرار دیا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی پیشگوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں جو ہم کسی طرح ان کو دفع نہیں کر سکتے صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور سچے دل سے قبول کیا ہے اور بجز اس کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں عیسائی تو ان کی خدائی کو روتے ہیں مگر یہاں نبوت بھی ان کی ثابت نہیں ہو سکتی ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج کوئی زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے۔"

ان حوالجات سے مفصلہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیاں نہایت صفائی سے پوری ہو گئیں ایک بھی جھوٹی نہیں ہوئی
(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر یہودی فاضل کے واقعی ایسے سخت اعتراض ہیں جن کا جواب نہ مرزا صاحب دے سکتے ہیں نہ کوئی اور علماء اسلام میں سے نہ کوئی عیسائی۔
(۳) مرزا صاحب ان اٹل اور لاجواب اعتراضوں کا جواب دینے والے کو سو روپیہ انعام دیں گے ساتھ ہی اس کے یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اپنی پیشگوئیوں کی نسبت آپ نے یہ تحدی کی ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب میری پیشگوئیوں کو جھوٹا ثابت کرے تو خدا کی قسم ہر پیشگوئی پر سو روپیہ انعام دوں گا ملاحظہ ہو صفحہ ۳۳ "اعجاز احمدی" اور مولوی ثناء اللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہ بھی کہا تھا (والی) ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔
(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں۔
(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابطال نبوت پر کئی دلیلیں موجود ہیں۔
(۶) ہم ان کو نبی صرف اس وجہ سے مانتے ہیں کہ قرآن نے نبیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دیا ہے۔
(۷) ان مقامات محولہ بالا میں بھی مسلمان مخاطب ہیں اگر کسی جگہ عیسائی کا ذکر ہے تو تبعًا ہے اور محض ضمنی طور پر۔

عبارت صفحہ ۵ پر جو مرزا صاحب نے اس فاضل یہودی کے اعتراضات کو لاجواب قرار دیا ہے یہ وہی اعتراضات ہیں جن کو صفحہ ۴ پر مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے یعنی تخت داؤد بہشت کے تختوں یہودا رسکر یوطی اور پطرس وغیرہ کی پیشگوئیاں جس کا مختار مدعا علیہ نے جواب البحث میں حوالہ دیا ہے اور صفحہ ۱۳ پر انہیں اعتراضات یہود کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت سے ابطال پر کئی دلائل قائم ہیں اسی طرح صفحہ ۱۳ و ۱۴ پر انہی اعتراضات کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر ماتم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص اس عقدہ کو حل نہیں کر سکتا۔

اس بیان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب کے عندیہ اور عقیدہ میں فاضل یہودی کی بیان کردہ پیشگوئیاں درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی صورت میں قطعًا اور یقینًا کی تھیں اور صاف اور صریح طور پر جھوٹی نکلیں اور ان کا جواب محال اور ناممکن ہے۔

ازالہ اوہام کی عبارت سے بھی جس کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے یہ بات صاف ہو گئی تھی کہ مرزا صاحب کا یہ عندیہ اور عقیدہ ہے اور انہی حالات کی بناء پر مرزا صاحب نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی دلیلیں موجود ہیں اور نبوت کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب نے اصولاً اس بات کو مانا ہے کہ ممکن نہیں کہ نبیوں کی

پیشگوئیاں باطل ہوجائیں جیساکہ مختار مدعیہ نے بحوالہ کشتی نوح صفحہ ۵ کہا تھا لہٰذا ان حالات کی موجودگی میں اجتہادی غلطی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ حسب تصریح مرزا صاحب جب کہ خود مرزا صاحب اور دیگر انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک جب کہ اجتہادی غلطی کہہ سکتے ہیں تو حضرت مسیحؑ کی اجتہادی غلطی پر مرزا صاحب نے اس قدر طعن و تشنیع کیوں کی اور فاضل یہودی یا شریر یہودی کی ہمنوائی اختیار کر کے اس کو لاجواب اور لاینحل عقدہ اور دلائل ابطال نبوت عیسیٰ علیہ السلام کیوں قرار دیا۔ حالانکہ کسی اور نبی کی اجتہادی غلطی پر اس قدر سنگین الزام نہیں لگائے بلکہ اس کو انبیاء کے حق میں جائز اور ایک معمولی امر قرار دیا گیا ہے۔

پس اسی اصول سے اس شریر یا فاضل یہودی کو جواب دیا جاسکتا ہے کہ اول تو اسلام اور قرآن کے رو سے تم محرفین اور کذابین کے حوالوں اور کتابوں کا کوئی اعتبار ہی نہیں مرزا صاحب مختار مدعا علیہ کی محولہ عبارت صفحہ ۲۵ میں خود لکھتے ہیں "جو بات دشمن کے منہ سے نکلے وہ قابل اعتبار نہیں"۔

دوم یہ کہ اگر کوئی بات اس قسم کی بفرض محال والتسلیم ہو گی تو ایسی پیشگوئی ہو گی جو محتمل الوجوہ اور قابل تاویل ہو گی یا بدرجہ غایت غلطی اجتہادی لیکن مرزا صاحب کے حوالجات سابقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی عیسوی پیشگوئیوں میں موجود نہیں نہ اجتہادی غلطی کی گنجائش نہ تاویل کی صورت اور نہ واقعات بیان کردہ یہود میں کذب اور جھوٹ کا شائبہ مرزا صاحب ان واقعات کو سچ اور صحیح جان کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو ایسا صاف اور صریح اور قطعی طور پر جھوٹا سمجھتے ہیں کہ ان کی توجیہہ نہ مرزا صاحب سے ہو سکتی ہے نہ روئے زمین پر کسی اور شخص سے اور مرزا صاحب کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی ادلہ قطعیہ موجود ہیں اور اثبات نبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا مرزا صاحب کا بعض مواضع پر نہایت کمزور اسلوب اور دھیمی آواز میں اجتہادی غلطی کہنا محض ابلہ فریبی اور تمسخر و استہزاء ہے چنانچہ وہ عبارتیں جو مختار مدعا علیہ نے صفحہ ۲۵ و ۲۶ سے نقل کی ہیں نیز صفحہ ۲۴ کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اجتہادی غلطی کا عذر بھی کرتے جاتے ہیں کہ اس سے نبوت میں خلل نہیں آتا اور ساتھ ساتھ طنز اور نبوت پر جرح و قدح بھی کرتے جاتے ہیں اور حوالجات سابقہ میں تو ابطال نبوت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا سامان اکٹھا کر دیا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ کہ۔

مرزا صاحب کا قرآن کریم کے سہارے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرنا ان کی توہین اور ہتک نہیں ہے اس کو توہین سمجھنا مختار مدعیہ کا انوکھی طرز کا استدلال ہے وغیرہ کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ منشاء نہ ہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ تمام انبیاء سابقین کی نبوت پر ایمان لانے کا قرآن مجید نے ہی ہم کو حکم دیا ہے اور صرف اتنی بات کسی نبی کی توہین کا موجب نہیں ہو سکتی۔

ہاں البتہ جس مخصوص انداز سے مرزا صاحب نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کو قرآن سے مانا ہے وہ نہ صرف ان کی توہین کا موجب ہے بلکہ قرآن کریم پر بھی ایک کھلا کھلا طعن ہے جس سے ایک مخالف اسلام اور قرآن نہایت آسانی سے حملہ آور ہو سکتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ صفحہ ۱۳ و ۱۴ اعجاز احمدی دو جگہ پر جہاں مرزا صاحب نے اس مضمون کو بیان کیا ہے وہ عبارتیں ہم نے اوپر نقل کر دی ہیں ان کو بغور پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کی نسبت مرزا صاحب نے وہاں دو متضاد باتیں جمع کر دی ہیں۔

(۱) ابطال نبوت مسیح کے دلائل کا اقرار۔

(۲) قرآن مجید کا نبیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دینا

اس صورت میں مرزا صاحب کو جو مشکل درپیش ہے اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں ہے قرآن کریم کا صاف انکار بھی مشکل جس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نام نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا ادھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کے باطل ہونے پر دلائل لاجواب بھی موجود۔ بحکم قہر درویش بجان درویش چارو ناچار نبوت عیسوی کا اقرار کر دیا لیکن نبوت کو باطل کرنے والے دلائل کا ذکر و اقرار بھی بالمقابل ساتھ ہی ساتھ کر رہے ہیں بہر حال اس حالت کذائی میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توہین بلکہ انکار نبوت مصرح ہے اور اقرار اتخذوا ایمانھم جُنّۃً الآیہ کا مصداق۔

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بقول مرزا صاحب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کے ابطال و بطلان پر ایک نہ دو کئی دلیلیں موجود ہیں تو اس حقیقت نفس الامری کے برخلاف قرآن کریم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نام نبیوں کے دفتر میں کیوں لکھ دیا اس سے تو قرآن مجید کی جرح و تعدیل کا کوئی اعتبار نہ رہا اور امان اٹھ گئی قرآن مجید تو آئینہ حقائق تھا لیکن یہاں سے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ ان لوگوں کو جن کی نبوت کے ابطال اور بطلان پر کئی ایک دلائل فی الواقعہ موجود ہیں ان کو بھی ایک اولی العزم نبی اور برگزیدہ رسول صاحب کتاب قرار دیتا ہے اندریں صورت اس کی کسی بات کا بھی اعتبار نہ رہا اور نہ وہ کتاب اللہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ معاذ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون۔

غالباً اسی خیال سے مرزا صاحب نے صفحہ ۱۳ و ۱۴ اعجاز احمدی پر اظہار افسوس کیا ہے اور لکھا ہے ”غرض قرآن شریف نے حضرت مسیح کو سچا قرار دیا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی پیشگوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں کسی طرح ہم ان کو دفع نہیں کر سکتے صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور بجز اس کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں عیسائی تو اُن کی نبوت کو روتے ہیں مگر یہاں نبوت بھی ثابت نہیں ہو سکتی ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے“ اور صفحہ ۱۳ پر ہے ”اور یہود تو حضرت عیسٰی کے معاملہ میں اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں بغیر

اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ حضور عیسٰے نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں اور یہ احسان قرآن کا ان پر ہے کہ ان کو بھی نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا"۔

اور اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ جو یہود کے اعتراض ہیں وہی مرزا صاحب کے اعتراض ہیں اور مرزا صاحب کا عندیہ اور عقیدہ اس امر میں ان کو موافق و مطابق ہے اور اسی خیال سے مرزا صاحب نبوت عیسویہ کے بطلان پر ادلہ موجود ہونے کے باوجود قرآن مجید کے ان کی نبوت منوانے پر افسوس کر رہے ہیں۔ پس ہمارا پیش کردہ سوال مذکورہ بالا مرزا صاحب کے خیال پر وہ عقدہ ہے جس کی نسبت بقول مرزا صاحب یہ کہنا صحیح ہے کہ آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے اور غالباً مرزا صاحب کے کلام میں اسی عقدہ کی طرف اشارہ لفظ حصور و قصہ عطر وغیرہ ہے مختار مدعیہ نے دافع البلاء کی عبادت کی بناء پر جو اعتراض مرزا صاحب پر قائم کیا تھا کہ انہوں نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی توہین کی ہے

(۱) اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے بہت کچھ طویل تحریر لکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ عیسائیوں کے مسلمات کی بنا پر کہا ہے نہ یہ کہ وہ ان کا اپنا عقیدہ تھا یعنی کسی فاحشہ عورت کی ناپاک کمائی کے عطر کو مسیح علیہ السلام کا استعمال کرنا یا اپنے ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھونا یا کسی بے تعلق جوان عورت کا مسیح کی خدمت کرنا یہ باتیں یہودیوں اور عیسائیوں کے مسلمات سے ہیں نہ کہ مرزا صاحب کا یہ عندیہ اور عقیدہ ہے اور یہ عیسائیوں کو الزام دینے کی خاطر سے بیان ہوئی ہیں جیسا کہ لفظ "نہیں سنا گیا" اور بعد میں بنایا گیا" سے مفہوم ہوتا ہے۔

(۲) مختار مدعا علیہ کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیم میں ان باتوں کا نشان نہیں پایا جاتا۔

(۳) مسلمان بھی اس الزام میں ملحوظ ہیں جو بغیر اکل و شرب ان کو زندہ مانتے ہیں اور بقول مرزا صاحب ان کے مخالف خدا کے مخالف نام کے مسلمان ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ وہ الزام جو مختار مدعیہ نے قائم کیا تھا (کہ مرزا صاحب کا ان قصوں کو اور شراب پینے کو اس امر کا باعث قرار دینا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی کا قرآن میں حصور نام نہ رکھا اور حضرت یحییٰ کا نام حصور رکھا ثابت کرتا ہے کہ مرزا صاحب اور خدا کے نزدیک درحقیقت حضرت عیسٰی علیہ السلام میں یہ عیب موجود تھے) ان جوابوں سے رفع نہیں ہو سکتا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ و بیان گواہان مدعیہ ۳،۲،۱۔

مختار مدعا علیہ نے حضرت مسیح کی شراب نوشی کا جو جواب دیا ہے کہ ان کی شریعت میں حلال تھی وہ بھی سست ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ درحقیقت ان کی شان کی نسبت یہ عیب اور قدح کی چیز تھی جو حصور کی صفت کے منافی تھی۔

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کو بری ثابت کرنے کے لیے جو یہ کہا تھا کہ یہ واقعات اور قصے محض یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہیں نہ مرزا صاحب کے نزدیک اور اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں اس کی نسبت جواباً گزارش ہے کہ بے شک اسلامی تعلیم میں عصمت انبیاء کا عقیدہ مسلمہ ہے اور ایسے فواحشات سراسر منافی عصمت لہٰذا یہ بالکل صحیح ہے کہ اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ عندیہ اور عقیدہ نہیں ہے۔ سراسر غلط اور جھوٹ ہے جیسا کہ مختار مدعیہ کی بحث اور گواہان مدعیہ کے بیانات سے ثابت ہے اور دافع البلاء کی عبارت میں جو تکلف اور غلط تاویل مختار مدعا علیہ نے کی ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں اور نہ جواب مختار مدعیہ۔

اس کے ماسوا مختار مدعا علیہ نے جو حوالہ تریاق القلوب صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ کے حاشیہ در حاشیہ سے اپنے جوابات کی تائید و تقویت کے لیے پیش کیا ہے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عیوب و فواحش درحقیقت مسیح علیہ السلام میں موجود تھے اور مرزا صاحب کا یہی عقیدہ ہے اور مختار مدعا علیہ کا یہ قول غلط اور جھوٹ ہے کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ نہیں محض عیسائیوں اور یہودیوں کے مسلمات ہیں بلکہ اس میں تو مرزا صاحب نے اور غضب ڈھایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ فواحش و عیوب مسیح علیہ السلام میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور حکم سے تھے ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ کی عبارت محولہ مختار مدعا علیہ "ہر ایک رسول یا نبی یا محدث یا مامور من اللہ جو دنیا میں آتا ہے (الی آخرہ) اور اسی بناء پر حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا طریق تعلیم عطا کیا تھا الخ۔

اس حوالہ میں مرزا صاحب نے صرف حضرت مسیحؑ کے لیے بلکہ ہر ایک نبی اور رسول اور مامور من اللہ کے لیے اصولی طور پر یہ سنت قرار دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے فواحش اور فسق و فجور کے ارتکاب کی تعلیم دیتا ہے جس سے شریر آدمی ان پر الزام لگا سکیں (معاذ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون)۔

مرزا صاحب کا یہ فلسفہ اسلامی فلسفہ اور قرآن کریم کی صاف تکذیب ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے قل ان اللہ لا یأمر بالفحشآء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون نیز فرماتا ہے وینھیٰ عن الفحشآء والمنکر نیز فرماتا ہے قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن یعنی کہہ دو اللہ بے حیائیوں کا حکم نہیں کرتا کیا تم اللہ پر ان باتوں کا افتراء کرتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں یہی باقی آیات کا مفہوم ہے لیکن مرزا صاحب نے ان آیات قرآنیہ کے صریح خلاف اللہ تعالیٰ کو صریح فواحش کی تعلیم دینے والا قرار دیا اور اس کو عادت اللہ قرار دیا اور وہ ان لوگوں کے حق میں جن کو تمام دنیا کے لیے عملی نمونہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ بات بھی سمجھ سے باہر ہے کہ جب بقول مرزا صاحب ایسے فواحش کا ارتکاب انبیاء سے سرزد ہو تو ان پر الزام لگانے والے شریر اور خبیث کیونکر ہوئے لیکن اس معمہ کو بھی ان شاء اللہ ہم حل کر دیں گے۔

اب ہم اپنے بیان مذکورہ بالا کی مزید توضیح اور توثیق اور مرزا صاحب کے اس عقیدہ کفریہ کو الم نشرح کرنے کے لیے

اسی کتاب تریاق القلوب کا حوالہ پیش کرتے ہیں جس کو مرزا صاحب نے زیادہ توضیح اور بسط سے بیان کیا اور اس کی امثلہ پیش کی ہیں اور اس فعل شنیع کا فلسفہ اور حکمت بیان کی ہے ——— ملاحظہ ہو

مرزا صاحب کا حاشیہ تریاق القلوب جو صفحہ ۳۲ سے شروع ہو کر صفحہ ۳۷ تک پانچ صفحوں پر لکھا گیا ہے اس حاشیہ میں مرزا صاحب نے چند باتیں لکھی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے۔

(۱) عظیم الشان انبیاء اور صدیقین سے ایسے کاموں کا سرزد ہونا جو اخلاقی حالتوں اور معاشرتی طریق میں قابل ملامت ہوں اور ان امور کا خضر کی طرح خدا کے علم اور حکم سے ہونا۔

(۲) وہ امور اس قسم کے بھی ہوتے ہیں جن کو مال حرام کھانا۔ خون ناحق کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ عہد شکنی زنا کاری کے بال حرام کو استعمال کرنا۔ نامحرم حسین اور جوان عورت سے اپنے اعضاء کو ملانا وغیرہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے ہوتی ہیں جس طرح۔

(۳) جیسے علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آخری باتوں کا اذن دیا۔

(۴) اس قسم کی چند اور مثالیں۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے قبضہ میں بے گناہ لوگوں کے مال اللہ تعالیٰ نے دیے جو نہایت قابل شرم دروغگوئی سے حاصل کیے گئے تھے اور عہد شکنی سے ہضم کیے گئے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عیسائیوں کے الزامات۔

(۳) حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر روافض کے الزامات دربارہ عفت و دیانت و امانت وغصب و نفاق۔

(۴) اللہ تعالیٰ ایسا اس لیے کرتا ہے کہ تا اپنے خاص مقبولوں اور محبوبوں کو بدبخت شتاب کاروں سے مخفی رکھے اور تاکہ وہ خبیث طبع انسانوں کا خبث ظاہر کرے اور شریروں کا امتحان ہو۔ ان تمام باتوں کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے سراسر مغالطہ اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان امور کے حکم اور اذن کی نسبت کرنا افترا ہے اور تعلیم اسلامی اور قرآن بلکہ جملہ ادیان کے خلاف رہا خضر کا واقعہ تو اس کا تعلق تکوین سے ہے نہ تشریع اور شرائع سے اس پر انبیاء شرائع کے اعمال کو قیاس کرنا سراسر مغالطہ ہے یا ناواقفی اور جہالت انہوں نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی کہہ دیا تھا انك لن تستطیع معی صبراً۔ یعنی میں اور کام پر ہوں تو اور کام پر یعنی تو بوجہ مامور بالشریعت ہونے کے میرے ساتھ نہیں رہ سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرات شیخین (صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما) کی مقدس ہستیوں میں ایسے افعال کا تسلیم کرنا مرزا صاحب کی بڑی بے باکی اور جرأت ہے علماء اسلام اور اہل سنت والجماعۃ کی طرف سے متعصب اور ضدی مخالفین کو اس کے جوابات کما حقہ دئے جا چکے ہیں لیکن مرزا صاحب نے تو

اس جگہ بلسابئوں اور روافض کی فتح کا اس جگہ اقرار کر کے ہتھیار ڈال دیئے اور یہ کہہ کر دامن چھڑا لیا کہ ایسے افعال شنیعہ کا انبیاء اور اولیاء سے سرزد ہونا بحکم الٰہی ہوا ہی کرتا ہے گویا اعتراضات مسلّم اور جواب وہ جس کو کوئی معقول انسان کچھ وقعت نہ دے سکتا ہو کیونکہ وہ قرآن کریم اور اسلام بلکہ تمام ادیان و شرائع سماویہ کو درہم برہم کرنے والا اور ان کا مخالف اور مکذب ہے۔

بہر حال مرزا صاحب نے مسیح علیہ السلام کے قصہ کو تسلیم کر لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے فاحشہ عورتوں کی حرام کمائی کے عطر وغیرہ کو استعمال فرماتے تھے اور جوان حسین نامحرم عورتوں کے اعضاء سے اپنے اعضاء ملایا کرتے تھے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی دروغگوئی عہد شکنی اور حرام خوری کا مرتکب قرار دیا ہے کیونکہ ان واقعات کو تسلیم کر لیا ہے اور ان کے نتائج مذکورہ بالا کو خود ہی بیان کیا ہے اور جو جواب ہے وہ سراسر نامعقول اور بمنزلہ صفر کے ہے لہٰذا مرزا صاحب توہین عیسیٰ علیہ السلام توہین موسیٰ علیہ السلام کے بالخصوص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات شیخین (ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور تمام انبیاء اور اولیاء کی توہین کے بالعموم مرتکب ہوئے اور وہ اصول وضع کئے جس سے قرآن کریم اور اسلام کی تکذیب اور تخریب اور تمام ادیان حقہ کا فضول اور لغو ہونا ثابت ہوتا ہے لہٰذا اس عظیم الشان کفر کا اندازہ قیاس سے باہر ہے جو کئی کفروں پر مشتمل ہے اور جس سے تعطل شرائع اور الحاد کے تمام دروازے کھل گئے۔

اب ہم حسب وعدہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آخر مرزا صاحب کو اس عقیدہ ناشدنی اور کفر کی کیا ضرورت پیش آئی جس کو انہوں نے اس صورت میں پیش کیا جس سے تمام کارخانہ شریعت ہی درہم برہم ہوا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسے فواحش اور کبائر کا ارتکاب انبیاء سے ظہور پذیر ہونا سنۃ اللہ میں داخل مانا جائے تو امتوں کا کیا حال۔

گر ہمیں مکتب است و ہمیں ملاّ
کار طفلاں تمام خواہد شد

تو جواب اس کا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ خود غرضی سے کیا اور کہا ہے ورنہ در حقیقت انبیاء ایسے فواحش سے مبرا اور معصوم ہیں۔ مرزا صاحب کی خود غرضی کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب سے باوجود ادعا مسیحیت مہدیت صدیقیت نبوت وغیرہ مقامات عالیہ کے جن سے بڑھ کر کوئی بلندی متصور نہیں چونکہ ایسے امور قطعاً سرزد ہوئے اس لیے مرزا صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ وہ ان سے اپنا بری ہونا ثابت کرتے ہاں یہ اصول وضع کیا کہ تمام انبیاء سے ایسے امور کا باذن الٰہی سرزد ہونا سنت اللہ میں داخل ہے۔ ایسے امور بہت ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو اس اصول کی وضع پر مضطر اور مجبور کر دیا لیکن نمونتہً و مثالاً ہم صرف دو موٹی باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) اول یہ کہ مرزا صاحب نے انبالہ کے ایک شخص سے زنا وغیرہ کی حرام کمائی کا روپیہ منگوا کر استعمال کیا جس کا ثبوت اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ نمبر ا و ۲ سے اور اس کے جواب سے جو مرزا صاحب نے اپنے کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۰۰ و ۶۰۱ میں دیا ہے مفصل اوپر گذر چکا ہے مرزا صاحب نے اس روپیہ کے کھانے سے انکار نہیں کیا بلکہ ایک نیا قانون وضع کر کے اپنے تشریعی نبی ہونے کے دعویٰ کا عملی ثبوت پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نافرمان آدمی کا جان و مال خواہ وہ حربی نہ ہو رسولوں کے لیے مباح ہے اس خطرناک اور مخالف اسلام قانون کی تفصیل بھی کس قدر اوپر گذر چکی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے برخلاف واقعہ یہ بیان کیا تھا کہ براہین احمدیہ تین سو جزء یعنی ۴۸۰۰ چار ہزار آٹھ سو صفحہ تک میں نے تالیف کر لی ہے اور تین سو مضبوط عقلی دلائل سے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ کی نبوت کی حقیقت ثابت کی گئی ہے اور یہ کتاب مشتمل ہے ایک مقدمہ اور ایک اشتہار اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر لیکن مرزا صاحب کا یہ بیان محض جھوٹ تھا جس سے مسلمانوں کو فریب دے کر روپیہ جمع کرنا منظور تھا اور کتاب صرف تین سو جزء کے بجائے پینتیس ۳۵ یا سینتیس ۳۷ جزء مع اشتہار وغیرہ تھی جس میں تین فصل اور خاتمہ بھی ندارد ہے اور بجائے تین سو ادلّہ حقیت کے تمہیدات اور الہامات اور پہلی دلیل پر ہی کتاب ختم ہو گئی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے مولانا رحمت اللہ صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے بھی کسی پادری کے جواب میں اسی قسم کی عبارت لکھی ہے جیسی دافع البلاء کی ہے کسی پادری نے اپنے رسالہ میں اس آیت سے تمسک کر کے حضرت یحیٰی کی فضیلت ثابت کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا تھا اور مولانا رحمت اللہ صاحب نے اس کو عیسائیوں کے ان مسلّمات کی بنا پر وہ طعن انہیں پر لوٹا دیا پس اسی طرح مرزا صاحب نے کیا ورنہ نہ مولانا رحمت اللہ صاحب ان مسیحی قصوں کی صداقت کے معتقد نہ مرزا صاحب۔

جواباً گذارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کی یہ مماثلت اور عذر سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے مولانا رحمت اللہ صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ الزاماً فرمایا جیسا کہ ان کی عبارت محولہ سے ظاہر ہے نہ قرآن مجید سے تمسک اور استشہاد کر کے اور نہ وہ ان ناپاک قصوں کے معتقد جیسا کہ مختار مدعا علیہ کا اقرار ہے نیز وہ عیسائی کا طعن کرنے کے بعد بتقاضائے غیرت اور ضرورت فرما رہے ہیں۔ اور یہاں مرزا صاحب کے اندر یہ تینوں باتیں مفقود ہیں لہٰذا یہ قیاس مختار مدعا علیہ کا سراسر غلط ہے۔

مختار مدعا علیہ نے بہت سی عبارتیں مرزا صاحب کو بری ثابت کرنے کے لیے ان کی کتابوں سے نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ۔

(۱) مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب نے ان کی کوئی توہین نہیں کی۔

(۳) ان کے حق میں جو طعن مرزا صاحب نے کئے ہیں وہ الزامی ہیں نہ ان کا اپنا عقیدہ ۔

(۴) مرزا صاحب نے کسی فرضی یسوع کو گالیاں دی ہیں اور ضرورتاً مناظرین ایسا کیا کرتے ہیں اور قرآن مجید میں اللہ تعالٰے نے بھی یہ طریق بعض جگہ پر اختیار فرمایا ہے پہلی تین باتوں کا جواب تو اس جواب الجواب بحث مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ نمبر ۲ و ۳ کے بیانات میں کافی ہو چکا ہے ۔ اسی طرح ۴ کا جواب بھی بحوالہ صدر آچکا ہے لیکن اس کی مزید توضیح کے لیے گذارش ہے کہ مرزا صاحب نے اگرچہ کئی مواضع میں یہ عذر بیان کیا ہے لیکن ان کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ محض مسلمانوں کو دھوکا دے کر خاموش کرنے کا سامان ہے ۔ ورنہ جو بدزبانی اور طعن و تشنیع ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۴ سے ۹ تک یسوع کے نام سے کی گئی اور جن واقعات کو اسباب اور دلائل بدزبانی قرار دیا گیا ہے اکثر وہی واقعات دوسری جگہ پر مسیح اور عیلے وغیرہ ناموں کی طرف منسوب کئے ہیں مثلاً پیشگوئیاں حاشیہ صفحہ ۴ ضمیمہ انجام آتھم میں بنام یسوع جو پیشگوئیاں ہیں جن کی تذلیل اور توہین کر کے ان کو نادان اسرائیلی شریر اور مکار وغیرہ سے یاد کیا ہے وہی بعینہٖ ازالہ اوہام صفحہ ۶ و ۷ میں مسیح کے نام بیان ہوئی ہیں اور ان کو ابتر قرار دیا ہے اور غلط کہا ہے بلکہ ازالہ میں اور زیادہ ہیں ۔ اور اعجاز احمدی میں بھی ان زائد کا ذکر ہے جیسا کہ اوپر جواب البحث میں مفصل مذکور ہو چکا ہے وہاں فرضی یسوع کا کوئی ذکر نہیں بلکہ مسیح یا عیلے علیہ السلام کا ذکر ہے ۔

معجزات کا ذکر جو یسوع کے نام سے ضمیمہ کے حاشیہ صفحہ ۶ و ۷ پر ہے کہ حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا ۔ تالاب کی مٹی کا معجزہ تھا نہ یسوع کا ۔ یسوع کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کچھ نہ تھا یہی مضمون انکار مسیح کے نام سے صفحہ ۶ و ۷ ازالہ اوہام میں موجود ہے نیز حاشیہ صفحہ ۳۲۱ میں اس کراماتی تالاب کا ذکر موجود اور اسی ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۲۹۵ سے صفحہ ۳۲۲ تک اٹھائیس صفحہ پر معجزات مسیح کو عمل الترب مسمریزم لہو و لعب مکر و شعبدہ بازی قرار دیا گیا جس کا عشر عشیر بھی ضمیمہ انجام آتھم میں بنام یسوع نہیں ہوا ۔

کنجریوں سے میلان صحبت حرام کمائی کا عطر جو حاشیہ ضمیمہ صفحہ ۷ بیان ہوا اس سے کہیں زیادہ صاف دافع البلاء کے آخری صفحہ اور آئینہ کمالات اسلام اور تریاق القلوب کا حاشیہ صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۷ پر ہے بنام مسیح ۲ جس کو مرزا صاحب نے محقق اور صحیح مانا ہے پس مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ کا یسوع کو فرضی کہنے کا افسانہ لغو اور فرض ہے اور محض مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے ۔

رہ گئی یہ بات کہ مرزا صاحب نے کسی مناظرانہ ضرورت کے ماتحت یہ بدزبانی کی ہے تو یہ بھی بالکل غلط ہے مختار مدعیہ نے تریاق القلوب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدزبانی گورنمنٹ کے مصالح ملکی کی غرض سے وقوع میں آئی ہے یہ بے شک مرزا صاحب کے کلام کا مفہوم ہے اسی طرح ہم نے اس جواب میں مرزا صاحب کے ان مطاعن اور فواحش کی علت غائی واضح طور پر بیان کر دی ہے جو مرزا صاحب نے حضرت عیلے علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں یعنی

فاحشہ عورتوں کی حرام کمائی کا استعمال کرنا اور جوان حسین اور نامحرم عورتوں کے اعضاء سے اپنے اعضاء کو ملانا۔
(العیاذ باللہ)

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیشگوئیوں کی توہین استخفاف اور انتہائی بدزبانی کا باعث جو مرزا صاحب سے ضمیمہ انجام آتھم میں سرزد ہوئی یہ ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی متعلقہ پادری عبداللہ آتھم جب صاف طور پر جھوٹی نکلی جس پر مرزا صاحب نے بڑے زور وشور سے تحدی کر کے دنیا کو اس کا منتظر بنا رکھا تھا اور اس پر بصورت جھوٹی ہونے کے اپنے لیے بڑی بڑی شرطیں اور سزائیں تجویز کی ہوئی تھیں کہ مجھ کو روسیاہ کیا جائے گلے میں رسہ ڈالا جائے اور تمام بدکاروں اور لعینوں سے زیادہ بدکار اور لعنتی سمجھا جائے تو اس پر ہر مذہب وملت کے عوام وخواص نے اور خصوصًا مسلمانوں اور عیسائیوں نے اشتہاروں اخباروں رسالوں نظموں وغیرہ سے مرزا صاحب کی بہت کچھ تواضع کی اور ملامت اور تکذیب کی چاروں طرف سے بوچھاڑیں مرزا صاحب پر پڑیں جس پر مرزا صاحب نے مسلمانوں کو عمومًا اور عیسائیوں کو خوب کوسا اور سب وشتم کو کمال تک پہنچایا اسی تقریب سے مرزا صاحب نے حضرت عیسٰے علیہ السلام پر بدزبانی کی جو حوالجات گواہان و مختاران فریقین میں بحوالہ ضمیمہ انجام وغیرہ پیش ہوئی ہیں۔ انجام آتھم اور ضمیمہ انجام آتھم جو مرزا صاحب کی کتابیں ہیں ان کا نام ہی ہمارے اس بیان کی تصدیق کر رہا ہے کہ اس بدزبانی کا باعث آتھم صاحب کی پیشگوئی ہے۔

اس کے علاوہ اس کی مزید تصدیق خاص اسی حاشیہ میں موجود ہے جس میں یہ بدزبانی کی گئی ہے ملاحظہ ہو شروع حاشیہ صفحہ ۳ مرزا صاحب لکھتے ہیں "ایک مردہ پرست فتح مسیح نام نے فتح پور تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور سے پھر اپنی بے حیائی کو دکھلا کر ایک گندہ اور بدزبانی سے بھرا ہوا خط لکھا ہے جس میں وہ پھر اپنی بے شرمی سے کام لے کر یہ ذکر بھی درمیان لاتا ہے کہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی"

اس کے بعد اپنی تحریروں کے حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ بعد ازاں انتقامًا حضرت عیسٰی علیہ السلام پر کئی صفحات تک سب وشتم کرتے گئے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۴ کا حاشیہ تا صفحہ ۹۔

اور حاشیہ صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں "سو عیسائیوں کی یہ حماقت ہے کہ ایسی (یعنی مسیح علیہ السلام کی) پیشگوئیوں پر تو ایمان لاویں اور آتھم کی پیشگوئی کی نسبت جو صاف اور صریح طور پر پوری ہو گئی اب تک انہیں شک ہوا" اور اسی صفحہ پر لکھے ہیں "یہ مردہ پرست لوگ کیسے جاہل اور خبیث طینت ہیں کہ سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے فتح مسیح کو یاد رکھنا چاہیئے کہ آتھم تمام پادریوں کا منہ کالا کر کے قبر میں داخل ہو چکا ہے اب کالک کا ٹیکا عیسائیوں کی پیشانی سے اتر نہیں سکتا۔"

نوٹ:-
مسٹر آتھم مرزا صاحب کی میعاد پیشگوئی (جو پندرہ ماہ تھی) تک نہیں مرے تھے۔

ان حوالجات اور بیان سابق سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ مرزا صاحب نے جو بدزبانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ضمیمہ انجام میں کی ہے وہ محض نفسانی جوش اور اپنے ذاتی انتقام لینے کے لیے مرزا صاحب نے کی نہ کسی اسلامی حمایت کی خاطر اور صحیح نیت سے البتہ مختار مدعا علیہ نے جو اسی صفحہ سے مرزا صاحب کا جو حوالہ پیش کیا جس میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ فتح مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گالیاں دی ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور نیز یہ محض مرزا صاحب کے کہنے سے قابل تسلیم ہے کیونکہ مرزا صاحب عموماً اپنی اغراض نفسانیہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتصار کا بہانہ کر دیا کرتے ہیں چنانچہ مسٹر عبداللہ آتھم کی پیشگوئی مذکورہ بالا میں بھی آپ نے وطیرہ اختیار کیا تھا کہ پیش گوئی تو محض اپنے آپ کو معجزاتی ثابت کرنے کے لیے کی گئی تھی لیکن جب وہ جھوٹی ہو گئی تو میعاد گذرنے کے بعد کہدیا کہ چونکہ مسٹر آتھم نے اپنی گستاخی سے توبہ کر لی تھی جو درحقیقت پیش گوئی کی بنا تھی اس لیے موت کا عذاب بھی اس سے ٹل گیا اور ایک قصہ گھڑ لیا کہ مسٹر آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک مکروہ سخت لفظ کا استعمال اپنی کسی کتاب میں کیا تھا اور میں نے اس کو عین پیشگوئی کے وقت کہدیا تھا کہ تمہاری موت کی پیش گوئی کی بناء پر یہ لفظ ہے تو اس نے اسی مجمع میں دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر زبان منہ سے نکالی اور کہا کہ میں نے یہ لفظ ہرگز نہیں لکھا ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئی کی بنا روہ خبیث لفظ ہوتا تو مرزا صاحب پندرہ ماہ تک بلکہ بعد میں بھی عرصہ دراز تک یہ کیوں لکھتے رہے کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ پندرہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا اور جب آتھم میعاد مذکور میں نہ ہوا بلکہ تقریباً دو سال بعد میں مرا تو مرزا صاحب کے لیے نہایت سہل بات تھی کہ مرزا صاحب یہ جواب دے کر تمام تکلیفوں اور تکلفات سے مخلصی حاصل کر لیتے کہ پیشگوئی کی بناء فلاں خبیث لفظ تھا جو آتھم نے کہا تھا اور ایام پیشگوئی میں ہی اس نے اس سے رجوع کر لیا تھا لہٰذا پیشگوئی غلط نہ ہوئی بلکہ شرط رجوع کے ماتحت سچی نکلی۔ پس یہ باتیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ افسانہ بطور حیلہ گھڑ لیا تھا پھر اس پر مزید لطف یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب آتھم نے اسی وقت یہ صاف کہدیا کہ میں نے یہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہرگز نہیں کہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ مجھ پر افتراء کر رہے ہیں اور لطف پر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے اس تکذیب کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہ کر اپنے افتراء اور کذب بیانی کی تصدیق کر دی۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب اپنی اغراض کے لیے عیسائیوں پر افتراء کر دیا کرتے تھے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گالی دی ہے وہ کیا ہے لہٰذا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ فتح مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کوئی گالی دی تھی قابل اعتبار نہیں اور اصل وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو زبان درازی مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم میں کی محض جوش نفسانی سے کی ہے اور انتقام ذاتی ہی اس سے

مقصود و مطلوب ہے۔

معجزات عیسٰی علیہ السلام کی تکذیب جو مرزا صاحب سے سرزد ہوئی ہے اس کا باعث بھی اغراض ذاتیہ ہیں نہ تائید اسلام جس کا بیان کسی قدر اوپر گذر چکا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ جب اہل اسلام کی طرف سے مرزا صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ تم جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو مسیح علیہ السلام کے سے معجزات تو دکھلاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب نے وہ جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۱۶۷ و حاشیہ ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۹۵ سے ۳۲۲ تک اور مسیح کے پاس صرف عمل الترب مسمریزم شعبدہ بازی اور مکر و فریب وغیرہ ہی تھا۔

مرزا صاحب نے انکار معجزات مسیح علیہ السلام کا اور ان کی تحقیر اور استہزاء کا ایک یہ بھی جواب دیا ہے جس کو ہم حمامۃ البشریٰ مطبوعہ صفحہ ۷۷ ۱۳۱۱ھ سے سامنے لاتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں "ومن اعتراضاتہم انہم قالوا ان ھذا الرجل یحقر معجزات المسیح و یستھزء بھا و یقول انھا لیست بشیء والوادرت لاری مثلھا بل اکبر منھا ولکنی اکرہ ولا نوجہ الیھا کما الشا یقین اما الجواب فاعلم یا اخی ان المعجزۃ لیس من فعل العباد بل من افعال اللہ تعالیٰ فما کان لرجل ان یقول انی افعل کذا وکذا باختیاری و ارادتی وما یفعل انسان باختیارہ وارادتہ وتدبیرہ فھو فعل من افعال الانسان ولا نسمیہ معجزۃ بل ھو مکیدۃ او سحر فافھم یا اخی زادک اللہ رشداً۔"

یعنی ان مسلمانوں کے اعتراضوں میں سے مجھ پر ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ کہتے ہیں کہ یہ شخص معجزات مسیح علیہ السلام کی تحقیر کرتا ہے اور ان سے استہزاء کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس طرح کے بلکہ اس سے بڑے بڑے معجزات بھی دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور شائقین کی طرح ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ انسانی فعل کا نام نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے پس کسی آدمی کا حق نہیں کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں اپنے اختیار اور ارادہ سے ایسا ایسا کر سکتا ہوں (یعنی معجزہ دکھلا سکتا ہوں) اور جس چیز کو انسان اپنے اختیار و ارادہ اور تدبیر سے کرے وہ انسانی فعل ہوگا اس کا نام ہم معجزہ نہیں رکھ سکتے بلکہ وہ مکر یا جادو ہے۔ اے بھائی اس بات کو سمجھ لو خدا تجھ کو زیادہ ہدایت دیوے۔

ماحصل اس کا یہ ہوا کہ جو امور خارقہ مسیحؑ سے سرزد ہوئے ہیں جن کو معجزات کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے اور میں نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ان سے بڑھ کر دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں مکروہ جانتا ہوں وہ بسبب اس کے کہ انسانی تدبیروں اور حیلوں کا نتیجہ ہیں درحقیقت معجزات نہیں بلکہ مکر اور جادو ہیں معجزات تو خدا کا فعل ہوتے

ہیں نہ انسانی کا اس نکتہ کو خوب سمجھ لو خدا تمہیں زیادہ ہدایت دے۔

ہمارے اس بیان کی مزید تائید اور تصدیق کے لیے ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۶ و ۷ وحاشیہ صفحہ ۳۲۱ و ۳۲۲ وصفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۳ وصفحہ ۳۰۹ وضمیمہ انجام صفحہ ۶ و ۷ حاشیہ۔ اور جو بیان مذکورہ بالا کو ان حوالجات سے ملا کر یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ جہاں کہیں مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں معجزہ کا ہونا تسلیم کیا ہے وہ صرف بمعنی اعجوبہ ہے جو انسانی تدبیروں اور حیلہ گری سے پیدا ہو گیا تھا یعنی عمل الترب مسمریزم یا تالاب کی مٹی کی تاثیر سے وہ درحقیقت معجزہ نہیں تھا بلکہ شعبدہ بازی مکر اور قابل نفرت امر تھا اور حمامۃ البشریٰ کی عبارت محولہ بالا کی تعریف کے رو سے وہ مکر اور جادو تھا۔

ان توضیحات اور تصریحات کے بعد اب ہم قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بڑے شدّ و مد کے ساتھ وہ معجزات مسیح علیہ السلام کو بیان کرتا ہے کہیں کہتا ہے واٰتینا عیسیٰ ابن مریم البینٰت وایدناہ بروح القدس۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے اور اس وقت ارشاد ہوتا ہے جب کہ آپ کا وجود بھی دنیا میں نہیں تھا بلکہ آپ کی والدہ صدیقہ کو بطور بشارت کہا جاتا ہے۔ اذ قالت الملآئکۃ ان اللہ یبشرك بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصالحین قالت رب انّٰی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذٰلك اللہ یخلق ما یشآء اذا قضٰی امرا فانما یقول لہ کن فیکون ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ورسولا الی بنی اسرآئیل انی قد جئتکم باٰیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابری الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلك لاٰیۃ لکم ان کنتم مؤمنین۔

(آل عمران رکوع ۵)

پھر ملاحظہ ہو کہ اولین وآخرین کے روبرو قیامت کے دن بھی کس شاندار صفائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان معجزات کا ذکر فرماتا ہے۔ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انك انت علام الغیوب اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیك وعلی والدتك اذ ایدتك بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمتك الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ

كففت بنى اسرآئيل عنك اذ جئتهم بالبينات فقال الذين كفروا منهم ان هذا الا سحر مبين۔ (مائدہ ع ۱۵)

اب ایک طرف مرزا صاحب کا عقیدہ جو اوپر مذکور ہوا سامنے رکھ لیا جائے اور ایک طرف قرآن کریم کو پیش نظر رکھا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب نے معجزات مسیح کا انکار تحقیر اور استہزاء کر کے اور ان کو سحر قرار دے کر ان کفار یہود کے زمرہ میں اپنے آپ کو داخل کر لیا ہے جن کا ذکر اس آخری آیت مائدہ میں ہے کہ (اے مسیح) جب تو ان کے پاس معجزات لے کر گیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ صاف جادو ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات پر کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء پر کسی فرضی آدمی کو برا بھلا کہنا جائز ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے یسوع فرضی سے سلوک کیا ہے دو دلیلیں قرآن کریم سے پیش کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

لیکن مختار مذکور کی یہ سراسر غلط فہمی ہے یا اس نے عمداً مغالطہ کیا ہے۔ فرضی انسان پر طعن کرنے کی صورت تو یہ ہے کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء جو کسی انسان کی نسبت وہ رکھتے ہوں ایک انسان کو ان سے متصف قرار دے کر جس کا وجود حقیقت میں نہیں ہے پھر اس پر طعن کیا جائے مثلاً عیسائیوں کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت الوہیت کا ہے پس اگر کوئی شخص ان سے خطاب کرتا ہوا کہے کہ تمہارا مسیح چنیں چناں ہے اور دل میں اس باطل دعویٰ الوہیت کا مدعی کا ارادہ کرے اور شرط وغیرہ کا ذکر نہ کرے تو یہ ہوگا فرضی انسان پر طعن اور اگر وہ اس شرط مفروضہ کو ذکر کر کے طعن کرے گو وہ نفس الامر میں محال ہو تو یہ اور صورت ہے غرض کسی حکم کو شرط کے ساتھ مشروط کر کے ذکر کرنا اور چیز ہے اور بغیر شرط کے ذکر کرنا اور چیز ہے پہلی کو یعنی ایک امر معدوم کو فرضی طور پر بطور شرط ذکر کر کے حکم لگانا تو اللہ تعالیٰ کے کلام میں پایا جاتا ہے لیکن اس سے نہ ہمیں انکار نہ مختار مذکور کو فائدہ اور دوسری صورت کا ذکر قرآن میں نہیں نہ مختار نے اس کی مثال پیش کی ہے پہلی آیت جو مختار نے پیش کی ہے اس میں صاف شرط موجود ہے ومن یقل منھم الایۃ یعنی جو دعویٰ الوہیت ان میں سے کرے گا اس کو سزائے جہنم ملے گی یہ بالکل صاف بات ہے اور اس کی مثالیں قرآن میں بکثرت بلکہ عام محاورات میں آتی رہتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف اور تجھ سے پہلے لوگوں کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر شرک کرو گے تو تمہارے عمل باطل ہو جائیں گے اور خاسرین سے ہو جاؤ گے اب ظاہر ہے کہ اس میں کسی قوم کے خیالات کا لحاظ نہیں کیا اور نہ کسی مسلمان کا خیال ہے کہ آپ سے شرک سرزد ہوا لیکن ایک محال کو بطور شرط ذکر کر کے حکم دیا گیا ہے اسی طرح مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیت مختار صاحب کو لازم تھا کہ مرزا صاحب کے دستور العمل کی طرح بغیر ذکر شرط کے کوئی آیت پیش کرتے جو قطعاً ناممکن ہے۔ پس اس آیت کے ذکر میں انہوں نے دھوکہ کھایا ہے یا دھوکہ دیا ہے۔

دوسری آیت میں بھی غلطی مختار مدعا علیہ نے کی ہے اس میں بھی شرط کا صریح ذکر ہے ان اراد ان یھلک المسیح ۔ یعنی اگر مسیح کو ہلاک کرنا چاہے یعنی مارنا چاہے لہٰذا یہ آیت مختار مذکور کے مدعا کے مطابق نہیں ہے۔ علاوہ براں اس آیت کا ترجمہ بھی اس نے غلط کیا ہے اور اس میں اپنی طرف سے زیادتی کی ہے یہلک کے معنی میں لکھا ور عذاب دے کر استیصال کرے" عذاب دے کر کسی لفظ کا ترجمہ نہیں ۔ اور ہلاک کرنے سے مراد موت دینا ہے جیسے دوسری جگہ یوسف علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فلما ہلک" (مومن) یعنی جس وقت وہ فوت ہوئے اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ عذاب دیئے گئے اور ان کا استیصال ہوا اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان امرء ھلک "(نساء آخر) یعنی اگر کوئی آدم مرے تو اس کے ورثہ کا یہ حکم ہے ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ارأیتم ان اھلکنی اللہ ومن معی او رحمنا فمن یجیر الکافرین من عذاب الیم (ملک) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں سے کہو بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو مار دیوے یا رحم کرے تو کافروں کو عذاب الیم سے کون بچائے گا مختار مدعا علیہ کے معنی کے مطابق تو یہ مطلب ہو گا کہ مجھے اور صحابہ رض کو عذاب کر کے استیصال کر دیوے (معاذ اللہ) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم الوہیت کا اعتقاد رکھتے تھے جیسے عیسائی بہ نسبت عیسے علیہ السلام کے۔

الغرض مختار مدعا علیہ نے جو کچھ قرآن کی طرف منسوب کیا ہے وہ سراسر مغالطہ ہے علاوہ براں جب کہ ہم نے دلائل واضحہ اور حوالجات صریحہ سے فرضی یسوع کے افسانہ کو ہی باطل کر دیا ہے اور مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے عذرات باطلہ کا بکلی استیصال کر دیا ہے تو بالفرض اگر ان آیات سے یہ ثابت بھی ہو جاتا تو مدعا علیہ کو کچھ بھی مفید نہ ہوتا اور نہ ہمیں مضر مختار مدعا علیہ نے سہ۔ مارچ ۳۲ء کی بحث میں لکھا ہے کہ ایسی باتیں جو کسی کے منشاء اور تصریحات کے خلاف استنباط کر کے کسی کے کلام سے نکالی جائیں وہ لازم مذہب ہوتی ہیں نہ کہ مذہب ان کی بناء پر تکفیر نہ بڑھے اور مختار مدعیہ نے امانت اور دیانت کے خلاف مرزا صاحب کے کلام سے غلط استنباط کر کے الزامات قائم کئے ہیں پھر اس کی پانچ نظیریں پیش کی ہیں لیکن ان پانچوں نظائر میں امور ضروریہ کی نسبت ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مختار مدعیہ کے استنباط بالکل صحیح اور درست ہیں اور بڑی صفائی سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کا عقیدہ اکثر الزامات کے مطابق ہے اور بعض میں لزوم بیّن ہے اور ان کے متعلق مرزا صاحب کے اور مختار مدعا علیہ کے عذر بالکل ناکافی اور محض حیلہ جوئی پر مبنی ہیں مختار مدعیہ کی بحث اور اس جواب البحث میں غور کرنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے گواہ مدعیہ کا جواب جرح کہ ملزم کی دیگر تصانیف کو بھی دیکھ کر اس کا عندیہ معلوم کرنا چاہیئے جو مختار مدعا علیہ نے حوالہ میں پیش کیا ہے وہ بھی کسی طرح ہمیں مضر نہیں کیونکہ ہم نے تو کئی کئی کتابوں سے حوالہ باہم موافق پیش کر کے الزام قائم کئے ہیں اور بالخصوص اس مسئلہ متنازعہ توہین عیسے علیہ السلام میں تو مرزا صاحب کی تصریحات کا کافی ذخیرہ پیش کیا گیا ہے

صرف استنباط۔

مختار مدعا علیہ نے گذشتہ بزرگوں سے وہ حوالے اس مضمون کے پیش کئے ہیں کہ لازم مذہب نہیں ہوتا اور اس کی بناء پر کسی کی تکفیر جائز نہیں ایک ابن حزم کی کتاب الفصل جلد ۳ صفحہ ۲۵۰ سے اور دوسرا عبدالوہاب شعرانی کی کتاب یواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ کا۔

اسی طرح گواہان مدعیہ کے حوالے پیش کئے ہیں لیکن یہ حوالے کسی طرح اس کو مفید نہیں ہیں چنانچہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ مرزا صاحب کی تکفیر اس قسم کے لزوم اور غلط استنباط پر ہرگز مبنی نہیں بلکہ عموماً ان کی تصریحات پر ہے اور جہاں لزوم پر بناء ہے وہاں لزوم غیر صریح نہیں ہے بلکہ بالکل بیّن اور بدیہی ہے جس پر مرزا صاحب کو علماء اسلام نے بار بار تنبیہ کی اور لزوم کفر کو اظہر من الشمس کر کے اتمام حجت کو احسن اور اکمل طور پر پورا کر دیا لیکن مرزا صاحب نے محض ہٹ وعناد سے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس پر بڑی سختی کے ساتھ اصرار کیا مرزا صاحب پر جو اتمام حجت کیا گیا ہے وہ کسی طرح اس اتمام حجت سے کم نہیں جو کفار اور مشرکین پر کیا گیا اگر فرق ہے تو یہ کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمعصر کفار کو معجزات نبوت دیکھنے کا موقعہ حاصل تھا وہ یہاں پر موجود نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل یہاں پر یہ رکھ دیا کہ مسلمانوں کے مقابل پر مرزا صاحب نے جو مباہلے وغیرہ کئے اس میں ان کو ناکام ثابت کر کے معجزات کی مانند اپنی فعلی شہادت دے دی اور مرزا صاحب کو ان کی قطعی اور حتمی پیشگوئیوں میں ناکام رکھ کر ان کے کذب پر اپنی فعلی شہادت عیاں اور واضح کر دی پس اس حالت میں نہ ابن حزم کا قول تکفیر مرزا صاحب کے خلاف ہے نہ یواقیت کا حوالہ نہ کسی اور کا۔

علاوہ بریں ابن حزم رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ جو شخص کسی ایسی بات کا خلاف کرے جو اس کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بات خدا نے کہی ہے یا اس سے رسول نے کہی ہے خواہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجماع تواتر کی نقل یا خبر واحد کی نقل سے ثابت ہوئی ہو تو پھر وہ شخص اس کے خلاف عقیدہ یا بد مذہبی وغیرہ اختیار کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔

فوجب ان لا یکفر الا بقول قالہ الا ان یخالف (الی) تکفیر مخالفتہ

(کتاب الفصل صفحہ ۲۴۷ ج ۳)

اسی طرح مختار مدعا علیہ کے حوالے سے پہلے لکھتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سوا کسی اور نبی کا قائل ہو وہ کافر ہے جس کے کفر میں دو آدمی بھی آپس میں مخالف نہیں ہوئے (صفحہ ۲۴۹ ج ۳) اور ان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم (الی) بل ھذا علی کل احد اور اسی صفحہ میں اس سے ماقبل لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جہالت یا تاویل سے کفریہ قول کہے پھر اس پر اتمام حجت کر دیا جائے اور وہ عناد سے نہ ملنے تو وہ کافر ہے اس پر احکام مرتد جاری ہوں گے اسی طرح فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا قول (و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "لانبی بعدی" سن لینے کے بعد بھی کوئی مسلمان کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی ثابت کر سکتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے جن کو آخری زمانہ میں نازل ہونے کی احادیث صحیح مسندہ میں خبر دی ہے هذا ما سمعهم قول الله تعالیٰ ولکن رسول الله وخاتم النبیین (الی) فی نزول عیسی ابن مریم علیه السلام فی آخر الزمان۔ (کتاب الفصل جلد ۳ صفحہ ۱۸۰)

گواہان مدعیہ نے اپنے بیانوں میں ابن حزم رحمہ اللہ کے حوالے پیش کیے جن کی بنا پر تکفیر مرزا صاحب قادیانی لازمی ہے اور اس سے حوالہ مختار مدعا علیہ کی حقیقت بھی ظاہر ہو گئی کہ اس سے مراد وہ لزوم ہے جس کا قائل کلمہ کفر کو علم نہ ہو گر علم ہو یا اس پر اتمام حجت ہو جائے تو ایسا شخص ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک صاف کافر ہے جس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔

مختار مدعا علیہ نے لیاقت سے جو حوالہ پیش کیا ہے اس میں سخت مغالطہ اور خیانت سے کام لیا ہے آدھی بات کو نقل کر دیا ہے اور بقیہ کو جو اس کے مدعا اور منشا کو باطل کرتی تھی چھوڑ دیا ہے اور لا تقربوا الصلوٰۃ کی مثال کو اپنے آپ پر منطبق کیا ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ قال الکمال (و الصحیح ان لازم المذهب لیس بمذهب و انه لا کفر بمجرد اللزوم) لان اللزوم وغیر الالتزام وقید وقع فی المواقف ما یقتضی تقییده بما اذا لم یعلم ذو المذهب اللزوم و بان اللازم کفر فانه قال من یلزمه الکفر ولا یعلم به لیس بکافر انتهی و مفهومه ان علمه کفر لا لتزامه ایاه و الله اعلم انتهی"

مختار صاحب نے صرف اتنی عبارت نقل کر دی جو بین القوسین ہے اور بقیہ کو ترک کر دیا کیونکہ ان کے مطلب کے مخالف اور ہماری موید تھی اور اس سے یہ امر صاف ہو جاتا ہے کہ لزوم سے کفر نہ ہونے کا اور لازم مذہب کے مذہب نہ ہونے کا مطلب وہ نہیں ہے جس سے مختار صاحب کی غرض پوری ہو سکے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس لزوم سے کفر نہیں ہوتا جس لزوم کا اس صاحب قول و مذہب کو علم نہ ہو اور نہ اس لازم کے کفر ہونے کا علم ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو جان لینے کے بعد وہ لزوم نہیں رہ جاتا بلکہ التزام ہو جاتا ہے۔ جو بالاتفاق کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کمال کی بقیہ عبارت چھوڑ دی جو اس نے علم عقائد کی مشہور کتاب مواقف کی پیش کی تھی جس سے اس کا مقصود یہ تھا لزوم مجرد کا کفر نہ ہونا اسی وقت تک ہے جب تک صاحب مذہب بے خبر ہو لزوم کا علم ہو جانے کے بعد وہ التزام اور کفر بن جاتا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب پر جو الزامات قائم کئے گئے وہ اسی قسم کے ہیں یا تو ان میں لزوم بیّن اور بدیہی ہے جس کا عدم علم قابل تسلیم نہیں یا اتمام حجت ہو کر مفید علم ہو کر التزام اور کفر ہو گئے ہیں اور اکثر وجوہ کفر تصریحات پر مبنی ہیں لہٰذا مرزا صاحب بلاشک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان پر مرتدین کے احکام نافذ ہوں گے

دلیل جو اجراء احکام ارتداد کو مانع نہیں ہو سکتا۔

یواقیت والجواہر میں سے کمال کے قول میں سے موافق کی جس عبارت کو مختار مدعا علیہ نے بطور خیانت چھوڑ دیا تھا وہی عبارت نبراس کے تعلیقات یعنی حواشی میں موجود ہے نبراس میں ہے البحث الاول انہ تقرر فی الشرع ان التزام الکفر کفر " لا لزومہ " یعنی التزام کفر کا کفر ہے نہ کہ لزوم"۔
(نبراس صفحہ ۱۹۹)

اس پر حاشیہ ۲ میں ہے " کما صرح فی المواقف حیث قال من یلزمہ الکفر ولا یعلم بہ فلیس بکافر اس کا مطلب حوالہ یواقیت میں گذر چکا ہے۔

نبراس میں اس بحث کا جواب دو طرح دیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے اجیب بوجھین احدھما ان النصاری التزموہ بعد ما ظھر بھم لزومہ ۔ یعنی نصاریٰ کے لزوم کفر کی جو بحث تھی کہ لزوم کفر تو عند الشرع کفر نہیں ہوتا پھر وہ کافر کیونکر ہو گئے اس کا جواب دو طرح پر ہے ایک تو یہ کہ لزوم کفر کے ظہور ہو جانے کے بعد نصاریٰ نے اس کا التزام کر لیا ہے اس پر تعلیقات کے ۳ میں ہے " ولزوم الشئ مع العلم بہ التزام والتزام الکفر مع العلم بالکفر کفر " یعنی جب لزوم کا علم ہو جائے تو وہ التزام ہو جاتا ہے اور التزام کفر مع العلم کفر ہے۔

نبراس کا دوسرا جواب " وثانیھما ان اللزوم البدیھی فی حکم الالتزام " یعنی ایسا لزوم جو بالکل صاف اور بدیہی ہو التزام کے حکم میں داخل ہے۔

پس ان حوالہ جات علم کلام سے جو ہم نے پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ لزوم کفر تو کفر نہیں ہوتا جس کا پتہ صاحب مذہب کو نہ ہو اگر اس کو علم ہو یا اس پر لزوم کفر کو ظاہر کر دیا جائے اور وہ ہٹ دھرمی اور عناد سے قبول نہ کرے یا لزوم ہی بالکل صاف واضح اور بدیہی ہو تو ان صورتوں میں لزوم نہ رہے گا بلکہ التزام ہو جائے گا اور التزام کفر بالاتفاق کفر ہوتا ہے پس مرزا صاحب بنا بر بیانات گواہان مدعیہ بحث و مختار مدعیہ اور اس جواب البحث کے کفر کا التزام کرنیوالے تھے لہٰذا وہ بالاتفاق کافر ہیں ان پر اور ان کے متبعین پر ارتداد کے احکام جاری ہوں گے۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

گواہان و مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے متعلق خود مرزا صاحب کے حوالجات ازالہ اعجاز احمدی سے یہ ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے حضرت ابوہریرہ کو غبی و حضرت عبداللہ بن مسعود کو معمولی انسان جوش میں آکر غلطی کھانے والا کہا ہے۔ اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

(۱) مرزا صاحب نے سر الخلافہ میں صحابہ کی تعریف کی ہے۔

(۲) یہ الفاظ توہین کی نیت سے نہیں کہے۔

(۳) غبی کا معنی نہ سمجھنے والا ہے۔ نور الانوار و اصول شاشی فتاویٰ رشیدیہ تفسیر مظہری کے حوالجات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی مجتہد صحابہ میں نہیں تھے۔

(۴) مرزا صاحب نے ابن مسعود کو معمولی انسان نبیوں کے مقابلہ میں کہا ہے۔

(۵) حضرت عباس رضی نے حضرت علی رضی کے حق میں سخت الفاظ استعمال کیے۔

الجواب

میں ہر ایک نمبر کا جواب ترتیب بالا کے مطابق عرض کرتا ہوں۔

(۱) مختار مدعا علیہ نے ان توہینی الفاظ کو بحق صحابہ استعمال کرنا تسلیم کر لیا۔ مگر اس کو تعریفی کلمات کی وجہ سے دفع کرنا چاہا جو دو وجہ سے غلط ہے۔

(وجہ اول)

گویا مرزا صاحب نے حضرات صحابہ کی توہین اور تعریف دونوں کا ارتکاب کیا ہے جو ہمارے قائم کردہ الزام کے خلاف نہیں کیونکہ نفس توہین ثابت ہوگئی جو ہمارا مدعا تھا باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب نے کہیں صحابہ کی تعریف بھی کی ہے۔ اولاً نہ ہمیں اس سے کوئی انکار ہے اور نہ یہ ہمارے مدعا کے خلاف ہے ثانیاً صحابہ جیسے واجب الاحترام جماعت کے شان میں گستاخی اور توہین کرنا پھر ان کی مدح سرائی بھی کرنا ایک پکے مسلمان کی شان سے ایسا ہی بعید ہے جیسا محض تحقیر و توہین کرنا۔ مثلاً ایک بیٹا اپنے باپ کی تعریف میں ہزاروں جملے اور سینکڑوں قصیدے بھی کہتا ہے مگر ساتھ کبھی کبھی والد کے سامنے گستاخی بھی کرتا ہے اور قبیح کلمات بھی بولتا ہے۔ تو کیا وہ بیٹا عقوق والد کی زد میں نہیں آئے گا یا لا تقل لہما اف کا وعید اس کو شامل نہیں ہوگا یقیناً ہوگا۔ علی ہذا مرزا صاحب باوجود صحابہ کی تعریف کرنے کے بھی ان توہینی کلمات کی وجہ سے توہین صحابہ کے مرتکب ہیں۔

(وجہ ثانی)

توہین صحابہ اور تعریف صحابہ جمع کرنا گویا کہ حق کے ساتھ باطل کو ملانا ہے جس کو مرزا صاحب دجال کی علامت بتلاتے ہیں چنانچہ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں "دجال کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہوکر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے"

(۲) مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ حضرت ابوہریرہ کو غبی اور حضرت ابن مسعود کو معمولی انسان کہنا اگرچہ توہینی الفاظ ہیں مگر مرزا صاحب نے توہین کی نیت سے نہیں کہے باقی رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے یہ کلمات کس نیت سے کہے اس پر مرزا صاحب کی تصریح کی ضرورت تھی ۔ جو مختار مدعا علیہ نے پیش نہیں کی ۔ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی نیت جو امر مخفی اور اسرار قلب سے ہے کا مبین نہیں ہو سکتا ۔ خصوصًا احکام شریعت کی مدار ظاہر پر ہے نیز یہ الفاظ مقام مدح میں استعمال نہیں کئے بلکہ ان حضرات کے اقوال اور آراء کی تردید میں استعمال کئے ہیں جو توہین وتحقیر کا زبردست قرینہ ہے ۔

(۳) ایک ایسا جلیل القدر صحابی جس کی مرویات تمام صحابہ سے زیادہ ہوں اس کو بات کا نہ سمجھنے والا کہنا کسقدر گستاخی اور جرأت ہے ۔ بہرحال غبی توہین کا لفظ ہے جو مقام مدح میں کبھی استعمال نہیں ہوتا تمام اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے کسی مقتداء مہتدا کے متعلق اس لفظ کی استعمال نہیں ملے گی کیونکہ غباوت کے مقابلہ میں فطانت ہے جس کے معنی زیرکی کے ہیں جو مقام مدح میں ہے کتب لغت عربی کے حوالجات پیش کرتا ہوں منتہی الارب صفحہ ۲۹۷ ج ۳ میں ہے ۔ غبی کم فہم الفروق صفحہ ۲۲۷ میں ہے الغبی ۔ الجاہل ۔ مصباح صفحہ ۳۴۴ میں ہے غبی عن الخبر ای جھلہ ۔

ان حوالجات سے واضح ہے کہ غبی کا معنی کم فہم اور جاہل ہے ۔ پس ایک جلیل القدر صحابی کو کم فہم اور جاہل کہنا کسقدر توہین اور گستاخی ہے ۔

کیا مختار مدعا علیہ اس لفظ کی استعمال خلیفہ اول اور ثانی کے لیے جائز سمجھتا ہے ۔ جب وہ مرزا صاحب کے صحابہ کے حق میں اس لفظ کی استعمال کو ناجائز اور موجب توہین سمجھتا ہے تو پھر حضور علیہ السلام کے صحابہ کے حق یہ لفظ کیوں توہین نہیں ہوگا ۔

مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے نہایت بے محل نور الانوار اور اصول شاشی وفتاوی رشیدیہ وتفسیر مظہری کے حوالجات پیش کئے ہیں حالانکہ ان حوالجات میں حضرت ابوہریرہ رض کے متعلق غبی کا لفظ قطعًا استعمال نہیں ہوا اور نہ اس کا کوئی ادنیٰ شائبہ ملتا ہے ان حوالجات میں صرف اس قدر ذکر ہے کہ حضرت ابوہریرہ مجتہد نہیں تھے ۔ اصول شاشی کے الفاظ ہیں ۔ القسم الثانی من الرواۃ ھم المعروفون بالحفظ والعدالۃ

دون الاجتہاد والفتوی کابی ہریرۃ وانس بن مالک ۔ (اصول شاشی صفحہ ۸۲) علی ہذا فتاوی رشیدیہ و تفسیر مظہری کے حوالجات کا بھی منشا یہی ہے ۔ نورالانوار کی دون الفقہ کا معنیٰ بھی دون الاجتہاد ہے ۔ حضرت ابوہریرہ کا متقدم فی الاجتہاد نہ ہونا ان کی کوئی توہین نہیں مجتہد ہونا یا نہ ہونا متنازعہ فی نہیں بحث لفظ غبی کے متعلق ہے جس کے معنی کم فہم اور جاہل کے ہیں ۔ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالجات میں غبی کا لفظ قطعاً نہیں سو یہ الزام بھی لاجواب رہا۔
میں عدالت کی توجہ مختار مدعا علیہ کے طریق استدلال کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ جو اس نے ان بے محل حوالجات کو پیش کرنے کے بعد لکھا ہے ۔ "پس یہ سب لوگ کافر اور مرتد تھے اور ایسے ان اقوال سے صحابہ کی توہین کے مرتکب ہوئے تھے یا نہیں"۔

(۴) بیشک حضرت ابن مسعود نبی اور رسول نہیں کیا جو شخص رسول اور نبی نہ ہو اس کی توہین توہین نہیں کہلاتی اور کیا اس کو معمولی انسان کہہ کر اپنی رائے کے مقابل اس کی رائے کو خطا وار اور جوش نفسانی کا اثر کہہ کر ٹھکرانا حضرات صحابہ کے جلالت شان اور علو مرتبت کے منافی نہیں مختار مدعا علیہ کے خلیفہ اول اور ثانی جو اس کے نزدیک بھی نبی نہیں کیا ان کو معمولی انسان جوش نفسانی میں آکر خطا وار کہنا اس کے نزدیک ان کی توہین ہے یا نہ نیز ازالہ اوہام کی جو عبارت پیش کی گئی ہے اس میں مرزا صاحب حضرت ابن مسعود کے قول کی تردید کر رہے ہیں بناء تردید یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی مرزا صاحب کے نزدیک اس میں سخت خطا کی ۔ اور خطا کا موجب محض جوش تھا اور ابن مسعود سے ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ معمولی انسان تھا نبی اور رسول نہیں تھا ملاحظہ ہو اصل عبارت ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۶ ج ۲ مقام تردید میں ان الفاظ کی استعمال سوا توہین و تحقیر کے اور کوئی مفہوم نہیں رکھتی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نجوم ہدایت واجب الاقتداء قرار دیتے ہوئے فرمایا اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور ان کی اقتداء کا حکم دیا اگر ان کو یونہی معمولی انسان سمجھ کر ان کا تخطیہ کیا جائے اور اپنی رائے کے مقابلہ میں ابن مسعود جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی کے قول کو ٹھکرایا جائے تو اسلامی اصول روایت و نقل پر کس قدر سنگین زد ہے ۔ اور اس میں شان صحابہ کی کس قدر توہین ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک ۔

قابل غور امر یہ ہے کہ علماء اصول نے حضرات صحابہ کے دو قسم مقرر کئے ہیں ایک متقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابن مسعود دوسرے غیر متقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابی ہریرۃ ۔ مرزا صاحب نے دونوں قسم کے صحابہ پر ہاتھ صاف کیا ہے ابوہریرہ کو غبی کہا اور ابن مسعود کو جوش میں خطا کرنے والا بتایا

مختار مدعا علیہ نے حضرت عباس اور حضرت علی کے طولانی قصہ کو بیان کرکے مرزا صاحب کے اس قائم کردہ اصول کی اور بھی توثیق کر دی ہے ۔ حالانکہ کتب عقائد میں تصریح کر دی گئی ہے کہ مشاجرات صحابہ پر سکوت کرنا چاہیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی ۔ یعنی میرے صحابہ پر نکتہ چینی کرنے کے معاملہ میں خدا سے

ڈرنا اور سب سے زیادہ قابل غور یہ امر ہے کہ حضرات صحابہ کا تخطیہ مرزا صاحب اس لیے کر رہے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ کا قول مرزا صاحب کی رائے کے خلاف ہے مرزا صاحب کی رائے حق ہے اسی کے مقابل حضرت ابوہریرہ کا قول غلط ہے کیونکہ وہ غبی کم فہم اور جاہل ہے اور مرزا صاحب کی رائے صحیح ہے اور حضرت ابن مسعود کا قول خطا ہے کیونکہ وہ ایک معمولی انسان ہے اس نے جوش میں آکر خطا کی ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے ان الفاظ "نبی و رسول نہ تھا" کی آڑ لے کر مرزا صاحب کو توہین انبیاء کے الزام سے بچانا چاہا ہے یہ بھی اس کا مغالطہ ہے کیونکہ صحابہ نجوم اقتداء اور واجب الاقتداء بنص صریح ہیں افراد امت کے لیے ان کا احترام واجب اور ان کی اقتداء لازم ہے پس ان کا نبی یا رسول نہ ہونا ان کے استخفاف اور تحقیر کا متقاضی نہیں اگر ایک زندیق کسی نبی کا استخفاف کرتے ہوئے یہ کہدے کہ آخر یہ بھی عام انسانوں کی طرح انسان ہیں خدا تو نہیں کیا یہ آڑ اس کو کوئی فائدہ دے سکتی ہے ہرگز نہیں۔ بحمد اللہ حضرت ابن مسعود کی توہین کا الزام بھی لاجواب رہا۔ پھر براہین قاطعہ کا بے محل حوالہ دے کر بے سود بحث کو لمبا کیا ہے اور اس کی عبارت سے غلط استنباط کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی نسبت جگر سوز اور روح فرسا الفاظ استعمال کئے ہیں پھر نتیجہ ان الفاظ میں نکالا جب مختار مدعا علیہ کے نزدیک ایسی باتوں سے بھی کفر وارتداد لازم آتا ہے تو ان کا یہ فتویٰ اس زمانہ کے لوگوں تک نہیں بلکہ بڑوں بڑوں تک پہنچے گا۔ مختار مدعا علیہ کے اس بھانے نتیجہ کے جواب میں اس کے پیشواؤں کے کفریات صریحہ اور توہین انبیاء وصالحین کی ایک مکمل فہرست پیش کر دیتا اور ایسے ہی الفاظ بھی استعمال کرتا جیسے کہ مختار مدعا علیہ نے استعمال کئے ہیں مگر عدالت کے وقت کا احترام کرتے ہوئے مختار مدعا علیہ کے طریق استدلال کی طرف توجہ دلانے پر اکتفا کرتا ہوں۔

توہین صحابہ کا الزام اور اس کا جواب

مختار مدعیہ۔

میں نے خطبہ الہامیہ کی یہ عبارت جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا وہ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا پیش کر کے ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے تمام صحابہ کی توہین کی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں وجوہ ذیل بیان کئے ہیں۔

(۱) اکابر اسلام نے امام مہدی کو حضور علیہ السلام کی روحانیت کا بروز مانا ہے اس بروز روحانیت کے لحاظ سے امام مہدی کے اصحاب کو صحابہ میں داخل ہونے والا کہنا موجب توہین نہیں ہو سکتا۔

الجواب

یہ محض افتراء اور بہتان ہے امام مہدی کا حضور علیہ السلام کی روحانیت کا بروز ہونا نہ قرآن میں ہے نہ احادیث سے

ثابت ہے نہ ائمہ اہل بیت کا قول ہے نہ ائمہ مجتہدین سے مصرح ہے نہ سلف صالحین سے مروی ہے یہی وجہ ہے کہ مختار مدعا علیہ اپنے استدلال کی تائید میں ضعیف سے ضعیف بھی ایک قول نہیں پیش کر سکا۔ اور یہ عقیدہ بلحاظ حقائق شرعیہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی امام مہدی سے باجماع امت حضرت ابوبکر بلکہ تمام صحابہ افضل ہیں اگر امام مہدی کے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو حضرات صحابہ کے ملنے اور دیکھنے والے بطریق اولیٰ صحابہ میں شامل ہوں گے۔

مگر غالباً مرزا صاحب اور ان کی امت یہ فضیلت اپنی ہی جماعت کے لیے مختص سمجھتے ہیں اور بفرض محال امام مہدی کے اصحاب کے لیے یہ حکم مجازاً اگر ثابت ہو بھی جائے تو مرزا صاحب امام مہدی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ اولاً تو مرزا صاحب امام مہدی کی آمد کی تمام احادیث کو ضعیف موضوع ناقابل حجۃ قرار دے چکے ہیں چنانچہ حقیقۃ المہدی صفحہ ۲۰ کو ملاحظہ کیا جائے۔

ثانیاً یہ کہ ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۱۸۱ میں مرزا صاحب اس مہدی ہونے سے انکار کر چکے ہیں جس کے متعلق احادیث میں ذکر ہے اس کا نام (محمدؐ) اور اس کے والد کا نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک اور آپ کے والد کے نام پر اور آل فاطمہ علیہا السلام پر ہو گا۔

الغرض اولاً بروز کا عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں ثانیاً امام مہدی کا حضور علیہ السلام کا بروز ہونا غیر صحیح اور مفاسد عدیدہ کا مستلزم ہے ثالثاً مرزا صاحب کا مہدی ہونا بالکل غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب کے نزدیک امام مہدی کے متعلق جس قدر احادیث ہیں سب ضعیف اور موضوع ہیں اور قابل حجت نہیں۔ رابعاً احادیث سے جس مہدی کا جن صفات سے ثابت ہوتا ہے اس سے مرزا صاحب انکار صریح کر چکے ہیں لہٰذا بروز کی توجیہ سے مرزا صاحب کے اصحاب کا صحابہ میں داخل ہونا صحیح نہ ہوا اور بدستور توہین صحابہ کا الزام باقی رہا۔ اگر بفرض محال بروز کا مسئلہ مان ہی لیا جائے تو اگر امام مہدی کے اصحاب بروز کے طور پر صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو پھر امام مہدی بھی بروز کے طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتے ہیں۔ اور پھر امام مہدی کو خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین رحمۃ للعالمین صاحب شفاعت کبریٰ صاحب معراج سید ولد آدم مخاطب لولاک لما خلقت الافلاک نبی صاحب شریعۃ ناسخہ للشرائع صاحب قرآن ناسخ کتب سماویہ اور مبعوث الی الناس کافۃ مہبط نزول جبرئیل علیہ السلام کو ماننا پڑے گا العیاذ باللہ العظیم اور کوئی بعید نہیں کہ مرزا صاحب کے متبعین اسی توجیہ باطل کی وجہ سے مرزا صاحب کو ان صفات سے متصف سمجھتے ہوں اور مرزا صاحب کے الہامات اور دعاوی بھی اسی قسم کے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب کے قول و من دخل فی جماعتی الخ کو حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل پر قیاس کر کے

مشابہت اور مماثلت لینا بوجوہ ذیل باطل ہے۔

(الف) حدیث میں کاف حرف تشبیہ موجود ہے جو مشابہت اور مماثلت کے لیے موضوع ہے مرزا صاحب کے قول میں حرف تشبیہ نہیں۔

(ب) حدیث میں علماء امت کو انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے علماء کو حضرات انبیاء کرام کے زمرہ میں داخل نہیں کیا گیا اور مرزا صاحب کے قول میں تصریح موجود ہے کہ جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ حضور علیہ السلام کے صحابہ میں داخل ہو گیا یعنی صحابی ہو گیا۔ مثلاً ایک طالب علم جب ہائی سکول بھاولپور میں داخل ہو گیا تو وہ حقیقۃً ہائی سکول کا طالب العلم ہو گیا نہ یہ کہ ہائی سکول کے طالب علموں سے اس کو کوئی مشابہت ہو گئی۔ اور درحقیقت وہ ہائی سکول کا طالب علم نہیں ہوا۔

(ج) خود مرزا صاحب کی تصریح موجود ہے کہ صحابہ کے بعض خواص خصوصی ایسے ہیں جن کو مرزا صاحب نہیں پا سکتے پھر ان کے متبعین مریدوں کی کیا شمار چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸ ج انخور وہیں ہے اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر بطور ظل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جزوی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

مولانا شیخ الہند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کفر کا جواب حسام الحرمین وغیرہ کے حوالجات کے جواب میں دیا جائے گا۔

توہین اہل بیت

مختار مدعا علیہ سے توہین اہل بیت کے الزام کا جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکا کہ اس نے نہایت بے دردی سے آقائے دوجہان سرور انس وجان کی ذات والا صفات پر توہین کشتی نوح کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس تعلیم کو بحکم خداوندی کشتی نوح قرار دینے سے اہل بیت کی توہین لازم آتی ہے تو اہل بیت کو کشتی نوح قرار دینے سے اصل کشتی نوح کی تو ضرور توہین لازم آئے گی۔ پس مختار مدعیہ کے طرز استدلال سے ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ فتویٰ کہاں جا کر لگتا ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اہل بیت کو کشتی نوح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ الا ان مثل اہل بیتی کسفینۃ نوح من رکبہا نجا ومن تخلف ہلک (رواہ احمد) مرزا صاحب نے اپنی تعلیم کو کشتی نوح قرار دیا اور امت کی نجات کو اس سے وابستہ کر دیا جس کی وجہ سے مرزا صاحب پر اعتراض کیا گیا کہ مرزا صاحب خلاف تعلیم حضور علیہ السلام اپنی تعلیم کو کشتی نجات قرار دیتے ہیں یا اس کے مقابل اپنی امت کے لیے دوسری کشتی نوح بتاتا ہے

ہیں بہر نہج اہل بیت کی توہین کی ہے ۔ مختار مدعا علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وہی الزام قائم کر دیا کہ حضور نے اپنے اہل بیت کو کشتی نوح قرار دے کر اصل کشتی نوح کی توہین کی ہے ۔

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی ہیں اور کون و مکان کے مالک ہیں حضور جس کی چیز ذریعہ نجات قرار دیں اور جس کو تفصیل و تشریح قرار دیں مجاز و مختار ہیں صاحب شریعت کا معنی بھی یہی ہے کہ جدید احکام و شرائع لا سکتے ہیں مگر مرزا صاحب ان کی جماعت کے زعم میں بھی صاحب شریعت نبی نہیں بلکہ وہ تمام احکام و شرائع میں حضور علیہ السلام کے تابع ہیں پس خود مرزا صاحب اور اس کی جماعت کو اپنے اختراعی دعوے کے بنیاد پر بھی حضور علیہ السلام کی مقرر کردہ کشتی نجات کے خلاف کوئی اور کشتی نجات بنانے کا کوئی حق نہیں تھا ۔ پس جب کہ انہوں نے اپنے ادعا منصب سے تجاوز کر کے تعلیم نبویہ کے خلاف کشتی نجات اپنی تعلیم کو قرار دیا تو لا بد اہل بیت کی توہین کا ارتکاب کیا جس کا کوئی جواب مختار مدعا علیہ سے نہ بن آیا تو حضور علیہ السلام پر اصل کشتی نوح کی توہین کا الزام ٹھیرا کر مسلمانوں کے قلوب کو مجروح کیا اور عدالت میں اسلام کی دشمنی اور حضور علیہ السلام کے جھوٹے دعویٰ غلامی کی حقیقت کو ظاہر کر دیا ۔

امام حسین علیہ السلام کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس الزام واقعی کو دفع کرنے میں نہایت مغالطہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے اور چند غلط توجیہات کی ہیں ۔

(۱) اعجاز احمدی میں ان غالی شیعوں سے خطاب ہے ۔

الجواب

یہ سراسر کذب اور دروغ ہے اعجاز احمدی درحقیقت مناظرہ میں جو مولوی سرور شاہ صاحب کو مولانا ثناء اللہ صاحب امرت سری سے مقابلہ میں شکست فاش نصیب ہوئی اس کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب نے یہ رسالہ لکھا ہے اعجاز احمدی کے پہلے صفحہ میں موجود ہے ایھا الناظرون ارشد کم اللہ ۔ آپ صاحبان پر واضح ہو کہ اس مضمون کے لکھنے کی اس لیے ضرورت پیش آئی کہ موضع ضلع امرت سر میں باصرار منشی محمد یوسف صاحب کے میرے دو مخلص دوست ایک مباحثہ میں گئے ہماری طرف سے مولوی محمد سرور صاحب مقرر ہوئے اور فریق ثانی نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو امرت سر سے طلب کیا مرزا کی تصریح ناطق کہ اعجاز احمدی مولوی ثنا اللہ صاحب امرت سری کے بالمقابل لکھی گئی ہے ۔ ہاں ٹائیٹل پیج پر مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب مولانا اصغر علی صاحب روحی کے علاوہ مولوی علی حائری صاحب شیعہ کا نام بھی ہے مگر تالیف وغیرہ کا سبب شیعہ نہیں ۔

نیز جس شعر سے مرزا صاحب کے دعویٰ افضلیت سے توہین ثابت کی گئی ہے اس شعر میں قطعاً مولوی علی الحائری صاحب مخاطب نہیں کیونکہ اشعار کے حاشیہ پر علماء مخاطبین کے نام علیحدہ علیحدہ لکھے گئے ہیں تفصیل کا شعر ۴۷ اول شعر ہے اور علی الحائری سے خطاب ۳ ۱۳ سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) شیعہ کے مقابلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہو اس کو موجب توہین قرار دینا درست نہیں۔

الجواب

پاک اور مقدس ہستیوں کے حق میں گستاخی اور سخت کلامی کرنا خواہ کسی کے مقابلہ میں ہو توہین ہے حقائق اشیاء اعتباری نہیں حقائق واقعیہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے لٹریچر کو بھی اچھی طرح نہیں دیکھا ورنہ ایسا غلط جواب نہ دیتا ملاحظہ ہو تبلیغ الحق اشتہار مرزا صاحب۔

(۳) مولانا محمد قاسم صاحب دیوبندی نے شیعہ کے مقابلہ میں ایسے الفاظ استعمال کئے۔

الجواب

کلام اس میں ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے تئیں امام حسین سے بہتر قرار دے کر امام حسین کی توہین کی ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے اپنی فضیلت کا کوئی دعویٰ نہیں کیا وہ ایک الزامی جوابات ہیں جو اپنے قرائن سیاق وسباق طرز استدلال وطریق بیان سے واضح طور پر دال ہیں کہ شیعہ مرویہ کے روایات واقوال کو بطور الزام پیش کیا گیا ہے نیز مولوی محمد قاسم صاحب احاد امت میں سے ایک ہیں نہ مدعی نبوت ہیں نہ مدعی مہدیت ان کے طریق استدلال پر مرزا صاحب کی غلطیوں کو قیاس کرنا کس قدر مضحکہ خیز ہے۔

(۴) رہا فضیلت کا اعتراض تو ایک کی فضیلت سے دوسرے کی توہین کا نتیجہ نکالنا کسی طرح درست نہیں۔

الجواب

بیشک مفضول پر افضل کی فضیلت کا اظہار موجب توہین نہیں ہوتا اسی اصول پر ان احادیث کا جواب ہے جن میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیاء پر بیان کی گئی ہے ہاں اگر مفضول کو افضل پر فضیلت دی جائے تو لا محالہ توہین ہے مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہدے کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی ؒ حضرت ابوبکر ؓ سے افضل ہیں تو لابد اس میں حضرت ابوبکر ؓ کی توہین ہے کیونکہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے اور احادیث صحاح سے ثابت ہے کہ امت محمدیہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر یہ ایک اسلامی اصول ہے کہ غیر صحابی صحابی کی فضیلت کو نہیں پا سکتا تو مرزا صاحب جو کہ غیر صحابی ہیں حضرت امام حسین ؓ سے جو کہ قطعی بہشتی سید شباب اہل الجنۃ اور صحابی ہیں کس طرح فضیلت پا سکتے ہیں خصوصاً جب کہ مرزا صاحب بوجہ ادعاء نبوت بحکم نبوی سیکون فی امتی ثلاثون کذابون دجالون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ خارج از دائرہ اسلام ہیں۔

(۵) امام مہدی کے متعلق تو تمام اکابر علماء نے تسلیم کیا ہے کہ وہ صحابہ بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہیں جیسے کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے حجج الکرامہ میں محمد بن سیرین کا قول نقل کیا ہے۔

الجواب

یہ مختار مدعا علیہ کا عدالت میں صریح جھوٹ ہے۔ کیونکہ تمام امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ تمام امت میں افضل و اعلیٰ ہیں عقائد نسفی میں ہے افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر (شرح عقائد) کس قدر جسارت اور دروغ گوئی ہے کہ تمام اکابر علماء و صلحاء کی طرف یہ عقیدہ منسوب کیا جاتا ہے محض طوالت کے خوف سے حوالجات کو ترک کرتا ہوں۔ مختار مدعا علیہ نے حجج الکرامہ کے حوالہ سے محمد بن سیرین کا جو قول نقل کیا ہے اس میں بھی کتمان حق کیا ہے کیونکہ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر اس کی تردید موجود ہے لیس المراد بھذا التفصیل الراجع الی زیادۃ الثواب والرفعۃ عند اللہ تعالیٰ فالاحادیث الصحاح والاجماع علی ان ابا بکر وعمر افضل الخلق بعد النبیین والمرسلین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی اس سے مراد تفضیل جو کہ زیادت الثواب اور خداوند کی طرف بلندی مقام ہے مراد نہیں کیونکہ احادیث صحاح اور اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر انبیاء اور مرسلین کے بعد سب سے افضل ہیں۔ پھر نواب صاحب چند سطور کے بعد لکھتے ہیں۔

گوئیم کہ قول ابن سیرین اگرچہ سندش صحیح باشد درمانحن فیہ و فتنے حجۃ است کہ ماخذان مشکوٰۃ نبوت است والا فلا۔
یعنی محمد بن سیرین کا قول خواہ اس کی سند صحیح کیوں نہ ہو اس مسئلہ میں حجت اس وقت ہوتا جب کہ مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہوتا ورنہ تو نہیں۔ مختار مدعا علیہ صرف ایک محمد بن سیرین کا قول جو کہ احادیث صحاح اور اجماع امت کے خلاف ہے اس کو تمام علماء صلحاء اولیاء امت کی طرف منسوب کرتا ہے حالانکہ اس قول کی تردید وہیں موجود ہے جہاں سے یہ قول نقل کیا گیا ہے اولاً تو محمد بن سیرین کا قول صحیح نہیں کیونکہ اجماع اور صحاح کے خلاف ہے ثانیاً اگر فرض محال اس کو تسلیم کیا جائے تو بھی مرزا صاحب کی فضیلت امام حسین علیہ السلام سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ احادیث سے امام مہدی کا نام محمد اور ان کے والد کا نام عبداللہ قوم سید مقام پیدائش مدینہ طیبہ مقام ظہور مکہ معظمہ ثابت ہے اور مرزا صاحب کا نام غلام احمد والد کا نام غلام مرتضیٰ قوم مغل مقام پیدائش و ظہور قادیان ہے جو کسی طرح بھی مرزا صاحب پر منطبق نہیں ہوتے۔

(۶) مرزا صاحب نے اعجاز احمدی اور آئینہ کمالات میں امام حسین رضؓ کی تعریف کی ہے۔

الجواب

مرزا صاحب کا امام حسین رضؓ کی تعریف کرنا پھر توہین بھی کرنا حق و باطل کو ملانا ہے جو بقول مرزا صاحب دجال کی علامت ہے ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد سو صفحہ ۳۰۰ ۔

اگر واقعی مرزا صاحب کو حضرت امام حسین رضؓ کا احترام تھا تو پھر اس قدر تعلیانہ دعویٰ اور شتان بینی و بین حسین کم کہنے کی کیا ضرورت تھی حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنی تعلی اور فخر کے جوش میں اکابر امت بلکہ انبیاء علیہم السلام تک کی بھی توہین کر جاتے ہیں پھر جب علماء اور عام مسلمانوں کی طرف سے مرزا صاحب پر نکتہ چینی ہوتی ہے تو وہ ان کی تعریف بھی کر دیتے ہیں آج ان کی امت مرزا صاحب اس حکمت عملی سے بے جا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں ۔ جہاں کسی کی توہین کا اعتراض ہو جھٹ مرزا صاحب کی کتابوں سے کوئی عبارت اس کے خلاف نقل کر دیتے ہیں کبھی خدا کے ان بندوں کو اس امر کے سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ اگر مرزا صاحب کو ان حضرات کا واقعی احترام اور ان کی عظمت تھی تو پھر ان کے خلاف توہین الفاظ کہنے کی کیا حاجت تھی ۔ کسی صحیح العقل انسان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جس کو اپنا بزرگ اور واجب الاحترام سمجھتا ہو اور اس کی مدح و ستائش میں رطب اللسان ہو مگر گاہے گاہے اس بزرگ محترم کے متعلق سخت نکتہ چینی کرے اور اس کی توہین و تحقیر میں بھی حصہ لے ۔

(۷) مختار مدعا علیہ نے کربلائے است سیر ہر آنم کی تین توجیہہ کی ہیں ۔

(الف) امام حسین رضؓ کی طرح مظلوم ۔

(ب) جماعت سے بعض لوگ مبتلا آلام ہوں گے ۔

(ج) واقعہ شہادت کی عظمت کا جتلانا مقصود ہے ۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کی توجیہات قابل تعجب ہیں ۔ مرزا صاحب نہایت تعلی سے اپنی فضیلت و برتری بیان کرتے ہیں اور حضرت امام حسین رضؓ کے ایثار اور عظیم الشان قربانی اور مظلومیت کی شہادت کی تحقیر کرتے ہیں اور اپنے مراتب و مدارج کو حضرت امام حسین رضؓ سے اعلیٰ اور افضل بتاتے ہوئے شتان بینی و بین حسین کہتے ہیں ۔ میں یہاں صرف مرزا صاحب کے اشعار کا ترجمہ مرزا صاحب کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں اس ترجمہ کی روشنی میں مختار مدعا علیہ کے بے جا توجیہات کی حقیقت عدالت کے نزدیک واضح ہو جائے گی ۔ "مجھ میں اور تمہارے حسین رضؓ میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسین رضؓ پس تم دشت کربلاء کو یاد کر لو اب تک روتے ہو پس سوچ لو ۔ میں حجت کا کشتہ ہوں مگر تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق بین اور ظاہر ہے ۔"

(اعجاز احمدی)

اولیاء کی توہین،

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے دفع کرنے کی چند توجیہات کی ہیں۔

(۱) اگر مرزا صاحب کے اس شعر سے تمام اولیاء کی توہین ہوتی ہے تو دین اسلام نے دیگر ادیان کو منسوخ کر کے ان سب ادیان کی توہین کی ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ نے ہمارے قائم کردہ الزام توہین کی علت کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قائم کردہ ارشاد و ہدایت سے باقی تمام ارشاد و ہدایت کے منسوخ ہونے سے توہین لازم آتی ہے تو اسلام نے بھی باقی ادیان کو منسوخ کرنے میں ان ادیان کی توہین کی ہے گویا جس طرح اسلام کے باقی ادیان کو منسوخ کرنے سے ان ادیان کی توہین نہیں ہوئی اسی طرح مرزا صاحب کے طرق فیوض و سبل ہدایت سے سابقین کے تمام طرق اور سبل کے منسوخ ہو جانے سے سابقین کی توہین نہیں ہوتی گویا مختار مدعا علیہ نے یہ تسلیم کر لیا کہ مرزا صاحب کا طرق اولین کے طرق کے لیے ایسا ہی ناسخ ہے جیسا اسلام دیگر ادیان کے لیے الحمدللہ مختار مدعا علیہ نے اس سچائی کو کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا جس کو ابتداء سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے عدالت خود غور فرمائے کہ مختار مدعا علیہ کے اس جواب میں ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کی امت درحقیقت مرزا صاحب کی تعلیم اور طریق کو اولین کی تعلیم و طریق کے لیے ناسخ مانتی ہے۔

(۲) چونکہ حضور علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں اس لیے گویا آپ نے تمام انبیاء کی توہین کی ہے۔

الجواب

سب سے پہلے میں عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی برأت ثابت کرنے کے لیے کس بے دردی کے ساتھ میرے قائم کردہ وجوہ توہین کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیتا ہے گویا اس کو حضور علیہ السلام سے علاقہ تک نہیں باقی رہا یہ امر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات کو دیگر انبیاء علیہم السلام سے افضل فرمانا ان انبیاء علیہم السلام کی توہین نہیں کیونکہ افضل کی فضیلت کا بیان مفضول کی توہین نہیں ہوا کرتی اور حضور علیہ السلام کی افضلیت بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جس میں ایک مسلمان کو بھی کلام نہیں مگر مرزا صاحب کے لیے یہ وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت ابوبکر کی افضلیت تمام امت میں احادیث صحاح اور اجماع امت میں ثابت ہے اور اسلامیان عالم کا متفقہ اجماعی عقیدہ ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر۔ لہٰذا مرزا صاحب کے اس قسم کے دعاوی اخیار امت کی توہین کا موجب ہیں۔

(۳) اگر مرزا صاحب کے شعر سے توہین لازم آتی ہے تو حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے اس شعر افلت شموس الاولین

سے بھی توہین لازم آتی ہے۔

الجواب

(۱) الف حضرت پیر پیران سید عبد القادر جیلانیؒ مدعی نبوت نہیں بلکہ کبار اولیاء امت سے ہیں جو بہر حال کتاب و سنت کے تابع ہیں نہ ان پر نزول جبرئیل ہوتا تھا اور نہ مہبط وحی الہٰی ہونے کے مدعی تھے نہ کوئی نئی تعلیم جاری کی اور نہ کوئی نیا فرقہ قائم کیا اور نہ کوئی کشتی نجات بنائی پس ان کے شعر میں شمسنا سے حقیقۃً مراد اسلام ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگوں کے شموس یعنی ادیان منسوخ ہو گئے اور کہ ہمارا شمس یعنی اسلام کبھی غروب نہیں ہوگا مرزا صاحب کے دعاوی اور ان کی تعلیمات اور تمام کارخانہ دیگر گوں ہے وہ نئی دنیا اور نیا آسمان اور نئی زمین نیا موسیٰ نیا عیسےٰ نیا محمد علیہم السلام حتیٰ کہ نیا خدا تعالیٰ بنانے کے خواہاں ہیں اس لیے مرزا صاحب کے شعر کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یا تو پہلی تعلیمیں منسوخ ہو گئیں یا یہ کہ اب موصل الی اللہ صرف مرزا صاحب کا ایجاد کردہ مذہب احمدیت ہے چنانچہ مختار مدعا علیہ نے اس پر تصریح کی ہے جو آگے عرض کرتا ہوں۔

(ب) حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ ولی کامل تھے مگر مدعی نبوت نہ تھے صوفیاء کرام کی تصریحات کے مطابق سکر میں بعض کلمات اہل اللہ کی زبان سے بے اختیار نکل جاتے ہیں تو ان کو پسند نہیں فرماتے جیسا کہ کتب تصوف میں مصرح ہے اور چونکہ انبیاء کی بعثت مخلوقات کی ہدایت وارشاد کے لیے ہوتی ہے اور ان کا تقرب الی اللہ نہایت اعلیٰ اور موثق ہوتا ہے اور ان کا قول و فعل قابل حجت ہوتا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کے لیے کسی وقت بھی سکر نہیں ہوتا۔ پس چونکہ مرزا صاحب مدعا علیہ اور اس کے مختار کے نزدیک نبی ہیں لہذا مرزا صاحب کے لیے یہ عذر بھی نہیں ہو سکتا کہ سکر کی حالت میں ایسا کہا ہو۔ پس مرزا صاحب کے اس شعر کا قیاس حضرت پیر صاحب کے شعر اور قول پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

(۴) مرزا صاحب کے شعر کا صرف یہ مطلب ہے کہ پہلے اولیاء وغیرہ نے جو طریق نکالے تھے وہ سب طرق اب بند کئے گئے ہیں اب کوئی شخص ان طرق کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ میرا طریق اختیار نہ کرے جو طریقہ میرے سید و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

الجواب

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے شعر کا معنیٰ کر کے ہمارے مقصد کی بکلی تائید و توثیق کر دی ہے۔ بحمد اللہ العلیم اس نے اس بات کو تسلیم کر لیا جو ہمارا دعویٰ یعنی مرزا صاحب سے اخیار امت واکابر کے نزدیک جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے جو طریق اور ذریعے تھے دو حال سے خالی نہ ہوئے یا تو وہ حضور علیہ السلام کے طریق کے مخالف تھے یا موافق۔ اگر موافق تھے تو ناحق ان ذرائع اور طرق کی بندش کا حکم دے کر اخیار امت کی توہین کی ہے یا اگر پہلے بزرگوں کے طرق کے مخالف تھے تو

اس سے بڑھ کر اکابر و اخیار کی تحقیر و توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ بغیر استثناء احدے خود بھی اور دیگر مسلمانوں کو بھی ایک ایسے طریق پر چلایا جو حضور علیہ السلام کا طریق نہ تھا۔ پھر اس میں کسی ایک کا استثناء نہیں۔ اولین رہنمایان اسلام حضرات صحابہ ہیں جنہوں نے صحرائے عرب سے نکل کر قیصر و کسریٰ کی مملکتوں کو پائمال کر کے لوگوں کو مشرف باسلام کیا اور دور افتادہ انسانوں کو خدا رسیدہ بنایا۔ پھر تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے جن کے مساعی سے اقصیٰ مشرق و مغرب کے لوگ مشرف باسلام ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچے۔ اور پھر علماء امت اور ائمہ مجتہدین ہیں جنہوں نے کتاب و سنت کے حقائق و معارف و مآرب کے ذریعہ سے قلوب کو منور کیا اور پھر اصحاب السلاسل اربعہ چشتیہ نقشبندیہ قادریہ و سہروردیہ ہیں جنہوں نے باتباع طریق محمدیہ لاکھوں کاملین اور واصلین الی اللہ بنائے۔ جن میں مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور امام شعرانی وغیرہ حضرات ہیں۔ الغرض مرزا صاحب نے کوئی نیا طریق ارشاد و ہدایت ایجاد کیا ہے جس پر سابقین کا عمل نہیں تھا اور جس کی وجہ سے پہلے مذاہب بند اور بے کار ہو گئے تو یہ نسخ شریعت محمدیہ ہے یا وہی طریق ارشاد و ہدایت ہے جو حضور علیہ السلام سے ماثور و منقول ہے اور جو نسلاً بعد نسلٍ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اصحاب شریعت و ارباب طریقت کا معمول و مسلک رہا ہے۔ پس اس صورت میں ان کے چشموں کو خشک کہنا اور ان کے طریق کو خدا تعالیٰ کی طرف نہ پہنچانے والا سمجھنا اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ صرف اپنے طریق ارشاد کو سمجھنا نہ صرف اخیار و ابرار امت کی توہین ہے بلکہ مفاسد عدیدہ کو مستلزم ہے کیونکہ اس توجیہ پر یہ بھی لازم آتا ہے کہ امت محمدیہ جو مرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے وہ خدا تعالےٰ کا تقرب اور وصول الی اللہ ہرگز نہیں پا سکتے اور ان کے تمام مجاہدے اور تمام اعمال صالحہ اور ان کا تقویٰ و طہارت اور ان کا عرفان معرفت اور زہد و عبادت خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ تعلیم کی پیروی و پابندی کے باوجود ذریعہ ہدایت و وسیلہ نجات نہ ہو تا وقتیکہ کہ ان اصول اور تعلیم کا اتباع نہ کیا جائے جو مرزا صاحب کی طبع زاد تعلیم ہے۔

(۵) مجدد الف ثانی صاحب نے ہزار سال کے سر پر آنے والے مجدد کو صدی کے سر پر آنے والے مجدد پر اتنی فضیلت دی ہے جتنی سو اور ہزار میں نسبت ہے تو گویا اس قول میں مجدد صاحب نے سابق مجددین کی توہین کی ہے۔

الجواب

(الف) مختار مدعا علیہ نے اگرچہ حضرت مجدد صاحب کو مسلم بزرگ مانا ہے مگر اس کو اپنے مسلم بزرگ کا مقرر کردہ اصول بھی تسلیم نہیں ورنہ اس کو ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶۱ کے بیان میں بلاشک توہین کی ہے کیونکہ خود مرزا صاحب کا اقرار ہے اور مختار مدعا علیہ کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب چودھویں صدی کے مجدد

ہیں اور حضرت مجدد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی ہیں ۔ یعنی دوسرے ہزار سال کے آغاز پر مجدد ہو رہے ہیں چودھویں صدی کے مجدد یعنی مرزا صاحب اور دوسرے ہزار سال کے مجدد یعنی مجدد صاحب سرہندی کے درمیان حسب تصریح مجدد صاحب ۱/۱۰ کی نسبت ہو گی یعنی مجدد الف ثانی صاحب مرزا صاحب سے دس گنا افضل و اکمل ہوں گے ۔ پھر مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا ۔ سراسر توہین و تحقیر ہے ۔ جو ہمارا مدعا ہے ۔

(ب) حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول مجددیں سابقین کی قطعاً توہین نہیں بلکہ توہین کا ادنی سا شائبہ بھی نہیں ۔ حضرت مجدد صاحب کے قول کا معنیٰ یہ ہے کہ ہزار سال کے سر پر جو مجدد آتا ہے وہ اُن تمام مجددین سے دس گنا افضل ہوتا ہے جو اس ہزار سال کے ہر صدی پر آتے ہیں ۔ بالکل صحیح اور مسلم سن ہجری کے پہلے ہزار سال کی پہلی کا مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی ہیں جیسا کہ نواب صدیق حسن صاحب نے حجج الکرامہ میں اور مرزا صاحب کی اُمت میں سے عبدالرحمٰن خادم نے اپنی پاکٹ بک میں لکھا ہے ۔ پس پہلے ہزار سال میں جس قدر مجددین صدی بصدی آئے اُن سب سے حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں ۔ کیونکہ تابعی اور خیر القرون میں سے ہیں ۔ پہلے ہزار اسلامی ختم ہونے پر دوسرے ہزار اسلامی کے پہلی صدی پر جو مجدد آیا وہ اس ہزار سال کے ان تمام مجددین سے افضل ہے جو اس ہزار سال کی ہر ایک صدی کے سر پر آتے رہیں گے ۔

پس مجدد صاحب کے اس قول سے حضرت مجدد صاحب الف ثانی کی فضیلت صرف ان مجددین پر ثابت ہو گی جو ہزار ثانی کے ہر صدی کے سر پر آتے رہیں گے ۔ پس مجدد صاحب کی فضیلت صرف آئیندہ آنے والے مجددین پر ثابت ہوئی نہ پہلے ہزار سال کے مجددین پر ۔ مجدد صاحب کے اس قول کے مطابق مرزا صاحب نے برتری اور فضیلت ظاہر کر کے مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگوں حضرت مجدد صاحب الف ثانی اور علامہ عبدالوہاب شعرانی وغیرہ بزرگوں کی توہین کی ۔

اے بد ذات فرقہ مولویان

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے جواب میں اپنے نبی مرزا صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علماء امت کے حق میں نہایت مغلظ الفاظ استعمال کئے ہیں ہم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ لم یکن النبی فاحشًا ولا متفاحشًا اتباع کرتے ہوئے مختار مدعا علیہ کی سخت کلامی بھی برداشت کرتے ہیں چونکہ مختار مدعا علیہ نے اس بحث کو بیجا طول دیا ہے اور اس قسم کا مغالطہ بار بار دیا ہے اس لیے مختار مدعا علیہ کے مغالطہ کو ظاہر

کرنے اور اصل حقیقت کو دکھلانے کے لیے ذرا تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ

(۱) مرزا صاحب نے شرفاء علماء کو گالیاں نہیں دیں یہ گالیاں ان علماء کو دیں ہیں جن کا شیوہ خباثت و شرارت ہے۔

(۲) مرزا صاحب کی یہ گالیاں ایسے علماء کو ہیں جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا الخ۔

(۳) شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے وقت کے علماء کو یہود کا نمونہ بتلایا ہے۔

(۴) یہ گالیاں ان مولویوں کے حق میں ہیں جنہوں نے سخت مخالفت کی اور ان کی زبان درازی انتہا کو پہنچ گئی اور مخش مضمون کے اشتہار دئیے۔

(۵) مسیح مولوی نے جس طرح اپنے وقت کے مولویوں اور فقیہوں کو سانپ اور سانپ کے بچے حرامکار و شریر کہا اسی طرح مسیح محمدی نے اسی قسم خبیث فطرت ممسوخ القلب سیاہ باطن مولویوں کے حق میں یہ الفاظ اسے بد ذات فرقہ مولویان الخ استعمال کئے۔

(۶) یہ الفاظ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم مشرب مولویوں کے حق میں ہیں۔

(۷) ان العدیٰ صاروا الخ سے مراد وہ مولوی ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو گالی دیں جو خنزیر صفت ہیں۔

(۸) کنزل العمال میں حدیث ہے کہ امت میں ایک خوف آئے گا۔ لوگ علماء کی طرف رجوع کریں گے تو وہ خنزیر اور بندر ہو چکے ہوں گے۔

(۹) ایسے مولویوں سے مراد وہ مولوی ہیں جو نقول کے پابند ہوں گے۔

(۱۰) اگر مرزا صاحب کی دشنام دہی گالی ہیں تو قرآن میں بھی بہت سے گالیاں ہیں ذٰلک مثل الذین کذبوا بآیات اللہ الخ

(۱۱) عورتوں سے جن کو کتیاں کہا ہے وہ مراد جنہوں نے گالی دیں۔

الجواب

پیرا ہر ایک شق کے جواب دینے سے ایک اجمالی جواب دیتا ہوں۔ کہ علماء وقت کو مرزا صاحب نے کیوں گالی دیں اور علماء وقت اور مرزا صاحب کی عداوت کیوں تھی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تیرہ سو سال سے بنصوص قطعیہ کتاب

سنتہ واجماع امت اسلامیان عالم کا متفقہ عقیدہ تھا کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔
اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت سے تیس دجال کذاب پیدا ہوں گے۔ ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اس پیشگوئی کے مطابق کئی ایک مدعیان نبوت پیدا ہوئے۔ علماء امت نے ان کو کذاب و دجال قرار دیا اسلامی حکومت نے ان سے جہاد کیا آخر ان کو قتل کر کے فتنہ کو فرو کیا۔ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کو کافر و دجال قرار دیا بحکم خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے جہاد کیا اور قتل کیا علیٰ ہذا جب بھی کسی نے دعویٰ نبوت کیا علماء نے اس کو دجال و کذاب کا فتویٰ دے کر اس کے قتل کا حکم دیا۔ تاآنکہ مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کے زیر سایہ دعویٰ نبوۃ کیا۔ اسلامی حکومت نہیں تھی جو اس پر احکام شرعی جاری کرتی۔ صرف علماء امت موجود تھے جنہوں نے حیات دین متین کے لیے مرزا صاحب کو بروی حدیث سیکون فی امتی دجال و کذاب کہا اور مرزا صاحب کے تمام دجل اور ان کے پردوں کو پارہ پارہ کیا اُمت محمدیہ کو کفر وارتداد کے اس فتنہ عظیمہ سے بچانے کے لیے مرزا صاحب کو مناظروں میں شکستیں دیں اور ان کی تردید میں مستقل کتابیں لکھیں اور مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کی فریب کاریوں کو آشکارا کیا۔ اس جہاد فی الدین میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت گرانقدر خدمات ادا کیں۔ مرزا صاحب کا جادو ان کے منشاء اور تخیل کے مطابق نہ چل سکا اور مرزا صاحب کو یقین ہوگیا کہ اس فتنہ عظیمہ کی سرکوبی کے لیے علماء وقت نے "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" کا شان دکھلایا ہے جب تک طبقہ علماء موجود ہے میری دعوت حسب منشاء اشاعت نہیں ہو سکتی اور علماء کا وجود میری قبولیت کے لیے سنگ راہ ہے تو پھر کیا تھا کہ مرزا صاحب نے علماء امت اور بزرگان وقت کو نہایت غلیظ گالی دینی شروع کر دیں۔

مولوی الٰہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عصاء موسیٰ میں مرزا صاحب کی گالیاں کو خوب حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کر دیا ہے اس کے لیے عصاء موسیٰ کا صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ ملاحظہ کیا جائے اب تفصیلاً ہر ایک شق کا جواب دیتا ہوں۔

(۱) یہ جواب بالکل مہمل ہے سود ہے پہلے شرافت اور خباثت کا ایک معیار مقرر کیا ہوتا جس معیار پر تنقید کیجاتی کہ فلاں شریر ہے اور فلاں شریف شرافت نسب شرافت علم شرافت تقویٰ کے باکمال انسانوں کو مرزا صاحب نے سخت فحش گالی دی ہیں مثلاً پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مولانا عبداللہ صاحب ٹونکی و مولانا اصغر علی صاحب روحی وغیرہ اکابر علماء اور برگزیدہ بزرگوں کو گالی دینا اور پھر ان کو شریر کہنا کسقدر تعدی ہے۔ ان حضرات نے محض نصرت دین اور اعلاء حق اور محافظت احوال اسلام و بحکم نبوی سیکون فی امتی ثلاثون الخ

مرزا صاحب پر فتویٰ تکفیر دیا جو محض اصول اسلام کے مطابق اور حکم شرعی کی پابندی تھی ایسے علماء کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت فرمائی تھی۔ لا تزال طائفۃ من امتی الخ

(۳) حضرت شاہ صاحب کا قول یقیناً مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں نہیں کیونکہ اس وقت مرزا صاحب کا وجود اور دعویٰ اور نہ علماء کا ان کے متعلق فتویٰ تھا ہاں حضرت شاہ صاحب کا قول ان مولویوں کے متعلق ہے جو کہ کتاب و سنۃ کو چھوڑ کر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی تحریف کر کے اصول دین میں فتنہ ڈالتے ہیں اب معاملہ بالکل صاف ہے ایک طرف تو وہ علماء جو آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا وہی معنی کرتے ہیں جو حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام سے مروی ہیں اور اجماع امت سے ثابت ہیں اور اسی اصول اور روشنی میں مرزا صاحب کی تکفیر کرتے ہیں اور دوسری طرف مولوی صاحب ہیں جو تصریحات الٰہیہ اور تنصیصات نبویہ اور اقوال اجماعیہ کے خلاف مرزا صاحب کے ہمنوا ہو کر آیات و احادیث میں تحریف کر کے مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اسی لیے شاہ صاحب کے قول ایسے مولویوں کو یہودی صفت کہا گیا ہے۔

(۴) مرزا صاحب نے جس قدر علماء و صلحاء کو گالی دی ہیں اس کا ہزارواں حصہ بھی کوئی عالم دین نہ دے سکا ہے مرزا صاحب کو دجال و کذاب کہا مگر یہ وہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے آپ کے بعد مدعیٔ نبوت کے لیے صادر ہوئے ہیں اس میں علماء کا کیا قصور ہے یہ ایک فتویٰ شرعی ہے ہر ایک مسلمان ایسا کہنے کے لیے شرعاً مجبور ہے۔

(۵) یہ مرزا صاحب کا حضرت مسیح علیہ السلام پر بہتان ہے انبیاء علیہم السلام اخلاق مرضیہ کاملہ سے متصف اور خلق اعلیٰ کا نمونہ ہوتے ہیں اگر کسی انجیل میں ایسا لکھا ہوا ہے تو ہم اس کے مکلف نہیں اس لیے کہ انجیل میں تحریف ہو چکی ہے جو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے قرآن و حدیث اور آثار صحابہ میں اس کا کوئی اصل نہیں باقی رہا یہ کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مخالف علماء کے حق میں خبیث فطرت ممسوح القلب اور سیہ باطن کے الفاظ استعمال کیے ہیں ہم ان کو برداشت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے مولیٰ اور آقا علیہ السلام نے اس طریق گفتگو سے منع فرمایا ہے۔

(۶) حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں تھی پہلے پہل جب مرزا صاحب نے اسلام کی خدمت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو مولانا محمد حسین صاحب نے ان کی تعریف و توصیف کر دی جب رفتہ رفتہ مرزا صاحب اسلامی تعلیم سے دور ہوتے گئے تو مقدسین پر زبان درازی کی۔ مجدد و مہدی بنتے بنتے مسیح نبی رسول بنتے گئے تو ناچار مولوی صاحب نے تمام اکابر و افاضل علماء ہند سے استفتا کیا سب نے بالاتفاق مرزا صاحب

پر کفر کا فتویٰ دیا اور قرآن واحادیث صحابہ کرام ائمہ عظام کے اقوال و آثار کی روشنی میں یہ فتویٰ مرتب ہوا۔ اس لیے ہماری گذارش ہے۔ کہ اس فتوے کو جو ایک کتابی صورت میں ملاحظہ فرمائے تاکہ یہ تمام حقیقت واضح ہو جائے اگر اس وقت کے علماء مرزا صاحب کی تکفیر نہ کرتے تو کیا ناموس اسلام کی خیانت اور روایات اسلامی کی حفاظت جہال اور بے علم لوگ کرتے کیا ادوار ماضیہ کے علماء و ائمہ نے مدعیان نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی تھی۔ مرزا صاحب کے وقت کے علماء نے مرزا صاحب کی تکفیر و تکذیب میں کوئی نیا کام نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور عجلی وباب وبہاء اللہ مدعیان نبوت کو کافر کہنے والے علماء تو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مصداق ہوئے اور چودھویں صدی کے مدعی نبوت مرزا صاحب کی تکفیر کرتے علماء بدترین خلائق ٹھیریں۔

(۷) اولاً یہ سراسر بہتان اور افتراء ہے کیونکہ مختار مدعا علیہ نے اس کو کوئی ثبوت نہیں پیش کیا محض دعویٰ بلا دلیل ناقابل سماعت ہے۔ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ وہ پہلے ایک قابل مواخذہ بات کر دیتے۔ جب اعتراضات ہوتے افتراء کے طور اس کی ابتداء اوران کی طرف منسوب کر دیتے تھے ہاں مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا علماء نے بموجب فرمان نبوی ان کو کذاب ودجال ضرور کہا یا مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر نکتہ چینی کی مرزا صاحب کے دلائل لاطائل کی حقیقت کھول کر رکھ دی تاکہ لوگ اس فتنہ والحاد سے بچ جائیں۔ جس پر مرزا صاحب نے دلائل کا جواب دشنام دہی سے دیا جو ہر مغلوب کا طریق کار ہے۔

(۸) مختار مدعا علیہ نے کنز العمال کی حدیث نقل کر کے مرزا صاحب کے مخالف علماء کو خنزیر اور بندر بتلایا ہے۔ بندر اس لیے کہ نقل آثار سلف کے عادی ہوں گے یعنی لکیر کے فقیر اور پرانی روایات کے پابند ہوں گے۔ اور خنزیر اس لیے جواب سے عاجز ہو کر خنزیری صفات یعنی گالی دیں گے یہ ہے مختار مدعا علیہ کا سلیقہ جو اس نے اپنے پیشوا مرزا صاحب سے وراثتاً پایا ہے۔ اب میں حدیث کا جواب دیتا ہوں اور مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی کا ازالہ کر کے ثابت کرتا ہوں۔ کہ مختار مدعا علیہ نے ناحق اس حدیث کو مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث صاف طور پر ان مولویوں پر منطبق ہے۔ جنہوں نے قرآن وحدیث میں تحریف کر کے مرزا صاحب کی تصدیق کی ہے کہ حضور علیہ السلام اخیر زمانہ کے متعلق پیشگوئی فرماتے ہیں کہ میری امت میں ایک خوفناک فتنہ اٹھے گا جو اس فتنہ قادیانیہ کی طرف اشارہ ہے ناواقف لوگ اپنے علاقہ کے مولویوں کی طرف اس فتنہ کی فریاد لے جائیں گے کہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اٹھیں ان میں سے بعض مولوی پہلے اس فتنہ میں مبتلا ہو کر بنی اسرائیل کے بعض مغضوب علیہم لوگوں کی طرح ممسوخ ہو کر خنزیر و بندر ہو چکے ہیں یعنی رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بتلایا صراط مستقیم چھوڑ کر اس فتنہ کو قبول کر کے کونوا قردۃ خاسئین

کا مصداق ہو چکے ہوں گے اور لوگوں کو بھی اسی فتنہ عظیمہ کی دعوت دیں گے ۔ یا معنے ہے کہ اس گروہ کے مولویوں میں بندروں کی نقل اور خنزیروں کی بے غیرتی پائی جائے گی ۔ چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اس فرقہ کے مولوی مرزا صاحب کی برأت کے لیے مختلف نقلیں اتارتے رہتے ہیں اور حاطب لیل ہو کر کہیں تورات کا قول کہیں انجیل کے حوالے کبھی جنم ساکھیوں کی عبارتیں کسی وقت صوفیاء کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی برأت کا سامان ہو جائے اس فرقہ کے مولویوں کو مناظرہ و استدلال کے میدان میں جو روز اول سے شکستیں اور ذلتیں نصیب ہوتی رہی ہیں ۔ مقتضائے غیرت یہ تھا کہ کبھی نام نہ لیتے مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خنزیر صفت بتلا کر بطور پیشگوئی فرمایا تھا کہ ان میں غیرت نہیں ہوگی یہ ہے حدیث کا مطلب جس کو مختار مدعا علیہ نے غلط بیان کر کے مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں کیا تھا ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علماء کو بشارت دی ہے کہ جو اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گے اور صراط مستقیم پر قائم رہیں گے لایزال طائفۃ من امتی الخ

(۹) مختار مدعا علیہ اپنے پیشوا سے کس قدر تنزل کر کے کہتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کی کلام میں گالیاں ہیں تو ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم میں گالیاں ہیں ورنہ خود مرزا صاحب نے تو یہاں تک فرما دیا تھا کہ ماننا پڑے گا کہ قرآن گالیوں سے پر ہے ۔ پس ان ہر دو عبارات سے عدالت خود غور فرما سکتی ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اسلام اور بانئ اسلام اور قانون اسلام یعنی قرآن کریم سے کس قدر ہے کہ اگر مرزا صاحب کی تعلیم پر اعتراض کیا جائے تو ویسا اعتراض اسلام پر کر دیتے ہیں اگر الزام مرزا صاحب سے ثابت ہو تو اسی قسم کا اعتراض حضور علیہ السلام کی ذات اقدس پر کر دیتے ہیں اور اگر کوئی اعتراض مرزا صاحب کی کلام پر وارد ہو تو ویسا ہی اعتراض قرآن حکیم پر عائد کر دیتے ہیں پھر لطف یہ کہ دعوی بھی موجود ہے ۔ مامسلمانیم از فضل خدا ۔

(۱۰) قرآن کی بیان کردہ مثال ذلک مثل الذین کذبوا بآیات اللہ الآیۃ بھی حرف بحرف مرزا صاحب کی جماعت کے مولویوں پر صادق آتی ہے کیونکہ کتابیں پڑھنے کے بعد ان مولویوں نے اللہ تعالیٰ کے فرامین اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و ہدایت کو پس پشت ڈال کر ختم نبوۃ کا قرآنی اور نبوی اور اجماعی عقیدہ چھوڑ کر محض ہوائے نفس میں علم ربانی سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور پھر علماء ربانیین نے ان کے عقیدہ باطل کی تردید میں روز روشن کی طرح دلائل و براہین قائم کر دیئے وہ صم بکم عمی ہو کر ہدایت سے محروم ہیں۔

(۱۱) مختار مدعا علیہ نے تو اس جواب میں کمال ہی کر دیا مرزا صاحب اپنے مخالفوں کو خنزیر کہتے ہیں اور ان کی بیویوں کو کتیاں مگر مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ وہ عورتیں مراد ہیں جو مرزا صاحب کو گالی دیتی ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ اولاً اس ملک کی عورتوں کو مشاجرات مذہبی کا علم بھی نہیں ہوتا اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ان سب مخالفین کی عورتوں کو مرزا صاحب اور ان کے اپنے خاوندی مخالفات مذہبی کا علم بھی ہو گیا ہو تو یہ کہاں سے لازم آیا کہ مخالفوں کی عورتیں مرزا صاحب کو گالی بھی دیتی ہوں گی پھر مرزا صاحب کا بلا استثناء مخالفوں کی عورتوں کو کتیاں کہنا کس قدر بلا وجہ الزام ہے ۔

ذریۃ البغایا

مختاران مدعیہ نے لغت کے مستند اور معتبر کتب سے ثابت کر کے بتلایا کہ ذریۃ البغایا کے معنی حرام کار عورتوں کے بیٹے کے ہیں ۔ مرزا صاحب نے اپنے ان تمام مخالفوں کو جو ان کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کرتے اور اس دعویٰ میں ان کو جھوٹا مانتے ہیں ان کو زناکار عورتوں کی اولاد بتلایا ہے ۔ حالانکہ کوئی شریف انسان اپنے کسی مخالف کو صرف اختلاف دعویٰ کی وجہ سے زانیہ عورتوں کی اولاد یا حرام زادے نہیں کہتا کیونکہ مذہبی اختلاف بنیاد عقائد پر ہے نہ مخالف کے نطفۂ حرام اور زانیہ عورت کے اولاد ہونے پر مختاران مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ اس حقیقت نفس الامری کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب کے قول لا قوۃ الا ذریۃ البغایا کی چند رکیک توجیہیں کی ہیں ۔ پہلے اس سے کہ میں ان توجیہات کا بطلان ثابت کروں خود مرزا صاحب کے مصنفات بغی و بغیہ و بغایا ۔ بمعنی زانیہ زناکار بازاری حرام کار فاحشہ عورتیں پیش کرتا ہوں جہاں کہیں مرزا صاحب نے ان الفاظ کو استعمال کیا ہے ان کا ترجمہ زناکار حرام کار عورتیں کیا ہے ۔ میں مرزا صاحب کے صرف ایک رسالہ لجۃ النور سے چودہ حوالے پیش کرتا ہوں جس میں مرزا صاحب نے بغی و بغیۃ و بغایا ۔ کا ترجمہ زناکار بدکار بازاری عورتیں کیا ہے ۔ چنانچہ لجۃ النور کے صفحہ ۱۳ میں ہے یسیرون بتلك البغایا ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود کیا ہے بلکہ "بدیدن زن ہائے زانیہ خوش مے شوند" ۔ اور صفحہ ۶۹ میں ہے ویجترؤن کالبغایا علی انواع الخبائث ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ہم "چو زنان بازاری بر ہر نوع ناپاکی دلیری مے نمایند" اور صفحہ ۸۵ میں ہے وقد تجتمع الیھم فی بعض لیالیھم بغایا السوق ۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ۔ "وگاہے در بعض شب زنان بازاری مے آیند" ۔ اور صفحہ ۸۶ میں ہے یتزوجون البغایا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے "در نکاح خود مے آرند زنان بازاری را" ۔ اور اسی صفحہ میں ہے تغیر وجہہ کالبغاء نوع من الجلادۃ ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ "ہاں ہیچو زنان بازاری قسمے از چالاکی در ایشان یافتہ میشود" ۔ اور صفحہ ۸۸ میں ہے فان نطفۃ البغایا قد خاھو اکثر ولد ۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ۔ "چراکہ نطفہ زنان بازاری با کثر بچگان مخلوط شدہ" اور اسی صفحہ میں ہے ۔ ویتلون تلو البغایا کالذی الحانتہ ۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے "و پس زنان فاسقہ ہیچو مستان شراب خانہ می روند" اور صفحہ ۸۹ میں ہے ان للدجال والبغایا نسیرۃ واحدۃ ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ "زنان فاحشہ و دجال در حیلہ جوئی دکارسازی مشابہت می دارند" اور صفحہ ۹۰ میں ہے ان نساء دادان کن بغایا ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا کہ اگر "در خانہ زمان آن خانہ فاسقہ باشند" اور

صفحہ ۹۶ میں ہے وما اھلکھم الا البغایا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود یہ کیا ہے "وہلاک نہ کرد ایشاں را مگر زنان فاحشہ" وقد کثرت البغایا لشقوۃ الناس فی ھذا الزمان۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے "و برائے بد بختی مردم زنان فاحشہ دریں زمان بسیار شدہ اند"۔

اور صفحہ ۹۶ میں ہے وربما تسقط بغی من کثرۃ الخمر فی وسط السوق و بوالزھر جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے "وبسا اوقات زن فاحشہ از کثرت شراب خوری در وسط بازار و گذر مردم بیہوش مے شود"۔

اور صفحہ ۹۷ میں ہے ویبذل فی مداوات بغی جھد امسی۔ جس کا مرزا صاحب نے یہ ترجمہ لکھا ہے۔ "و خوبیج مے کند در علاج زنان فاحشہ کوشش طبیب"۔

اور صفحہ ۱۱۸ میں ہے واستخلوا من شرح الوقایۃ والھدایۃ الی الجواھر و البغایا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے "واز شرح وقایہ وہدایہ رو تافتہ سوئے زنان بدکار"۔

ہم نے مرزا صاحب کے ایک رسالہ سے چودہ حوالے ایسے پیش کر دیئے ہیں جس میں مرزا صاحب نے بغیہ۔ بغی۔ بغایا کا ترجمہ زن ہائے بازاری زن ہائے زانیہ زن ہائے فاحشہ زنان بدکار کیا ہے اب آئینہ کمالات ص۵۴۸ کے لفظ ذریتہ البغایا کی تشریح اور تعین معنی میں مختاران مدعا علیہ کے پیشوا غلام احمد صاحب کے استعمالات اور محاورات اور بیان کردہ معنی سے صاف ظاہر ہے۔ مختاران مدعا علیہ کو یقین صریح ہے کہ مرزا صاحب کی ہچاس الماریاں ان محاوروں کی تشریح اور بیان معنی سے خالی ہیں اگر مختاران مدعا علیہ کو اپنے مقتداء مرزا غلام احمد صاحب کی کسی عبارت میں بغیہ اور بغایا کے وہ معنی ملتے جو مختاران مدعا علیہ مرزا صاحب کے قول الذریتہ البغایا کے کرتے ہیں تو مرزا صاحب کی کسی ایک عبارت یا اس کے ترجمہ سے دکھلاتے حالانکہ ان کے پیشوا و مقتداء مرزا غلام احمد صاحب کو بغیہ اور بغایا یعنی زن فاحشہ زنان بدکاری وغیرہ الفاظ لکھنے کا بکثرت اتفاق ہوا۔ چنانچہ صرف ایک رسالہ لجتہ النور سے چودہ حوالے پیش کئے گئے ہیں بلکہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مصنفات سے چند ایسے حوالے پیش کرتے ہیں مختاران مدعا علیہ کے مسلم مقتداء و پیشواء مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ذریتہ البغایا کے معنی یعنی اولاد حرام اور حرام زادے کے صریح الفاظ اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں استعمال کئے ہیں ذریتہ البغایا کا معنی اولاد حرام اور حرام زادے کے متعلق مختاران مدعا علیہ ناجائز حیلے کر رہے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ مرزا صاحب نے منکرین کے حق میں ذریتہ البغایا بمعنی اولاد حرام کے استعمال نہیں کیا۔ ہم نے ان کی تسکین کے لیے لجتہ النور سے ۱۴ حوالے پیش کر دیئے ہیں کہ مرزا صاحب بغیہ اور بغایا کے معنی زنان بازاری اور زناکار بدکار کرتے ہیں۔ اگر ان کی تسکین کے لیے کافی نہیں تو اپنے مقتداء و پیشواء کے حوالجات ذیل پڑھ لیں کہ کس

طرح اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں ذریۃ البغایا کے مترادف الفاظ صریح کہتے ہیں۔

(۱) "پھر بھی کوئی ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے تو بے شک وہ حلال زادہ نہیں ہوگا۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۲۹)

(۲) "جو شخص اس فیصلہ کے خلاف بکواس کرے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۳۰)

(۳) "اگر وہ ولد الحرام نہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھ کر اس فیصلہ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۳۷)

(۴) "اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں سے کون بلا توقف اس فیصلہ کے لیے سعی کرتا ہے اور کون ولد الحرام بننے کے لیے سعی کرتا ہے۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۳۷)

(۵) "کہ اگر اب بھی کوئی مخالف مولوی یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا گیسو والہ سکھ ہماری اس فتح نمایاں کا قائل نہ ہو تو اس کے لیے طریق یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور اگر ایسا نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں اس کی فطرت میں خلل ہے یہ نہایت صفائی کا فیصلہ اور کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا شکست خوردہ قرار دے۔"

(مختصر تقریر متعلق فتح اسلام مطبوعہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء)

ان پنجگانہ حوالجات کے ملاحظہ کے بعد عدالت کے سامنے یہ امر بخوبی آجاتا ہے کہ ذریۃ البغایا کے معنی وہ ہی ہیں جو مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں اور مختاران مدعا علیہ نے جو غلط اور لغو تاویلات بیان کئے ہیں وہ بالکل صحیح اور قابل اعتناء نہیں کیونکہ مرزا صاحب کی عادۃ مستمرہ ہے کہ جو شخص ان کی افترای اور خود ساختہ باتوں کو تسلیم نہ کرے تو فوراً اس کو حرام زادہ اور ولد الزنا کہدیتے ہیں۔

باقی رہا مختاران مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ وغیرہ بول کر اس سے بدخصلت انسان مراد ہوتا ہے اگر اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تاہم ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ ان کے مقتدا اور پیشوا کا استعمال کردہ لفظ ذریۃ البغایا ہے جس کے معنی زانیہ عورتوں کی اولاد کے ہیں۔ اور اس لفظ البغایا کے استعمال کا کوئی محاورہ بمعنی بدخصلت انسان کے نہیں پیش کیا۔ متنازعہ فیہ لفظ ذریۃ البغایا ہے نہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ وغیرہ۔

علیٰ ہذا المتنبی کا یہ شعر ہے

تنکر موتہم و انا سہیل طلعت بموت اولاد الزناء

ان کو مفید نہیں اس لیے مختارِ مدعا علیہ نے اس شعر کا غلط یہ ترجمہ کیا ہے۔

"یعنی اے علی بن اسحاق آپ حاسدوں اور چغل خوروں کی موت پر تعجب کرتے ہیں حالانکہ سہیل ستارہ ہوں جوان حیوان سرشت بدباطنوں کے لیے طلوع ہوا ہوں۔"

حالانکہ مولانا ذوالفقار علی صاحب نے تسہیل البیان شرح متنبی میں یہ ترجمہ کیا ہے۔

"اور تو حاسدوں کی موت کا انکار کرتا ہے حالانکہ میں سہیل ہوں کہ میں بہائم اولاد زناء کی موت لے کر آیا ہوں"۔

مختار مدعا علیہ نے پہلے تسہیل البیان کا ترجمہ نہایت طمطراق سے پیش کیا تھا اب چونکہ تسہیل البیان کا ترجمہ ان کے مدعا کی تردید کرتا ہے لہٰذا اس ترجمہ سے اعراض کرکے ازخود ترجمہ کیا اور حیوان سرشت بدباطنوں کا لفظ ازخود بڑھالیا جو تسہیل البیان کے ترجمہ کے بالکل خلاف ہے تسہیل البیان میں لکھا ہے اراد باولاد الزناء البھائم والعرب تقول اذا طلع سہیل وقع العرباء فی البہائم ۔ یعنی اولاد الزناء سے مراد جانور ہیں اور عرب کہتے ہیں

کہ جب سہیل ستارہ نکلتا ہے تو جانوروں میں دبا پھیل جاتی ہے۔ یعنی جس طرح سہیل ستارہ کے طلوع سے اولاد الزناء یعنی جانوروں میں موت پڑجاتی ہے اسی طرح میرا وجود حاسدوں کے لیے موت کا موجب ہے۔

مگر مختار مدعا علیہ کی دلیری قابل دید ہے کہ عدالت کے سامنے دیوان متنبی جیسی مشہور عالم کتاب کے شعر کے معنے کے متعلق غلط بیانی کرکے دھوکہ دینا چاہا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے پیشوا اور مقتدا مرزا غلام احمد صاحب جس نے اسلام اور بانئ اسلام کی مقدس تعلیم اور روایات سے تمسخر کیا۔ اپنی خرافات اور ہرطیات کے بچاؤ کے لیے حضرت سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی کو نشانہ بنایا۔ تمام شعائر اسلام پر ہاتھ صاف کیا جہاں کہیں مرزا صاحب کے فعل و قول پر اعتراض ہوا فوراً بے دردی سے حضرت آقائے نامدار کی ذات بابرکات پر ویسا حملہ کردیا ہے۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب کے اس طریق جواب سے پادری بغلیں بجا رہے ہیں۔ چنانچہ پادری ایس ایم پال مدیر اخبار نور افشاں نے کتاب معذرت نامہ مرزا لکھ کر عیسائیت کی بڑی خدمت کی ہے جو کچھ وہ اسلام اور بانئ اسلام اور قرآن حکیم کے متعلق برملا نہیں کہہ سکتے تھے وہ مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ میں کہہ گیا ہے اور ساتھ ہی یہ لکھ دیا ہے۔

" بالآخر اس قدر اور گذارش کی جاتی ہے کہ اس کتاب کے جمع اور تالیف میں ہم نے اپنے آپ کو بالکل غیر جانب دار رکھا ہے اور اپنی طرف سے ایک جملہ بھی نہیں لکھا ہے اور ہر قسم کے تصرف سے بالکل اجتناب کیا ہے اس لیے مسیحی مناظرین کی خدمت میں بھی یہی عرض ہے کہ اگر کبھی ان کو اس کتاب سے کام لینے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ اس طرح اس کے حوالے پیش کریں کہ مرزا صاحب یا مرزا صاحب کا فلاں مرید یہ کہتا ہے از خود ان اعتراضات کے پیش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں ۔

مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بھی یہ گذارش ہے کہ اگر ان کو اس کتاب کے جواب لکھنے کی ضرورت پڑ جائے تو ہمارا ذکر مطلق درمیان نہ لایا جائے کیونکہ ہم صرف حوالوں کے ذمہ دار ہیں نہ کسی اور امر کے بلکہ براہ راست قادیانیوں کو خطاب کریں "

(معذرت نامہ مرزا صفحہ ۱۰)

ارادہ تھا کہ پادری صاحب کے اس رسالہ کے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کر دیے جائیں مگر اختصار کی خاطر اس رسالہ کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں :

(۱۱) معذرت سوم : آنحضرت کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلیں ۔

(۱۲) آنحضرت کی پیشگوئیاں کی غلطیاں مرزا کے مریدوں کے زبانی ۔

(۱۳) مرزا جی کی دشنام دہی کی معذرت کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے ۔

(۱۵) قرآن و احادیث میں بھی تناقض ہے

(۱۹) مرزا صاحب کے فرزند دلبند یعنی موجودہ قادیانی خلیفہ کی طرف سے معذرت کہ اگر مرزا صاحب نے اپنی پھوپھی کی بیٹی سے شادی کرنی چاہی تو آنحضرت نے بھی ایسا کیا ہے۔

(۲۱) معذرت اول - اگر میری کلام میں سرقہ ہے تو قرآن میں بھی ہے ۔

(۲۲) معذرت دوم - قرآن میں بھی غلطیاں ہیں ۔

(۲۷) آنحضرت کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں ۔

(۳۳) اگر مرزا صاحب مجنوں تھے تو آنحضرت بھی محصور تھے ۔

(۳۴) اگر مرزا صاحب نے اپنی کوئی بات چھپائی تو آنحضرت نے بھی چھپائی ۔

(۴۳) اگر مرزا صاحب کی مراد پوری نہیں ہوئی تو آنحضرت کی مراد بھی پوری نہیں ہوئی ۔

(۳۵) اگر مرزا صاحب کے الہامات میں غیر زبان کے الفاظ ہیں تو قرآن میں بھی ہیں،،

اس فہرست کے مطالب پر نظر ڈالنے اور پادری صاحب کی گذارش محولہ بالا پر غور کرنے سے بالکل واضح ہے کہ مرزا صاحب اور اس کے مریدوں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی ذات پاک اور قرآن حکیم اور اسلام پر کس قدر ناپاک حملے صرف اس لیے کئے ہیں کہ مرزا صاحب کے ہرلیات پر جو اعتراض وارد ہوتے ہیں وہ حضور علیہ السلام اور اسلام اور قرآن پر واضح چسپاں کر دیئے جائیں تاکہ کسی طرح مرزا صاحب کی برأت ہو جائے، پادری صاحب نے معذرت نامہ کی تمہید میں ایک خط نقل کیا ہے جو لاہوری مرزائیوں کی اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا ہے جس کا خاص حصہ ملاحظہ عدالت کے لیے پیش کرتا ہوں "جب کسی معترض نے مرزا صاحب کی خصلت یا قول یا فعل پر اعتراض کیا اور کوئی عیب یا نقص یا بدی ان کی طرف منسوب کی تو (قادیان سے) اس کے جواب میں کبھی مرزا صاحب کی برأت یا صفائی نہیں بیان کی گئی بلکہ یہ جواب دیا گیا کہ یہ باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اور قرآن میں بھی پائی جاتی ہیں ایسے جوابوں سے کوئی امید ہے سادے مسلمان جو اس کی حقیقت سے زیادہ واقف نہیں ہیں مطمئن ہو جاتے ہوں گے مگر غیر مسلمین کے لیے تو صرف مرزا صاحب ہی نہیں بلکہ اسلام بھی سخت اعتراضوں کا نشانہ بن گیا" (معذرت نامہ صلا)

الحاصل مرزا صاحب اور ان کے مریدوں نے مرزا صاحب کے قابل اعتراض اور غلط افعال واقوال کے الزامات کے جواز اور برأت کے لیے حضرت سرور عالم علیہ السلام اور قرآن حکیم پر ویسے سنگین حملے کر دیئے۔

یہ نکتہ قابل توجہ ہے اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ یا فرد واحد نے اپنے فعل یا قول یا اپنے مقتدا مرشد و استاد کے فعل و قول پر اعتراضات اور مخالفوں کی گرفت اور الزامات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن حکیم پر عائد کر کے حضور کی زندگی کو یا قرآن پاک کی تعلیم کو معرض طعن اور مورد الزام نہیں بنایا۔ ہاں بعض پادریوں اور چند متعصب آریوں نے بے شک یہ طریق اختیار کیا مگر اس سے وہ نقصان متصور نہیں ہو سکتا جو مرزا صاحب اور جماعت مرزا صاحب کی تحریرات سے ہوتا ہے اولاً پادری اور آریہ مسلمانوں کے اشتعال سے خائف ہو کر اس بے باکی سے حملے نہیں کر سکتے ثانیاً اگرچہ مرزائیوں کا تعلق اسلام سے ویسا ہے۔

جیسا عیسائیوں اور ہندوؤں کا اور عامۃ المسلمین کے حملوں کو بھی عیسائیوں اور ہندوؤں کے حملوں کی طرح اعداء کے حملے سمجھتے ہیں مگر عیسائی اور آریہ ان حملوں کی وجہ سے خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور جو کچھ وہ اسلام اور بانی اسلام کی ذات مقدس پر کھلے لفظوں اعتراض اور حملے نہ کر سکتے تھے وہ مرزا صاحب کے الفاظ میں کر کے اپنی اسلام کی دشمنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

باقی رہا مختار مدعا علیہ کا یہ دعوٰی اور اس کی ان کتابوں کو جن میں اسلام کی صداقت ظاہر کی گئی ہے

کس قدر لغو اور فضول ہے مرزا صاحب کی چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے تقریباً ۸۲ ہیں ان تمام کتابوں اور رسالوں میں مرزا صاحب نے بلا ربط اور مناسبت جو کچھ لکھا وہ اپنی مجددیت مہدویت مسیحیت اور رسالت و نبوت کے ثبوت میں مختلف رنگ اور گوناگوں پینترے بدلے رفتہ رفتہ اسلام اور اسلامی روایات اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین پر ہاتھ صاف کرتے گئے مرزا صاحب کے دجل اور کذب کو ظاہر کرنے کے لیے علماء نے اپنا فریضہ ادا کیا تو گالی گلوچ پر اتر آئے اگر کسی نے اس بدخلقی پر اعتراض کیا تو جواب دیا کہ قرآن گالیوں سے پر ہے۔ حضور علیہ السلام نے مخالفوں کو گالی دی تھیں۔ علماء نے ختم نبوت وغیرہ استدلال بالحدیث پیش کیا تو احادیث کو یہ کہکر کہ ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہیں۔ جھوٹے اور جعلی معجزات اور نشانوں کا پلندہ تیار کیا۔

واقعات نے اس کو غلط ثابت کیا تو کہہ دیا کہ پہلے انبیاء کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی بعض الہامات کو صحیح نہیں سمجھا۔

محمدی بیگم اور عبد اللہ آتھم وغیرہ کی پیشگوئیاں جو بالکل صاف غلط ثابت ہوئیں ان کی توجیہات و تاویلات میں سر توڑ کوشش کی علماء اور اکابر امت کے سب و شتم

میں پورا زور صرف کر دیا اور ان کے اوراق سیاہ کرتے گئے اور ساتھ ہی اصول اور روایات اسلام کا انکار اور اپنی مدح سرائی اور اسلاف کا تخطیہ کرتے گئے۔ مرزا صاحب کے مصنفات۔ مثلاً سراج منیر نزول المسیح

تریاق القلوب تحفہ گولڑویہ اعجاز احمدی وغیرہ کو ملاحظہ کیا جاوے۔ اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی رسالت اسلامی عقائد اور روایات کے ثبوت میں ایک دلیل ایک برہان بھی نہیں ملے گا۔ کہیں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ممات پر کچھ بیان ہوگا۔ جس میں دلائل اور براہین کا رنگ نہیں بلکہ اس اولوالعزم کی شان میں استہزاء و تمسخر کا پہلو قوی ہوگا۔ اللہ اکبر۔

کس قدر عدل و انصاف سے عاری ہوا مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی کتابوں کو بھی اسلام کی صداقت پر تصنیفات کہتا ہے اگر ان کو اسلامی روایات کی تردید اور دشمنانہ تمسخر سے تعبیر کیا جائے تو زیبا ہے۔ اگر ان مصنفات میں کہیں کہیں حضور علیہ السلام کے متعلق کوئی مدح کا لفظ آتا ہے تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک اور اخلاق عالیہ اور تعلیم میں اور اس کے فلسفہ و حکمت پر بیان نہیں۔ بلکہ اس میں اپنی صفائی منوانے کے لیئے فدائیت اور علامی کا دعویٰ کر کے حضور علیہ السلام کی عینیت و ہمسری تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے اور بس۔

مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے مصنفات میں مذہب اسلام اور بانئی اسلام سے جو دشمنی کی گئی ہے اور عیسائیوں اور آریوں کو کھلے لفظوں میں حملے کرنے کا موقع دیا گیا ہے وہ پادری ایس پال مدیر نور افشاں کی معذرت نامہ مرزا صاحب اور اس کے دیباچہ کے ملاحظہ سے ظاہر ہے۔

پھر مختار مدعا علیہ نے الذریتہ البغایا کی دوسری توجیہہ یہ کی ہے کہ جو لوگ حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر عیسےٰ علیہ السلام کو باپ مانتے ہیں اس لیے استعارۃً ان کو ذریتہ بغایا کہا گیا۔ اور مسلمانوں پر جن کا اعتقاد حضور علیہ السلام کے متعلق یہ ہے کہ۔

ع۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

یہ الزام غلط عائد کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو امت کے حقیقی اور روحانی باپ ہیں انہیں چھوڑ کر حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دینا اور حضور کو چھوڑ کر ان کو اپنا باپ تسلیم کرنا ہے۔ تو وہ بھی اس بدکار عورت کے مشابہ ہے پس ایسے لوگوں کو استعارۃً ذریتہ البغایا قرار دیا جانا بالکل درست ہے"۔

یہ مختار مدعا علیہ کی خیانت ہے کہ اس نے مسلمانوں پر ایک واجب الاحتراز الزام لگایا ہے کہ وہ حضرت عیسے علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دیتے ہیں اور حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر حضرت عیسے علیہ السلام کو باپ بناتے ہیں ان ھٰذا الا بہتان عظیم مگر بایں ہمہ مختار مدعا علیہ نے بغایا کا معنی بدکار عورت تو تسلیم کر لیا ہے لیکن محض فریب اور خدع کر کے مسلمانوں کو ذریتہ البغایا کہنے کی جواز کی وجہ حضور علیہ السلام کا چھوڑنا اور عیسے علیہ السلام کو ان پر فضیلت دینا بتلایا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب نے ان لوگوں کو ذریتہ البغایا کہا جو مرزا کے دعویٰ

کو نہ مانیں اور اس کی مہمل مصنفات کو بنظر محبت نہ دیکھے اصل عبارت مرزا صاحب کی یہ ہے تلک کتب ینظر الیھا کل مسلم بعین المحبۃ والمودۃ و ینتفع من معارفھا و یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا الذین ختم اللہ علی قلوبھم فھم لا یقبلون ۔ جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے یہ کتابیں ہیں ان میں ہر ایک مسلمان محبت اور مودت کی آنکھ سے نظر کرے گا اور ان کے معارف سے نفع اٹھائے گا مگر وہ زانیہ عورتوں کی اولاد جن کے دلوں میں اللہ تعالےٰ نے مہر مار دی ہے سو وہ قبول نہیں کریں گے۔

آئینہ کمالات کی اصل عبارت اور اس کے لفظی ترجمہ سے واضح ہے مرزا صاحب نے ان تمام مسلمانوں کو ذریۃ البغایا یعنی زانیہ عورتوں کی اولاد کہا ہے جو مرزا صاحب کے دعاوی یعنی مہدی ہونا۔ مسیح ہونا۔ نبی و رسول ہونا عین محمد علیہ السلام ہونا نہیں مانتے۔

مسلمان اپنی دینی اور دنیاوی فلاح کی مدار حضور علیہ السلام کی غلامی سمجھتے ہیں مگر مرزائی حضور علیہ السلام کی غلامی پر اکتفا نہ کرکے مدار ایمان اور مدار نجات مرزا صاحب کی غلامی سمجھتے ہیں۔ اس لیے مختار مدعا علیہ کے استدلال پر استعارۃً مرزا صاحب کی امت کو ذریۃ البغایا کہنے کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ مگر مسلمان اس حقیقت الامری سے بخوبی واقف ہیں کہ جب سے مذہب اور تہذیب کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے اور باہمی مشاجرات اور اختلافات کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ کسی مہذب اور شائستہ انسان نے اپنے مخالف کو اپنے بات منوانے کے لیے کبھی یہ نہیں کہا کہ جو میری بات نہ مانے گا اور میرے دعوے کو تسلیم نہ کرے گا وہ حرام زادہ ہے ہاں چھوٹے نادان بچے کھیلتے وقت ایک دوسرے کو ایسا کہہ دیتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی قابل اقتداء سیرت ان سفیہانہ حرکات سے مقدس ہوا کرتی ہے۔ یہ مرزا صاحب کے اخلاق کا نمونہ ہے بایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمسری اور عینیت کا دعویٰ ہے۔

ع۔ چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب ان کتابوں کے متعلق (جن میں اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی فضیلت کا ذکر ہے) فرماتے ہیں کہ "ہر ایک مسلمان ان کو بنظر استحسان دیکھتا ہے" یہ بالکل جھوٹ ہے اصل عبارت اوپر لکھی جا چکی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھے گا مگر وہ لوگ جو زانیہ عورتوں کی اولاد ہیں جن کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے مختار مدعا علیہ نے ایام الصلح کے ٹائیٹل پیج کی یہ عبارت۔ مد ہماری اس کتاب میں اور رسالہ فریاد درد میں وہ نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی مخاطب نہیں جو اپنی شرافت ذاتی کی وجہ سے فضول گوئی اور بدگوئی سے کنارہ کرتے ہیں اور دل دکھانے والے لفظوں سے ہمیں دکھ نہیں دیتے اور نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور نہ ان کی کتابیں سخت گوئی اور توہین سے بھری ہوئی ہیں ایسے لوگوں کو بلاشبہ ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ ہمارے

وہ ذاتیات پر بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین آمیز باتیں منہ پر لاتے ہیں اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں جو منہ پر بدزبانی اور کمینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے۔"

اور لجتہ النور کے ترجمہ کی یہ عبارت "ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں نیک علماء کی ہتک سے اور شرفاء اور مہذب لوگوں پر اعتراض کرنے سے خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا عیسائیوں یا آریوں میں سے بلکہ ہم ان تینوں اقوام کے بے دقوفوں میں سے بھی صرف ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو اپنی بدزبانی اور برائی ظاہر کرنے میں لوگوں میں مشہور ہو چکے ہیں لیکن وہ جو اس قسم کی برائی سے بری ہے اور اپنی زبان کو روکتا ہے ہم بھلائی سے یاد کرتے ہیں اور بھائیوں کی طرح اس سے محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔"

اور اسی طرح الہدیٰ صفحہ ۶۸ کی عبارت ولیس کلامنا ھذا فی اخیارھم بل فی اشرارھم۔ یعنی "ہمارا ایسا کلام نیک علماء کے حق میں نہیں ہے بلکہ صرف شریروں کے حق میں ہے۔" نقل کرکے یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ الذریتہ البغایا سے مراد وہی لوگ ہیں جو مرزا صاحب کے حق میں بدزبانی اور برائی ظاہر کرتے تھے اور اس کی تائید میں ایام الصلح اور لجتہ النور اور الہدیٰ کی عبارتیں پیش کر دی ہیں۔ حاشا و کلا۔۔۔۔ ان عبارتوں کو اصل الزام کے دفع کرنے میں ادنیٰ تناسب بھی نہیں۔

اس عبارت میں مرزا صاحب کہتے ہیں ہر ایک مسلمان میری کتابوں کو محبت کی نگاہ سے دیکھے گا اور میرے دعوے کی تصدیق کرے گا مگر حرام زادے لوگ جن کے دلوں پر اللہ تعالے نے مہر لگا دی ہے۔

مرزا صاحب کی دشنام دہی کی علت مرزا کے دعویٰ کو نہ ماننا ہے اور اس کی تصدیق نہ کرنا ہے اب مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں پس وہ مسلمان (خواہ عالم ہو یا جاہل ہو یا عربی یا عجمی) جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ مرزا صاحب کے اس بیان کے مطابق الذریتہ البغایا میں سے ہے۔

ازواج مطہرات کی توہین

ہمارا اعتراض یہ تھا کہ امہات المومنین کا لقب صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ازواج کو امہات المومنین نہیں کہا جاتا مرزا صاحب کی امت مرزا صاحب کی بیوی کو ام المومنین رضی اللہ عنہا (جو لقب خصوصی ازواج مطہرات ؓ ہے) کہہ کر ازواج مطہرات کی توہین کرتے ہیں اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ ایک بھی سند شرعی پیش نہ کر سکا نہ کتاب سے نہ حدیث سے

نہ کتب عقائد سے نہ تصریحات فقہاء سے محض اپنے قیاس سے ایک اختراعی نتیجہ پیش کیا ہے کہ جب کہ ہر ایک نبی امت کے لیے باپ ہیں تو اس کی بیوی ضرور اس امت کی ماں ہوگی حالانکہ یہ قیاس نہیں حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں وہ کیونکر مومنین کی مائیں ہوسکتی ہیں چونکہ حضور علیہ السلام کی ازواج کی تطہیر نص قرآنی سے ثابت تھی اس لیے بنص قطعی قرآن حکیم ان کو امہات المومنین کہا گیا۔ جو اس خصوصیت کو عام کر کے ام المومنین کا لقب کسی دوسرے شخص کی بیوی کے لیے استعمال کرنا یقیناً ازواج مطہرات کی توہین ہے۔ نیز صرف سوال یہ تھا کہ کسی نبی حتیٰ کہ حضرت آدم کی زوجہ مطہرہ ام بنی آدم کو بھی ام المومنین کا لقب عطا ہوا اس کا کوئی بھی ایک نقل ضعیف سے ضعیف پیش کر کے جواب نہ دیا۔ لہٰذا توہین بہر حال قائم رہی۔

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی توہین

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کا واقعہ کشفی بیان کر کے حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کے خوابوں کو الزاماً پیش کیا ہے اور اس سے مرزا صاحب کے کشف کو خواب کا واقعہ قرار دینا کافی سمجھتا ہے۔ حالانکہ مختار مدعا علیہ کا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے یہ دونوں بزرگ نہ نبی ہیں اور نہ مدعی نبوت اور مرزا صاحب مدعی نبوت اور مختار مدعا علیہ کے نزدیک نبی ہیں نبیوں کے خواب وحی ہوتے ہیں اور وساوس شیطانی سے پاک جیسا کہ خود مرزا صاحب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں ولا یخفی علیک ان رؤیا الانبیاء اور ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۲ میں ہے نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی ہے اور اسلامی عقیدہ بھی یہی ہے چنانچہ روح المعانی پارہ ۱۶ صفحہ ۳۳ میں ہے ان رؤیاء الانبیاء والہاماتہم وحی۔ نیز گواہان مدعا علیہ نے جرح میں بھی اسے تسلیم کر لیا ہے۔ جب کہ مرزا صاحب مختار مدعا علیہ کے نزدیک نبی ہیں اور نبی کی وحی الٰہی ہیں اور وحی دخل شیطانی سے پاک ہوتی ہے اور مرزا صاحب کا حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کی ران مبارک پر سر رکھنا مشاہدہ عینی سے بھی کہیں زیادہ قوی الثبوت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خوابیں ایسے واقعات سے پاک ہوتی ہیں۔

بیت اللہ کی توہین

مرزا صاحب نے سرزمین قادیان کو ارض حرم قرار دیا ہے۔

؎ زمین قادیاں اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

نیز مرزا صاحب کے بیت الفکر کو من دخلہ کان آمناً ماننا جس پر ہماری طرف سے یہ اعتراض

ہوا کہ مرزا صاحب نے قادیاں کو ارض حرم قرار دے کر بیت اللہ کی توہین کی ہے اور مختار مدعا علیہ جواب جرح میں کہہ چکا ہے کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے یہ بیان کیا ہے۔

(۱) گواہ مدعا علیہ ۱ نے جرح کے جواب میں ہرگز یہ نہیں کہا کہ ہمارا عقیدہ ہے بلکہ گواہ مدعا علیہ ۱ نے یہ تسلیم کیا تھا کہ شعر مذکورہ مرزا صاحب کا ہے۔

الجواب

یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے ورنہ جرح مارچ ۳۳ء کو اپنا عقیدہ ہونا تسلیم کر چکا ہے عدالت خود فرمائے یہ اس کا انکار بھی قابل تعجب ہے ایک طرف مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے جس کا ہر قول و فعل حجت ہوتا ہے دوسری طرف مرزا صاحب کے صریح حکم کہ "قادیاں کی زمین ارض حرم ہے" پر عقیدہ ہونے سے انکار کیا ہے مرزا صاحب کی نبوت بھی ایک عجیب چیز ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ قادیاں کی زمین ارض حرم ہے مگر ان کی امت کا ایک فرد یہ کہتا ہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں۔

(۲) "مرزا صاحب نے زمین قادیاں کو ہجوم خلق کی وجہ سے ارض حرم کے ساتھ تشبیہ دی ہے"۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کا دیدہ و دانستہ یہ ایک مغالطہ ہے یا علوم عربیہ کی ناواقفی ہے کیونکہ علماء عربیت نے تصریح کی ہے کہ تشبیہ میں عموماً حرف تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور مرزا صاحب کے شعر میں کوئی حرف تشبیہ نہیں۔

(۳) یعنی جس طرح لوگ محض دین کی خاطر حج کے لیے ارض حرم ہجوم کرتے ہیں یہاں بھی ہجوم کرنا دین ہی کے لیے ہے کیونکہ اعلاء دین کے لئے تجویزیں سوچی جاتی ہیں اسلام کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان ہوتے ہیں۔

الجواب

بالکل غلط ہے قادیاں میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تحریف اسلامی روایات کی تکذیب عقائد اسلامی کی تبطیل سکھلائی جاتی ہے پھر سب سے زیادہ نقصان رساں پہلو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا جاتا ہے عیسائی اور آریہ جو اسلام کے دشمن ہیں وہ مشن قادیاں کے کاموں سے بہت خوش ہیں اور مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے شکر گزار ہیں عیسائیوں کے خیالات و افکار ذریۃ البغایا کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں اب آریہ کی اخبار آریہ دھرم کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں "اسلامی عقائد کو متزلزل کرنے میں احمدیت نے آریہ سماج کو ایسی امداد دی ہے جو کام آریہ سماج صدیوں میں انجام دینے کے قابل ہوتا وہ احمدی جماعت کی جدوجہد نے برسوں میں

کر دکھایا بہرحال آریہ سماج کو مرزا صاحب اور ان کے مقلد اور مرید مرزائیوں کا مشکور ہونا چاہیئے ۔ (آریہ ویر ۱۷/۱۲ مارچ ۳۲ء صفحہ ۱۲ اکامل نمبر ۱ ۔)

یہ ہے سرزمین قادیان کے کارنامے جس کو مختار مدعا علیہ اعلائے دین کے تجاویز اور فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے کا مرکز بتلا رہا ہے قادیان وہ زمین ہے جہاں کے مدعی نبوت نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی عینیت کا دعویٰ کیا حضور علیہ السلام کے ظہور کو ہلال اور اپنے ظہور کو چودھویں کا چاند بتلایا ہے حضور علیہ السلام کی اجتہادی غلطیاں گنوائیں مگر اپنی غلطیوں کی کوئی لسٹ نہیں مرزا صاحب پر اعتراض کو حضور علیہ السلام کی ذات مقدس پر چسپاں کیا ۔ قادیان کی زمین سے یہ آواز نہیں اٹھی ۔

ے
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور پہلے سے ہیں بڑھ کر عزوشان میں
محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(۴) اور کسی چیز کو کسی چیز سے تشبیہ دینے سے مشبہ کی توہین نہیں ہوا کرتی بلکہ مشبہ بہ سے اس کی فضیلت اور برتری ثابت ہوتی ہے ۔

الجواب

اولاً مرزا صاحب کے شعر میں تشبیہ نہیں کیونکہ تشبیہ کے لیے حرف تشبیہ کا ہونا شرط ہے جو یہاں مفقود ہے ثانیاً قادیان میں جو ہجوم خلق ہوتا ہے وہ اعلائے دین اور ذکر فضائل رسول مدنی نہیں ہوتا بلکہ بنیاد کے اکھیڑنے اور رسول قدنی کی برتری کے لیے ہوتا ہے ۔

ثالثاً بفرض محال اگر مختار مدعا علیہ کے زعم کے مطابق بھی مان لیا جائے تو کیا کسی وصف کے پائے جانے سے حقائق شرعیہ اور مصطلحات دینیہ کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے انبیاء کو سچی خوابیں آتی ہیں پس جس شخص کو سچی خوابیں آئیں کیا مختار مدعا علیہ اس کو بھی رسول اور نبی کہے گا ۔ جس کتاب میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ التحیۃ والسلام کا ذکر ہو ۔ مختار مدعا علیہ اس کو قرآن حکیم کہے گا ۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہے گا کہ سچی خواب دیکھنے والے شخص کو نبی کہنے اور اس کتاب کو قرآن کہنے میں انبیاء اور قرآن کی فضیلت و برتری ثابت ہے غالباً ہرگز نہیں کہے گا ۔ یہ تو تمام جھوٹے مدعیان نبوت کا سلیقہ رہا ہے کہ مصطلحات اسلامی کو ہمیشہ اپنے لیے ثابت کرتے رہتے ہیں ۔

(۵) لیکن بزرگان اسلام نے ایک شعر میں دل کو کعبہ بلکہ ہزار کعبہ سے بہتر بتایا ہے مشہور شعر ۔

ے
دل بدست آور کہ حج اکبر است الخ

الجواب

مختار مدعا علیہ نے ایک شعر نقل کیا جس کو بزرگان دین و اسلام کا شعر بتایا ہے یہ کس قدر بدیہی مغالطہ ہے

کہ یہ شعر بہرحال کسی ایک شاعر کا ہوگا نہ مجموعہ بزرگان اسلام نے مل کر یہ شعر بنایا ہوگا محض دھوکہ دینے اور اس شعر کو بلند پایا یا ظاہر کرنے کی خاطر بزرگان اسلام کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

یہ شعر اس قدر بے اصل ہے کہ جب مختار مدعا علیہ نے اس شعر کو پیش کیا تو میرے سخت اصرار اور مطالبہ کے باوجود یہ نہ بتلا سکا کہ یہ کس شخص کا شعر ہے اور کس کتاب میں ہے پس ایک ایسے قول سے کہ نہ جس کے قائل کا پتہ ہے اور نہ کسی کتاب کا حوالہ ہے استدلال کرنا کتنا ہی لغو ہے احکام و مسائل اصول و دلائل سے ثابت ہوتے ہیں نہ زید و بکر کے اقوال سے۔

(۲) بعض نے فرمایا کہ حقیقی کعبہ تو دل ہی ہے چنانچہ علم الکتاب میں لکھا ہے الخ۔

الجواب

یہ صرف اُن کی کتب سے ناواقفی ہے اُن کی اصطلاح میں ہر مہبط تجلیات کعبہ کہلاتا ہے۔ یا کوہ طور مگر اسے مقام حج من دخلہ کان آمنا مصداق نہیں بناتے بخلاف مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب کے کہ سالانہ جلسہ ہی کی حاضری حقیقی حج بناتے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔ پس یہ لوازم بناتے ہیں کہ وہاں مجازی معنی شاعرانہ تخیل کی بنا پر مراد نہیں بلکہ حقیقی مقابلہ ہے۔

مزید براں اور تمام حرمین کے مقامات مقدسہ کے بھی نمونہ و نام بنا رکھے ہیں۔

(۳) نیز جب کہ اس کے نزدیک قرآن مجید میں صرف بیت اللہ کو حرم قرار دیا گیا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی توہین حرم کعبہ لازم آتی ہے۔

الجواب

عدالت خود غور فرمائے کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شان ہمسری دکھلاتے ہوئے کس طریقہ سے کہہ دیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قادیاں کو حرم بنانے سے توہین کعبہ لازم آتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی کعبہ کی توہین لازم آتی ہے۔ گویا مرزا صاحب کا قادیان کو حرم قرار دینا ایسا ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کو حرم قرار دینا۔ اگر حضور علیہ السلام کا فعل توہین ہے تو یہ بھی توہین ہو سکتا ہے ورنہ نہیں مختار مدعا علیہ کے اس جواب سے یہ ثابت ہو گیا کہ قادیاں کا حرم ہونا بطور تشبیہاً نہیں بلکہ علی سبیل الحقیقۃ ہے۔ مختار مدعا علیہ نے جو پہلے توجیہ کی تشبیہہ کی تھی وہ غلط ہے کیونکہ مدینہ منورہ کا حرم ہونا حقیقۃً ہے نہ تشبیہا۔ جیسا کہ بخاری میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے اللہ حضرت ابراہیم ؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو عیر و ثور کے مابین حرم قرار دیتا ہوں الخ الحدیث۔

نیز یہ ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی تشریع مانتا ہے کیونکہ کسی شہر یا زمین کو حرم قرار دینا ایک

حکم شرعی ہے اور جس کی قرار داد سے کوئی نیا حکم شرعی ثابت ہو جائے اس کو لابد نبی صاحب شریعت ماننا پڑے گا ملاحظہ ہو اربعین ۷ صفحہ ۷ و ۸)۔

شریعت اسلامیہ میں ارض حرم صرف مکہ اور مدینہ منورہ تھے اب مرزا صاحب نے قادیان کی زمین کو بھی ارض حرم قرار دیا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت رسول اور شارع ہیں آپ علیہ السلام کے تنصیص و تعین سے احکام ثابت ہوتے ہیں آپ کا قول و فعل اصول دین میں سے ایک اصل ہے جس سے احکام شرعیہ کا ثبوت ہوتا ہے آپ کا شان ماینطق عن الھوٰی ہے۔

(۴) کیا مختار مدعیہ مولوی عبد المالک صاحب پنشنر مشیر مال ریاست بہاولپور والد ماجد مولوی اختر علی صاحب منتظم آبادی کو بھی کافر و مرتد قرار دے گا جنہوں نے جامع مسجد بہاولپور کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد کو مسجد اقصیٰ کی مثال اور کعبہ قرار دیا ہے الخ۔

الجواب

مولوی اختر علی صاحب منتظم آبادی کے والد ماجد مولوی عبد المالک صاحب کے اشعار میں نہ کوئی کفر و ارتداد کا کلمہ ہے اور نہ مختار مدعیہ کے نزدیک وہ کافر و مرتد ہیں ہاں مختار مدعا علیہ اپنے مذہب اور اصول کو اور اپنے رسول قدنی اور اپنے واجب الاطاعۃ خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کی تصریحات کے مطابق مولوی صاحب ممدوح کو دیگر کروڑ ہا مسلمانوں کی طرح کافر سمجھنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب مرزا صاحب کو نہ نبی مانتے ہیں اور نہ اس کی بیعت میں داخل ہیں اور مرزا محمود صاحب آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ میں فرماتے ہیں "کہ وہ مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہیں ہوا خواہ اس نے مسیح کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں پھر صفحہ ۸۶ پر پکا کافر بتاتے ہیں۔

باقی رہا کہ اس مسجد کو مسجد اقصیٰ کی مثال اور کعبہ کہنا کوئی توہین نہیں کیونکہ جس طرح کعبہ اور مسجد اقصیٰ کو بیت اللہ کہا جاتا ہے ایسا ہی تمام مساجد کو بیت اللہ اور خدا کا گھر بھی کہا جاتا ہے اس میں بیت اللہ کی کوئی توہین نہیں ہوتی بخلاف زمین قادیان کے وہ زمین حرم نہیں ہو سکتی۔

حضرت شیخ الہند مرحوم کے اشعار کا جواب حوالجات حسام الحرمین وغیرہ کے سلسلہ میں دیا جائے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ محض یہ مغالطہ ہی مغالطہ ہے۔

(۵) مرزا صاحب کے الہام من دخلہ کان آمنا سے جو مسجد مبارک کے متعلق ہے حرم بیت اللہ کی خصوصیات میں کوئی نہیں الخ۔

الجواب

مرزا صاحب کا قادیاں کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کان آمنا کا الہام ایجاد کرنا صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ مرزا صاحب قادیاں کو مکہ معظمہ اور مسجد مبارک کو خانہ کعبہ قرار دیتے ہوئے نئی دنیا اور نیا آسمان نئی زمین نیا موسیٰ نیا عیسےٰ اور نیا محمد علیہم السلام حتیٰ کہ نیا خدا۔ کے اصول پر نیا کعبہ اور نئی حرم بنا رہے ہیں۔

باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب سوء خاتمہ سے امن کی تصریح کرتے ہیں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قادیاں زیر نگین حکومت انگریزی تھا اس کے سامنے مرزا صاحب کو اپنے الہامات کی قدر و قیمت بخوبی معلوم تھی کہ حکومت انگریزی کسی ایسے مجرم کو جو مسجد مبارک میں جا کر پناہ لے مؤاخذہ سے مامون نہیں چھوڑے گی۔ پھر کیوں مرزا صاحب اپنے الہام کی ایسی تشریح کرتے جو قانون انگریزی کے مزاحم ہو۔ ہاں مرزا صاحب کو ایسا اقتدار حاصل ہو جاتا تو پھر اس الہام میں ہر طرح کی امن کا روح بھی پھونک دیتے۔

الغرض قادیاں کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کان آمنا کا الہام ہونا یہ سب کچھ مکہ معظمہ اور مسجد الحرام سے استغناء حاصل کرنے کا سنگ بنیاد ہے جس سے یقیناً ارض حرم اور بیت اللہ کی توہین ہوتی ہے۔

حج کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں چند وجوہ بیان کی ہیں جن کے حوالجات پیش کر کے علیحدہ علیحدہ جواب دینے کی ضرورت نہیں ان سب وجوہ کا محیط جواب یہ ہے کہ حج مصطلحات شرعیہ میں سے ہے ایک لفظ ہے جس کے معنی بشرائط مخصوصہ ایام مخصوصہ میں ارکان مخصوصہ کو امکنہ مخصوصہ میں ادا کرنا ہے مصطلحات شرعیہ اپنے اپنے معنوں میں حقیقت ہوا کرتے ہیں۔ پس سالانہ جلسہ قادیاں کو حج کہنا گویا ایک مصطلح شرعی لفظ کو اس کے معنی میں استعمال کرنا ہے جس میں مصطلح معنی کی توہین ہے۔ خصوصاً جب کہ قادیاں کی زمین ارض حرم قرار دی گئی ہو اور مسجد مبارک کو مسجد الحرام کی طرح من دخلہ کان آمنا کا مصداق ٹھہرایا گیا ہو اور سالانہ جلسہ کو حج بلکہ حقیقی حج کہا گیا ہو تو اب حج کی توہین میں کیا کسر باقی رہی۔

کسی کا نام محمد یا احمد یا اسمٰعیل رکھنا اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں کیونکہ اعلام میں وضع جدید ہوتی ہے جیسا کہ علوم عربیہ میں مصرح ہے۔

(مقبرہ بہشتی)

مختار مدعا علیہ نے مقبرہ بہشتی کی ایجاد کے جواز میں حسب ذیل مغالطے دیے ہیں اوّل یہ کہ مرزا صاحب نے وحی الہی برتہ کہا کہ اس جگہ وہی دفن ہو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں بہشتی ہوگا دوم حضرت مجدد صاحب کا قول کہ جو شخص میرے روضہ کی ایک مشت خاک اپنی قبر میں ڈالے اس کے نجات کے واسطے امید عظیم ہے۔

(مقامات امام ربانی)

سوم مجدد صاحب کے ایک گورستان میں جانے کی وجہ سے عذاب موقوف ہوگیا۔

(مقامات امام ربانی)

الجواب

مغالطہ اول مختار مدعا علیہ کا موجب تعجب ہے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جو اس گورستان میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہو جائے گا۔ گویا اس گورستان میں داخل ہونا بہشتی بننے کا کفیل ہے اور مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلاف منشا یہ بیان کر رہا ہے۔ جو بہشتی ہوگا اس گورستان میں دفن ہوگا۔ پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے مقبرہ بہشتی کا داخلہ بیمہ کمپنی کے اصول پر رکھا ہے کہ اس گورستان میں وہی دفن کیا جائے۔ جو اپنی جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ سلسلہ کی ملکیت میں منتقل کر دے۔ اور پھر ضابطہ اس کے اور بھی شرائط ہیں مگر اپنی اولاد مستثنیٰ ہے۔

اور پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب خود اور ان کا خاندان اس ٹکٹ داخلہ کی فیس سے مستثنیٰ ہے آج قادیاں کے کاروبار کا اکثر دارمدار اسی قبرستان کی آمدنی پر چل رہا ہے۔ حضور علیہ السلام نے روضہ اور منبر کے درمیانی حصہ کو بہشت فرمایا تھا۔ مرزا صاحب نے تمام گورستان کو بہشت قرار دے کر مقبرہ نبوی کی سخت توہین کی اس کے احترام خصوصی کے مقابل اس سے کئی حصہ بڑا اور ٹکڑا زمین لے کر اس کے ہمسر بنایا۔

مغالطہ دوم یہ کہ مقامات امام ربانی کا حوالہ اس انداز میں نقل کیا گویا مقامات امام ربانی مجدد صاحب کی تصنیف ہے حالانکہ کسی اور شخص کی تصنیف ہے۔ جو ارباب علم کے نزدیک معتبر نہیں اور خوش اعتقادی کا مجموعہ ہے۔ دوسرے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دونوں میں بڑا کچھ زیادہ فرق ہے۔ مغالطہ سوم کو اصل جواب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں تخفیف اور رفع عذاب کا ذکر ہے کسی قبرستان کے بہشتی ہونے کا کوئی ذکر نہیں نیز یہ حوالہ بھی مقامات امام ربانی کا ہے۔ جس کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔

بہرحال اس توہین کا بھی کوئی معقول جواب نہ ہو سکا صرف تاویلات پر اکتفا کی گئی۔ مفصل اثبات توہین کے لیے ملاحظہ ہو بحث ابتدائی مختار مدعیہ۔

کیا تکفیر وجہ ارتداد و فسخ نکاح ہو سکتی ہے

تعجب ہے کہ بلاوجہ اس میں اس قدر طول طویل بحث شروع کر دی جب کہ گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کو احد المکفرین کا کافر ہونا مسلّم ہے۔

ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۱ ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء "جو مسلمان کی تکفیر کرتا ہے۔ مگر وہ مسلمان کافر نہیں تو کفر عود کرتا ہے"۔

"نیز گواہ ۲ ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء جس میں تکفیر سے عود کفر کا حدیث کی تائید سے اقرار کیا ہے"۔

نیز ملاحظہ ہو قول مرزا صاحب۔

اور یہ تو متفقہ مسئلہ ہے بخاری و مسلم میں مصرح حدیث میں موجود ہے کہ من قال لاخیہ یا کافر الحدیث وغیرہ کہ دوسرے کو کافر کہنے والا اگر وہ کافر نہیں تو یہ ضرور کافر ہو جاتا ہے اب ایک صورت تھی کہ اس کا جواب دیا جاتا کہ مرزا صاحب نے یا خلیفہ صاحب نے یہ نہیں لکھا یا کوئی معقول توجیہہ کرتے مگر بلاوجہ طویل بحث چھیڑی لہٰذا مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ کی مندرجہ ذیل عبارات کے بعد اس میں کوئی بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔ کہ تمام مسلمان روئے زمین اولیاء علماء صلحاء سلاطین اسلام سب یک قلم ان کے نزدیک کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہیں بلکہ کافر شیطان اور جہنمی ہیں۔

کفر کا فتویٰ

بہر حال جب کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں"۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

"کفر دو قسم پر ہے ..... تا بس۔ اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

اس عبارت کا مفہوم صاف ہے کہ مرزا صاحب کے منکر اسی قسم کے کافر ہیں۔ جس قسم کے کافر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے منکر ہیں۔ کیونکہ محولہ بالا دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

(مرزا صاحب کا منکر شیطان ہے)

"اپنے بے شمار نشانات ظاہر و بیان کر کے دکھئے ہیں، لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

ملاحظہ فرمائیں کہ دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان جو مرزا صاحب کے نشانات یا ان کے مجدد و مسیح وغیرہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے اور نہیں مانتے وہ سب شیطان ہیں۔

(مرزا صاحب کی بیعت میں نہ داخل ہونیوالا جہنمی ہے)

(۱) "مجھے خدا کا الہام ہوا ہے جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں نہ شامل ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا جہنمی ہے۔

(۲) اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور اور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔

(انجام آتھم صفحہ ۶۲)

اس میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو صرف اپنے نہ ماننے کی وجہ کے جہنمی قرار دے دیا۔

(خلیفہ محمود صاحب کا تمام مسلمانوں کے کافر دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوے)

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں"۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

(جو بھی مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور بیعت میں نہیں وہ پکا کافر ہے)

"جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راستباز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ پکے کافر ہیں"۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۸۶)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ تمام روئے زمین کے چالیس کروڑ مسلمان اولیاء صوفیاء علما و سلاطین اسلام و نوابان سب بلا تامل

پکے کافر رہے۔ اور گ مدعا علیہ ملہ نے ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء میں کہدیا کہ چاہے وہ کروڑوں کیا سنکھوں ہوں۔ اب اس کے بعد جس قدر بھی تاویلات مختار مدعا علیہ نے کی ہیں وہ سب اصولاً بالکل غیر متعلق اور طبعزاد ہوگئیں۔ مرزا صاحب اور خلیفہ دوم صاحب کی تصریحات نے اُن کا خاتمہ کر دیا پس تمام دنیا کو کافر کہہ کر خود بتسلیم مرزا صاحب و گواہان مدعا علیہ کافر اور مرتد ہوئے جس کے بعد فسخ نکاح تو مسلم مسئلہ ہے۔

مختار مدعا علیہ کی تاویلات کا خلاصہ

(۱) اگر تکفیر وجہ ارتداد اور فسخ نکاح ہو سکتی ہے تو تمام فرقہ ہائے اسلام ایک دوسرے کی تکفیر کر کے مرتد ہو جائیں گے۔ الخ۔

(۲) منہاج السنۃ ج ۳ صفحہ ۶۱ پر ہے کہ خوارج حضرت علی کو بالاتفاق کافر کہتے تھے مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علی نے تکفیر کی وجہ سے انہیں مرتد قرار دیا ہو۔

(۳) گواہ مدعیہ ملہ نے ۲۱ اگست کو تسلیم کیا کہ جن ائمہ نے اس حدیث کی بنا پر کسی کو کافر کہا ان کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔

(۴) گواہ مدعیہ ملہ کا اقرار ہے کہ ہم مولوی احمد رضا خان صاحب کو کافر نہیں کہتے نہ کافر سمجھتے ہیں۔

(۵) اوّل تو بحث نہیں کہ احمدی مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں اور تصحیح بھی کر لیں تو محض تکفیر وجہ کفر وارتداد نہیں بنا سکتی۔

(۶) آئینہ صداقت کی تاویلات مختلف عبارات سے۔

(۷) میرا دشمن جہنمی ہے اس پر حوالہ منصب امامت صفحہ ۶۳ و ۶۴۔

(۸) مختار مدعیہ کا اس کو اس پر محمول کرنا کہ یہ وہ ہیں جو لوگ دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں اور ان کا ایمان و اسلام ظاہر اور کفر پوشیدہ اور دعویٰ کی تصدیق اسلامی شعائر سے کرتے ہیں شریعت سے دست بردار نہیں" درست نہیں عبارت منصب امامت صفحہ ۹۴۔

(۹) پس جب ان لوگوں سے بقول حضرت مولانا شہیدؒ معاملات جائز ہیں تو احمدی مردوں سے جو مسلمان ہوں گے مدعی اور شریعت اسلامیہ سے دست بردار نہیں اور اپنے دعویٰ کی تصدیق اسلامی شعائر بجا لا کر کرتے ہیں ان سے نکاح وغیرہ حرام کیوں قرار دیا جاتا ہے۔

الجواب

(۱) جو فرقہ اسلام کے ایک دوسروں کو کافر کہتے ہیں اُس کی بنا کوئی اصول کا اختلاف نہیں بلکہ محض غلط فہمی ہے

مثلاً علماء بریلی اور علماء دیوبند کا متفقہ اصول ہے کہ ادنیٰ سی توہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفر ہے پھر بریلی کے علماء کو ایک عبارت سے غلط فہمی ہوئی اور اسی اصول پر کفر لگا دیا علماء دیوبند کو اطلاع ہوئی انہوں نے انکار اور صفائی پیش کر دی بس صرف غلط فہمی ہے ورنہ تکفیر کوئی بھی نہیں برابر ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے شادی بیاہ کے تعلقات قائم جنازوں کی شرکت موجود کسی مسجد پر بھی آج تک کوئی بھی مقدمہ نہ ہوا بخلاف مرزا صاحب کے متبعین سے کتنے مقدمات ہوئے شاہجہان پور کی مسجد کا مقدمہ تو لا جرنل الہ آباد میں چھپ کر نظیر بن چکا ہے۔

پس تکفیر کرنے والا بوجہ غلط فہمی معذور ہے کافر نہیں اور جس کی تکفیر کی وہ بوجہ خلاف واقعہ ہوتے اور اس سے ملوث ہونے کی وجہ سے مسلمان ہے کسی کا کفر لازم نہ آیا ـــــ صرف مغالطہ و غلط فہمی رہی۔

بخلاف مرزا صاحب کے متبعین کے کہ ان کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے اُن کے نزدیک بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ماننا جزو ایمان ہمارے نزدیک کفر خالص۔

ان کے نزدیک مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا ایمان ہمارے نزدیک کفر۔ پس وہ ہمیں کافر کسی غلط فہمی پر نہیں کہتے بلکہ اصولی اختلاف مرزا صاحب کے ماننے اور بیعت میں نہ شامل ہونے سے کافر خارج از اسلام اور پکا کافر سمجھتے ہیں پس اگر ہم چالیس کروڑ مسلمانوں کے کفر کا فیصلہ ہو جائے تو ضرور مرزا صاحب کے متبعین تو بلا کسی غلط فہمی کے اصولاً انہیں باوجود مسلمان ہونے کے دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر کہنے والے یقیناً اور قطعاً کافر و مرتد ہوں گے جن کا نکاح مسلمہ طور پر فسخ ہونا چاہیئے۔

(۲) منہاج السنۃ کے حوالہ میں صرف یہ ہے کہ انہیں ثابت نہ ہوا کہ حضرت علی رضؓ نے اس وجہ سے انہیں مرتد قرار دیا ہے یہ بزرگ حنفی بھی نہیں بلکہ حنبلی ہیں ملاحظہ ہو جرح گ مدعا علیہ سا ۱۲ مارچ ۳۲ء اور ان کی یہ ذاتی رائے ہے کہ ان سے اسلامی تعلقات قائم رہے مگر مسلم شریف ج ۱ باب بیان الخوارج صفحہ ۳۴۳،۳۴۲ میں صریح حدیث موجود ہے کہ انہیں مرتد قرار دے کر اور سخت ترین دشمن اسلام سمجھ کر حضرت علی رضؓ نے ان سے جہاد کیا ہے لہٰذا یہ حوالہ کچھ بھی مختار مدعا علیہ کو مفید نہیں کیونکہ صحیح مسلم میں ان سے جہاد ثابت ہے کیا مسلمانوں سے بھی جہاد ہوتا ہے ؟۔

(۳) گواہ مدعیہ سا نے "مولوی احمد رضا خان صاحب کو کافر نہیں سمجھتے" ضرور کہا اسی کے ساتھ مندرجہ ذیل کوٹیشن بھی اسی تاریخ کی جرح اور سوالات مکرر کے ملاحظہ ہوں۔

"اگر کسی کی عبارت سے ضروریات دین کا انکار سمجھا جائے تو اُس کو کافر کہنے والا معذور سمجھا جائے گا۔"

"جن لوگوں نے ضروریات دین سے انکار سمجھ کر کافر ٹھہرایا یہ مسلمان رہیں گے گو یہ فی نفسہ

غلط ہو"

"لیکن تحقیقات میں غلطی ممکن بلکہ اکثر واقع ہے"

"احمد رضا خاں صاحب کے اقوال کو کفر نہیں کہتے ممکن ہے ان کا فتویٰ اس بنا پر ہو کہ دیوبند والوں نے کسی ضروریات دین کا انکار کیا ہمارے نزدیک ان کا فرض تھا بلکہ ہر ایک کا فرض ہے کہ ضروریات دین کے منکر کو کافر کہے گو وہ تحقیق فی الواقع صحیح نہیں۔

"تکفیر دیوبند والوں کی غلط فہمی اور مسلمہ اصول پر ہے۔ جسے وہ بھی کفر کہتے ہیں اور برارت ظاہر کرتے ہیں" اسی طرح حدیث من ترک الصلوۃ کے ظاہری مفہوم سے کسی کو کافر کہنے کا حکم پس یہ ۳ و ۴ دونوں کا جواب ہوگیا۔ سوالات مکرر)

(۵) تکفیر مسلمین بھی منجملہ وجوہ کفر کی ایک وجہ کفر ہے جیسا کہ اوپر تمہید میں مسلمات سے پیش کر چکا ہوں بلکہ اسے منجملہ وجوہ پنجگانہ کفریہ کے وجہ پنجم قرار دیا ہے۔ اب تو مختار مدعا علیہ کو ہی مسلّم ہونا چاہیئے۔

(۶) آئینہ صداقت کی عبارت میں تاویلات ناممکن ہیں عدالت میری پیش کردہ عبارات اصل کتاب سے ملاحظہ فرمائے کہیں بھی کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں یہ صرف مغالطہ ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

(۷/۸) اوپر بھی اس سے قبل یہ منصب امامت صفحہ ۱۲ و ۴۶ کا حوالہ حل ہو چکا ہے۔ وہاں کہیں بھی امام وقت کے نہ ماننے پر تکفیر اور کافر خارج از اسلام پکا کافر شیطن جہنمی نہیں قرار دیا۔ عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمالیجیئے۔ نیز مولانا شہید رح کا حوالہ بھی جو ڈبشل اصولی پر غیر مسلّم ہے۔

(۹) مولانا شہید رحمۃ نے جن لوگوں سے تعلقات جائز رکھے ہیں اُن کا کفر پوشیدہ اور اسلام ظاہر تھا اور یہاں کفر اظہر من الشمس ہے۔ نیز وہ مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اور یہاں اعلان ہے کہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں ہمیں ہندوؤں کی طرح سمجھ کر لڑکی نہ دیں ہمارے بچہ تک کی نماز جنازہ حرام سمجھیں پھر تمام ضروریات دین کا کھلا ہوا انکار اور کوئی کفریہ نہیں جسے نہ کرتے ہوں پھر یہ اُن پر کیونکر قیاس کئے جا سکتے ہیں۔ حضرت مولانا نے تو انہیں منافقین کی طرح قرار دیا ہے۔ اصل بحث میں منصب امامت کی یہ تمام عبارات معہ اظہار خیانت پیش کر چکا ہوں اعادہ نہیں کرتا۔

کیا غیر احمدی یعنی مسلمان اہل کتاب نہیں

یہاں اہل کتاب کا لفظ لغوی معنی کی حیثیت سے زیر بحث نہیں بلکہ گفتگو یہ ہے۔ کہ باوجود اس امت میں نہ ہونے یا کافر ہونے کے نکاح کن اہل کتاب سے جائز ہے۔ اور قرآن پاک نے لفظ اہل کتاب کن لوگوں کے واسطے

استعمال کیا ہے اس لحاظ سے مسلمان ہرگز اہل کتاب نہیں بلکہ پہلی امتوں کے لوگ اہل کتاب کہلاتے ہیں ملاحظہ ہو۔
جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۱ مارچ ۱۹۳۳ء بجواب سوال اہل کتاب کسے کہتے ہیں۔
"قرآن سے پہلے جن قوموں کو کتاب کی صورت میں ہدایت دی گئی اور وہ اسی کتاب کو مانتے ہیں وہ خدا کی طرف سے اتری ہیں وہ اہل کتاب ہیں" اس میں خصوصیت سے لفظ قرآن سے پہلے کا قابل غور ہے۔ پس مسلمان کسی طرح اہل کتاب کی تعریف میں نہیں آسکتے۔
نیز گواہ مدعا علیہ ۱ قرآن میں اہل کتاب کا لفظ یہود و نصاریٰ پر استعمال ہوا ہے نہ مسلمانوں پر جرح گ مدعا علیہ مورخہ ۲ مارچ ۱۹۳۳ء پس مسلمان ان کے نزدیک بھی وہ اہل کتاب نہیں کہ جن کی لڑکیوں سے نکاح جائز ہو جائے بلکہ کافر ہے اور کافر کی لڑکی سے نکاح جائز ہی نہیں پس اس وجہ سے بھی ان کے مسلمات سے نکاح فسخ ہونا چاہیئے۔

خلاصہ تاویلات

(۱) قرآن بھی تو کتاب ہے اور غیر محرف ہے۔ پس جب محرف کتاب والے اہل کتاب ہوئے تو مسلمان اہل کتاب کیوں نہ ہوں۔

(۲) پس مسلمان کی لڑکیاں ہم اہل کتاب سمجھ کر لیتے ہیں لہٰذا مدعی کا دعویٰ خارج ہونا چاہیئے۔

الجواب

(۱) مسلمان کافر و مرتد ہونے کے بعد اہل کتاب نہیں رہتا جب کہ مسلمان اس کے نزدیک ایسا کافر ہے کہ اس کو لڑکی دینا یوں ہے جیسے ہندو کافر کو ملاحظہ ہو ملائکۃ اللہ صفحہ ۴۶۔ تو اسے صرف اپنی مطلب برآری اور ان کی لڑکیاں لینے کے واسطے اہل کتاب کیونکر قرار دے سکتے ہیں۔ جب تک اُن پر سے فتویٰ کفر واپس لینے کا اعلان نہ کریں ان کے نزدیک اہل کتاب نہیں ہو سکتے۔

(۲) کا جواب بھی ضرور نہیں اوّل تو یہ اٹکل اور قیاس محض ہے۔ دوسرے گواہ ۲ مدعا علیہ کا قول جرح ۲۱ مارچ ۱۹۳۳ء اس کی صاف تردید کر رہا ہے لہٰذا یہ لڑکی کسی طرح ان کے نکاح میں نہیں رہ سکتی وہ ان کے نزدیک کافر ہے۔ تو بھی یہ اس کے نزدیک کافر ہیں تو بھی کیونکہ مسلمان اور کافر میں سلسلہ ازدواج ناممکن ہے۔ لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن الآیۃ

(کیا مدعیہ مشرکہ ہے)

اس کا تعلق حیات مسیح سے تھا اور اس کے خارج کرنے پر عدالتی نوٹ موجود ہے لہٰذا اس پر کچھ عرض نہیں کرنا۔

(علاوہ اختلاف عقائد کے بھی نکاح فسخ ہونا چاہیئے)

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل مسلم کش احکام مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے پیش کئے گئے تھے۔

(۱)

تمام اہل اسلام کافر خارج از دائرہ اسلام ہیں

(۱) "سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں"۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

(۲) "جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راستباز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ پکے کافر ہیں۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۸۶)

(۳) "لکھنؤ میں ایک آدمی سے ہم ملے جو بڑا عالم ہے اس نے کہا کہ آپ لوگوں کے بڑے دشمن ہیں جو یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کو کافر کہتے ہیں میں نہیں مان سکتا کہ آپ ایسے وسیع حوصلہ رکھنے والے ایسا کہتے ہوں اس سے شیخ یعقوب علی صاحب باتیں کر رہے تھے میں نے ان لوگوں کو کہا کہ آپ کہہ دیں کہ واقع میں ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں یہ سن کر وہ حیران سا ہو گیا"۔

(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۲)

دینی معاملات میں کوئی بھی اتحاد نہیں

دنیا کے معاملات میں ہم دوسروں کے ساتھ ایک ہیں لیکن دین کے معاملہ میں فرق ہے اس میں ایک نہیں ہو سکتے اور سمجھ دار آدمی اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ (انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۳)

(آپس میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی)

"احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اصولی اختلاف ہے" (نہج المعلی صفحہ ۲۷)

جرح گواہ مدعا علیہ یکم مارچ ۱۹۳۳ء - "احمدی اور غیر احمدی میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی"

جرح گواہ مدعا علیہ ۲ ۲۰ مارچ و ۱۰ یکم مارچ ۱۹۳۳ء -

(۴)

(کسی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں)

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں"۔

(انوار خلافت صفحہ ۹۰)

"غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں جائز نہیں جائز نہیں"۔

(انوار خلافت صفحہ ۸۹)

(۵)

(غیر احمدی کے بچہ کا بھی جنازہ مت پڑھو)

"پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا اس لیے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے"۔

(انوار خلافت صفحہ ۹۳)

(۶)

(مسلمانوں سے رشتہ وناطہ جائز نہیں)

"غیر احمدیوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اس کے کہ وہ نکاح جائز ہی نہیں نا اس کے خیالات و اعتقادات کو اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح اپنے دین کو تباہ کر لیتے ہیں"۔

(برکات صفحہ ۷۲)

"حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے۔"

(برکات خلافت صفحہ ۳۷)

(۷)

(غیر احمدی مسلمان ہندو اور عیسائی کی طرح کافر ہیں اس لیے انہیں لڑکی نہ دو)

"جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کہ ہندو عیسائی کو اپنی لڑکی دے ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو۔"

(ملئکۃ اللہ صفحہ ۴۶)

جرح گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ر ۱۱ر مارچ ۳۳ء

(۸)

(مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارنا)

"اب زمانہ بدل گیا ہے دیکھو پہلے جو مسیح آیا تھا اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا مگر اب مسیح اس لیے آیا کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے۔"

(عرفان الٰہی صفحہ ۹۴، ۹۵)

(۹)

(مخالفین کو سولی پر لٹکانا)

"خدا تعالیٰ نے آپ کا نام عیسیٰ رکھا ہے تاکہ پہلے عیسیٰ کو تو یہودیوں نے سولی پر لٹکایا تھا مگر آپ (مرزا غلام احمد صاحب) اس زمانہ کے یہودی لوگوں کو سولی پر لٹکائیں۔"

(تقدیر الٰہی صفحہ ۲۹)

(۱۰)

ساری دنیا کو جب تک پورے طور پر احمدی نہ ہو دشمن سمجھیں گے

ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی

نہیں ہو جاتا اور ہمارا دشمن ہماری بھلائی کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ تمام دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں"۔

(خطبہ خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل جرح گواہ مدعا علیہ ۱ ۲ مارچ ۳۳ء)

(۱۱)

(ظاہری محبت کا اظہار صرف مسلمانوں کو شکار کرنے کے واسطے ہے)

"شکاری (احمدی) کو کبھی غافل نہ ہونا چاہیئے اور اس امر کا برابر خیال رکھنا چاہیئے کہ شکاری (مسلمان) بھاگ نہ جائے یا ہم پر ہی حملہ نہ کردے"۔

(خطبہ جمعہ خلیفہ دوم جرح ۱۲ مارچ ۳۳ء)

(۱۲)

(تمام مسلمانوں کی جان و مال و ایمان سے عزیز ترین ہستی کی توہین)

"بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے"۔

(ڈائری خلیفہ قادیان الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو کھڑا کیا"۔

(کلمۃ الحق صفحہ ۱۱۳)

(۱۳)

مرزا صاحب اور صلی اللہ علیہ وسلم میں (عیاذاً باللہ) ذرا برابر فرق نہیں

من فرق بینی و بین المصطفٰی فما عرفنی و ما رآنی ۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

اور جو شخص مجھ میں اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق سمجھتا ہے اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

———

(مرزا صاحب کے خلیفہ کی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی دشمنی)

"مرزا صاحب" بلحاظ ذہنی استعداد اور ارتقاء حضور علیہ السلام سے فضیلت رکھتے ہیں۔

(قادیانی ریویو جون ۱۹۳۰ء)

دیگر حوالجات بسلسلہ ہیڈنگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذر چکے۔

مسلمان لڑکیاں اُن کے نزدیک کتیوں سے بدتر ہیں

ہمارے دُشمن جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں۔

(نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰)

حوالجات مذکورہ بالا کی تصدیق و توثیق

"میرے نزدیک مرزا صاحب اور خلیفہ اوّل اور خلیفہ ثانی کے اقوال سند ہیں اور اس کے سوا میرے نزدیک کوئی اور شئی سند نہیں۔ گواہ مدعا علیہ ۲ نے مرزا محمود صاحب اور ان کی تصانیف پر اپنا ایمان ہونا بتایا ہے۔

اب ان مذکورہ بالا اصولی و فروعی اسلام و کفر کے اختلاف اور رسول ﷺ کی دشمنی کے ہوتے ہوئے وہ لڑکی اُس کے گھر کیونکر بس سکتی ہے نماز اس کے ساتھ جائز نہیں وہ مر جائے تو جنازہ بھی نہ پڑھا جائے اُس جیتی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے واسطے مرزا صاحب مبعوث ہوئے ہیں انتہائی خلوص کے بعد بھی اُسے دشمن سمجھنا اُن کا اولین فرض اُسے سولی دینا اُن کا کار منصبی وہ غریب ان کے گھر کتیوں سے بدتر رہے گی وہ دشمن ہے جب تک پورے طور پر احمدی نہ ہو جائے۔ نیز اور اختلافات مذکورہ ان حالات میں دنیا کی کوئی بھی عدالت اس قسم کا نکاح باقی نہیں رکھ سکتی بلکہ فوراً اُس کا فسخ کرانا ضروری ہوگا۔

مزید براں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ وہ لوگ اپنی لڑکیاں ہمیں ہندوؤں کی طرح سمجھ کر صرف اس لیے نہیں دیتے کہ لڑکیاں چونکہ کمزور طبع ہوتی ہیں ان کے عقائد سے فطرۃً متاثر ہو کر دین برباد کر لیں گی پھر مسلمانوں کی لڑکیاں کیوں طلب کرتے ہیں وہ غریب بھی یہی عذر مساویانہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ چونکہ کافر مرتد اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام صحابہ وائمہ و اولیاء امت کے دشمن ہیں پس ہماری لڑکیاں بھی ویسی ہو ہی جائینگی اس لحاظ سے بھی فسخ نکاح لازم ہے۔

خلاصہ تاویلات

(۱) مختار مدعیہ نے جس سادگی سے اس شبہ کا اظہار کیا ہے وہ قابل داد ہے احمدیوں کے گھر سولی کھڑی ہوتی ہیں جہاں کوئی مسلمان عورت پہنچی انہوں نے سولی لٹکائی۔

(۲) خلیفہ ثانی نے جس دشمنی کا ذکر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو مولوی لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہے الخ

(۳) مختار مدعیہ کو مسلّم ہے کہ ایک مسلمان بنص قرآن ایک یہودی عورت سے نکاح کر سکتا ہے حالانکہ یہود مسلمانوں اور اسلام سے اشد الناس عداوت رکھتے ہیں پھر احمدی مرد سے نکاح کیوں درست نہیں ۔

(۴) چونکہ اولاد بہر حال احمدی ہوگی پس اُس کی نماز جنازہ کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔

(۵) اگر اس قسم کے امور جواز شادی میں مانع ہوئے ہیں تو یہودی و نصرانی سے بھی رشتہ جائز ہونا چاہیئے۔

(۶) جب کہ یہودی اور نصرانی سے جائز ہے تو احمدی کی اسلامی فرقوں کی لڑکی سے کیوں جائز نہ ہوگی۔

(۷) مرزا صاحب نے عورتوں کے ساتھ سلوک کرنے کو لکھا ہے ۔

(کشتی نوح صفحہ ۱۷)

"الجواب"

(۱) اس طرز خطاب کو عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے باقی یہ امر تو واقعاتی شہادت سے متعلق رکھتا ہے کیا مستری حاجی محمد حسین صاحب بٹالوی شہیدؒ کی شہادت اس کے واسطے کافی نہیں کیا وہ سینکڑوں اس قسم کے واقعات جو زمیندار اور مباہلہ کے فائل پر تمام دنیا میں تشت از بام ہو چکے ہیں اور ایک کی بھی تردید نہ کر سکے اس تاویل کو باطل قرار نہیں دیتے عدالت اجازت دے گی ورنہ تفصیلاً تمام حوالے خلیفہ محمود صاحب کے اس حکم پر عملدرآمد کے پیش کر سکتا ہوں ۔

(۲) ہرگز مولوی لوگوں والی دشمنی کا وہاں ذکر نہیں وہاں تو صاف صاف لفظ ہیں کہ "ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی نہیں ہو جاتا وہ ہمارا دشمن ہے" ملاحظہ فرمائیں انتہائی ہمدردی رکھنے والے کو بھی دشمن فرما رہے ہیں جب تک پورے طور سے احمدی نہ ہو جائے اس میں تو کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں شاید یہ عبارت دیکھے بغیر مختار مدعا علیہ نے یہ تاویل گھڑی ہو ورنہ یہاں تو تمام تاویلات کا انہوں نے خود ہی سدباب کر دیا ہے ۔

(۳) دشمنان اسلام یہودیوں کی لڑکی لینا مسلّم ہے مگر اپنی لڑکی انہیں دینا تو حرام قطعی ہے پس اگر مرزا صاحب کے متبعین اپنی لڑکی مسلمانوں کو دینا چاہیں تو یہ عذر و تاویل شاید ایک حد تک مفید ہو یہاں تو دشمنان اسلام اور

کافر و مرتد ہو کر مسلمان کی لڑکی لینا چاہتے ہیں جو بالاتفاق حرام ہے مسلم لڑکی کسی مرتد۔کافر کی کسی اہل کتاب یہودی و نصرانی کے نکاح میں بھی بالاتفاق نہیں جا سکتی قطعاً حرام ہے۔

(۴) اولاد کا احمدی ہونا ہی نکاح کے فسخ کو چاہتا ہے کہ مسلمہ کے بطن کا بچہ کافر ہوگا یہ وجہ بھی مدعیہ کے فسخ نکاح کی ایک کڑی ہے نیز مدعیہ کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح تو بہر حال بتسلیم مختار مدعا علیہ تجہیز و تکفین نہیں ہو سکتی پس کس طرح اُس کے گھر بس سکتی ہے جہاں اُس کے جنازہ سے بھی کفار والا معاملہ کیا جائے گا اور بلا نماز جنازہ کافروں اور مرتدوں کی طرح وہ گڑھے میں ڈال دی جائے گی۔

(۵) یہودی و نصرانی سے رشتہ صرف اسی قدر جائز ہے کہ ہم مسلمان ان کی لڑکی لے سکتے ہیں باقی مسلمہ لڑکی اُس کے نکاح میں دینا حرام قطعی ہے اور یہاں سوال مسلم لڑکی کا کافر کے نکاح میں باقی رکھنے کا ہے نیز ابتداء سے کافر ہونے کا اور حکم ہے اور مرتد ہونے کا اور ایک مسلمہ کا شوہر اگر یہودی اور نصرانی نکاح کے بعد ہو جائے وہ نکاح بھی بالاجماع فسخ ہوگا بلکہ ایک مسلمہ منکوحہ لڑکی خدانخواستہ مرتد ہو کر عیسائی و یہودی ہو جائے اُس کا بھی نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ کو بھی جرح میں مسلّم ہے اور دنیا میں روزمرہ اس قسم کے کیس فیصل ہوتے رہتے ہیں کتنے نظائر تو صرف لا جرنل الہ آباد میں موجود ہیں۔ جس کے شوہر نے زنا مد تنگ کیا وہ یہودی نصرانی ہو کر مرتد ہو گئی اور نکاح کے فسخ کا فیصلہ رہا۔

(۶) نہ یہودی و نصرانی سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز ہے نہ مرزا صاحب کے کسی امتی سے وہ بھی فسخ ہو جائے گا اور یہ بھی۔ بلکہ چونکہ مرزا صاحب کے امتی مرتد ہیں لہذا ان کی لڑکی بھی مسلمانوں کو لینا جائز نہیں کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مرتد سے رشتہ مناکحت کسی صورت پر قائم نہیں ہو سکتا نہ پہلے کا نہ بعد ارتداد باقی رہ سکتا ہے بلکہ عنداللہ بلا قضاء قاضی فسخ ہو جاتا ہے جیسا کہ بیانات گواہان مدعیہ میں بصراحت مدلل معتبر حوالوں سے گذر چکا۔

(۷) کشتی نوح میں اس کی تصریح نہیں کہ مرزا صاحب مسلمان لڑکیوں کے حق میں یہ فرماتے ہیں کہ سلوک کرنا چاہیئے جن سے دشمنی یہاں تک ہے کہ وہ کنجیوں سے بدتر ہیں وہاں تو اپنی جماعت کا ذکر اور اپنی جماعت کو وصیت ہے اور اپنی جماعت کی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے یہ مسلمہ لڑکی تو کافر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ پکی کافرہ و دشمن اور موت کے گھاٹ اتارتے کے لائق ہے جس کی نماز جنازہ تک نہیں پڑھ سکتے۔ جس سے کسی قسم کا دینی سلوک روا نہیں رکھتے نہ رکھ سکتے ہیں ملاحظہ ہو۔

(انوار خلافت صفحہ ۹۳)

نیز یہ لڑکی جب کہ اس شوہر کے نبی کو مرتد کافر دائرہ اسلام سے خارج دجال وغیرہ سمجھتی ہے اور اس کا اعلان

بلکہ عرضی دعویٰ کی تصریح موجود ہے تو اس لڑکی کے ساتھ بھی کوئی با غیرت مرزا صاحب کا امتی کس قسم کا سلوک کر سکتا ہے ایک امتی کے نبی کو یوں سمجھا جائے اور وہ اس سے مراعات کرے کبھی عقل باور نہیں کر سکتی پس کوئی اگر وجہ نہ بھی ہوتی تو بھی صرف یہ وجہ ہی تفریق و فسخ نکاح کی شرعاً اخلاقاً وقانوناً ثابت تھی اور نکاح ضرور فسخ ہونا چاہیئے تھا۔

بہرحال نکاح فسخ ہونا چاہیئے

گذشتہ ہیڈنگ کے ساتھ ہی میں نے ہیڈنگ پیش کیا تھا کہ یہ تو مسلّم ہے کہ مدعیہ اور اس کا فریق مرزا صاحب اور ان کی امت کو کافر دائرہ اسلام سے خارج خیال کرتا ہے اور ادھر مدعا علیہ مرزا صاحب اور ان کے امتی تمام مسلمانوں کو بشمول مدعیہ اور اُس کے فریق کو کافر خارج از اسلام بتاتے ہیں اس صورت میں اگر مدعیہ اپنے دعویٰ تکفیر و ارتداد میں سچی ہو تو فسخ نکاح ہونا چاہیئے اور اگر مدعا علیہ سچا ہے تو بھی فسخ نکاح ہوگا کیونکہ ایک مسلمان کو کافر بنانے کے بعد یہ خود کافر و مرتد ہوگئی۔ جو موجب فسخ نکاح بالاتفاق ہے یوں ہی اگر مدعا علیہ اپنے ادعا میں جھوٹا ہے تو وہ اس طرح مسلمہ کی تکفیر کرکے مرتد ہوگیا پھر بھی فسخ نکاح لازم ہے کیونکہ ارتداد کا موجب فسخ نکاح ہونا مسلّم ہے اسی پر دونوں کے جھوٹے اور دونوں کے سچے ہونے کا حکم خیال فرمالیں ۔ بہرحال مدعیہ اپنے دعویٰ میں سچی ہو یا مدعا علیہ یوں ہی مدعا علیہ جھوٹا ہو یا مدعیہ یا شرعاً سچے ہوں یا دونوں جھوٹے بہرحال فسخ نکاح اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیے ۔

یہ دلیل نہایت واضح اور مقدمات مسلّمہ پر مبنی تھی اس کا جواب کجا مختار مدعا علیہ نے مذکرہ تک نہ کیا اور گویا کہ اسے تسلیم کر لیا۔

احمدی شریعت اسلامیہ کے پابند ہیں

میں نے یہ پیش کیا تھا کہ مرزا صاحب کے متبعین ایک طرف مسلمانوں کو کافر اہل کتاب بناتے ہیں اور دوسری طرف اپنی لڑکیوں کا نکاح اگر ان کا شوہر غیر احمدی ہو جائے تو بھی جائز و باقی مانتے ہیں۔ یہ اولاً صحیح نہیں (کیونکہ مسلمانوں سے اُن کی لڑکی کا نکاح اسی طرح ناجائز ہے جیسے ہندو کافر سے ملاحظہ ہو۔ (ملئکۃ اللہ صفحہ ۴۶)

نیز خود مدعا علیہ نے اپنی ہمشیرہ کا دوسرا نکاح اُس کے شوہر کے مسلمان ہونے کی وجہ سے بلا طلاق اپنی جماعت کے ایک ممبر سے کر دیا جو مشہور ہے نیز اُس کا ضمنی تذکرہ جرح گواہان مدعا علیہ متعلقہ تنقیح جدید میں آچکا ہے اور اگر یہ

صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہ مسلمانوں کو باوجود احمدی ہونے کے لڑکی دیتے یا بعد احمدی ہو جانے کے انھیں اہل کتاب سمجھ کر لڑکی کا نکاح فسخ نہیں کرتے ہیں تو شریعت محمدیہ میں ایک نئی شریعت جدیدہ کا اضافہ لازم آیا کہ ان کے گمان پر مسلمہ لڑکی کتابی کے نکاح میں دی گئی یا مرتد کے نکاح میں بعد ارتداد باقی رکھی گئی جو خلاف شریعت جدیدہ حکم اور بالاتفاق کفر ہے ۔

اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا اور مندرجہ ذیل تاویلات کیں ۔

خلاصہ تاویلات

(۱) مختار مدعیہ کا مغالطہ ہے گواہان مدعا علیہ نے بالکل نہیں کہا کہ احمدی لڑکی کا غیر احمدی سے نکاح جائز ہے بلکہ ناجائز بتایا ہے گواہ مدعا علیہ نمبر ا یکم مارچ ۔

(۲) ہمارے نزدیک نکاح جائز نہیں اگر کوئی کرے تو فسخ نہ ہوگا ۔

(۳) جب کوئی اسلامی شریعت ہو تو شریعت کے مطابق فسخ ہوگا اور جہاں کوئی شریعت اسلامیہ قائم نہ ہو وہاں رائج الوقت قانون کے مطابق فیصلہ ہوگا ۔ اور اس کی رو سے فسخ نہ ہوگا ۔

(۴) اسلامی ریاست ہو تو اس کا قانون جاری ہوگا ۔

(۵) ایک اپنی طرف سے فرضی مثال خلاف فقہ حنفیہ حنفیوں کی طرف منسوب کرکے پیش کی ۔

(۶) گواہان مدعیہ کے نزدیک تو ان مسلمان فرقوں کا نکاح جنہیں وہ اپنے زعم میں کافر و مرتد خیال کرتے ہیں باطل اور ان کی اولاد حرام کی اولاد ہوگی ۔

(الکواکب الیمانی ٹائیٹل پیج وصفحہ ۷ وازالۃ العار صفحہ ۵ وفتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۳۲)

(۷) پس گواہان مدعیہ اور ان کے ہم خیالوں کے نزدیک رافضی ۔ اور دیوبندیوں کے نزدیک رضا خانی اور رضا خانیوں کے نزدیک دیوبندی ۔ مقلدوں کے نزدیک غیر مقلد و بالعکس نکاح باطل اور زنائے محض ہے ۔ اور آج کل مسلمان فرقوں کا گذارہ ان کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے ۔ اور ان کی اولادیں بھی حرام کی اولادیں ہیں ۔

(۸) پھر ریاستی قانون پر یوں نکتہ چینی کی ہے کہ اگر ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاووں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے جاری کرنا چاہتی ہے تو اسے اختیار ہے لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون خاص کے جاری کرنے سے پہلے شرعاً و قانوناً و عقلاً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کرے ۔

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کا مطلب یہ نہیں کہ ہر چیز میں ہم اس کے پابند ہیں بہت ہیں اختلاف ہے۔

الجواب

(۱) اولاً یہ صحیح نہیں اس کے متعارض بھی اقوال جرح میں موجود ہیں جیسا کہ متعارض گواہان کے سلسلہ میں عرض کیا تھا۔ اور اگر تسلیم بھی کرلیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کہ جب ان کی لڑکی ہمارے نکاح میں چونکہ ہم ہندوؤں کی طرح ہیں نہیں آسکتی تو ہماری لڑکی ان کے نکاح میں جب کہ وہ مرتد اور تمام کافروں سے بدتر ہیں کیونکر رہ سکے گی۔ اس میں مغالطہ کوئی نہیں یہ میرے اعتراض کی پہلی شق ہے۔

(۲) باوجود نکاح ناجائز و باطل ہونے کے فسخ نہ ہونا بھی تو شریعت جدیدہ کا اوعا ہے جس کا خود اعتراف ہے۔ شریعت کا تو حکم یہ ہے کہ جو نکاح ناجائز حرام باطل ہے وہ فسخ ہے بلکہ وہ ہوا ہی نہیں۔ اور یہ لوگ اسے باقی رکھتے ہیں۔ لہٰذا شریعت میں نئے حکم کا اضافہ ہوا جو بالاتفاق کفر ہے اور یہ ایک متفقہ وجہ کفر باقرار گواہ مختار مدعا علیہ ثابت ہوگئی۔

(۳) یہ کہنا کہ جہاں اسلامی شریعت ہو وہاں اس کے مطابق اور جہاں نہ ہو وہاں رائج الوقت قانون کے مطابق یہ بھی شریعت میں اضافہ ہے دینی معاملات اور شرعی احکام کسی دنیوی قانون سے ترمیم نہیں ہوسکتے۔ نکاح کے بھی اسلامی پرسنل لاء ہیں برٹش گورنمنٹ نے بھی شمار کیا ہے۔ اور وراثت طلاق و نکاح و وقف وغیرہ برٹش قانون سے مستثنیٰ اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ حنفی کی رو سے برٹش حدود میں ہونے کا معاہدہ و اعلان ہے۔ اور محمڈن لاء میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔

پس نکاح کے معاملہ میں کسی اور قانون کے تحت فیصلہ چاہنا یقیناً دین میں اضافہ اور ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک هم الکافرون کا مصداق اور کفر ہے۔

(۴) اسلامی ریاست کا اگر قانون مسلم ہے۔ تو اسلامی سلطنتوں اور ریاستوں میں مرزا صاحب کے متبعین کا ارتداد بلکہ رجم اور ان کے فسخ نکاح کے فیصلہ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی حکم ارتداد اور فسخ نکاح ہونا چاہیئے اور ملاحظہ ہو فیصلہ امیر امان اللہ خان و ریاست پٹیالہ وغیرہ۔

(۵) ان طبع زاد فرضی مثالوں سے کام نہیں چلتا۔ فقہ حنفی کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں جس کے حوالے بیان گواہان مدعیہ اور جرح گواہان مدعا علیہ میں متعدد پیش ہو چکے ہیں۔

(۶) گواہان مدعیہ نے کسی مسلمان فرقہ یا شخص کو سوائے مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے مریدین کے کافر نہیں بتایا۔ نہ ان کے کفر کا کوئی فتویٰ دیا اس کے متعلق گواہ مدعیہ نمبر ۱ و ۲ و ۳ کا اقرار جرح میں صاف صاف موجود ہے۔ نیز اپنے کافر کہنے والوں کی تکفیر بھی غلط فہمی پر مبنی کرکے انہیں بھی مسلمان اور معذور بتایا ہے۔ ملاحظہ

ہو جرح برگواہ مدعیہ نمبر ۱ و ۲ -

ایسی تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کا مغالطہ عدالت خود ملاحظہ فرمائے -

اس سلسلہ میں کوکب یمانی اور فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم کے غیر مسلم اور بالکل جدید دو تین حوالے بھی پیش کر کے مغالطہ کی سعی کی ہے مگر عدالت ان رسائل کو خود ملاحظہ فرما سکتی ہے کہ محض مغالطہ کے سوا وہاں کچھ نہیں -

کوکب یمانی حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ العالی کا ایک رسالہ ہے جس میں انہوں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ جو یہ فرماتے ہیں کہ جو حضرت مولانا شہیدؒ کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اس کا نکاح فسخ اور اولاد غیر ثابت النسب اس سے تو بڑی خرابی لازم آئے گی - کیونکہ آپ ہی اپنی کتاب تمہید ایمان اور کوکب الشہابیہ میں انہیں مسلمان مانتے ہیں - پھر اس مغالطہ سے آپ کے مسلمات کی بنا پر آپ کے نزدیک آپ اور آپ کے متبعین کا اور ان کے نکاح و اولاد کا کیا حکم ہوگا - انہوں نے دوسرے رسالہ میں اس کی صفائی پیش کر دی اور بناء غلط فہمی رفع ہو گئی کبھی کسی عالم دیوبند نے کسی عالم بریلوی کو کافر نہیں کہا نہ اُن کے کفر کا فتویٰ دیا غرض کوکب یمانی میں اُن کے کفر کا فتویٰ نہیں بلکہ اُن کے مسلمات پر اُن سے استفسار ہے - ملاحظہ ہوں کوٹیشن مندرجہ ذیل -

" خان صاحب ہی کے فتوے سے ثابت کیا گیا ہے .... تا لازم آتا ہے " - (ٹائیٹل پیج

" اور خوبی یہ ہے کہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں خان صاحب ہی کے فتوے کا حاصل ہے " (ٹائیٹل پیج کوکب یمانی)

" خان صاحب کے ایسے فتوے کے بعد " صفحہ ۴ -

" خان صاحب اور اُن کے معتقدین پر تو ان کے قول کے موافق " صفحہ ۵ - ٹائیٹل

" مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی قول کے موافق " صفحہ ۹ -

" اب اپنے ہی فرمان کے مطابق کافر ہوئے " - صفحہ ۱۰ -

" تو اپنے ہی فتوے کے مطابق کافر ہو گئے " - صفحہ ۱۳ -

" ہم نے تکفیر نہیں کی اور نہ ہمارا کام تکفیر اہل قبلہ ہے " - صفحہ ۲۲ -

جو اوپر بیان ہوا ان امور کو تو فرمائیں کہ لازم آتے ہیں یا نہیں - .... اگر لازم نہیں تو خان صاحب بیان فرمائیں ہم اقرار کر لیں گے کہ خان صاحب سچے " - صفحہ ۲۲ -

چنانچہ جب خان صاحب نے صفائی پیش کر دی غلط فہمی ختم ہو گئی جس کا اقرار جرح میں موجود ہے کہ ہم کافر نہیں کہتے بلکہ صرف غلط فہمی طرفین سے تھی -

اب تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی بہتان باندھے اور مغالطہ دے تو اُس کا کیا علاج -

مولف مذکورہ کے دوسرے رسائل سے بھی اس کے متعلق اطمینان کیا جا سکتا ہے کہیں بھی علماء بریلی کی تکفیر کا

فتویٰ نہ ملے گا۔ باوجودیکہ سینکڑوں اختلافی رسائل لکھے۔

فتاویٰ رشیدیہ وہاں توصرف یہ ہے کہ جن کے نزدیک رافضی کافر ہے با ضرورت دین یا قرآن کا منکر یا تکفیر صحابہ کرنیوالا ہے اُس کے نزدیک سنی کا نکاح اُس سے ناجائز ہوگا۔ وہاں کوئی فتویٰ اپنا نہیں دے رہے۔

فتاویٰ کے متعلق دوسرے اُن کے خود تصنیف کردہ رسائل اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں جہاں پوری تفصیل موجود ہے غرض اس سے بھی مدعا ثابت نہ ہوا۔

ازالۃ العار میں تو ختم نبوت کے منکر پر کفر کا فتویٰ صفحہ ۵ پر درج ہے اُس سے کیا استدلال ہو سکتا ہے وہ تو ہمارا مؤید ہے۔

یہ کہنا محض غلط بیانی ہے کہ مقلدین کے نزدیک اور غیر مقلدین کے نزدیک مقلدین کا نکاح باطل اور زنا محض ہے ایک بھی تمام دنیا میں اس کے متعلق فتویٰ نہیں۔ وہاں توصرف تقلید یا رفع یدین یا آمین بالجہر وغیرہ کا اختلاف ہے کفر و اسلام فسخ نکاح کا اختلاف ہی نہیں۔ نہ اُس کا کوئی فتویٰ نہ مقدمہ۔

اُس کے بعد اس اچھے طرز خطاب کو عدالت خود ملاحظہ فرمالے" اور آج کل کے مسلمانوں کا گذارہ اُن کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے"

ابلیس کی تکفیر اور اُس کی غلط فہمی اور کسی کے کافر نہ ہونے کی مکمل تشریح ہیڈنگ "کیا تکفیر وجہ ارتداد و فسخ نکاح ہو سکتی ہے" کے تحت میں کرچکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس میں نمبر (۷) کا بھی جواب آگیا۔

(۸) مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ "اگر ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاوؤں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے جاری کرنا چاہتی ہے تو اُس کے اختیار میں ہے۔ لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون خاص کے جاری کرنے سے پہلے شرعاً عقلاً قانوناً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کرے"۔ محض لغو ہے۔ ریاستی قانون سے نہ ہم واقف نہ ہمیں تبصرہ کا حق۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے اُس پر نکتہ چینی کرے ہمیں توصرف یہ گذارش کرنا ہے۔ کہ نہ اب یہاں فتووں پر دار و مدار نہ کسی مولوی کی شریعت پر اب تو قرآن و حدیث و فقہ حنفی سے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پیش کی گئی ہے۔ اور اسلامی عدالت شریعت محمدیہ کی پابند ہے۔ خصوصاً نکاح و طلاق وغیرہ میں سوائے شریعت محمدیہ اور فقہ حنفی کے ریاست میں بھی کسی اور قانون پر مسلمانوں کے معاملہ میں عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔ جب کہ برٹش حدود میں بھی یہ مسلم ہے اس غلط پروپیگنڈا کی تردید میں گذارش ہے کہ:۔

جب مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی تصریحات ہیں کہ جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے اور ان کی بیعت میں داخل نہیں خواہ ان کا نام بھی نہ سنا ہو خواہ عمر بھر مدح سرائی کی ہو کافر دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر شیطان اور جہنمی اور حرامی اور سؤر ہے۔

تو اگر اس جماعت کو مسلمان مان لیا جائے اور اُن کے اسلام کا کسی اسلامی ریاست میں فیصلہ کیا جائے تو اس کے یہ معنیٰ ہوں گے کہ تمام چالیس کروڑ مسلمان عرب و عجم صوفیاء اور علماء، و سجادہ نشین و مخادیم سلاطین و نوابان و حکام سب کے سب کا فر خارج از اسلام جہنمی وغیرہ ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا ۔ جو کسی طرح مناسب نہیں ۔

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کے اقرار کی توجیہہ محض فضول ہے ۔ کیونکہ جب گواہ نمبر ۲ نے ۲۱ مارچ ۳۳ء کو یہ تسلیم کر لیا ۔ کہ "جہاں قرآن و حدیث میں مسئلہ مصرح نہ ہو وہاں فقہ حنفی پر عمل کریں گے" اور اسی تاریخ یہ بھی تسلیم کر چکا کہ "مسئلہ فسخ نکاح قرآن و حدیث کا مصرح نہیں" اور یہ بھی تسلیم ہے ۔ کہ فقہ حنفی کا متفقہ مسئلہ مرتد کے فسخ نکاح کا ہے تو اب اس تسلیم کے بعد تاویل اور اس سے گریز ناممکن ہے ۔ اور اس پر کسی مزید بحث کی ضرورت ہی نہیں ۔

اصولی اختلاف

اس اصولی اختلاف کا حوالہ نہج المصلی صفحہ ۲۷۷ سے اور اصولی و فروعی دونوں قسم کے اختلاف ہونے کی تصریح گواہ مدعا علیہ ۲ کی جرح ۲/ مارچ ۳۳ء سے پیش کر چکا ہوں ۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل تاویلات کر ۔

(۱) مدعا علیہ نے اپنے بیان میں یہ بتایا ہے ۔ کہ مسلمان ہوں ۔ اور کوئی عقیدہ اسلام کے خلاف نہیں ۔

(۲) اصولی اختلاف سے خلیفہ اول کی یہ مراد نہیں ۔ کہ نماز و روزہ وغیرہ میں اختلاف ہے ۔

(۳) گواہ مدعا علیہ نے کہا تھا ۔ کہ ایک لحاظ سے فروعی اختلاف بھی ہو سکتا ہے ۔

الجواب

(۱) یہ دعوی مدعا علیہ جب صحیح ہوتا ۔ کہ اس کا ایمان مرزا صاحب اور اس کے خلفاء پر نہ ہوتا ۔ مگر اُن پر ایمان لانے اور اس پر قائم رہنے کی حالت میں وہ اُس کا پابند ہے ۔ اور یہ زبانی اقرار محض مغالطہ اور الفاظ بے معنی ہیں جیسا کہ مفصل شہادت و بحث میں گزر چکا ۔

(۲) ہم کب کہتے ہیں ۔ کہ اس کی مراد نماز و روزہ کا اختلاف ہے ۔ بلکہ اصل اصول دین توحید و رسالت و اسلام و کفر کا اختلاف ہم بھی مانتے ہیں ۔ اُن کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا ایمان نہ لانا کفر ۔ ہمارے نزدیک نہ ماننا ایمان اور مرزا صاحب کا ماننا خالص کفر ہے ۔ نہ معلوم یہ غلطی فہمی مختار مدعا علیہ کو کہاں سے لگی ۔

(۳) یہ تو گواہ مدعا علیہ نمبر ا کے الفاظ پیش کیے اور میں نے حوالہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۲/ ۲ مارچ ۳۳ء سے دیا ہے اور اس کے بجنسہ الفاظ بھی اوپر پیش ہو چکے ہیں ۔ پس یہ تمام تاویلات لاطائل اور ناقابل التفات ہیں ۔

کیا مدعا علیہ اور مدعیہ کا علیحدہ علیحدہ مذہب ہے

تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ کو اس میں بھی تامل ہے۔ اور تاویل کی سعی کرتا ہے۔ حالانکہ دونوں میں اصولی و فروعی اختلاف ہے۔ مدعا علیہ اپنے زعم میں مسلمان اور مدعیہ اس کے نزدیک پکے کافر و خارج از اسلام ہیں۔ نہ نماز اس کی جائز نہ مناکحت بخلاف مدعیہ کے کہ اس کا مذہب اسی طرح مدعا علیہ کو کافر و مرتد قرار دیتا ہے۔ نیز مدعیہ کے نزدیک مدار نجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک مرزا صاحب کی تعلیم۔ مدعیہ کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا کفر مدعا علیہ کے نزدیک اسلام۔ اگرچہ زبان سے دونوں مدعی اسلام اور مقر پابندی قرآن و حدیث ہیں۔ مگر مدعیہ کے نزدیک وہی قرآن قابل عمل ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک قرآن آسمان پر اٹھ گیا تھا۔ مرزا صاحب دوبارہ آسمان سے لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیح کسی اور کی وحی والہام سے مدعیہ کے نزدیک رد نہیں ہوسکتی۔ مگر مدعا علیہ کے نزدیک جو احادیث (اگرچہ صحیح ہوں)۔

مرزا صاحب کے وحی والہام کے خلاف ہیں وہ ردی کی طرح پھینکدی جائیں گی۔ مدعا علیہ کے نزدیک قرآن پاک کا وہی مطلب صحیح اور قابل عمل وحجت ہے۔ جو مرزا صاحب کے اسلام و مذہب کے مطابق ہو۔ یعنی جو مرزا صاحب اور اس کے دونوں خلفاء بیان کریں۔ اور بس ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۲ ۲۳ر و ۲۱ر و ۲۷ر ۲۹ر مارچ ۳۳ء نیز گواہ ۱ مدعا علیہ کا جواب کہ مرزا صاحب کی وحی سب صحیح ہے۔ مگر احادیث کل صحیح نہیں۔

مگر مدعیہ کا اسلام و مذہب یہ ہے کہ قرآن پاک کا وہی مطلب قابل ایمان و عمل ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ جو صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین اولیائے امت علمائے ربانیین و بزرگان دین سمجھے اور کسی کا سمجھنا قابل اعتقاد و عمل نہیں۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ کی تمام تاویلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ۔

(۱) گواہ مدعا علیہ ۱ کا جرح میں یہ مطلب نہ تھا۔ بلکہ صرف حدیث کے قرآن سے مطابقت کے سوال کا جواب تھا۔

(۲) بہرحال خلفاء کا فیصلہ ہمارے لیے درست اور قابل تسلیم ہے۔ آخر ہر شخص اپنے مقتدا اور امام کے فیصلہ کا پابند ہوگا۔

(۳) علامہ محمد قاسم صاحب بانی دیوبند کا بھی یہی مذہب ہے۔ جو گواہان مدعا علیہ نے بیان کیا۔

الجواب

یہ محض تاویلات ناقابل التفات ہیں کسی جواب ہی کی ضرورت نہیں۔ تاہم میں مختصراً جواب ترتیب وار عرض کرتا ہوں۔

(۱) میں نے اس سلسلہ میں جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۱ / ۲۳ / ۲۷ / ۲۹ / مارچ ۱۹۳۳ء کے جوابی فقرات پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ گواہ ۲ کے قول کو لے کر شرح کر رہا ہے۔ اسے وہاں کوئی خاص دلیل قرار نہیں دیا گیا۔ نیز جو جواب بطور ضابطہ کلیہ کے لکھایا جاتا ہے۔ وہ سوال تک ہی محدود نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا عام مفہوم معتبر اور مراد ہوتا ہے۔

علاوہ بریں جب کہ حدیث وہ معتبر ہوئی جو قرآن کے مفہوم کے موافق ہو۔ اور قرآن کا وہی مفہوم درست ہے جو مرزا صاحب یا اُن کے خلفاء بیان کریں تو مطلب تو پھر وہی ہو گیا۔ کہ حدیث وہی معتبر ہو گی جو مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء کے بیان کے موافق ہو۔ اور قرآن میں اللہ کی بھی مراد وہی ہے۔ جو ان ہر سہ صحابؓ کے بیانوں میں ہے "بہر حال تمام دین کا دارومدار بھی صحابہ ثلثہ ٹھہرے اور بس۔

(۲) بہر حال مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلفاء ہی کا فیصلہ درست مانتا ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے امام ہیں۔ پس مدعی کو بھی حق ہے کہ بہر حال فیصلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے خلفاء راشدین، صحابہ و ائمہ ھدیٰ و امام ابو حنیفہ کا فیصلہ درست مانے۔ کیونکہ وہ اُس کے امام اور مقتدا ہیں۔ اس طور پر بھی دونوں کے مذہب کا فرق بکلی واضح رہا اور اتحاد کا دعویٰ باطل۔

(۳) حضرت مولانا نوتویؒ نے عیاذاً باللہ کسی کتاب میں بھی اشارۃً و کنایۃً وہ مذہب نہیں لکھا۔ جو گواہان مدعا علیہ بیان کرتے ہیں۔ نہ اُن کے نزدیک صحیح احادیث کسی امتی کی وحی یا الہام کے خلاف ہونے سے ردی کی طرح پھینک دینے کے لائق ہیں۔ وُہ صرف حدیث پر روایۃً و درایۃً تنقید کا ذکر فرما رہے ہیں اور شیعوں کے مقابل اہل سنت کا یہ اصول پیش کر رہے ہیں۔ کہ حدیث قرآن کے خلاف اہل سنت نہیں مانتے نہ یہ کہ کسی کی وحی کے مخالف احادیث صحیحہ تک ردی کی طرح پھینکنے کو فرما رہے ہیں۔ مفصل توہین احادیث کے سلسلہ میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

یہ محض حضرت مولاناؒ پر بہتان اور مختار مدعا علیہ کا صریح مغالطہ ہے۔

مرتد کے معنوں میں تاویل

اُس کے بعد کچھ مرتد کے معنوں میں ترمیم کر کے مدعا علیہ کا اقرار اسلام کو پیش کر کے اُسے ارتداد سے بچانا چاہتے ہیں مگر واضح رہے کہ ضروریات دین سے انکار اور مدعی نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کے دعاوی والہامات کی تصدیق کے بعد ہزار زبان سے اقرار ہو بہر حال شرع محمدیؐ میں وُہ مرتد اور کافر ہی ہو گا۔ جیسا کہ اوپر اصل بحث اور جوابی سلسلہ پر بیانات گواہان مدعیہ میں مفصل حوالے گذر چکے ہیں۔ اور یہ مقدمہ مسل واپس ہونے کے بعد از روئے شرع شریف فیصل ہو رہا ہے۔ وہ قانونی نظائر جس میں مسلمان ہونے کے واسطے صرف زبان سے مسلمان کہنا کافی تھا گو تمام

اسلامی شعائر کا منکر اور کافروں سے بدتر کافر ہو۔ وہ قانون غیر متعلق کا مقدمہ کے اس دور میں کوئی علاقہ نہیں نہ مسل کے واپس ہونے کے بعد پہلی کوئی کارروائی سوائے عرض دعویٰ و جواب دعویٰ و تنقیح کے حجت ہے۔

مختار مدعیہ کے نزدیک فسخ نکاح کی ایک اور وجہ

اس ہیڈنگ کے تحت لایعنی تاویلات سے اس نظیر کو مختار مدعا علیہ رلانا چاہتا ہے۔ جو میں نے مدعا علیہ کے ہی جناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶ سے پیش کی تھی۔ اور اسی قسم کی تاویل گواہان مدعا علیہ نے جرح میں اس کے پیش ہونے کے بعد کی تھی۔ باوجودیکہ اُن تاویلات کا جواب اصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مگر پھر بھی وہی ایک دوسرے رنگ میں پیش کردیں۔ لہٰذا اب دوسرے جوابی رنگ میں جواب بھی عرض ہے۔

مقدمات مسلمہ :-

(۱) مدعا علیہ نے جو پہلے احمدی نہ تھا۔ اور بعد نکاح اس نے احمدیت اختیار کی۔

(۲) غیر احمدی سے احمدی یا احمدی سے غیر احمدی ہونا دوسرا مذہب اختیار کرنا یا مذہب بدلنا کہا جاتا ہے۔

جرح گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ ۲۳ / مارچ ۳۳ء

(۳) ان دونوں مقدمات مسلم ہونے کے بعد میں نے مندرجہ ذیل نظیر مرزا صاحب کی کتاب چشمۂ معرفت سے پیش کی تھی۔

"جب عورت مرد کو ظالم پاوے یا وہ اس کو ناحق مارتا ہو یا اور طرح سے ناقابل برداشت بدسلوکی کرتا ہو یا کسی اور وجہ نا موافقت ہو یا وہ مرد دراصل نامرد ہو یا تبدیل مذہب کرے یا ایسا ہی کوئی اور سبب پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے عورت کو اس کے گھر میں آباد رہنا ناگوار ہو تو ان تمام حالتوں میں عورت یا اس کے کسی ولی کو چاہیئے کہ حاکم وقت کے پاس یہ شکایت کرے اور حاکم وقت پر یہ لازم ہوگا کہ اگر عورت کی شکایت واقعی درست سمجھے تو اس عورت کو اس مرد سے اپنے حکم سے علیحدہ کردے اور نکاح کو توڑ دے لیکن اس حالت میں اس مرد کو بھی عدالت میں بلانا ضروری ہوگا کہ کیوں نہ اس کی عورت کو اس سے علیحدہ کیا جائے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶)

جس کے بعد نتیجہ ظاہر ہے کوئی بھی تاویل ممکن نہیں جب کہ مدعا علیہ نے احمدیت اختیار کرکے باقرار و تسلیم اپنے گواہ کے مذہب بدلایا اور مذہب بدلنے پر مرزا صاحب بھی اس کی منکوحہ کو حاکم مجاز کے پاس درخواست فسخ نکاح کی اجازت دیتے ہیں اور حاکم مجاز کو ہدایت فرماتے ہیں کہ اس پر لازم ہے نکاح فسخ کردے۔

لہٰذا مقدمہ مرزا صاحب کے مسلک پر بھی بحق مدعیہ ہونا چاہیے اور نکاح فسخ خلاصہ تاویلات ھذا۔

(۱) مدعا علیہ نے ان مضمون میں مذہب تبدیل نہیں کیا بلکہ یہ معنی تو منصف احمد پور شرقیہ کے نتیجہ غلط اخذ کرنے سے پیدا ہو گئے اس کی ۹ فروری ۱۹۲۷ء کی درخواست ملاحظہ ہو۔

(۲) مذہب کا لفظ اسلامی فرقوں اور دین دونوں کے معنی میں آتا ہے چند امثلہ۔

(۳) مدعا علیہ چونکہ اسلام پر قائم ہے اس لیے مقدمہ خارج ہونا چاہیئے۔

(۴) گواہ نے مذہب بدلنا دین بدلنے کے معنی میں نہیں لیا بلکہ مذہب کے معنی روش اور طریقہ کے ہیں اس نے طریقہ بدلنے کے معنی میں لیا ہے۔

(۵) مرزا صاحب کی غرض مذہب بدلنے سے چشمہ معرفت میں وہ تبدیلی ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین عیسوی موسوی وغیرہ اختیار کرے کیونکہ وہ کتاب ہی غیر مذاہب کے مقابلہ پر ہے۔

الجواب

عدالت خود میری اصل بحث سے ان تاویلات کا مقابلہ فرمائے ایک بھی وہاں سے ربط نہیں رکھتی کہ ان سے اصل بحث کے مضمون پر کوئی زیادہ زد پڑتی ہے تاہم جواب الجواب کے رنگ میں مختصراً ترتیب وار عرض کرتا ہوں تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ واضح ہو جائے۔

(۱) مدعا علیہ کے کسی خاص معنی یا لفظ تبدیل مذہب پر اس کی بناء نہیں قرار دی گئی وہ تو تائید تھی بلکہ صرف اس کا احمدی ہونے کا اقرار ہمارے مدعا کا مثبت اور اس پر وہ جواب دعوئے سے اپنی آخری شہادت تک قائم رہا لہٰذا ہمیں منصف احمد پور شرقیہ کے نتیجہ کی صحت وسقم اور اس کی ۹ فروری ۱۹۲۷ء کی درخواست سے کوئی سروکار نہیں مقدمہ اولیٰ تو صرف یہ ہے کہ پہلے غیر احمدی تھا اور بعد نکاح احمدیت اختیار کر لیا۔

(۲) مذہب کا لفظ جن معانی میں آتا ہو اس سے غرض نہیں یہاں اس نے جو مذہب ترک کیا ہے وہ اس کے نزدیک دین و اسلام ہی نہ تھا بلکہ اس پر رہنا اسلام سے خروج اور کفر تھا اور اب احمدی ہونا دین اسلام ہے لہٰذا یہاں اس کے نقطہ نظر سے صرف مسلک بدلنا نہیں بلکہ دین بدلنا ہے۔

نیز اسلامی فرقوں کی تبدیلی میں جہاں لفظ مذہب استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حنفی شافعی مالکی حنبلی وہاں اس میں کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ فروعی ہے۔ اور ایک دوسرے کے پیچھے بلا کراہت نماز پڑھتے اور ایک دوسرے کو نہ صرف مسلمان بلکہ حق پر جانتے ہیں اور وہاں لفظ مذہب ان مذکورہ بالا قرائن کی وجہ سے مجازاً بمعنی مسلک بولا گیا ہے بخلاف احمدیت اور غیر احمدی مسلمانوں کے کہ یہاں اسلام و کفر کا فرق ہے اصولی و فروعی دونوں قسم کے اختلافات مسلم نہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز جائز نہ سلسلہ مناکحت جیسا کہ تفصیلاً حوالوں سے اوپر گذر چکا پس یہاں اگر لفظ مسلک بھی بولا جاتا تو مجازاً مذہب و دین بدلنے کے معنیٰ میں لیا جاتا چہ جائے کہ صاف مذہب

بدلنے کا لفظ موجود ہے۔

(۳) یہ فیصلہ قبل از وقت ہے کہ مدعا علیہ اسلام پر قائم ہے۔ لہٰذا مقدمہ خارج ہونا چاہیئے اس کے اسلام و کفر و ارتداد کا مسئلہ زیر بحث ہے یہی تنقیح ہے اس پر شہادت و بحث ہے لہٰذا اُس کا یہاں تذکرہ ہی فضول ہے شہادت سے تو اُس کا کفر ہی ثابت ہے مرزا صاحب کی اتباع کے بعد اس کے ارتداد و کفر میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں جیساکہ مدلل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور وہ تمام حوالے مرزا صاحب اور دیگر کتب کے جرح میں بھی پیش ہو چکے اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) گواہ نے ہرگز روش اور طریقہ بدلنے کے معنیٰ میں نہیں لیا ورنہ وہ اپنے معتقدات کی بنا پر لے سکتا ہے کیونکہ غیر احمدی ہونا اس کے نزدیک صریح کفر اور خروج از دائرہ اسلام بلکہ پکا کفر ہے اور اس پر وہ اپنا ایمان زوردار لفظوں میں جرح آئینہ صداقت کے سلسلہ میں ۳۳ء میں بتا چکا ہے پھر طریقہ بدلنے کے معنیٰ میں کیونکر ہو سکتا ہے طریقہ اور روش بدلنا وہاں ہوتا ہے جہاں دونوں اصولاً متحد ہوں اسلام و کفر کا فرق نہ ہو بعض جزئیات و فروع میں اختلاف ہو جیسے حنفی شافعی چشتی و نقشبندی کہ سب ایک دوسرے کے نزدیک مسلمان اور حق پر ہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز شادی بیاہ کا تعلق قائم وغیرہ وغیرہ۔

پس مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ گواہ کی مراد سے بالکل خلاف ہے یہاں مذہب بدلنا یوں ہی ہے جیسا کہ یہودی۔ و نصرانی یا ہندو ہونا یا اس سے پھرنا۔ چنانچہ مسلمانوں کو عیسائی یہودی ہندوؤں کی طرح اس نے خود بحوالہ ملائکۃ اللہ صفحہ ۴۶ تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا ایمان مذہب بدلنا بمعنے دین بدلنے کے ہے نہ کہ روش اور طریقہ بدلنے کے معنے ہیں واقعات اور گواہ ۲ کا عقیدہ اس کی زبردست تردید کرنے کو کافی ہیں۔

(۵) جو غرض مرزا صاحب کی چشمہ معرفت میں مذہب بدلنے کی مختار مدعا علیہ بیان کرتا ہے اولاً اس کی طبع زاد ہے وہاں کوئی بھی کسی قسم کا سیاق و سباق میں قرینہ نہیں اور یہ کہنا کہ وہ غیر مذاہب کے مقابلہ پر لکھی گئی ہے بداہتہً غلط اور قرینہ نہیں کیونکہ اُس میں غیر مذاہب سے کچھ کم مسلمانوں کی تردید نہیں۔ اور اگر بفرض محال ہم انہی کے قول کو تسلیم کریں کہ وہ تبدیلی مراد ہے۔ کہ اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین عیسائی یہودی وغیرہ اختیار کرے تو بھی ہمارا مدعا اُسی طرح ثابت ہے کیونکہ غیر احمدی مسلمان ان حضرات اور ان کے خلفاء کے نزدیک یہودی نصرانی اور ہندوؤں کی طرح کافر ہیں ملاحظہ ہو ملئکۃ اللہ صفحہ ۴۶ اور اس کی تائید مرزا صاحب کے کلام سے لی گئی ہے۔ پس غیر احمدیوں اور احمدیوں میں ویسا ہی اختلاف رہا جیساکہ اسلام اور یہودیت و نصرانیت و ہندویت میں لہٰذا بہر حال تبدیلی مذہب کا لفظ واقعہ زیر بحث سے متعلق اور اس کو پورے طور پر حاوی رہا لہٰذا اس کی رُو سے مسلمہ طور پر مرزا صاحب کے فیصلہ کے مطابق نکاح ضرور فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ ہونا چاہیئے۔

فسخ نکاح کی ایک اور وجہ

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے میری ایک زبردست وجہ فسخ نکاح کو جو نہایت بدیہی اور واضح تھی مخدوش کرنا چاہا ہے میں نے عرض کیا تھا کہ ابتدائی مرحلہ میں مقدمہ مدعیہ کے خلاف دو وجہوں سے ہوا۔ پہلا ممالک غیر کا فتوےٰ نہیں پیش ہو سکا ت ۲ دوسرے قانونی بعض نظائر موجود تھے مگر اب جب کہ ممالک اسلامیہ کا ایک زبردست فتویٰ علماء حرمین مکہ و مدینہ کا ور مسمی بحسام الحرمین" مختار مدعا علیہ نے خود علماء دیوبند کی تکفیر کے سلسلہ میں پیش کر دیا جس کے کہ شروع میں مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے متبعین کے معتقدات ایسے ہیں اور اسی لین میں انہیں عقائد میں چونکہ علماء دیوبند کا تذکرہ تھا لہٰذا ان پر بھی کفر آگیا جب انہیں وہ غلط فہمی رفع ہوگئی اور اس کی تردید ہوگئی تو وہ فتویٰ واپس لے لیا۔ جس کے لیے غایۃ المامول علامہ برزنجی مدنی کا پیش کیا تھا۔ بہر حال وہ فتویٰ مرزا صاحب کے حق میں اب تک باقی ہے۔ اور خود مدعا علیہ کے شاہد کا پیش کیا ہوا۔ اور نہ صرف ممالک اسلامی بلکہ حجاز و حرمین کا مسلم علماء و مشائخ کا دوسرا فتویٰ علماء شام کا جو گواہ مدعیہ نمبر ۳ نے پیش کیا اور فیصلہ دربار میں یہ موجود ہے کہ کفر و اسلام کا معاملہ علماء اسلام ہی کر سکتے ہیں۔ پس علماء حرمین و ممالک اسلامیہ کے فیصلہ و فتوے کے بعد مرزا صاحب اور اُن کے متبعین کا ارتداد بلا شبہ ثابت ہے نیز علماء اسلام میں کوئی ایک مسلم عالم یا کوئی ایک اسلامی فرقہ بھی اس کے خلاف نہیں۔ دوسرے نظائر پیش کردہ کو فیصلہ دربار معلےٰ نے غیر متعلق قرار دے دیا۔ ملاحظہ ہو فیصلہ دربار معلےٰ پس اب یقیناً نکاح فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیئے۔

(خلاصہ تاویلات)

(۱) وہ شام کے علماء کا فتویٰ نہیں۔ بلکہ میرے ایک ٹریکٹ کا جواب ہے جو رشید قاسم نے لکھا ہے۔ اور وہ ایک تاجر ہے اُس کی قابلیت اور دماغی حالت معلوم کرنے کے واسطے یہی کافی ہے۔

(۲) گواہ مدعیہ ت ۳ سے جب جرح میں دریافت کیا تو رشید قاسم سے لاعلمی ظاہر کی۔

الجواب

(۱) یہ عجیب بات ہے۔ کہ وہ فتویٰ نہیں ہے کیونکہ رشید قاسم ایک تاجر آدمی ہیں اور تاجر عالم نہیں ہو سکتا حالانکہ تمام انبیاء حتیٰ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تجارت کی تاجر ہونا نہ نبوت کے منافی ہے۔ نہ خلافت و ولایت کے نہ علم و کمال و اتقاء کے باقی چونکہ انہوں نے ممالک اسلامیہ اور خصوصاً شام میں مرزا صاحب کے خلاف ایک بیداری پیدا کر دی ہے۔ اور ان کے متبعین کو اُن سے سخت صدمہ ہوا ہے۔ یہ اُن کی دماغی و علمی حالت پر جو بھی تبصرہ کرے بجا ہے۔ بہر حال وہ ایک عالم کا فتویٰ ہے اور دوسرے علماء اُس کے مؤید ہیں وہ مفصل فتویٰ اور اس

کا ترجمہ اخبار مدینہ بجنور اور اخبار زمیندار لاہور میں متعدد مرتبہ علماء شام کے فتویٰ کے ہیڈنگ سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے نیچے دیگر علماء کے بھی دستخط ہیں۔
یہ تمام تاویلات محض بے کار ہیں۔

(۳) گواہ مدعیہ نمبر ۳ نے اپنی ذاتی ملاقات کا انکار کیا ہے۔ باقی ان کے علم و فضل کا کوئی انکار اور اس سے لاعلمی نہیں اور نہ کسی کی علمی شہرت معلوم کریں۔ اس سے بلا واسطہ ملاقات کی شرط ہے۔ ملاحظہ ہو اصل الفاظ جرح گواہ مدعیہ نمبر ۳ مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۳۳ء اور اگر بالفرض مختار مدعا علیہ کے یہ شبہات ہم صحیح تسلیم کر لیں گو صحیح نہیں جیسا کہ ابھی عرض کر چکا ہوں تو بھی ہمارا اصلی استدلال بحالہ موجود ہے۔ کیونکہ اولاً تو میں نے انہیں کا پیش کردہ فتویٰ علماء مکہ و مدینہ حسام الحرمین کو بناء استدلال بنایا ہے۔ اس کا کوئی جواب بھی نہ دے سکے بہر حال ایک فتویٰ نہ صرف علماء ممالک اسلامیہ بلکہ خیر البلاد حجاز کے مسلّم علماء و مشائخ گواہ مدعا علیہ کا پیش کردہ موجود اور لاجواب و مسلم ہے۔ پس فتوے ممالک اسلامیہ کا ثابت ہے۔ اور نظائر قانونی بروئے فیصلہ دربار معلیٰ غیر متعلق ہیں۔ پس مقدمہ بحق مدعیہ یقیناً ڈگری ہونا چاہیئے۔

نوٹ:

اس کے بعد حسام الحرمین اور علماء دیوبند و بریلی کا طولانی قصہ ہے۔ جسے میں اخیر بحث میں جب کہ اپنے گواہوں پر سے اعتراضات دفع کروں گا۔ اس وقت لوں گا۔ اور وہیں سے یہ دراصل متعلق بھی ہے۔

(گواہان مدعا علیہ پر تنقید کا جواب)

اس سلسلہ میں جو میں نے مکمل لسٹ پیش کی تھی۔ اس کے بعض نمبروں کی کچھ تاویلیں مختار مدعا علیہ نے کرنی چاہی ہیں۔ اور اکثر تو بالکل لاجواب اور گواہوں کے ناقابل اعتبار ثابت کرنے کو کافی ووافی ہیں۔ ان تاویلات کا خلاصہ لے کر نمبروار جواب مگر نہایت ہی مختصر عرض کرتا ہوں ہاں پہلے اپنے اصل اعتراضات اور تنقید کا خلاصہ بھی مختصر الفاظ میں پیش کر دوں تاکہ بعد کو متعدد مرتبہ اسے نہ لانا پڑے۔

خلاصہ تنقید۔

یہ اصل فریقین کو مسلّم ہے۔ کہ کسی کا مذہب دریافت کرنے کے لیے ضروری ہے۔ کہ اس کی تمام کتابوں کو دیکھ کر حکم لگایا جائے۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ عنوان علماء کو کفر کا فتویٰ لہٰذا کوئی کسی سلسلہ کا تمام لٹریچر دیکھے بغیر اس کے اسلام کے متعلق اخیر فیصلہ نہیں دے سکتا۔ کیوں کہ اس کے اسلام کا پتہ تو جب چل سکتا ہے۔ جب کہ اس کے تمام معتقدات کا علم ہو اور معلوم ہو جائے کہ اس کا کوئی بھی عقیدہ کفریہ اسلام کے خلاف نہیں بخلاف کفر کا حکم لگانے کے واسطے اگر قطعی طور پر ایک کسی کا صریح وصاف کفریہ معلوم ہو جائے۔ تو کفر کا حکم ان معلوم کفریات پر لگا سکتے ہیں۔

گو دیگر کفریات یا اس کے تمام معتقدات کا علم نہ ہو۔ کیونکہ اسلام تو مجموعہ اعتقادات کے بعد ثابت ہوگا۔ اور کفر کے واسطے ایک صریح وجہ بھی کافی گو اور کسی چیز کا علم نہ ہو۔

مثلاً ایک شخص صراحتہً نماز کی فرضیت کا انکار یا قرآن کا انکار یا بت کو سجدہ کرے۔ تو ہم صرف اسی پر حکم کفر لگا سکتے ہیں۔ گو دوسرے حالات کا ہمیں علم بھی نہ ہو۔ اسی اصول پر مرزا محمود صاحب نے تمام چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج صرف مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان تمام مسلمانوں کے تمام معتقدات کا ان کو پتہ بھی نہیں۔ اور گواہ مدعا علیہ ۱ جو سلسلہ احمدیت یا مذہب مرزائیت اور اس کے بانی و متبعین کا اسلام ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوا ہے۔ اس کا یکم مارچ ۳۳ء بجواب جرح اقرار ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے سب لٹریچر نظر سے نہیں گزرے۔ جو اس وقت تک شائع ہوئے اب اس معاملہ میں اس کی گواہی کا ناقابل اعتبار ہونا بالکل واضح تھا۔ مگر اس میں بھی غیر متعلق تاویلات کیں۔

(خلاصہ تاویلات)

(۱) گواہ مدعیہ کی جرح کی عبارت محرف کرکے پیش کی اور عدالت کو مغالطہ دیا۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس وقت تک جس قدر لٹریچر شائع ہو چکے ہیں۔

وہ سب میری نظر سے نہیں گذرے۔

(۲) اس سے دیگر مصنفین کی تصانیف مراد ہیں۔ جن کا دیکھنا ضروری نہیں۔ نہ کتب مرزا صاحب۔

(۳) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ کسی کا کفر ثابت کرنے کے واسطے اس کی تمام تصانیف کا دیکھنا ضروری نہیں قطعاً باطل ہے۔ بلکہ مبہم و ذوالوجوہ عبارات دوسری عبارات سے حل ہوں گی۔ نیز اس کے سیاق و سباق و دیگر تصانیف سے۔

(۴) مختار مدعا علیہ کا اصول گواہ مدعیہ ۱ کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو جرح ۲۰ اگست ۱۹۳۲ء ایک مصنف کا جب تک ماقبل و مابعد معلوم نہ ہو۔ اور اس کی دوسری تصانیف سے اس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کر لیا جائے۔

(۵) اور واضح رہے کہ فتویٰ دینے کے بارہ میں گواہ مدعیہ ۱ کا قول بہ نسبت مختار مدعا علیہ کے قول کے زیادہ معتبر اور ماننے کے قابل ہے۔ کیونکہ گواہ مدعیہ ۱ بقول اس کے دارالعلوم دیوبند کا مفتی ہے۔ اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ نہیں۔

(۶) پھر گواہ مدعیہ ۱ کو بھی اس کی جرح سے ایک فقرہ سے مجروح کرنے کی سعی کی۔

الجواب

(۱) میں نے کوئی بھی عبارت محرف نہیں کی عدالت کو خود ملاحظہ مسل کے وقت معلوم ہو جائے گا۔ میں نے وہاں بھی اصل عبارت پیش کی تھی۔

حوالہ یہ محض مغالطہ ہے۔

(۲) یہ تاویل کہ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر سے مرزا صاحب کے سوائے دوسرے مصنفین کے مراد ہیں محض غلط اور اب بحث ناقابل التفات ہے۔ گواہ اپنے الفاظ کا پابند ہے۔ نیز کسی سلسلہ یا مذہب کے لٹریچر میں اس کے بانی سلسلہ کا لٹریچر سب سے مقدم آتا ہے لہٰذا یہ تخصیص علاوہ بے ربط ہونے کے تحقیق کے بھی خلاف ہے۔ پھر سلسلہ احمدیہ میں جس طرح مرزا صاحب کی تصانیف قابل ایمان لانے کے ہیں۔ یوں ہی اُن کے خلفاء کی بس مرزا صاحب کے سوا مطلقاً دیگر تصانیف کا اخراج بھی نافع نہیں۔ اور گواہ آئینہ صداقت مرزا محمود صاحب کے مطالعہ سے صراحتہً انکار کر چکا ہے بہر حال یہ تاویلیں فضول ہیں۔ اور سلسلہ کی کل کتب یقیناً اس نے نہیں پرکھیں۔ جیسا کہ جرح میں جا بجا آیا ہے۔ اور اس قدر لاعلمی کے ساتھ اس سلسلہ کی صفائی کے گواہ ہرگز قابل نہیں ہو سکتے۔

(۳) میں نے اس مسئلہ کو مدلل امثلہ سے بیان کیا ہے۔ کسی حاشیہ آرائی کا وہ محتاج نہیں مصرح کفر ہونے کے لیے کل عقیدے یا کل کتب کے مطالعہ کی حاجت نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلقاً دعویٰ نبوت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً آخری نبی ہونا وغیرہ ایسا مصرح ہے کہ کسی کتاب میں ۱۹۰۱ء کے بعد اس کے خلاف نہیں وغیرہ ذلک۔ باقی مبہم عبارات کے حل کے لیے ضرور اس عبارت یا مخصوص اسی مسئلہ کے متعلق اس شخص کی دیگر تصانیف دیکھنی ہوں گی تمام کی تمام دیگر مسائل کے متعلق اُس کی تصانیف دیکھنا کوئی ضروری نہیں اور یہی مطلب صرف گواہ مدعیہ عـا کا ہے۔ اصل بحث و جرح سے عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ تاویل محض بیکار ہے۔

خیر فتویٰ کے متعلق مولانا محمد شفیع صاحب گواہ مدعیہ عـا کو زیادہ معتبر اور ماننے کے لائق تسلیم کر لیا۔ اور انہیں ہندوستان کی مرکزی درس گاہ کا مفتی بھی اس سے تو ہمارے گواہ کی توہین ہے بہر حال اُن کا فتویٰ تکفیر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق مذہبی نقطہ نگاہ سے مختار مدعا علیہ کے نزدیک بھی سب سے زیادہ معتبر اور قابل ماننے کے ہوگا۔ باقی رہا مختار مدعیہ کا معاملہ وہ نو نہ گواہ ہے نہ شاہد نہ اُس پر جرح کہیں پر کوئی اثر ڈالے اُس کے متعلق یہ کہنا کہ۔ اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ نہیں" یہ بھی اُس کی عزت افزائی ہے ورنہ مرزا صاحب تو ہم لوگوں کو بدذات فرقہ اور جنگلی سوٴر اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں ہمیں تو مختار مدعا علیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ آدمی تو مان لیا معمولی آدمی ہی سہی۔ ہمیں کب برابر ہونے کا دعوےٰ ہے۔ مرزا صاحب تو ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کو فرماتے ہیں کہ ایک معمولی آدمی تھا۔ کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ نہ ہونا معمولی آدمی ہونے کو کافی نہیں۔ نہ مختار مدعا علیہ کے نبی کسی یونیورسٹی کے سند یافتہ تھے نہ خلیفہ اول و دوم البتہ یہ اُس کی غلط بیانی یا ناواقفی ہے۔ کہ مختار مدعیہ کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ نہیں۔ اسے معلوم

ہونا چاہیئے کہ جس کے متعلق وہ کہہ رہا ہے ۔ وہ منشی فاضل و مولوی عالم و مولوی فاضل الہ آباد یونیورسٹی و لکھنؤ یونیورسٹی و پنجاب یونیورسٹی تینوں جگہ کا ہے ۔ اگر عدالت ضرورت محسوس فرمائے تو تمام سارٹیفکیٹ بھی پیش کئے جا سکتے ہیں میری غرض صرف مختار مدعا علیہ کے اوچھے پن کا اختیار کرنا ہے ۔ ورنہ وکیل پر تنقید کا کوئی اثر موکل یا کیس پر نہیں پڑتا ہاں اب یہ اصول تنقید مختار مدعا علیہ کے متعلق نہ بحثیت مختار بلکہ گواہ سلسلہ تنقید گواہان مدعا علیہ ان شاءاللہ پیش کیا جائے گا ۔

کل کتب مرزا صاحب کی بالاستیعاب نہ دیکھنا اور چیز ہے ۔ اور عبارت کا سیاق و سباق نہ دیکھنا اور چیز اصل مغالطے سے گواہ مجروح نہیں ہو سکتا ۔ دوسرے گواہ مدعیہ ۲ بحیثیت مفتی اسلام پیش ہوا ہے اور وہ شرعی مسائل کا دراصل شاہد ہے اگر وہ یہ عبارات بھی نہ دیکھتا جب بھی اس کی ان متنازعہ مسائل ختم نبوت وحی نبوت دعویٰ نبوت توہین انبیاء تکفیر امت انکار حشر اجساد وغیرہ میں معتبر اور بقول مختار مدعا علیہ قابل ماننے کے تھے مرزا صاحب کی عبارات کے واسطے تو گواہ الف و ۲ و ۴ پیش ہوئے ہیں جنہوں نے غالباً مرزا صاحب کے متبعین سے بہت زائد ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے ۔

(۲) دربار معلٰی کی توہین

یہ عدالت نے غیر متعلق قرار دے کر خارج کر دیا ہے لہٰذا اس پر کچھ بحث کی ضرورت نہیں البتہ اس کے تحت دو امر اور پیش کئے ہیں ایک تو اپنی صریح غلط بیانی کی تردید کرنے کی سعی کی ہے دوسرے دو غیر مجروح شاہدوں پر فرضی یا ظلی و بروزی جرح قائم کی ہے میں اس کے الفاظ کا خلاصہ کر کے جواب عرض کروں گا ۔

(خلاصہ تاویل مختار مدعا علیہ)

(۱) یہ کہنا کہ فتویٰ کفر کی بنیاد صرف علماء کے اقوال پر رکھی گئی ہے ۔ بجائے خود بالکل صحیح اور درست ہے ۔

(۲) شیخ الجامعہ صاحب نے جو دلائل پیش کئے تھے جب کہ مدعا علیہ کی طرف سے ان کا جواب ہو گیا تو گویا علماء کے اقوال ہی رہ گئے ۔

(۳) گواہان مدعا علیہ نے مدعا علیہ کے ایمان اور اس کا عقیدہ قرآن مجید اور حدیث اور سلف کے موافق ثابت کر دیا ہے لہٰذا مختار مدعا علیہ کا مذکورہ بالا اعتراض باطل ہے ۔

(۴) گواہ نمبر الف و ب کی شہادتوں میں وہی امور تھے جو دوسرے شاہدوں نے بیان کئے ہیں دوسروں کی جرح گویا ان پر ہے لہٰذا وہ بھی مجروح باطل ناقابل التفات ہو گئیں ۔

الجواب

(۱) یقیناً یہ کہنا رر کہ اس جدید دور میں تکفیر کی بنیاد صرف علماء کے اقوال پر رکھی گئی"
عدالت کے سامنے ایسی صریح غلط بیانی ہے کہ اس کے بعد اس گواہ کی گواہی قبول ہی نہیں ہو سکتی۔ عدالت خود مسل سے ملاحظہ فرمائے کہ کہیں کوئی بھی فتویٰ پیش نہیں کیا گیا تذکرہ علماء شام کے فتویٰ کا صرف دو لفظوں میں ذکر ہے باقی تمام مسائل آیات قرآنی احادیث نبویہ آثار صحابہ وتابعین و ائمہ فیصلہ متکلمین و اسلاف سے بوضاحت بلا کسی تاویل کے ثابت کئے گئے جس میں ہر اقسام سے تقریباً (۵۰) دلائل تو لاجواب ہیں جس کے جواب کا انہیں عمومی وخصوصی کسی طور پر تذکرہ تک نہ آیا پھر کیا یہ مذکورہ بالا قول کہ صرف بنا علماء کا فتویٰ ہے محض دروغ اور غلط بیانی نہیں ۔

(۲) یہ کہنا کہ شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کا جواب دے دیا بس گویا کہ صرف فتاوے رہ گئے یہ کیسی بے ربط تاویل ہے اس بنا پر تو یہ کہنا چاہیئے کہ کوئی بھی دلیل نہیں رہی کیونکہ یہاں پر فتویٰ کا پتہ ہی نہیں ۔
نیز حضرت شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کا کوئی بھی جواب بن نہ سکا جیسا کہ اوپر مفصل پیش کر چکا۔
علاوہ بریں سوائے ایک آدھ باتوں کے شیخ الجامعہ صاحب نے جو تمام گواہوں سے علیحدہ آیات و احادیث بیان کی تھیں ان کا جواب کجا جوابی بحث میں تذکرہ یا اصولاً بھی تردید نہ آئی لہٰذا ان کا بیان تو بہر حال لاجواب ہے ۔ نہ وہ ٹوٹ سکتا ہے اور نہ یہ مختار مدعا علیہ کا صریح جھوٹ سچ ہو سکتا ہے ۔

(۳) عدالت خود واقف ہے کہ گواہان مدعا علیہ کا عقیدہ کہاں تک قرآن وحدیث واسلاف کے مطابق ثابت کر سکے مدعا علیہ کیا صرف مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء کا ایمان توحید ورسالت اور ضروریات دین پر ثابت نہ ہو سکا ۔ بس اصل اعتراض بحالہ موجود ہے ۔

(۴) شاید مختار مدعا علیہ کو معلوم نہیں کہ بعض گواہوں کے مجروح کرنے سے دوسرے جرح سے سالم گواہ قانوناً مجروح نہیں ہوا کرتے نہ اس قسم کی تاویلات کو کوئی جوڈیشل حیثیت حاصل ہے ۔
لہٰذا وہ دونوں شہادتیں بالکل جرح سے سالم ہیں اور اس طور پر کہ باوجود وقت دیئے جانے کے مدعا علیہ نے جرح سے انکار کر دیا ۔

مزید براں اُن شہادتوں پر دیو بندی ہونے کا بھی اعتراض نہیں ۔ پس جوڈیشل حیثیت سے وہ گواہان بہت ہی قابل وقعت ہیں ۔ خصوصاً نمبر الف کا پوزیشن بھی ہائی پوزیشن ہے ۔

(۴) (گواہ مدعا علیہ نمبرا کے معلومات پر بحث)

اس سلسلہ میں منجملہ اور اعتراضات کے صرف میرے ایک اعتراض کی تاویل کرنے کی لا حاصل کوشش کی ہے۔

(پیش کردہ کتب سے مختار مدعا علیہ کی واقفیت)

(۱) فتوحات مکیہ کل نہیں دیکھی۔	گواہ مدعا علیہ ۱	یکم مارچ ۳۳ء
(۲) شرح فقہ اکبر کا علم نہیں کس کی ہے۔	〃 〃 〃 〃	۷ مارچ ۳۳ء
(۳) بحر الرائق کا اصول تکفیر معلوم نہیں۔	〃 〃 〃 〃	〃 〃
(۴) اشارات فریدی تمام کا مطالعہ نہیں کیا۔	〃 〃 〃 〃	۹ مارچ ۳۳ء
(۵) منصب امامت پورا نہیں پڑھا	〃 〃 〃 〃	۱۲ مارچ ۳۳ء
(۶) مبسوط دیکھا ہی نہیں۔	〃 〃 〃 〃	〃 〃
(۷) ہدیہ مجددیہ کا مصنف نا معلوم۔	〃 〃 〃 〃	〃 〃
(۸) جامع الشواہد کا مصنف نا معلوم۔	〃 〃 〃 〃	〃 〃
(۹) بھونچال بر لشکر دجال کا مصنف نا معلوم۔	〃 〃 〃 〃	〃 〃
(۱۰) تحذیر الناس کل مطالعہ نہیں کی بلکہ اکثر۔	گواہ ۱	۸ مارچ ۳۳ء

اس سے گواہ کی لاعلمی اور قابلیت نیز جو حوالے جس مسئلہ کے متعلق پیش کئے ان کی حقیقۃ آشکارا تھی اور کسی تاویل کی حاجت بھی نہ تھی مگر پھر بھی تاویلیں پیش کیں کہ ان سے گواہ ۱ مدعا علیہ کی شہادت پر اثر نہیں پڑتا۔

(خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ)

(۱) یہ خلاف واقعہ ہے کیونکہ ۷ مارچ کو گواہ نے یہ بھی کہا کہ بحر الرائق میں یہ ہے کہ اکثر کے متعلق میں فتوے نہیں دیتا اور کسی کے کلام کا الخ

(۲) فتوحات مکیہ اتنی ضخیم کتاب ہے کہ جس غرض کے واسطے گواہ مدعا علیہ ۱ نے اس کا مطالعہ کیا تھا اس کے لیے کل پڑھنا ضروری نہ تھا۔

(۳) دوسری کتب کے متعلق یہ ہے کہ ان کی جو عبارت پیش کی گئی اس کے اندر اس کے خلاف کوئی عبارت نہیں جس سے اس کے مفہوم میں فرق آئے لہٰذا بالاستیعاب پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔

(۴) ہدیہ مجددیہ کے مصنف کا نام اُس وقت یاد نہ تھا کتاب پر لکھا ہوا ہے یہ بتایا تھا۔

(۵) جامع الشواہد اور بھوسنجالی بلکہ لشکر دجالی کے مصنفین کے متعلق ان کی کتابوں سے معلوم ہو سکے گا کہ مقلد تھے یا غیر مقلد گواہ مدعا علیہ نمبر ا نے بھی یہ لفظ "امارنج" کو لکھے تھے نہ مختار مدعیہ کے پیش کردہ۔

(۶) گواہ مدعیہ مٹ جو مفتی دارالعلوم دیوبند ہے اُسے بھی مندرجہ ذیل امور معلوم نہیں۔

(الف) مجھے نہیں معلوم کہ دیوبندیوں نے سوائے قادیانیوں کے کسی کو کافر کہا ہو۔

(ب) مسیلمہ نہ نبوت مستقلہ کا مدعی تھا نہ اُسنے کوئی شریعت اسلام کے مقابل قائم کی تھی نہ میرے علم میں قرآن کے مقابل کوئی آیات قائم کیں۔

(ج) امام شافعی احمد بخاری نسائی سید عبد القادر جیلانی ابن عربی پر کفر کے فتوے کا مجھے علم نہیں۔

(د) مسلم کے شارحین کو میں نہیں جانتا مجھے نہیں معلوم محمد حسین صاحب بٹالوی نے کس سن میں فتویٰ دیا اور کس نے خاتم کے معنے خاتم النبیین میں مہر کے لیے اور خاتم الاولیاء مرزا صاحب نے لکھا ہے یا نہیں۔

الجواب

اجمالاً صرف اس قدر گذارش ہے کہ عدالت خود ان تاویلات کو ملاحظہ فرمائے کہ کیا کتب پیش کردہ سے ناواقفی کا الزام دفع ہوگیا۔ بلکہ اور اقرار ہوگیا ہاں اس کی حکمتیں مصالح بیان کیں کہ اس وجہ سے نہیں دیکھا مگر جواب تو نہ ہو سکا لاعلمی تو بحال رہی مفصل جواب ترتیب وار۔

(۱) بحر الرائق کا اصول تکفیر تو نہ معلوم ہو سکا گواہ موصوف نے بتائے اس کے متعلق تو یہی اقرار ہے کہ "بحر الرائق کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں کہ اس کا کوئی اصول ہے یا نہ" جس کتاب سے فتاویٰ کفر نقل کئے اس کے اصول تک کا پتہ نہیں ایسے شخص کے نقل کا کیا اعتبار۔ اور پھر جو نتیجہ مرتب کیا وہ بوجہ اصول سے ناواقفی کے محض غلط خلاف واقعہ جیسا کہ علماء و فتویٰ تکفیر کے تحت بحث میں پیش کر چکا۔

(۲) اتنی ضخیم کتاب جب پڑھ نہیں سکتے تھے تو اس کے حوالہ اور غلط مطلب متکلم کی مراد کے خلاف پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز اس لیے کل کے مطالعہ کی ضرورت تھی کہ ان کی عادت ہے اپنی اصطلاحات مختلف ابواب میں مصوری سے تعلق سے بیان کر جاتے ہیں بس جب تک کل پر عبور نہ ہو ان کی عبارت کا مطلب بھی ان کی اصطلاح اور مسلک کے مطابق معلوم نہیں ہو سکتا (اس سلسلہ میں کبریت دیوانیت سے اوپر حوالے پیش کر چکا ہوں) بہر حال کسی وجہ سے لاعلمی و ناواقفی کا اعتراض بحال ہی رہا۔

(۳) جب بالاستیعاب کتاب ہی نہیں دیکھی تو کیا پتہ کہ اس میں کوئی عبارت اس کے متعلق یا اس کے خلاف ہے یا نہیں علاوہ اس علت کے مہمل ہونے کے ناواقفی کا اقرار ہے۔

(۴) کتاب پر لکھا ہو یا نہ مصنف اور اس کے مسلک کی لاعلمی تو بہر حال اس کتاب سے ناواقفی کا

ثبوت ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ کتاب پر لکھا ہوگا دیکھ لیا جائے کس خیال کے آدمی ہیں اس سے زائد ناواقفی کیا ہوگی پھر اس وقت کہا تھا کہ بحث میں پیش کریں گے اس میں بھی باوجود مطالبہ کے نہ پیش کر سکے نیز مختار مدعیہ نے غلط مفہوم یا الفاظ پیش نہیں کئے عدالت خود مسل سے معائنہ فرمالے جہاں کہیں مفہوم جرح کا لیا ہے وہاں بھی خلاف نہیں۔

(۶) گواہ مدعیہ ٹ پر فرضی اعتراض کرنے سے گواہ مدعا علیہ ٹ کی جرح کی توصفائی نہیں ہو سکتی۔

نیز گواہ مدعا علیہ کی اپنی پیش کردہ کتب سے ناواقفی ثابت ہے جنہیں وہ خود شہادت میں استدلالی رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ بخلاف گواہ مدعیہ ٹ کے کہ اس کی لاعلمی غیر متعلق امور میں ہے جن کے جواب کا بھی وہ جوڈیشل اصول اور ایکٹ شہادت کی رو سے مکلف نہ تھا۔

تفصیلاً گواہ مدعیہ نمبر۱ کی صفائی

(الف) یہ بالکل صحیح ہے کہ علمائے دیوبند نے سوائے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے کسی کو کافر کہا ہی نہیں پس ایک غیر ثابت شدہ چیز کا علم کیونکر ہو سکتا ہے نیز اس کے علم کی مقدمہ اور شہادت کے سلسلہ میں ضرورت ہی کیا تھی ایک غیر متعلق سوال تھا۔

(ب) گواہ نے اپنے علم اور اپنی تحقیق کا جواب بالکل صحیح تحقیق کے تحقیقات کے مطابق جواب دیا ہے اور گواہ اپنی ہی علم کی شہادت دیتا ہے نہ کہ سنی سنائی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہے۔

(ج) ان بزرگوں پر کسی مسلم بزرگ نے فتویٰ کفر نہیں دیا۔ غیر ذمہ دارانہ فتاویٰ کفریہ کی مکمل لسٹ کا حفظ کب ضروری تھا۔

پھر یہ سوال بھی غیر متعلق تھا جس کا جواب اصولاً ان پر ضروری نہ تھا اور نہ اس کے واسطے پیش ہوئے تھے نہ ان بزرگوں کا کفر و اسلام زیر بحث تھا اور جرح میں اس کی کافی تفصیل بھی دی ہے اور مستقل اس کے متعلق ایک اصول بھی بتلا دیا ہے جس کے بعد تفصیل جزئیات کی ضرورت ہی نہیں۔ عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرمائے

(د) مسلم کے متعدد شارحین ہیں۔ اور سب غیر حنفی ہیں۔ پس حنفی مفتی کو ان سے کیا تعلق۔

نیز انہوں نے شرح مسلم سے کوئی حوالہ ہی نہیں دیا تھا کہ کتب پیش کردہ سے لاعلمی یا ناواقفی ثابت ہو اور عالم جمیع ما کان و ما یکون سوائے اللہ عالم الغیب والشہادت کے کوئی بھی نہیں پھر یہ اعتراض کیا ہے فقہ حنفی اور شریعت اسلامیہ سے تو پورے واقف ہیں۔ ان کے قابل اعتبار اور ماننے کے لائق ہونے کا تو مختار مدعا علیہ کو بھی

اعتراف ہے۔

(۵) محمد حسین بٹالوی کا فتویٰ نہ انہوں نے پیش کیا نہ ان کے معنی بتانے کے مکلف نہ ان کے منصب وحیثیت پر اس سے کوئی زد وہ ساری دنیا کے توگماشتہ نہیں۔

خاتم کے معنی اس آیت میں مہر کے اسلاف نے جن پر اعتماد کیا جا سکے نہیں کیے ہر کس وناکس کی تحقیقات کا تو کوئی مکلف نہیں مرزا صاحب کے تمام لٹریچر کے حفظ کا ان سے کیا تعلق تھا جب کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ا باوجود مبلغ جماعت ہونے کے تمام لٹریچر سے آج تک ناواقف ہے اگر وہ یہ پیش کرتے اور حوالہ نہ بتا سکتے جیسا کہ گواہان مدعا علیہ نے کیا تو ضرور ان پر زد آتی۔ بہرحال یہ صرف مغالطہ تھا وہ بھی بحمداللہ بالکل صاف ہو گیا۔

(گواہ مدعا علیہ نمبر ا کے جوابات میں تعارض کا رد)

(۱)

خلاصہ قول مختار مدعیہ

اجماع کے متعلق کہ پہلے یہ کہا کہ بلا استثناء تمام امت اجماع کرے اور پھر اکابر اور بزرگ کا اجماع قرار دیا جواب یہ ہے کہ گواہ کے اصل الفاظ وہ نہیں بلکہ یہ ہیں لہٰذا تعارض نہیں۔

الجواب

میں اس کے جواب میں جرح سے ہر دو عبارات نقل کر کے فیصلہ عدالت کی امتیازی رائے پر چھوڑتا ہوں کسی منصوص مسئلہ پر تمام کی تمام امت بغیر استثنا کے اجماع کرنے تو اس کی تسلیم ضروری ہے۔

(جرح گواہ مدعا علیہ ۱ ۹ مارچ ۳۳ء)

پھر اس سے خلاف اسی تاریخ میں یہ بھی کہا۔

"ہمارے نزدیک اجماع امت وہ ہے کہ تمام امت کے بزرگ اور مسلمہ اکابر اس کو مانتے چلے آتے ہوں۔ جرح گواہ مدعا علیہ ۱ ۹ مارچ۔ اول قول میں تمام کی تمام امت بلا استثناء اجماع کے لیے بتائی ہے اور دوسرے میں صرف امت کے مسلمہ بزرگ واکابر۔ تعارض ظاہر ہے۔

(۲)

اصل اعتراض ۹ مارچ ۳۳ء الجواب جرح کہا۔ اشارات فریدی ج ۳ خواجہ محمد بخش صاحب نے مولوی رکن الدین سے سبقاً سبقاً نہیں سنی۔

پھر ۱۲ مارچ سوالات مکرر کے جواب میں کہا کہ یہ صحیح نہیں بلکہ خواجہ غلام فرید صاحب نے سبقاً سبقاً سنی

اور تصیح کی ہے۔

حالانکہ ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء کو جواب جرح یہ تسلیم کر چکا ہے کہ۔

اشارات فریدی میں خواجہ صاحب کے اپنے اقوال ہیں جو ان کے بعد مرتب کئے گئے اور بعد وفات ہی شائع ہوئے۔

اب تعارض دفع ہی نہیں ہو سکا پہلے دونوں اقوال میں یہ توجیہہ کی تھی کہ میں نے خود ہی سوالات مکرر میں اصلاح تصیح کر دی تھی۔ مگر مختار مدعیہ کی غرض دوسرے اور تیسرے کا تعارض ہے جو بدستور قائم ہے دفع نہ ہو سکا۔

(۳)

چندہ ادا نہ کرنیوالا بیعت سے خارج ہے اور پھر بھی اسے احمدی مسلمان بنایا گیا نظام جماعت سے خارج حالانکہ آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ سے تسلیم کر چکا۔ جو بیعت نہیں کرتا وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج اس میں جو نظام جماعت اور احمدیت کا فرق قائم کرنا چاہا وہ باطل ہے کیونکہ بیعت سے خارج ہونے کی مرزا صاحب تصریح فرما چکے ہیں وہاں نظام جماعت وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں یہ صرف اپنی تصنیف و ایجاد ہے

(۴)

مسیح موعود نبی ہیں اور نبی مشرکانہ عقیدہ پر کبھی نہیں رہ سکتا) ۲ مارچ ۱۹۳۴ء مگر پھر بھی مرزا صاحب باوجودیکہ براہین میں مسیح کہا جا چکا تھا تیرہ سال تک برابر مسئلہ حیات مسیح کے مشرکانہ بلکہ شرک عظیم کے عقیدہ پر باقرار خود قائم رہے اب اس کے جواب میں یہ کہنا کہ مسیح تو تھے اور وحی بھی آتی تھی۔ اور مسیح موعود نبی بھی ہونا ہے مگر اس وقت حقیقت نہ کھلی تھی اس تاویل سے تعارض نہ اٹھا بدستور قائم رہا۔

(۵)

بخاری شریف میں احادیث مخالف قرآن وغیرہ معتبر ہونے کا امکان (جرح) حالانکہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری بتصریح مرزا صاحب گواہ کو مسلم اس میں بھی قطعی و ظنی وغیرہ کی تاویل و تفریق کی ہے اور سبیل الرشاد اور الحق لدھیانہ کا حوالہ دیا ہے۔

مگر صرف تاویل ہی تاویل ہے تعارض الفاظ کا قائم ہے۔

(۶)

گواہ نمبر ۱ "اگر کوئی حکم بذریعہ جبرئیل بھی نازل ہو تو کوئی حرج نہیں ۴ مارچ اور مرزا صاحب کا قول ہے۔"

"اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے"۔ الخ

"اور اگر یہ کہو کہ جو احکام نازل ہوں گے" الخ۔ (ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۲۳۸)

اور اسی صفحہ میں ہے کہ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کرالخ۔
ازالہ صفحہ ۲۲۹" ار مانچ)

اس کی تاویل عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت مستقل مان کر بھی درست نہیں کیونکہ ان کا امتی ہو کر اترنا بھی ختم نبوت کے منافی

ایام الصلح صفحہ۱۴۶ پر بتایا ہے اور اسی ازالہ کے صفحہ پر اس مضمون کی تصریح ہے کہ جبرئیل بھی اگر کہیں کہ پہلی شریعت پر عمل کرو گو شریعت اور وحی جدیدہ نہ ہو یہ بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔ اس کے بعد وحی وغیرہ کی طول طویل تاویل سب بیکار ہو جاتی ہے اور کبریت احمر یا گواہ نے جن اولیاء پر جس فرشتہ کو بتایا ہے اس کے فرشتہ وحی نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے بلکہ وہ فرشتہ الہام ہے۔ اور دونوں کا فرق بسلسلہ وحی یواقیت اور فتوحات سے پیش کر چکا نیز علم الکتاب کے متعلق بھی اوپر مفصل بحث اور ان کی اصطلاح انہیں کی کتاب سے واضح پیش کر چکا اس سے۔

(۷)

کا بھی جواب ہو گیا اور معلوم ہوا کہ وحی قطعی اور الہام ظنی ہے ایک جیسا مطلقاً نہیں ہو سکتا اور تعارض دفع نہ ہو سکا۔

(۸)

بر چونکہ نعمت اللہ شاہ ولی اللہ پر مرزا صاحب کی طرح کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار نہیں ہوا لہٰذا وہ نبی نہ ہوئے

یہ نبوت و نبی ہونے کے منافی ہے۔

امور غیبیہ کو شرط بنا کے ناقابل التفات تاویل کی ہے اصل تعارض اس سے دفع نہیں ہو سکتا۔

(۹)

اہل کتاب کی تعریف گواہ نمبر(۱) مدعا علیہ "کہ جن کو کتاب ملی حتیٰ کہ مسلمان بھی (۷ ر مارچ) اور گواہ ۲ نے کہا" جنہیں مسلمانوں سے پہلے کتاب مل چکی الخ۔ ۱۰ مارچ ۳۳ء اس کی تاویل میں گواہ ۲ کے سوالات مکرر سے یہ نقل کیا کہ "مسلمان اہل کتاب ہیں"۔

اس سے بجائے دفع تعارض کے اور زائد ہو گیا بعض گواہ ۲ کے قول علاوہ گواہ ۱ سے خلاف ہونے کے اپنے قول کے بھی معارض ہے۔ لہٰذا دونوں میں سے ایک بھی قابل اعتبار نہ رہا۔

(۱۰)

گواہ مدعا علیہ ۱ عبد اللہ ابن مسعود بڑے جلیل القدر صحابی ہیں مرزا صاحب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں "عبد اللہ ابن مسعود ایک معمولی آدمی تھا تطبیق یہ نکالی کہ گواہ کا قول باعتبار صحابی ہونے کے ہے اور مرزا صاحب کا قول مقابلہ

ہیں رسول و نبی کے۔ مگر یہ تاویل قابل التفات نہیں اس سے اقراری تعارض اٹھ نہیں سکتا۔
مولانا نانوتوی نے ہدیۃ الشیعہ میں معمولی آدمی کا تنقیصی کلمہ نہیں کہا بلکہ صرف آدمی بتایا ہے بمعنیٰ بشر وہ یعنی خدا نہیں۔ بہر حال تمام متعارضات بدستور ہیں۔

گواہ مدعا علیہ نمبر (۱) کے علم کے متعلق اعتراضات کا جواب

(۱)

قرآن میں ملائکہ کی تعریف سے گواہ کی لاعلمی حالانکہ وہاں موجود ہے۔ اس کی تاویل یہ کی کہ اصل الفاظ گواہ کے اور ہیں اور پھر بل عباد مکرمون پر طویل بحث کی اب چونکہ قرآن و حدیث سے ملائکہ کی تعریف گذر چکی عدالت خود یہ تعارض اُسی روشنی میں ملاحظہ فرمائے۔ یہ کہنا کہ قرآن میں ان کے کام مذکور ہیں۔ نہ تعریف غلط ہے۔ بلکہ تعریف موجود ہے۔ جیسا کہ مفصل آیات اوپر پیش ہو چکیں۔

(۲)

گواہ اہلسنت والجماعۃ وہ ہے جو اپنے کو اہل سنت کہے۔ یہ غلط ہے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے۔ اہل سنت الجماعۃ وہ ہیں جو سنت رسول اور طریقہ متفقہ صحابہ پر جو زمانہ خلفاء راشدین کا ہو اس پر قائم ہوں۔
تاویل یہ کہ گواہ سے سوال اہل سنت والجماعۃ کا تھا اور غنیۃ الطالبین میں صرف سنۃ وجماعت کی تعریف ہے نہ اہل سنت والجماعۃ اس سے اور بھی علمیت پر روشنی پڑ گئی اُسی پیش کردہ حوالے میں شروع ہی میں ہے۔
علی المسلم الکیس ان یتبع باھل السنۃ والجماعۃ اور پھر آ گا لفظ تفسیر سے اہل سنت والجماعۃ کی تعریف علیحدہ علیحدہ دونوں لفظ کی شرح سے کی ہے۔ اس تاویل سے غنیۃ الطالبین سے لاعلمی اور اُس میں خیانت ثابت ہوئی۔

(۳)

قول گواہ مدعا علیہ "جو بھی کسی حدیث کو واقعی طور پر قرآن کے موافق ہونا ثابت کرے اُس کا قول مسلّم ہے "۔ مختار مدعیہ "اگر یہی اصول ہے۔ تو دین تو بازیچہ طفلاں ہو جائے گا۔ اس کی تاویل میں خلاف واقعہ تعلیان اور ہدایۃ الشیعہ کا قرآن کے حدیث پر راجح ہونے کا ایک حوالہ پیش کیا۔
مگر اعتراض یہ نہیں۔ بلکہ اعتراض یہ ہے۔ کہ اگر ہر کس و ناکس کی توفیق و تطبیق سے قرآن و حدیث معتبر ہو جائے تو دین ایک کھیل ہو جائے گا وہ بدستور موجود ہے۔

(۴)

گواہ نے صحیح احادیث کو جو دی غیر متعلق ہیں۔ بتایا ہے۔ کہ قرآن کے معارض ہو سکتی ہیں۔ مگر مرزا صاحب

کی تمام وبیان قرآن کے مطابق مانتا ہے ۔ اور اس کے مقابل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ردی کی طرح پھینکتے ہیں ۔

اس کی تاویل میں وہی حدیث فاعرضوا علی کتاب اللہ کی آڑلی ہے ۔ جس کی پوری شرح آگے ان شاء اللہ آئے گی ۔

(۵)

گواہ نے وان من امۃ الاخلا فیھا نذیر کے عموم سے کرشن کو نبی مانا ہے ۔ پس اسی عمومی اصول سے قرآن کے مطابق ما اتاکم الرسول فخذوہ کے لحاظ سے کوئی بھی حدیث قرآن کے معارض نہ ہوگی بلکہ اس آیت کے عموم کے تحت سراسر وہ قرآن ہی کا حکم ہوگا ۔

اس کی تاویل میں نبوت کرشن کی غیر متعلق بحث شروع کردی ۔ اور معیار صحت احادیث کا سلسلہ شروع کردیا ۔ حالانکہ بات صاف ہے کہ محدثین کے معیار پر جو صحیح حدیث ہو اسے ہم اپنی عقل ناقص سے قرآن کے خلاف نہیں بتا سکتے ۔ نیز بظاہر خلاف معلوم ہو پھر بھی بعد تسلیم صحت اس آیتہ کی رو سے موافق ہو جائے گی ۔

(اس سلسلہ کے لاجواب امور جن کا کوئی تذکرہ نہ کیا)

(۱) تمام جرح میں باوجود سوالات مختار مدعیہ اور سوال عدالت کے کفر و اسلام کے معنی بتا نہ سکے ۔ اور اصطلاحاً صاف نہ ہوئے ۔

(۲) بخاری جیسی صحیح کتاب میں بھی قیود کا اضافہ (۲۰ مارچ حالانکہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتب مطلقاً مسلّم ہیں ۔ (۱۱ مارچ ۳۳ء) ۔

(۳) ابن عربی کی فتوحات و فصوص الحکم کے قول کی تطبیق ۔

گواہ مدعا علیہ ۲ پر تبصرہ کا جواب

(۱)

گواہ ۲ " جو قرآن پڑھتا ہے وہ قرآن حدیث میں تطابق کر سکتا ہے " ۔ ۲۳ مارچ ۳۳ء

" اور میرے نزدیک میرے واجب الاطاعت امامون اور میری اپنی مطابقت مسلّم ہے " ۔

" میرے نزدیک مرزا صاحب اور ان کے دونوں خلفاء کی تحریرات ان کی اپنی کتابوں سے حجت ہیں کسی دوسرے

کی نہیں الخ۔ ۲ر مارچ ۳۳ء

اس کی جوابی تاویل میں یہ کہا ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں اور بعض الفاظ محرف بتائے مگر مختار مدعا علیہ کو غالباً غلط فہمی ہو گی۔ اس پر تعارض کا اعتراض نہیں بلکہ اعتراض یہ ہے کہ ان اقوال کا نتیجہ یہ نکلا۔

"کہ سوائے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے فیصلہ کے قرآن کے معنی اور حدیث و اقوال ائمہ اور تمام کتب اسلامیہ کچھ بھی حجت نہیں۔ یعنی گواہ صرف مرزا صاحب کا نمائندہ ہے یہ اعتراض بحالہ قائم رہا نہ تعارض و تناقض کا اعتراض تھا اور نہ تطبیق کی توجیہ نافع ہو سکتی ہے۔"

(۲)

گواہ ۲ مدعا علیہ نے اپنے اصل بیان میں عنوان ۳۲ کے ختم اور ۳۳ سے کچھ قبل جو ضروریات دین کی تعریف کی ہے کیونکہ ضروریات دین .... تا یہ معنی ضروریات دین میں سے ہیں۔

اس پر اعتراض یہ تھا کہ یہ معنی علاوہ خود تراشیدہ ہونے کے اسلاف اور شریعت کی اصطلاح "ضرورت دین" سے گواہ کی ناواقفی کا بین ثبوت ہیں جس کے بعد وہ عالم دین کی حیثیت سے نکل جاتا ہے اور اس کی علمی و مذہبی شہادت بے وقعت ہو جاتی ہے۔ (ملاحظہ تفصیل اصل بحث)

اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا سوائے اس کے کہ جرح ۲۳ر مارچ سے نقل کر دیا کہ اُسنے ضروریات دین کی تعریف کی ہے۔

ضروریات دین .... تا .... حاصل ہے۔ (۲۳ر مارچ ۳۳ء)

اور پھر یہ کہا کہ اگر یہ غلط تھی تو پہلے لازم تھا کہ غلط ثابت کرتے۔

ہمیں اس کے جواب کی بھی حاجت نہیں بیانات گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۳ میں ضروریات دین کی تعریف ائمہ دین کے حوالوں سے منقول ہے عدالت اس تعریف سے خود مقابلہ فرمالے کہ تمام ائمہ کی تصریح کے خلاف اور علم سے کسقدر بعید یہ بیان گواہ مدعا علیہ ۲ کی تعریف ضروریات دین ہے۔ اور اس روزمرہ کے مسئلہ سے جب ناواقف ہے تو اس کا ان پیش کردہ مسائل میں کیا حال ہوگا۔ غالباً اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے اپنی بحث کو صرف گواہ مدعا علیہ ۱ کے بیان پر مبنی کیا اور بیان گواہ ۲ کو تقریباً بالکل نظر انداز کر دیا حالانکہ اس میں بہت سی جدید اور عجیب و غریب اور گواہ مدعا علیہ ۱ سے اکثر متعارض امور ہیں جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔

(۳)

گواہ مدعا علیہ ۲ نبوت کے لغوی معنی خبر دینا یعنی خدا کی طرف سے غیب کی اطلاع پا کر خبر دینا۔ (۲۱ر مارچ

نیز اس کے ساتھ اس سے اگلا سوال وجواب ملاحظہ ہو۔

اس پر اعتراض یہ تھا کہ نہ یہ تعریف لغوی ہے اور نہ یہ اصطلاحی پس معلوم ہوا کہ گواہ سلہ لغوی اصطلاحی نبوت سے بھی ناواقف ہے حالانکہ اکثر وبیشتر اُس کی شہادت نبوت ہی کے متعلق ہے۔

اس کی تاویل میں منجد سے یہ حوالہ نقل کر دیا کہ:۔

"النبوءة والنبوة الاخبار عن الغیب او المستقبل بالهام من الله الاخبار عن الله وما یتعلق به تعالیٰ النبی المخبر عن الغیب او المستقبل بالهام من الله۔"

حالانکہ یہ تاویل محض باطل ہے اول یہ کتاب جیسا کہ جرح میں اقرار موجود ہے عیسائیوں کی تالیف ہے اور انہوں نے دین عیسوی کے پروپیگنڈے کے واسطے اسلامی اصطلاحات میں بہت کچھ لغت کی آڑ لے کر تحریف کی ہے جس پر علمائے مصر نے ایک تبصرہ بھی شائع کیا ہے لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ یہ علماء میں متعارف و مقبول ہے مسلّم کسی بھی لغت میں یہ نہیں اور نہ گواہ یا مختار مدعا علیہ پیش کر سکے۔

نیز اس غلط تعریف سے بھی گواہ مدعا علیہ سلہ کے الفاظ کا اثبات نہ ہوا جسے عدالت خود ہی ملاحظہ فرما سکتی ہے بہرحال اعتراض بدستور قائم رہا۔

(۴)

گواہ مدعا علیہ ۲ علاوہ کتب مذکورہ جن سے گواہ ۱ ناواقف تھا اور بھی متعدد کتب ضروریہ پیش کردہ مثلاً شرح شفا بھی اُس نے نہیں پڑھی۔ اور اکثر کے مصنفین کے نام ومسلک سے واقف نہیں۔ پھر اُن کے کلام کا اس ناواقفی سے کوئی ٹکڑا کا ٹکڑا استدلال کرنا قابل التفات نہیں اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا۔ صرف پہلے جواب اور اسی بیکار تاویل پر حوالہ دے دیا۔

(۵)

گواہ مدعا علیہ ۴ نے خواجہ غلام فرید صاحب رح کے متعلق ابتدائی تعارف میں تو بہت کچھ القاب وآداب پیش کئے۔ مگر بجواب جرح کہا مسلّم نہیں پھر سوالات مکرر میں بتایا۔ کہ خواجہ صاحب احمدی ہونے کے بعد سلسلہ کے دوسرے احمدیوں کی طرح ہوں گے۔

اس میں علاوہ تعارض کے خواجہ صاحب کی نسبت بھی اُن کے ابتدائی الفاظ کا خلاف واقع ہونا معلوم ہوگیا اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رح دراصل ان کی نگاہ میں معمولی دوسرے احمدیوں کی طرح ہیں وہ بھی جب کہ احمدی ہوجائیں۔ ورنہ بقول مرزا محمود صاحب جب تک کوئی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو اور نبی اور رسول انہیں نہ مانتا ہو خواہ عمر بھر مدح سرائی کرے کافر و دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر ہے۔

اور مرزا صاحب نے تو حضرت خواجہ رح کو اپنی کتاب آتھم میں اپنے مکفرین کی فہرست میں شمار
کیا ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک خلاف واقعہ قول ہے گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں "واجب الاطاعت ہونے کے لحاظ سے (خواجہ صاحب) مسلّم بزرگ نہیں ہیں ویسے مسلّم بزرگ ہیں۔ جیسے سلسلہ احمدیہ کے اور سابقین احمدی حضرات میرے بزرگ ہیں" باوجودیکہ اس میں بھی قطع و برید گی ہے عدالت خود مسل سے بلاحظہ فرمائے پھر بھی اعتراض تو وہی قائم رہا کہ واجب الاطاعت مسلّم بزرگ نہیں۔ بلکہ دیگر احمدیوں کی طرح ہیں۔ بہر حال اعتراض رفع نہ ہوا۔

(۸)

گواہ مدعا علیہ ۲ نے ۱۱ مارچ کو بجواب جرح کہا کہ "احمدیت سے ارتداد ظاہر کرنے والا اسلام سے مرتد نہیں۔ پھر سوالات مکرر کے جواب میں اس کے خلاف کہا کہ اسلام سے ارتداد اور احمدیت سے ارتداد بلحاظ ارتداد کے ایک ہی ہے قطعاً کوئی فرق نہیں۔"

یہ کھلا ہوا تعارض ہے جس کے بعد اس کی شہادت کی وقعت نہیں رہتی۔ اس کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں دیا کہ چونکہ اصل الفاظ جرح پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا اور کسی جواب کی ضرورت نہیں محض مختار مدعیہ نے الفاظ کی تحریف سے مغالطہ دیا ہے عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ جہاں کہیں خلاصہ یا نتیجہ لیا گیا ہے وہاں کوئی بھی اس کا اصل مفہوم نہیں بدلا اور اکثر تو بعینہ الفاظ ہی لئے گئے ہیں کہیں کہیں صرف طوالت سے بچنے کے واسطے زائد الفاظ حذف کر کے ضروری اور ملخص لیے گئے ہیں بہر حال اس تعارض کا جواب نہیں ہو سکتا۔

(۹)

گواہ مدعا علیہ ۲ نے ۲۰ مارچ میں ہندوستان میں احمدی کا لفظ صرف مرزا صاحب کے متبعین کے واسطے مستعمل بتایا پھر سوالات مکرر میں مولانا رشید احمد صاحب کا فرقہ بھی احمدی قرار دیا۔ جو کھلا ہوا تعارض ہے۔

جواب میں اصل الفاظ نقل کئے اور دوسرا قول صرف فوائد فریدی کے متعلق قرار دیا مگر جواب نہ ہو سکا بہر حال ہندوستان میں دوسرا فرقہ بھی احمدی ثابت ہو گیا جو اول قول سے متعارض ہے۔ نیز خلاف واقع ہے جیسا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے سلسلہ میں القول الصحیح کے حوالہ سے پیش کر چکا کہ مولانا رشید احمد صاحب کے مرید ہیں رشیدی کہلاتے ہیں نہ احمدی۔ بہر حال اعتراض تعارض بحالہ ہے۔

---

(۱۰)

گواہ مدعا علیہا ۳ نے پہلے ۲۲ مارچ ۱۹۳۳ء کو کہا کہ خواجہ صاحبؒ کی وفات کے قبل تریاق القلوب اور بیسیوں کتابیں شائع ہو چکی تھیں اور پھر مکرر بیان میں اس کے خلاف کہا کہ تریاق القلوب حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔

اصل الفاظ جواب کے واسطے نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ لوگوں کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ تریاق چھپ تو چکی تھی مگر شائع نہیں ہوئی تھی۔

مگر عدالت خود الفاظ جواب جرح کے ملاحظہ فرمالے تعارض واضح ہے اور یہ تاویل بعد کی تصنیف ہے ورنہ وہاں اس سے کوئی تعلق نہیں۔

مختاران مدعیہ کی صریح غلط بیانیاں

اس سلسلہ میں تقریباً (۱۰) نمبر قطع و برید کر کے پیش کئے ہیں۔ اولاً یہاں اس سے کوئی زائد تعلق نہیں کیونکہ مختار مقدمہ پر تنقید کا اثر اصل کیس پر نہیں پڑتا۔ البتہ گواہان مقدمہ پر تنقید ضرور قابل لحاظ ہوتی ہے۔ تاہم میں مختصراً اس کی حقیقت قریب پیش کرتا ہوں۔

خلاصہ اعتراضات

(۱) بحر الرائق کے اصول تکفیر نہ معلوم ہونے کا غلط الزام۔

(۲) چندہ نہ دینے والے کے بیعت سے خارج ہونے اور احمدی ہونے کا تعارض۔

(۳) لو کے متعلق گواہ ۱ پر الزام کہ لو جس جگہ داخل ہوتا ہے وقوع نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کی عبارت میں لفظ اکثر کا ہے۔

(۴) مختار مدعیہ نے ۱۰ اکتوبر کی بحث میں کہا کہ تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کے خلاف جو باتیں درج ہیں وہ تردید کے لیے ہیں نہ تائید کے۔ یہ غلط ہے جیسا کہ تفاسیر کے عنوان کے تحت آگے بیان کیا جائے گا۔

(۵) دس اکتوبر میں گواہ مدعا علیہ ۱ کے متعلق کہا کہ اس نے نو مارچ کو تسلیم کیا کہ خواجہ صاحب کے رو برو سامنے نبوت کا ذکر نہیں آیا محدثین کا ذکر آیا یہ غلط ہے گواہ کے یہ الفاظ ہیں حضرت مرزا صاحب الخ۔

(۶) یہ بھی مختار مدعیہ نے غلط بیانی کی کہ مرزا صاحب مسیلمہ سے بڑھ کر ہیں کیونکہ اس کا کوئی کلمہ نہ تھا اور مرزا صاحب کا "لاالہ الا اللہ احمد جری اللہ کلمہ ہے"۔
حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کوئی نیا کلمہ نہ تھا پھر ازالہ اوہام اور انوار اسلام و چشمہ معرفت کے حوالے پیش کئے ہیں۔

(۷) دس اکتوبر میں مختار مدعیہ نے یہ غلط بیانی کی کہ گواہان مدعا علیہ نے عقائد کے متعلق جو حوالے دیئے ہیں وہ ۱۹۰۱ء کے قبل کے ہیں۔ حالانکہ مواہب الرحمن ۱۹۰۳ء اور کشتی نوح ۱۹۰۲ء کی ہے۔

(۸) مختار مدعیہ نے ائمہ و اکابر پر تکفیر کے فتاویٰ کا ذکر کر کے دس اکتوبر کی بحث میں کہا کہ گواہ مدعا علیہ نمبرا نے سات مارچ کو تسلیم کیا کہ جس وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی۔ وہ ان وجوہات سے برات کا اظہار کرتے رہے۔ حالانکہ اصل الفاظ یہ ہیں کہ "باوجودیکہ الخ ...."
جن کا مطلب یہ ہے کہ بعض سے برات ظاہر کی اور کوئی صحیح تسلیم کرتے رہے۔ الخ
یہ اس نے غلط بیانی کی۔

(۹) مختار مدعیہ نے دس اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ مدعا علیہ ۱ کے نزدیک مرید کا قول مطلقاً پیر کے حق میں معتبر نہیں۔ اصل الفاظ گواہ کے یہ ہیں کہ ہر مرید کا بیان معتبر نہیں بلکہ اس کی حیثیت اور مرتبہ دیکھا جائے گا۔

(۱۰) ۱۰ اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ نے کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جس سے ثابت ہو کہ ضروریات دین میں تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہا گیا۔ حالانکہ یہ گواہ مدعیہ ۳ کی جرح اور منہاج السنۃ صفحہ ۶۱ و ۶۲ اور یہ تسلیم حوالہ گواہ مدعیہ ۳ کے خلاف ہے۔ اور پھر بحر الرائق کا حوالہ بھی اسی سلسلہ میں نقل کیا۔

(۱۱) مختار مدعیہ نے گیارہ اکتوبر کو یہ غلط کہا کہ "اولیاء اللہ نے یہ کہیں نہیں کہا یا لکھا کہ ہم پر آیات نازل ہوئیں صرف علم الکتاب کا حوالہ پیش کیا تھا الخ حالانکہ گواہ مدعا علیہ نے اثبات الالہام والبیعۃ اور فتوح الغیب اور مقامات امام ربانی کے بھی حوالے پیش کئے تھے۔ یہ صریح غلط بیانی ہوئی۔

الجواب

اولاً یہ تمام مباحث اوپر جواب الجواب میں گذر چکے جن کے بعد یہ شبہات ہی نہیں پیدا ہوتے پھر بھی مغالطہ دفع کرنے کے واسطے نہایت مختصر جواب عرض ہے۔

(۱) اس کا جواب اس سے قبل کے ہیڈنگ گواہ مدعا علیہ ۱ پر تنقید کے جواب "د" کے تحت میں مفصل گذر چکا اب کسی جواب کی حاجت نہیں اور جو مغالطہ مختار مدعا علیہ یہاں دینا چاہتا ہے۔ وہی وہاں بھی دیا ہے۔ بس وہی

جواب کافی ہے۔"

(۲) اس کا بھی تعارض اس سے قبل کے ہیڈنگ میں ثابت کر چکا لہٰذا غلط بیانی نہیں۔ بلکہ مختار مدعا علیہ کا صرف مغالطہ ہے۔

(۳) لفظ لو کے معنی گواہ مدعا علیہ ۲ سے نقل کئے گئے تھے اور ۱ کے اکثری نقل ہوئے تھے۔ غلط فہمی سے اسے غلط بیانی سمجھ لیا۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے۔

(۴) یہ غلط بیانی نہیں بلکہ اس کا ثبوت تفسیر خازن ج ۳ صفحہ ۲۲۵ ہی سے پیش کیا تھا۔ اور اسی عبارت کے متعلق جیسے اصل نے بیان مطبوعہ میں دی تھی۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی یہ صریح غلط بیانی ہے۔ کہ یہ آگے تفاسیر کے عنوان کے بحث میں آئے گا۔ یہ اصل شہادت میں بھی مسل پر نہیں بلکہ مطبوعہ کاپی پر یہ مثالیں ہیں۔

(۵) یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے۔ عدالت خود اصلی مسل سے الفاظ جرح ملاحظہ فرمائے وہاں یہ شعر بھی درج ہے جو خواجہ صاحب کو مرزا صاحب نے ایک قصیدہ میں لکھا تھا۔

ع ہر نبوت رابرو شد اختتام۔

نیز جب کہ ۱۹۰۱ء میں یہ پردہ نبوت سے اٹھا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی وفات ۱۹۰۱ء سے قبل ہوئی ملاحظہ ہو جرح گ ۲، ۳، مارچ ۱۹۳۳ء اور دراصل تو نبوت کا دعوے صراحۃً انہیں پہنچ ہی کب سکتا ہے۔

(۶) عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے۔ ظہیر الدین اروپی سے یہ نقل پیش کی ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کا نیا کلمہ لا الہ الا اللہ احمدی جری اللہ پڑھنے اور قادیاں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور ایسے مرزا صاحب کی صریح عبارات اور الہامات سے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے۔ اصل رسائل جرح میں پیش ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک مستقل پارٹی ہے پس یہ اصل مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی اور مغالطہ ہے۔

نیز ازالہ اوہام اور انوار اسلام سے اس کے خلاف پیش کرنا غلاف ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کا کلام متعارضات سے پُر ہے۔

(۷) یہ صریح مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے میری عبارت کے یہ الفاظ ہیں۔

"یہ تمام بڑھ چڑھ کے ادعا اسلام اُس وقت تک تھا جب ادعائے نبوت کھل کے نہ تھا اور نبوت کے متعلق یہ خیال تھا جو ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ اور آسمانی فیصلہ و سراج منیر صفحہ ۳ و ۴ وغیرہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ صرف دو کتابیں کشتی نوح و مواہب الرحمٰن دعوے کی وضاحت کے بعد کی ہیں۔ پھر ہر دو کا یہ جواب دیا ہے کہ۔

(۱) یہ صرف الفاظ ہیں معانی متعارف مراد نہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔

(۲) نیز یہ خود بھی ان کا کفر ثابت کرتی ہیں ۔

(۳) اس کے بعد انتقال سے قبل بھی کفریہ دعویٰ موجود ہے ۔ البدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ۔ نیز حقیقۃ الوحی ۱۹۰۸ء لیکچر سیالکوٹ ۱۹۰۴ء براہین پنجم ۱۹۰۵ء میں کافی کفریہ عقیدہ موجود ہیں ملاحظہ ہو بحث ابتدائی کا شروع حصہ ۔ بس جب کہ میں نے خود ہی یہ کتب مستثنیٰ کر دیں تو یہ مختار مدعا علیہ کی صرف غلط بیانی ہوئی جس کا مختار مدعیہ کسی طرح ذمہ دار نہیں ۔

(۸) مطلب کی تاویل سے جواب نہیں ہو سکتا عدالت خود مسل سے اصل عبارات ملاحظہ فرمائے تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ واضح ہو جائے ۔

(۹) مختار مدعیہ نے خلاصہ پیش کیا تھا عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ وہ اصل الفاظ کے مفہوم کے سر مو خلاف نہیں یہ بھی مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے ۔

(۱۰) اس کا مفصل جواب جس سے یہ شبہات خود زائل ہو جاتے ہیں ۔
"کیا ضرورت دین کا منکر کافر ہے" کے تحت میں گذر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ۔

(۱۱) اس کا بھی جواب گذر چکا اثبات والبیعۃ اور مقامات امام ربانی غیر مسلم ہیں نیز ہمارے مخالف نہیں فتوح الغیب میں یہ کہیں نہیں صرف حضرت شیخ پر بہتان ہے ۔ صرف علم الکتاب سے مغالطہ دیا تھا ۔ اس کا مکمل جواب دیا جا چکا اصل بحث میں بھی اور جواب الجواب میں بھی اعادہ کی ضرورت نہیں وحی کے ہیڈنگ کے تحت عدالت خود ملاحظہ فرما دے ۔ اس کے بعد مختار مدعیہ کا قول بالکل صحیح ہے کوئی بھی غلط بیان نہیں صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے ۔ یا غلط فہمی ہے ۔

(الزام خیانت کا رد)

خیانت ثابت کرنے کے واسطے مختار مدعیہ نے صرف تین حوالے تحذیر الناس ۔ حج الکرامہ ۔ اور بحرالرائق پیش کیے ہیں ۔

الجواب

یہ محض مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے علاوہ خیانات کی اس مفصل یادداشت کے جو مختار مدعیہ نے پیش کیں ۔ مختار مدعیہ نے تفسیر اتقان سے لفظ قال و کے ابتداء سے ۔ اور ۔ "وفیہ نظر" انتہا سے قطع کر کے اور ابن خلدون کی طرف سے غلط طور پر تفاسیر المتقدمین مملوۃ بالغث والسمین" کی نسبت غلط بیان کر کے جو وہاں نہیں نیز فوائد کے مجموعہ حوالہ کی شرمناک خیانت پیش کی تھی جس کے جواب کا میں نے یہاں کوئی تذکرہ تک نہیں کیا ۔

نیز شاید ہی کوئی حوالہ ہو جس کا ماقبل و مابعد باوجود ربط شدید کے نہ کاٹا ہو۔

(تحذیر الناس کا حوالہ)

اس حوالہ میں خیانت کی بحث مفصل اس سے قبل بھی آچکی اول صفحہ ۳ کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔ پھر صفحہ ۱۰ کی تشریح جس میں صاف اپنے مسلک اور ختم نبوت زمانی کا مدلل اقرار اور منکر کو کافر بتایا چھوڑ کے صفحہ ۲۸ کا درمیان سے ناتمام فقرہ جو لفظ بلکہ گویا سے شروع ہوتا ہے لیا۔ یہ خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟
یہ کہنا کہ صفحہ ۱۰ کی عبارت صفحہ ۲۸ کی تشریح کیسے ہو سکتی ہے محض لغو ہے کیونکہ جب خود مصنف نے صفحہ ۱۰ پر اپنا صحیح مسلک بیان کر دیا۔ تو صفحہ ۲۸ کی فرضی مثال سے اس کے مسلک اصلی اور صحیح کے خلاف استنباط کیونکر درست ہوگا پھر یہ شرمناک خیانت نہیں تو اور کیا ہے۔ نیز اس سلسلے میں اس کی شرح جو خود مصنف نے کی ہے مناظرہ عجیبہ اس کا بھی حوالہ پیش ہو چکا۔

(حج الکرامہ کا حوالہ)

(۱) حج الکرامہ صفحہ ۴۳۲ سے گواہ مدعا علیہ نے یہ ٹکڑا لیا کہ۔
"در حدیث ابن عربی است کذاب"۔
اور اسی کے ساتھ جو اصل مدعا علیہ سے متعلق "یا زیادہ" کا لفظ تھا خیانتاً کاٹ دیا اس کا جواب یہ دیا کہ وہاں نقطہ ڈال دیا ہے۔ گذارش یہ ہے کہ صرف ایک لفظ کے واسطے نقطہ ڈالنا اور مقصود بالذات لفظ جو صرف "یا زیادہ" ہے۔ نہ ذکر کرنا خیانت نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر جو اس جگہ پھر مگر بحث دجال اور اس کی سند کے متعلق شروع کر دیا ہے وہ غیر متعلق اور ماقبل گذر چکی ہے لہٰذا اس کا ذکر ہی فضول ہے۔
(۲) بالمقابل کا لفظ حج الکرامہ کی عبارت میں اضافہ کر کے بلا کسی امتیازی نشان کے مختار مدعا علیہ نے مغالطہ دیا۔
جواب یہ دیا۔ کہ یہ ترجمہ بطور خلاصہ کے دیا تھا۔ حالانکہ عدالت خود ملاحظہ فرمائے وہاں ملخص وغیرہ کا کوئی لفظ نہیں نہ کوئی خلاصہ ترجمہ ہونے کا قرینہ ہے یہ محض بعد کی تاویل ہے جو قابل قبول نہیں۔
بہرحال گواہ مدعا علیہ نمبر ۲ کا اس خیانت کا تو جواب نہیں بن سکتا اور اصل مسئلہ اپنی جگہ پر گذر چکا ہے۔

(بحر الرائق کا حوالہ)

گواہ مدعا علیہ نے بحر الرائق ج ۵ صفحہ ۱۳۰ اور صفحہ ۱۳۶ سے تو عبارتیں تکفیر کے سلسلہ کی نقل کیں۔ مگر درمیان میں جہاں اس کا اصول تھا اور حقیقت امر جس سے منکشف ہوتا تھا۔ صفحہ ۱۳۴ حذف کر دیا۔ اس شرمناک خیانت کا جواب باوجود طول طویل تاویلات کے نہ ہو سکا اور جواب جو پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کی بنا پر اس کا تکفیر علماء کے سلسلہ میں بیان کرنا درست نہیں۔ زیادہ تفصیل تو اصل بحث میں گذر چکی ہے۔ اور گواہ مدعا علیہ نے بھی جرح میں صاف کر دیا تھا۔ کسی کلمہ کا کفریہ ہونا اور بات ہے۔ اور اس پر حکم کفر کا لگانا اور امر ہے غرض کر یہ خیانت بھی اصل مسلک مصنف کا پوشیدہ رکھنے کے واسطے کی گئی۔ جو کسی طرح روا نہ تھی اور اس کے بعد شاہد شاہد عادل نہیں رہ سکتا۔ اس سلسلہ میں مختار مدعیہ پر جس ناراضگی و خفگی کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے۔

(۱۳)

(تفسیروں کے متعلق)

اس سلسلہ میں گواہان مدعا علیہ کی مندرجہ ذیل خیانتیں پیش کی گئی تھیں۔

(۱) علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں علم تفسیر کے عنوان کے ماتحت نہایت عمدہ رباعی لکھی ہے۔ پھر گویا پیش با قاعدہ دے کر لکھا کہ "تن سیر المتقدمین مملوۃ بالغث۔ السمین آ گئے تھا وھذہ فی الحکایات اسے بھی کاٹ دیا۔ حالانکہ یہ پیش کردہ الفاظ بلکہ یہ مفہوم کسی نسخہ میں نہیں۔ بحث پر متعدد نسخہ پیش کئے ہیں۔

(۲) اتفاق کا حوالہ دوسرے کا قول روایتہ تردید کے لیے نقل کر کے تردید پیش کی ہے اور گواہ مدعا علیہ نے اول سے لفظ "قال اور آخر سے فیہ نظر" حذف کر کے شرمناک خیانت کی ہے۔ پہلے کا یہ جواب دیا

گواہ نمبر ا نے صرف مفہوم نقل کیا تھا نہ کہ الفاظ پھر رشیدیہ سے یہ نقل کی تعریف پیش کی ہے مگر یہ سب بیکار ہیں۔ تاویلات میں باقاعدہ علامت اصل قول کے نقل کی دے کر مفہوم نقل نہیں کیا کرتے۔ نیز یہ مفہوم بھی غلط ہے کیونکہ اس میں تو ہے کہ رطب و یابس سے پُر ہیں اور وہاں ہے کہ ان پر مشتمل ہیں اور وہ بھی قصص میں نہ احکام وغیرہ میں جسے تحلیل و بریدہ کیا ہے۔ بہرحال اس جواب سے خیانت کا جواب کیا ہوا بلکہ پہلے اگر لفظی صرف خیانت تھی تو اب لفظی و معنوی دونوں خیانتیں ہیں جس کے بعد کسی طرح گواہ قابل شہادت نہیں کیوں کہ عدالت کے

روبرو غلط بیان ثابت ہونے سے اس کی تمام شہادت ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔ گواہ ٹ پر یہ اعتراض نہیں بلکہ اس پر دوسرا ہے جواپنی جگہ پر ضمناً گزر چکا۔ یہ کہنا کہ تفاسیر میں خلاف عصمت انبیاء بہت سی باتیں گواہ مدعا علیہ نے پیش کی تھیں۔ اور مختار مدعیہ نے صرف ایک مثال اس میں لے کر سب پر ایک حکم لگایا۔ صریح غلط بیانی ہے۔ مسل سے عدالت ملاحظہ فرمائے۔ ایک بھی مثال نہیں سب کٹ چکی ہیں۔ ہاں مطبوعہ کاپی پر ضرور ہیں اور سب میں خیانت کی ہے۔ مگر وہ زیر بحث نہیں۔ عدالت جب بھی حکم فرمائے ان امثلہ کی خیانتیں تمام پیش کی جا سکتی ہیں سب نے تردیداً وہ اقوال نقل کر کے روایتاً و درایتاً باطل کیا ہے۔

ابن جریر میں بھی اس کی تردید موجود ہے۔ چونکہ عدالت نے اپنے نوٹ سے اصل بیان میں اس سوال کو روک دیا ہے۔ اس لیے نہیں پیش کرتا۔

یہ کہنا کہ "وفیہ نظر" اس کے بعد والے قول ابن جریر سے متعلق ہیں۔ محض غلط ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ نیز ابتدا سے قال و کا قطع کرنا تسلیم کر لیا جو شرمناک خیانت ہے۔ جس کے بعد شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد فوائد مجموعہ کا حوالہ تو نقل کیا۔ مگر مختار مدعیہ کی پیش کردہ اس خیانت کا کوئی جواب نہ دیا کہ اسی کے آگے یہ عبارت ہے۔

"قال الخطابی و ھذا المحمول علی کتب مخصوصۃ الخ" جسے کاٹا گیا ہے۔ گویا یہ خیانت بھی مسلّم ہے۔ بہر حال شہادت ناقابل قبول ہی رہی۔

(آیت قرآنیہ کے ترجمہ میں خیانت کا الزام)

(۱) گواہ مدعا علیہ نے آیت فلما جاءتھم رسلھم بالبینات فرحوا بما عندھم من العلم وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون (المومن ع ۹) کا ترجمہ یہ کیا۔ اور جب ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے کر آئے۔ تو یہ لوگ اپنی لیاقت علمی پر نازاں ہوئے اور جس بات کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔ وہ ان پر آلٹ پڑے" اور ترجمہ میں باوجود معمولی ترمیم کے بہر حال گذشتہ کا ایک واقعہ امم سابقہ کا مانا۔

پھر اس سے نتیجہ ایک ضابطہ بنا کر موجودہ علماء پر منطبق کرنے کے واسطے مفہوم میں یہ تحریف کی۔

"پس ظاہر ہے۔ کہ علماء ہمیشہ خدا کے فرستادوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے رہے۔ اور ان کا علم ان کے لیے حجاب اکبر بن گیا۔ اس کے بعد جو بھی منہ میں آیا علماء کو کہا۔ اور تفصیلی امثلہ تکفیر پیش کیں وغیرہ وغیرہ۔

پس اس آیت کے مطلب میں خیانت کی اور تکفیر علماء کی وجہ سے مرزا صاحب کو خدا کا فرستادہ اور ان علماء

کو جنہوں نے اُن کے کفر وارتداد پر بندگان خدا کو مطلع کیا تھا۔ انہیں اس آیت کا مصداق بنایا۔ حالانکہ یہ آیت امم سابقہ مثل یہود و نصاریٰ کے حق میں ہے۔

اس کا جواب صرف یہ دیا کہ علماء پر کچھ اور فقرے کس دیئے اور یہود و نصاریٰ کے متعلق ہونے سے انکار کردیا۔ حالانکہ آیت کا سیاق و سباق اور صیغہ ماضی بتاتا ہے کہ یہ امم سابقہ کے متعلق ہے۔ پھر بھی اسے اپنی رائے سے غلط معنی پہناتے، تحریف معنوی ہے جو جائز نہیں۔

اور بد ذات فرقہ مولویان کے تحت جس قسم کی موجودہ زمانہ کے علماء و صلحاء کے واسطے فقرات اور سخت کلامی و دشنام طرازی اختیار کی تھی۔ یہاں اس سے زائد کی ہے۔ ہمارا اصولی جواب نہایت نرم لہجہ میں پیش ہوچکا عدالت اسے خود ہی ملاحظہ فرمائے ہم مکرر نقل بھی نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں آیت صراط الذین انعمت علیہم کا بھی ترجمہ تھا۔ کہ ہمیں اُن لوگوں سے بنا جن پر تُونے انعام کیا۔ یعنی نبی بنانے کی دعا کرنے کا حکم ہے۔ یہ سب تحریف کلام الٰہی ہے اس کا جوابی میں کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ یوں ہی اکثر آیات و احادیث و اقوال سلف میں خود تراشیدہ ترجموں سے مغالطے دیے ہیں۔

(۱۴)

مندرجہ ذیل کتب فریقین کو غیر مسلم ہیں

(۱) حجج الکرامۃ۔ (۲) اقتراب الساعۃ
(۳) فتح البیان۔ (۴) جامع الشواہد۔
(۵) بھونچال بر لشکر دجال۔ (۶) انوار احمدیہ۔
(۷) حیات جاوید۔ (۸) ہدیہ مجددیہ۔
(۹) تفسیر صافی۔ (۱۰) ابلیس

اس کے علاوہ اور بھی اس اس قسم کی ہیں۔ کیونکہ مقدمہ مرزا صاحب کے متبعین اور اہل سنت احناف میں ہے اور یہ کتب غیر مقلدین۔ نیچری۔ یا رافضیوں کی ہیں۔ پس نہ حنفیوں کی مسلم ہوئیں نہ مرزا صاحب کے متبعین پر بلاوجہ اُن کے حوالے دیئے۔ نیز مرزا صاحب کے متبعین تو ظاہری ادعا کے مطابق قرآن کے اور جو حدیث ان کے زعم میں ان کے اور مرزا صاحب کی وحی کے مطابق ہوں۔ نیز مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء کی کتب کے سواء کچھ نہیں مانتے۔ جیسا کہ جرح میں بار بار آچکا ہے۔ پس یہ کتابیں صرف اسی لیے کار آمد ہو سکتی تھیں۔ کہ وہ فریق مدعیہ پر حجت ہوتیں۔ اور اسے مسلم نہیں۔ نہ اس کے فرقہ کی ہیں۔ پس فریقین کو غیر

مسلم رہیں ۔

اس پر بلاوجہ غلط بیانی کا الزام دے کر مختار مدعا علیہ نے بیکار تاویلیں کیں جو قابل التفات بھی نہیں ۔ نیز یہ کہا کہ شہاب و روح المعانی کے متعلق بھی یہی کہا ۔ حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی ہے بلکہ شہاب کے متعلق یہ کہا ہے ۔ کہ ہمارے نزدیک وہ حاشیہ معتبر نہیں ۔ نیز ایک مفسر کی رائے علم حدیث میں ماہرین فن کے مقابلہ پر بالاتفاق معتبر نہ ہو گی ۔

روح المعانی کے متعلق ہرگز غیر مسلم یا غیر مسلمہ فریقین کا لفظ نہیں کہا گیا ۔ ہاں فتح البیان کے متعلق کہا گیا ۔ شاید مختار مدعا علیہ کو مغالطہ ہوا ہو ۔

گواہ مدعیہ نے شہاب کے اس بیضاوی پر کے حاشیہ کا حوالہ نہیں دیا ۔ جو حاشیہ غیر معتبر ہے ۔ بلکہ ان کی کتاب نسیم الریاض کا حوالہ دیا ہے ۔ اُسے غیر معتبر نہیں کہا گیا ۔ ایک مصنف کی تمام تصانیف ایک جیسی معتبر ہونا ضروری نہیں امام بخاریؒ کی کتاب صحیح بخاری جیسی پایہ کی ہے اس طرح ان کی دوسری تصانیف تاریخ بخاری، ادب المفرد جزو قرارت خلف الامام وغیرہ نہیں ۔ بلکہ اکثر حجت ہی نہیں ۔ مختار مدعیہ نے حجج الکرامۃ و اقتراب الساعۃ و فتح البیان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ یہ پیش کی تھی کہ ان کا مصنف غیر مقلد ہے جن سے کافی اختلاف مسئلہ تقلید وغیرہ میں یہاں تک کہ تقلید کو شرک تک کہتے ہیں لہٰذا مدعیہ اور اس کے فریق مقلد، بر مخالف کی کتب کیونکر حجت ہوں گی ۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ جب وہ اس فریق کو مشرک کہتے ہیں تو پھر فریق مدعیہ کو انہیں کافر بتانا چاہیئے حالانکہ گواہ مدعیہ ٹ نے انہیں مسلمان مانا ہے اور حجج الکرامۃ کی بعض عبارات کی تصدیق کی ہے کہ اس میں ہیں ۔

نیز یہی حوالہ الساعۃ میں بھی ہے اور ملا علی قاری کا بھی ۔ نیز مولانا گنگوہی نے فتاوے رشیدیہ میں اُن کے حوالے دیئے ہیں ۔ پھر مختار مدعیہ کو کیا حق ہے کہ انہیں تعصب اور غیر مقلدیت کی وجہ سے غیر مسلم بتائے ۔

(الجواب)

باوجودیکہ یہ بات باربار صاف ہو چکی مگر مکرر لا رہے ہیں یقیناً ہمارا فریق سوائے مرزا صاحب اور ان کی امت کو جو قطعاً کافر ہیں کسی اور کو کافر نہیں کہتا بلکہ اُن کے فتاویٰ غلط فہمی پر مبنی بتاتا ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا اور یہی گواہ نمبر۱ نے جرح میں بتایا ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱ ۔

مسلمان اس قدر تکفیر کے دلدادہ نہیں کہ صرف ایک شخص کی بیعت میں تامل کی وجہ سے تمام چالیس کروڑ مسلمانوں کو بلا استثناء بیک قلم دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بناویں جیسے کہ مرزا محمود صاحب خلیفہ قادیان نے کیا ۔ (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ و صفحہ ۵۶) باقی کسی کتاب کے متعلق یہ کہنا کہ اُس میں فلاں چیز ہے اس سے اُس کا مسلم ہونا تو لازم

نہ آیا ورنہ ماننا پڑے گا کہ جرح میں جو کتب گواہان مدعا علیہ کے سامنے پیش ہوئیں اور اُن میں عبارت مسئولہ بتائی وہ سب اُن کی مسلم ہو گئیں۔

نیز الساعۃ کب مسلم ہے اور ملا علی قاری کا قول تو اُسی حجج الکرامۃ سے نقل ہے جس کا وثوق کے ساتھ اعتماد نہیں۔ نواب صاحب بھی نقل حوالوں میں پختہ کار نہ تھے ملاحظہ ہو تذکرۃ الراشد مولانا عبدالحیؒ۔

فتاویٰ رشیدیہ میں حوالے اُن غیر مقلدین پر حجت قائم کرنے کو نقل کئے گئے ہیں جو اُنہیں مانتے ہیں یہ کہیں نہیں کہ یہ ہمیں مسلم ہیں مفصل اپنی جگہ پر گذر چکا بہر حال یہ کتب ہمیں تو مسلم نہیں اور نہ فریق ثانی تسلیم کر رہا ہے بس فریقین کے غیر مسلم ہونے میں شبہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ جامع الشواہد، بھو نچال بر لشکر دجال، حیات جاوید وغیرہ کے مسلم وغیر مسلم ہونے کا سوال بھی نہیں اُس سے تو اُسی کی تکفیر دکھانا ہے۔ مگر جب تک متعدد مسلم کتب سے نہ دکھائیں ان غیر ذمہ دار غیر مسلم رسائل کا اعتبار کیا بہر حال جب کہ یہ ہمیں اور اُنہیں دونوں کو مسلم نہیں تو ان کا لانا ہی بیجا طوالت کے سوا کوئی سود مند نہیں۔

ہدیہ مجددیہ وانوار احمدیہ جن کے مصنف کا نام تمام جرح میں نہ بتا سکے نہ اصل کتاب پیش کر سکے اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ان کے غیر مسلم ہونے کی کوئی وجہ نہیں بیان کی اس سے زائد کیا وجہ ہوگی کہ مدعیہ یا اس کے فریق کے کسی مسلم بزرگ کی نہیں ایک غیر معروف شخص حکیم وکیل احمد سکندر پوری کی ہے جن کے حالات کا بھی پتہ نہیں ہر کس وناکس کے رسائل وتالیفات حجت ومسلم نہیں ہو سکتیں۔

(مسلم اور مسلمان کا فرق)

مختار مدعیہ نے پیش کیا تھا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب وغیرہ کے مسلمان ماننے سے ان کا مسلم ہونا کیسے تسلیم ہوگا۔ مسلمان اور مسلم ہونے میں فرق ہے۔ کتنے مسلمان ہیں مگر مسلم نہیں ملاحظہ ہو محمد علی صاحب ایم اے خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کی جماعت مدعا علیہ اور اس کے فریق کے نزدیک مسلمان تو ہیں مگر مسلم نہیں یوں ہی حنفیہ کے نزدیک غیر مقلدین و علماء بریلوی وغیرہ مسلمان تو ہیں مگر مسلم نہیں۔

اس کے متعلق یہ کہنا کہ بحث صرف اسلام وکفر کی تھی اس لیے مسلمان ہونے کا سوال کیا گیا ورنہ جن کے متعلق دریافت کیا گیا وہ مسلم امام ہیں محض غلط اور سراسر مغالطہ ہے۔ کبھی بھی نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد یا دوسرے ان جیسے مدعیہ یا اس کے فریق کے امام نہیں ہو سکتے ورنہ مختار مدعا علیہ کو تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے۔ اور ظہیر الدین اروپی اس کے مسلم امام ہیں۔

یہ نظریہ اتنا واضح تھا کہ کسی بحث کی ضرورت ہی نہ تھی۔ بلاوجہ تاویلات دی۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے

ان تاویلات کے بعد بھی تقریباً اس سلسلہ کے آٹھ دس نمبر لاجواب رہے ۔

(گواہ مدعا علیہ کی شہادت ہرگز قابل قبول نہیں)

ہر دو گواہ مدعا علیہ مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی صفائی پیش کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں ۔ حالانکہ دونوں اس کے تنخواہ دار ملازم اور ایسی صفائی پیش کرنے اور ملک میں اسی پروپیگنڈہ کرنے کے نوکر ہیں ۔ پس ایکٹ شہادت کے بموجب نوکر کی شہادت آقا کے حق میں مؤثر و قابل التفات نہیں ۔ (ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۲ ۲۱ مارچ ۳۳ء) یہ تنقید لاجواب اور بالکل ضابطہ کے مطابق ہے لہٰذا ان کی شہادت معتبر نہ ہونی چاہیئے ۔

نیز ہمارے بعض گواہوں کو دیوبندی خیال کے بتا کر کافر بنانا اور علمائے اسلام جن کی شہادت کا حکم تھا ۔ اس کے زمرہ سے خارج کرنا چاہا ہے ۔ حالانکہ گواہ مدعا علیہ ۲ ۲۰ مارچ ۳۳ء کی جرح میں کسی ایک کو بھی دیوبندی خیال کا ثابت نہ کر سکا ۔

نیز گواہ مدعیہ الف و ۲ و ۴ کا تو دیوبند یا ان کے علماء سے کسی قسم کا تعلق نہیں ۔ اور اول الذکر دو شہادتیں جرح سے بھی صاف ہیں ۔ لہٰذا یقیناً قابلِ لحاظ و قابل قبول ہیں ۔

اور اوپر گذر چکا نیز اپنی جگہ پر آئے گا کہ بعض علماء دیوبند کے متعلق غلط فہمی سے بعض اشخاص نے انفرادی فتوے دیئے ۔ اور اکثر نے بعد اطلاع حقیقۃ حال واپس لے لیے جیسا کہ غایۃ المامول وغیرہ سے پیش کر چکا ہوں ۔

اور تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسی کا ان پر فتویٰ کفر ہے لہٰذا وہ علمائے اسلام نہ رہے ۔ پس جب کہ کسی ایک دو کے انفرادی فتویٰ سے بھی علماء اسلام سے نکل سکتا ہے ۔ تو گواہان مدعا علیہ تمام دنیا کے اسلامی فرقوں شیعہ ۔ مقلد غیر مقلد حنفی ۔ شافعی ۔ مالکی ۔ حنبلی ۔ عرب و عجم کے متفقہ کفر کے فتوےٰ کے بعد علماء اسلام کیونکر رہ سکتے ہیں ۔

مختار مدعا علیہ اور گواہان نے یہ بحث بیجا یہاں شروع کی ۔

گواہان مدعیہ کی حیثیت کسی طرح مجروح نہیں ۔ مگر گواہان مدعا علیہ اور خصوصاً گواہ مدعا علیہ ۲ کی شہادت تو اسقدر مجروح ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی اسے محسوس کیا اور اپنی بحث میں اکثر گواہ ۱ کے حوالہ پر اکتفاء کی ۔ نیز اس پر جرح کے ایک آدھ جواب غیر متعلق دیکر باقی تنقید کو گویا کہ لاجواب مان لیا ۔ بس مدعا علیہ کی طرف اصولاً صرف ایک ہی گواہ رہ گیا ۔ اُس کا بیان بھی سخت متعارض حوالے غلط ۔ قطع و برید ۔ ترجموں میں شرمناک خیانتیں جس کے بعد شہادت کی کوئی بھی وقعت نہیں رہتی ۔ عدالت خ بمسا بر اصل بحث مختار مدعیہ سے ملاحظہ فرمائے ۔

*****

(۵)

بشارت احمد

مختار مدعیہ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق متعین کرنے کو نہایتہ غلطی ہونے تک تسلیم کیا ہے اور اس مصداق کے تعیین کو انکار آیت کے استلزام کا مضحکہ اُڑایا ہے حالانکہ مختار مدعیہ کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ احمد سے مراد سید الاولین والآخرین سیدنا بسندنا محمد مصطفٰے علیہ السلام و الصلوٰۃ کا خود قرآن کا مدلول ہے چونکہ قرآن کو بیان فرمایا گیا ہے وہ خود اپنی آپ تفسیر ہے اور اسی لیے اس کو تفصیلاً لکل شیء بھی کہا گیا ہے قرآن شریف میں سورہ اعراف میں فرمایا ہے الذین یتبعون الرسول النبی الامی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نبی کی پیشگوئی انجیل میں کی گئی ہے وہ امی ہے اب اس صورت میں وہ ذات البرکات والحسنات سید الکائنات علیہم وافضل الصلوٰۃ اکمل التحیات ہی اس کا مصداق بن سکتی ہیں کیونکہ وہی ایک شے ہے جو باوجود امی ہونے کے ایک ٹھوکر سے کروڑوں فلسفی پیدا کر سکتے ہیں بجناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب قادیاں امی بالکل نہیں تھے بالکل گل علی شیعہ کے شاگرد تھے مولوی عالم خوب اہلمدی کر سکتے تھے بلکہ بقول مرزائی صاحبان سلطان القلم تھے ایک ایک موضوع پر پچاس پچاس الماریاں ان کی تصانیف کی ہو سکتی ہیں ایسا شخص امی نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ عیسٰے علیہ السلام نے ایک ہی شخص کی پیشگوئی کی ہے لہٰذا ان کی پیشگوئی سے اگر حضور مراد نہ ہوں گے تو قرآن کی تکذیب ہو گئی اب ظاہر ہے کہ جو شخص اسمہ احمد کا مصداق کسی غیر کو بنائے گا وہ قرآن کا منکر ہوگا اور سورہ اعراف کا عین مخالف۔

مختار مدعا علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ مرزا محمود احمد کا یہ مطلب نہیں تھا کہ مرزا صاحب بہر حال و بہر لحاظ مراد ہیں بلکہ اصالۃً مرزا صاحب ظلاً و تبعاً حضور ہیں۔ بخلاصہ اولاً تو یہ امر خلاف واقع ہے یہاں بشارت احمد سے عبارت نقل کرتے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق بہر حال اور بہر لحاظ مرزا ہے ثانیاً یہ غیر ممکن ہے آیت میں اسمہ احمد واقع ہے احمد کو علم اور جزئی حقیقی کہا جاتا ہے اور علم کا موضوع لواحد بعینہ ہونا کافیہ خوانوں کے نزدیک بھی مسلّم ہے پس اگر اس سے مراد مرزا صاحب کو لیا جائے تو حضور مراد نہیں ہوئے اور اگر مراد حضور ہیں جیسے کہ قرآن شریف کا صاف مدلول ہے تو مرزا صاحب نہیں ہو سکتے کیونکہ احمد علم اور جزئی حقیقی ہے کلی نہیں۔

ثالثاً بلکہ مرزا صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں غلام احمد ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ اگر لفظ احمد سورۃ صف میں مرزا غلام احمد صاحب کو مراد لیا جائے جیسا کہ خلیفہ

ثانی نے کہا ہے تو اس سے اظہار آیت کا استدلال قابل مضحکہ ہے غایت الامر فریق مخالف اس کو غلطی قرار دے سکتا ہے نیز خلیفہ ثانی نے یہ بالکل نہیں کہا کہ بہر حال اور بہر لحاظ اس سے مرزا غلام احمد صاحب مراد ہیں بلکہ بالاصالۃ تو مرزا صاحب مراد ہیں اور وصف کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

دراصل مختار مدعا علیہ نے مختار مدعیہ کا مطلب نہیں سمجھا مختار مدعیہ کی یہ غرض نہیں کہ کسی مبہم چیز کی تعیین اس کے انکار کو مستلزم ہے بلکہ ان کی غرض یہ ہے اس آیت میں بلحاظ سیاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں قال اللہ تعالیٰ :-

فلما جآء ھم بالبینات قالوا ھذا سحر مبین ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ الکذب وھو یدعیٰ الی الاسلام واللہ لا یھدی القوم الظالمین یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکافرون ھو الذی ارسل رسولہ الایۃ

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰ کی بشارت کے بعد جب ان کے پاس احمد بشر بہ تشریف لائے اور بینات اور دلائل واضح کے ساتھ تشریف لائے تو جن لوگوں کو اس بشارت کا علم حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے ہو چکا تھا احمد مبشر بہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور کہہ دیا کہ یہ جادو ہے ظاہر اور اللہ تعالےٰ پر بہتان اور افتراء باندھا کہ یہ بشارت متعلق ہے وہ کوئی ہے اور کون اس سے بڑا ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی عیسےٰ علیہ السلام کی وساطت سے جس ذات مقدس کے لیے بشارت دی تھی اس کو کسی دوسرے کے حق میں بنادے حالانکہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیا گیا ہے اور اسلام ایک محقق اور سچا راہ ہے جس کا مدعی بشارت کا صحیح مصداق ہے۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے مگر اللہ تعالیٰ ظالمین کو جو وضع شئی فی غیر محلہ کے مرتکب ہوئے ہیں اور بشارت کے اصلی مصداق کو ترک کر کے کسی غیر کو مصداق تراشتے کبھی ہدایت نہیں دے گا اس واسطے کہ وہ کوئی بھولے ہوئے نہیں بلکہ وہ تو از روئے ہٹ دھرمی خواہش کرتے ہیں کہ اس بشارت کا مصداق دوسرا قرار دے کر اس اللہ تعالیٰ کے نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں یعنی یہ تفسیر مصداق بشارت محض قول ہونے پر منحصر ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو جو فاران سے ظاہر ہوا ہے پورا کامل کر کے چھوڑ گیا اور اس بشارت کے تصدیق کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے جیسے کہ بخاری دوسرے صفحہ والی روایت سے ثابت ہے کہ حضور پر نور کے زمانہ میں ہی رومہ کے بڑے اسقف نے علی الاعلان کہہ دیا کہ جس کی بشارت دی گئی وہ آگیا اور وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وہ لوگ جو کافروں میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت کا مصداق بنانے میں کراہت محسوس کریں گے اور کھینچا تانی کر کے دوسروں کو مصداق بناتے پھریں گے

وہی (جس نے عیسےؑ پر بشارت محمدیہ نازل فرمائی ہے) تو ہے جس نے (اس بشارت کے مطابق) نیا رسول بھیجا۔ الغرض اس آیت کا سیاق دلالت صریح سے ثابت کر رہا ہے کہ اس بشارت کا مصداق آ گیا ہے۔ اور اس کا مصداق کوئی دوسرا تجویز کرنا افتراء ہے اور سخت ظلم ہے اور جو لوگ دوسرا مصداق بشارت تلاش کرتے ہیں وہ کافر ہیں اور ہٹ دھرمی سے ایسا کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اس بشارت کا مصداق جو اللہ تعالیٰ نے متعین کیا ہے وہ ذات بابرکات جامع الحسنات و البرکات آقائے کائنات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس اب جو شخص کسی دوسرے کو مصداق قرار دیتا ہے وہ اس آیت کا منکر ہے کیونکہ حسب تعین خداوندی اب کوئی دوسرا مراد تو ہو نہیں سکتا اور جو کسی آیت کے ایسے معنے کا انکار کرے۔ جس کا سیاق ہو تو اس کو بجز منکر آیت کے اور کیا کہا جاوے گا گو منہ سے آیت کا ماننا تسلیم کرتا ہو۔

قرآن شریف کو بالاستیعاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسےؑ نے ایک ہی نبی کی بشارت دی ہے۔ بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انہوں نے متعدد انبیاء کی بشارتیں دی ہیں ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ ص۲۔

اور قرآن شریف میں سورت اعراف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے الذین یتبعون الرسول النبی الامی آیت اس سے پایا جاتا ہے کہ انجیل میں جس نبی کی بشارت ہے وہ امیؐ ہے اور رسول اور نبی بھی ہے اور تمام مخلوق میں فقط ایک ہستی ہے جو امی بھی ہے اور رسول بھی اور نبی مگر مرزا صاحب بالکل امی نہیں تھے وہ انبالہ کے ایک شیعہ عالم کے شاگرد تھے جس سے شرح جامی تک کتابیں پڑھی تھیں اور مولوی عالم پنجاب یونیورسٹی کا امتحان بھی دیا جس میں فیل ہو گئے الہدی بھی کی تھی اور بقول مرید صاحبان سلطان القلم تھے اور بقول ذات شریف ایک ایک موضوع پر پچاس پچاس الماریاں تصانیف چھوڑ مرے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس بشارت کو مرزا صاحب پر منطبق کرنا قرآن شریف کا انکار ہے جو اسے مبشر بہ نبی امی قرار دیتا ہے۔ اور اگر احادیث کو بھی دیکھا جائے تو عرباض بن ساریہ سے بخاری و مسلم میں ایسی روایات ملجائیں گی۔ جن سے حضور کا ارشاد ذیل ملتا ہے

ساخبرکم باول امری دعوۃ ابراھیم و بشارۃ عیسیٰ ابن مریم الحدیث

پس معلوم ہوا کہ بشارت اسمہ احمد کا مصداق اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور خود مبشر بہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضور پر نور ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور جو کوئی اس کا مصداق کسی دوسرے کو تجویز کرنے چاہئے اس کا نام احمد ہی کیوں نہ رکھ لیا جائے وہ قرآن شریف اور حضرت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے معنےٰ اور مصداق کا مخالف ہے پس اس نے انکار آیت کیا۔ اور یہی مختار مدعیہ کا مطلب ہے۔

رہا امر ثانی کہ خلیفہ ثانی کے نزدیک بہر حال اور بہر لحاظ مرزا صاحب مراد نہیں یہ بھی غلط ہے میں جناب خلیفہ ثانی کی کتاب القول الفصل کے صفحہ ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ کی طرف توجہ عدالت مبذول کراتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق پیش گوئی کا میں ہی ہوں کیونکہ یہاں صرف احمد کی پیشگوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں تھے چنانچہ آپ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسٰے اپنے جمالی مضمون کے رو سے ایک ہی ہے اس کی طرف اشارہ ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع الجلال والجمال لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔

(ازالہ اوہام جلد دوم صفحہ ۶۷۳)

اسی طرح اعجاز المسیح میں لکھتے ہیں اور عیسٰے نے کزرع اخرج شطئہ الآیہ الذین داخرین منہم الی قولہ۔

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۴، ۱۲۳)

اس سے خلیفہ ثانی اور مرزا صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہو سکتے اور بہر حال اور بہر لحاظ اس سے مرزا صاحب مراد ہیں۔

اور دو شخص اس سے مراد ہو بھی نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ احمد علم ہے اور علم کی وضع ایک معین شخص کے لیے ہوتی ہے اور یہ نکرہ اور کلی نہیں۔ پس اگر اس سے دو نو شخص مراد لیے جائیں تو اسم کی وضع کا خلاف ہو گا۔ نیز آنکہ مرزا غلام احمد صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں ان کا نام تو ان کے والد صاحب نے غلام احمد رکھا ہے اگر قرآن شریف میں اسمہ غلام احمد ہوتا تو پھر کوئی وجہ تھی۔ اور مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب احمد کے نام پر بیعت لیتے تھے اور مرزا محمود کا یہ ادعا کہ خدا نے آپ کا نام احمد رکھا اور آپ نے نام کا یہی حصہ اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا۔ سب شاعرانہ باتیں ہیں۔ ان کو استدلال نہیں کہا جاتا احمد کے نام پر بیعت لینا تو اس وقت شروع کیا جب کہ آپ نے اپنے آپ کو بشارت کا مصداق فرض کیا اور یہی دلیل ہے اس کے مصداق نہ ہونے کی۔ اس واسطے آیت میں اس کی بشارت دی گئی ہے جو احمد کے نام سے ابتداءً مسمی ہو گا اس واسطے کہ اسمہ احمد جملہ اسمیہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے۔

اور اگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی صادق آتا ہے۔ کہ حضور کا نام آمنہ صدیقہ نے احمد رکھا اور عبدالمطلب نے محمد رکھا اور یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا نام احمد رکھا اگر یہ مراد ہے۔ کہ اس پیشگوئی میں میرا یہ نام ہے تو مصادرہ علی المطلوب ہے۔ اس پیشگوئی میں وہ شخص مراد ہے جس کا نام کسی دوسری دلیل سے ثابت کیا جائے۔ اور اگر اس بشارت کا مصداق ثابت کرنے کے لیے بشارت کو پیش کیا جائے تو یہ توقف الشئی علی نفسہ ہو گا اور اگر کہیں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھا ہے یہ محض فرض ہی فرض ہے۔ اصلیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا خدا تعالیٰ کی قدرت

دیکھئے کہ آخر خلیفہ ثانی کے منہ سے سچ نکل ہی گیا۔ کہتے ہیں اپنے نام۔

یعنی مرزا صاحب کا نام مرکب ہے۔ اور اس کا ایک حصہ اور جزء احمد کا لفظ ہے۔ جو اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا ہے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا نام احمد نہیں۔ بلکہ یہ ایک جزء ہے پس سارا نام غلام احمد ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کتاب البریہ میں لکھتے ہیں۔ میرا نام غلام احمد والد کا نام غلام مرتضی ہے۔

الغرض مرزا صاحب اور اس کے خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کا دعویٰ یہی ہے کہ اس بشارت میں مراد مرزا صاحب ہیں حضور پرنور علیہ السلام نہیں۔

باقی انوار خلافت کے طویل طویل حوالے بلفظہ نقل کر کے بلاوجہ مسئلہ کو طول دیا اور بزعم خود اپنے اس کفریہ پراولہ پیش کیے حالانکہ گفتگو اس قدر تھی کہ اس آیت بشراً برسول کا حقیقی مصداق اور احمد کے نام کا حقیقی مسمی مرزا صاحب ہیں یا رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شروع میں مرزا محمود صاحب نے تسلیم کر لیا کہ اس آیت کے حقیقی مصداق صرف مرزا صاحب ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد بھی نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ مرزا صاحب کا ہے۔ ملاحظہ ہو انوار خلافت صفحہ ۱۸۔

(۱) پہلا مسئلہ یہ ہے۔ کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورہ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے اور جب کہ ہم نے قرآن کی نص قطعی اور صحیح مرفوع متصل حدیث سے ثابت کر دیا کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق ہیں اور احمد، بخاری شریف وغیرہ میں آپ ہی کے اسماء میں شمار ہے پھر اس قول کے خلاف نصوص قرآنیہ و تصریحات سنت نبویہ موجود ہیں پس اب اس کے کفر و ارتداد ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

۹

(قرآن و حدیث اور وحی مسیح موعود)

اس سلسلہ میں میں نے اعجاز احمدی صفحہ ۳۰ کا حوالہ پیش کیا تھا مختار مدعا علیہ نے اس کی ایک غلط اور ناقابل توجیہ یہ کی ہے کہ یہ کلام ان احادیث کی بابت ہے جو مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق ہیں

ان کی دو قسمیں بنا کر جو قرآن کے مطابق ہیں ان کو تائید دعوے میں قبول کرتے ہیں اور جن کے متعلق ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے متعلق کہا ہے وہ وہی احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں

الجواب

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب بالکل غلط اور خلاف تصریح مرزا صاحب ہے کیونکہ شرع محمدیہ کے احکام و مسائل کے اصول میں سے اصل اوّل قرآن اور اصل دوم حدیث ہے۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں "اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ عبارت بالکل صاف اور واضح ہے۔ کہ مرزا صاحب نے حدیث کو اصول و بنیاد دین سے خارج سمجھ کر حدیث کی توہین کی نیز حدیث سے اپنی وحی کو مقدم سمجھ کر قرآن کے بعد اپنی وحی کو اصول دین میں اصل ثانی قرار دیا۔ جس میں حدیث کی سخت توہین ہوئی کہ قرآن کے بعد مرزا صاحب کی وحی کا رتبہ رہا نہ حدیث کا اور نیز اس میں تشریع کا دعویٰ بھی پایا گیا کیونکہ اصول دین میں مرزا صاحب کی وحی کا اضافہ ہو گیا جو اصل جدید ہے اصول شرعیہ میں کہیں اس کا ذکر تک نہیں پھر مرزا صاحب حدیث کا درجہ اصول و بنیاد دین سے گرا کر اس کو محض تائید کا درجہ دیتے ہیں جس میں حدیث کی توہین ہے اسی پر اکتفاء نہیں بلکہ تائید کا رتبہ بھی اس وقت حاصل ہے کہ جب حدیث میں دو شرطیں پائی جائیں اوّل یہ کہ قرآن کے مطابق ہو دوم یہ کہ مرزا صاحب کی وحی کے بھی معارض نہ ہو اگر حدیث مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہو تو اگرچہ قرآن کے موافق بھی ہو تو بھی تائید کی حیثیت نہیں رکھتی اس میں حدیث کی سخت توہین ہے پھر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں ظاہر ہے کہ دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو اوپر بیان کردہ دو شرطوں پر نہ ہوں یعنی یا قرآن کے موافق نہ ہوں یا موافق تو ہوں مگر مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہوں ان تمام حدیثوں کو مرزا صاحب ردی کی طرح پھینکتے ہیں عدالت غور فرمائے کہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کس قدر توہین ہے کہ صحت حدیث کا ایک یہ بھی اصل ہوا کہ مرزا صاحب کی وحی کے معارض نہ ہو ورنہ پھینکنے کے قابل ہیں اس سے زیادہ حدیث کی توہین کیا ہو سکتی ہے مختار مدعا علیہ نے مغالطہ دینے کے لیے دوسری حدیثوں سے وہ احادیث مراد لیتا ہے جو قرآن کے مخالف ہیں حالانکہ مرزا صاحب کی عبارت میں دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو قسم اول کے مقابل ہیں اور قسم اوّل کی وہ حدیثیں ہیں جو نہ قرآن کے مخالف ہوں اور نہ مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہوں۔ پس وہ احادیث جو صرف قرآن کے مخالف ہوں یا وہ احادیث قرآن کے موافق مگر مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہیں وہ سب قسم دوسری حدیثوں میں داخل ہیں میں اپنے تنقیح جواب کی صحت کے لیے مرزا صاحب کی اصل عبارت لکھ دیتا ہوں عدالت خود غور فرما لے گی کہ کس طرح حرف بحرف ہمارا دعویٰ مرزا صاحب سے ثابت ہے۔

"اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں"

(اعجاز احمدی صفحہ ۳۰ و ۳۱)

پھر مختار مدعا علیہ ایک مغالطہ اور دیتا ہے کہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کے بالکل موافق ہے ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کا ایسا اعتقاد ہو اور ایمان ہو جس کی کلام زیر بحث ہے یعنی مرزا صاحب کا اعتقاد ایسا معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر مرزا صاحب اپنی وحی کو بالکل قرآن کے موافق سمجھتے تو تائیدی حدیثوں کے لیے دو شرطیں نہ لگاتے کہ قرآن کے موافق ہو اور میری وحی کے معارض نہ ہو۔ اس قید کا فائدہ صرف یہ ہے کہ صرف قرآن کی موافقت کافی نہیں بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی ضرور ہے کہ میری وحی کے معارض نہ ہو یہ فائدہ اس وقت مرتب ہو سکتا ہے جب کہ موافقت قرآن کے بعد بھی مرزا صاحب کی وحی معارض نہ ہونے کا احتمال باقی ہو اور یہ احتمال اس وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ جس وقت موافقت اور تعارض کا اجتماع ممکن ہو۔

میں نے توہین حدیث کے سلسلہ میں اعجاز احمدی صفحہ ۵۷ کی عبارت پیش کی جس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ ان حدیثوں کے متعلق ہے جو قرآن کے مخالف ہیں۔ مختار مدعا علیہ کا یہ جواب نہ صرف غلط ہے بلکہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ منشاء توہین یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے علم کو احادیث نبویہ پر بدیں علت وجہ ترجیح قرار دیتے ہیں کہ ہم نے براہ راست خداوند حکیم سے حاصل کیا اور تمہاری حدیث مردوں سے مروی ہیں جو بہر حال ہمارے علم کی برابری نہیں کر سکتیں۔

اب مختار مدعا علیہ کے مغالطہ پر غور فرمائیے کہ قرآن کی موافقت اور مخالفت کو دخل دے رہا ہے۔ مرزا صاحب احادیث کی تحقیر اس بناء پر کر رہے ہیں کہ وہ مردوں سے مروی ہیں پس جس قدر سلسلہ احادیث موجود ہیں خواہ قرآن کے موافق ہو یا مخالف سب کا سب مرزا صاحب کے معیار امتیاز پر مرزا صاحب کے علم کے سامنے بے حقیقت ہیں کیونکہ یہ سب ان لوگوں سے مرویات ہیں جو فوت ہو چکے ہیں۔ کیا مختار مدعا علیہ کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ جو حدیثیں قرآن کے موافق ہیں فوت شدہ لوگوں سے مروی نہیں یا وہ مرزا صاحب کے الہامات و وحی سے زیادہ صحیح اور بلند مرتبہ ہیں بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ مرزا صاحب احادیث کو اپنے الہام و وحی کے مقابلہ میں بے اعتبار اور کم پایہ ثابت کر رہے ہیں خواہ قرآن کے موافق ہوں یا مخالف۔ جو احادیث نبویہ کی نہایت درجہ کی توہین و تحقیر ہے پھر مختار مدعا علیہ نے اپنے جواب کی تائید میں مرزا صاحب کی عبارت پیش کی ہے "اے

گمراہ کرنے والے ۔ کیا تو قرآن کی شان سے انکار کرتا ہے اور بجز قرآن کے ہمارے ہاتھ میں کیا ہے ۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت ہمارے مدعا کی زبردست دلیل ہے کیونکہ مرزا صاحب اس عبارت میں اصل دین صرف قرآن کو بتلاتے ہیں ۔ اور بجز قرآن کے سب چیز سے انکار کرتے ہیں حالانکہ احادیث نبویہ اصول دین میں ایک اصل محکم ہے جس سے انکار الحاد زندقہ ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا مگر مرزا صاحب احادیث کو بے اصل اور بے اعتبار ثابت کرنے کے لیے برملا کہتے ہیں کہ بجز قرآن ہمارے ہاتھ کیا ہے یہ سراسر احادیث نبویہ کی توہین ہے بلکہ ملحدانہ انکار ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت پیش کی ہے ۔ "پس اے مخالفو! نقلوں کے ساتھ خوش نہ ہو جاؤ اور بہتیری نقلیں اور حدیثیں دھوکہ بازنے بنائی ہیں ۔"

سو مختار مدعا علیہ کی عبارت بھی ہمارے مدعا کی زبردست تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب اپنے علم و بیان کے نقول کے قبول سے روکتے ہیں اور علت یہ بیان کرتے ہیں کہ بہتیری حدیثیں موضوع ہیں ۔ ہمارا تعلق حکم سے ہے جو بالکل صاف ہے کہ نقول پر خوش نہ ہوں اور یہ حکم عام ہے صحیح موضوع ضعیف و قوی تمام احادیث کو شامل ہے بعض احادیث کے موضوع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام نقول و احادیث قابل اعتبار نہیں ۔ بہرحال مرزا صاحب نے یہ عام حکم کرکے احادیث کی سخت توہین کی ہے ۔ پھر مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت نقل کی ہے اور خدا تعالیٰ کی وحی کے بعد نقل کی کیا حقیقت ہے پس خدا تعالیٰ کی وحی کے بعد کس حدیث کو مان لیں ۔ بحمد اللہ مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ یہ عبارت نہایت صراحت سے توہین احادیث پر دال ہے کیونکہ سرے سے ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی وحی کے مقابلہ حضور علیہ السلام کی احادیث کو کم درجہ ثابت کرکے احادیث نبویہ کی توہین کی ہے اب تک مختار مدعا علیہ ادھر ادھر کی توجیہات کرتا رہا کہ ان احادیث سے مراد وہ احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں نہ احادیث صحیح مگر مرزا صاحب کی اس عبارت نے مختار مدعا علیہ کی تمام توجیہات کا خاتمہ کر دیا ۔ مرزا صاحب اپنی وحی کے مقابلہ میں تمام احادیث نبویہ کو کس شان و عظمت و جلال سے بے حقیقت بتلاتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت مرقومہ بالا ۔

غالباً مختار مدعا علیہ کو یہ ضرور احساس ہوا کہ یہ عبارت مختار مدعیہ کے الزام کی زبردست دلیل ہے مگر وہ یہ آیت پیش کرکے مغالطہ دینا چاہتا ہے فبای حدیث بعدہ یومنون مگر اس کا جواب اس قدر بتلا دینا کافی ہے کہ حدیث سے مراد احادیث نہیں ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی و کبیر وغیرہ ۔

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی نے ایسا فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ قول غیر معتبر ہے ثانیاً نہ اس کو شہادت میں پیش کیا گیا نہ جرح میں آیا ہے ثالثاً یہ حدیث صحیح علیکم بسنتی الخ کے خلاف ہے۔

رابعاً یہ حضرت بایزید پر افترا ہے جیسا کہ افتصار میں لکھا ہے شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل ہروی گفتہ بر بایزید دروغہا بستہ۔

خامساً اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو حضرت بایزید پر بسا اوقات حالت سکر طاری ہوتی تھی اور حالت سکر میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں اور سکر کے زائل ہونے کے بعد استغفار فرماتے تھے۔ چنانچہ امام شعرانی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں سئل ابو غیلی الجوزجانی رض عن الالفاظ التی تحکی عن ابی یزید فقال رحمۃ اللہ ابو یزید لہ حالہ و لعلہ بھا تکلم علی حد غلبتہ او حال سکر۔

پھر مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی متعدد کتب سے چند جدید حوالجات نقل کر کے بطور نتیجہ کے یہ بتلایا ہے کہ جن احادیث کو رد کرنے کے لیے مرزا صاحب نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے وہی حدیثیں ہیں جو مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ قرآن مجید کے خلاف آپ کے دعویٰ مہدیت و مسیحیت کو باطل ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے تھے جن کا ظنی ہونا سب کو مسلم ہے مختار مدعا علیہ نے اس قول میں نہ صرف احادیث کے رد کرنے کی توہین کے الزام کو تسلیم کر لیا بلکہ اس غرض و غایت کو بھی بتلا دیا کہ مرزا صاحب کو ردی کی طرح احادیث نبویہ کو پھینکنے کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی تھی یعنی مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی علیہ الرحمۃ نے مرزا صاحب کے دعاوی مہدیت و مسیحیت کے بطلان پر احادیث کو پیش کیا چونکہ مرزا صاحب کا دعویٰ مہدیت و مسیحیت ان احادیث کی رو سے باطل ثابت ہوتا تھا اس لیے مرزا صاحب نے ایسی احادیث کو ردی کی طرح پھینکنے کا حکم دیا۔ گویا مرزا صاحب کا یہ حکم صرف توہین ہی نہیں بلکہ خود غرضی اور اپنے دعاوی کی خاطر سے ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ مولانا محمد حسین صاحب نے کن احادیث کو پیش کیا یہ وہ احادیث ہیں جو صحاح ستہ میں مروی ہیں اور جیسے کہ علامہ شوکانی توضیح میں لکھتے ہیں۔

پھر مختار مدعا علیہ نے تحفہ گولڑویہ کی چند احادیث کے مضامین بیان کئے ہیں جن میں دابۃ الارض وغیرہ کی بھی حدیثیں ہیں نا معلوم کہ مختار مدعا علیہ دجال وغیرہ کی حدیثوں کو پیش کر کے کیا ثابت کرنا چاہتا ہے۔ غالباً وہ ان احادیث کو پیش کر کے ان کے الفاظ ظاہری معانی پر استعجاب اور بعید از عقل ہونا دکھلانا چاہتا ہے۔ مگر جو جماعت مرزا صاحب کے مریم ہونے پھر حاملہ ہونے پھر وضع حمل کے لیے جذع کی طرف جانے اور پھر مریم سے عیسیٰ پر ایمان رکھتی ہو ان احادیث پر کیوں استعجاب ہوتا ہے۔

پھر مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کیے ہیں جن میں احادیث کی عظمت اور علو مرتبت بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ مسئلہ میں یہی اختیار کیا جس کی مذمت ہے اس کی مدح بھی موجود ہے جس کو صاف الفاظ میں بھی کہنا پڑتا ہے۔

حدیث فاعرضوا علیٰ کتاب اللہ

اعجاز احمدی میں مرزا صاحب نے ان احادیث کو ردی میں پھینکنے کا حکم دیا مرزا صاحب پر توہین احادیث کا الزام قائم کیا۔ تو مختاران مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے حکم کی وجہ اصول کتب کی بیان کردہ ایک حدیث کو پیش کیا جرح میں دریافت کیا گیا تو اس حدیث کو کتب حدیث میں سے کسی کتاب کا حوالہ نہ دے سکے سند دریافت کی گئی کوئی نہ بتلا سکے مجموعہ الفوائد سے شوکانی کا یہ قول اس حدیث کے متعلق پیش کیا گیا وضعتہ الزنادقہ تو کوئی اس پر جواب نہ بن آیا شوکانی نے اس حدیث کو موضوع زنادقہ کہا یعنی اس پر مندرجہ ذیل جروح پیش کی گئیں۔

(۱) یہ احادیث کی کتب میں مروی نہیں۔

(۲) حدیث بلا سند ہے جو غیر معتبر اس پر عبداللہ بن مبارک کا قول صحیح مسلم سے پیش کیا گیا۔

(۳) شوکانی نے فوائد المجموعہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔

(۴) شوکانی نے فوائد میں کہا ہے یہ حدیث قولہ تعالیٰ ما اٰتاکم الرسول سے رد ہے۔

مختاران مدعا علیہ سے کسی کا جواب نہ ہو سکا۔ اب بحث میں بجائے اس کے کہ ہمارے جروح کا جواب دیتے ایک بے فائدہ بحث شروع کر دی ہے اور ایسے اقوال پیش کئے گئے جو مسئلہ پر نہیں آئے تاہم بھی اس کا جواب دیتے ہیں

اس بحث کا ایک جواب اجمالی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی دیگر احادیث کا مفہوم خود اپنی تردید کرتا ہے کیونکہ پہلے ہم ان احادیث کو کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں اگر کتاب اللہ کے موافق پڑیں گی تو لیں گے ورنہ ان کو رد کر دیں گے۔ پس ان احادیث کو جب کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں تو مخالف ہوتی رہیں کیونکہ کتاب اللہ کا ارشاد ہے ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا۔ یعنی جو کچھ حضور علیہ السلام فرما دیں اس کو مان لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ کلمہ ما عام ہے جو ہر ایک امر کو شامل ہے پس قرآن شریف کی یہ آیت ان احادیث کو رد کرتی ہے جیسا کہ علامہ شوکانی نے فوائد المجموعہ میں تصریح کی ہے بس ان احادیث کا رد ان ہی سے ہو گیا۔

تفصیلی جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح اصول دین میں اصل کافی ہے جس طرح قرآن سے احکام ثابت ہوتے ہیں

اسی طرح احادیث سے بھی احکام ثابت ہوتے ہیں اور جیسا کہ قرآن موجب علم وعمل ہے ویسا ہی احادیث۔ ابوداود میں حضرت مقدام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن رکھو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ایک ایسی چیز جو اس کی مثل ہے یعنی (حدیث) سن رکھو عنقریب ایک شخص پیٹ بھر پھیر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ لوگو! تم (صرف) قرآن کو لازم پکڑو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو (یعنی جو حکم قرآن میں نہ ہو حدیث میں اس کو نہ مانو) حالانکہ جس چیز کو رسولؐ نے حرام کیا ہے وہ ایسی ہی حرام ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔ سن رکھو تمہارے لیے آبادی کے گدھے حلال نہیں اور نہ دانت کاٹنے والے درندہ اور نہ مسلمانوں کی امان (پناہ) میں رہنے والے کافر کی کوئی گری ہوئی چیز بجز اس حالت کے کہ وہ اس سے بے پروا ہو اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو ان پر لازم ہے کہ وہ اسے کھانے کو دیں وہ نہ دیں تو اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کے مقدار خود ان کے مال سے لے لے"

طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں کہا اس حدیث میں بڑی زجر و ملامت ہے جو بڑے غصہ سے پیدا ہوئی ہے اس شخص کے لیے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھ کر حدیث کے عمل سے بے پروا ہو جائے اور اس کا عمل ترک کر دے۔ اس حدیث کو دارمی نے بھی نقل کیا۔ اور اس نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حدیث کتاب کے اجمال و ابہام کا فیصلہ کرنے والی ہے

مرزا صاحب نے حق و باطل کو ملایا ہے اور مرزا صاحب تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲۸ میں دجال کی علامت قرار دیتے ہوئے بجز اس کے اور کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ اگر احادیث کا انکار قرآن کا انکار تھا تو پھر کس نے مرزا صاحب کو مجبور کیا کہ احادیث کو مردوں کی مرویات کہہ کر استخفاف کرتے اور کیوں نہ صاف الفاظ میں کہتے کہ قرآن کے سوا ہمارے ہاتھ کیا ہے۔

پھر مختار مدعا علیہ نے بے شمار ایسے حوالجات پیش کر کے بحث کو طول دیا ہے جن کا مسل میں ذکر تک نہیں جن میں اکثر کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب ان احادیث کو چھوڑتے ہیں جو مرزا صاحب کی وحی کے خلاف ہیں اور بعض حوالجات میں ترک احادیث کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مرزا صاحب چونکہ مسیح موعود ہیں اور احادیث مسیح کو حکم قرار دیا گیا ہے پس مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ جس کو لیں اور جس کو چاہیں رد کر دیں وغیرہ ان حوالجات کا اجمالی جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کا اپنی مزعومہ وحی کے مقابلہ میں احادیث نبویہ کا رد کرنا یہ احادیث نبویہ کی توہین ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اشراق الابصار کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں نہایت سخت خیانت کی ہے کیونکہ اول سے لفظ مع اور آخر سے وھو من او منبع الموضوعات کو کاٹ کر مغالطہ دیا حالانکہ اشراق میں تصریح ہے کہ مدخل میں جو حدیث

باسناد تحقیقی ہے وہ سخت ترین موضوعات میں سے ہے پھر مختار مدعا علیہ نے چند احادیث نقل کر دی ہیں جن کو اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں اس لیے ہمیں جواب دینے کی ضرورت نہیں پھر مختار مدعا علیہ نے محض اپنے خیال ووہم سے یہ جواب دینا چاہا ہے کہ حدیث زنادقہ وضع کردہ نہیں ہو سکتی الخ

مختار مدعا علیہ دیدہ و دانستہ مغالطہ دیتا ہے کیونکہ ہم نے اصول حدیث کے قواعد پر کبار محدثین کے اقوال سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر دیا ہے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ائمہ حدیث کے اقوال سے اس کی صحت پیش کرتا اس کو یقین تھا کہ ائمہ محدثین اس حدیث کو زنادقہ یعنی بیدینوں کی موضوع حدیث بتلاتے ہیں اب مختار مدعا علیہ محض اپنی بات کرنا چاہتا ہے کہ یہ حدیث زنادقہ کی موضوع نہیں ہو سکتی جو قطعاً ناقابل التفات ہے۔

ثانیاً مختار مدعا علیہ کا قیاس ہی غلط ہے کیونکہ جب کبھی اسلام میں فتنہ اٹھا تصریحات مصطفویہ اور ارشادات نبویہ سے بچنے کے لیے اسی حدیث کو آڑ بنایا معتزلہ کی دارومدار یہی حدیث ہے فرقہ نیچریہ کے خیالات اور آزادی کا سنگم یہی حدیث ہے عبداللہ چکڑالوی اسی کو پیش کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب اسی حدیث کے سہارے سے اپنی مسیحیت اور نبوت کا سکہ رائج کرنا چاہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ زنادقہ اور ملحدوں کا یہ اصول ہو چکا ہے کہ احادیث اور آثار صحابہ کو بے حقیقت ثابت کرنے میں اس حدیث سے یوں فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن حکیم کے ایک معنیٰ از خود کئے جاتے ہیں اور اس کو قرآن کا متعین معنے فرض کئے جاتے ہیں۔ مگر پھر احادیث میں ان آیات کی جو تفسیر طرق صحیح سے ثابت ہوتی ہے اس کا انکار اس لیے کر دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اس لیے قابل قبول نہیں اس حدیث سے نہ صرف حدیث صحیحہ کے انکار کا ارتکاب کیا جاتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ قرآن کے معانی حسب منشاء کئے جاتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے اس حدیث کے بے سند ہونے کا ایک نہایت لغو جواب دیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ جن کتب میں یہ حدیث آئی آیا ان کے مصنفوں نے یہ حدیث وضع کر لی ہے یا فی الواقع اسے رسول کریم کی حدیث سمجھتے ہیں مختار مدعیہ بھی یہی کہے گا کہ انہوں نے صحیح سمجھ کر یہ حدیث نقل کی ہے۔

الجواب

یہ جواب مختار مدعا علیہ کی ناواقفیت اور کتب حدیث میں عدم بصیرت پر دال ہے۔ کیونکہ احادیث موضوعہ کے موضوع ہونے کی یہ وجہ نہیں ہوتی کہ نقل کرنے والے اس کو موضوع سمجھیں اور وہ موضوع نہ سمجھیں تو صحیح ہو جائے۔ موضوع کی تعریف اور اس کے احکام کتب اصول حدیث میں مذکور ہیں۔ جس کی بنا پر علماء محدثین اس حدیث کو موضوع قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ سے اگر کچھ ہو سکتا تھا۔ تو اس کی توثیق و تصحیح کرتا۔ ان لوگوں کے اقوال کے برخلاف اکابر محدثین کے نقول پیش کرتا۔ جو اس کو زنادقہ کی موضوع حدیث بتلاتے ہیں۔ نقول صحیح کا جواب نقول سے ہوتا نہ محض

خیالات اور اوہام سے۔

اصول شاشی میں سے جو حضرت علی کا قول نقل کیا ہے۔ اولاً تو وہ خود ہی بے سند ہے۔ کتب احادیث کا حوالہ نہیں۔ ثانیاً عرض علی الکتاب کا سوال وہاں پیدا ہو سکتا ہے جہاں روایت منافق سے ہو۔

عمدۃ الحواشی حاشیہ اصول الشاشی سے جو جواب نقل کیا ہے۔ وہ اس حدیث کی تصحیح نہیں کرتا۔ کیونکہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں احادیث کی روایت میں جو صحت کا اہتمام کیا ہے وہ دیگر مصنفات میں نہیں کیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں یہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔ یا نافہمی سے بخاری سے صحیح بخاری مراد لی ہے علامہ تفتازانی نے تلویح میں اس حدیث کے متعلق بہت کلام کی ہے وقد طعن فیہ تلویح صفحہ ۲۲۱ میں ہے۔ مولانا بحر العلوم شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ صاحب سفر السعادۃ نے فرمایا کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے شیخ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو گفتگو سے خالی نہیں بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا۔ یعنی از خود بنالیا۔ اور نیز یہ اُس قول خداوندی کے مخالف الخ

علامہ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ ان اصولیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے

مدعی نے اس حدیث کی جس دوسری حدیث سے تائید ظاہر کی ہے۔ اولاً تو موضوعات کی کسی دوسری حدیث کی تائید سے صحیح نہیں ہو جاتیں ثانیاً جس حدیث کو تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا حال پہلی حدیث سے اچھا نہیں۔

اس لیے تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن حکیم کے معانی کی تعین اور وجوہات واختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے کیونکہ حدیث بمنزلہ خادم کے ہے خدمت کرنا خادم کا کام ہے نہ کہ مخدوم کا۔

چنانچہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شعرانی میزان المبین میں لکھتے ہیں کہ امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن مجید کی وجوہ مختلف کی فیصلہ کرنے والی ہے بما اجتمعت الامۃ علی ان السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللّٰہ سنن دارمی صفحہ ۷۷۔

پھر مختار مدعا علیہ نے میری جرح جو اس حدیث کی سند کے متعلق تھی اُس کا جواب اس طریق پر دیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سند کوئی چیز نہیں اور ائمہ جرح وتعدیل کی تصریحات کا کوئی اعتبار نہیں کسی جرح سے کوئی مجروح نہیں ہو جاتا کسی توثیق و تعدیل سے کسی کو قوت حاصل ہوتی ہے جس سے مختار مدعا علیہ کا مطلب صاف ہے کہ امت نے جس چیز کو آج تک معیار صحت وضعف حدیث سمجھا وہ لغو ہے گویا جرح وتعدیل کا سرے سے اعتبار نہیں جو شخص جس حدیث کو اپنے مطابق پائے قبول کرلے اور جس کو خلاف پائے انکار کرے اس اصول پر مراتب حدیث

اور اُس کی تمیز بھی ناممکن ہو جائے ۔

(قیامت کے متعلق)

مختار مدعیہ نے اس ہیڈنگ کے تحت دو آیتیں ۔ قل انما علمھا عند ربی الخ اور ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ اور ایک مسلم اور بخاری کی متفق علیہ حدیث فی خمس لایعلمھن الا اللہ سے یہ ثابت کیا تھا کہ قیامت کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور کسی کو نہیں کیونکہ احادیث اور تفاسیر میں استاثرہ اللہ کا لفظ آیا ہے کہ اس کا علم صرف خدا نے اپنے واسطے تنہا بلا شرکت غیر رکھا ہے ۔ اور مرزا صاحب لیکچر سیالکوٹ کے صفحہ ۸ پر اس کے خلاف یہ لکھتے ہیں ۔ "رکہ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں" جس سے نصوص قطعیہ کا انکار اور قرآن سے لاعلمی ظاہر ہو رہی ہے ۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے عدالت کو مغالطہ دینا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا اس سے مقصد جو مختار مدعیہ لے رہا ہے وہ نہیں ہے ۔ بلکہ اس کا مقصد مختار مدعا علیہ نے اپنے لفظوں میں یہ بتایا کہ یہ صحیح نہیں کہ قیامت کا کسی وجہ سے بھی کسی کو علم نہیں بلکہ علامات و آثار قیامت کے ذریعہ سے ایک قسم کا علم حاصل ہوتا ہے" جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا بھی یہی مقصد ہے حالانکہ عبارت صفحہ ۸ کی بالکل صاف اور صریح ہے اور اس سے یہ مقصد جو مختار مدعا علیہ لے رہا ہے بالکل نہیں نکلتا ۔ مرزا صاحب صاف یہ فرماتے ہیں کہ "یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں" یہاں قیامت کے علم کے متعلق سوال ہے نہ علامات قیامت ۔ قیامت سے علامات قیامت مراد لینا غلط ہے ۔

ہاں البتہ صفحہ ۹ پر ایک فقرہ اس قسم کا موجود ہے جس میں علامات قیامت ہیں مگر وہ فقرہ اس کی شرح ہرگز نہیں بن سکتا ۔ کیونکہ صفحہ ۱۰ پر پھر لکھتے ہیں ۔ "اُسی طرح دنیا کے خاتمہ پر گو اب ہزار سال باقی ہے لیکن اس گھڑی کی خبر نہیں جب قیامت قائم ہوگی" ۔ خط کشیدہ جملہ گو اب ہزار سال باقی ہے قابل غور ہے کس صفائی کے ساتھ قیامت کی تعیین ہو رہی ہے اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے صفحہ ۹ کا تو حوالہ دیا مگر صفحہ ۱۰ کو چھوڑ دیا جس سے اس کے جواب کی اصل حقیقت کا پردہ فاش ہوتا تھا ۔ لہٰذا مختار مدعیہ کا یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب قیامت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں یہ صحیح نہیں کہ اس کا علم کسی کو نہیں صفحہ ۱۰ کی اس عبارت سے کہ اب قیامت سے ہزار سال باقی ہے بالکل واضح ہو جاتا ہے اور یہ الزام کہ یہ عقیدہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے بحالہ باقی رہا ۔

علاوہ ازیں اگر تھوڑی دیر کے لیے قول مختار مدعا علیہ کو تسلیم ہی کر لیا جائے جب بھی اس کو مفید نہیں کیونکہ اوّل تو نصوص قطعیہ قرآن اور حدیث سے جن علامات کا پتہ چلتا تھا مثلاً خروج دجال یا جوج و ماجوج و نزول عیسےٰ بن مریم وغیرہ وغیرہ ۔ ان سب سے مرزا صاحب منکر ہیں اور دجال اور یاجوج و ماجوج سے کبھی تو پادری اور کبھی قوم نصاریٰ اور

کبھی روس اور برطانیہ کی توہین مراد لے رہے ہیں جو بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موجود ہیں اور بعض خود ساختہ علامتیں جو خود بیان فرما رہے ہیں مثلاً۔

"آخری زمانہ میں بکثرت نہریں جاری ہوں گی"۔ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۹
"کتابیں بہت شائع ہوں گی جن میں اخبار شامل ہے"۔ " " " ص ۹
"اونٹ بیکار ہو جائیں گے"۔ " " " ص ۹
" ان علامات کو بیان کرنے کے بعد میں لکھتے ہیں اور سو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں ہمارے زمانہ میں پوری ہو گئیں"۔

"پھر اس کے بعد صفحہ ۱۰ پر اس کے متعلق یہ لکھتے ہیں "اسی طرح دنیا کے خاتمہ پر گو اب ہزار سال باقی ہے"۔

تو اس میں علامات نصوص قطعیہ کا انکار اور خود ساختہ علامتوں کے پورا ہو جانے کے بعد قیامت کی تعیین ہزار سال کے ساتھ کر رہے ہیں اس سے بھی مختار مدعیہ کا اعتراض اور بھی قوی ہو جاتا ہے اور جواب مختار مدعا علیہ کو اور اس کی تاویل کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

(عقیدہ اوتار)

اوتار کے متعلق بلاوجہ غیر مربوط حوالوں اور بے ربط دلائل سے طول دیا حالانکہ معاملہ صرف اس قدر ہے۔ کہ اوتار کے معنی صرف یہ ہے۔ کہ خدا کسی کے اندر اتر آئے یا حلول کرے یا عبادت کرتے کرتے اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ خدا اس کے روپ میں نمودار ہو وغیرہ وغیرہ۔

یہ اہل ہنود کا اصطلاحی لفظ ہے۔ اور اس کی تعریف ان کی مستند کتاب گیتا فارسی میں ہے۔

چوں بنیاد دیں سست گردد بسے
نمائیم خود را بشکلے کسے

مرزا صاحب نے اپنے آپ کو اہل ہنود آریوں کے مقابلہ میں انہیں کی اصطلاح کے مطابق اوتار کہا ہے۔ اور یہ اوتار کا عقیدہ اسلام میں کفریہ عقیدہ ہے۔ جیسا کہ اپنی جگہ پر موجود ہے۔

(۱) مرزا صاحب کے حوالے اپنے اوتار کے ہونے کے متعلق۔

(۲) "ابعد بعین خدا تیرے اندر اتر آیا"۔ (کتاب البریۃ صفحہ ۷۶)

(۳) برہمن اوتار سے مقابلہ اچھا نہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

(۳) ایسا ہی میں ہندوؤں کے لیے بطور اوتار کے ہوں لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳ کرشن کے متعلق حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵ و ۱۸۵ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴ کے حوالے بس اس سے زائد اس پر بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

(مرزا صاحب کے اقوال میں تعارض نہیں)

قول مختار مدعا علیہ کہ مختار مدعیہ نے مغالطہ سے کام لیا ہے اور مرزا صاحب کے کلام ازالہ اوہام کہ میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے اور تحفہ گولڑویہ کے دعوے مسیح موعود میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ازالہ اوہام میں بھی مسیح موعود کا دعویٰ موجود ہے۔ اور اس پر چار حوالے پیش کرکے کہا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے خیال کی بناء پر مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ نہ وہی مسیح ابن مریم۔ گویا مختار مدعا علیہ کے خیال میں مسیح موعود ہونے کی نفی مرزا صاحب نے ان علماء کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے کی ہے جو مرزا صاحب کو اصلی عیسےٰ بن مریم صاحب انجیل ہونے کا مدعی سمجھ بیٹھے تھے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ بالکل غلط اور جھوٹ محض ہے جو اس نے خلاف واقعہ مسلمانوں کا اپنی طرف سے ایک خیال گھڑ کر مرزا صاحب کے تعارض کو رفع کرنے کے ایجاد کی ہے۔ کیا اس امر کا کوئی ثبوت ہے کہ علماء مرزا صاحب کو اس امر کا مدعی سمجھتے تھے کہ آپ بعینہ وہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو انیس سو سال پہلے بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ تو بداہتہً باطل اور افتراء ہے۔ کسی نے بھی مرزا صاحب کا یہ دعویٰ نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ علماء کا یہی خیال تھا کہ مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعویٰ بوجہ مشابہت کیا ہے اور اصلی عیسےٰ علیہ السلام کو آپ فوت شدہ سمجھ کر اپنے آپ کو وہی مسیح موعود سمجھتے ہیں۔ جس کے نزول کی خبر نصوص اسلامیہ میں دی گئی ہے۔ مرزا صاحب خود کئی جگہ لکھتے ہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۶ پر ہے "کہ مشابہت کے لیے جو مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات طلب کئے جاتے ہیں" اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ علماء نے آپ کو اصلی عیسےٰ ابن مریم کا مدعی نہیں سمجھا بلکہ بوجہ مشابہت مسیح موعود ہونے کا مدعی سمجھا تھا۔ لیکن مرزا صاحب نے یہاں پر اپنے مسیح موعود ہونے کا انکار کردیا اور مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا جس طرح کہ براہین میں دعویٰ تھا کہ میں صرف مثیل مسیح ہوں نہ کہ مسیح موعود۔

(۱) مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ازالہ میں بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ موجود ہے۔ ہمیں اس سے کیا نقصان ہے بلکہ ہم کہتے ہیں یک نہ شد دو شد۔ اثبات تعارض کے لیے تحفہ گولڑویہ تک جانے کی ضرورت بھی نہ رہی اور اسی کتاب میں تعارض ثابت ہو گیا۔ ہاں البتہ تحفہ گولڑویہ کے زمانہ تک مرزا صاحب کبھی آگے کبھی پیچھے قدم رکھنے کے حدود سے گذر چکے تھے۔

(۲) قول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں لکھا کہ وہ اس معنی کے لحاظ سے امتی ہیں جس معنی سے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ان کو امتی قرار دینا کفر لکھا ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب ناکافی ہے جو مختار مدعیہ کے بیان کردہ تعارض کو رفع نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے اس سے انکار نہیں کیا کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دیا ہے۔ جس سے تسلیم مفہوم ہوئی۔ اب رفع تعارض تو تب ہوتا کہ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دینے کے یہ معنی ہیں اور اُن کو امتی قرار دینا تو کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر اس کا یہ کہنا کہ ازالہ اوہام میں بھی ان کے امتی نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے یہ اور تعارض کو پختہ کرنا ہے نہ یہ کہ رفع تعارض۔

(۳) قول مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعیہ کا یہ تعارض کہ آنے والا ابن مریم نبی نہیں ہوگا جیسا کہ ازالہ میں ہے اور آنے والا مسیح نبی ہوگا جیسا کہ حقیقت الوحی میں ہے یہ بھی مغالطہ ہے۔ کیونکہ جیسے حقیقۃ الوحی میں آنے والے کا نشان .... ہوتا ہے ایسا ہی ازالہ اوہام میں ہے پھر ازالہ اوہام کے دو حوالے پیش کئے ہیں ایک صـ۲۸ کا دوسرا صفحہ ۲۴۴ کا۔

(الجواب)

مختار مدعیہ نے کوئی مغالطہ نہیں دیا بلکہ مختار مدعا علیہ خود مغالطہ دے کر تعارض کو رفع کرنا چاہتا ہے جو ہو نہیں سکتا کیونکہ پہلے حوالہ میں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کیا اس میں اگر لفظاً نبی اللہ موجود ہے مگر مرزا صاحب نے خود اس کی تفسیر کر دی ہے کہ اس سے نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے بالفاظ دیگر محدثیت ہے نہ نبوت۔ لیکن حقیقۃ الوحی میں نبوت مراد ہے نہ محدثیت تو تعارض رفع نہ ہوا بلکہ بحال رہا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنے حوالے کا پورا مطلب نہ بیان کر کے دھوکہ دیا ہے۔

اسی طرح حوالہ صفحہ ۲۴۴ میں بھی صاف تصریح کی گئی ہے کہ نبی اللہ سے مراد امتی ہے جو محدثیت کا درجہ رکھتا ہو نہ نبی اللہ حقیقۃً جیسا کہ حقیقۃ الوحی میں مراد ہے اس حوالہ میں بھی مختار مدعا علیہ نے دھوکہ دیا ہے اور تعارض

ویسے کا ویسا موجود ہے کیونکہ مرزا صاحب کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ محدثیت نبوت سے نیچے اور لوگوں سے اوپر ایک برزخ کا سا مقام ہے صفحہ ۲۳۶ ازالہ اوہام) محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱ و ۸۲ میں ہے ولو لم یکن سد باب النبوۃ لکان نبیاً بالفعل یعنی اگر دروازہ نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو محدث بھی نبی ہو جاتا۔

پس دعویٰ محدثیت سے جو ازالہ میں ہے دعویٰ نبوت جو حقیقۃ الوحی میں ہے لازم نہیں آتا چنانچہ مرزا صاحب اسی ازالہ کے صفحہ ۱۷۷ پر لکھتے ہیں "سوال رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے"

اما الجواب۔

دعوے نبوت نہیں بلکہ دعویٰ محدثیت ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے (الی) تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا۔ غرض مختار مدعا علیہ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور تعارض بدستور ہے۔

(۴) مختار مدعیہ کی طرف سے اعتراض تھا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے۔ کہ نبوت کا دعویٰ نہیں اور بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں ہے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔

اس تعارض کا جواب مختار مدعا علیہ نے یہ دیا ہے۔ کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں دعویٰ ہے۔ کہ نبی ہیں وہاں نبوت غیر تشریعی مراد ہے۔ اور جہاں نبوت کی نفی ہے۔ وہاں نبوت مستقلہ کی نفی ہے، پس کوئی تعارض نہ رہا اور جس قسم کی نبوت کا دعویٰ بدر میں کیا گیا ہے۔ اس سے آپ نے کبھی انکار نہیں کیا جیسا کہ آپ نے ایک غلطی کا ازالہ میں تصریح فرما دی ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے اور مرزا صاحب نے ایک غلطی کے ازالہ میں جو کہا ہے سب جھوٹ ہے۔ جس میں ایک ذرہ بھی سچ کا شائبہ نہیں ہے۔ مرزا صاحب ہمیشہ نبوت کا انکار کرتے رہے۔ البتہ محدثیت کا دعویٰ کرتے رہے۔ جس کو وہ کبھی جزوی نبوت مجازی نبوت اور کبھی شعبہ نبوت اور کبھی ناقص نبوت وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے رہے۔ اور نبوت حقیقی کا بلا تخصیص تشریعی غیر تشریعی اور مستقل غیر مستقل کے انکار کرتے رہے۔ اس قسم کے حوالے اس مقدمہ میں پیش ہو چکے ابھی جو حوالے ازالہ اوہام وغیرہ کے گذر چکے ہیں ان میں سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کہ محدثیت اور چیز ہے۔ اور نبوت اور چیز ہے محدثیت کا مفہوم محدود ہے۔ جو نبوت سے نیچے بطور برزخ کے ہے، مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح کر دی تھی کہ محدث اس امت میں کئی ہوئے منجملہ ان کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی محدثیت کی نص آچکی ہے۔ اور یہ بھی تصریح کر دی کہ ختم نبوت کے بعد کوئی محدث نبی نہیں ہو سکتا اگر باب نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو حضرت عمر بھی نبی ہوتے اور محدث کا نبی نہ ہو سکنا بھی باب نبوت کے مسدود ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ ملاحظہ ہو حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱ و ۸۲۔

وانی واللّٰہ آمن باللہ ورسولہ (الی) من مکمن القوۃ الی خبر الفعل اور اس سے پہلے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ مقام تحدیث مقام نبوت سے مشابہ ہوتا ہے (جس کا میں نے دعوی کیا ہے) تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ شخص نبوت کا دعوی کرتا ہے۔ یہ خالص جھوٹ ہے جس میں سچ کا شائبہ بھی نہیں۔ اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔ انہوں نے محض میری تکفیر اور سب لعن طعن کرانے کے لیئے یہ جھوٹ گھڑ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وانی کتبت فی بعض کتبی (الی) ویفترقوا بین المؤمنین۔

یہی مضمون صفحہ ۷۹ میں ہے اس میں یہ بھی ہے۔ کہ مجھ کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ میں دعوی نبوت کروں اور اسلام سے بالکل نکل جاؤں اور کافروں میں مل جاؤں۔ اور صفحہ ۷۳ میں ہے۔ کہ اے بھائی خیال بھی نہ کر کہ میں نے کوئی ایسا کلمہ کہا ہے، جس میں سے دعوی نبوت کی بو بھی آتی ہو۔ فلا تظن یا اخی (الی) رائحۃ ادعاء النبوۃ۔

غرض مرزا صاحب کی کتابوں سے اگر انکار نبوت کے حوالے نقل کیئے جائیں تو ایک کتاب تیار ہو جاتی ہے۔ جس میں کوئی تفریق اس بات کی موجود نہیں کہ میں مستقل نبوت یا تشریعی نبوت سے انکار کرتا ہوں اور غیر مستقل اور غیر تشریعی کا مدعی ہوں پس صرف اسی نبوت کا دعوی تھا جو محدثیت کے مرادف ہے، جس میں دوسرے محدث حضرت عمر وغیرہ بھی مرزا صاحب کے شریک ہیں۔ ایسی ہیر پھیر کرتے کرتے جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ مرید ہر بات کو سہارنے اور ہینے لگ گئے ہیں تو جھٹ محدثیت سے اوپر نبوت حقیقی کا دعوی کر دیا اور نبوت کے بند دروازے کو توڑ کر اندر جا گھسے ایسے صاف اور صریح بے شمار دفعہ انکار کے بعد مرزا صاحب اور مختار صاحب کا یہ کہدینا کہ ہم نے کبھی نبوت حقیقی غیر تشریعی سے انکار نہیں کیا وہ جھوٹ ہے جس کی نظیر دنیا میں تلاش کرنی عبث ہے اور مختار مدعیہ کا الزام تناقض بدستور قائم اور بحال ہے۔

قول مختار مدعا علیہ مختار مدعیہ کا یہ کوئی نیا اعتراض نہیں کہ مرزا صاحب نے لوگوں کی برداشت کو دیکھ کر اپنے دعووں میں ترقی کی ہے۔ پہلے انبیاء پر بھی یہی اعتراض کیا گیا ہے۔ (الجواب) یہ بالکل غلط ہے پہلے انبیاء پر اس طرح کا اعتراض نہ کسی نے کیا اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی نبی تدریجاً نبی نہیں بنا۔ جیسا مرزا صاحب کہ پہلے جزوی نبی بنے محدث بنے ایک پہلو سے نبی دوسرے سے امتی مجازی نبی پھر کلی نبی ہوئے۔ پہلے آدھے نبی تھے پھر سارے نبی بن گئے۔ مجازی سے حقیقی ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ عین محمدؐ اور حقیقی طور پر خاتم النبیین ہو گئے اور پہلے جن باتوں کو کفر جانتے تھے۔ انہیں باتوں کا دعوی کر کے اُن کو ایمان کہنے لگے۔ قول مختار مدعا علیہ اور چونکہ انبیاء کو اپنی بڑائی کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ اس لیے وُہ ان خطابات کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملتے ہیں اپنے لیے استعمال کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں اور ہر پہلو پر غور کرتے ہیں۔ اور ابتدا میں ڈرتے بھی ہیں کہ مبادا یہ اُن کے نفس کا ہی دھوکا ہو

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ قول بالکل غلط ہے اور سراسر افتراء اور کفر عظیم ہے اور یہ اصول جو اس نے وضع کیا ہے تمام کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیتا ہے کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کو اپنے دعویٰ نبوت اور خدا تعالیٰ کے اس کلام پر جس سے ان کو نبی بنانے کی اطلاع دی جاتی ہے یقین نہیں ہوتا کہ یہ سچ مچ خدا تعالیٰ کا کلام ہے بلکہ ان کو اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ یہ نفس کا دھوکہ ہے نہ وحی رہی گویا ان کو اتنی شناخت کی قوت نہیں ہوتی کہ وحی الٰہی اور دھوکہ نفس میں تمیز کر سکیں اگر بقول مختار مدعا علیہ یہ بات تسلیم کر لی جائے تو ہر ایک وحی الٰہی پر جو ان کو ہوگی یہی احتمال قائم ہوگا جس سے وحی الٰہی کا شکی اور ظنی ہونا ثابت ہو گیا اور انبیاء علیہم السلام کی کوئی وحی بھی بوجہ ظنی ہونے کے واجب الیقین والایمان نہ ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً یعنی ظن مفید یقین نہیں ہو سکتا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی ذات پر مختار مدعیہ کا اعتراض اٹھانے کے لیے تمام انبیاء پر ہاتھ صاف کر دیا اور کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیا اور کفر عظیم کا ارتکاب کیا۔ اور اس کے اس اصول سے تمام انبیاء کی نبوت کا ہی ابطال ہو گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ سراسر افتراء اور مخالف اور مکذب قرآن کریم ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی اور فرماتا ہے آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون نیز فرماتا ہے فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رَصداً لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم جن کا صاف مفہوم یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی میں خواہش نفسانی کو دخل نہیں ہوتا اور وہ ملائکہ کی حراست میں پہنچائی جاتی ہے اور انبیاء پر ایمان ہوتا ہے نہ شک وشبہ اور بقول مختار مدعا علیہ اگر ان کو منصب نبوت پر ہی یقین نہیں ہوتا بلکہ نفس کے دھوکہ ہونے کا ڈر ہوتا ہے تو پھر بحکم

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

سارا نبوت کا کارخانہ ہی بے اعتبار ہو گیا۔

مختار مدعا علیہ نے کوئی حوالہ کسی نبی کا اس بارہ میں پیش نہیں کیا کہ دیکھو اس کو اپنے نبی ہونے میں مرزا صاحب کی طرح پندرہ بیس سال تک تردد رہا نہ صرف تردد بلکہ اس کا انکار کرتا رہا ہو ہاں صرف ایک مثال پیش کی ہے یعنی صرف سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جس کا جواب آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن ہم اس سے پہلے مرزا صاحب کے چند حوالے اس مضمون پر پیش کرتے ہیں کہ مختار مدعا علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو نبوت انبیاء باطل ہو جاتی ہے کیونکہ جس شخص کو نبوت ملتی ہے اور وہ وحی الٰہی کا مورد ہوتا ہے تو اس کو مطلقاً کوئی

تردد اور شک نہیں ہو سکتا بلکہ وہ شک کو کفر سمجھتا ہے اور جس کو نفس یا شیطان کے دہوکہ کا دل میں خیال و تردد ہو وہ درحقیقت شیطانی وحی ہوتی ہے نہ وحی الٰہی۔

مرزا صاحب نزول مسیح صفحہ ۸۹ پر لکھتے ہیں اگر ایک کلام انسان سنے یعنی اس کے دل پہ پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے کہ شاید شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو در حقیقت وہ شیطانی آواز ہو گی یا حدیث النفس ہو گی (الی) بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔

اسی حوالہ کے اندر ہے کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے وہ خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور اسی حوالہ میں ہے اس لیے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے۔

اس کے ساتھ ملاحظہ ہو صفحہ ۸۹ نزول المسیح مرزا صاحب فرماتے ہیں مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں (الی) کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے اور صفحہ ۱۱۴ و ۱۱۵ پر ہے اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے (الی) کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے۔

خلاصہ: مطلب ان حوالجات کا یہ ہے کہ وحی الٰہی کے ساتھ ایک ایسی قوت اور نور اور لذت اور تاثیر وغیرہ وغیرہ ہوتی ہے کہ مورد وحی کو اس کے منجانب اللہ ہونے کا کامل یقین ہو جاتا ہے اور کسی قسم کا شک یا شبہ نفسانی یا شیطانی وسوسہ اس کے دل میں باقی نہیں رہ جاتا بلکہ وہ ایسے شبہ کو کفر سمجھتا ہے۔

ان حوالجات کے بعد مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ اصول کا وہ نتیجہ جو ہم نے بیان کیا ہے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی حمایت میں اگر تمام انبیاء کی نبوت کا ابطال اور قرآن کریم کی تکذیب کی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی کفر متصور نہیں ہو سکتا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

چنانچہ تدریجی دعویٰ کی مثال خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ہمیں ملتی ہے سب سے پہلے جب آپ پر غار حرا میں فرشتہ کا ظہور ہوا اور اس نے آپ کو خوب بھینچا اور تین بار پڑھنے کے لیے کہا اور اقرء باسم ربك الذی خلق کی وحی آپ پر نازل ہوئی تو آپ کانپتے ہوئے دل کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کپڑا اوڑھانے کے لیے ارشاد فرمایا اور جب کچھ تسلی ہوئی تو فرمایا ولقد خشیت علی نفسی

(بخاری جلد ا صفحہ ۳)

یعنی میں ڈرا میرے نفس کا دہوکہ نہ ہو یا اپنی جان کا خوف ہو الخ۔

الجواب۔ اس قول میں مختار مدعا علیہ نے مندرجہ ذیل باتیں کہی ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا دعویٰ تدریجاً کیا ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جبرئیل علیہ السلام نے پہلی دفعہ غار حراء میں آکر تین دفعہ بھینچا اور قرآن کریم کی پہلی پانچ آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں تو حضور گھر تشریف فرما ہوئے اور کانپتے کانپتے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے کپڑا اڑھا دو۔

(۳) پھر کچھ تسلی ہونے پر فرمایا کہ مجھے جو کچھ پیش آیا یعنی جبرئیل کا آنا اور قرآن کی آیتوں کا نازل ہونا یہ میرے نفس کا دھوکہ ہی نہ ہو مجھے یہ اندیشہ اور ڈر ہے۔

(۴) اس کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جس نے آپ کو کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا تو آپ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا اور وہ آیتیں وحی الٰہی تھیں۔

(۵) لیکن پھر بھی آپ کو پورا یقین نہ آیا اور فترت الوحی کے زمانہ میں اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹیوں سے گرانے کا بار بار ارادہ کیا لیکن ہر بار جبرئیل آکر تسلی دیتا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ کے سچے رسول ہو۔

(۶) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات کو بیان کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے اور اسکو اصول قرار دیا ہے کہ انبیاء کو ابتداءً اپنے دعویٰ کی شناخت میں بڑی مشکلات ہوتی ہیں اور جب تک بارش کی طرح ان پر متواتر وحی نہ ہو اپنے دعویٰ نبوت کی صحت کا ان کو یقین نہیں ہوتا۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے تدریجی دعوے کے لیے جو اصول وضع کیا تھا جس سے تمام انبیاء کی نبوتوں کا ابطال ایک لازمی امر ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس کی مثال مختار مدعا علیہ کو کہیں نہ ملی اور آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی نبی اس کو ایسا نہ ملا جس سے وہ اپنے اس کفریہ اصول کا ثبوت دیتا تو سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اس نے بڑے تکلف اور افتراء کے ساتھ اس لعنتی عقیدہ کی مثال قرار دیا گویا دنیا میں بقول اس کے یا مرزا صاحب تدریجاً نبی بنے ہیں یا معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح بخاری کی جس حدیث کی دستاویز سے اس نے یہ افترا کیا ہے اور اس کے فقرہ ولقد خشیت علی نفسی میں تحریف کر کے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابطال کی دلیل قائم کی ہے یہ درحقیقت اس کی محض ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ یہ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے جس کو اس نے مرزا صاحب کا متبع اور وکیل ہونے کی حیثیت سے پیش کیا ہے مرزا صاحب اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے تتمہ صفحہ ۱۳۰ پر لکھتے ہیں دد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور

یقین نہ کیا بلکہ حضرت خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے آئے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو۔"

اس میں بھی وہی بات ہے جو مختار مدعا علیہ نے کہی ہے مختار صاحب نے نفس کا دھوکہ کہا تھا مرزا صاحب نے شیطانی مکر کہا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اپنے نبی ہونے کا یقین تھا نہ قرآن کے وحی الہٰی ہونے پر ایمان اور نہ جبرئیل کے فرشتہ اور ناموس الہٰی کا اعتبار بلکہ نعوذ باللہ آپ کو یہ سب کچھ نفس اور شیطان کا دھوکہ اور مکر معلوم ہوتا اور مرزا صاحب کے ان اصول اور معیار شناخت وحی کے لحاظ سے جو نزول المسیح کے مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہیں وہ درحقیقت سب کچھ شیطان کا مکر اور نفس کا دھوکہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ مورد وحی شیطانی ہیں اور قرآن کریم الہام شیطانی ہے۔ (اعاذنا اللہ من ھذا)

مختار مدعا علیہ نے جو لقد خشیت علی نفسی کے معنی میں مرزا صاحب کی تقلید کرتے ہوئے جو تحریف کی ہے وہ محض خود غرضی پر مبنی ہے ورنہ حدیث کے الفاظ میں نہ شیطانی مکر کا ذکر نہ نفسانی دھوکہ کا بیان حاشا وکلا یہ وسوسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہو۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ورقہ بن نوفل سے آپ کو یہ پتہ چلا کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا نہ شیطانی مکر یہ بھی سراسر افتراء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور تکذیب ہے تعجب ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی ہدایت کے لیے قیامت تک کے لیے منتخب فرمایا اور جبرئیل کو بھیج کر قرآن اس پر اتارا جائے اس کو تو پتہ نہ چلے کہ میں رسول ہوں اور یہ جبرئیل ہے اور یہ قرآن ہے اور ایک نصرانی کو پتہ چل جائے اور اس کے کہنے سے حقیقت حال کا آپ کو علم ہو مختار مدعا علیہ کے اس افتراء اور خواہش نفسانی کا بھی حدیث میں کوئی وجود نہیں ہے۔

لیکن غضب تو یہ ہے کہ بقول مختار مدعا علیہ ورقہ بن نوفل کے بیان سے حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فترت الوحی کے ایک لمبے عرصہ میں پھر اسی شک اور تردد میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ جب جبرئیل نے بار بار آکر کہا یا محمد انک رسول اللہ حقا کہ اے محمد آپ سچ سچ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو یقین آیا۔

ان افتراءات کے بعد مختار مدعا علیہ نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی نبوت کی صحت کا یقین اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک بارش کی طرح ان پر وحی نہ ہو۔

اب ہم حدیث کا بقدر ضرورت اصل مطلب بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا قطعاً اور یقیناً علم ہو گیا تھا نہ شیطانی مکر کا اندیشہ تھا نہ نفسانی دھوکہ کا اندیشہ، کیونکہ اسبارہ میں مرزا صاحب نے جو فرمایا ہے کہ وحی الہٰی بڑی قوت اور زور اور تاثیر اور لذت اور چمکتے ہوئے بجھے سے اس طرح نازل ہوتی ہے کہ مورد وحی کو یقین اور اطمینان سے بھر دیتی ہے اور وہ شک کو کفر سمجھتا ہے یہ بالکل درست ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر جبرئیل کے ذریعہ

سے اس پر اپنا نورانی کلام نازل فرماتا ہے اس کے دل میں ایک ضروری علم اس بات کا پیدا کر دیا جاتا ہے جس سے اس کو قطعی یقین ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وہ اول المومنین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون اس میں لفظ ما عام ہے یعنی رسول اور مومن ہر اس چیز پر ایمان لائے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل کی گئی اگر بعض کلام الٰہی کی نسبت مدت تک اور اپنی نبوت میں ہی شک ہو جو منافی اور ضد ایمان ہے تو خدا تعالیٰ کی قرآن کریم میں یہ نازل کردہ آیت جھوٹ اور خلاف واقعہ ہو گی اور یہ امر قطعاً محال ہے نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وانا اول المسلمین یعنی میں سب سے پہلا مسلمان ہوں مگر یہاں تو بقول مختار مدعا علیہ و مرزا صاحب اول المومنین ورقہ بن نوفل ہوا اور معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول الکافرین۔

پس ان اصول محکمہ قرآنیہ اور مصدقہ مرزا صاحب کے بعد حدیث "لقد خشیت علی نفسی" کے معنی بغیر کسی تکلف اور تاویل کے یہ ہیں کہ مجھے "اپنی جان کا خوف ہو رہا ہے" باقی رہا یہ امر کہ کیا خوف تھا اور کس وجہ سے تھا اس بات کی حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے لیکن قرائن حالی اور مقالی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ خوف دو وجہ سے تھا پہلی وجہ تو جسمانی تھی جو جبرئیل کے پر رعب و جلال شکل میں نمودار ہونے اور تین دفعہ بھینچنے اور انتہائی کلفت جسمانی کے پیدا ہو جانے سے ہوئی تھی جس سے حضور علیہ الصلوۃ السلام کو جاڑا لگ گیا اور گھر تشریف لا کر کپڑے اوڑھانے کا حکم دیا تھا دوسری وجہ نبوت کی ذمہ داریوں کا احساس اور قوم کے انکار اور ایذا رسانیوں کا نقشہ جو نبوت کے ساتھ ہی خیال مبارک میں آ گیا تھا اور اس پر ضعف بشریت کا خیال دامنگیر تھا۔ غرض ان دونوں امور حسی اور قلبی کا مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا باعث ہے نہ شیطانی مکر اور نفسانی دھوکہ کا اندیشہ چنانچہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی کہ معاذ اللہ آپ کو کوئی رسوائی نہ ہو گی آپ میں یہ اوصاف حمیدہ اور مکارم اخلاق ہیں پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اظہار خوشی کے لیے ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو لے گئیں کیونکہ وہ ایک پاک نفس انسان تھا تو اس نے آنحضرت سے کیفیت سن کر بطور تصدیق کہا کہ یہ سب سچ ہے اور یہی وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا یہ ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ کا قریبی رشتہ دار تھا اور نصرانی تھا مختار مدعا علیہ نے جو کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حقیقت کا علم ورقہ سے ہوا قطعاً غلط اور لغو ہے بلکہ اس واقعہ کے بیان کے لیے جانا اس کے اشد اور قریبی رشتہ داری کی وجہ سے تھا تاکہ وہ بھی اس نعمت خداوندی کی بشارت میں شریک ہو جیسا کہ عموماً یہ قاعدہ ہے کہ کسی نعمت کے حصول پر قریبیوں اور خیر خواہوں کو اطلاع دی جاتی ہے تاکہ وہ بھی شریک خوشی ہوں ورقہ بن نوفل کا قول خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا اس وقت یقین تھا چنانچہ اس نے کہا۔

یا لیتنی اکون حیاً اذ یخرجک قومک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او مخرجی ھم قال نعم لم یأت رجل قط بمثل ماجئت بہ الا عودی الخ

یعنی ورقہ بن نوفل نے کہا کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جس وقت تیری قوم تجھے نکال دے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھے گھر سے بھی نکال دیں گے تو اس نے کہا کہ جو کوئی تیری طرح (نبوت) لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی اور اگر مجھے وہ دن مل گیا تو میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ اور اس مکالمہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خیال دل میں لے کر گئے تھے وہ یقین نبوت تھا جس پر اس نے کہا کہ جو شخص تیری مانند لے کر آیا اس کے ساتھ عداوت ہوا ہی کرتی ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں معاذاللہ کوئی نفسانی یا شیطانی وسوسہ ہوتا تو اس مکالمہ میں اس کا ضرور کوئی ذکر ہوتا لیکن یہاں جو ذکر ہوا اس میں سے سراسر اس خیال مذکور علیہ کے خلاف یقین اور ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اندیشہ ہوا اس کی صحیح تعبیر جو ہم نے کی وہ سراسر شان نبوت کے مطابق ہے اور اس قسم کا خوف اور اندیشہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہونا ایک طبعی امر ہے جس سے شان نبوت میں کوئی قدح لازم نہیں آتی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ جو قرآن کریم میں وارد ہوا جب کہ ان پر پہلے پہل تجلی رب العالمین ہو کر ان کو نبوت سے مشرف کیا گیا تو بھی اندیشہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا اور عصا کو دفعۃً سانپ بنا ہوا دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اور بھاگ نکلے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فلما راٰھا تھتز کانھا جان ولی مدبرا ولم یعقب یاموسیٰ اقبل ولا تخف انک من الاٰمنین پس یہ طبعی خوف تھا جو دفعۃً اور پہلی بار ایک غیر مالوف واقعہ سے پیش آیا اور موسیٰ علیہ السلام بھاگ کھڑے ہوئے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اور مت ڈر تو امن والوں سے ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر جبرئیل کے بھینچنے سے جو انتہائی بھاری مشقت اٹھائی جو موسیٰ علیہ السلام کو پیش نہ آئی تھی اور اس وجہ سے ولقد خشیت علی نفسی فرمایا ہو تو اس سے موسیٰ علیہ السلام کے برخلاف بدگمانی اور شیطانی مکر اور نفسانی دھوکہ پر محمول کرنا بالکل شرارت ہے دوسری وجہ خشیت علی نفسی کی جو وجہ ہم نے بیان کی وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اسی جگہ قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے معجزہ عصا اور ید بیضاء کے عطا کرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دو نشانوں کے ساتھ فرعون اور فرعونیوں کی طرف جاؤ تو باوجود معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ چونکہ میں نے ان کا ایک آدمی مار دیا تھا مجھے ڈر ہے کہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے بطور تسلی فرمایا کہ ہرگز نہیں تم اور تمہارے تابعین غالب ہوں گے پس جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود معجزات کے فرعون کی ایذاء قتل وغیرہ کا اندیشہ ظاہر کیا تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی ایذا رسانیوں کے اندیشہ سے ولقد خشیت علی نفسی فرمایا ہے تو اس کو کیوں کسی غلط محمل پر محمول کیا جائے بلکہ آپ کا خشیت علی نفسی فرمانا اس امر کی بین دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا کامل یقین ہو گیا تھا اور ان باتوں کو جو آپ کو اس منصب کی ادائیگی میں قوم کے مقابلے اور ایذا رسانی کی قسم سے پیش آنے والی تھیں مد نظر رکھ کر ولقد خشیت علی نفسی فرمایا جس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی اور جن الفاظ میں آپ نے تسلی دی وہ بھی اسی امر کا صاف قرینہ ہے جو ہم نے

بیان کیا باقی رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فترت الوحی یعنی زمانہ التقاء میں پہاڑ پر جانا اور بے چینی وغیرہ جو معمر کی روایت میں ہے بخاری نے اس کو بااسناد بیان نہیں کیا بلکہ حسب تصریح شراح حدیث حافظ ابن حجر اور قسطلانی وغیرہ یہ بلاغات زہری میں سے ہے اور موصول نہیں ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حالانکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کو ذکر کیا گیا ہے جو بغیر تصریح آپ کے قابل تسلیم نہیں اور آپ کی تصریح ندارد مہذا جتنا واقعہ علی شہادت سے تعلق رکھتا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے نہ آنے سے بے چینی اور کرب تھا اور اشتیاق بے حد زیادہ تھا جس کی وجہ سے آپ انہی پہاڑوں پر تشریف لے جاتے تھے تاکہ پھر وہی لذت نزول وحی حاصل ہو پس یہ تو ایک بیّن دلیل اس امر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی خطرہ مکر شیطانی اور دھوکہ نفسانی کا نہ تھا جیسا کہ مختار مدعا علیہ کا خیال فاسد ہے اگر اس قسم کا خطرہ آپ کے قلب مقدس میں ہوتا تو آپ اس خطرہ کے مقام میں بار بار کیوں جاتے خطرہ کے مقام سے تو انسان بھاگتا ہے نہ کہ اس کی طرف دوڑتا ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ کا وہ اصول جو اس نے بڑے تکلف اور تحریف کر کے مرزا صاحب کی تقلید میں ایجاد کیا ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کا بدیہی طور پر ابطال ہوتا ہے اور درحقیقت اس حدیث میں جس کو اس نے اپنی دستاویز بنایا ہے یہ خبیث مضمون نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں بفرض محال اگر اس میں یہ مضمون بھی ہوتا تو بھی مرزا صاحب کے اصول کے مطابق یہ لازم تھا کہ اس حدیث کو ردی کی ٹوکری میں مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب پھینک دیتے کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے اور تکذیب بھی ایسی صاف جیسا کہ آفتاب نیمروز اور جب کہ مرزا صاحب اپنے الہام کے مخالف جو حدیث ہو اس کو ردی میں ڈال دیتے ہیں تو قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت اور صداقت کے برخلاف حدیث کو کیوں نہ ردی میں پھینکا بلکہ اس کو ایک اصل اصول قرار دیا اور نہایت تکلف اور انتہائی تکلف سے اپنی مطلب برآری کی تاکہ مرزا صاحب کی ذات سے وہ اٹل اعتراض دور ہو سکے جو مختار مدعیہ نے کیا لیکن این خیال است و محال است و جنون وہ اعتراض ہرگز دفع نہیں ہو سکتا کیونکہ دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس نے پندرہ بیس سال مامور من اللہ ہو کر دعویٰ نبوت کا انکار کیا ہو بلکہ اس دعویٰ کو کفر قرار دیا ہو اور بیس برس کے بعد اسی کفر کو ایمان اور ایمان کو کفر قرار دیا ہو۔ وان فی ذلک لعبرۃ لاولی الالباب۔

قول مختار مدعا علیہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے کس حکمت سے آہستہ آہستہ آپ کو تبلیغ کرنے کے لیئے ارشاد فرمایا ہے پھر اس آہستہ آہستہ تبلیغ کی آگے کچھ تفصیل کی ہے۔

(الجواب)

یہ بالکل بحث سے غیر متعلق ہے کیونکہ بحث مرزا صاحب کے خاص تدریجی دعوی میں جس کی کیفیت اوپر مذکور ہوئی ہے تدریجی تبلیغ میں بحث نہیں ہے۔ لیکن تدریجاً تبلیغ سے تدریجی دعوی کا نتیجہ اخذ کرنا جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے کیا ہے اور کہا ہے مذکورہ بالا ترتیب سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے کیسے تدریجی طور پر اپنے رسول سے اپنا دعوی لوگوں تک پہنچانے کے لیے ارشاد فرمایا اس کی خوش فہمی ہے یا صریح مغالطہ کیا اللہ تعالی نے اپنے رسول سے مرزا صاحب کی طرح یہ فرمایا تھا کہ بیس سال رسالت کا دعوی نہ کرو اور محدثیت کا دعوی کرو اور دعوی نبوت کو کفر کہو اور بیس سال کے بعد جو دعوی نبوت کرو اور جو نہ مانے اس کو کافر قرار دو یا پہلے آدھے نبی بنو پھر تمام نبی بن جاؤ۔

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد بعض حدیثیں پیش کی ہیں کہ پہلے آپ نے فرمایا کہ مجھے موسی پر بڑائی نہ دو پھر فرمایا کہ اگر موسی علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے اور آپ نے خاتم النبیین ہونے کا دعوی کیا اور فرمایا کہ مجھے حضرت یونس سے افضل نہ کہو پھر تمام اولین و آخرین کا سردار ہونے کا دعوی کیا۔

جواباً گذارش ہے کہ یہ چیزیں مختار مدعا علیہ کے تدریجی دعوی مرزا صاحب کو ثابت نہیں کرتیں اور نہ آپ نے کوئی ایسا دعوی کیا جس کو پہلے کفر قرار دیا ہو۔

یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کا حکم محض بطور تواضع کے تھا اور اس تعلیم کے لیے کہ مجھے بھی کہیں بعد میں عیسے علیہ السلام کی طرح غلو سے شان عبودیت اور نبوت سے بڑھایا نہ جائے اور تاکہ یونس علیہ السلام کے اس مواخذہ الہی کی وجہ سے جو مچھلی کے پیٹ میں جانے کی شکل میں ہوا ان کی تحقیر کا خیال غلط فہمی سے کسی کے دل میں نہ آنے پائے اس لیے فرمایا کہ نفس نبوت کے لحاظ سے ہم دونوں یکساں ہیں یہ مطلب نہیں کہ پہلے آپ یونس علیہ السلام سے شان میں کم ہونے کے مدعی تھے بعد میں زیادہ کے مدعی بنے۔

موسی علیہ السلام کا ایک خاص واقعہ ذکر کر کے فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت مت دو یعنی اس خاص واقعہ مذکورہ میں ان کو فضیلت جزئی حاصل ہے اور دوسری حدیث میں اپنی فضیلت کل کا بیان ہے اور یہ امر مسلم فریقین کہ مفضول کو فاضل پر فضیلت جزئی ہو سکتی ہے پس کوئی نیا دعوی نہیں۔

خاتم النبیین آپ ابتداء نبوت سے تھے لیکن آپ نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں تھے البتہ اس کے قرآن میں نزول کا وقت مسئلہ متبنی کے ابطال کے موقعہ پر علم الہی میں تھا۔ کیا آپ نے کبھی خاتم النبیین ہونے سے انکار کیا تھا اور اپنے خاتم النبیین ہونے کو کفر قرار دیا تھا تاکہ مرزا صاحب کے استدراجات پر اس سے دلیل پکڑی جاوے غرض مختار مدعا علیہ کی یہ سب غیر متعلق اور بے ربط باتیں ہیں جن کو استدلال کے مقام میں پیش کرنا کم فہمی ہے مختار مدعیہ کا اعتراض

ان سے دفع نہیں ہو سکتا ۔

مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دعاوی مختلف اور متناقضہ کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

براہین احمدیہ میں آپ کو مثیل مسیح ہونے کا الہام ہو چکا تھا اور چونکہ آپ پر وفات مسیح کا مسئلہ منکشف نہ ہوا تھا اس لیے آپ نے لکھ دیا کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں ۔

اور چونکہ نبی اور رسول کے معنی یہ سمجھے جاتے تھے جو نئی شریعت لائے یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرے اور آپ پر نبی و رسول کی تعریف صادق نہ آتی تھی اس لیے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے ۔

لیکن جب آپ پر وفات مسیح کی حقیقت کا انکشاف ہوا اور معنی نبوت بھی بتلائے گئے جو آپ پر صادق آتے تھے تو آپ نے کہہ دیا کہ حضرت عیسٰی فوت ہو گئے اور میں محدث نہیں بلکہ نبی اور رسول ہوں ۔

الجواب بارہ برس تک تو آپ پر قرآن اور الہام سے اور احادیث و اجماع سے یہ ثابت ہوتا رہا کہ حضرت عیسٰی زندہ ہیں اور وہ مسیح موعود ہیں اور مثیل مسیح آپ جیسا کہ ہم "عقیدہ حیات مسیح شرک عظیم ہے" کی بحث کے جواب میں ثابت کر آئے ہیں جب دیکھا کہ مرید یہاں تک معتقد ہو چکے ہیں کہ بات مان جائیں گے تو کہدیا کہ مجھے الہام ہو گیا ہے کہ مسیح ابن مریم رسول فوت ہو چکا ہے اور ہم مثیل مسیح نہیں بلکہ مسیح موعود ہیں غرض پہلے عقیدہ کا نقیض عقیدہ شائع کیا ۔

اور بقول مختار مدعا علیہ جب کہ درحقیقت مسیح" فوت ہو چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول مرزا صاحب کو مسلمانوں کے غلط اور مشرکانہ عقیدہ سے کیوں نہ روکا کیا اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو بارہ برس تک مشرک بنا رکھنا کوئی پر لطف مشغلہ تھا اور بحکم لاینال عہدی الظالمین یعنی ظالم مشرک کو نبوت نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ مرزا صاحب کے ابطال نبوت پر دلیل قائم کرنے کے بعد اس کو نبوت دیوے خدا کے فعل میں یہ تناقض کیونکر جائز ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان ایسے اقوال اور افعال متناقضہ سے ارفع اور بلند ہے لہذا ثابت ہوا کہ مختار مدعا علیہ کی توجیہ باطل اور مختار مدعیہ کا اعتراض درست ہے ۔

اسی طرح یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرے اور قسمیں کھا کھا کر کہے کہ میں مجازی نبی ہوں جزئی نبی ہوں صرف محدث ہوں اور یہ بھی کہے کہ محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے پندرہ بیس سال کا عرصہ دراز وہ یہی کہتا رہے لیکن اتنے سال گذرنے کے بعد وہ یہ کہدے کہ میں چونکہ یہ نہیں جانتا تھا کہ نبی کس کو کہتے ہیں اس لیے میں نبوت کے دعویٰ سے انکار کرتا رہا ہوں ورنہ میں تو بیس سال سے نبی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے سے نبی بنا رکھا تھا

ہیں محدث نہیں تھا اور نہ دروازہ نبوت بند تھا بلکہ وہ صاف چوپٹ کھلا تھا عقل اور شرع ہرگز یہ باور نہیں کر سکتی کہ اللہ تعالی ایک ایسے شخص کو نبی بنائے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ نبوت کیا چیز ہے خدا نے تو اس کو نبی بنایا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ میں دعوئی نبوت کروں تو کافر ہوتا ہوں بلکہ میں تو محدث ہوں اور نہ عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ اللہ تعالی کسی شخص کو نبی بنا کر اس کو نبوت کا مفہوم بھی بیس سال تک نہ سمجھائے لہذا مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ بالکل لغو اور باطل ہے اور مختار مدعیہ کا اعتراض بالکل درست ہے کہ مرزا صاحب مریدوں کی برداشت کے مطابق آگے آگے قدم بڑھائے چلے گئے مرزا صاحب بقول خود پہلے اپنی نبوت کا انکار کر کے کافر ہوئے اور چونکہ کافر نبی نہیں ہو سکتا۔ بحکم لا ینال عھدی الظالمین اس لیے دوبارہ دعوئی نبوت کر کے ڈبل کافر ہوئے اور تمام امت سیدالابرار کی تکفیر کر کے مثلث کافر ہوئے۔

گواہان مدعیہ کی شہادتیں

اس ہیڈنگ کے تحت (۷) نمبر نقل کر کے مدعیہ کی گواہوں کو ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی لاحاصل سعی کی ہے جن کا خلاصہ کل چار امور ہیں۔

(۱) مولویوں کی شہادت معتبر نہیں۔

(۲) بعض بزعم خود تعارضات و کذب بیانی

(۳) ان علماء پر خود فتوئی کفر ہے لہذا علماء اسلام ہوں۔

(۴) ان کے خلاف خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت موجود ہے مگر میں مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ قانونی نمبروں پر اسی ترتیب سے بحث کرتا ہوں تاکہ عدالت عالیہ کو مختار مدعا علیہ کا مغالطہ تفصیلاً معلوم ہو جائے۔ گواہان مدعیہ کی عدم قبول شہادت کے وجوہات)۔

وجہ اول ۔ خلاصہ۔

(۱) گواہان مدعیہ مرزا صاحب اور اُن کی جماعت سے اظہار بغض و عناد کرتے رہے اور ان پر حکم کفر و ارتداد لگایا حالانکہ یہ عدالت کا حق تھا نہ ان کا۔

(۲) ہدایہ مجددیہ سے بلسوط میں ہے کہ امام مالک کا یہ مذہب ہے کہ مخالف علماء کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں۔

(۳) مخالف علماء کی شہادت فاضل جج مدراس ہائی کورٹ احمدیوں کے خلاف مقدمہ مندرجہ عنوان ذیل میں

قبول نہیں کی اور پھر انڈین کیسنر سے وہ حوالہ اور کچھ عبارت نقل کی۔

(الجواب)

(۱) اگر امور متنازعہ جس کے واسطے شاہد پیش ہوئے تھے اُس کے سوا کوئی اور وجہ عناد ذاتی عداوت پہلے کی مقدمہ بازی گوئی اور دوسری رنجش نکل آئی تو ضرور اس سے ان شاہدوں اور ان کی شہادت پر زد آتی مگر جب کہ یہ شاہد صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا کفر وارتداد قرآن وحدیث واقوال سلف سے ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں بس انکا ان دلائل کو مرزا صاحب اور ان کے متبعین پر منطبق کرکے کفر وارتداد کا نتیجہ نکالنا نہ عدالت کے اختیارات میں مداخلت ہے نہ ان کا کسی سے بغض عناد کا اظہار ہے جو ان کی شہادت کو خراب کر سکے۔

بخلاف مرزا صاحب کی جماعت کے کہ اُن کا شیوہ ہی حسد وعناد ہے اس کے واسطے خود مرزا صاحب کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو اشتہار ملحقہ شہادت القرآن صفحہ ۲ و ۳ اوپر سے اپنی جماعت کا ذکر کر کے کہتے ہیں۔

اخی مکرم ما ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے کوئی خاص اہلیت اور شخصیت اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للّٰہی محبت باہمی پیدا نہیں کی ہیں (مرزا صاحب) دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بد امن ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر گلہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیاں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کرتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔

(اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن صفحہ ۲)

بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ شخص اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گرا دیتا ہے پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے یہ حالات ہیں جو میں اس جمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تو دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو انسان آدم سے اچھا ہے۔

(اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن صفحہ ۳)

بس گواہان مدعیہ کا تو بغض وعناد ثابت نہ ہوا مگر گواہان مدعا علیہ کا بے اعتبار ہونا ضرور ثابت ہے۔

نیز ان کی شہادت جماعت احمدیہ یا اُس کے کسی ممبر کے حق میں اس لیے قبول نہیں کہ ان کے یہ گواہ ایک ممبر ہیں۔ اور غیر احمدیوں کے خلاف اس لیے اسے وقعت نہیں کہ ان کا فرض ہے کہ ساری دنیا کو دشمن سمجھیں جب تک کوئی

احمدی نہ ہو جائے گو کتنا ہی ہمدرد ہو۔ ملاحظہ ہو خطبہ۔

(خلیفہ محمود صاحب بحوالہ سابق)

لہٰذا ان گواہوں کی شہادت محض ناقابل التفات ہے۔

باقی ہدیہ مجددیہ کا حوالہ۔

(۱) اولاً ہدیہ مجددیہ کوئی مسلم کتاب ہی نہیں نہ جرح میں مطالیہ پر پیش کر سکے نہ مصنف کا نام بتا سکے نہ اب تک اُس کے مسلک سے واقفیت۔

(۲) دوسرے اُس میں جو بسوط کا حوالہ ہے اُسے گواہ مدعا علیہ نے دیکھا ہے نہ واقفیت ہے نہ یہ پتہ کہ اس میں یہ عبارت ہے بھی یا نہیں۔

(۳) دوسری کتب فقہ میں امام مالکؒ سے اس کے خلاف روایات موجود ہیں اور علماء کی شہادتوں کو غیر اہل علم پر راجح مانتے ہیں۔

(۴) یہ عقلاً بھی غیر معقول ہے کہ بلا استثناء تمام علماء کی شہادت نامقبول ہو پھر تو شہادت کے لیے جہالت کی بھی ایک شرط لگا دینی ہو گی اور صرف جہّال کی شہادت قبول ہوا کرے گی۔

(۵) یہ حکم صریح قرآن کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہاں علماء کے مدارج، علماء کا تذکرہ اور انہیں کو صرف خدا کا خوف خشیۃ رکھنے والا قرار دیا گیا ہے۔

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم ...... تا ...... والذین اوتوا العلم درجات۔
(قرآن حکیم) انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (قرآن حکیم)

(۴) احادیث کے بھی خلاف ہے فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنا کم۔ عالم کی عابد پر وہ فضیلت ہے جو میری تم میں ادنیٰ پر۔

(۵) اگر امام مالک کے زمانہ کے علماء مراد ہوں تو یہ بھی غلط ہے زمانہ تابعین اور بنص حدیث خیر القرون ہے اس زمانہ کے علماء کو مصابیح الہدیٰ مستقل ہدایت قرار دیا گیا ہے۔

(۶) اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی نہ فریق مدعیہ مالکی نہ عدالت نہ مدعا علیہ پس یہ حجت کس پر ہو گا اور اگر صرف مسلمان اہل اسلام کسی جماعت کا ہونا حجت کے لیے کافی ہے تو محمد علی صاحب ایم اے باوجود احمدی ہونے کے فریق مدعا علیہ کو کیوں مسلّم نہیں۔

غرض یہ حوالہ کوئی بھی مدعیہ کے گواہوں کی شہادت کو ناقابل اعتبار نہیں ثابت کر سکتا مفصل اصل بحث و جرح گواہان مدعا علیہ میں موجود ہے۔

(۳) یہ مدراس ہائی کورٹ کی نظیر مقدمہ زیر سماعت سے بوجوہ ذیل غیر متعلق ہے۔

(۱) یہ عدالت فوجداری کی ہے اور عدالت فوجداری کا فیصلہ عدالت دیوانی میں بطور حجت کے صرف بریت یا سزایابی ثابت کرنے کے لیے پڑھا جاسکتا ہے۔ سوائے اس کے اور کسی کام کے لیے نہیں پڑھا جاسکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دلائل و وجوہ اور شہادت اُس فوجداری کے مقدمہ میں ہوئی ہیں وہ دیوانی کے مقدمہ میں غیر متعلق سمجھی جاتی ہیں۔

(۲) جو فیصلہ عدالت فوجداری میں ہوتا ہے وہ مابین سرکار قیصر ہند اور ملزم کے ہوتا ہے۔ اور عدالت دیوانی میں سرکار فریق نہیں ہوتی اس لیے عدالت فوجداری کا فیصلہ درمیان ایک ہی فریق کے ہونا پایا نہیں جاتا نہ حجت میں پیش ہو سکتا ہے۔

(۳) جو تنقیحات عدالت فوجداری کے سامنے ہوتی ہیں اور جو طریقہ ان کے ثابت کرنے اور ان پر حکم کرنے کا ضابطہ فوجداری میں ہے وہ عدالت دیوانی کے سامنے نہیں ہوتا ہے عدالت دیوانی کے سامنے تنقیحات بھی دوسری قسم کی ہوتی ہیں۔ اور طریقہ تصفیہ تنقیحات بھی ضابطہ دیوانی کے مطابق ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر گذارش ہے ایک شخص نے عدالت فوجداری میں دوسرے شخص پر چوری کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ خارج ہو گیا۔ اب اگر وہ دوسرا شخص عدالت دیوانی میں پہلے شخص پر پرچہ کی نالش کر کے کچھ وصول کرنا چاہیے تو اس کو عدالت دیوانی میں پوری شہادت اس بات کی پیش کرنا پڑے گی کہ جو دعویٰ اس کے خلاف پہلے شخص نے کیا تھا وہ جھوٹا تھا فیصلہ سے صرف اس کی بریت ثابت ہو گی یہ ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا۔ کہ پہلے شخص کا دعوے جھوٹا تھا۔

ملاحظہ ہو قانون شہادت امیر علی مطبوعہ ۱۹۲۱ء صفحہ ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ للہذا یہ نظیر بالکل غیر متعلق اور گواہان مدعیہ پر کسی طرح اثر انداز نہیں۔

وجہ دوم۔

گواہان مدعیہ کے بیانات اصول مسائل میں ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔

خلاصہ۔

تناقض نمبر (۱)

گواہ مدعیہ نمبر ۳ نے ۲۹ ر اگست بجواب جرح کہا "کہ عیسیٰ کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں اس کے سوا جو وحی ہے وہ وحی نبوت نہیں ہے لفظ وحی کا اس پر اطلاق ہوگا۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ نمبر ۴ نے ۳۱ اگست بجواب جرح کہا وحی نبوت نہیں آئے گی نہ کسی نئے پر نہ پرانے پر۔

(الجواب)

یہ تناقض کوئی نہیں۔ صرف مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی سے پیدا ہو گیا اس نے غالباً،، اس کے سوا کے لفظ سے جملہ کو علیحدہ مانا اور لفظ سوا سے عیسٰی کی وحی کے سوا سمجھا حالانکہ وہاں اس سے قبل وحی کا ذکر تک نہیں ہے بلکہ صرف عیسٰے کے نبی ہونے کا ذکر ہے۔ لفظ اس کے سوا کے معنے بغیر اس کے نہیں اور اس سے وہ وحی مراد ہے جس کو وحی نبوت قرار نہیں دیا بلکہ صرف اطلاق لفظ وحی اس پر بتایا ہے وہی عیسٰی والی وحی ہے۔ کل پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ عیسٰی کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں سوا اس کے یعنی بغیر اس کے کہ جو ان پر وحی ہو وہ وحی نبوت ہو (بلکہ) لفظ وحی کا (صرف) اس پر اطلاق ہو گا۔ لہٰذا گواہ نمبر ۳ کا مطلب اور اس کی عبارت بالکل صاف ہے کہ عیسٰے پہلے نبی تو ہیں مگر ان کی وحی نبوت نہیں اور بعض احادیث میں جو اس کی نسبت لفظ وحی ہے وہ صرف لفظ وحی کا مجازاً اطلاق کیا گیا ہے ورنہ وہ دراصل بمعنے الہام ہے جیسا کہ وحی کے بیان اور نیز اسی جرح میں مصرح ہے اور یہی گواہ ۴ بھی کہہ رہا ہے کہ وحی نبوت کسی پر نہ آئے گی نہ کسی نئے پر نہ پرانے پر۔ دونوں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نبوت کا مطلقاً انسداد فرما رہے ہیں۔ پس تعارض کب ہے نہ آپس میں تعارض ہے نہ بیانات سے یہ مختار مدعا علیہ نے لفظ اس کے سوا کے غلط معنے لے کر تعارض کا مغالطہ دے دیا ہے ورنہ یہاں تعارض کا شبہ تک نہیں۔

تناقض نمبر (۲)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۱۸ر اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ وہ مسیح پر اگر کوئی جبرئیل کے نزول کا قائل ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا اور پھر حجج الکرامہ کی عبارت کی تردید نہیں کرتا۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۴ نے ۱۸ر اگست کو کہا کہ جبرئیل وحی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نازل نہیں ہو سکتے۔ حضرت عیسٰی کے نزول کے وقت ان پر جبرئیل علیہ السلام نہ آئیں گے۔

(الجواب)

اس میں بھی تناقض کا کوئی احتمال تک نہیں۔ جو عقیدہ گواہ ۴ نے بیان کیا بعینہٖ یہی گواہ ۱ کا بھی عقیدہ ہے جیسا کہ اس کے بیانات وجرح سے مصرح ہے۔ البتہ مختار مدعا علیہ نے اس کی جرح کا جو ٹکڑا نقل کیا ہے اس سے وہ مغالطہ دے کر اسے گواہ کا عقیدہ قرار دیتا ہے حالانکہ اس میں وہ عقیدہ نہیں بتا رہا ہے بلکہ یہ مسئلہ بتا رہے ہیں کہ اگر کوئی عیسٰے پر نزول جبریل کا قائل ہو تو صرف اس وجہ سے وہ کافر نہ ہو گا (یہ نہیں کہ میں نزول جبریل کا قائل ہوں) کیونکہ لفظ وحی گو مجازاً صحیح حدیثوں میں آیا ہے لہٰذا اس مغالطہ سے وہ معذور ہے اور اس اشتباہ کی وجہ سے

وہ ضروریات دین کے ان قطعی شعبوں سے نہ رہا جن کا منکر کافر ہو جاوے۔ جب تک دوسرے قرائن متعین مراد کے نہ ہوں۔

اس کمزوری اور مثبت مدعا نہ ہونے کا احساس مختار مدعا علیہ کو بھی ہوا کہ اس سے تو عقیدہ ثابت نہ ہو گا بلکہ یہ تو دوسرے کے متعلق فتویٰ بتا رہے ہیں ۔ لہٰذا مکمل مغالطہ کے لیے فوراً یہ اضافہ کیا کہ۔

حج الکرامہ کی عبارت ظاہر است ۔۔۔۔ تا نے کنم کی تردید نہیں کرتا الخ

وہاں تو تردید و تسلیم کا سوال ہی نہیں۔ صرف اُس کتاب میں ہونے کا سوال ہے اور اُسی کا اقرار ہے نہ اس کی تسلیم کا سوال تھا نہ تردید کا نہ سوال ہو سکتا تھا کیونکہ نواب صاحب پہلے سے معلوم ہے کہ ہمارے مسلم نہیں پھر ہم پر ان کا قول یوں حجت ہو سکتا ہے۔ البتہ اصل جرح سے مقابلہ فرمانے وہاں تسلیم و تردید کا کوئی سوال نہیں اور نہ گواہ نے اسے تسلیم کیا نہ اسے اپنا عقیدہ قرار دیا بلکہ اس کے خلاف جرح اور اس کے بیان میں تصریح ہے۔ پس ہر دو گواہوں کا عقیدہ ایک ہی ہوا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزول جبرئیل نہ ہو گا۔ اب ان کا نہ ماننے والا کافر ہو گا یا نہ یہ اور بحث ہے جیسا کہ بیان وحی میں گزر چکا۔

تناقض نمبر (۳)

گواہ مدعیہ ب نے بیان میں لکھوایا ہے کہ کتب لغت میں سے کوئی حوالہ ایسا نہیں ملتا کہ جس سے قطعاً و یقیناً یہ ثابت ہو کہ خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین کے سوا اور بھی ہو سکتے ہیں پس لغت و قواعد کی رو سے اس کے معنے آخر النبیین ہی کے ہوتے ہیں۔

اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۹ / اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ:
"خاتم دو بفتح التا مہر کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

(الجواب نمبر ۳)

عدالت خود ملاحظہ فرماوے کہ اس تعارض ثابت کرنے میں مختار مدعا علیہ نے کس قدر شرمناک مغالطہ دیا ہے اور صریح غلط بیانی کی ہے۔ گواہ مدعیہ ب تو پورے لفظ خاتم النبیین کے معنے لغت سے صراحتہً صرف آخر النبیین بتاتا ہے اور گواہ مدعیہ ۳ صرف لفظ خاتم مفرد کے معنے مہر کے بھی بتاتا ہے اس میں تعارض کب ہے ہاں دونوں لفظ خاتم مفرد کے معنے بتاتے یا دونوں اسی لفظ خاتم النبیین کے معنے مختلف بتاتے تو تناقض بھی ہو سکتا تھا۔ یہاں پہلے قول کا موضوع اور ہے اور دوسرے قول کا اور ایک مضاف اور مخصوص لفظ کے معنے بتاتا ہے۔

دوسرا مفروضکے اس اختلاف موضوع کے بعد تناقض کہاں رہا۔ تناقض کے واسطے آٹھ شرطیں ہیں۔ جن میں وحدت موضوع بھی ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط دان　　　وحدت موضوع و محمول و مکان
وحدت شرط و اضافت جزو کل　　　قوت و فعل است در آخر زمان

یہاں نہ وحدت موضوع نہ وحدت محمول نہ وحدت شرط پھر تناقض کیا۔

علاوہ اس کے مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ نمبر۳ کے الفاظ بھی غلط نقل کئے ہیں۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ "لغت میں خاتم بمعنے مہر و آخر دونوں معنوں میں ہے"۔
اس کے الفاظ بدل کر غلط بیانی کی ورنہ کوئی شبہ ہی نہیں تھا۔

تناقض نمبر (۴)

گواہ مدعیہ الف و ب کا بیان ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ نبوت نہیں کیونکہ وحی لازم نبوت ہے اس کے خلاف گواہ مدعیہ نمبر۳ نے بجواب جرح ۲۸ر اگست تسلیم کیا کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وحی کے دعوی کو کفر نہیں کہا جا سکتا"۔

گواہ مدعیہ نمبر۲ نے ۲۹ر اگست کو یہ بھی تسلیم کیا کہ۔

"مسیح پر وحی نبوت ہو گی اور اس کے سوا جو وحی ہے وہ وحی نبوت نہیں"۔

پھر گواہ مدعیہ نمبر۱ نے بحوالہ فتوحات اور نمبر۲ و نمبر۳ نے کہا کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ہو سکتی ہے"۔

اور گواہ نمبر۲ نے کہا کہ

"مسیح علیہ السلام پر غیر تبلیغی وحی ہو گی"۔

(الجواب)

گواہ الف و ب و گواہ نمبر۲ کے قولوں میں کوئی تناقض نہیں۔ محض مغالطہ ہے کیونکہ فریق اوّل یعنی الف و ب نے جس وحی کی نفی کی ہے وہ وہی ہے جو لازمۂ نبوت یعنی وحی نبوت نہ مطلق وحی۔ اور گواہ نمبر۳ صاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وحی کے دعوے کا کفر نہ ہونا بتاتا ہے نہ وحی نبوت کا اگر دونوں مطلق وحی کے نہ ہونے یا دونوں وحی نبوت کے ہونے نہ ہونے میں اختلاف کرتے تو ضرور تناقض ہوتا۔ یہاں تو اوّل وحی نبوت کی نفی کرتا ہے اور دوم یعنی گواہ نمبر۲ مطلق وحی کا اثبات پس کسی طرح بھی تناقض و تعارض کا شائبہ نہیں۔ محض

مغالطہ ہے۔

یوں ہی گواہ مدعیہ ۳ سے ۲۹ راگست کا جو فقرہ نقل کیا ہے کہ مسیح پر وحی نبوت ہوگی اور اس کے سوا الخ۔
یہ محض غلط ہے یہ وہی فقرہ ہے جس کا حل تناقض نمبر (۱) میں پیش کر چکا۔ عدالت مختار مدعا علیہ کی اس خیانت کو خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک فقرہ تناقض نمبر (۱) میں دوسرے الفاظ میں نقل کیا اور پھر اس ۳ میں دوسرے الفاظ میں اور بات صرف اس قدر ہے کہ عیسٰی علیہ السلام نبی تو ہوں گے سوا اس کے کہ ان پر وحی نبوت ہوگی گو اطلاق لفظ وحی مجازاً ہو جیسا کہ مکمل تشریح تناقض نمبر (۱) میں کر چکا ہوں اب اس کا کوئی بھی تعارض گواہ مدعیہ نمبر ۱ ر ۲ ر ۳ سے نہیں رہا۔ کیونکہ وہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نبوت نہیں بتلاتے بلکہ مطلق وحی کا ہو سکنا کہتے ہیں۔
یوں ہی گواہ ۳ غیر تبلیغی وحی بتاتا ہے جو بمعنٰے الہام ہے نہ کہ وحی نبوت جو تبلیغی و حقیقی ہوتی ہے۔ پس گواہوں کے بیانات و جرح اور ایک دوسرے میں ایک ذرہ برابر تعارض نہیں اور ایسے واضح ہیں کہ اگر جواب نہ دیا جاوے تو بھی عدالت ملاحظہ کے وقت مختار مدعا علیہ کا مغالطہ سمجھ سکتی ہے۔

تناقض نمبر (۵)

گواہ نمبر ۲ نے ۲۴ راگست کو بجواب جرح کہا کہ۔
"عیسٰی رسول الٰی بنی اسرائیل تھے اور ہیں نہ پہلے وہ ہماری طرف مبعوث ہوئے تھے نہ اب اور جب آئیں گے تو وہ منصب نبوت پہ نہ ہوں گے"۔
اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۳ نے ۳۱ راگست کو بجواب جرح کہا کہ۔
"حضرت عیسٰی علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ رسول ہوں گے اور ان کے نزول کے وقت جو شخص نہ مانے گا وہ مسلمان نہ ہوگا"۔

(الجواب نمبر ۵)

گواہ مدعیہ ۲ بھی انہیں رسول بنی اسرائیل مانتے ہیں اور ۳ بھی۔ مسلوب النبوۃ و رسالت کوئی بھی نہیں مانتا یہ کہنا یقیناً کفر ہے ہاں منصب نبوت پر کسی کے نزدیک نہیں۔ پس وہ رسول بمعنٰے اس کے ہیں کہ رسالت سلب نہیں ہوئی اور امتی باعتبار اس موجودہ زمانہ کے بھی جو انہیں پہلے کا رسول نہ مانے یعنی مسلوب النبوۃ کہے وہ یقیناً کافر ہوگا۔ مسلمان نہیں جیسا کہ گواہ ۳ نے کہا اور اب اس امت میں جو انہیں منصب نبوت پر مانے وہ ختم نبوت کے خلاف کہہ رہا ہے اس کے بھی اسلام کا اعتبار نہیں اور نبوت و منصب نبوت یا رسالت و منصب رسالت کا مفصل بیان اسی گواہ مدعیہ ۲ نے بوضاحت اپنی شہادت میں خارجی امثلہ و دلائل واضح سے دیا ہے اس کے بعد تناقض

خیال کرنا کھلا ہوا مغالطہ ہے ہرگز کسی قسم کے تعارض کا شائبہ تک نہیں نیز جرح کے نقل الفاظ میں بھی خیانت کی ہے۔
خصوصاً گواہ مدعیہ ۲ کے اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"جب عیسیٰ بن مریم آئیں گے تو جوان کو تسلیم نہ کرے گا وہ
مسلمان نہیں اب بھی اگر اس کو کوئی نہیں مانتا ہم اسے مسلم
نہیں مانتے۔"

یہاں ان کے رسول اور غیر رسول ہونے کا کوئی ذکر نہیں اپنی طرف سے اضافہ کر کے مغالطہ دے دیا ہے ۔اور
جہاں رسول ہونے کا ذکر ہے وہاں یہ الفاظ ہیں کہ ۔

"رسول ہوں گے ان پر وحی نہ ہوگی"

یہاں ان کے منکر کے کفر و اسلام کا ذکر نہیں بہر حال پیش کردہ الفاظ جرح کے الفاظ نہیں اپنی طرف سے
حاشیہ لگا کر مغالطہ دیا اور تعارض و تناقض ثابت کرنے کی لاحاصل سعی کی حالانکہ کسی طرح گواہان مدعیہ کی شہادتوں
میں تناقض ثابت نہیں ہو سکتا اور باوجود اس قدر شرمناک خیانتوں کے مختار مدعا علیہ کوئی ایک بھی تناقض نہ
ثابت کر سکا ۔

تناقض نمبر (۶)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۲۱ اگست کو بجواب جرح کہا کہ ۔
آیت ماکان لبشر میں جو طرق بیان کئے گئے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں ۔
اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۹ اگست کو بجواب جرح تسلیم کیا کہ ۔
"ام موسیٰ و مریم پر جو وحی ہوئی وہ قرآن کے بیان کردہ تین طرق میں داخل ہے"
اور گواہ ۲ کے نزدیک "وحی جو وحی نبوت نہ ہو وہ امت محمدیہ کے افراد کو ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت مریم
اور ام موسیٰ کو ہوئی کیونکہ وہ نبی نہ تھیں"
اور یہی وحی گواہ مدعیہ ۲ کے نزدیک آیت ماکان لبشر کے طرق میں داخل ہے ۔ جو گواہ مدعیہ ۱ کے قول
کے بالکل خلاف ہے ۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ ۱ نے مخصوص اسی آیت کے مذکورہ طرق جو اس میں خصوصیت سے مراد ہیں مراد لیے ہیں اور
ظاہر ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اور اس میں وحی نبوت مراد ہے پس وحی نبوت کے بہ طرق

مذکورہ بند ہیں۔ اگر وحی بمعنی الہام ہو گو انہی طرق سے بظاہر کیوں نہ مسدود نہیں۔ اس کے واسطے اسی جرح کے مندرجہ ذیل کو ملاحظہ ہوں۔

نمبر(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی شرعی کا دروازہ بالکل منقطع ہے۔

(۲) وحی شرعی کسی قسم کی نہیں ہو سکتی کوئی الہام کا نام وحی رکھ دے تو دوسری چیز ہے۔

(۳) وحی بواسطہ فرشتہ وحی جو وحی کا فرشتہ لائے نہیں ہو سکتی۔ دیہ فرشتہ الہام والی،

پس گواہ مدعیہ ۱ نے یہ طرق مذکورہ بہ پیرایہ وحی نبوت امت محمدیہ پر بند بتایا ہے اور گواہ مدعیہ نمبر ۲ و ۳ نے ام موسیٰ وغیرہ پر جو وحی بتائی وہ بمعنے الہام بہ پیرایہ وحی الہام ان طرق سے باقی بتائی نہ وحی نبوت بہ پیرایہ وحی نبوت پس کوئی بھی تعارض نہ ہوا۔ وحی نبوت طرق مذکورہ ثلاثہ سے بالاتفاق بند اور وحی الہام ہر طور سے جاری۔

گواہ مدعیہ ۲ کا ہرگز کوئی تعارض و تناقض گواہ مدعیہ ۱ کے ساتھ نہیں یہ اس کے غلط الفاظ نقل کر دیئے ہیں اصل جرح کے اس کے الفاظ یہ ہیں بجواب سوال اوحینا الی ام موسیٰ وغیرہ کہ۔

یہ وحی وہی ہے جسے الہام کہا جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ
نے نحل کے لیے کہا ہے یہ الہام انسان کے ساتھ مخصوص نہیں
غیر انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ سورۃ نحل کی اس
آیت سے معلوم ہوتا ہے واوحیٰ ربك الی النحل الخ

اب عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ گواہ مدعیہ ۱ وحی نبوت بہ پیرایہ وحی نبوت بطرق ثلثہ مذکورہ بند بتاتا ہے اور گواہ مدعیہ ۲ وحی بمعنے الہام جو نحل کو بھی ہو سکتی ہے باقی مانتا ہے تناقض کدھر سے ہو۔

بہرحال یہ تمام مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی یا غلط فہمی یا محض مغالطہ تھا ورنہ بیانات گواہان مدعیہ بالکل تناقض سے پاک وصاف ہیں کسی قسم سے مخدوش و مجروح نہیں۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے بخلاف اس کے کہ مختار مدعا علیہ نے جو تناقض کا اعتراض گواہان مدعا علیہ پر کیا تھا وہ بدستور قائم ہے اور اکثر کا تو جواب میں تذکرہ تک نہیں تاویل کیا کر سکتے۔

گواہ مدعیہ کا خود اپنے بیان سے تعارض

اس سلسلہ میں صرف گواہ ۱ و ۲ و ۳ کا حوالہ پیش کیا ہے

گواہ مدعیہ ۱ نے ۲۱ر اگست کو بجواب جرح کہا کہ۔

حدیث من ترک الصلوٰۃ میں امت یہ معنی سمجھتی ہے کہ

کہ کفر کا سا فعل کیا یعنی عمداً نماز کا تارک امت کے نزدیک کافر نہیں ہوگا ۔ اس کے بعد پھر یہ اقرار کیا کہ ۔
بعض ائمہ برحق نے عمداً نماز کے تارک کو کافر قرار دے کر اس سے نکاح وغیرہ معاملات کو حرام قرار دیا ہے ۔

(الجواب)

اولاً یہ الفاظ جرح نہیں بلکہ قطع و برید و روایت بالمعنے ہے ۔ وہاں علیحدہ علیحدہ مندرجہ ذیل فقرات ہیں ۔

حدیث من ترک الصلوٰۃ میں مراد کفر جیسا فعل کیا۔

"لیکن ائمہ نے کافر بھی کہا ہے ":

کافر کہنے والے بھی امام برحق و مسلمان ہیں ان کے نزدیک
فسخ نکاح بھی ہوگا ۔

عدالت خود اصل الفاظ مسل سے ملاحظہ فرمائے ۔

اس میں کسی قسم کا تعارض نہیں بلکہ خود مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ الفاظ بھی تسلیم کر کے تعارض نہیں ۔
کیونکہ اگر پہلے قول میں تمام امت یا اجماع کا لفظ ہوتا تو کسی ایک امام برحق کا خلاف اس کے منافی تھا اور تناقض ہو جاتا وہاں تو صرف امت کا لفظ ہے اور بعض امام کی رائے آگے ہے یہاں تناقض کا شبہ تک نہیں
محض مغالطہ ہے ۔

گواہ مدعیہ نمبر ۲

گواہ مدعیہ ۲ نے اپنے بیان میں ۲۵ر اگست کو کہا کہ ۔

"مسخ نسخ بروز وغیرہ یہ پانچوں اصطلاحیں آسمانی دینوں میں
کوئی حقیقت نہیں رکھتے ":

اور پھر ۲۹ر اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ ۔

کونوا قردۃ خاسئین کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ
مسخ ہو گئے تھے ۔

(الجواب)

ان دونوں قولوں میں تناقض ثابت کرنا صرف مختار مدعا علیہ کا حصہ ہے ورنہ دنیا کا کوئی بھی عقلمند آدمی ان دونوں قولوں میں تناقض نہیں سمجھ سکتا اول قول میں ان پانچ چیزوں کی اصطلاح کو دینی اصطلاح اور آسمانی ادیان میں ہونے سے انکار کیا ہے اور دوسرے میں کونوا قردۃ خاسئین کی تفسیر یہ بتائی ہے کہ واقعی انکے چہرہ وغیرہ بدل گئے تھے آیت میں تو مسخ کا لفظ بھی نہیں کہ مغالطہ ہی رفع ہو اور کہا جائے کہ آسمانی کتاب میں یہ اصطلاحی لفظ آگیا صرف مخصوص الفاظ کی مخصوص اصطلاح سے آسمانی کتب وادیان میں ہونے سے انکار ہے یہ معنے نہیں کہ اللہ نے دنیا میں کسی کو مسخ ہی نہیں کیا یہاں کسی قسم کے تناقض کا شائبہ تک نہیں۔ اور نہ کوئی احتمال مغالطہ تھا خواہ مخواہ مغالطہ دیا گیا۔ پھر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ گواہ کے بعینہ الفاظ نقل نہیں کئے گئے مفہوم لیا گیا ورنہ مطلب بالکل صاف ہے۔

اب اس جواب الجواب سے بحمداللہ اچھی طرح واضح ہوگیا کہ نہ گواہان مدعیہ کا تعارض ایک دوسرے گواہ سے ہے اور نہ ایک گواہ کہیں اپنے قول سے ٹکرایا ہے بخلاف گواہان مدعا علیہ کے کہ ان کے بیانات میں تو اب تک لاجواب متعدد دہر دو قسم کے تناقضات موجود ہیں جن کی کوئی تاویل نہ ہو سکی جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے عدالت خود مسل ملاحظہ فرمائے پس گواہان مدعا علیہ کی شہادت یقیناً ناقابل قبول ہے۔

وجہ سوم :-

مرزا صاحب کی تمام کتب کا سوائے ان عبارات کے جن پر انہوں نے اعتراض کیا ہے مطالعہ نہیں کیا ۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ تا ۔۔۔۔۔۔ لیکن گواہان مدعیہ جن کا ذکر آچکا ہے معترف ہیں کہ انہوں نے مرزا صاحب کی کتابوں کا کماحقہ مطالعہ نہیں کیا الخ۔

(الجواب)

محض غلط ہے ان الفاظ میں تو کسی کا جواب نہیں نہ تمام گواہوں نے مرزا صاحب کی کتب کے کافی مطالعہ سے انکار کیا بلکہ گواہ ۳ نے تو اس قدر مطالعہ بتایا ہے کہ شاید مرزا صاحب کے متبعین سے زیادہ ہی ثابت ہو۔

صرف گواہ ۱ نے ضرور یہ مفہوم ادا کیا ہے مگر وہ بحیثیت مفتی اسلام مسائل شرعیہ کے شاہد ہیں ان کو تمام کتب مرزا صاحب کا مطالعہ لازمی بھی نہیں۔

مرزا صاحب کے اقوال وعقائد کے شاہد دوسرے ہیں انہوں نے خوب مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ محض مغالطہ دینے کے واسطے تمام گواہوں کی طرف غلط فرما بنا کے منسوب کر دیا۔ بہر حال اس وجہ سے بھی گواہان

مدعیہ کی شہادت مجروح نہیں۔

اصل الفاظ جرح گواہ مدعیہ ۲ و ۳ سے ملاحظہ ہوں۔ کہ ان کی کتب کے مطالعہ کو بتایا ہے جس کا شمار بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

حسام الحرمین وغیرہ

وجہ چہارم۔

دربار معلیٰ کے فیصلہ کی رو سے علمائے اسلام کی آرار حاصل کرنی چاہئیں اور یہ گواہ دیوبندی ہیں ان پر حسام الحرمین اور علمار ہند کے کفر کے فتوے ہیں۔

(الجواب)

یہ محض جھوٹ اور غلط ہے گواہ نمبر الف و ب و ۴ کا تو کوئی بعید سا تعلق بھی علمار دیوبند سے نہیں اور نہ گواہان مدعا علیہ کسی ایک کو ان کے علاوہ بھی دیوبندی خیال کا ثابت کر سکے صرف گواہ ۱ کو مفتی دیوبند ہونے کی وجہ سے دیوبندی خیال کا بتایا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۲۔ اب میں اس فتویٰ حسام الحرمین اور "اشتہار تین سو علمار کے فتویٰ کی حقیقت پیش کرتا ہوں۔

(۱) اشتہار منسلکہ مسل عنوان" وہابیہ دیوبندیہ عقائد والوں کی نسبت تین سو علمار اہل سنت والجماعت کا فتویٰ جس کے معلن محمد ابراہیم بھاگل پوری ہیں۔

(الجواب)

(۱) اولاً جو ڈیشل اصول پر یہ غیر مصدقہ ہے۔
(۲) یہ دوران مقدمہ میں جعلی تیار کرایا گیا اسی واسطے اس پر کوئی تاریخ طبع نہیں۔
(۳) مطبع کی ہمارے پاس شہادتیں ہیں۔ عدالت کی طلبی پر پیش کر سکتا ہوں۔ یہ دوران مقدمہ کا ہے۔
(۴) اس میں اکثر فرضی غیر متعارف نام ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کے انتقال کو دس بارہ سال ہو چکے ہیں بعض وہ ہیں جن کی عمر ابھی ۱۲ سال سے زائد نہیں۔ طالب علم بتدی ہیں۔
(۵) علمار اہل سنت میں عبدالنبی بہاولپوری ورحیم بخش رضوی بہاولپوری بھی ہیں جس سے عدالت اس کی حقیقت کا اندازہ فرمائے۔
(۶) اس میں غلام احمد اختر احمدی کے دستخط بھی غلام احمد فریدی کے ساتھ ہیں جس طرح وہ دستخط کیا کرتے ہیں۔

(۷) عبدالعلیم شاہجہانپوری ہے جو بدچلنی میں سزایافتہ ہے۔
(۸) خود شائع کنندہ سے بھی گواہ واقف نہ تھا جب مختار مدعیہ نے اس کی سزایابی کا حوالہ پیش کیا تو کہا کہ شاید وہی ہو۔
(۹) اس کے حوالہ تقویۃ الایمان وغیرہ اصل کتاب سے جرح میں نہ ثابت کرسکے بلکہ اس میں اس کے خلاف نکلا۔ بحث میں اصل کتاب سے دکھانے کو کہا تھا مگر اس کا نام تک نہ لیا۔
(۱۰) غرض عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ کسی طرح قابل اعتماد نہیں نہ قانوناً نہ شرعاً۔

باقی رہی حسام الحرمین اس کے متعلق بحث میں مکمل جواب دے چکا ہوں اب صرف اس قدر گذارش ہے۔ کہ میرے اس دعوی پر کہ یہ فتویٰ بعد اطلاع حقیقۃ حال علماء حرمین نے علماء دیوبند پر سے واپس لے لیا صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر باقی ہے۔ دو کتابیں پیش کی گئی تھیں ایک المہند دوسری علامہ برزنجی مدنی کی غایۃ المامول پہلی میں تو ناقابل التفات تاویلات کیں اور ثانی کو بلا تامل قبول کرلیا جواب میں نام تک نہ لیا پس یہ فتویٰ علماء دیوبند کے حق میں بہ تصریح غایۃ المامول علامہ برزنجی کے جس کے آخر میں انہیں علماء کے دستخط سے واپس ہونا ثابت ہے حسام الحرمین میں اولاً مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی ایک عبارت پیش کی گئی جو اس طور پر ان کی کتاب تحذیر الناس میں کہیں بھی موجود نہیں۔ نیز اس کا پہلا فقرہ صـ۲۸ کا دوسرا صفحہ ۳ کا تیسرا صفحہ ۱۴ کا بے ربط قطع وبرید کرکے ایک کفریہ مضمون بنایا جس کے خلاف اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر تصریح موجود ہے بحث ختم نبوت میں اس پر بحث گذرچکی تفصیل کے واسطے شہاب ثاقب السحاب المدرار ملاحظہ ہو۔

دوسرا اتہام خدا کے جھوٹے ماننے کا مولانا گنگوہی رحمہ اللہ پر فرضی ہے کہ ان کا کہیں کوئی فتویٰ یا اس کا فوٹو دیکھا حالانکہ آپ کی مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کے صـ۱۱۸ پر اس کی زبردست تردید موجود ہے اور قطع الوتین کے صفحہ ۹ پر اس فتویٰ کے بے اصل بہتان ہونے کی ان کے اپنے خط سے تصریح موجود ہے۔

تیسرا حوالہ براہین قاطعہ کا چوتھا حفظ الایمان کا ہے جن کا بہتان اور مغالطہ (علم میں مقابلہ) کے عنوان کے تحت پیش کرچکا ہوں۔ مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ کے شعر میں لفظ ثانی بمعنی تابع اور دوم کے معنی میں ہے جیسا کہ حضرت حسان رحمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر صدیق اکبرؓ کی شان میں پڑھا کہ۔

؎ وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد ٭ طاف العدو بہ اذا الجبلا
وکان حب رسول اللہ وقد علموا ٭ من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

جس کی آنحضرت علیہ السلام نے تائید فرمائی ۔ کہ صدقت یا حسان ھو کما قلت ۔
(درمنثور ج ۳ صفحہ ۲۸۱)

پس یہاں مغالطہ صرف لفظ ثانی بمعنیٰ مثل کے استعمال میں تھا وہ دفع ہو گیا کہ بمعنیٰ تابع اور دوم کے مستعمل و مراد ہے ۔

یوں ہی دوسرے اشعار بھی بے غبار ہیں تنگی وقت کی وجہ سے ترک کرتا ہوں ۔ کیونکہ وہ کیس سے زیادہ متعلق نہیں فتاویٰ رشیدیہ کے میلاد وغیرہ کی نسبت حوالجات چونکہ غیر متعلق ہیں لہٰذا تفصیل کی ضرورت نہیں صرف یہ گذارش ہے ۔ کہ وہ سب قطع و برید کرکے متکلم کی اسی کتاب کی تصریحات کے خلاف نقل کئے گئے ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیف یمانی الحمد للہ کہ اس بہتان کا بھی بے بنیاد ہونا ثابت ہو گیا

(گواہان مدعیہ کے صریح کذب)

پنجم
پھر خود گواہان مدعا علیہ نیز اس کے مختار نے متعدد غلط بیانیاں کی تھیں اس لیے فرضی اس پر پردہ ڈالنے کے واسطے فرضی کذب کے بہتان صریح کذب کا نام دے کر (۱۵) نقل کئے جن میں سے ایک نمبر (۱۵) عدالت نے کاٹ دیا اب صرف (۱۴) نمبر رہے جن کا مرتب مختصر جواب پیش ہے گو وہ زیادہ جواب کے لائق ہی نہ تھے مگر بہر حال مغالطہ کا انکشاف ضروری ہے ۔

(پہلا کذب)

گواہ مدعیہ ۔ الف نے کہا کہ مرزا صاحب نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خالق جانا الخ
اور حوالہ آئینہ کمالات کا دیا حالانکہ وہیں ہے کہ یہ خواب ہے اور اس کی یہ تعبیر ہے یہ صریح کذب ہے ۔

(الجواب)

یہ صرف بہتان اور غلط بیانی ہے ۔ اوپر لا الٰہ الا اللہ کے ہیڈنگ کے تحت اس کا ثبوت مفصل گذر چکا ۔ اس میں نہ صرف خدائی کا ذکر ہے بلکہ تیقنت انني ھو بھی ہے کہ میں نے یقین کامل کر لیا کہ یقیناً ہو بہو خدا ہوں ۔ باقی یہ کہنا کہ وہیں اس کو خواب قرار دیا ہے یہ بھی مغالطہ ہے اولاً تو مرزا صاحب کا خواب بھی وحی ہے ۔ جیسا کہ مسلمات سے گذر چکا ۔

نیز مرزا صاحب نے خود اس کا ترجمہ کتاب البریہ میں یہ کیا کہ " میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا" بہر حال

اس میں ایک حرف بھی جھوٹ نہیں کشف و تعبیر وغیرہ کی تاویلات و مغالط سب نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ جواب الجواب کے ابتدائی اوراق میں گذر چکے عدالت خود وہیں سے ملاحظہ فرمائے تمام تاویلات کا مرزا صاحب کی تصریحات سے خاتمہ کر دیا گیا ہے ۔

(دوسرا کذب)

گواہ مدعیہ الف نے مرزا صاحب کی طرف بحوالہ البشریٰ ج ۲ صفحہ ۹۵ منسوب کیا ہے کہ خدا نے ان سے کہا کہ "جس طرح میں قدیم و ازلی ہوں اس طرح تیرے لیے میں نے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں اور تو ہی ازلی ہے" یہ عبارت البشریٰ میں نہیں

(الجواب)

یہ بھی محض بہتان ہے اس کا مفصل جواب "دا صلی وا صوم وا سہر وا نام" کے تحت گذر چکا ۔ اور یہ بھی بتلا چکا کہ گواہ الف نے وہاں کی عربی عبارت کا ترجمہ اپنے الفاظ میں کیا ہے البشریٰ کا ترجمہ نقل نہیں کیا اور نہ وہ ترجمہ اردو مرزا صاحب کے متبعین کو مسلم ہے ۔ خود مختار مدعا علیہ بابو منظور الٰہی کو جو محکمہ تار کے کلرک ہیں عربی سے ناواقف بتایا ہے ۔ پس وہاں عربی الفاظ موجود ہیں گواہ مدعیہ الف نے مطلب خیز ترجمہ کر دیا اس میں کذب کا شائبہ بھی نہیں ۔ مفصل بحث اوپر گذر چکی وہیں سے ملاحظہ فرمائی جاوے ۔

(تیسرا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ب نے بحوالہ توضیح مرام مرزا صاحب کی نسبت بیان کیا کہ مرزا صاحب "ملائکہ سیاروں کی روح کو مانتے ہیں"

(الجواب)

اب جب کہ بسلسلہ عنوان ملائکہ اس کے تمام حوالے پیش ہو چکے اور ثابت ہو چکا کہ مرزا صاحب کے نزدیک ملائکہ نفوس فلکیہ و ارواح کواکب ہی کا نام ہے پس اب اس کی تصدیق کے واسطے کسی اور شئی کی ضرورت نہیں اور غالباً اب تو مختار مدعا علیہ کی بھی غلط فہمی کا ازالہ ہو چکا ہو ۔

(چوتھا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ب نے بحوالہ توضیح المرام یہ ظاہر کیا۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک "دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ نجوم کی تاثیر سے ہو رہا ہے" الخ۔

(الجواب)

یہ بھی غلط بیانی ہے اس کی توضیح بھی بسلسلہ عنوان ملائکہ گذر چکی ایک اور عبارت مرزا صاحب کی توضیح مرام صفحہ ۳۸ سطر ۸ سے پیش ہے۔

"اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمانوں میں سیارات اور کواکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل اور تربیت کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں تا آسمانی کواکب کا دن رات پر اثر پڑتا ہے"

غرض اس میں کذب کوئی نہیں۔

یہ دوسری بات ہے کہ مختار مدعا علیہ اس میں کچھ تاویل کرے مگر تمام تاویلات کا مفصل جواب ہیڈنگ ملئکہ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔

(پانچواں کذب)

گواہ مدعیہ ۱ بجواب جرح ۱۳ اگست کو یہ جھوٹ بولا کہ "مسیلمہ کذاب نبوت مستقلہ کا مدعی نہیں اس نے اسلامی شریعت کے خلاف کوئی شریعت قائم نہیں کی" الخ۔

(الجواب)

اس میں ایک حرف بھی غلط نہیں وہ تو تابع یا شریک نبی بننا چاہتا تھا۔ یہی قرآن پڑھتا تھا یہی نماز یہی اذان تھی یہی روزہ و حج اسی شریعۃ پر عمل کا ادعا ر معمولی ترمیمات اس سے زائد نہ تھیں جو مرزا صاحب نے کیں بہر حال یہ صرف مغالطہ ہے کوئی بھی کذب نہیں باقی گواہ ۳ اور حجج الکرامہ سے اس کے خلاف دکھانا اس کا جھوٹ ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ اس میں متقدمین نے اختلاف کیا ہے اور دونوں طرف اکابر ہیں اور اصول ہے جب اسلاف میں کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہو جائے تو اسلاف جسے چاہیں عمل در آمد بنائیں۔ پس گواہ ۱ نے اپنی تحقیق اپنے علم کے مطابق اور ۳ نے اپنی تحقیق پیش کر دی نہ اس میں کوئی جھوٹ ہے نہ تعارض۔

(چھٹا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۱۲ اگست کو بجواب جرح کہا کہ ہم احمد رضا خان بریلوی کے فرقہ کو کافر نہیں کہتے احمد رضا خان کو بھی کافر نہیں کہتے اس کے کلام میں تاویل کرتے ہیں یہ سراسر جھوٹ ہے۔

(الجواب)

جھوٹ جب ہوتا کہ اس کی یا اس کے کسی مسلم بزرگ کی تحریر و تقریر اس کے خلاف پیش کرتے حالانکہ نہ پیش کر سکے۔ کوکب یمانی جو اس مرحلہ پر پیش کی تھی اس کی غلط بیانی عیاں ہو چکی ہے کہ وہ ان سے ان کی مسلمات پر استفسار رہے نہ ان پر فتویٰ کفر اس سے قبل مفصل گذر چکا وہیں سے ملاحظہ ہو ۔ نیز حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی فیض آبادی کے شہاب ثاقب کے صفحہ ۱۲۷ کا جو حوالہ دیا ہے اس میں کہیں بھی ان کی تکفیر نہیں کی ہاں سختی سے جواب ضرور دیا اور ان کی خیانتیں واضح کی ہیں ۔

(ساتواں کذب)

گواہ مدعا علیہ ۱ نے ۱۲ اگست بجواب جرح کہا کہ حدیث من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر یہ کہا کہ امت اس کے معنی یہ سمجھتی ہے کہ کفر کا سا فعل کیا الخ۔

(الجواب)

اس کا مفصل جواب متعارضات کے سلسلہ میں اس سے قبل گذر چکا اب اعادہ کی ضرورت نہیں بہر حال یہ بھی قول سرتاپا صداقت ہے کذب کا شائبہ تک نہیں بلکہ اسے کذب بتانا ہی ایک کھلی ہوئی کذب بیانی ہے۔

(آٹھواں کذب)

گواہ مدعیہ ۲ نے بجواب جرح ۲۴ اگست کو کہا کہ مرزا صاحب نے اپنی کسی کتاب میں وحی کو جمع نہیں کیا اور نہ انہوں نے کسی خاص کتاب کو شریعت قرار دیا لیکن ان کی جو وحی جس جس کتاب میں درج ہے وہ وحی شریعت جدیدہ ہے ۔

(الجواب)

اس میں جھوٹ کیا ہے جب کہ اپنی تمام وحی کو قرآن پاک کی طرح سمجھتے ہیں جیسا کہ اوپر حوالوں سے گذر چکا تو آپ

شریعت جدیدہ ہونے میں کیا شک ہے۔

نیز اربعین کا حوالہ متعلقہ نبوت تشریعی کو بھی کہ "سوچو شریعت کسے کہتے ہیں" الخ بھی اس سے ملا لیا جائے تو صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

(نواں کذب)

گواہ مدعیہ ۲ نے ۲۴ ر اگست کو بجواب جرح کہا کہ۔

"مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے بعد قرآن کو آخر الکتاب نہیں مانا"

(الجواب)

اس میں جھوٹ ہی کیا ہے اس کے بعد مدعی نبوت و وحی نبوت ہوئے اور اپنی وحی قرآن کی طرح ماننے لگے پھر قرآن آخری وحی اور آخری کتاب کیونکر رہا۔

(دسواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۹ ر اگست بجواب جرح کہا کہ۔

"مکتوبات ج ۲ صفحہ ۹۹ مکتوب ۵۱ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ کشفی ہے یا الہامی"۔

(الجواب)

یہ بالکل صحیح ہے مختار مدعا علیہ کی اس سے خود ناواقفی ہے۔ اوپر حوالہ پیش کر چکا ہوں کہ یہی مکتوب جس جگہ ختم کیا ہے وہی فرمایا ہے۔ کہ یہ مجھے بطور علم لدنی سکھایا گیا ہے۔ جو صراحتہً ہے اس امر کی کہ یہ کشفی ہے۔ نیز کشفی کے اور بھی ثبوت اوپر جہاں یہ حوالہ آیا ہے پیش کر چکا ہوں صرف اپنی ناواقفی سے دوسری تحقیق غلط اور کذب بتانا نامناسب امر ہے۔ نیز مختار مدعا علیہ نے حوالہ آخر سے کاٹ کر نقل کیا تاکہ اصل حقیقت پوشیدہ رہے یہ بھی ایک خیانت ہے۔

(گیارہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ ۲۸ ر اگست بجواب جرح مسلم الثبوت ج ۲ صفحہ ۱۹۵ پھر اس کا مفہوم اس سے نقل کیا اور تبصرہ یہ کیا کہ یہ مفہوم غلط ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی سمجھ میں نہ آئے یہ دوسری بات ہے باقی مفہوم بالکل صحیح مراد متکلم کے موافق دوسری تصحیح کے مطابق ہے ۔

(بارہواں[۱۲] کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۸ اگست کو بجواب عبارت فقہ اکبر صفحہ ۱۴۷ کی عبارت ہے الخ یہ مفہوم صحیح نہیں ۔

(الجواب)

یہ مفہوم بالکل صحیح ہے اور اگر مغالطہ دینا مقصود نہیں تو مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی ہے یہ دوسری بات کہ اُس کے نزدیک کفر و اسلام کا کوئی اور معیار ہو ۔ پھر خود جو مفہوم پیش کیا ہے اُس سے اُس کی واقفیت کا بھی پتہ چلتا ہے کسی ایک ٹکڑے کو لے کر مطلب بیان کرنا اور بات ہے اور مصنف کے مسلک کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا مفہوم ادا کرنا اور ہے ۔

(تیرہواں[۱۳] کذب)

گواہ مدعیہ ۴ نے ۳۱ اگست کو بجواب حدیث علماء ہم الخ ۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ ۴ نے جو مفہوم حدیث لکھایا ہے وہ دیگر احادیث صحیح کی روشنی میں ہے اور وہی صحیح و درست ہے مگر مختار مدعا علیہ اپنے تصنیف کردہ مطلب کو صحیح بتاتا ہے ۔ اُسے اختیار ہے مگر اُسے جھوٹ نہیں کہہ سکتے اسلاف کے مطابق وہی ہے ۔ مفصل طوالت طلب ہے لہٰذا ترک کرتا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرمائے ۔

(چودہواں[۱۴] کذب)

گواہ مدعیہ ۴ نے ۱۴ اگست بجواب جرح کہا کہ مکتوب جلد دوم صفحہ ۱۰۷ میں جو لکھا ہے مکاشفہ ہے الخ ۔

(الجواب)

اس کا جواب ۱۰ میں دے چکا اس مکتوب کے آخر میں اس کی تشریح ہے کہ یہ اُن کی خصوصی علم لدنی اور

کشفی سے ہے۔ آخر مکتوب کے لفظ حذف کر کے مختار مدعا علیہ نے اوپر حوالہ پیش کیا ہے جب کہ عرض کر چکا۔

غرض یہ کہ ایک بھی جھوٹ ثابت نہ ہو سکا۔ اور
بحمد اللہ گواہان مدعیہ کی شہادتیں بالکل بے لوث رہیں

وجہ ہفتم:

قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے وہی استدلال انہیں مصنوعی الفاظ کے ساتھ نمائشی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محامد ذکر کرتے ہوئے جس طرح شہادت میں اشارات فریدی کے بعض حوالے پیش کئے تھے یہاں بھی وہی پیش کئے۔

حالانکہ جرح میں جب کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رح کے متعلق دریافت کیا گیا تو یہ جواب دیا کہ میرے واجب الاطاعت مسلّم بزرگ نہیں اور احمدی (مرزائی) ہونے کے بعد دیگر احمدیوں (مرزائیوں) کی طرح ہوں گے یعنی خدانخواستہ جب کہ ان کے متبعین یعنی مرزا صاحب کی امت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہو کر ملجائیں تو دوسرے احمدیوں کی طرح ہو سکیں گے۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا صاحب کی بیعت میں باوجود دعوت پہنچنے کے شامل نہ ہوئے۔ پس مرزا صاحب کا فتویٰ ان کے متعلق ان کے اس اصول سے معاذ اللہ یہ رہا۔ کہ بہرحال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اور خدا تعالےٰ کے نزدیک قابل مؤاخذہ ہے۔

(فتاوی احمدیہ صفحہ ۲۰۸)

حضرت خواجہ مرزا محمود صاحب کی نگاہ میں

کُلّ مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں"۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

اور باقرار گواہان مدعا علیہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے۔

(باوجود بزعم فریق مدعا علیہ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز بھی مرزا محمود صاحب کے نزدیک عیاذاً باللہ پکے کافر ہیں) "جو آپ کو رسول نہیں مانتا خواہ زبان سے کتنی ہی مدح سرائی کرتا ہو وہ بھی پکا کافر ہے"

(آئینہ صداقت صفحہ ۸۶)

پس صرف اپنی مطلب برآری اور حکام ریاست کو فریق مدعیہ کی طرف سے بدظن کرنے کے واسطے یہ شہادت انہوں نے اس انداز میں پیش کی حالانکہ اُن کے متعلق ان کے اصولی وہی خیالات بلکہ اس سے بڑھ کر ہیں جو اوپر نقل ہوئے بخلاف فریق مدعیہ کے وہ ان کو درحقیقت قطب وقت شیخ طریقت اپنا مقتدا پیشوا اور مسلّم بزرگ تسلیم کرتا ہے اور انہیں کی تصریح کے مطابق فرقہ احمدیہ کو فرقہ ناریہ یقین کرتا ہے اور دنیا میں ان کا تتبع اور آخرت میں اُن کے ساتھ اپنے حشر کا متمنی ہے۔

مختار مدعیہ نے اس شہادت کے متعلق گواہان مدعا علیہ کے مسلمہ اقرار و اصول اور حقائق کی روشنی میں جو اس پر بحث کی تھی اُس کی مندرجہ ذیل تاویلات کیں۔

(خلاصہ تاویلات)

(۱) مختار مدعیہ نے حضرت خواجہ صاحب کے تقدس پر بیجا طعن کیا کہ آپ نے فیصلہ کے وقت کوئی تحقیق نہ کی تھی۔

(۲) آپ نے کافر کہنے والوں کو غلطی پر بتایا جو بلا اعلیٰ درجہ کی تحقیق کے نہیں ہو سکتا۔

(۳) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ خط میں صرف مرزا غلام احمد لکھا نہ کہ مسیح موعود و مہدی مسعود یا کوئی اور ایسا لفظ نہیں کیونکہ مرزا صاحب اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ پھر بھی آپ کو اعز الاحباب لکھا۔

(۴) دیگر خطوط میں مجموعہ محاسن وغیرہ کے الفاظ ہیں۔

(۵) مندرجہ ذیل الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ واقف علی مقام

تعظیمک قبل الرؤیۃ وما جرت کلمۃ علی لسانی الخ معترف بصلاح الخ

موقن بانک من عباد اللہ الصالحین واتیت الفضل الخ

"مرزا صاحب مرد نیک و صالح است" نیک مرد کہ اہل سنت والجماعت است الخ

"تمام کلام او مملو الخ" "مرزا صاحب میں مہدی و عیسیٰؑ ابن مریم کے اوصاف پائے جاتے ہیں الخ۔

(۶) مندرجہ ذیل امور دال ہیں کہ مرزا صاحب کے متعلق بعد تحقیق فتویٰ دیا۔

(۱) الفاظ مذکورہ بالا۔
(۲) خلیفہ اول کی ملاقات اور مرزا صاحب کے متعلق گفتگو۔
(۳) مرزا صاحب سے خط وکتابت جاری رہی جس میں اس کا ذکر ہے۔
(۴) لیکچر جلسہ اعظم کا پڑھنا۔
(۵) مخالف علماء کا جانا اور ان کے وجوہات کفریہ کو کفر نہ سمجھنا اور علماء کو غلطی پر بتانا علی وقت الخ صفحہ ۱۷۸ صفحہ ۱۶۹ و ۷۔
(۶) عبارت مرزا غلام احمد قادیانی الخ صفحہ ۱۷۹۔
(۷) نور فراست سے بھی اولیاء صادق کو پہچانتے ہیں۔

(۸) انجام آتھم جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی اور اس میں دعاوی وچیلنج مباہلہ تھا وہ بھی آپ کو پہنچی۔
(۹) کچھ قابل اعتراضات الہامات کا بھی اس میں جواب تھا۔
(۱۰) مسیلمہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔
(الف) کافر واکفر است صفحہ ۱۰۹ ج ۳ اشارات فریدی۔
(ب) ہفتاد فرقہ کہ مردود اند واہل نار۔ (فوائد فریدی صفحہ ۳۰)
(۱۱) چوڑھے چمار کو عباداللہ الصالحین فرمانے کا کوئی بھی ثبوت پیش نہ کیا۔
(۱۲) مختار مدعیہ کو مسلم ہے کہ عباداللہ الصالحین بھی ایک شہادت ہے پھر خواجہ صاحب کی طرف کسی اور نے اس کی نسبت کیوں نہ شہادت دی۔

(الجواب)

(۱) یہ غلط اور محض جھوٹ ہے بلکہ جس قدر ان کے سامنے تحقیق حکیم نورالدین صاحب یا مرزا صاحب کی کتاب انجام آتھم جس قدر بھی سنی اس سے ہوئی ان پر حکم نہ دیا دیگر کفریات خصوصاً دعویٰ نبوت اور ختم نبوت کا انکار اور حقیقۃ الوحی کے ناقابل برداشت کفریات اس وقت نہ تھے اور نہ انہیں پہنچے۔
یہی کب ثابت ہے کہ یہ خط من وعن حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان کا نہیں بلکہ غلام احمد اختر احمدی کا اس میں اضافہ ہے اور جعل سازی ورنہ حضرت صاحب ؒ ہرگز اپنے قلم مبارک کی تصنیف یعنی نسخہ مبارکہ فوائد فریدی میں احمدی فرقہ کو فرقہ مردودہ اور ناری وجہنمی قرار نہ دیتے۔

(۲) اُن دلائل کی رو سے جو وہ پیش کرتے تھے ضرور خاطی بتایا ہوگا اس وقت ان کے تمام کفریات قطعیہ سامنے نہ تھے صرف انجام آتھم کی توہین جلسے تھی اس پر مرزا صاحب کا اپنے بچاؤ کا ایک مصنوعی نوٹ بھی ہے۔

پھر غلام احمد اختر نے نیز حکیم نورالدین صاحب نے ان کفریوں کے خلاف واقع شہادت دی حکم ظاہر پر دیا جاتا ہے نہ کسی کے باطن پر علمائے اسلام نے بھی جب تک صرف وہی امر تھا کفر میں احتیاط اور متفقہ فتویٰ نہ دیا مگر بعد میں کفر بے نقاب ہونے کے خصوصاً ۱۹۰۱ء سے متفقہ تمام علماء و مشائخ نے تکفیر کی اگر حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز اس عالم ظاہر میں رونق افروز ہوتے تو وہ بھی مرزا صاحب کو کافر بتا کر ناموس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں کافی سے زائد حصہ لیتے۔

(۳) اب اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں اُس کے اجزاء سب مفصل آرہے ہیں۔

(۴) پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقدس اسلام کی درحقیقت مرزا صاحب نے جس قدر توہین عظیم کی ہے اور تمام صحابہ رض اور اہل بیت کرام اور اولیاء اللہ کو جو منہ میں آیا کہا ہے حضرت قبلہ قدس سرہ کو پہنچتی تو مرزا صاحب کے فتویٰ تکفیر پر سب سے پہلے حضور قبلہ کے دستخط ہوتے اور اُن کے تمام متبعین کو اسی وقت نہ صرف ریاست بلکہ تمام اُن کے حلقہ اثر سے شہر بدر کرایا جاتا۔ انہیں تو حکیم نورالدین صاحب نے خلاف واقع بیان اور مرزا صاحب نے اپنے قول ع ہر نبوت را بروشد اختتام سے مغالطہ دیا ہے اور اگرچہ صاحب نسبت حضرات پر ایسے امور غیبیہ بھی منکشف ہوتے رہیں۔ مگر یہ ہر وقت لازمی اور اختیاری نہیں۔

گہے بر طارم اعلےٰ نشینم — گہے بر پشت پائے خود نہ بینم
مے شود پردہ چشم کاہ گاہے — دیدہ ام ہر دو جہاں را بنگاہے گاہے
منزل عشق بسے دور دراز است ولے — مے شود جادہ صد سالہ بگاہے گاہے

نیز مقربان بارگاہ اسرار الٰہیہ اور امور غیبیہ کو عوام پر واضح کرکے پردہ فاش نہیں کرتے حکم ظاہری پر لگاتے ہیں تاکہ ناموس شرع پر کوئی حرف نہ آئے پھر اس فرقہ احمدیہ کو مردود و ناری بتانا اور مرزا صاحب کو کشف و الہام میں خاطی ماننا اسی زمرہ سے ہے۔

(۵) مرزا صاحب پسند کرتے یا نہ مگر مسیح موعود و مہدی مسعود مان کر صرف الی مرزا صاحب غلام احمد بلا کسی القاب و آداب کے لکھنا کبھی عقل باور نہیں کر سکتی۔ معمولی معمولی انسانوں کو تو اعلیٰ اعلیٰ القاب لکھے جائیں مگر مسیح دوراں و مہدی زماں کو کچھ نہیں صرف مرزا غلام احمد معلوم ہوا کہ ان دعاوی کی تصدیق کا الزام محض

بہتان ہے ۔ بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان تک یہ پہنچی ہی نہیں کیونکہ بالاستیعاب کسی کتاب کا سننا یا دیکھنا ثابت ہی نہیں ۔ اور خود اپنی فوائد فریدی میں حضرت قبلہ قدس سرہٗ نوراللہ مرقدہٗ علیٰ ابن مریم کی حیات و نزول اور عیسےٰ اور مہدی کو وہ علیحدہ علیحدہ شخصیتیں اور مہدی کو آنحضرت کے محمدؐ کے نام کے ہمنام اُن کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ آمنہ اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا بلکہ تمام اہل سنت والجماعت کے معتقدات مفصلاً اپنے عقائد کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں ۔ جس کے بعد ظاہر ہے ۔ اگر یہ دعاوی اسے پہنچتے تو ہرگز مسیح موعود نہیں تسلیم کرتے بلکہ تکذیب و تکفیر میں سب سے پیش پیش ہوتے ۔

۷ اولاً یہ تمام الفاظ غلام احمد اختر احمدی یا اُن کے دوست ملا رکن الدین صاحب کے بڑھائے ہوئے ہیں جن سے حضرت قبلہ نوراللہ مرقدہٗ کا دامن قدس پاک ہے ۔ اور آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش رحمہ اللہ علیہ جب ان الفاظ پر مطلع ہوئے ۔ تو فرمایا اس سے ملا رکن الدین نے اپنی عاقبت خراب کر دی وہ قلمی تحریرات اب تک اُن کے خلفاء کے پاس ہیں نیز وہ روایات ان کے متوسلین میں مشہور ہیں ہم تحریرات پیش کرنا چاہتے تھے ۔ عدالت نے حسب ضابطہ اجازت نہ دی آج عدالت اجازت دے ہم پیش کر سکتے ہیں ۔

نیز ان میں کوئی بھی لفظ اُن کی نبوت وغیرہ کی تصدیق کے نہیں ۔ معلوم ہوا کہ دراصل تمام حقیقت حال کی آپ کو اطلاع نہ دی گئی ۔ ملا رکن الدین صاحب اور غلام احمد اختر نے مل ملا کر یہ سازشیں کیں ۔

(۸) ہرگز نہیں یہ امور تحقیق مکمل پر دلالت نہیں کرتے الفاظ مذکورہ کے متعلق اوپر عرض کر چکا ہوں مفصل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو ۔ حکیم صاحب کی ملاقات ہی اس امر کی دلیل ہے کہ اصل واقع پیش نہیں ہوا بلکہ حسن عقیدت اور صفائی کا حکیم صاحب نے اظہار فرمایا ۔ حضرت صاحب نوراللہ قدسہٗ نے باور کر لیا اولیاء اللہ کے ایسے ہی وسیع اخلاق ہوتے ہیں ۔ وہ دنیا داروں کی طرح امور میں کرید نہیں کرتے اور نہ اُس کے مکلف ہیں حضور قبلہ تو دنیا سے کنارہ کشی مراقب ذات صفات تھے ۔ انہیں اِن امور سے شغف تھا اور مہلت ہی کب تھی ۔ صوفیائے کرام کسی کو بُرا نہیں کہتے ۔ حتیٰ کہ اپنے دشمن کو ۔ ریاست کے باشندے بھی واقف ہیں ۔ کہ اُن کے معاملات اُن لوگوں کے ساتھ کیا ہے جنہوں نے انہیں گالیاں دیں ۔ اور برا کہا ۔ خط و کتابت اور تقریر جلسہ اعظم میں کوئی بھی کفریہ دعویٰ والہام نہیں خط و کتابت میں تو اسلامی عقیدہ ۔

۹ مہر نبوت بابروشد اختتام سے مغالطہ دیا ہے ۔ اُس کے بعد پھر مہر نبوت کے عموم کو باطل قرار دے کر خود نبی اور انبیاء سابقین سے افضل اور سید الانبیاء کے ہمسر بلکہ کچھ بڑھ کر بن گئے ہیں ۔

یوں ہی اُس تقریر کے بعد اپنی کتب میں کوئی بھی کفریہ نہ چھوڑا ۔ جو نہ لکھا ہو ۔ خصوصاً ۱۹۰۱ء سے بعد ۔

مخالف علماء کے وجوہ کفر انجام آتھم کے نوٹ اور غلام احمد اختر اور حکیم نورالدین صاحب مغالطہ آمیز صفائی کے بعد یقیناً قابل اعتماد نہ سمجھے ہوں گے حضور قبلہ نوراللہ مرقدہ یہ سمجھنا اس وقت حق بجانب ہے۔ اور اس وقت دیگر علماء کا بھی متفقہ فتویٰ نہ تھا اور نہ صرف اسی کتاب پر فتویٰ کفریہ ہے اصل معاملہ تو ۱۹۰۱ء کے بعد جب نبوت سے پردہ اٹھا اور کھل کے تمام اپنی گول مول دعاوی و الہامات کفریہ کی شرح کی اور دین کی بنیادوں پر زبردست ضرب کاری لگائی اور انبیاء کرام حتیٰ کہ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اہل بیت و اولیاء اقطاب و ابدال کی توہین کیں اس وقت متفقہ عرب و عجم علماء و مشائخ غرض کہ تمام فرق اسلامیہ نے کافر بنایا اور آج روئے زمین پر کوئی بھی فرقہ انہیں مسلمان نہیں کہتا۔ بلکہ اسلام کا سب سے زیادہ دشمن انہیں کو شمار کرتا ہے۔ اس سلسلہ کے دیگر امور کا بھی اس میں جواب آچکا۔

(۹) انجام آتھم پہنچی ہو مگر اول سے آخر تک بالاستیعاب مطالعہ کا ثبوت نہیں نہ کل کے سننے کا نیز اُس میں تمام دعاوی بھی نہیں ۱۹۰۱ء کے جب کہ تمام دعاوی کفریہ بے نقاب ہوئے اس وقت جیسی کوئی کتاب نہ پہنچی اور نہ تھی۔ اور علماء اسلام کا متفقہ کفر دعویٰ نبوت کے پورے اظہار کے بعد اور کفریات کے قطعی الثبوت ہو جانے پر ہوا ہے۔

(۱۰) جب ہی تو مغالطہ ہوا اور کفر کا فتویٰ نہ دیا گیا ورنہ اس کے بعض الہامات حضور قبلہ قدس سرہ العزیز جیسے صاحب بصیرت کے فتوے کفر کے واسطے کافی ہوئے۔ اُس میں پردہ ڈالنے کو کچھ غلط تاویلات مغالطہ آمیز بھی تھیں۔

(۱۱) مسیلمہ کو جس طرح کافر اکفر بتایا بوجہ دعویٰ نبوت کے اگر مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت پہنچتا تو انھیں بھی اسی طرح کافر اکفر بتاتے۔

ہفتاد فرقہ جنہیں مردود ناری بتایا ان میں مدعا علیہ کا فرقہ احمدیہ بھی تو ہے۔ اور گواہ ۲ کا جواب جرح کا اقرار ہے۔ کہ ہندوستان میں فرقہ احمدیہ صرف مرزا صاحب ہی کا فرقہ ہے نہ کوئی اور۔

(۱۲) چوتھے چمار کے عباداللہ الصالحین ہونے کا ثبوت بحمداللہ ہمارے پاس قطعی اور تحریری موجود ہے۔ اور ہم پیش کر رہے تھے۔ عدالت نے حسب ضابطہ وقت گذر جانے کی وجہ سے اجازت نہ دی تھی آج اگر بے ضابطہ اجازت ہو جائے تو ہم آج پیش کر سکتے ہیں۔

(۱۳) یقیناً عباداللہ الصالحین اگر حضور قبلہ فرماتے تو سوائے ان سازشی حضرات اور خصوصاً غلام احمد اختر احمدی کے کوئی ایک تو خلفاء و مریدین و متوسلین میں تو شاید ہوتا مگر ایک بھی نہیں بلکہ خلفاء اور خصوصاً صاحبزادہ تو اس کی وجہ سے ملا صاحب کو فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنی عاقبت خراب کرلی۔

نیز اگر حضور قبلہ اُنہیں مسیح و مہدی سمجھتے تو ہندوستان اور خصوصاً پنجاب اور بالخصوص حضرت کے متوسلین اس سے ناواقف رہتے یا وہ حضرت کی مخالفت کرتے بلکہ سب کے سب اور سب سے پہلے خلفاء داخل سلسلہ ہوتے مگر بحمد اللہ آج تک سوائے غلام احمد اختر کے جو پہلے سے احمدی تھا ایک بھی احمدی نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہ سب سازشی کارروائی تھی حضور قبلہ کا دامن اقدس اس سے بالکل پاک ہے۔ فللّٰہ الحمد۔

(بعض اعتراضات کے جواب کا جواب الجواب)

(۱) صرف انجام آتھم یا اس کے ضمیمہ میں خطوط کا شائع ہونا اور اس کی تائید صرف اسی سازش کار روائی غلام احمد اختر پر منحصر ہونا اُن خطوط کے مشکوک ہونے پر کافی تھا۔ پھر کسی خلیفہ کی تائید نہ حاصل ہونا بلکہ اپنی مجلس میں زبردست تردید حتیٰ کہ اسے ملا صاحب کی بربادی عاقبت کا سبب بتانا ایسے واضح امور تھے کہ جس کا جواب ہی ناممکن تھا۔

مختار مدعا علیہ سے کوئی معقول تاویل بھی نہ بن سکی صرف یہ کہہ کر ٹالا کہ اس سے کیا اگر کسی دوسرے نے نہ شائع کیا اور کسی نے تردید تو نہ کی اولاً مرزا صاحب کی کتابیں کون مسلمان بلا ضرورت دیکھتا ہے پھر اشارات میں ان خطوط سے کسے دلچسپی ہوگی نیز میں تو عرض کر چکا کہ خلفاء اور خصوصاً صاحبزادہ بھی بعد اطلاع اس سے اظہار بیزاری فرماتے رہے۔ اور اُسے ملا صاحب کا افترا اور سوء عاقبت کا سبب فرماتے رہے۔ آج بھی بحمد اللہ چاچڑاں شریف کی گدی آباد ہے۔ اور اس کے زیب سجادہ سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔

یہ کہنا کہ شائع کیوں نہ کیا اس کا جواب یہ ہے۔ کہ صوفیائے کرام کو اشاعت و اشتہارات و طباعت کی فرصت نہیں ہوتی وہ ہمہ وقت ذکر و شغل میں مشغول ہوتے ہیں اور ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں پھر زبانی اشاعت اتنی ہو چکی تھی کہ اشتہارات کی ضرورت ہی نہ تھی اسی کا تو اثر ہے کہ ایک بھی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا غلام مرزا صاحب کے زمرہ میں نہ شامل ہوا بلکہ سب کے سب تمام مسلمانوں کی طرح انہیں مرتد و کافر سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں۔ یہ کہنا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ رسالہ و خطوط پہنچے آپ نے تردید نہ کی یہ بھی غلط ہے کیونکہ اور موثق ثبوت سوا اس مشتبہ اشارات فریدی کے نہیں جس پر اعتماد ہو سکے۔ اگر تائید کرتے تو کوئی ایک تو شاہد اور موید ہوتا۔

(۲) مرزا صاحب کے کشف کو جب غلطی پر محمول فرماتے ہے تو یہ کہنا کہ انہوں نے تصدیق کی محض مغالطہ ہے اور یہ کہنا کہ لوگوں کے بہلانے کو کہا کہ زیادہ سے زیادہ خطا در کشف ہیں مان لو اس سے زائد مضحکہ خیز ہے اور کیا یہ پھر کشف کی غلطی کے مطالب کی توضیح مکتوب وغیرہ سے سب بیکار ہے مسیح موعود اور مہدی مانتے اور

پھر ان کے کشف جو بمنزلہ وحی کے تھا غلط اور خطا والا بتاتے ناممکن نہ تھا یہ سب بیکار تاویلیں ناقابل التفات ہیں۔

(۳) اس کا جواب کہ مرزا صاحب کے آدمیوں نے سازشی طور پر خلاف واقعہ صفائی پیش کر کے حضور قبلہ قدس سرہ العزیز کو مطمئن کر دیا کچھ نہ ہو سکا بلکہ غلط پروپیگنڈے کے طور پر تاویلیں کیں کہ اس سے تو یہ قول بہرحال تسلیم ہی کر لیا۔ حالانکہ یہ جواب بر تقدیر تسلیم و بطور فرض محال تھا ورنہ اس کا ثبوت ہی نہیں جیسا مختصراً اوپر اور مفصل اصل بحث میں عرض کر چکا۔

یہ کہنا اس سے زائد ناقابل التفات ہے کہ اس میں حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ ہے کہ آپ سے جو شخص جو بھی چاہتا تھا لکھا لیتا تھا اور صادق و کاذب میں فرق نہ کرتے تھے یہ محض مہمل جواب ہے بلکہ مختار مدعیہ کے قول کا ماحصل یہ ہے کہ خواجہ صاحب کے روبرو مرزا صاحب کے متعلقین ان کے خلیفہ اول یا ان کے معتقدین کی شہادتیں ان کی صفائی میں تھیں اور اس وقت اس کے خلاف کوئی مدلل آپ کے روبرو شہادت نہ گذر سکی۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے بنائے تکفیر انجام آتھم کی عبارت کو قرار دیا تھا وہاں توضیحی مرزا صاحب کا نوٹ موجود ہے اور یسوع کی توہین کی تاویل کی ہے پس وہ تنہا بلا کسی دوسری خارجی شہادت کے تکفیر جیسے اہم مسئلہ میں کافی و قابل اطمینان نہ تھا پس فتویٰ کفر سے احتراز کیا مگر انہیں بھی عباد اللہ الصالحین میں سے فرما دیا جو مرزا صاحب کے مکفر تھے اس سے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صوفیانہ مسلک بھی واضح ہو گیا ورنہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کو کافر بتانے والے کو عباد اللہ الصالحین کہنے کے کیا معنی عجیب بات مسیح موعود بھی عباد اللہ الصالحین سے اور ان کو کافر ماننے والے بھی عباد اللہ الصالحین میں۔ یقیناً خواجہ صاحب ؒ علیہ الرحمۃ کا دامن قدس اس سے پاک ہے کبھی بھی وہ مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی نہیں مانتے تھے۔

(۴) اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہو سکتا کہ بعد تسلیم اس امر کے کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مسلمان ہی مانا مگر قبل دعوئ نبوت و اظہار نبوت کے یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے جب کہ ان کو بھی یہی لکھا تھا کہ۔

ع ہر نبوت را بروشد اختتام ۔ ورنہ ان پر بھی وہ ہی فتویٰ ہوتا جو مسیلمہ مدعی نبوت پر بوجہ دعویٰ نبوت کے ارشاد فرمایا کہ۔

در کافر اکفر است" ملاحظہ ہو ارشادات فریدی ج ۳ ص ۱۰۹ لہذا مرزا صاحب اور تمام مدعیان نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرزا صاحب کا فتویٰ ان میں کافر اکفر ہونا موجود ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اب یہ توجیہ کہ اس قسم کا دعویٰ اور اُس قسم کا یا الہامات ہیں ھو الذی اَرسل رسولہ الخ بھی لکھا نیز لاغلبن انا و رسلی الخ یا اور اسی قسم کے بہ سبب بوجہ نبوت نہ ہونے کے مستور تھے اور دوسرے معانی پر محمول یا خطاء و غلطی پر جیسا کہ اسی اشارات میں کشوف والہام میں خاطی قرار دیا ہے یہ سب تاویلات ہی فضول ہیں جب نبوت پر پردہ پڑا تھا اور بالکل مسلمانوں کی طرح ہر قسم کے مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے اور ہر قسم کے امتی و غیر امتی نئے یا پرانے نبی کا آنا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے منافی اور کفر بتاتے تھے جیسا کہ ختم نبوت کی بحث میں مفصل گذر چکا۔

(۵) مولوی رکن الدین صاحب سے غلام احمد اختر احمدی کا تعلق اور انھی کا مسودہ خطوط لکھنا تو مسلم ہے اب یہ تاویل احتمالات کسی طور پر نافع نہیں۔ ثبوت بہر حال مشتبہ ہوگیا۔

(۶) اس کا بھی کوئی جواب نہ ہو سکا بلکہ تسلیم کر لیا کہ سوائے غلام احمد صاحب اختر کے اور کسی مرید۔ حتےٰ کہ خود ملا رکن الدین بھی مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے۔ یہ کہدیا۔ کہ یہود نے کب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اپنے انبیاء کی خبر کے مانا۔ گویا یہ سب حضرات جو حضرت قبلہ رحمہ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ جنھوں نے مرزا صاحب کی بیعت نہ کی یا تصدیق نہ کی عیاذاً باللہ یہود کی طرح ہوئے۔

(۷) خواجہ محمدؐ بخش صاحب کا برادر دینی کہنا یقیناً ان کی تمام تحریرات اور ہر قول و فعل کی تائید و توثیق نہیں کرتا۔ بخلاف غلام احمد اختر کو اخویم کہنا۔ ملا رکن الدین صاحب کا تعلق ضرور ثابت کرتا ہے۔ تعلق ہونا اور چیز ہے غلام احمد اختر کو اخویم کہنا و توثیق اور شئے۔

(۸) خواجہ محمد بخش صاحب کی تقریظ میں کہیں بھی یہ نہیں۔ کہ میں نے اسے از اول تا آخر کما حقہٗ مطالعہ کیا ہے نہ عموماً تقریظات میں یہ ہوتا ہے معمولی نظر ڈال کر بہ مؤلف کے اعتماد پر تصدیق و تقریظ لکھ دی جاتی ہے۔
باقی مریدوں کا طبع کے واسطے اصرار تو حضرت خواجہ صاحب رح کے ملفوظات کی وجہ سے تھا نہ مرزا صاحب تصدیق کی سازش کارروائی کے لیے۔

اس سے توثیق کیا ہوئی مرزا صاحب کا قول اشارات حضرت خواجہ صاحب رح کی تصنیف ہے اور گواہان مدعا علیہ کے قول وہ ملا رکن الدین صاحب کی ہے اُس تناقض پر کوئی معقول توجیہ نہ پیش کر سکے صرف تاویلات ناقابل التفات کیں

پھر گواہ کا کبھی یہ کہنا کہ خواجہ محمدؐ بخش صاحب نے سبقاً سبقاً سُنی اور پھر سوالات مکرر میں اُس کی اصلاح کہ نہیں خود خواجہ صاحب سے سُنی دونوں غلط ہیں کیونکہ گواہ ۱ نے بجواب جرح ۹ ر مارچ ۱۹۳۳ء تسلیم کیا ہے کہ اشارات مرتب ہی خواجہ صاحب کے بعد ہوئے۔ اور طباعت و اشاعت بھی۔

زیادہ تعجب تو یہ ہے۔ کہ ملا رکن الدین صاحب یا غلام اختر صاحب احمدی کے اقوال تو قابل قبول بلا تامل شک وشبہ ہیں۔ مگر خود حضرت خواجہ صاحب ؒ کی تصنیف اشارات فریدی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً سب سے آخری نبی ہونا لکھا ہے اور تمام عقاید مرزا صاحب و اُن کی جماعت کے خلاف اہل سنت والجماعت کے موافق لکھے ہیں۔ اور اس کے صفحہ ۲۹ و ۳۰ پر فرقہ احمدیہ کو مردود دناری فرقہ بتایا ہے۔ اس میں بے کار اور بے ربط تاویلات و شبہات نکالے جاتے ہیں اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ جو اپنے مطلب کے موافق ہو وہ تو قبول ورنہ رد۔ اور ناقابل قبول۔ جس سے مرزا صاحب کی تصدیق ہو وہ صحیح خواہ سازشی اور فرضی ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہایت مستند معتبر بھی اگر مرزا صاحب کی تصدیق نہ ہو۔ تو غلط بلکہ احادیث صحیح تک ردی کی طرح پھینکنے کے لائق۔

یہ کہنا کہ مرزا صاحب کے فرقہ کا نام فوائد فریدیہ کی تصنیف تک فرقہ احمدیہ نہ تھا۔ محض مغالطہ ہے۔ اول اس کی تائید تریاق القلوب کے سنہ طباعت سے بھی کافی نہیں۔ کیونکہ زائد سے زائد بغرض تسلیم اس سے یہی ثابت ہوگا کہ گورنمنٹ میں اس نام کو مردم شماری کے لیے رجسٹرڈ کرانے کی درخواست بعد کو کی ہے مگر یہ نہیں کہ یہ نام ایجاد ہی اُس سنہ سے ہوا بلکہ پہلے اور ہمیشہ سے ہندوستان میں نام صرف مرزا صاحب کے متبعین کے واسطے باقرار گواہ مدعا علیہا ۲۰ر مارچ مخصوص ہے۔

نیز براہین احمدیہ جو سب سے پہلی کتاب ہے اُس کی نسبت بھی اس کا قرینہ موید ہے کہ جماعت کا نام بھی ابتداء سے ہی احمدیہ تھا۔ بہرحال گواہ کے اقرار کے بعد اب یہ تمام احتمالات بے معنی ہیں۔ اور یقیناً حضرت قبلہ مدظلہ تعالیٰ نے اس فرقہ یعنی فرقہ احمدیہ کو فرقہ مردود وناریہ قرار دیا ہے اور باقرار گواہ ہندوستان میں کوئی اس نام کا فرقہ ہی نہ تھا۔ مولانا رشید احمد صاحب کے متبعین رشیدیہ کے نام سے موسوم ہیں جیسا القول الصحیح سے بحث میں پیش کر چکا۔

بہرحال یہ تمام تاویلیں محض بے سود ہیں۔

خلاصہ جواب الجواب متعلقہ شہادت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اولاً یہ شہادت شہادتی اصول پر محقق اور ثابت نہیں بلکہ اغلب یہ ہے۔ کہ خواجہ صاحب ؒ کی نہیں یقیناً غلام احمد اختر احمدی کی سازش ہے۔ جیسا کہ مفصل اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں نیز مرزا صاحب کا ان کو منکرین کی فہرست میں شمار کرنا اس امر کو کافی ہے۔ کہ خواجہ صاحب انہیں کافر سمجھتے تھے۔ دوسرے اس پر کسی خلیفہ یا مرید نے اعتقاد نہ کیا نہ مرزا صاحب سے وابستہ ہوئی نہ تصدیق کی نہ بیعت۔

تیسرے یہ بھی ثابت نہیں کہ مرزا صاحب کی کوئی کتاب من اولہ الی آخرہ حضرت خواجہ صاحب

رحمہ اللہ علیہ نے دیکھی یا سنی ہو۔ چوتھے ان کے وصال کے بعد مرتب ہوئی۔
ملا رکن الدین جامع اشارات کی توثیق کے متعلق خواجہ صاحب سے کچھ منقول نہیں۔ پانچویں ان کے کلام کو طاقت بشری سے خارج بتایا ہے جو خواجہ صاحب سے متصور نہیں تمام مرزا صاحب کے دعاوی و معتقدات خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی اپنی کتاب فوائد فریدی کے سراسر مخالف ہیں بلکہ ان کے مخالف عقائدوں سے آخر تک موجود ہیں نبوۃ، دجال، یاجوج و ماجوج، نزول عیسٰے وغیرہ میں مرزا صاحب کے خلاف اہل سنت کے موافق ہیں جیسا کہ جرح میں حوالے پیش کر چکا۔
پھر خود فوائد فریدی میں احمدیوں کو فرقہ مردودہ اور ناریہ میں شمار کیا جیسا کہ گواہوں کے مسلمات سے اصل بحث میں پیش کر چکا۔
ان دلائل و براہین کی روشنی میں ان خطوط کی نسبت حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی طرف کرنا بہتان عظیم ہے۔
اور اگر بفرض محال تسلیم ہی کریں تو یہ اس وقت تک تھا جب تک دعوی نبوت نہ تھا۔ اور انہیں یہ لکھ بھیجا۔
ہاں کہ ہر نبوت را برو شد اختتام ورنہ بعد دعویٰ نبوت۔ ہی مسیلمہ مدعی نبوت پر کا فتویٰ اکفر کا فر ہونے کا موجود ہے۔ کہ مرزا صاحب بھی مسیلمہ کی طرح کافر ہیں۔ لہٰذا ایک طرف تمدعا علیہ اور اس کی جماعت کے مذ بلغ مرزا صاحب کو مسلمان اور ان کے فرقہ کو اسلامی فرقہ ثابت کر رہے ہیں اور دوسری طرف ایک خدا رسیدہ بزرگ اور تمام پنجاب و ہندوستان کا مسلم تاجدار بہاولپور کے پیر و مرشد حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نور اللہ مرقدہ ہیں
جن کا احترام تمام ریاست کے والی و رعایا پر ضروری ہے۔ وہ اپنی کتاب فوائد فریدی میں فرقہ احمدیہ کو مردود و ناریہ اور مدعی نبوت مسیلمہ جیسے کو گمراہ کافر فرما رہے ہیں۔ پس اس جماعت کے کفر و ارتداد میں اب کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

آخری گزارش

تنگی وقت اور تحدید کی وجہ سے اب کوئی جنرل جواب الجواب تمام جوابی بحث پر پیش نہیں کر سکتا اور نہ جدید حوالوں اور خیانتوں میں تیز کلامی کی فہرست پیش کرنا ممکن ہے عدالت کو خود ہی ملاحظہ مسل کے وقت معلوم ہو جائے گا۔
دوران جواب میں اشارات کرتا رہا ہوں۔

استدعا

تنقیح اول کا حصہ اول مدعا علیہ کا احمدی ہونا یا قادیانیت و مرزائیت اختیار کرنا تو اقراری ہے حصہ دوم یعنی اس سے ارتداد و کفر کا لازم آنا تمام تاویلات مختارہ مدعا علیہ کا مدلل جواب دے کر اور مغالطوں کا انکشاف کر کے تقریباً دو سو سے زائد قطعی دلائل آیات قرآنیہ قطعی الدلالت وقطعی المعنی والمراد اور احادیث صحیحہ مشہورہ ومتواترہ واجماع صحابہ وائمہ وتمام امت واقوال سلف وخلف وعلماء وصوفیہ واکابر سے مدلل ثابت کر دیا کہ نہ صرف وجوہات پنجگانہ بلکہ اور بھی وجوہات کثیرہ سے مدعا علیہ اور اس کے مقتدا وجماعت کافر مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اب صرف تنقیح دوم باقی رہی کہ کیا اس سے فسخ نکاح لازم آتا ہے۔ اس کے واسطے ہر دو گواہوں کا اقرار پیش کر چکا ہوں کہ

"اگر مرتد ہو جائے تو عام حکم یہی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔" (جرح گواہ مدعا علیہ ۱ یکم مارچ ۱۹۳۳ء)

"تعامل تمام مسلمانوں کا یہی ہے کہ ارتداد سے نکاح فسخ سمجھا جاتا ہے۔" (جرح گواہ مدعا علیہ ۲ ۲/ مارچ ۱۹۳۳ء)

پس مقدمہ ہذا میں

نکاح مدعیہ کا فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیئے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ وصلی اللہ علی حبیبہ اولاً وآخراً دائماً متوالیاً وعلی آلہ وصحبہ واولیاء امتہ اجمعین

(ابو الوفاء نعمانی عفاء اللہ عنہ شاہجہانپوری)

۱۰/ مئی پنجشنبہ ۱۹۳۴ء